# عہد نبوی میں آزادئ نسواں


تحریر

**ڈاکٹر ابوشقّہ**

تلخیص

**ڈاکٹر کبیسی**



**ناشر**

..............................................

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ


| | | |
|---|---|---|
| کتاب | : | عہد نبوی میں آزادیٔ نسواں |
| تحریر | : | ڈاکٹر ابوشقہ |
| تلخیص | : | ڈاکٹر کبیسی |
| مترجم | : | شعبہ حسنین ندوی |
| تعداد | : | ۱۰۰۰ |
| مطبع | : | .................. |
| کمپوزنگ | : | محمد سیف اللہ |
| صفحات | : | ۵۹۹ |
| قیمت | : | ................. |
| ناشر | : | ...................................................... |

**ملنے کا پتہ**

بسم الله الرحمن الرحيم

# فہرست مضامین


| | |
|---|---|
| مقدمہ | ۱۵ |
| کتاب لکھنے کا بنیادی محرک | ۱۵ |
| کتاب کا موضوع | ۱۹ |
| کتاب کا منہج | ۲۱ |
| دعا اور معذرت | ۲۷ |
| **باب اول**: بخاری ومسلم میں عورت کی شخصیت | ۲۹ |
| **فصل اول**: بخاری ومسلم میں خاتون شخصیت کے چند خدوخال | ۳۱ |
| عورت کی خودمختاری | ۳۱ |
| پہلے دن سے ہی مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی اللہ کی طرف دعوت دینا | ۳۱ |
| عورت کا نئے دین پر ایمان لانے میں اپنے شوہر پر سبقت لے جانا | ۳۱ |
| عورت کا اپنی قوم کو نئے دین کے قبول کرنے کی دعوت دینا | ۳۲ |
| تعلیم وتربیت میں عورت کا حق | ۳۳ |
| احادیث کی روایت میں عورت کی حصہ داری اور اس کا لوگوں کو تعلیم دینا | ۳۴ |
| اجتماعی عبادات میں عورت کی شرکت | ۳۸ |
| عمومی اجتماعات وتقریبات میں عورت کی شرکت | ۴۰ |
| مختلف معاشرتی سرگرمیوں کے ذریعہ معاشرہ کی خدمت میں عورت کی حصہ داری | ۴۱ |
| مختلف سیاسی سرگرمیوں کے ذریعہ معاشرہ کی حفاظت اور اس کا صحیح رخ متعین کرنے میں عورت کی حصہ داری | ۴۲ |
| عورت کی فوج میں شرکت | ۴۲ |

عورت کی ملازمت میں شرکت ۴۳
خاندان میں عورت کا مقام ۴۴
شوہر و بیوی کے درمیان خاندانی ذمہ داریوں کی تقسیم ۴۴
اللہ کی جانب سے عورت کا اعزاز ۴۷
نبی کریم ﷺ کی جانب سے عورت کا اعزاز ۴۹
اسلام کا عورتوں کی اچھی طرح سے نگہبانی کرنے پر ابھارنا ۵۱
**فصل دوم**: خواتین کے کچھ اچھے موقف ۵۳
اللہ کی راہ میں جان کی قربانی ۵۳
کمال کے حصول کی خواہش ۵۵
عبادت کا رجحان ۵۶
صدق اور انفاق ۵۷
والدین کے ساتھ ان کی زندگی میں اور موت کے بعد اچھا سلوک ۵۷
اللہ پر حسن توکل ۵۸
مصیبت پر صبر ۵۹
عفت و عصمت کی حفاظت ۵۹
گناہ کا جلد اعتراف ۶۰
**فصل سوم**: مسلمان خاتون کی شخصیت اور اپنے حقوق و فرائض کے تئیں اس کے پختہ شعور کی کچھ مثالیں ۶۲
خواتین کا نبی کریم ﷺ سے تعلیم کے مزید مواقع کا مطالبہ کرنا ۶۲
دین کی سمجھ حاصل کرنے کے لئے اسماء بنت شکلؓ کا نہ شرمانا ۶۳
سبیعہ بن الحارثؓ کا اس بات سے واقف ہونا کہ یقین تک پہنچنے کے لئے تحری کس طرح کیا جاتا ہے ۶۳
قبیلہ خثعم کی ایک نوجوان لڑکی کا اپنے والد کی طرف سے حج کرنے کے حکم کو جاننے کی فکر کرنا ۶۴
عورت کا شوہر کے انتخاب کے حق کے حصول پر جمے رہنا ۶۴

نبی کریم ﷺ کی سفارش کے باوجود بریرہؓ کا اپنے حق پر قائم رہنا ۶۴
عورت کا سب سے اچھے مرد کا انتخاب کرنا اور خود کو اس کے حوالہ کر دینا ۶۵
عورت کا شوہر کو چھوڑنے کے حق کے حصول پر قائم رہنا ۶۶
ثابت بن قیسؓ کی بیوی نے جب اپنے شوہر کو ناپسند کیا تو انہیں چھوڑنے کے اپنے حق پر قائم رہیں ۶۶
عاتکہ بن زیدؓ کا جماعت کے ساتھ؟؟ نظام؟؟ پڑھنے کے اپنے حق پر قائم رہنا ۶۷
پیسہ کمانے کے لے عورت کا بعض پیشوں کو اختیار کرنا ۶۷
مسجد میں اجتماع عام کی دعوت پر عورتوں کا لبیک کہنا ۶۸
ام کلثوم بن ابی معیطؓ کا نوخیز جوانی ہی میں اپنے اہل وعیال کو چھوڑ دینا اور ہجرت کرنا ۶۸
ام حرامؓ کا سمندر میں غزوہ کرنے والوں کے ساتھ شہادت کی تمنا کرنا ۶۸
ام ہانیؓ کا ایک محارب کو پناہ دینا اور اپنے معترض بھائی کی شکایت کرنا ۶۹
ہند بنت عتبہؓ کا اسلام لانے کے بعد نبی کریم ﷺ کو خراج تحسین پیش کرنا ۶۹
ام ایمنؓ کا نبی کریم ﷺ کی موت کی وجہ سے وحی کے انقطاع پر مغموم ہونا ۶۹
زینب بن المہاجر کا حضرت ابوبکر صدیقؓ سے گفتگو کرنا ۷۰
حفصہ بن عمرؓ کا عبداللہ بن عمرؓ کی غلطی کی نشاندہی کرنا ۷۰
ام یعقوبؓ کا عبداللہ بن مسعودؓ سے مباحثہ کرنا ۷۱
ام الدرداءؓ کا عبدالملک بن مروان کے بعض رویوں پر نکیر کرنا ۷۱
**فصل چہارم**: خواتین شخصیات ۷۳
سارہؓ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ ۷۳
ہاجرہؓ: حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ۷۴
حضرت خدیجہ بن خویلدؓ: نبی کریم ﷺ کی اہلیہ ۷۶
حضرت فاطمہ الزہراءؓ: نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی ۷۹
ام المؤمنین حضرت عائشہؓ ۸۲
ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ ۱۰۷

ام المومنین حضرت زینب بن جحشؓ ۱۱۰
حضرت ام سلیمؓ (غمیصاء بنت ملحان) ۱۱۲
حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ: ذات النطاقین ۱۱۶
حضرت اسماء بن عمیسؓ ۱۲۱
حضرت ام عطیہ الانصاریہؓ ۱۲۳
حضرت فاطمہ بن قیسؓ ۱۲۵
**فصل پنجم**: عورتوں سے متعلق چند صحیح احادیث اور فہم وتطبیق کی غلطیاں ۱۲۷
پہلی حدیث ۱۲۷
دوسری حدیث ۱۲۹
تیسری حدیث ۱۳۹
**باب دوم**: معاشرتی زندگی میں مسلمان خاتون کی شرکت ۱۴۳
**فصل اول**: عہد نبوی کی معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت کے اسباب ۱۴۵
اول: زندگی کو آسان بنانا ۱۴۵
دوم: عورت کی شخصیت کا ارتقاء ۱۴۹
سوم: طلب علم ۱۵۵
چہارم: نیکی اور بھلائی کا کام کرنا ۱۵۸
پنجم: امر بالمعروف ونہی عن المنکر ۱۶۰
ششم: اللہ کے دین کی طرف دعوت دینا ۱۶۱
ہفتم: جہاد فی سبیل اللہ ۱۶۳
ہشتم: ملازمت اور پیشہ ورانہ کام ۱۶۵
نہم: سیاسی سرگرمی ۱۶۶
دہم: شادی کے مواقع کو آسان کرنا ۱۶۷
یازدہم: پاکیزہ تفریح کے مواقع کو آسان کرنا، اچھی تقریبات اور خیر کی محفلوں میں شریک ہونا ۱۷۰

**فصل دوم**: معاشرتی زندگی میں مسلمان خاتون کی شرکت اور مردوں سے اس کی ملاقات کے آداب ۱۷۷
تمہید ۱۷۷
وہ بنیادی عناصر جو شرکت اور ملاقات کے آداب کو یقینی بنانے میں معاون ہوتے ہیں ۱۷۸
مردوں و عورتوں کے مشترک آداب ۱۸۱
عورتوں کے لئے مخصوص آداب ۱۹۶
اگر کسی وقت شرکت اور ملاقات کے بعض آداب نہ پائے جا رہے ہوں تو اس وقت کیا کرنا چاہئے ۱۹۸
**فصل سوم**: دیگر انبیاء کے زمانہ میں معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت اور مردوں سے اس کا ملنا ۲۰۰
حضرت نوح علیہ السلام کا عہد ۲۰۰
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عہد ۲۰۱
مصائب و آزمائش میں شرکت ۲۰۲
روزمرہ کے معاملات میں شرکت ۲۰۲
زیارت میں شرکت ۲۰۲
ضیافت میں شرکت ۲۰۳
**فصل چہارم**: فرضیت حجاب سے پہلے اور بعد میں ازواج مطہرات کا مردوں سے ملنا ۲۰۵
طلب علم ۲۰۵
شادی کی تقریب ۲۰۵
دعوت ولیمہ ۲۰۶
سلام کا تبادلہ ۲۰۷
زیارت ۲۰۷
مریضوں کی عیادت ۲۰۸
مسئلہ دریافت کرنا ۲۰۹
ضیافت ۲۰۹

امر بالمعروف ۲۰۹
غزوات ۲۰۹
فرضیت حجاب کے بعد ازواج مطہرات کا معاشرہ سے متعلق رہنا اور مردوں سے گفتگو کرنا ۲۱۱
اول: ازواج مطہرات کا نبی کریم ﷺ کی مجلسوں میں رہنا اور کبھی کبھی گفتگو میں حصہ لینا ۲۱۱
دوم: ازواج مطہرات کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ سفر میں رہنا ۲۱۵
سوم: ازواج مطہرات کا معاشرہ سے تعلق رکھنا اور اس کے معاملات میں دلچسپی لینا ۲۱۶
چہارم: مختلف مقاصد کے تحت ازواج مطہرات کے پاس مردوں کا جانا ۲۲۰
پنجم: ازواج مطہرات کا مردوں کو نبی کریم ﷺ کی سنت کی تعلیم دینا ۲۲۴
فصل پنجم: عہد نبوی کی معاشرتی زندگی میں مسلمان خاتون کی شرکت کے واقعات ۲۳۰
عورتوں اور مردوں کے درمیان سلام کا تبادلہ ۲۳۲
مسجد میں مردوں وعورتوں کی شرکت اور ان کی ملاقات ۲۳۵
طلب علم کے دوران مردوں وعورتوں کی شرکت اور ان کی ملاقات ۲۵۸
حج کے دوران مردوں عورتوں کی شرکت اور ان کی ملاقات ۲۶۵
جہاد میں مردوں وعورتوں کی شرکت اور ان کی ملاقات ۲۶۷
نیکی کا حکم دینے اور برائیوں سے روکنے کے عمل کے دوران مرد وعورت کی ملاقات ۲۷۰
کسی اچھی چیز کا مطالبہ کرتے وقت یا کوئی اچھی چیز پیش کرتے وقت مرد وعورت کی ملاقات ۲۷۳
جوڑے کی تلاش کے وقت، شادی کا پیغام دینے کے وقت اور شادی کے وقت مرد وعورت کی ملاقات ۲۷۵
تقریبات اور ولیمہ کی محفلوں میں مرد وعورت کی شرکت اور ملاقات ۲۷۹
سوال کرنے اور خیریت دریافت کرنے کے وقت مرد وعورت کی ملاقات ۲۸۵
زیارت کے وقت مرد وعورت کی ملاقات ۲۸۶
محبت کے اظہار اور حسن نگہداشت کے دوران مرد وعورت کی ملاقات ۲۸۹
اعزاز واکرام کرنے اور تعریف کرنے کے دوران مرد وعورت کی ملاقات ۲۹۴
دعا اور برکت کی درخواست کرنے کے دوران مرد وعورت کی ملاقات ۲۹۵

ضیافت کے دوران مرد وعورت کی ملاقات ۲۹۶
ہدیوں کے تبادلہ کے وقت مرد وعورت کی ملاقات ۲۹۹
مریضوں کی عیادت کے دوران مرد وعورت کی ملاقات ۳۰۰
کھانے پینے کے دوران مرد وعورت کی ملاقات ۳۰۳
سفر کے دوران مرد وعورت کی ملاقات ۳۰۶
وفات سے متعلق مختلف کاموں کے دوران مرد وعورت کی ملاقات ۳۱۰
حکمرانوں سے مباحثہ ومراجعت کے وقت مرد وعورت کی ملاقات ۳۱۵
سفارش کے وقت مرد وعورت کی ملاقات ۳۱۹
گواہی کے وقت، تقاضہ کرنے کے وقت اور سزا کے نفاذ کے وقت مرد وعورت کی ملاقات ۳۲۱
مباہلہ کے دوران مرد وعورت کی ملاقات ۳۲۷
دلچسپ مواقع کے دوران مرد وعورت کی ملاقات ۳۲۷
مختلف حالات میں مرد وعورت کی ملاقات ۳۲۸
مسلمان مردوں کی غیر مسلم عورتوں سے ملاقات ۳۳۱
**فصل ششم**: عہد نبوی میں ملازمت میں مسلمان خاتون کی شرکت کے واقعات اور اس شرکت کے تعلق سے شرعی ہدایات ۳۳۹
ایسے میدان جن میں عہد نبوی میں عورت نے کام کیا ۳۳۹
عورت کی ملازمت سے متعلق بعض جدید معاشرتی مظاہر ۳۴۶
موجودہ دور میں عورت کی ملازمت سے متعلق شرعی ہدایات ۳۴۷
**فصل ہفتم**: عہد نبوی میں معاشرتی سرگرمیوں میں مسلمان خاتون کی شرکت کے واقعات اور اس شرکت کے تعلق سے شرعی ہدایات ۳۷۳
عہد نبوی میں عورت کی معاشرتی سرگرمیوں کی بعض صورتیں ۳۷۴
عورت کی معاشرتی سرگرمیوں سے متعلق بعض جدید معاشرتی مظاہر ۳۸۳
موجودہ معاشرتی سرگرمی اور اس میں عورت کے رول کا تعارف ۳۸۳

موجودہ دور میں عورت کی معاشرتی سرگرمی سے متعلق شرعی ہدایات ۳۸٦

فصل ھشتم: عہد نبوی میں سیاسی سرگرمیوں میں مسلمان عورت کی شرکت کے واقعات اور اس کے تعلق سے شرعی ہدایات ۴۰۱

سیاسی سرگرمیوں میں عورت کی شرکت کی شکلیں ۴۰۲

اول: دارالکفر میں ۴۰۲

دوم: اسلامی مملکت میں ۴۱۳

عورت کی سیاسی سرگرمیوں سے متعلق بعض جدید معاشرتی مظاہر ۴۲۷

موجودہ سیاسی سرگرمی کا مفہوم ۴۲۸

موجودہ دور میں عورت کی سیاسی سرگرمی سے متعلق شرعی ہدایات ۴۳۰

مغربی معاشرہ کے ایک جدید تجربہ کی شہادت ۴۴٦

**باب سوم: معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت اور مردوں سے اس کی ملاقات کی مخالفت کرنے والوں کے ساتھ ایک گفتگو** ۴۴۹

فصل اول: شرکت وملاقات کے دلائل پر مخالف حضرات کے اعتراضات پر ایک گفتگو ۴۵۱

پہلے اعتراض سے چوتھے اعتراض تک ۴۵۱

دوم: ان دلائل پر ایک گفتگو جو مخالفین مرد وعورت کی ملاقات کی ممانعت کے سلسلہ میں پیش کرتے ہیں ۴۵٦

پہلی دلیل سے پندرہویں دلیل تک ۴۵٦

سوم: مخالفین کے بعض اقوال پر ۴۸۷

پہلے قول سے ساتویں قول تک ۴۸۷

فصل دوم: معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت کی مخالفت کرنے والوں اور حجاب کے ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہونے کی مخالفت کرنے والوں کے ساتھ ایک گفتگو ۵۰۲

اول: حجاب کے معنی کی تعیین ۵۰۲

دوم: آیت حجاب کے نزول کی تاریخ ۵۰۵

ازواج مطہرات کے ساتھ حجاب کے مخصوص ہونے کے دلائل ۵۰۵
پہلی دلیل: فرضیت حجاب سے متعلق آیت ۵۰۵
دوسری دلیل: فرضیت حجاب کے مقدمات ۵۰۶
تیسری دلیل: بخاری ومسلم میں حجاب کے ازواج مطہرات کے ساتھ مخصوص ہونے کے دلائل ۵۱۰
چوتھی دلیل: بخاری ومسلم کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں حجاب کے ازواج مطہرات کے ساتھ مخصوص ہونے کے دلائل ۵۱۲
پانچویں دلیل: فرضیت حجاب کے بعد امہات المومنین کو جہاد میں شرکت کی اجازت نہ دینا اور عام عورتوں کو شرکت کی اجازت دینا ۵۱۳
چھٹی دلیل: امہات المؤمنین کا مردوں سے ہٹ کر اور عام عورتوں کا مردوں سے مل کر حج کرنا ۵۱۵
ساتویں دلیل: ازواج مطہرات کو حجاب میں رکھا جانا نہ کہ باندیوں کو ۵۱۵
آٹھویں دلیل: نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کو حجاب میں رکھنا نہ کہ آپ ﷺ کی بیٹیوں کو ۵۱۶
نویں دلیل: جلیل القدر صحابیاتؓ کا مردوں سے بغیر حجاب کے ملنا ۵۱۸
دسویں دلیل: تمام خاص وعام میدانوں میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا عورتوں سے بغیر حجاب کے ملنا ۵۲۳
ازواج مطہرات کے ساتھ حجاب کے مخصوص ہونے کے سلسلہ میں فقہاء کے اقوال ۵۳۰
**فصل سوم**: سد ذریعہ کا اصول اور اس کے نفاذ میں غلو کے اثرات ۵۳۳
تشریع الٰہی کا نہج اور سد ذرائع کے اصول میں اعتدال ۵۳۳
اول: تشریع الٰہی کے بعض معالم ۵۳۳
دوم: عہد نبوی میں تشریع الٰہی کے نفاذ کے بعض معالم ۵۳۶
الف- فتنہ کے احتمالات کے باوجود عہد نبوی کی مثبت سرگرمیاں ۵۳۶
ب- فتنہ کو بھڑکانے والی کسی چیز کے ظہور کے وقت نبی کریم ﷺ کا فتنہ کے ذریعہ پر روک لگانے کے سلسلہ میں محکم تدابیر اختیار کرنا ۵۳۹

| | |
|---|---|
| سوم: نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا عمومی طور پر تشدد سے منع کرنا، خصوصاً عورت کے فتنہ کے سلسلہ میں تشدد سے کام لینے سے منع کرنا | ۵۴۲ |
| سدِ ذریعہ کے اصول میں شریعت کے معتدل رویہ کی اہم دلالتیں | ۵۴۶ |
| سدِ ذریعہ کے اصول میں متاخرین کا غلو | ۵۵۸ |
| سدِ ذریعہ کے اصول کے نفاذ میں غلو کے اسباب | ۵۶۶ |
| پہلا سبب: سدِ ذریعہ کے اصول کے شرائط سے غفلت برتنا | ۵۶۶ |
| دوسرا سبب: عورت کے فتنہ کے مفہوم کو صحیح سے سمجھ نہ پانا | ۵۶۷ |
| تیسرا سبب: عورت کے سلسلہ میں بدگمانی رکھنا اور اسے کمزور سمجھنا | ۵۷۳ |
| چوتھا سبب: مریضانہ غیرت | ۵۸۲ |
| پانچواں سبب: زمانہ کے خراب ہونے کا دعویٰ کرنا | ۵۸۵ |
| چھٹا سبب: چند آیات، احادیث و اخبار | ۵۹۲ |

# مقدمہ

إن الحمد للّٰه نحمده ونستعينه ونستغفره ونستهديه ونعوذ باللّٰه من شرور أنفسنا وسيئات أعمالنا، من يهده اللّٰه فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادى له، وأشهد أن لا إله إلا اللّٰه وحده لا شريک له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله۔

"يا أيها الذين آمنوا اتقوا اللّٰه حق تقاته ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون"۔

"يا ايها الذين آمنوا اتقوا ربكم الذى خلقكم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالا كثيرا ونساء واتقوا اللّٰه الذى تساء لون به والأرحام إن اللّٰه كان عليكم رقيباً۔ (سورۂ نساء:۱)

"يا أيها الذين آمنوا اتقوا اللّٰه وقولوا قولا سديدا، يصلح لكم أعمالكم ويغفرلكم ذنوبكم ومن يطع اللّٰه ورسوله فقد فاز فوزاً عظيماً"

امابعد! یہ کتاب ایک اہم ترین موضوع پر ایک کمزور وناتواں شخص کی محنت ہے، تمام تر معاملات اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں، لہذا میں اسی سے مدد کا طلبگار رہوں اور اسی پر توکل وبھروسہ کرتا ہوں۔

## کتاب لکھنے کا بنیادی محرک

میں نے چند سالوں پہلے ہی کتب احادیث کی روشنی میں سیرت نبوی کا گہرائی وگیرائی کے ساتھ مطالعہ کرنے کا عزم کیا تھا، تاکہ میں کتب احادیث کے ذریعہ سیرت نبوی کے واقعات تصدیق وتوثیق کرسکوں، درحقیقت سیرت نبوی پر اتنے اہتمام سے کام نہیں کیا گیا ہے جتنے اہتمام کے ساتھ احادیث پر کام کیا گیا ہے، نہ ہی سیرت کے واقعات کے اسناد کی تحقیق کی گئی ہے اور نہ ہی صحیح اور غلط واقعات کے درمیان تمیز کی گئی ہے، مجھے اس مطالعہ کی تحریک اس حقیقت سے ملی کہ فن سیرت جو نبی کریم ﷺ کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو پیش کرتا ہے، درحقیقت نبی کریم ﷺ کے بے شمار ایسے اقوال، افعال اور تقریریات پر مشتمل ہوتا ہے جن کا تعلق سنت نبوی سے ہوتا ہے اور جن کی

مسلمان اپنی زندگی میں پیروی کرتے ہیں، اس حقیقت کے پیش نظر نبی کریم ﷺ کی سیرت کو احادیث کے ذریعہ مکمل تصدیق وتائید کے بعد مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا چاہئے تاکہ وہ پورے وثوق اور اطمینان کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی سیرت کو اپنی زندگی میں اپنائیں۔

یہاں پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس مطالعہ کی جانب میری توجہ اس وقت مبذول ہوئی جب میں صحیح مسلم کا مطالعہ امام نوویؒ کی شرح کے ساتھ کر رہا تھا اور میری نظر سے بہت سی ایسی عملی احادیث گزریں جن کا تعلق عورت سے تھا اور جن میں یہ بتایا گیا تھا کہ زندگی کے مختلف میدانوں میں عورت اور مرد کو ایک دوسرے کے ساتھ کس طرح معاملہ کرنا چاہیے۔

ان احادیث کی اہمیت کے پیش نظر میں اس بات پر مجبور ہو گیا کہ عہد نبوی ﷺ میں مسلم عورت کی شخصیت اور زندگی کے مختلف میدانوں میں اس کی حصہ داری سے متعلق اپنے اور دوسروں کے افکار وخیالات کی تصحیح کروں۔

اس حقیقت کے سامنے آنے کے بعد میرے مطالعہ وتحقیق کا رخ عہد نبوی کی مسلم عورت کی طرف ہو گیا، لہذا عہد نبوی میں عورت کو جو آزادی حاصل تھی اس پر یہ تحقیقی مقالہ مکمل روشنی ڈالتا ہے، مجھے اس نئے موضوع پر کام کرنے اور اسے جاری رکھنے کی تحریک اس بات نے بھی دی کہ مجھے اس بات کا اندیشہ تھا اور اب بھی ہے کہ عورت کی آزادی کا جو تصور اسلام نے دیا ہے اس کے برخلاف دوسرے تصورات عام ورائج نہ ہو جائیں۔

عورت کے تعلق سے حقائق کو سامنے لانا ایسا ہی ہے جیسے شریعت کے کسی دوسرے پہلو کے حقائق کو سامنے لانا، یہ کام درحقیقت اللہ کی شریعت کی کامیابی ہے، کیونکہ عورت کے موضوع کی مختلف اعتبار سے بہت اہمیت ہے، ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

۱-عورت ایک مسلمان کی ماں، بہن، بیوی اور بیٹی ہوتی ہے، ایک عورت کے اندر یہ سارے اوصاف جمع ہونے کے بعد اب اس سے زیادہ معزز کون ہو سکتا ہے؟

۲- دو جاہلیتوں میں سے کسی ایک کی سب سے زیادہ شکار مسلمان عورت ہی ہوتی ہے، اول چودہویں صدی ہجری میں پائے جانے والے غلو، تشدد اور آباء واجداد کی اندھی تقلید کی جاہلیت اور دوم بیسویں صدی عیسوی میں پائی جانے والی برہنگی، اباحیت اور مغرب کی اندھی تقلید کی جاہلیت، یہ دونوں جاہلیتیں اللہ کی شریعت سے بغاوت کے مرادف ہیں۔

۳- نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: عورتیں مردوں کی ہم مرتبہ ہیں (ابوداؤد)، مسلمان عورت کی مدد درحقیقت مسلمان مرد اور عورت دونوں ہی کے مدد کے مرادف ہے، مظلوم کی مدد اس طور پر کہ اسے انصاف دے دیا جائے اور ظالم کی مدد اس طرح کہ اس کا ہاتھ ظلم کرنے سے روک دیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، صحابہ کرام نے کہا: اے اللہ کے رسول! مظلوم کی مدد کرنے کی بات تو سمجھ میں آتی ہے لیکن ہم ظالم کی کس طرح مدد کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ظالم کا ہاتھ پکڑ لو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ تم اسے ظلم کرنے سے روک دو، یہی اس کی مدد ہے۔

۴- کہا جاتا ہے کہ عورت سماج کا نصف حصہ ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ معطل عضو کی مانند ہے، کیونکہ وہ نہ ہی ایک مجاہد و مومن نسل پیدا کر سکتی ہے اور نہ ہی امت مسلمہ کی سیاسی و معاشرتی بیداری میں حصہ لے سکتی ہے۔ (یہ صورت حال سماج کے دوسرے نصف حصہ کی افسوسناک حد تک تعطل کی نفی نہیں کرتی ہے)، لہذا مسلم عورت کی آزادی مسلم معاشرہ کے نصف حصہ کی آزادی ہے، اور عورت اس وقت تک آزاد نہیں ہو سکتی جب تک کہ مرد آزاد نہ ہو، اور مرد و عورت دونوں ہی صرف اسی صورت میں آزاد ہو سکتے ہیں جب کہ اللہ کی شریعت و ہدایت کی اتباع کی جائے۔

۵- ان سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو ایسے نازک احساسات سے نوازا ہے جو اسے دینداری پر ابھارتے ہیں اور دین سے متعلق رکھتے ہیں بشرطیکہ اس کی صحیح رہنمائی کی جائے۔ اس موقع پر مجھے دو جلیل القدر معاصر علماء کے اقوال یاد آرہے ہیں، ایک عالم کہتے ہیں کہ دین، اخلاق اور خیر کی باتوں کو سیکھنے اور جاننے میں سب سے پیش پیش خواتین ہی ہوتی ہیں۔ ان کے اندر بات کو غور سے سننے اور اتباع کرنے کا سب سے زیادہ جذبہ پایا جاتا ہے بشرطیکہ انہیں نیک و صالح اساتذہ میسر آجائیں۔

دوسرے عالم کہتے ہیں کہ میں نے ریڈیو اور ٹیلی ویژن میں سالہا سال کام کیا ہے، میرے پاس مختلف ممالک کے نوجوانوں، بوڑھوں، عورتوں اور مردوں کے خطوط آتے تھے، ان خطوط کو پڑھ کر مجھے یہ محسوس ہوا کہ مسلم معاشرہ میں آج بھی دین کو اولیت حاصل ہے۔

مجموعی اعتبار سے عورت مرد کے مقابلہ میں زیادہ دیندار ہوتی ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اللہ نے محبت، رحمت اور رقت جیسے جن اوصاف سے عورت کو متصف کیا ہے ان کی وجہ سے وہ دین اور دینی فطرت سے زیادہ قریب ہوتی ہے، اس کے اندر دین پر عمل کرنے کی خواہش سب سے زیادہ ہوتی ہے اور آخرت کے حساب و کتاب کا سب

سے زیادہ خوف اسی کے اندر پایا جاتا ہے، ہم مسلسل یہ دیکھتے آئے ہیں کہ وہ خواتین جو بے پردہ ونیم برہنہ گھروں سے باہر نکلتی ہیں وہ اپنے اختیار وارادہ سے اسلام اور اسلامی آداب کی طرف لوٹ آتی ہیں، حالانکہ اسلام دشمن طاقتیں اندرون وبیرون ہر طرف سے اسلام کی مخالفت میں اپنی تمامتر کوششیں صرف کررہی ہیں تاکہ کوئی بھی اسلام کی طرف لوٹ نہ سکے، بہت سی خواتین ایسے جدید مغربی لباس زیب تن کرتی ہیں جو درحقیقت اسلامی آداب کے منافی ہیں، لیکن ان کی صورت حال یہ ہے کہ وہ نماز، روزہ، حج، عمرہ اور اسلام کے دیگر تمام ارکان کی ادائیگی کی انتہا درجہ حریص ہوتی ہیں، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی خواتین کے دلوں سے اسلام ابھی پورے طور پر محو نہیں ہوا ہے، لہذا اگر ایسی خواتین کا تھوڑا بہت خیال رکھا جائے، ان کی تربیت کی جائے تو امید ہے کہ ان شاء اللہ یہ جلد ہی مکمل اسلام کے اندر داخل ہو جائیں گی اور شریعت اسلامی کی پورے طور پر پابند ہو جائیں گی۔

حضرت عائشہؓ کو جہاد میں شرکت کی انتہائی درجہ خواہش تھی، انھوں نے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے کہا اے اللہ کے رسول! ہم جہاد کو افضل ترین عمل خیال کرتے ہیں، تو ہم جہاد کیوں نہ کریں؟ (بخاری)

حضرت ام حرام سمندر میں غزوہ کرنے والوں کے ساتھ شہادت کی تمنا اپنے دل میں رکھتی تھیں، انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول! میرے لئے دعا کردیجئے کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل ہو جاؤں جو سمندر میں غزوہ کرنے کے لئے جائیں گے اور شہادت سے سرفراز ہوں گے، لہذا آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا کردی (بخاری)۔

ایک صحابیہ اپنے ہاتھ سے کام کیا کرتی تھیں اور اللہ کی راہ میں صدقہ کیا کرتی تھیں، حضرت زینب بنت جحش سب سے بڑھ کر اللہ کا خوف رکھنے والی، سب سے زیادہ قرابت داریوں کا خیال رکھنے والی اور سب سے زیادہ صدقہ کرنے والی خاتون تھیں، وہ جو کام کر کے صدقہ کیا کرتی تھیں اور جس کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل کیا کرتی تھیں اسے وہ اپنی ذات کے لئے بہت حقیر اور کمتر گردانتی تھیں (مسلم)۔

عہد نبوی کی خواتین چشمۂ نبوی سے فیضیاب ہونے کے مواقع کی تلاش میں رہتی تھیں، ایک مرتبہ خواتین نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ آپ ﷺ سے استفادہ کرنے کے سلسلہ میں مرد ہم عورتوں پر غالب آگئے ہیں، لہذا آپ اپنی جانب سے ہمارے لئے ایک دن مقرر کردیجئے (بخاری ومسلم)۔

عہد نبوی کی نیک وصالح خواتین مردوں سے زیادہ اللہ کے راہ میں صدقہ کیا کرتی تھیں۔ نبی کریم ﷺ کہا کرتے تھے کہ صدقہ کرو، صدقہ کرو، اور زیادہ صدقہ کرنے والوں کی تعداد خواتین کی ہوتی تھی (مسلم)۔

اسلام لانے سے قبل بھی یہ خواتین بڑی نرم دل اور قرآن کریم کو سننے کی بہت زیادہ مشتاق تھیں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنائی تھی جس میں وہ نماز پڑھا کرتے تھے اور قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے، اس موقع پر مشرکین کی خواتین اور ان کے بچے وہاں پر مجمع لگا لیتے۔ وہ حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھتے اور تلاوت کرتے دیکھتے تھے اور بہت زیادہ متاثر ہوتے تھے، اس صورت حال سے سرداران قریش خوف زدہ ہوگئے اور انھوں نے کہا کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں ہماری خواتین اور بچے فتنہ کا شکار نہ ہوجائیں (بخاری)۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے یہ الفاظ اس صورت حال سے سرداران قریش خوف زدہ ہوگئے کا مطلب یہ ہے کہ کفار قریش اس صورت حال سے اس لئے خوف زدہ ہوگئے کیونکہ انھیں اس بات کا علم تھا کہ عورتوں و نوجوانوں کے دلوں میں جو نرمی و رقت پائی جاتی ہے وہ انھیں اسلام کی طرف پھیر دے گی۔

## کتاب کا موضوع:

یہ کتاب درحقیقت عہد نبوی کی عورت سے متعلق فقہی و معاشرتی تحقیق و مطالعہ پر مشتمل ہے، میں نے یہ کوشش کی ہے کہ اس کتاب میں وہ تمام نصوص جمع ہوجائیں جو عورت کی زندگی کے کسی خاص یا عام پہلو پر قریب یا دور کسی بھی طرح سے اشارہ کر رہے ہوں اور جو اس کے معاشرتی تعلقات اور مختلف سرگرمیوں کی نوعیت کی جانب اشارہ کر رہے ہوں، چونکہ شریعت اسلامی ایک فرد کی زندگی کے تعلق سے بھی فیصلہ کرتی ہے (خواہ وہ مرد ہو یا عورت) اور معاشرہ کے نظام سے متعلق بھی فیصلہ کرتی ہے لہذا ایک ایسے شخص کے لئے جس کی ایک مسلمان فرد کے رویہ پر مکمل نظر ہو یہ ضروری ہوجاتا ہے کہ وہ معاشرتی تحقیق و مطالعہ میں فقہی تحقیق کی آمیزش کرے اور معاشرتی سرگرمی کو فقہی دلائل سے مربوط کرے، حالانکہ معاشرتی تحقیق و مطالعہ کی یہ خوبی ہے کہ وہ صرف ایسے ہی نصوص و شواہد پر اکتفا نہیں کرتا ہے جو معاشرہ کے حالات و واقعات کے سلسلہ میں قطعی الدلالۃ ہوں بلکہ معاشرتی تحقیق و مطالعہ میں ظنی الدلالۃ نصوص و شواہد کو بھی قبول کرلیا جاتا ہے کیونکہ تاریخی حالات و واقعات کو قطعی الدلالۃ اور ظنی الدلالۃ دونوں طرح کے نصوص و شواہد سے ثابت کیا جاتا ہے۔

فقہی حکم کو ثابت کرنے کے لئے جہاں ایک طرف دلالت قطعیہ یا دلالت راجحہ کی ضرورت ہوتی ہے وہیں دوسری طرف اس کو دلالت محتملہ کے ذریعہ بھی ثابت کیا جاسکتا ہے یعنی وہ نصوص جو محتمل الدلالۃ ہوں ایسے نصوص و شواہد کے درجہ میں ہوسکتے ہیں جو قطعی الدلالۃ یا راجح الدلالۃ نصوص کو تقویت بخشتے ہیں۔ قاری کو کتاب میں

چند جگہوں پر نظر آئے گا کہ بعض شواہد محتمل الدلالۃ ہیں، حالانکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی دلیل میں احتمال ہو جائے تو اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا، اسی لئے میں نے احکام کو ثابت کرنے کے لئے ایسے نصوص کا انتخاب کیا ہے جو قطعی الدلالۃ یا راجح الدلالۃ ہوں، جہاں تک دوسرے نصوص کا تعلق ہے تو میں نے ان کو صرف معاشرتی تحقیق ومطالعہ کی تکمیل کے لئے استعمال کیا ہے۔

مکلفین کے ہر فعل کا کوئی جوہر ہوا کرتا ہے، اور وہ جوہر حالات وزمانہ کے پیش نظر مختلف عملی شکلیں اختیار کرتا رہتا ہے، لہذا اس کی بڑی اہمیت ہے کہ جوہر کو اچھی طرح سے پہچانا جائے، اگر جوہر مباح ہے تو اس کی اباحیت ہمیشہ باقی رہے گی اور اگر جوہر حرام ہے تو اس کی حرمت ہمیشہ باقی رہے گی، جہاں تک اس جوہر کے تطبیق کی مختلف شکلوں کا تعلق ہے تو جیسا کہ میں نے کہا کہ اس کی شکلیں بدلتی رہتی ہیں، جوہر خواہ کوئی بھی شکل اختیار کرلے ہر شکل کا حکم وہی ہوگا جو اصل جوہر کا ہے۔ یہ تفریق وتمیز بہت ضروری ہے، جوہر کی جدید شکلوں کو قبول کرنے میں یہ ہماری معاون ہوتی ہے، مثلاً عورت کی تعلیم، عورت کا کام کرنا، عورت کی سیاسی ومعاشرتی سرگرمی، یہ وہ موضوعات ہیں جن کا ایک جوہر ہے جس کی نبی کریم ﷺ نے تائید کی ہے، لیکن تطبیق کی وہ شکلیں جو نبی کریم ﷺ کے عہد میں تھیں کیا ہمارے اوپر یہ لازم کرتی ہیں کہ ہم انہی تک محدود ہیں اور اس سے آگے نہ بڑھیں، یا پھر ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم جدید موثر عناصر یعنی جدید معاشرتی ظواہر میں غور وفکر کریں اور ان ظواہر کی بنیاد پر تطبیق کی شکل کو از سر نو تشکیل دیں، ہم نے ان جدید معاشرتی ظواہر کو جمع کرنے کی کوشش کی جو خاندان میں یا سیاسی ومعاشرتی میدان میں یا ملازمت میں عورت کی سرگرمیوں اور اس کے تعلقات پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہم نے ان ظواہر کو جمع کرنے کی بھی کوشش کی ہے جو عورت کے لباس اور اس کی زینت پر اثر انداز ہوتے ہیں، اس کا مقصد یہ ہے کہ ایک مسلم خاتون جدید معاشرہ میں صحیح اور ضروری طریقہ اختیار کرسکے اور بیک وقت وہ جائز جوہر کو بھی محسوس کرسکے تاکہ اس پر عمل کرکے صراط مستقیم پر قائم رہے۔

اس فقہی معاشرتی تحقیق ومطالعہ میں میں نے وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ عہد نبوی میں عورت کو کس طرح آزاد کیا گیا تھا، لہذا اس تحقیق ومطالعہ کا مقصد یہ ہے کہ عورت کی آزادی کی خاطر نبی کریم ﷺ کے عہد میں اختیار کردہ طریقہ کو اختیار کرتے ہوئے جدید مسلمان خاتون کو دوبارہ آزاد کرنے کی کوشش کی جائے۔

یہ مقصد ایک ایسے اہم مسئلہ کی طرف ہماری توجہ مبذول کراتا ہے جو تمام علماء ومفکرین کی اجتماعی کوششوں کا متقاضی ہے، وہ مسئلہ جدید مسلم عقل کی آزادی کا ہے، جدید مسلم عقل کو ایسے قیود، باطل پیمانوں اور فاسد افکار

وخیالات سے آزاد کرانا بہت ضروری ہے جو اس پر صدیوں سے چھائے ہوئے ہیں اور جنھوں نے اسے ناکارہ بنا رکھا ہے، لہذا جب جدید مسلم عقل ان تمام چیزوں سے آزاد ہوجائے گی تو پھر وہ بیدار ہوگی اور اللہ کی ہدایت کی روشنی میں کام کرسکے گی۔ مسلم عقل کی آزادی ہی عورت و مرد دونوں کی اصل و مکمل آزادی کا واحد راستہ ہے بلکہ یہ صحیح ومضبوط بنیادوں پر معاشرہ کی تشکیل نو کا ذریعہ ہے، کیونکہ عقل ہی انسانی حرکات وسکنات کو رخ دیتی ہے، لہذا اگر مسلم عقل آزاد ہوجاتی ہے اور راہ راست پر آجاتی ہے تو اس کے حرکات وسکنات بھی آزاد ہوجائیں گے اور وہ نور وبصیرت کے ساتھ راہِ راست پر چلنے لگے گی، ہم اس مسئلہ کو تمام مسائل سے اہم گردانتے ہیں، کیونکہ مختلف غلط فہمیوں کی وجہ سے مسلمان کے طریقۂ غور وفکر میں خلل واقع ہوگیا ہے اور زندگی کے تمام شعبے اس خلل سے متاثر ہیں۔

## کتاب کا نہج

میں نے اپنی کتاب میں جو نہج اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ میں قرآن کریم اور احادیث کے تمام تر صحیح نصوص کی چھان بین کرتا ہوں، لہذا میں نے اس کام کا آغاز صحیح بخاری سے کیا، سب سے پہلے میں نے اس میں عورت کی زندگی کے تمام گوشوں سے متعلق نصوص تلاش کیے، اس کے بعد میں نے صحیح مسلم کی طرف رخ کیا، اس کے بعد میں نے دوسری متداول کتب احادیث کی طرف رجوع کیا، اس طرح میں نے چودہ کتب احادیث سے استفادہ کیا جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داوٗد، سنن الترمذی، سنن النسائی، سنن ابن ماجہ، موطا امام مالک، زوائد صحیح ابن حبان، مسند احمد، المعجم الکبیر للطبرانی، المعجم الاوسط للطبرانی، المعجم الصغیر للطبرانی، مسند البزار، مسند ابی یعلی۔

اخیر کی چھ کتب احادیث کے لئے میں نے ''مجمع الزوائد ومنبع الفوائد'' کی طرف رجوع کیا جس میں حافظ الہیثمی نے اخیر کی چھ کتابوں کی ان احادیث کو یکجا کیا ہے جو پہلی چھ کتب احادیث میں موجود احادیث کے علاوہ تھیں۔

کتب احادیث کے نصوص کا بالاستیعاب مطالعہ کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اب مجھے قرآن کریم کے آیات پر غور وفکر کی ضرورت باقی نہیں رہی، قرآن کریم تو شریعت کا اول سرچشمہ ہے، اس کے اندر اتنی عظمت اور اتنا جلال پایا جاتا ہے اور اس کے مضامین اس قدر متنوع ہیں کہ اس کی ہر ایک آیت پر رک کر غور کرنے کی ضرورت ہے، میں نے کتب احادیث کی ایک مرتبہ چھان بین کرنے کے بعد محسوس کیا کہ صرف اسی قدر کافی نہیں ہے، لہذا میں نے دوبارہ کتب احادیث کا ازسرنو مطالعہ کیا، خدا کا شکر ہے مجھے اس سے بہت زیادہ فائدہ حاصل ہوا۔

میں نے یہ ارادہ کیا کہ کتاب کو دو مرحلوں میں شائع کیا جائے

پہلے مرحلہ کا نتیجہ قاری کے سامنے ہے، اس کتاب میں صرف قرآن کی متعلقہ آیات اور بخاری و مسلم کے متعلقہ نصوص بیان کئے گئے ہیں، بعض محدود مسائل میں صحیحین سے کوئی نص بطور دلیل نہیں لی گئی ہے بلکہ دوسرے کتب احادیث سے لی گئی ہے، یا تو اس وجہ سے کہ اس مسئلہ سے متعلق صحیحین میں کوئی دلیل نہیں تھی یا اس مقصد کے تحت کہ متعلقہ مسئلہ مزید واضح ہو جائے، لیکن حتی الامکان یہ کوشش کی گئی ہے کہ ان احادیث کو ہی بطور دلیل اخذ کیا جائے جن کی سند کی صحت کے بارے میں محقق علماء مطمئن ہیں، میں نے یہ کوشش کی ہے کہ جو روایتیں متفق علیہ ہیں ان کو بخاری کے الفاظ میں بیان کروں، بعض مقامات پر میں نے متفق علیہ روایتوں کو مسلم کے الفاظ میں بیان کیا ہے کیونکہ وہ زیادہ واضح تھیں، ایسے موقع پر میں نے تخریج میں یہ وضاحت کردی ہے کہ یہ مسلم کی بیان کردہ روایت ہے۔

دوسرے مرحلہ میں ان شاء اللہ قرآن کریم کی آیات کے ساتھ ساتھ اصل کتب احادیث کے نصوص کی بہت بڑی تعداد ہوگی، میری اللہ سے دعا ہے کہ وہ میرے اس کام میں مجھے اخلاص سے نوازے، میرے اس عمل کو قبول کرے اور اسے نافع بنائے۔

اس کتاب کا عام نہج یہ ہے کہ اس میں ان تمام نصوص کو پیش کیا گیا ہے جو اس کتاب کے موضوعات پر دلالت کرتے ہیں، یہ ایسے نصوص ہیں جو واضح الدلالۃ ہیں کیونکہ یہ عام طور پر عملی ہیں، ان سے استنباط کرنے میں بہت زیادہ محنت صرف کرنے کی ضرورت نہیں پیش آتی، جو شخص بھی شرعی ثقافت سے ذرا سا بھی واقف ہے وہ اس دلالت کو محسوس کر سکتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ بسا اوقات میں نے فقہاء کے بعض اقوال بھی ذکر کئے ہیں، جو عموماً حافظ ابن حجر کی بخاری کی شرح ''فتح الباری'' سے ماخوذ ہیں، یہ کتاب یقیناً فقہ وحدیث کے انسائیکلو پیڈیا کا درجہ رکھتی ہے، میں نے ان اقوال کو یہ ثابت کرنے کے لئے نقل کیا ہے کہ دلالۃ النص ایجابی تصنیف وتالیف کی اساس ہے، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، ماضی میں بڑے بڑے علماء اس کے قائل رہے ہیں۔

یہاں پر میں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ علماء کے اقوال کو نقل کرنے کے مسئلہ میں میں کسی ایک ہی ایسے عالم کے قول کو نقل کرتا ہوں جس سے دلالۃ النص کے سلسلہ میں میری رائے کی تائید رہی ہو، میں تمام موافق یا مخالف اقوال وآراء کو نقل نہیں کرتا ہوں کیونکہ اس میں اس بات کا اندیشہ ہے کہ بحث طول نہ پکڑ جائے اور میں اپنے اس نہج سے ہٹ نہ جاؤں جو نہج میں نے اس کتاب میں اختیار کیا ہے یا میں اس نہج کو اختیار نہ کر بیٹھوں جس میں فقہاء

کے اقوال کا موازنہ کیا جاتا ہے اوران میں سے کسی ایک کو ترجیح دی جاتی ہے، کیونکہ اس طریقہ اور نہج سے ایک فقہی انسائیکلوپیڈیا تیار ہوتا ہے، نہ کہ ایک ایسا معاشرتی تحقیق ومطالعہ کہ جس میں قرآن کریم اور بخاری ومسلم کے نصوص کو یکجا کردیا گیا ہو، جو شخص فقہاء کے مختلف آراء سے واقف ہونا چاہتا ہے وہ مختلف شروحات اور فقہی موسوعات سے استفادہ کرسکتا ہے، ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ فقہ میں جتنے بھی مسائل پائے جاتے ہیں ان میں فقہاء کا اختلاف پایا جاتا ہے، لہذا فروعات میں اختلاف کا پایا جانا ثابت شدہ امر ہے، اس کتاب کے نہج کی اہمیت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ ایک مسلمان کے دل اور عقل کو مطمئن کیا گیا ہے، کیونکہ جب ایک مسلمان ان اصل نصوص میں پائے جانے والے دلائل شرعیہ سے واقف ہوتا ہے اوراسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نصوص پیش کردہ رائے کی تائید کرتے ہیں تو اسے اطمینان حاصل ہوتا ہے، میرا خیال ہے کہ اختلاف کے وقت وہ رائے معتبر ہے جس رائے کی تائید نصوص شرعیہ سے ہوتی ہو۔

اس نہج کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ قرآن اور بخاری ومسلم میں عورت کے تعلق سے موجودہ نصوص کی تحقیق ہوگئی، مصنف اس کام کو بڑی اہمیت دیتا ہے کیونکہ امت مسلمہ کی جدید ضرورتوں وتقاضوں کے مطابق قرآن وحدیث کے نصوص کی روشنی میں جدید کتابیں تصنیف کرنے کی دعوت کی جانب یہ پہلا قدم ہے، امت مسلمہ کی ان ہی جدید ضرورتوں میں سے ایک ضرورت انسانی علوم ہیں مثلاً علم نفسیات، علم سماجیات، علم تعلیم وتربیت، علم سیاسیات اور علم اقتصادیات۔

جدید مسائل ومشکلات کا تعلق بھی انہی ضرورتوں سے ہے مثلاً عورت کے مسائل، باہمی تعاون کے مسائل اور اصلاح وتبدیلی کے طریقوں کے مسائل اوران سب سے اہم مسئلہ مسلمان کے غور وفکر کرنے کے طریقہ کا ہے، قرآن وسنت کی روشنی میں جدید کتابیں تصنیف کرنے کی دعوت مصنف کے نزدیک بہت اہم اور قابل غور ہے کیونکہ اس کے ذریعہ ایک ایسے جدید منہجی عمل تک رسائی ہوتی ہے جو اجتہاد کو یقینی بنانے میں معاون ہوتا ہے۔ اسی طرح ''تجدید'' کو بھی یقینی بنانے میں معاون ہوتا ہے، یہ محض اللہ کا فضل ہے کہ موجودہ دور میں قرآن وسنت کی روشنی میں ایجابی تصنیف کو علماء بڑی اہمیت دے رہے ہیں، یہ بھی امت مسلمہ پر اللہ کا فضل ہے کہ اس نے قرآن اور اپنے نبی کی سنت کی حفاظت کی، جہاں ایک طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کی ''**انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون**''، وہیں دوسری طرف مسلمانوں نے اللہ کی مدد اور فضل کے سہارے حدیث وسنت کی حفاظت کی اور اس راہ میں انتھک محنت صرف کی، اور اللہ نے ان کو توفیق دی کہ وہ ایک ایسا منہجی علم قائم کریں جس کے ذریعہ سے قیامت تک حدیث کی حفاظت کی جاسکے، امت مسلمہ پر یہ فضل اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک بلیغ حکمت کے تحت کیا ہے،

وہ حکمت یہ ہے کہ گذشتہ امتوں کی کتابوں میں تحریف وتبدیلی ہوتی رہتی تھی، اور اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ الٰہی تعلیمات کی تصحیح کے لئے نئے نبی کا انتخاب کرتا تھا یا نبی کتاب نازل کرتا تھا، لیکن چونکہ امت مسلمہ آخری امت ہے، محمد ﷺ کے بعد اب کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، لہذا اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے اصول وضوابط کی حفاظت کی تا کہ قیامت تک لوگ اس کی طرف رجوع کرتے رہیں اور اس سے ہدایت حاصل کرتے رہیں۔ لیکن لوگ اس سے ہدایت اسی وقت حاصل کر سکتے ہیں جب کہ خود ان کے اندر ہدایت حاصل کرنے کی طلب پیدا ہو، ایسا نہ ہو کہ وہ دین کو موروثی سمجھ لیں جو آباء واجداد سے نیچے کی نسلوں کو منتقل ہوتا رہتا ہے، یا وہ بھی وہی بات کہیں جو ان سے پہلے کے لوگوں نے کہا تھا کہ "انا وجدنا آباء نا على أمة وإنا على آثارهم مقتدون" (سورۂ زخرف: ۳۲)، میں سمجھتا ہوں کہ مسلمان جو دین کے اصول وضوابط کی حفاظت کی قدر کرتے ہیں، انہیں ہمیشہ انہی اصول وضوابط کی روشنی میں اپنے مسائل حل کرنے چاہئیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**يا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم فإن تنازعتم في شيىء فردوه إلى الله والرسول، إن كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر ذلك خير وأحسن تاويلا**" (سورۂ نساء: ۹۵)۔

مجھے امید ہے کہ میں نے اپنی اس کوشش کے ذریعہ، جس کی توفیق مجھے اللہ نے دی ہے، مسلمانوں کی بایں طور مدد کی کہ وہ عورت کے متنازع مسائل میں قرآن وحدیث کی طرف رجوع کریں۔

اگر زندگی کے تمام شعبوں کو درست کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ کے طریقہ کو اختیار کرنا ضروری ہے تو پھر معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت کے مسئلہ میں نبی کریم ﷺ کے طریقے کو اختیار کرنا اور بھی زیادہ ضروری ہو جاتا ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں جو نبوی طریقہ ہے اس میں بہت سی بنیادی تبدیلیاں در آئی ہیں، عہد نبوی میں زندگی کے مختلف شعبوں میں عورتوں کی شرکت کی عملی مثالیں ہمارے لئے قابل تقلید ہیں، لیکن بجائے اس کے کہ ان سنتوں اور مثالوں کو سامنے رکھ کر جدید دور میں عورتوں سے متعلق پیدہ شدہ مسائل کے سلسلہ میں استنباط کیا جاتا، یہ سنتیں اور مثالیں عملی میدان سے ختم ہوتی جا رہی ہیں، جن نصوص سے ان سنتوں اور مثالوں کا علم ہوتا ہے وہ اب صرف کتابوں ہی کی زینت بن کر رہ گئی ہیں، ان نصوص کی وہ روح ختم ہوگئی ہے جو شارع کا اصل مقصد تھا، اصل روح کو مردوں کی مختلف تاویلات اور اقوال نے لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا ہے، جس کے کچھ مندرجہ ذیل اسباب ہیں:

الف- ایک سبب باقی ماندہ جاہلی عادات ورسوم ہیں، خواہ ان کا تعلق عرب کی جاہلیت سے ہو یا دوسری ان قوموں کی جاہلیت سے ہو جو اسلام میں داخل ہوئیں اور اپنے ساتھ تھوڑا یا زیادہ ان رسوم وعادات کو لے کر آئیں

جوصدیوں سے ان کے ذہنوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔

ب-ایک سبب بعض مسلمانوں کے یہاں تشدد وغلو کے رجحانات کا ظہور ہے، مثلاً بعض حضرات کا عورت کے سبب ہونے والے فتنہ کے ذریعہ پر روک لگانے میں تشدد کرنا، ہم نے ایک فصل یہ بیان کرنے کے لئے قائم کی ہے کہ ''ذریعہ پر روک'' لگانے کے ضابطہ وقانون کو کہاں پر لاگو کیا جاتا ہے۔

ج-ایک سبب بعض علماء سلف کے غلط یا مرجوح اجتہادات ہیں، ان اجتہادات کے نتائج بھی بڑے سنگین ہوئے کیونکہ جمود اور تقلید کے رجحان کی وجہ سے یہ اجتہادات کئی صدیوں تک باقی رہے، شیخ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں ''ماضی میں جتنے بھی ائمہ کرام گزرے ہیں ان کے بہت سے اقوال وافعال ایسے ہیں جن میں ان کی نگاہوں سے سنت پوشیدہ رہ گئی''۔ اس کی اتنی مثالیں ہیں کہ ان کو شمار نہیں کیا جاسکتا، لیکن اس کے باوجود ان لغزشوں کی وجہ سے نہ ہی ان علماء سلف کے عزت ووقار میں کوئی کمی آتی ہے اور نہ ہی ان مسائل میں ان کی اتباع ضروری ہے، کیونکہ فرمان الٰہی ہے: ''فإن تنازعتم في شيء فردوه إلى الله ورسوله''، مجاہد، حکم بن عتیبہ اور امام مالکؒ وغیرہ کا یہ قول ہے کہ نبی کریم ﷺ کے علاوہ تمام مخلوق کے اقوال کو قبول بھی کیا جاتا ہے اور رد بھی کیا جاتا ہے، امام شوکانی فرماتے ہیں کہ اگر آپ کسی امام کے سلسلہ میں یہ جانب داری برتتے ہیں کہ اس کی رائے اور اجتہاد کو خود اپنے لئے اور تمام بندوں کے لئے حجت سمجھتے ہیں تو یہ دراصل اس امام کو شریعت پر عمل کرنے والے کے بجائے شارع بنانے کے مترادف ہے۔

غلطیاں اور انحرافات کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہو جائیں لیکن امت مسلمہ کے ساتھ اللہ کی یہ خاص رحمت ہے کہ ان میں ہمیشہ ایک ایسی عادل جماعت موجود رہے گی جو اللہ کے دین پر قائم ہوگی، اسی جماعت کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''میری امت میں ہمیشہ ایک ایسی جماعت موجود رہے گی جو اللہ کے دین پر قائم ہوگی، جو شخص ان کو چھوڑ دے گا اور ان کی مخالفت کرے گا وہ ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا حتی کہ قیامت قائم ہو جائے گی'' (بخاری)۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہر نسل میں راست باز لوگ اس علم کے حامل ہوں گے، جو اس سے غلو کرنے والوں کی تحریف کو، مبطلین کی افتراپردازی کو اور جاہلوں کی تاویل کو دور کریں گے، ایک جگہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو سال پر ایک ایسی شخصیت پیدا کرے گا جو اس کے دین کی تجدید کرے گا'' (ابوداؤد)۔

د- احادیث کے اسناد کی تحقیق امام بخاری اور ان کے بعد آنے والے ائمہ نے کی، یہ تحقیق ائمہ اربعہ کے

دور کے بہت بعد میں ہوئی ہے، اسی لئے بعض حضرات کا کہنا ہے ائمہ اربعہ کے انہی اقوال پر عمل کیا جائے گا جو احادیث صحیحہ کے میزان پر پورے اترتے ہوں، لیکن اکثر مقلدین نے ائمہ کے اقوال کو اس میزان پر نہیں تولا، اس طرح انھوں نے خود ان ائمہ کے وصیت کی مخالفت کی اور بعض جگہوں پر سنت کی مخالفت کی، امام شافعیؒ کا یہ قول کیا ہی اچھا ہے: ''ایک حدیث میں مذکور ہے کہ خواتین عیدین کی نماز کے لئے جایا کرتی تھیں، اگر یہ روایت صحیح ثابت ہوجاتی ہے تو پھر میں اسی پر عمل کروں گا''۔ امام بیہقیؒ، امام شافعیؒ کے اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عورتوں کا عیدین کی نماز کے لئے جانا ثابت ہوگیا ہے، اس سلسلہ میں شیخین نے ام عطیہ کی حدیث روایت کی ہے، لہذا شوافع کو اسی قول پر فتوی دینا چاہئے، حضرت ام عطیہؓ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ''ہمیں نکلنے کا حکم دیا گیا، لہذا ہم میں سے حائضہ خواتین، نوخیز لڑکیاں اور پردہ نشیں خواتین (عیدین کی نماز کے لئے) نکلتی تھیں، جہاں تک حائضہ خواتین کا تعلق ہے تو وہ مسلمانوں کی جماعت اور دعاؤں میں شریک ہوتی تھیں لیکن نماز کی جگہ سے دور رہتی تھیں'' (بخاری و مسلم)۔

اس بحث و تحقیق کے کام کو پورا کرنے پر مجھے نبی کریم ﷺ کی اس حدیث سے مزید تحریک ملتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسے دوسروں تک پہنچا دیا، کیونکہ بہت سے علم رکھنے والے فقیہ نہیں ہوتے اور بہت سے علم رکھنے والے اس تک اس علم کو پہنچا دیتے ہیں جو ان سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے'' (ابن ماجہ)۔

مجھے امید ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے قول کو لوگوں تک پہنچا دیا ہے، میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ مجھے ان لوگوں کے ساتھ شامل فرمائے جن کو اس حدیث میں بشارت دی گئی ہے، سلف صالح کا یہ حال تھا کہ وہ ایک حدیث سننے کی خاطر کئی دنوں اور راتوں کی مسافت طے کیا کرتے تھے، صحابی رسول حضرت جابرؓ بن عبداللہ کے بارے میں آتا ہے کہ عبداللہ بن انیس سے ایک حدیث سننے کی خاطر انہوں نے ایک مہینہ کی مسافت طے کی تھی۔

تابعی عامر بن شعبیؒ نے ایک خراسانی کو نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث سنانے کے بعد کہا ''میں نے یہ حدیث تمہیں بغیر تمہاری کسی محنت اور جدوجہد کے سنا دی حالانکہ پہلے اس کو سننے کے لئے مدینہ کا سفر طے کرنا پڑتا تھا''۔ یسر بن عبیداللہ کہتے ہیں کہ میں ایک حدیث کی خاطر مختلف شہروں کا سفر کیا کرتا تھا۔

مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت خاص سے نوازے گا کیونکہ میں نے مسلمانوں کی زندگی کے ایک اہم ترین گوشہ سے متعلق بے شمار احادیث کا مطالعہ ان کے لئے آسان کر دیا ہے۔

## دعا اور معذرت

میں سب سے پہلے وہ دعا کرتا ہوں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کی تھی: "**قال رب اشرح لي صدري ويسرلي أمري واحلل عقدة من لساني يفقهوا قولي**" (سورۂ طٰہٰ: ۲۵-۲۸)، اس کے بعد میں نبی کریم ﷺ کی مانگی ہوئی دعا کرتا ہوں: "**اللهم فاطر السماوات والأرض عالم الغيب والشهادة، أنت تحكم بين عبادك فيما كانوا فيه يختلفون، اهدني لما اختلف فيه من الحق بإذنك، بأنك تهدي من تشاء إلى صراط مستقيم**" (مسلم)۔ اس کے ساتھ ایک کمزور وناتواں انسان ہونے کے ناطے اس بڑے اور عظیم کام کے کرنے میں اپنی بے مائیگی پر میں معذرت خواہ ہوں۔

بہر حال اس کتاب میں دو طرح کی کوششیں کی گئی ہیں، اول اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ قرآن وسنت کے تمام نصوص کو جمع کر دیا جائے، دوسری کوشش نصوص کے دلائل میں غور وفکر کرنے کی کی گئی ہے تا کہ یہ تصنیف اپنی اساس پر قائم رہے، دونوں ہی کوششیں محققین کے جائزہ وتتبع کی محتاج ہیں، کیونکہ یہ کتاب صرف ایک ہی شخص کی محنت کا نتیجہ ہے، لہذا عین ممکن ہے کہ یہ کوشش اس اہم ترین موضوع کے صرف ایک ہی پہلو پر مشتمل ہو یا وہ صرف کسی ایک ہی گوشہ کی وضاحت کر رہی ہو اور اس کے بہت سے پہلو تشنہ رہ گئے ہوں، اور اس بات کا بھی امکان ہے کہ اس کتاب کے مختلف مقامات پر کچھ غلطیاں رہ گئی ہوں۔

بعض نصوص کے دلائل میں غور وفکر کرنے کے بعد مجھے جو حاصل ہوا وہ درحقیقت اس خزانہ کے مقابلہ میں بہت کم ہے جو ان نصوص کی تہوں میں مدفون ہے۔ تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنا یا اس کی وضاحت کرنا ممکن نہیں ہے اور نہ ہی ان نصوص کے نور کا احاطہ ممکن ہے چہ جائیکہ ان نصوص کو پورے طور پر صحیح سے سمجھا جا سکے، یہ سب کچھ اسی وقت ممکن ہے جب کہ بہت سارے محقق مرد وخواتین اپنی پوری طاقت واستعداد کو مکمل سنجیدگی کے ساتھ اس کام میں لگا دیں اور اس کے بعد اپنی تحقیقات پیش کریں۔

* * *

**باب اول:**

# بخاری و مسلم میں عورت کی شخصیت

فصل اول:

# بخاری ومسلم میں خاتون شخصیت کے چند خدوخال

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''عورتیں مردوں کی بہنیں ہیں'' (ابوداؤد)۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ''خدا کی قسم ہم عہد جاہلیت میں عورتوں کو کچھ بھی اہمیت نہیں دیتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں احکام نازل کئے اور ان کا حصہ مقرر کیا'' (بخاری ومسلم)۔ ایک دوسری روایت میں حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ''ہم عہد جاہلیت میں عورتوں کو کچھ بھی اہمیت نہیں دیتے تھے، لیکن جب اسلام آیا تو اللہ نے ان کا ذکر کیا، لہذا ہم نے محسوس کیا کہ ہم پر عورتوں کے بھی حقوق ہیں'' (بخاری)۔

## عورت کی خودمختاری

### پہلے دن ہی سے مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی اللہ کی طرف دعوت دینا

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر: ''وأنذر عشيرتك الأقربين'' نازل کیا، اسی وقت آپ ﷺ قریش کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے قریش کے لوگو! اپنے آپ کو خریدلو، میں اللہ کے یہاں تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا، اے عبدالمناف کی اولاد! میں اللہ کے یہاں تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا، اے عباس بن عبدالمطلب! میں اللہ کے یہاں آپ کے کچھ کام نہ آسکوں گا، اے رسول کی پھوپھی صفیہ! میں اللہ کے یہاں آپ کے کچھ کام نہ آسکوں گا، اے فاطمہ بنت محمد! میرے مال سے جتنا چاہو مانگ لو، لیکن میں اللہ کے یہاں تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا'' (بخاری ومسلم)۔

### عورت کا نئے دین پر ایمان لانے میں اپنے شوہر پر سبقت لے جانا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں اور میری والدہ مستضعفین (کمزوروں) میں سے تھے، کیونکہ میرا تعلق بچوں سے تھا اور میری والدہ کا تعلق عورتوں سے تھا (بخاری)۔ امام بخاریؒ اپنے ترجمۃ الباب میں

لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس اوران کی والدہ مستضعفین میں سے تھے، عبداللہ بن عباس اپنے والداور قوم کے دین پر نہیں تھے۔ حافظ بن حجرؒ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''عبداللہ بن عباس کی والدہ کا نام لبابہ بنت الحارث الہلالیہ تھا، ان کی کنیت ام الفضل تھی، عباس کے سب سے بڑے بیٹے کا نام فضل تھا''۔

## عورت کا اپنی قوم کو نئے دین کے قبول کرنے کی دعوت دینا

حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ نبی کریم ﷺ کے ساتھ سفر پر تھے، انھوں نے پوری رات سفر جاری رکھا حتی کہ جب صبح ہوئی تو ایک منزل پر پڑاؤ کیا، سب پر نیند غالب آ گئی اور سبھی سورج چڑھتے تک سوتے رہے، سب سے پہلے نیند سے جاگنے والے حضرت ابوبکرؓ تھے، نبی کریم ﷺ کو نیند سے اس وقت تک بیدار نہیں کیا جاتا تھا جب تک کہ آپ ﷺ خود ہی بیدار نہ ہو جائیں، حضرت عمرؓ بھی جاگ گئے، حضرت ابوبکرؓ آپ ﷺ کے سر کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور بلند آواز سے تکبیر کہنے لگے یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ بیدار ہو گئے، پھر آپ ﷺ نیچے کی جانب اترے اور آپ ﷺ نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی، ہم میں سے ایک شخص علیحدہ ہو گیا، اس نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے فلاں! تم نے ہمارے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی؟ اس شخص نے جواب دیا مجھے جنابت لاحق ہو گئی ہے، تو آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ پاک مٹی سے تیمّم کر لے، لہٰذا اس شخص نے تیمّم کر کے نماز ادا کی، (حضرت عمران بن حصین کہتے ہیں) مجھے نبی کریم ﷺ نے سوار کر کے آگے کی جانب بھیج دیا، ہمیں بڑی سخت پیاس لگی ہوئی تھی، ابھی ہم چل ہی رہے تھے کہ ہماری نگاہ ایک عورت پر پڑی جس کے دونوں پیر کی جانب دو توشہ دان تھے، ہم نے اس سے پوچھا کہ پانی کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ پانی نہیں ہے، ہم نے پوچھا کہ تمہارے گھر اور پانی کے درمیان کتنا فاصلہ ہے، اس نے جواب دیا کہ ایک دن اور ایک رات کا فاصلہ ہے، پھر ہم نے اس سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلو، اس نے پوچھا کہ یہ رسول اللہ کیا ہے؟ اس پر ہم اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکے اور اس عورت کو لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچ گئے، اس نے آپ ﷺ سے بھی اسی طرح گفتگو کی جس طرح ہمارے ساتھ کی تھی، ہاں اس نے ایک بات یہ زائد بتائی کہ اس کے کچھ یتیم بچے ہیں، آپ ﷺ نے اس کے دونوں توشہ دانوں کو مشکیزہ کے منہ سے رگڑنے کا حکم دیا، لہٰذا ایسا ہی کیا گیا، پھر ہم چالیس پیاسے لوگوں نے سیراب ہو کر پانی پیا، اور ہم نے اپنے تمام مشکیزوں اور برتنوں کو پانی سے بھر لیا، ہاں ہم نے اونٹنیوں کو پانی نہیں پلایا، اس کے بعد بھی توشہ دان پانی سے لبالب بھرا ہوا تھا اور چھلکے پڑ رہا تھا، پھر آپ ﷺ نے ہم لوگوں سے کہا کہ تم لوگوں کے پاس جو کچھ ہے لیتے

آ ؤ، لہذا اس عورت کے لئے کچھ روٹی کے ٹکڑے اور کچھ کھجوریں جمع کی گئیں، وہ عورت ان چیزوں کو لے کر اپنے گھر چلی گئی، اس نے اپنے گھر اور قبیلہ والوں سے کہا کہ میں اس وقت سب سے بڑے جادوگر یا اس کے ساتھیوں کے کہنے کے مطابق نبی کے پاس سے آرہی ہوں، اس طرح اللہ نے اس عورت کے قبیلہ والوں کو اس کے ذریعہ ہدایت سے نوازا، لہذا اس عورت نے بھی اسلام قبول کیا اور اس کے قبیلے والوں نے بھی اسلام قبول کیا۔ ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اس کے بعد مسلمان اس عورت کے قبیلہ کے اردگرد قبیلوں پر حملہ کررہے تھے اور اس کے قبیلہ سے تعرض نہیں کررہے تھے، اس نے ایک دن اپنی قوم سے کہا کہ مجھے محسوس ہورہا ہے کہ یہ مسلمان تمہیں جان بوجھ کر چھوڑ رہے ہیں، لہذا اسلام کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ اس کے قوم کے لوگوں نے اس کی بات مان لی اور سب کے سب اسلام میں داخل ہوگئے (بخاری ومسلم)۔

## تعلیم وتربیت میں عورت کا حق

(اس معیار کے ساتھ جس کے ذریعہ وہ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوسکے)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بھی لڑکیوں کے ذریعہ آزمایا جائے اور پھر وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو وہ لڑکیاں اس کے لئے جہنم کی آگ سے بچانے کا ذریعہ ہوں گی (بخاری ومسلم)، یعنی لڑکیوں کو تعلیم دلوانے اور ادب سکھانے سے زیادہ اہم چیز ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ہے۔

حضرت ابو بردہؓ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کے پاس کسی باندی کی بچی ہو، وہ اس کو اچھی طرح سے تعلیم دے اور اچھی طرح سے ادب سکھائے، پھر وہ اسے آزاد کردے اور اس کے بعد اس سے شادی کرلے تو اسے دو اجر ملے گا'' (بخاری)۔

جب ایک مسلمان کو باندی کی بچی کو اچھی تعلیم دینے اور اسے اچھا ادب وسلیقہ سکھانے کی دعوت دی جارہی ہے تو پھر خود اپنی آزاد بیٹی کو اچھی تعلیم دلوانے اور ادب وسلیقہ سکھانے کی اہمیت وضرورت اور بڑھ جاتی ہے، سب سے اچھی چیز جو لڑکیوں کو دی جاسکتی ہے وہ اچھے وپائیدار اخلاق اور نافع علم ہے، اخلاق حسنہ اگرچہ ہر دور میں یکساں اور پائیدار رہتے ہیں لیکن علم نافع کی نوعیت ہر دور میں تبدیل ہوتی رہتی ہے۔

ابن جریج نے عطاء سے اور انھوں نے جابر بن عبداللہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ عید کے دن کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے نماز پڑھائی، اس دن آپ نے سب سے پہلے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا، جب آپ ﷺ خطبہ سے فارغ ہوئے تو منبر سے نیچے اتر کر عورتوں کے پاس آئے اور ان کو وعظ ونصیحت کی، اس

وقت آپ ﷺ حضرت بلالؓ کے ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، اور بلالؓ اپنے کپڑے کو پھیلائے ہوئے تھے، اس میں خواتین صدقہ کی چیزیں ڈالتی جاتی تھیں۔ (ایک روایت میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے محسوس کیا کہ عورتیں خطبہ نہیں سن سکی ہیں، لہذا آپ ﷺ نے ان کو وعظ ونصیحت کی اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا)۔......ابن جریج نے عطاء سے کہا کہ آپ کا کیا خیال ہے کیا امام کا یہ حق ہے کہ وہ عورتوں کو وعظ ونصیحت کرے؟ عطاء نے کہا یہ ائمہ کا حق ہے، اور وہ ایسا کیوں کر نہ کریں (بخاری ومسلم)۔

جب نبی کریم ﷺ نے جب یہ محسوس کیا کہ عورتیں ان کے خطبہ کو نہیں سن سکی ہیں کیونکہ مجمع بہت بڑا تھا اور عورتوں کو صفیں بھی مردوں کے بعد تھیں، تو آپ ﷺ ان کے پاس گئے اور تعلیم وتربیت سے متعلق ان کے حقوق کی ادائیگی کے پیش نظر ان کو وعظ ونصیحت کی، حضرت عطاء پر اللہ کا خصوصی کرم ہو کہ وہ عورتوں کو وعظ ونصیحت کرنے اور ان کو تعلیم دینے کو واجب قرار دیتے ہیں، انہوں نے اس واجب کی ادائیگی سے اپنے معاصر علماء کے پیچھے ہٹنے پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔

یہ تمام نصوص اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ عورت کو تعلیم وتربیت کا حق حاصل ہے تاکہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو اچھی طرح سے پورا کرسکے، ان نصوص کے علاوہ ایک اصولی قاعدہ یہ ہے کہ ''جو چیز کسی واجب کی ادائیگی کے لئے ضروری ہو وہ بھی واجب ہی کے درجہ میں ہے'' اور عورت کی تمامتر ذمہ داریاں یا تو واجب ہیں یا مستحب ہیں۔

## احادیث کی روایت میں عورت کی حصہ داری اور اس کا لوگوں کو تعلیم دینا

حافظ ذہبیؒ کا قول ہے کہ کسی بھی عورت کے بارے میں یہ منقول نہیں ہے کہ اس نے کسی حدیث کے سلسلہ میں جھوٹ بولا ہو۔ امام شوکانیؒ کہتے ہیں کہ کسی بھی عالم سے یہ ثابت نہیں ہے کہ انھوں نے کسی سے منقول حدیث صرف اس بنیاد پر رد کردی ہو کہ وہ عورت کی بیان کردہ ہے، کتنی ہی ایسی احادیث ہیں جن کو کسی صحابیہ نے روایت کیا ہے اور امت نے اسے قبول کرلیا ہے، جو شخص بھی علم حدیث سے ادنیٰ سی بھی واقفیت رکھتا ہوگا وہ اس کا انکار نہیں کرسکتا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے بھی میرے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات ایجاد کی جس کا تعلق دین سے نہیں ہے تو وہ قابل رد ہے'' (بخاری ومسلم)۔ احادیث کی روایت کرنے والی صحابیات میں حضرت حفصہؓ، ام سلمہؓ، ام حبیبہؓ، جویریہؓ، وغیرہ کا نام آتا ہے، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ''نبی

کریم ﷺ اپنے تمام کاموں کو داہنی جانب سے کرنا پسند فرماتے تھے خواہ جوتے پہنے ہوں یا بال جھاڑنا ہو یا پاکی حاصل کرنی ہو'' (بخاری و مسلم)۔

حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں کہ ''میں نے کبھی بھی نبی کریم ﷺ کو نفل کی نماز بیٹھ کر پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، ہاں آپ ﷺ کی وفات سے ایک سال قبل آپ کو نفل کی نماز بیٹھ کر پڑھتے ہوئے دیکھا، آپ ﷺ ترتیل کے ساتھ سورت پڑھتے تھے، یہاں تک کہ وہ سورت بہت زیادہ طویل ہو جاتی'' (مسلم)۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے اپنے حجرہ کے دروازہ پر لوگوں کے جھگڑنے کی آواز سنی تو آپ ﷺ نکل کر ان کے پاس گئے، اور کہا کہ میں ایک انسان ہوں میرے پاس جھگڑے والے لوگ آتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ تم میں سے ایک شخص دوسرے سے زیادہ بلیغ اور زبان آور ہو اور میں یہ سمجھ لوں کہ وہ شخص سچ بول رہا ہے اور پھر اس کے حق میں فیصلہ کردوں، تو اگر میں کسی مسلمان کے حق کا فیصلہ کسی دوسرے کے حق میں کر دیتا ہوں تو اس کو جان لینا چاہیے کہ یہ درحقیقت آگ کا ایک ٹکڑا ہے، وہ چاہے تو اسے لے لے یا اسے چھوڑ دے'' (بخاری و مسلم)۔

حضرت زینب بن جحشؓ کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ گھبرائے ہوئے ان کے پاس آئے، آپ ﷺ کہہ رہے تھے لا الہ الا اللہ، عربوں کی ہلاکت ہو اس شر کی وجہ سے جو قریب آ گیا ہے، آج یاجوج و ماجوج کی دیوار میں اتنا سوراخ ہو گیا ہے (آپ ﷺ نے اپنے انگوٹھے اور اس کے بعد والی انگلی سے حلقہ بنایا)۔ زینب بنت جحش کہتی ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا ہمارے درمیان نیک لوگوں کے رہنے کے باوجود ہم ہلاک کر دیئے جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں جب خباثتوں کی کثرت ہو جائے گی'' (بخاری و مسلم)۔

حضرت ام حبیبہؓ نے دعا کی کہ اے اللہ تو مجھے میرے شوہر نبی کریم ﷺ، میرے والد ابوسفیانؓ اور میرے بھائی معاویہؓ کی زندگیوں کو طویل فرما کر مجھے خوش بختیوں سے نواز، نبی کریم ﷺ نے ان سے کہا کہ تم نے اللہ سے طے شدہ مدت عمر، گنے ہوئے دن اور تقسیم شدہ رزق کا مطالبہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ کسی بھی چیز کو اپنے وقت سے مقدم یا مؤخر نہیں کرتا، اگر تم نے اللہ سے دعا کی ہوتی کہ وہ تمہیں جہنم کے عذاب یا قبر کے عذاب سے بچالے تو یہ زیادہ بہتر ہوتا......

حضرت جویریہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد صبح صبح ان کے پاس سے نکل کر چلے گئے، اس وقت وہ اسی جگہ پر بیٹھی ہوئی تھیں جہاں پر انھوں نے فجر کی نماز پڑھی تھی، پھر

آپ ﷺ چاشت کے بعد واپس ہوئے، اس وقت بھی وہ نماز ہی کی جگہ پر بیٹھی ہوئی تھیں، آپ ﷺ نے دریافت کیا کیا جب میں تمہیں چھوڑ کر گیا تھا اس وقت سے اب تک تم مسلسل اسی جگہ پر بیٹھی ہوئی ہو؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے پاس سے جانے کے بعد میں نے چار کلمات تین مرتبہ پڑھے ہیں اگر ان کو ان کلمات سے وزن کیا جائے تو تم نے صبح سے اب تک پڑھے ہیں تو وہ ان کے برابر ہوں گے، (وہ کلمات یہ ہیں): "**سبحان الله وبحمده عدد خلقه ورضا نفسه وزنة عرشه ومداد كلماته**" (مسلم)۔

حضرت صفیہ بنت حیی فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ رمضان کے اخیر دس دنوں میں مسجد میں معتکف تھے تو وہ ان سے ملنے کے لئے آئیں، انھوں نے آپ ﷺ سے تھوڑی دیر بات کی پھر اٹھ کر واپس جانے لگیں، نبی کریم ﷺ بھی اٹھ کر ان کے پیچھے چلنے لگے، یہاں تک کہ جب صفیہ بنت حیی مسجد میں حضرت ام سلمہ کے دروازہ تک پہنچیں تو وہاں پر سے انصار کے دو صحابیوں کا گذر ہوا، انھوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا، نبی کریم ﷺ نے ان دونوں صحابیوں سے کہا کہ ذرا ٹھہر کر! یہ صفیہ بنت حیی ہیں، ان دونوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! پاک ہے اللہ کی ذات (ہم آپ کے سلسلہ میں اپنے دل میں کچھ برا خیال لا بھی نہیں سکتے) ان دونوں پر یہ بات شاق گذری، لہذا نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ شیطان انسان کے رگ وپے میں سرایت کئے ہوئے ہے، لہذا مجھے خوف ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی غلط بات نہ ڈال دے (بخاری ومسلم)۔

حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ سجدہ کرتے تھے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا دیا کرتے تھے حتی کہ آپ ﷺ کے بغل کی سفیدی پیچھے سے نظر آجاتی تھی، اور جب آپ ﷺ قعدہ کرتے تو اطمینان سے بائیں ران پر بیٹھتے" (مسلم)۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں حوض کوثر پر رہوں گا اور دیکھوں گا کہ تم میں سے کون میرے پاس آرہا ہے، کچھ لوگوں کو میرے پاس آنے سے روک دیا جائے گا، تو میں کہوں گا کہ اے میرے رب یہ میری امت کے لوگ ہیں، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تمہیں پتہ ہے کہ انھوں نے تمہارے بعد کیا کیا؟ یہ لوگ ہمیشہ دین سے پیچھے ہٹتے رہے (مسلم)۔ حضرت اسماء ہی سے ایک روایت اور مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ چاند گہن کے وقت ہمیں غلام آزاد کرنے کا حکم دیا جاتا تھا، ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ سورج گہن کے وقت نبی کریم ﷺ نے غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم دیا (بخاری)۔

حضرت ام سلیم فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس جا کر قیلولہ کیا کرتے تھے، وہ آپ ﷺ کے لئے کھال کی چٹائی بچھا دیا کرتی تھیں، اس پر آپ ﷺ قیلولہ کر لیا کرتے تھے، آپ ﷺ کو پسینہ بہت آتا تھا، ام سلیم اس پسینہ کو شیشی میں جمع کر لیا کرتی تھیں، اور اسے خوشبو میں ملا دیا کرتی تھیں، ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ام سلیم یہ کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ یہ آپ ﷺ کا پسینہ ہے، اس کو میں اپنی خوشبو میں ملا دیتی ہوں'' (مسلم)۔

حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی ہے، میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے پیچھے ان کے سامانوں کی حفاظت کرتی تھی، ان کے لئے کھانا پکاتی، زخمیوں کا علاج کرتی اور مریضوں کی تیمارداری کرتی تھیں'' (مسلم)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی اہلیہ زینب فرماتی ہیں کہ ہم لوگوں سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جب تم میں سے کوئی مسجد آئے تو وہ خوشبو نہ لگائے'' (مسلم)۔

حضرت ام شریک فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو گرگٹ کو مارنے کرنے کا حکم دیا (بخاری و مسلم)۔

حضرت خولہ بنت حکیم فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی منزل پر پڑاؤ کرے اور یہ دعا پڑھے: ''أعوذ بكلمات الله التامات من شر ما خلق'' تو اسے اس منزل پر پڑاؤ کے دوران کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی (مسلم)۔

حضرت ام الحصین فرماتی ہیں کہ میں حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شریک تھی، اس وقت رسول اللہ ﷺ نے بہت سی باتیں کہیں، پھر میں نے آپ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر تمہارا امیر کسی غلام کو بنا دیا جائے جس کی ناک کٹی ہوئی ہو، (راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ ام الحصین نے یہ بھی کہا کہ جو کالا ہو) اور وہ کتاب اللہ کی روشنی میں تمہاری قیادت کرے تو تم اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا (مسلم)۔

حضرت ام کلثوم بنت عقبہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی غرض سے کسی اچھی بات کی چغلی کرتا ہے یا کوئی اچھی بات کہتا ہے (بخاری و مسلم)۔

حضرت ام ہانیؓ فرماتی ہیں کہ فتح مکہ والے سال میں آپ ﷺ کے پاس گئی۔ آپ ﷺ اس وقت غسل فرما رہے تھے، آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ پردہ کئے ہوئے تھیں، میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا

تو آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کون ہے؟ میں نے کہا کہ میں ہانی بنت ابی طالب ہوں، آپ ﷺ نے کہا کہ خوش آمدید ہانی، جب آپ ﷺ غسل سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے ایک چادر اوڑھے ہوئے آٹھ رکعت نماز پڑھی (بخاری و مسلم)۔

حضرت فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں کہ میری شادی ابن المغیرہ سے ہوئی تھی جو کہ اس وقت قریش کے بہترین نوجوانوں میں سے تھے، وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ پہلے ہی جہاد میں شہید ہوگئے، جب میں عدت کے ایام گذار چکی تو ایک صحابی رسول عبدالرحمٰن بن عوف نے میرے پاس شادی کا پیغام بھیجا، ان کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام نے بھی مجھے شادی کا پیغام بھیجا، دوسری جانب نبی کریم ﷺ نے بھی اپنے غلام اسامہ بن زید کے لئے میرے پاس پیغام بھیجا، میں نے پہلے ہی یہ بات سنی تھی کہ نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے اسامہ سے بھی محبت کرنی چاہیے، جب نبی کریم ﷺ نے مجھ سے اس سلسلہ میں گفتگو کی تو میں نے کہا کہ میرا معاملہ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہے، آپ جس سے چاہیں میرا نکاح کردیں (مسلم)۔

حضرت ام ہشام بنت حارثہ بن نعمان فرماتی ہیں کہ میں نے سورہ ''ق'' نبی کریم ﷺ کے زبان مبارک سے یاد کی، آپ ﷺ ہر جمعہ میں اسے پڑھا کرتے تھے، وہ کہتی ہیں کہ ہمارا اور نبی کریم ﷺ کا تنور ایک ہی تھا (مسلم)۔

حضرت ربیع بنت معوذؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عاشوراء کی صبح انصار کے گاؤں میں یہ کہلا بھیجا کہ جس نے صبح اس حال میں کیا ہو کہ وہ روزہ سے نہ ہو، تو وہ بقیہ دن اسی طرح پورا کرلے اور جس نے صبح روزہ کی حالت میں کی ہو تو وہ روزہ رکھے، لہذا بعد میں ہم لوگ عاشوراء کے دن روزہ رکھتے تھے اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے، ہم اپنے بچوں کے لئے اون کا ایک کھلونا بنالیتے، جب کوئی بچہ کھانے کے لئے روتا تو اسے وہ کھلونا دے دیتے یہاں تک کہ افطار کا وقت ہو جاتا (بخاری و مسلم)۔

### اجتماعی عبادات میں عورتوں کی شرکت:

### فرض نماز:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم مسلم و مومن خواتین چادر اوڑھے ہوئے نبی کریم ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھنے کے لئے جایا کرتی تھیں، پھر ہم نماز کی ادائیگی کے بعد گھر لوٹتے تھے تو ہم میں سے کوئی بھی غلس (آخری رات کی تاریکی) کی وجہ سے پہچانا نہیں جاتا تھا (بخاری و مسلم)۔

## سورج گہن کی نماز:

حضرت اسماء بنت بکرؓ فرماتی ہیں کہ میں سورج گہن کے وقت نبی کریم ﷺ کی اہلیہ حضرت عائشہؓ کے پاس آئی، وہاں پر میں نے لوگوں کو کھڑے ہوکر نماز پڑھتے ہوئے پایا، حضرت عائشہؓ بھی نماز پڑھ رہی تھیں، میں نے کہا کہ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے؟ اس پر حضرت عائشہؓ نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور سبحان اللہ کہا، میں نے کہا کیا یہ اللہ کی کوئی نشانی ہے؟ انھوں نے اشارہ سے کہا کہ ہاں، لہذا میں کھڑی ہوگئی یہاں تک کہ مجھ پر غشی طاری ہوگئی، پھر میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی، جب نبی کریم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے اللہ کی حمد وثنا کی اور کہا........(بخاری ومسلم)۔

## نماز جنازہ:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب سعد بن ابی وقاص کا انتقال ہوا تو نبی کریم ﷺ کی بیویوں نے لوگوں کو کہلا بھیجا کہ ان کے جنازہ کو مسجد کے پاس سے لے کر جائیں تا کہ وہ لوگ بھی ان کی نماز جنازہ پڑھ سکیں، لہذا لوگوں نے ایسا ہی کیا، حضرت سعدؓ کے جنازہ کو ازواج مطہرات کے کمروں کے پاس روکا گیا اور انھوں نے نماز جنازہ ادا کی (مسلم)۔

عورتوں نے نبی کریم ﷺ کے جنازہ کی نماز بھی پڑھی ہے، امام نووی فرماتے ہیں: ''جمہور علماء کا صحیح قول یہ ہے کہ مردوں نے نبی کریم ﷺ کی نماز جنازہ تنہا تنہا پڑھی، مردوں کی ایک جماعت آپ ﷺ کے کمرہ میں جاتی، وہ لوگ تنہا تنہا نماز پڑھتے پھر نکل آتے، پھر مردوں کی دوسری جماعت جاتی اور وہ بھی اسی طرح تنہا تنہا نماز پڑھتے، پھر مردوں کے بعد عورتیں نماز کے لئے گئیں اور ان کے بعد بچے گئے''۔

## اعتکاف:

نبی کریم ﷺ کی اہلیہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے حتی کہ آپ ﷺ کی وفات ہوگئی، آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی بیویوں نے اعتکاف کیا۔(بخاری)

حج:

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ میں اس وقت ناپاکی سے دوچار ہوں، آپ ﷺ نے ان سے کہا کہ تم سواری پر سوار ہوکر لوگوں کے پیچھے سے طواف کرو، تو میں نے طواف کیا، اس وقت نبی کریم ﷺ خانہ کعبہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے اور سورۂ طور کی تلاوت کررہے تھے، 'والطور و کتاب مسطور'' (بخاری و مسلم)۔

حضرت یحییٰ بن الحصینؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی دادی ام الحصین کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''میں حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج میں شریک تھی، میں نے دیکھا کہ جب آپ ﷺ شیطان کو کنکریاں مار کر مڑے تو............'' (مسلم)۔

عمومی اجتماعات وتقریبات میں عورت کی شرکت:

شادی کی تقریب:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں وبچوں کو ایک شادی سے آتے ہوئے دیکھا تو نبی کریم ﷺ سیدھے کھڑے ہوگئے اور آپ ﷺ نے کہا کہ خدا کی قسم تم لوگ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو، آپ ﷺ نے یہ تین مرتبہ فرمایا (بخاری و مسلم)۔

عید منانا:

حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا کہ ہم عید کے دن (عید کی نماز کے لئے) نکلا کریں، حتی کہ باکرہ اپنے پردہ سے نکل کر جائے اور حائضہ عورت بھی جائے، حائضہ خواتین کو لوگوں کے پیچھے رہنا چاہیے۔ ان کو چاہیے کہ وہ اس دن کی برکت اور پاکی کے حصول کی امید میں لوگوں کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہیں اور ان کی دعاؤں کے ساتھ دعا کریں۔ ایک روایت میں ہے ان کو بھی خیر اور مومنین کی دعاؤں میں شریک ہونا چاہیے (بخاری و مسلم)۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ عید کے دن سوڈان کے لوگ ڈھالوں اور برچھیوں سے کھیلتے تھے، یا تو میں نبی کریم ﷺ سے (کھیل دکھانے کو) کہا یا خود آپ ﷺ نے کہا کہ کیا تم دیکھنے کی خواہش رکھتی ہو، میں نے کہا

ہاں،تو آپ ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے کرلیا اس طرح کہ میرا رخسار آپ ﷺ کے رخسار پر تھا،آپ ﷺ نے کہا کھیلو کھیلو اے بنی ارفدۃ، جب میں اکتا گئی تو آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا اتنا بس ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں،تو آپ ﷺ نے کہا کہ چلو (بخاری ومسلم)۔

### استقبال کی محفلیں:

حضرت ابوبکر صدیقؓ کہتے ہیں کہ...... پھر ہم ہجرت کی رات کو مدینہ پہنچے، مرد وخواتین گھروں کے اوپر چڑھ گئے، بچے اور خدام سڑکوں پر آ کر آواز لگانے لگے یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ (مسلم)۔

## مختلف معاشرتی سرگرمیوں کے ذریعہ معاشرہ کی خدمت میں عورت کی حصہ داری

### اجتماعات ومحفلوں میں تعاون:

عبدالواحد بن ایمن کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے بتایا: ''ایک مرتبہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس گیا، وہ اون کی ایک قمیص پہنی ہوئی تھیں، جس کی قیمت پانچ درہم تھی، انھوں نے کہا کہ میری باندی کو دیکھو وہ اس قمیص کو گھر میں بھی پہننا پسند نہیں کرتی، حالانکہ میرے پاس نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں اون کی ایک قمیص تھی، مدینہ میں جو عورت بھی زیب وزینت کرنا چاہتی وہ مجھ سے وہ قمیص عاریتاً مانگ لیتی تھی (بخاری)۔

### مہمانوں کے لئے گھر اور کھانا مہیا کرنا:

حضرت فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں کہ ام شریک انصار کی مالدار خاتون تھیں، وہ اللہ کی راہ میں بہت زیادہ خرچ کرتی تھیں، مہمان ان کے یہاں ٹھہرا کرتے تھے (مسلم)۔

### حفظان صحت:

حضرت ام علاء کہتی ہیں''...... پھر عثمان بن مظعونؓ ہمارے پاس بیمار پڑ گئے تو میں نے وفات تک ان کی تیمارداری کی'' (بخاری)۔

## مختلف سیاسی سرگرمیوں کے ذریعہ معاشرہ کی حفاظت اوراس کا صحیح رخ متعین کرنے میں عورت کی حصہ داری

### کافر معاشرہ سے فرار اختیار کرتے ہوئے وطن سے ہجرت کرنا

مروان اور مسور بن مخرمہ کہتے ہیں ''...... کچھ مومن خواتین ہجرت کر کے آئیں، ام کلثوم بنت عقبہ بن معیط جو کہ بالکل جواں عمر تھیں، نے بھی اسی دن مدینہ کی طرف ہجرت کی، ان کے گھر والے نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اوران کو واپس کرنے کا مطالبہ کیا، لیکن آپ ﷺ نے ان کو ان کے گھر والوں کے حوالہ نہیں کیا'' (بخاری)۔

### حاکم کے جانشیں کے انتخاب کے سلسلہ میں کوشش کرنا:

(تا کہ حالت جنگ میں ملک وحکومت محفوظ رہے)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت حفصہؓ کے پاس گیا تو انھوں نے مجھ سے کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے والد نے کسی کو بھی اپنا جانشیں مقرر کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے؟ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے، حضرت حفصہؓ نے کہا کہ وہ ایسا ہی کرنے والے ہیں، ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے قسم کھائی کہ میں اس سلسلہ میں ان سے ضرور بات کروں گا...... (مسلم)۔

### ظالم حاکم پر نکیر:

حضرت ابونوفل کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر کے قتل کے بعد حجاج بن یوسف ثقفی اسماء بنت ابی بکر کے پاس آئے اور کہا کہ میں نے اللہ کے دشمن کے ساتھ جو کچھ کیا اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ حضرت اسماء نے جواب دیا، میرا خیال ہے کہ تم نے اس شخص کی دنیا خراب کردی لیکن اس نے تمہاری آخرت خراب کردی، سن لو، نبی کریم ﷺ نے ہم سے یہ کہا تھا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک جھوٹا اور ایک ہلاک کرنے والا پیدا ہوگیا، جھوٹے کو تو ہم دیکھ ہی چکے ہیں اور جہاں تک ہلاک کرنے والے کا تعلق ہے تو میرا خیال ہے کہ وہ تم ہی ہو، ابونوفل کہتے ہیں کہ حجاج حضرت اسماء کے پاس سے اٹھ گئے اور دوبارہ ان کے پاس نہیں گئے (مسلم)۔

### عورت کی فوج میں شرکت:

(ایسے کاموں کے لئے جو اس کی فطرت کے موافق ہو)

### ریلیف، اشیاءضرورت مہیا کرنے اور حمل ونقل کے میدان میں کام کرنا:

حضرت ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ کیا کرتے تھے، ہم لوگوں کو پانی پلاتے تھے، ان کی خدمت کرتے تھے اور ہم مقتولوں وزخمیوں کو مدینہ منتقل کیا کرتے تھے (بخاری)۔

جنگ کے پس منظر میں رہتے ہوئے خوراک بہم رسانی اور تیمارداری کا کام کرنا

حضرت ام عطیہ انصاری کہتی ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شریک رہی، میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے پیچھے ان کے خیموں میں رہ جاتی تھی، ان کے لئے کھانا بناتی تھی، زخمیوں کا علاج کرتی تھی اور مریضوں کی تیمارداری کرتی تھی (مسلم)۔

### عورت کی ملازمت میں شرکت:

(ایسی ملازمت جواس کی گھریلو خاندانی ذمہ داریوں کی ادائیگی سے متصادم نہ ہورہی ہو)۔

### کاشت کاری کا کام:

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میری خالہ مطلہ ہوگئیں، انھوں نے (عدت کے دوران) چاہا کہ وہ اپنے باغ میں جاکر کھجوریں جمع کریں، ایک شخص نے ان کو نکلنے پر ڈانٹ دیا، لہذا وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آگئیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم باغ میں جاکر کھجوریں جمع کرو، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ تم انھیں صدقہ کردو یا کوئی اور نیکی کا کام کرو (مسلم)۔

### جانوروں کے چرانے کا کام:

حضرت سعد بن معاذ فرماتے ہیں کہ کعب بن مالک کی باندی ایک پہاڑ پر بکریاں چرارہی تھی کہ اچانک ایک بکری کو زخم لگ گیا، اس نے اس بکری کو پکڑا اور پتھر سے ذبح کردیا، نبی کریم ﷺ سے اس سلسلہ میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو کھالو۔

### تیمارداری کا کام:

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ خندق کے دن حضرت سعدؓ کو زخم لگ گیا...... نبی کریم ﷺ نے ان کے

لئے مسجد میں خیمہ لگوایا تا کہ وہ قریب سے ان کی عیادت کر سکیں......(بخاری و مسلم)۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مسجد نبوی کے پاس رفیدہ نامی خاتون کے خیمہ میں حضرت سعد کو رکھوایا، رفیدہ زخمیوں کا علاج کیا کرتی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ سعد کو رفیدہ کے خیمہ میں رکھو تا کہ میں قریب سے ان کی عیادت کر سکوں۔

## خاندان میں عورت کا مقام:

## نیک بیوی دنیا کی سب سے اچھی چیز ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا ایک سامان ہے، اور اس کا سب سے اچھا سامان نیک بیوی ہے (مسلم)۔

## شوہر کے انتخاب کا حق:

حضرت ابو ہریرۃؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بیوہ کا نکاح کرنا اس وقت تک درست نہیں جب تک اس سے مشورہ نہ کر لیا جائے اور باکرہ کا نکاح کرنا اس وقت تک درست نہیں جب تک اس سے اجازت نہ لے لی جائے (بخاری و مسلم)۔

## شوہر و بیوی کے درمیان خاندانی ذمہ داریوں کی تقسیم:

## شوہر کی ذمہ داریاں:

الف-قوامیت: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مرد اپنے اہل وعیال کا نگراں ہے، اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

ب- انفاق: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''......اور تمہاری بیویوں کا تمہارے اوپر حق یہ ہے کہ تم ان کو اچھی طرح سے کھلاؤ پلاؤ اور کپڑے پہناؤ'' (مسلم)۔

## بیوی کی ذمہ داریاں

الف- بچوں کی پرورش اور تربیت: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ: کا ارشاد ہے: ''...... بیوی

اپنے شوہر کے گھر والوں اور اس کے بچوں کی نگراں و ذمہ دار ہے، لہذا اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا'' (بخاری و مسلم)۔

ب- گھر کے کاموں کی دیکھ بھال: ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا'' ......عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے اور اس سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا'' (بخاری و مسلم)۔

## ذمہ داریوں کی ادائیگی میں شوہر و بیوی کا ایک دوسرے کا تعاون کرنا

### مشورہ کے ذریعہ قوامیت میں تعاون کرنا

حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جاہلیت میں عورتوں کو کچھ بھی اہمیت نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں احکام نازل کئے اور ان کے لئے حصہ مقرر کیا، حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک دن میں بیٹھا ہوا ایک مسئلہ پر سوچ رہا تھا کہ میری اہلیہ نے کہا کہ آپ ایسا کیوں نہیں کر لیتے ہیں، حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ تمہیں میرے معاملہ سے کیا تعلق؟ اس پر میری بیوی نے کہا کہ اے ابن خطاب، آپ پر تعجب ہو رہا ہے، کیا آپ یہ نہیں چاہتے کہ آپ سے بحث کی جائے؟ حالانکہ آپ کی بیٹی نبی کریم ﷺ سے بحث کرتی ہے، یہاں تک کہ آپ ﷺ پورے دن اس سے خفا رہتے ہیں (بخاری و مسلم)۔

حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں ......ہم قریش کے لوگ اپنی بیویوں پر غالب رہتے تھے، جب ہم انصار کے پاس آئے تو ہم نے دیکھا کہ ان کی بیویاں ان پر غالب رہتی ہیں، ہماری عورتوں نے بھی انصار کی عورتوں کے رنگ ڈھنگ اپنانے شروع کئے، میں اپنی بیوی پر غصہ ہو گیا، تو وہ مجھ سے بحث کر بیٹھی، مجھے اس کی بحث ناگوار گذری، تو اس نے کہا کہ آپ میری بحث سے ناگواری محسوس نہ کیجئے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کی بیویاں آپ ﷺ سے بحث کرتی ہیں، اور بعض بیویاں تو آپ ﷺ کو رات تک الگ چھوڑ دیتی ہیں، لہذا میں اس بات سے گھبرا گیا......(بخاری و مسلم)۔

### انفاق میں تعاون:

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اہلیہ حضرت زینبؓ سے کہا کہ تمہارے صدقہ کے سب سے زیادہ مستحق تمہارے شوہر اور تمہارا بیٹے ہیں (بخاری)۔

## بچوں کی پرورش و پرداخت اور تربیت میں تعاون:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے اوپر تمہارے بیٹے کا بھی حق ہے (مسلم)۔

## گھر کے کاموں کی دیکھ بھال میں تعاون:

حضرت اسود کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ گھر والوں کا کام کیا کرتے تھے، جب نماز کا وقت ہوتا تو آپ ﷺ نماز کے لئے چلے جاتے (بخاری)۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے ایک اور حدیث مروی ہے جس کی تخریج احمد اور ابن سعد نے کی ہے اور اسے ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے، اس حدیث میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ''آپ ﷺ اپنے کپڑے خود اسی لیا کرتے تھے، اپنے جوتے بھی خود ہی سی لیا کرتے تھے اور تمام وہ کام کرتے تھے جو مرد گھر میں کیا کرتے ہیں۔

## شوہر کو چھوڑنے کا حق:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ثابت بن قیس کی اہلیہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور کہا کہ اے اللہ کے رسول مجھے ثابت کی دینداری اور اخلاق سے کوئی شکایت نہیں ہے لیکن مجھے کفر کا اندیشہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم ان کا باغ واپس کرنے کے لئے تیار ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہاں اور انھوں نے ثابت کا باغ ان کو لوٹا دیا، پھر آپ ﷺ نے ثابت کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں، لہذا انھوں نے طلاق دے دی (بخاری)۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے کئی مفید باتیں معلوم ہوتی ہیں......ان میں سے ایک یہ ہے کہ اگر عورت کی جانب سے بھی اختلاف رونما ہو تب بھی خلع اور فدیہ جائز ہے، خلع کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ شوہر و بیوی دونوں کی طرف سے اختلاف ظاہر ہو، اگر عورت دس مردوں کو ناپسند کرے حالانکہ کوئی بھی مرد اس عورت کو ناپسند نہ کرتا ہو اور نہ ہی اس میں کوئی ایسی بات محسوس کرتا ہو جس کی وجہ سے اس سے مفارقت اختیار کرنی پڑتی ہو اور نہ ہی مرد نے اسے کوئی تکلیف پہنچائی ہو تب بھی صرف عورت کی ناپسندیدگی کی بنیاد پر خلع درست ہے۔

قاضی ابن رشد کہتے ہیں کہ اگر ایک جانب مرد کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اگر بیوی کو ناپسند کرتا ہے تو اسے طلاق دے دے، وہیں دوسری جانب عورت کو بھی یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ شوہر کو ناپسند کرنے کی صورت میں اس سے خلع کا مطالبہ کرے۔

## اللہ کی جانب سے عورت کا اعزاز

### عورت کا بحیثیت ماں اعزاز:

الف- جریج کی ماں: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ گود میں صرف تین بچوں نے گفتگو کی ہے، ایک عیسیٰ بن مریم اور ایک جریج والا بچہ، جریج ایک نہایت عبادت گذار شخص تھا، اس نے اپنی ایک کٹیا بنالی تھی جس میں وہ رہا کرتا تھا، ایک مرتبہ اس کے پاس اس کی ماں آئی، وہ اس وقت نماز پڑھ رہا تھا، اس کی ماں نے اسے آواز دی، تو اس نے کہا کہ اے اللہ! اگر ایک جانب میری ماں ہے تو ایک جانب میری نماز، لہذا وہ نماز پڑھنے میں لگا رہا، تو اس کی ماں واپس ہوگئی، دوسرے دن پھر اس کی ماں آئی، وہ اس وقت بھی نماز پڑھ رہا تھا، اس نے جریج کو آواز دی، جریج نے کہا کہ اے میرے خدا! اگر ایک جانب میری ماں ہے تو ایک جانب میری نماز ہے، لہذا وہ نماز پڑھنے ہی میں لگا رہا، اس وقت اس کی ماں نے کہا کہ اے اللہ تو اسے اس وقت تک موت نہ دے جب تک یہ کسی فاحشہ عورت کا منہ نہ دیکھ لے، ایک مرتبہ بنی اسرائیل کے لوگوں نے جریج اور اس کی عبادت کا آپس میں تذکرہ کیا، وہاں پر ایک فاحشہ عورت تھی جو اپنے حسن کی نمائش کیا کرتی تھی، اس نے کہا کہ اگر تم لوگ کہو تو میں جریج کو فتنہ میں مبتلا کرسکتی ہوں، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ فاحشہ عورت جریج کے سامنے گئی لیکن جریج اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا، اس کے بعد وہ اس چرواہے کے پاس گئی جو جریج کی کٹیا میں رہا کرتا تھا، اس عورت نے اپنے آپ کو چرواہے کے حوالہ کردیا لہذا چرواہے نے اس کے ساتھ جنسی عمل کیا، جس کے نتیجہ میں وہ حاملہ ہوگئی، جب اس نے بچہ کو جنا تو اس نے لوگوں سے کہا کہ یہ جریج کا بچہ ہے، یہ سن کر لوگ جریج کے پاس آئے، اس کو کٹیا سے نیچے اتارا، اس کی کٹیا کو منہدم کردیا اور اسے مارنے لگے، جریج نے کہا کہ تم لوگوں کو کیا ہوگیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ تم نے اس فاحشہ کے ساتھ زنا کیا ہے اور اس نے تمہارے بچہ کو جنا ہے، جریج نے پوچھا کہ بچہ کہاں ہے؟ لوگ بچہ کو لے کر آئے، جریج نے کہا کہ مجھے نماز پڑھنے دو، اس نے نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہو کر وہ بچہ کے پاس آیا اور اس کے پیٹ پر مار کر پوچھا کہ اے بچے تیرا باپ کون ہے؟ اس بچہ نے جواب دیا کہ فلاں چرواہا میرا باپ ہے، نبی

کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد لوگ جریج کو بوسہ دینے لگے اور اسے چھونے لگے، لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کی کٹیا سونے سے بنائیں گے، جریج نے کہا کہ نہیں، میری کٹیا پھر سے مٹی کی بنادو، لہذا لوگوں نے اس کی کٹیا مٹی سے بنادی۔ (بخاری و مسلم، الفاظ مسلم کے ہیں)۔

ب-اس شیر خوار بچہ کی ماں جس نے گود میں گفتگو کی: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا'' ...... جب بچہ اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا اس وقت وہاں سے ایک سوار ایک تیز، عمدہ اور خوبصورت سواری پر گذرا، تو اس بچہ کی ماں نے کہا کہ اے اللہ میرے بچے کو اس شخص کی طرح بنا، بچہ نے ماں کا پستان چھوڑ دیا اور اس شخص کو دیکھا پھر کہا کہ اے اللہ مجھے اس شخص کی طرح نہ بنانا، پھر وہ اپنی ماں کے پستان سے دودھ پینے لگا، حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کو بچہ کے دودھ پینے کی کیفیت کی نقل کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی منہ میں رکھی اور اس کو چوسنے لگے، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر اس کے سامنے سے کچھ لوگ ایک باندی کو مارتے ہوئے گذرے، وہ لوگ کہہ رہے تھے اس نے زنا کیا ہے اور چوری کی ہے، حالانکہ وہ یہ کہہ رہی تھی کہ میرے لئے اللہ ہی کافی ہے اور وہی بہتر نگہباں ہے، بچہ کی ماں نے کہا کہ اے اللہ تو میرے بچہ کو اس کی طرح مت بنانا، بچہ نے دودھ پینا چھوڑ کر اس باندی کی طرف دیکھا اور کہا کہ اے اللہ تو مجھے اس کی طرح بنا، اس وقت ماں اور بچہ میں گفتگو ہوئی، ماں نے کہا کہ ایک خوبصورت نوجوان گذرا تو میں نے کہا کہ اے اللہ تو میرے بچے کو اس کی طرح بنا، پھر لوگ اس باندی کو مارتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ اس نے چوری اور زنا کیا ہے گذرے تو میں نے کہا کہ اے اللہ تو میرے بچہ کو اس کی طرح مت بنا لیکن تم نے کہا کہ اے اللہ مجھے اس کی طرح بنا، بچہ نے کہا کہ وہ خوبصورت شخص ظالم انسان ہے لہذا میں نے کہا کہ اے اللہ تو مجھے اس کی طرح مت بنا اور یہ عورت جس کے بارے میں لوگ کہہ رہے تھے کہ اس نے زنا کیا ہے درحقیقت اس نے زنا نہیں کیا ہے، اور کہہ رہے تھے کہ اس نے چوری کی ہے حالانکہ اس نے چوری نہیں کی ہے، اس لئے میں نے کہا کہ اے اللہ تو مجھے اس کی طرح بنا (بخاری و مسلم، الفاظ مسلم کے ہیں)۔

## عورت کا بحیثیت بیوی اعزاز

الف- خدیجہ بنت خویلد: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیلؑ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! جب خدیجہ آپ کے پاس آئیں تو ان کو ان کے رب کا اور میرا سلام کہئے گا (بخاری و مسلم)۔

ب- عائشہ بنت ابی بکر: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کہا کہ اے عائشہؓ! جبرئیلؑ تمہیں سلام کہتے ہیں (بخاری ومسلم)۔

## عورت کا بحیثیت بیٹی اعزاز:

حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فاطمہؓ سے فرمایا کہ کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں ہے کہ تم جنت کی خواتین کی (یا آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ مومن خواتین کی) سردار بنو؟ (بخاری)۔

## نبی کریم ﷺ کی جانب سے عورت کا اعزاز:

نبی کریم ﷺ کی والدہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے اپنی والدہ کے قبر کی زیارت کی تو آپ ﷺ رو پڑے اور آپ ﷺ کے اردگرد تھے وہ بھی رو پڑے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اللہ سے اپنے والدین کے لئے مغفرت کی دعا کرنے کی اجازت مانگی تھی لیکن مجھے اجازت نہیں دی گئی، پھر میں نے اللہ سے ان کی قبروں کی زیارت کرنے کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت دے دی گئی، لہذا تم لوگ بھی قبروں کی زیارت کرو کیونکہ یہ موت کو یاد دلاتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی اہلیہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے جس قدر رشک حضرت خدیجہ پر کیا ہے اتنا رشک نبی کریم ﷺ کی کسی بھی دوسری بیوی پر نہیں کیا، حالانکہ میں نے حضرت خدیجہ کو دیکھا بھی نہیں ہے، لیکن نبی کریم ﷺ کثرت سے ان کا ذکر کیا کرتے تھے، کبھی کبھی آپ ﷺ بکری ذبح کرتے، پھر اس کے ٹکڑے کاٹتے، اس کے بعد اسے حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کے پاس بھجواتے، کبھی کبھی میں آپ ﷺ سے کہتی کہ ایسا لگتا ہے کہ دنیا میں حضرت خدیجہؓ کے علاوہ کوئی عورت ہے ہی نہیں تو آپ ﷺ فرماتے وہ ایسی ہی تھیں، ان سے میری اولاد بھی ہے (بخاری ومسلم)۔

نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی: حضرت مسور بن مخرمہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فاطمہ میرا ایک حصہ ہے، جس نے اس کو خفا کیا، اس نے مجھ کو خفا کیا (بخاری ومسلم)۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ”......فاطمہ آئیں......جب نبی کریم ﷺ نے ان کو دیکھا تو ان کا استقبال کیا اور کہا خوش آمدید میری بیٹی، پھر ان کو اپنے دائیں جانب یا بائیں جانب بٹھایا“ (بخاری ومسلم)۔

نبی کریم ﷺ کی نواسی: حضرت ابوقتادہ انصاری کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کو اپنے اوپر اٹھائے ہوئے تھے، امامہ کے والد ابولعاص بن ربیعہ بن شمس ہیں، آپ ﷺ جب سجدہ کرتے تو انھیں الگ ہٹا دیتے اور جب سجدہ سے اٹھتے تو انھیں اٹھا لیتے (بخاری ومسلم)۔

علامہ فکہانی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے امامہ بنت زینب کو نماز کے دوران اپنی گود میں اس لئے بٹھایا تھا تاکہ عربوں کے درمیان سے لڑکیوں کو ناپسند کرنے کی سوچ کو دور کرسکیں، لہذا آپ ﷺ نے عربوں کے اس سوچ کی مخالفت کی حتی کہ نماز میں بھی اس مخالفت کا اظہار کیا تاکہ مخالفت کا اظہار پوری قوت سے ہو، کسی کام کو کرکے بتانا اسے کہہ کر بتانے سے زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی دایہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کو باغات دیا کرتا تھا، یہاں تک کہ بنوقریظہ اور بنونضیر کے علاقے فتح ہوگئے، میرے گھر والوں نے مجھ سے کہا کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس جاؤں اور ان سے وہ باغ یا اس کا کچھ حصہ مانگ لوں جو انھوں نے آپ ﷺ کو دیا تھا، نبی کریم ﷺ نے وہ باغ ام ایمن کو دے دیا تھا، ام ایمن آگئیں اور انھوں نے میرے گردن میں ایک کپڑا ڈال دیا اور کہنے لگیں کہ ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں نبی کریم ﷺ وہ باغ تمہیں نہیں دے سکتے کیونکہ آپ ﷺ نے وہ باغ ہمیں دے دیا ہے، حالانکہ نبی کریم ﷺ ان سے کہہ رہے تھے کہ تمہیں اتنا دوں گا، اور وہ کہتی جارہی تھیں ہرگز نہیں، حتی کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو اس باغ کی طرح دس باغ دیئے (بخاری ومسلم)۔

جس طرح نبی کریم ﷺ نے اپنی دایہ کا اعزاز اور اکرام کیا اسی طرح آپ ﷺ اپنی رضاعی ماں حلیمہ سعدیہ کا بھی اعزاز واکرام کیا کرتے تھے، ابوداؤد نے ابوالطفیل کے حوالہ سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو جعرانہ میں گوشت تقسیم کرتے ہوئے دیکھا، اسی درمیان ایک خاتون آگئیں، جب وہ نبی کریم ﷺ کے قریب پہنچیں تو آپ ﷺ نے ان کے لئے اپنی چادر بچھا دی، میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ صحابہ کرام نے بتایا کہ یہ آپ ﷺ کی رضاعی ماں ہیں۔

عام خواتین: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو آتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ سیدھے کھڑے ہوگئے اور کہا کہ خدا کی قسم تم لوگ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو، یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ کہی (بخاری ومسلم)۔

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ انصار کی ایک خاتون نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں، ان کے ساتھ انکا بچہ تھا، نبی کریم ﷺ نے ان خاتون سے گفتگو کی اور دومرتبہ کہا کہ خدا کی قسم تم لوگ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو (بخاری ومسلم)۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک کالا مرد یا ایک کالی عورت مسجد میں جھاڑو لگاتے تھے (بخاری کی روایت میں ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ عورت ہی تھی) اس کا انتقال ہوگیا، ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے اس کے بارے میں دریافت کیا، تو لوگوں نے بتایا کہ اس کا تو انتقال ہوگیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟ مجھے اس کی قبر بتاؤ، پھر آپ ﷺ اس کی قبر کے پاس آئے اور اس کے لئے دعائیں کیں (بخاری ومسلم)۔

**اسلام کا عورتوں کی اچھی طرح سے نگہبانی کرنے پر ابھارنا:**

ماں کی نگہبانی وخیال: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے دریافت کیا کہ میرے حسن اخلاق اور حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری ماں، اس نے کہا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیری ماں، اس نے کہا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیری ماں، اس نے کہا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیرا باپ (بخاری ومسلم)۔

بہن کی نگہبانی وخیال: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے جو شخص بھی تین لڑکیوں یا تین بہنوں کی کفالت کرے گا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا رویہ اختیار کرے گا تو وہ لڑکیاں یا بہنیں اس کو جہنم کی آگ سے بچانے کا ذریعہ بنیں گی (بیہقی)۔

بیوی کی نگہبانی وخیال: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی میری نصیحت کو قبول کرو (بخاری ومسلم)۔

اس کی تائید نبی کریم ﷺ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ تم میں سب سے اچھا شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے اچھا ہے اور میں اپنے گھر والوں کے لئے تم سب سے زیادہ اچھا ہوں (ابن ماجہ)۔

بیٹی کی نگہبانی وخیال: حضرت عروہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی اہلیہ حضرت عائشہؓ نے ان سے کہا میرے پاس ایک عورت آئی جس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں تھیں، وہ کچھ مانگ رہی تھی، میرے پاس صرف ایک کھجور تھی جو میں نے اس کو دے دیا، اس نے کھجور کے دو ٹکڑے کئے اور دونوں بیٹیوں کو دے دیا، پھر وہ کھڑی ہوئی اور

چلی گئی، اس کے بعد نبی کریم ﷺ گھر آئے، میں نے ان سے یہ واقعہ بتایا تو آپ ﷺ نے کہا کہ جو شخص بھی لڑکیوں کے ذریعہ آزمایا جائے پھر وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو وہ لڑکیاں اس کے لئے جہنم کی آگ سے بچانے کا ذریعہ ہوں گی (بخاری)۔

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بھی دو لڑکیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں تو قیامت کے دن وہ اس طرح آئے گا کہ میں اور وہ اس طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ملا لیا (مسلم)۔

باندی کی نگہبانی وخیال: حضرت ابو ہریرہؓ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس بھی کوئی باندی ہو پھر وہ اس کو اچھی طرح سے تعلیم دے اور اچھی طرح سے ادب وسلیقہ سکھائے، اس کے بعد وہ اسے آزاد کر دے اور پھر اس سے شادی کر لے تو اس کو دو اجر ملے گا (بخاری)۔

## فصل دوم:

# خواتین کے کچھ اچھے موقف

ہم یہاں پر خواتین کے کچھ ایسے موقف پیش کریں گے جن سے یہ واضح ہوگا کہ وہ خاتون جس کو اسلام نے آزاد کیا تھا فضل و مرتبت کے بلند مقام تک پہنچ گئی تھی اور اس نے بہت سے کارنامے اور قابل قدر کام انجام دیئے تھے۔

### اللہ کی راہ میں جان کی قربانی

حضرت صہیبؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا، اس کے پاس ایک جادوگر تھا، جب جادوگر بوڑھا ہوگیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ اب میں بوڑھا ہوگیا ہوں لہذا آپ میرے پاس کسی لڑکے کو بھیج دیجئے تاکہ میں اسے جادو سکھادوں، بادشاہ نے اس بوڑھے جادوگر کے پاس ایک لڑکا بھیج دیا، جس کو وہ جادو سکھاتا تھا، جس راستہ سے وہ لڑکا جادوگر کے پاس جاتا تھا اس راستہ پر ایک راہب رہا کرتا تھا، ایک مرتبہ وہ لڑکا اس راہب کے پاس بیٹھ گیا، اس کی بات سنی جو اسے بہت پسند آئی، اب وہ جب بھی جادوگر کے پاس جاتا تو راہب کے پاس سے ہوکر گذرتا تھا، راہب نے لڑکے سے کہا کہ جب تمہیں جادوگر سے خوف ہو (کہ وہ تاخیر سے آنے کا سبب دریافت کرے گا) تو تم اس سے کہہ دینا کہ مجھے گھر پر دیر ہوگئی اور جب تمہیں گھر والوں سے (تاخیر کا سبب دریافت کرنے کا) خوف ہو تو تم کہہ دینا کہ مجھے راہب کے پاس دیر ہوگئی، ایک دن یہ لڑکا جادوگر کے پاس جارہا تھا کہ راستہ میں ایک بہت ہی بڑے جانور کے پاس سے اس کا گذر ہوا، اس جانور نے لوگوں کا راستہ بند کررکھا تھا، اس لڑکے نے کہا کہ آج مجھے معلوم ہوجائے گا کہ جادوگر افضل ہے یا راہب، لڑکے نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا کہ اے اللہ اگر تجھے راہب کا طریقہ جادوگر کے طریقہ سے زیادہ محبوب ہو تو اس جانور کو (اس پتھر سے) ہلاک کردے تاکہ لوگ اپنے اپنے راستوں پر جاسکیں، لڑکے نے پتھر مارا اور وہ جانور مرگیا اور لوگ اپنے اپنے راستوں پر چلے گئے، لڑکا راہب کے پاس آیا اور اس کو اس واقعہ کی خبر دی، راہب نے لڑکے سے کہا کہ اے بیٹے اب

تم مجھ سے بھی افضل ہوگئے ہو،تم جس بلند مقام کو پہنچ گئے ہو اسے میں دیکھ رہا ہوں،عنقریب تم آزمائش میں ڈالے جاؤ گے،اس وقت تم میرا نام نہ بتانا،وہ لڑکا اندھوں اور برص کے مریضوں کو ٹھیک کر دیا کرتا تھا،اور لوگوں کے تمام امراض کا علاج کر دیا کرتا تھا،بادشاہ کے ایک اندھے ہم نشیں نے اس لڑکے کے بارے میں سنا تو وہ اس کے پاس بہت سارے ہدایا و تحائف لے کر آیا اور کہا کہ اگر تم مجھے شفا دے دیتے ہو تو یہ سب کچھ تمہارا ہے،لڑکے نے کہا کہ میں کسی کو شفا نہیں دیتا،شفا تو اللہ دیتا ہے،اگر تم اللہ پر ایمان لے آتے ہو تو میں اللہ سے دعا کروں گا کہ وہ تمہیں شفا دے دے،وہ شخص اللہ پر ایمان لے آیا،لہذا اللہ نے اسے شفا عطا کر دی،پھر وہ شخص بادشاہ کے پاس آ کر حسب سابق بیٹھ گیا،بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تمہاری بینائی کس نے لوٹا دی؟اس نے جواب دیا کہ میرے رب نے، بادشاہ نے کہا کہ کیا میرے علاوہ بھی تمہارا کوئی رب ہے؟اس نے جواب دیا کہ میرا اور آپ کا رب اللہ ہے،بادشاہ نے اس شخص کو قید کر لیا اور مسلسل سزا دیتا رہا یہاں تک کہ اس نے لڑکے کا نام بتا دیا،لہذا اس لڑکے کو لایا گیا،بادشاہ نے اس سے کہا کہ اے بیٹے تمہارا جادو تو اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ تم اندھوں اور برص کے مریضوں کو ٹھیک کر دیتے ہو اور نہ جانے کیا کیا کرتے ہو،لڑکے نے جواب دیا کہ میں کسی کو شفا نہیں دیتا،شفا دینے والا تو اللہ ہے،بادشاہ نے اس لڑکے کو بھی قید کر لیا اور اسے مسلسل سزا دیتا رہا یہاں تک کہ اس نے راہب کا نام بتا دیا،لہذا راہب کو لایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ تم اپنے دین کو چھوڑ دو،راہب نے انکار کر دیا،بادشاہ نے آرا منگوایا،راہب کے بیچ سر میں وہ آرا رکھ کر اسے چیر دیا گیا یہاں تک کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے،اس کے بعد بادشاہ کے ہم نشیں کو لایا گیا اور اس کو اس کے دین سے باز آنے کو کہا گیا،اس نے انکار کر دیا لہذا اس کے بھی بیچ سر میں آرا رکھ کر اسے چیر دیا گیا،یہاں تک کہ اس کے بھی دو ٹکڑے ہو گئے،پھر لڑکے کو لایا گیا اس کو بھی اس کے دین سے باز آنے کے لئے کہا گیا،اس لڑکے نے بھی دین سے باز آنے سے انکار کر دیا،بادشاہ نے اسے اپنے کچھ درباریوں کے حوالہ کیا اور کہا کہ اس کو فلاں پہاڑ پر لے جاؤ اور اس پر چڑھ جاؤ پھر جب تم اس کی چوٹی پر پہنچ جاؤ اور اس کے بعد یہ اپنے دین سے باز آ جائے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کو وہاں سے نیچے پھینک دینا،لہذا وہ لوگ اسے لے کر گئے اور پہاڑ پر چڑھ گئے،اس وقت لڑکے نے دعا کی کہ اے اللہ تو اپنی مشیئت سے میری جانب سے ان لوگوں کے لئے کافی ہو جا،اس کے بعد پہاڑ ہلنے لگا اور بادشاہ کے تمام درباری پہاڑ سے گر پڑے،لڑکا اطمینان سے چلتے ہوئے بادشاہ کے پاس آیا،بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ جو لوگ تھے ان کا کیا ہوا؟اس نے جواب دیا کہ میری جانب سے اللہ تعالیٰ ان کے لئے کافی ہو گیا، پھر بادشاہ نے اس لڑکے کو اپنے کچھ دیگر درباریوں کے حوالہ کیا اور کہا کہ اس کو لے کر جاؤ،اسے ایک کشتی پر سوار کرو

اور بیچ سمندر میں لے کر جاؤ، اگر وہ اپنے دین سے باز آجاتا ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ اسے سمندر میں پھینک دینا، لہذا وہ لوگ اسے لے کر گئے، لڑکے نے دعا کی کہ اے اللہ تو اپنی مشیئت سے ان کے لئے میری جانب سے کافی ہو جا، اسی وقت کشتی پلٹ گئی اور بادشاہ کے بھیجے ہوئے تمام درباری ڈوب گئے، لڑکا پھر اطمینان سے چلتا ہوا بادشاہ کے پاس آیا، بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ والوں کا کیا ہوا؟ لڑکے نے جواب دیا کہ میری جانب سے اللہ ان کے لئے کافی ہو گیا، اور بادشاہ سے یہ بھی کہا کہ آپ مجھے اس وقت تک قتل نہیں کر سکتے جب تک کہ آپ وہ نہ کریں جس کا میں آپ کو حکم دوں، بادشاہ نے پوچھا کہ وہ کیا بات ہے؟ لڑکے نے کہا کہ آپ ایک میدان میں تمام لوگوں کو جمع کریں اور مجھے ایک شاخ پر لٹکا دیں، اس کے بعد آپ میرے ترکش سے ایک تیر لیں پھر اس تیر کو کمان کے بیچ میں رکھیں اور یہ الفاظ کہیں "بسم الله رب الغلام" (اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے) اس کے بعد مجھے اس تیر سے ماریں، اگر آپ ایسا کریں گے تو مجھے قتل کر سکیں گے، لہذا بادشاہ نے تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا، لڑکے کو ایک شاخ پر لٹکایا، پھر اس کے ترکش سے ایک تیر نکالا، پھر اس کو کمان کے بیچ میں رکھا اور "بسم الله رب الغلام" کہہ کر اس لڑکے کو تیر سے مارا، وہ تیر لڑکے کے کنپٹی پر جا کر لگا، لڑکے نے کنپٹی پر تیر کے لگنے کی جگہ پر اپنا ہاتھ رکھا اور پھر مر گیا، اس وقت لوگ پکار اٹھے: ہم لڑکے کے رب پر ایمان لاتے ہیں، ہم لڑکے کے رب پر ایمان لاتے ہیں، ہم لڑکے کے رب پر ایمان لاتے ہیں۔ پھر بادشاہ سے کہا گیا کہ آپ جس چیز سے ڈر رہے تھے وہی ہو گیا، لوگ لڑکے کے رب پر ایمان لے آئے ہیں، بادشاہ نے سڑکوں پر گڑھے کھودنے کا حکم دیا، لہذا گڑھے کھودے گئے اور ان میں آگ بھڑکائی گئی، بادشاہ نے حکم دیا کہ جو شخص اپنے دین کو نہ چھوڑے اس کو اس آگ میں جلا دو، لہذا ایسا ہی کیا گیا یہاں تک کہ جب ایک ایسی عورت کی باری آئی جس کے ساتھ اس کا بچہ تھا تو وہ گڈھے میں کودنے سے پیچھے ہٹ گئی، اس وقت اس کے بچہ نے کہا کہ اے ماں تو صبر کر کیونکہ تو حق پر ہے (مسلم)۔

یہ وہ عورت ہے جس نے محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے ایمان قبول کیا تھا، اللہ کے سچے دین کو اپنایا تھا اور اللہ کی راہ میں اپنی جان تک قربان کر دی تھی۔

## کمال کے حصول کی خواہش:

عطاء بن رباح کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن عباس نے کہا کہ کیا میں تمہیں ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا کیوں نہیں۔ انھوں نے کہا کہ دیکھو یہ کالی عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی تھی اور اس نے کہا تھا کہ میں بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑتی ہوں اور برہنہ ہو جاتی ہوں، آپ میرے لئے دعا فرما دیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

اگر تم چاہوتو صبر کرو، اس کے عوض تمہیں جنت ملے گی اور اگر تم چاہوتو میں اللہ سے دعا کروں گا، کہ وہ تمہیں شفا عطا کرے، اس نے کہا کہ میں صبر کروں گی، لیکن (میرے لئے پریشانی کی بات یہ ہے کہ میں برہنہ ہوجاتی ہوں، آپ اللہ سے میرے لئے دعا کریں کہ میں برہنہ نہ ہویا کروں، لہذا آپ ﷺ نے اس کے لئے دعا فرمادی (بخاری ومسلم)۔

## عبادت کا رجحان:

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ دوستونوں کے درمیان رسی بندھی ہوئی ہے، آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ یہ رسی کیسی ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت زینبؓ کی رسی ہے، جب وہ نماز پڑھتے ہوئے تھک جاتی ہیں تو اس رسی سے سہارا لے لیتی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس رسی کو کھول دو، تم لوگوں کو نشاط وچستی کے وقت نماز پڑھنی چاہیے، جب تم تھک جاؤ تو بیٹھ جاؤ (بخاری ومسلم)۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس آئے، اس وقت ان کے پاس ایک خاتون بیٹھی ہوئی تھیں، آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ یہ فلاں خاتون ہیں جن کی نماز کے بڑے چرچے ہیں (مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: یہ فلاں ہیں جن کے بارے میں لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ راتوں کو سوتی نہیں ہیں) آپ ﷺ نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ تم اپنی طاقت کے بقدر عمل کیا کرو، خدا کی قسم اللہ نہیں اکتائے گا ہاں تم لوگ اکتا جاؤ گے (بخاری ومسلم)۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی لیکن وہ مرگئی ہے، آپ ﷺ نے اس سے کہا کہ اگر تمہاری بہن مقروض ہوتی تو کیا تم اس کے قرض کو ادا کرتے، اس نے کہا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اللہ کا قرض بھی ادا کردو کیونکہ اللہ کا قرض ادائیگی کا سب سے زیادہ مستحق ہے (بخاری)۔

حضرت عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ میری بہن نے خانہ کعبہ تک پیدل جانے کی نذر مانی، اور مجھے حکم دیا کہ میں نبی کریم ﷺ سے یہ مسئلہ دریافت کروں، لہذا میں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا، آپ ﷺ نے جواب دیا کہ انہیں سوار ہوکر خانۂ کعبہ جانا چاہئے (بخاری ومسلم)۔

ان احادیث سے عبادت کی جانب عورتوں کے رجحان کا علم ہوتا ہے، یہ ایک قابل تعریف معاملہ ہے، لیکن نبی کریم ﷺ نے عورتوں کی جانب سے عبادت میں غلو کو ناپسند کیا ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے مردوں کی

جانب سے بھی عبادت میں غلو کو ناپسند کیا ہے، مثلاً عبداللہ بن عمرو بن العاص اور ابوالدرداء وغیرہ کو آپ ﷺ نے عبادت میں غلو کرنے سے منع فرمایا، ہم سمجھتے ہیں کہ عورتوں اور مردوں نے نبی کریم ﷺ کے اس حکم کو مان لیا تھا اور عبادت میں غلو کو چھوڑ دیا تھا، اللہ تعالیٰ تمام صحابہ وصحابیات سے راضی ہو۔

## صدق اور انفاق:

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن نکلتے اور سب سے پہلے نماز پڑھاتے، نماز پڑھانے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے جو کہ اپنی جگہوں پر بیٹھے ہوتے، اگر آپ ﷺ کسی فوج کو کہیں بھیجنا چاہتے تو لوگوں سے اس کا ذکر کرتے، یا اس کے علاوہ کوئی اور کام ہوتا تو لوگوں کو اس کا حکم دیتے اور آپ ﷺ کہتے کہ صدقہ کرو، صدقہ کرو اور صدقہ کرنے والوں میں زیادہ تعداد خواتین کی ہوتی تھی (مسلم)۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عیدالفطر کی نماز نبی کریم ﷺ کے ساتھ پڑھی..... پھر آپ ﷺ مردوں کی صفوں کو پھلاندتے ہوئے عورتوں کے پاس آئے، آپ ﷺ کے ساتھ حضرت بلالؓ تھے، نبی کریم ﷺ نے عورتوں سے کہا کہ صدقہ کرو، بلالؓ نے اپنی چادر پھیلا دی اور کہنے لگے آؤ تم پر میرے ماں باپ قربان، لہذا خواتین بلالؓ کی چادر میں اپنی انگوٹھیاں اور زیورات ڈالنے لگیں (بخاری ومسلم)۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ عورتوں کو اپنا زیور بہت محبوب ہوتا ہے، اس کے باوجود انھوں نے صدقہ کرنے میں پیش قدمی کی اور ایسے وقت میں ان زیوروں کا صدقہ کیا جب کہ ان کے یہاں تنگ حالی تھی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین میں ان عورتوں کا مقام بڑا بلند تھا، ان کے اندر رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل کا جذبہ بہت زیادہ پایا جاتا تھا۔

## والدین کے ساتھ ان کی زندگی میں اور موت کے بعد اچھا سلوک:

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا ایک دن میں آپ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ میں نے اپنی ماں کو صدقہ میں ایک باندی دی تھی لیکن ماں کا انتقال ہو گیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں پورا اجر ملے گا، اور وہ باندی بھی میراث میں دوبارہ تمہارے پاس آجائے گی، اس خاتون نے کہا کہ اے اللہ کے رسول میری والدہ پر ایک ماہ کا روزہ قضا تھا، کیا میں ان کی طرف سے

رکھ سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ رکھ لو، انھوں نے کہا کی میری والدہ نے حج نہیں کیا تھا کیا میں ان کی طرف سے حج کرسکتی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں ان کی طرف سے حج کرلو (مسلم)۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک خاتون آئیں اور کہا کہ اے اللہ کے رسول، میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے، ان پر نذر کا ایک روزہ تھا، کیا میں ان کی طرف سے وہ روزہ رکھ سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہاری ماں مقروض ہوتی اور تم اس کا قرض ادا کردیتی تو کیا وہ قرض ادا نہ ہوجاتا؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا، تو پھر اپنی ماں کی طرف سے روزہ رکھ لو۔ (بخاری ومسلم، الفاظ مسلم کے ہیں)

## اللہ پر حسن توکل:

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ خندق کے دن گڈھا کھودرہے تھے کہ اچانک ایک بڑا پتھر سامنے آگیا، صحابہ کرامؓ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ خندق میں ایک بڑا پتھر آگیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں خندق میں اترتا ہوں، پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے، اس وقت آپ ﷺ کے پیٹ پر ایک پتھر بندھا ہوا تھا، ہم لوگوں نے تین دنوں سے کچھ بھی نہیں چکھا تھا، نبی کریم ﷺ نے ایک کدال لی اور پھر اس پتھر پر ماری تو وہ ریت کی طرح ہوگیا، میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول مجھے گھر جانے کی اجازت دیجئے، میں نے (گھر پہنچ کر) اپنی بیوی سے کہا میں نے نبی کریم ﷺ کو ایسی حالت میں دیکھا ہے کہ مجھ سے صبر نہیں کیا جاتا، کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ بیوی نے کہا کہ میرے پاس جو اور بکری کا بچہ ہے، لہذا میں نے بکری کے بچہ کو ذبح کیا اور میری بیوی نے آٹا گوندھا، پھر ہم نے گوشت کو ہانڈی میں ڈالا، پھر میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اس حال میں کہ آٹا گوندھا جاچکا تھا اور ہانڈی چولہے پر تھی اور وہ تیار ہی ہونے والی تھی، میں نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ میرے پاس تھوڑا سا کھانا ہے، آپ ﷺ اور آپ کے ساتھ ایک یا دو لوگ میرے ساتھ آجائیں، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کھانا کتنا ہے، میں نے آپ ﷺ سے بتادیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو بہت ہے، پھر آپ ﷺ نے کہا کہ اپنی بیوی سے کہہ دو کہ وہ میرے آنے تک ہانڈی اور روٹی کو چولہے سے نہ اتارے، پھر آپ ﷺ نے تمام صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ چلو، تو تمام مہاجر وانصار صحابہ چل پڑے، جب حضرت جابرؓ اپنی بیوی کے پاس گئے تو ان سے کہا کہ برا ہوگیا، نبی کریم ﷺ تمام مہاجر وانصار صحابہ کے ساتھ آگئے ہیں، ان کی بیوی نے کہا کہ کیا نبی کریم ﷺ نے آپ سے کھانے کے سلسلہ میں پوچھا تھا؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ ہاں، پھر آپ ﷺ نے صحابہ سے کہا کہ داخل ہوجاؤ

لیکن بھیڑ نہ لگاؤ (بخاری و مسلم)۔

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ راوی کے اس قول ''ان کی بیوی نے کہا کہ کیا نبی کریم ﷺ نے آ سے کھانے کے سلسلہ میں پوچھا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں، پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے ہا کہ داخل ہو جاؤ'' میں اختصار سے کام لیا گیا ہے، ''زیادات المغازی'' میں یونس بن بکیر کی روایت میں اس کی تفصیل ہے، وہ اس طرح ہے: حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ مجھے اتنی شرم آئی کہ اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے، میں نے کہا کہ تمام لوگ آ گئے ہیں حالانکہ میرے پاس صرف ایک صاع جو ہے اور ایک بکری کا بچہ ہے، پھر میں اپنی بیوی کے پاس گیا اور کہا کہ برا ہو گیا، نبی کریم ﷺ تمام خندق والوں کو لے کر آ گئے ہیں، ان کی بیوی نے کہا کہ کیا نبی کریم ﷺ نے آپ سے پوچھا تھا کہ کھانا کتنا ہے، میں نے کہا کہ ہاں، تو بیوی نے کہا کہ پھر تو اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے، ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ ہم نے ان کو بتا دیا ہے، اس طرح میری بیوی نے میری ایک بڑی فکر دور کر دی۔

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابرؓ کی اہلیہ پختہ عقل اور اعلیٰ فضل و تربیت والی خاتون تھیں۔

## مصیبت پر صبر:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حارثہ غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے، وہ بچے تھے، ان کی ماں نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ کو اس بات کا علم ہے کہ میں حارثہ کو کتنا چاہتی ہوں، اگر وہ شہید ہو کر جنت میں گیا ہے تب تو میں صبر کروں گی اور ثواب کی امید رکھوں گی، لیکن اگر اس کے برعکس معاملہ ہے تو آپ بتائیں میں کیا کروں؟ (ایک روایت میں ہے: اگر اس کے برعکس معاملہ ہے تو میں اس پر خوب روؤں گی)، آپ ﷺ نے فرمایا تیرا برا ہو، کیا تو پاگل ہو گئی ہے، اس کے لئے صرف ایک جنت نہیں بلکہ بہت ساری جنتیں ہیں، وہ تو فردوس میں ہے (بخاری)۔

## عفت و عصمت کی حفاظت:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین شخص کہیں جانے کے لئے نکلے کہ اچانک راستہ میں بارش ہونے لگی، ان لوگوں نے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لی، اچانک غار کے منہ پر ایک پتھر آ گرا، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ ہم لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے اپنی زندگی کے سب

سے اچھے عمل کا حوالہ دے کر دعا کرنی چاہئے، ان میں سے ایک نے کہا اے اللہ میرے بوڑھے والدین تھے، میں (صبح کو) نکل جاتا تھا اور بکریاں چراتا تھا، پھر میں (شام کو) لوٹتا تھا، بکریوں کو دوہتا تھا، پھر میں دودھ لے کر اپنے والدین کے پاس آتا تھا اور وہ دونوں دودھ پیتے تھے، پھر میں اپنے بچوں، گھر والوں اور بیوی کو پلاتا تھا، ایک رات مجھے گھر آنے میں دیر ہوگئی، جب میں گھر آیا تو میرے والدین سو چکے تھے، میں نے ان کو جگانا مناسب نہ سمجھا، میرے بچے میرے پیر کے پاس رو رہے تھے، میں اور میرے بچے اسی حالت میں رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی، اے اللہ اگر تو سمجھتا ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضا کے لئے کیا تھا تو ہمارے لئے تھوڑی سی کشادگی کر دے جس سے ہم آسمان دیکھ سکیں، لہذا پتھر تھوڑا سا کھسک گیا۔

دوسرے شخص نے کہا کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں اپنی ایک چچازاد بہن سے انتہائی درجہ محبت کرتا تھا، (مسلم کی ایک روایت میں ہے: میں نے اس سے اپنی خواہش کی تکمیل کا مطالبہ کیا تو وہ مجھ سے دور رہی، یہاں تک کہ ایک سال وہ قحط سالی کا شکار ہوگئی وہ میرے پاس آئی) اور مجھ سے کہا کہ تم مجھ سے اپنی خواہش کی تکمیل اسی صورت میں کر سکتے ہو جب تم مجھے سو دینار دے دو، لہذا میں نے دوڑ بھاگ کر کے سو دینار جمع کیا، اس کے بعد جب میں اس کے دونوں پیروں کے درمیان بیٹھا، تو اس نے کہا کہ اللہ سے ڈرو اور پردۂ بکارت کو بغیر حق کے چاک نہ کرو، میں کھڑا ہو گیا اور اس کو چھوڑ کر چلا گیا، اے اللہ اگر تو سمجھتا ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضا کے لئے کیا تھا تو تو ہم لوگوں کے لئے تھوڑی کشادگی پیدا کر دے، لہذا پتھر دو ثلث ہٹ گیا۔

تیسرے شخص نے کہا کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے ایک مکیال مکئی کی اجرت پر ایک مزدور رکھا تھا، میں نے اس کو اس کی اجرت دی، لیکن اس نے لینے سے انکار کر دیا، میں نے اس کی اجرت کو تجارت میں لگا دیا، میں نے اس سے گائیں اور ایک چرواہا خریدا، پھر وہ مزدور میرے پاس آیا اور کہا کہ اے اللہ کے بندے مجھے میرا حق دو، میں نے کہا کہ ان گایوں اور ان کے چرواہے کے پاس جاؤ یہ سب تمہارا ہے، اس نے کہا کیا تم مجھ سے مذاق کر رہے ہو؟ میں نے کہا کہ نہیں، میں تم سے مذاق نہیں کر رہا ہوں، یہ سب تمہارا ہی ہے، اے اللہ اگر تو سمجھتا ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضا کے لئے کیا تھا تو ہم لوگوں کے لئے تھوڑی کشادگی پیدا کر دے، لہذا اب پتھر مکمل ہٹ گیا (بخاری و مسلم)۔

## گناہ کا جلد اعتراف

حضرت ابو ہریرۃؓ اور زید بن خالد الجہنی فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کی روشنی میں فیصلہ کریں، اس کا حریف جو

اس سے زیادہ سمجھدار تھا کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ یہ صحیح کہہ رہا ہے، ہمارے درمیان کتاب اللہ کے ذریعہ فیصلہ کریئے اور اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے بولنے کی اجازت دیجئے، نبی کریم ﷺ نے کہا کہ بولو، اس نے کہا کہ میرا بیٹا اس کے گھر میں مزدور تھا، اس نے اس کی بیوی سے زنا کرلیا، تو میں نے اس کے فدیہ کے طور پر اس کو سو بکریاں اور ایک خادم دیا، پھر میں نے اہل علم سے اس بابت دریافت کیا تو انہوں نے مجھ سے بتایا کہ (اس جرم کی پاداش میں) میرے بیٹے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور اسے ایک سال کے لئے جلاوطن کیا جائے گا، اور اس شخص کی بیوی کو رجم کیا جائے گا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں تم دونوں کے درمیان ضرور کتاب اللہ کی روشنی میں فیصلہ کروں گا، سو بکریاں اور خادم تم کو لوٹائی جائیں گی، لڑکے کو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لئے جلاوطن کیا جائے گا، اور اے انیس ذرا اس کی بیوی کے پاس جاؤ اور اس سے اس سلسلہ میں پوچھو، اگر وہ (گناہ کا) اعتراف کرلیتی ہے تو اس کو رجم کرو، بیوی نے اس گناہ کا اعتراف کرلیا، لہذا اسے رجم کیا گیا (بخاری ومسلم)۔

حضرت ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ دو عورتیں ایک گھر میں یا ایک کمرہ میں کھال سل رہی تھیں، ان میں سے ایک عورت کے ہاتھ میں سوئی چبھ گئی، وہ اٹھی اور اس نے دوسری عورت کے خلاف دعویٰ کردیا، یہ معاملہ ابن عباسؓ کے پاس لے جایا گیا، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر لوگوں کے دعووں کے حق میں فیصلہ کردیا جائے تو پوری قوم کا خون بہہ جائے اور ان کی دولت ختم ہوجائے، اسے اللہ کا حوالہ دو اور اس کو یہ آیت سناؤ "إن الذين يشترون بعهد الله" لوگوں نے اسے اللہ کا حوالہ دیا اور اس کی یاد دلائی تو اس نے اعتراف کرلیا (بخاری)۔

فصل سوم:

# مسلمان خاتون کی مضبوط شخصیت اور اپنے حقوق وفرائض کے تئیں اس کے پختہ شعور کی کچھ مثالیں

حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ وہ کنگھا کر رہی تھیں کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا: ''اے لوگو!''، یہ سن کر ام سلمہؓ نے کنگھا کرنے والی باندی سے کہا کہ ذرا ہٹنا تو، باندی نے کہا کہ آپ ﷺ نے مردوں کو آواز دی ہے نہ کہ عورتوں کو، حضرت ام سلمہؓ نے کہا کہ میں ''لوگوں'' میں سے ہوں (مسلم)۔

**خواتین کا نبی کریم ﷺ سے تعلیم کے مزید مواقع کا مطالبہ کرنا:**

حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ ایک خاتون نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کی احادیث سے مرد زیادہ استفادہ کرتے ہیں، (ایک روایت میں ہے: خواتین نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ آپ کے سلسلہ میں مرد ہم خواتین پر غالب آگئے ہیں) لہذا آپ اپنی جانب سے ہمارے لئے ایک دن مقرر کردیجئے جس دن ہم آپ کے پاس آئیں اور آپ ہمیں وہ علم سکھائیں جو اللہ نے آپ کو سکھایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ فلاں دن فلاں جگہ پر تم لوگ جمع ہو جایا کرو، لہذا خواتین جمع ہوئیں، آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور ان کو وہ علم سکھایا جو اللہ نے آپ ﷺ کو سکھایا تھا، پھر آپ ﷺ نے کہا کہ تم میں سے جس خاتون کے تین بچے اس کی زندگی ہی میں فوت ہو جائیں اس کے یہ بچے اس کے لئے جہنم کی آگ سے بچاؤ کا ذریعہ ہوں گے، ایک خاتون نے پوچھا کہ اگر دو بچے فوت ہوتے ہیں تو؟ خاتون نے یہ بات دو مرتبہ پوچھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں دو بھی، دو بھی، دو بھی (بخاری ومسلم)۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی بیویوں کے اندر دینی امور وعلوم کے حصول کی بہت زیادہ تڑپ تھی۔

بلا شبہ یہ خواتین کی انتہائی درجہ تڑپ ہی ہے کہ انھوں نے مردوں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی احادیث

سننے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ انھوں نے چاہا کہ ان کے لئے ایک خاص دن مقرر ہو، نبی کریم ﷺ نے بھی ان کے اس تڑپ اور جذبہ کا خیال کیا اور ان کے مطالبہ کو فوراً قبول کرلیا۔

## دین کی سمجھ حاصل کرنے کے لئے اسماء بنت شکل کا نہ شرمانا:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اسماء بنت شکلؓ نے نبی کریم ﷺ سے حیض کے غسل کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے ان سے کہا کہ تم پانی اور کپڑا لو، پھر سر پر پانی ڈالو اور سر کو خوب اچھی طرح سے رگڑو، یہاں تک کہ پانی بال کی جڑوں تک پہنچ جائے، پھر تم اپنے اوپر پانی ڈالو، اس کے بعد ایک معطر روئی کا ٹکڑا لے کر اس سے صاف کرلو، اسماء نے پوچھا کہ اس سے کس طرح پاکی وصفائی کی جائے گی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ سبحان اللہ، تم اس سے پاکی وصفائی کرلو، پھر حضرت عائشہؓ نے رازدارانہ انداز میں کہا کہ تم خون کا نشان دیکھ کر اس سے پاکی وصفائی کرلو، اسی طرح اسماء بنت شکل نے آپ ﷺ سے غسل جنابت کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم پانی لو اور اس سے خوب اچھی طرح طہارت حاصل کرلو، پھر اپنے سر پر پانی ڈالو، اور اس کو اس طرح رگڑو کہ پانی بال کی جڑوں تک پہنچ جائے، اس کے بعد تم پھر پانی ڈال لو، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ انصاری عورتیں کتنی ہی اچھی ہیں، دین کا علم حاصل کرنے میں وہ شرماتی نہیں ہیں (مسلم)۔

## سبیعہ بنت الحارثؓ کا اس بات سے واقف ہونا کہ یقین تک پہنچنے کے لئے تحری کس طرح کیا جاتا ہے:

سبیعہ بنت الحارث الاسلمیہ کہتی ہیں کہ وہ سعد بن خولہ کی زوجیت میں تھیں، سعد کا تعلق بنی عامر بن لوی سے تھا اور وہ بدری صحابی تھے، حجۃ الوداع میں جب ان کا انتقال ہوا تو سبیعہ حاملہ تھیں، سعد کی وفات کے فوراً بعد ہی ان کو وضع حمل ہوگیا، جب وہ نفاس سے پاک ہوئیں تو انھوں نے زیب وزینت اختیار کی تا کہ شادی کے پیغام آئیں، ان کے پاس ابوالسنابل بن بعلک آئے اور کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے شادی کے لئے زینت اختیار کررکھی ہے، کیا تم نکاح کرنا چاہتی ہو؟ خدا کی قسم جب تک چار مہینہ دس دن نہ گذر جائیں اس وقت تک تم نکاح نہیں کرسکتی ہو، سبیعہ کہتی ہیں کہ جب انھوں نے مجھ سے یہ کہا تو شام کے وقت میں کپڑے پہن کر نبی کریم ﷺ کے پاس گئی اور ان سے اس سلسلہ میں مسئلہ دریافت کیا، تو آپ ﷺ نے یہ فتویٰ دیا کہ میری عدت وضع حمل کے وقت ہی پوری ہوچکی ہے، اور مجھے حکم دیا کہ اگر میں چاہوں تو شادی کرلوں (بخاری ومسلم)۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ سبیعہ کے واقعہ سے کئی مفید باتیں معلوم ہوتی ہیں، ایک بات یہ معلوم ہوتی

ہے کہ سبیعہ بہت ہی ذہین وفطین تھیں کیونکہ جب ابوالسنابل نے ایک مسئلہ میں اپنی رائے کا اظہار کیا تو ان کو اتنا تردد ہوا کہ وہ خود نبی کریم ﷺ سے اس مسئلہ کی تفصیل پوچھ بیٹھیں، لہذا جس شخص کو کسی مفتی یا حاکم کے اجتہاد میں کوئی شک ہو اسے فوراً اس مسئلہ سے متعلق نص کو تلاش کرنا چاہیے، اس سے ایک اور مفید بات معلوم ہوتی ہے کہ عورت اپنے مسائل کے سلسلہ میں براہ راست سوال کرسکتی ہے اگرچہ مسئلہ ایسا ہی کیوں نہ ہو جس کو پوچھتے ہوئے عموماً عورتیں شرماتی ہیں۔

## قبیلہ خثعم کی ایک نوجوان لڑکی کا اپنے والد کی طرف سے حج کرنے کے حکم کو جاننے کی فکر کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو فضل بن عباس کو اپنی سواری کے پیچھے بٹھایا...... قبیلہ خثعم کی ایک خوبصورت خاتون نبی کریم ﷺ سے آکر مسئلہ دریافت کرنے لگی، اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! حج اللہ کے بندوں پر فرض ہے، میرے والد بوڑھے ہوگئے ہیں، وہ سواری پر سیدھے بیٹھ نہیں سکتے، اگر میں ان کی طرف سے حج ادا کردوں تو کیا ان کی طرف سے حج کی ادائیگی ہوجائے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں (بخاری ومسلم)۔

## عورت کا شوہر کے انتخاب کے حق کے حصول پر جمے رہنا:

## خنساء بنت خدام کا شکایت کرنا کہ ناپسندیدگی کے باوجود ان کی شادی کردی گئی:

قاسم بیان کرتے ہیں کہ جعفر کی ایک بیٹی کو یہ خوف ہوا کہ اس کی ناپسندیدگی کے اظہار کے باوجود اس کا ولی اس کی شادی کردے گا، تو اس نے انصار کے دو اہم شخصیتوں عبدالرحمٰن اور مجمع جو کہ جاریہ کے بیٹے تھے، کو بلا بھیجا، ان دونوں نے اس سے کہا کہ ڈرو نہیں، خنساء بنت خدام کے والد نے بھی ان کی شادی ان کی ناپسندیدگی کے باوجود کردی تھی تو نبی کریم ﷺ نے اس شادی کو کالعدم قرار دے دیا تھا (بخاری)۔

## نبی کریم ﷺ کی سفارش کے باوجود بریرہ کا اپنے حق پر قائم رہنا:

نبی کریم ﷺ کی اہلیہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بریرہ کے سلسلہ میں تین احکام تھے، ان میں سے ایک یہ تھا کہ ان کو آزاد کردیا جائے اور ان کو شوہر کے سلسلہ میں اختیار دیا جائے (بخاری ومسلم)۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بریرہ کے شوہر غلام تھے جن کا نام مغیث تھا، مجھے ایسا محسوس ہورہا ہے

گویا میں انہیں بریرہ کے پیچھے روتے ہوئے چکر لگاتے اور داڑھی پر آنسو گراتے دیکھ رہا ہوں، نبی کریم ﷺ نے عباسؓ سے کہا کہ اے عباسؓ کیا تمہیں اس بات پر تعجب نہیں ہوتا کہ مغیث بریرہ سے کس قدر محبت کرتا ہے اور بریرہ مغیث کو کس قدر ناپسند کرتی ہے؟ نبی کریم ﷺ نے (بریرہؓ سے) کہا کہ تم رجوع کیوں نہیں کرلیتیں؟ انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ مجھے حکم دے رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے کہا کہ میں تو صرف سفارش کر رہا ہوں، انھوں نے کہا کہ تب مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں (بخاری)۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ بریرہؓ کے قول کیا آپ مجھے حکم دے رہے ہیں؟ سے یہ اخذ کیا جاتا ہے کہ وہ اس بات سے واقف تھیں کہ نبی کریم ﷺ کے حکم کی تعمیل واجب ہے، جب نبی کریم ﷺ نے ان کے سامنے ایک پیشکش رکھی تو انھوں نے تفصیل دریافت کی کہ کیا یہ حکم ہے جس کی تعمیل واجب ہے یا یہ ایک مشورہ ہے جس کے سلسلہ میں وہ بااختیار ہیں۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مشورہ دینے والے کے مشورہ کی مخالفت کی جاسکتی ہے، بشرطیکہ وہ کوئی ایسا مشورہ نہ ہو جس کی تعمیل واجب ہو، اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ حریف کے حق میں نہایت نرمی کے ساتھ حاکم وامیر کا سفارش کرنا محبوب عمل ہے، بشرطیکہ اس سفارش میں کسی قسم کا نقصان یا زور وروز بردستی نہ ہو، اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کی سفارش کو رد کردے تو یہ بات قابل ملامت نہیں ہے، اور نہ ہی اس پر غصہ ہوا جاسکتا ہے، خواہ سفارش کرنے والا کتنا ہی بڑا آدمی کیوں نہ ہو۔ یہاں پر بریرہؓ کا حسن ادب بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے واضح طور پر نبی کریم ﷺ کی سفارش کو رد نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ مجھے مغیث کی اب کوئی ضرورت نہیں ہے۔

## عورت کا سب سے اچھے مرد کا انتخاب کرنا اور خود کو اس کے حوالہ کردینا:

حضرت سہل بن سعد کہتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول میں خود کو آپ ﷺ کے حوالہ کرنے کے لئے آئی ہوں..... جب اس عورت نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا تو وہ بیٹھ گئی.....(بخاری)۔

ثابت بنانی کہتے ہیں کہ میں حضرت انسؓ کے پاس تھا، ان کے پاس ان کی بیٹی بھی تھی، حضرت انسؓ نے کہا کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور اس نے نبی کریم ﷺ کے لئے اپنی ذات کی پیشکش کی، اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول کیا آپ کو میری ضرورت ہے؟ اس پر حضرت انسؓ کی بیٹی نے کہا کہ وہ کتنی بے حیا تھی، ہائے افسوس، ہائے افسوس، حضرت انسؓ نے کہا کہ وہ تم سے بہتر تھی اس کو نبی کریم ﷺ کی ذات میں دلچسپی ہوئی تو

اس نے اپنے آپ کو نبی کریم ﷺ کے لئے پیش کر دیا (بخاری)۔

امام بخاری نے یہ حدیث "باب عرض المرأة نفسها على الرجل الصالح" میں ذکر کی ہے، فتح الباری میں تحریر ہے کہ ابن المنیر نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ امام بخاری کی ندرت ہے کہ جب وہ واہبہ (خود کو نبی کریم ﷺ کو پیش کرنے والی عورت) والی حدیث میں ایک خصوصیت سے واقف ہوئے تو انھوں نے حدیث سے ایک ایسی بات مستنبط کی جس کی زیادہ اہمیت نہیں تھی، وہ یہ ہے کہ اگر عورت کو کسی نیک شخص سے خیر کی توقع ہو تو وہ خود کو اس کے لئے پیش کر سکتی ہے، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ واہبہ والی حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے سے بلند مقام شخص سے شادی کرنا چاہتی ہے تو اس میں کوئی عار نہیں ہے، خصوصاً جب کہ اس کے پیچھے کوئی نیک اور صالح مقصد ہو، مثلاً جس سے وہ شادی کرنا چاہتی ہے وہ دیندار ہو یا جس سے وہ شادی کرنا چاہتی ہو اس کے لئے اس کے دل میں ایسی خواہش ابھر گئی ہو کہ اس کو دبانے کے نتیجہ میں گناہ میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو۔

ابن دقیق العید کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ عورت خود کو ایسے شخص کے سامنے پیش کر سکتی ہے جس سے اس کو برکتوں کی امید ہو۔

## عورت کا شوہر کو چھوڑنے کے حق کے حصول پر قائم رہنا:

مندرجہ ذیل حدیث خاندان میں عورت کے مقام کا ذکر کرتے ہوئے بیان کی جا چکی ہے، میں اس حدیث کو یہاں پر دوبارہ بیان کر رہا ہوں تاکہ عورت کے اس حق کی مزید تاکید ہو جائے جس کا بہت سے لوگ انکار کرتے ہیں یعنی شوہر کو چھوڑنے کا حق، اس کے ساتھ ساتھ عورت کے اس حق کا بھی انکار کیا جاتا ہے جو اسے شوہر کے انتخاب کے سلسلہ میں حاصل ہے، ان دونوں حقوق کی تفصیل ان شاء اللہ خاندان سے متعلق بحث میں آئے گی۔

## ثابت بن قیسؓ کی بیوی نے جب اپنے شوہر کو ناپسند کیا تو انہیں چھوڑنے کے اپنے حق پر قائم رہیں:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ثابت بن قیس کی بیوی نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور کہا اے اللہ کے رسول! مجھے ثابت کی دینداری یا اخلاق سے کوئی شکایت نہیں، دراصل مجھے رشتہ داروں کی ناشکری کا خوف ہے، رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ کیا تم ان کا باغ لوٹانے کو تیار ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہاں، لہذا انھوں نے باغ لوٹا دیا، نبی کریم ﷺ نے ثابت کو حکم کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں، لہذا انھوں نے طلاق دے دی (بخاری)۔

## عاتکہ بن زید کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے اپنے حق پر قائم رہنا:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کی ایک اہلیہ فجر وعشاء کی نماز مسجد میں جماعت سے پڑھا کرتی تھیں، ان سے بعض لوگوں نے کہا کہ آپ مسجد میں نماز کے لئے کیوں جاتی ہیں، جب کہ آپ جانتی ہیں کہ عمرؓ اس کو ناپسند کرتے ہیں، اور ان کو غیرت آتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ وہ مجھے خود کیوں نہیں روکتے؟ لوگوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث انھیں آپ کو روکنے سے منع کرتی ہے کہ ’’اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجد میں آنے سے نہ روکو‘‘ (بخاری)۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ عبدالرزاق بن معمر نے زہری کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان کو ایک مرتبہ مسجد میں ڈانٹا تھا۔

## پیسہ کمانے کے لئے عورت کا بعض پیشوں کو اختیار کرنا:

### زینب بنت جحشؓ کا خود سے کام کرنا اور صدقہ کرنا:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم میں سب سے زیادہ سخی اور کھلے ہوئے ہاتھ والی زینب تھیں، وہ خود سے کام کرتی اور صدقہ کرتی تھیں (مسلم)۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی اہلیہ زینب کے پاس آئے، اس وقت وہ کھال کو دباغت دے رہی تھیں (مسلم)۔

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ حاکم نے مستدرک میں ایک حدیث بیان کی ہے اور کہا ہے کہ یہ مسلم کی شرط کے مطابق ہے، اس میں مذکور ہے کہ زینب بنت جحشؓ خود اپنے ہاتھ سے کام کرتی تھیں، وہ دباغت دیتی تھیں، کھالوں کو سلتی تھیں اور اللہ کی راہ میں صدقہ کیا کرتی تھیں۔

### ابن مسعودؓ کی اہلیہ زینب کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور اپنے شوہر اور اپنے زیر پرورش یتیموں پر خرچ کرنا:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اہلیہ زینب کہتی ہیں کہ میں مسجد میں تھی کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا وہ کہہ رہے تھے کہ اے خواتین! تم لوگ صدقہ کرو خواہ تم کو اپنا زیور ہی کیوں نہ صدقہ کرنا پڑے۔ حضرت زینب اپنے شوہر عبداللہ اور اپنے زیر پرورش یتیموں پر خرچ کیا کرتی تھیں، وہ کہتی ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس گئی، میں

نے وہاں دروازہ پر ایک انصاری خاتون کو پایا، ان کی ضرورت بھی وہی تھی جو میری تھی، ہمارے پاس سے بلالؓ گذرے، ہم نے ان سے کہا کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھئے کہ اگر ہم اپنے شوہر اور زیر پرورش یتیموں پر خرچ کرتے ہیں تو کیا یہ ہماری طرف سے قبول ہو جائے گا، حضرت بلالؓ اندر گئے اور آپ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے کہا کہ ہاں، قبول ہوگا اور ان کو دوہرا اجر ملے گا، ایک قرابت داری کا اور ایک صدقہ کا (بخاری ومسلم)۔

## مسجد میں اجتماع عام کی دعوت پر عورتوں کا لبیک کہنا:

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کہتی ہیں کہ لوگوں میں آواز لگائی گئی کہ "الصلاة جامعة" تو میں بھی لوگوں کے ساتھ چل پڑی، میں عورتوں کی سب سے اگلی صف میں تھی جو کہ مردوں کی صف کے بعد تھی (مسلم)۔

## ام کلثوم بنت ابی معیط کا نوخیز جوانی ہی میں اپنے اہل وعیال کو چھوڑ دینا اور ہجرت کرنا:

صحابی رسول مروان اور مسور بن مخرمہ سے مروی ہے کہ کچھ مومن خواتین ہجرت کر کے آئیں، ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بھی نبی کریم ﷺ کی طرف ہجرت کرنے والیوں میں سے ایک تھیں، وہ اس وقت جواں عمر تھیں، ان کے گھر والے نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے ان کو واپس کرنے کا مطالبہ کیا، لیکن نبی کریم ﷺ نے ان کو واپس نہیں کیا (بخاری)۔

## ام حرام کا سمندر میں غزوہ کرنے والوں کے ساتھ شہادت کی تمنا کرنا:

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ قبا جاتے تو ام حرام بن ملحان کے پاس جاتے تھے، وہ آپ ﷺ کو کھانا کھلاتی تھیں، ام حرام عبادہ بن صامت کی زوجیت میں تھیں، ایک دن نبی کریم ﷺ ان کے پاس گئے، انھوں نے کھانا کھلایا، اس کے بعد نبی کریم ﷺ سو گئے، پھر آپ ﷺ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے، وہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے کہا کہ میری امت کے کچھ لوگ جو سمندر میں جا کر اللہ کی راہ میں غزوہ کریں گے مجھے اس حال میں دکھائے گئے کہ وہ تختوں پر بادشاہوں کی طرح بیٹھے ہوئے تھے۔ ام حرام نے کہا کہ اللہ سے دعا کریئے کہ وہ مجھ کو بھی ان لوگوں میں شامل فرمائے، آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا کر دی، پھر آپ ﷺ اپنا سر رکھ کر سو گئے، دوبارہ پھر آپ ﷺ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے تو میں نے کہا کہ اللہ کے رسول! کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے کہا کہ میری امت کے کچھ لوگ

میرے سامنے غزوہ کرتے ہوئے پیش کئے گئے۔(ایک روایت میں ہے: میرے سامنے میری امت کا وہ پہلا لشکر پیش کیا گیا جو قیصر کے شہر پر حملہ آور ہوگا، اللہ ان سب کی مغفرت فرمائے گا) میں نے کہا کہ اللہ سے دعا کریئے کہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل فرمائے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم تو پہلے لوگوں میں سے ہو، ام حرامؓ نے حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں سمندر کے غزوہ میں شرکت کی، سمندر سے واپس آنے کے بعد وہ اپنی سواری سے گر پڑیں اور انتقال فرما گئیں (بخاری ومسلم)۔

## حضرت ام ہانی کا ایک محارب کو پناہ دینا اور اپنے معترض بھائی کی شکایت کرنا:

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب کہتی ہیں کہ میں فتح مکہ کے سال نبی کریم ﷺ کے پاس گئی....، میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا....، آپ ﷺ نے کہا خوش آمدید ام ہانی، میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول میرے بھائی علی بن ابی طالب کہتے ہیں کہ وہ اس شخص کو قتل کریں گے جس کو میں نے پناہ دی ہے، وہ فلاں ابن ہبیرہ ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے ام ہانی تم نے جس کو پناہ دی ہے ہم بھی اس کو پناہ دیتے ہیں (بخاری ومسلم)۔

## ہند بنت عتبہ کا اسلام لانے کے بعد نبی کریم ﷺ کو خراجِ تحسین پیش کرنا:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہند بنت عتبہ آئیں اور انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول اس سرزمین پر جتنے خیمے والے لوگ (یعنی اہل عرب) ہیں ان میں آپ کے خیمہ والوں سے زیادہ کسی اور کی ذلت مجھے پسند نہیں تھی، لیکن اب اس سرزمین پر جتنے بھی خیمہ والے لوگ ہیں ان میں آپ کے خیمہ والوں سے زیادہ کسی اور کی عزت مجھے پسند نہیں ہے (مسلم)۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ہند کی عقل کی پختگی کا اور اچھی طرح سے گفتگو کرنے کی صلاحیت کا علم ہوتا ہے۔

## ام ایمنؓ کا نبی کریم ﷺ کی موت کی وجہ سے وحی کے انقطاع پر مغموم ہونا:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ ہمارے ساتھ ام ایمن کے گھر چلئے ہم ان سے ملاقات کر آئیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ ان سے ملاقات کیا کرتے تھے، جب ہم لوگ ام ایمن کے پاس پہنچے تو وہ رو پڑیں، حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ نے ان سے کہا آپ کیوں رو رہی ہیں، اللہ

کے پاس جو کچھ ہے وہ اس کے رسول کے لئے سب سے اچھا ہے، انھوں نے کہا کہ میں اس لئے نہیں رو رہی ہوں کہ مجھے یہ نہیں معلوم ہے کہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اس کے رسول کے لئے سب سے اچھا ہے، بلکہ میں اس لئے رو رہی ہوں کیونکہ آسمان سے وحی کے آنے کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے، اس طرح انھوں نے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کو بھی رلا دیا، وہ دونوں بھی ایک ساتھ رونے لگے (مسلم)۔

### زینب بنت المہاجر کا حضرت ابوبکر صدیقؓ سے گفتگو کرنا:

قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ قبیلہ احمس کی ایک خاتون کے پاس گئے جس کا نام زینب بنت المہاجر تھا، حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا کہ وہ گفتگو نہیں کر رہی ہے، انھوں نے پوچھا کہ یہ گفتگو کیوں نہیں کر رہی ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس نے خاموش رہ کر حج ادا کرنے کی نذر مانی ہے، حضرت ابوبکرؓ نے اس عورت سے کہا کہ بات کرو کیونکہ خاموش رہنا جائز نہیں، یہ تو جاہلیت کا عمل ہے، اس وقت عورت نے گفتگو کی، اس نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ آپ کون ہیں؟ ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ مہاجر ہوں، اس نے پوچھا کون سے مہاجر؟ ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ میرا تعلق قریش سے ہے، اس نے پوچھا کہ قریش کی کس شاخ سے تمہارا تعلق ہے، ابوبکرؓ نے کہا کہ تم بہت سوال کرنے والی ہو، میں ابوبکرؓ ہوں، اس نے پوچھا کہ وہ دین جو اللہ نے جاہلیت کے بعد ہمارے پاس بھیجا ہے ہم اس پر کب تک قائم رہیں گے؟ ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ تم اس دین پر لوگ اس وقت تک قائم و باقی رہو گے جب تک کہ تمہارے ائمہ راہ راست پر رہیں گے، اس نے پوچھا کہ یہ ائمہ کیا ہیں؟ ابوبکرؓ نے کہا کہ کیا تمہاری قوم میں سردار نہیں ہیں، جو قوم کے لوگوں کو حکم دیتے ہیں تو لوگ ان کی اطاعت کرتے ہیں؟ اس نے کہا کیوں نہیں، ابوبکرؓ نے کہا کہ وہی لوگوں کے ائمہ ہیں (بخاری)۔

### حفصہ بنت عمرؓ کا عبداللہ بن عمرؓ کی غلطی کی نشاندہی کرنا:

حضرت نافع کہتے ہیں کہ مدینہ کی ایک سڑک پر ابن عمر کی ابن صیاد سے ملاقات ہو گئی، ابن عمر نے کوئی ایسی بات کہہ دی جس سے ابن صیاد خفا ہو گئے اور بری طرح بھڑک اٹھے حتی کہ سڑک پر لوگوں کا ازدحام ہو گیا، اس کے بعد ابن عمرؓ حضرت حفصہؓ کے پاس گئے، ان تک یہ بات پہلے ہی پہنچ چکی تھی، انھوں نے ابن عمر سے کہا کہ اللہ تمہارے اوپر رحم کرے تم ابن صیاد سے کیا چاہتے تھے، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ دجال ایک ایسی غصہ والی بات کی وجہ سے نکلے گا جس سے اس کو غصہ آ گیا ہو گا (مسلم)۔

### ام یعقوبؓ کا عبداللہ بن مسعودؓ سے مباحثہ کرنا:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ اللہ کی لعنت ہو گودنے والی اور گدوانے والی پر، بھویں اکھاڑنے والی پر، حسن کو خراب کرنے والی اور اللہ کی خلقت کو بدلنے والی پر، بنو اسد کی ایک خاتون جن کا نام ام یعقوب تھا اور جو قرآن پڑھا کرتی تھیں ان تک یہ بات پہنچی، وہ عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آئیں اور کہا مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے فلاں فلاں قسم کی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے، انھوں نے کہا کہ میں ان لوگوں پر لعنت کیوں نہ بھیجوں جن پر اللہ کے رسول نے لعنت بھیجی ہے اور جن پر قرآن میں بھی لعنت بھیجی گئی ہے؟ ام یعقوب نے کہا میں نے پورا قرآن پڑھا ہے میں نے اس میں وہ بات نہیں پائی جو آپ کہہ رہے ہیں، انھوں نے کہا کہ اگر آپ نے قرآن (صحیح سے) پڑھا ہوتا تو آپ ضرور اس میں یہ بات پالیتیں، کیا آپ نے قرآن میں یہ نہیں پڑھا ہے "**ما آتاکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا**" ام یعقوب نے کہا کیوں نہیں، انھوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے ان کاموں سے منع فرمایا ہے، ام یعقوب نے کہا لیکن میں آپ کے گھر والوں کو ایسا کرتے ہوئے دیکھتی ہوں، انھوں نے کہا کہ آپ (میرے گھر) جائیں اور دیکھ آئیں، لہذا وہ ابن مسعودؓ کے گھر گئیں اور انھوں نے دیکھا لیکن وہ جو چیز دیکھنے گئی تھیں انھیں وہ نظر نہیں آیا، ابن مسعودؓ نے کہا کہ اگر ہماری بیوی ایسا کرتی ہوتی تو میں اس کے ساتھ نہ رہتا (بخاری ومسلم)۔

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ ام یعقوب نے حقیقت میں حضرت ابن مسعودؓ کی اہلیہ کو ویسا کرتے ہوئے دیکھا تھا، لیکن ابن مسعودؓ نے اپنی بیوی کو اس عمل کے کرنے سے روک دیا تھا لہذا وہ اس سے باز آگئی تھیں، جب ام یعقوب ان کے پاس گئیں تو انھوں نے جو پہلے دیکھا تھا انہیں وہ نظر نہ آیا، ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ام یعقوب کا ابن مسعود سے مباحثہ کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ام یعقوب کو قرآن میں درک حاصل تھا۔

### ام الدرداء کا عبدالملک بن مروان کے بعض رویوں پر نکیر کرنا:

زید بن اسلم کہتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے اپنے پاس سے کچھ سامان ام الدرداء کے پاس بھجوایا، ایک رات عبدالملک بن مروان اٹھا اور اس نے اپنے خادم کو آواز دی، خادم نے آنے میں تھوڑی تاخیر کردی، تو عبدالملک نے اسے ملامت کیا، جب صبح ہوئی تو ام الدرداء نے کہا میں نے رات میں دیکھا کہ جب تم نے خادم کو بلایا اس وقت تم نے اس کو ملامت کیا تھا، میں نے ابوالدرداء کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن لعنت کرنے والے کسی کے حق میں سفارشی یا گواہ نہ بن سکیں گے (مسلم)۔

اس کے علاوہ اور بہت سی مثالیں ہیں جن سے مسلم خاتون کی شخصیت کی عظمت اور اپنے حقوق وواجبات کو صحیح طور پر سمجھنے کی صلاحیت کا علم ہوتا ہے، یہ مثالیں اس کتاب میں جا بجا پھیلی ہوئی ہیں، ان میں سے کچھ مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

☆ حدیبیہ کے دن حضرت ام سلمہؓ کا نبی کریم ﷺ کو مشورہ دینا۔
☆ جب خولہ بنت ثعلبہ کے شوہر نے ان سے ظہار کیا تھا اس وقت ان کا نبی کریم ﷺ سے لڑنا۔
☆ جس دن حضرت عمر بن الخطابؓ نے کشتی والوں کی ہجرت کے مقام کو کم بتایا تھا اس دن اسماء بنت عمیسؓ کا ان سے دوبدو ہونا۔
☆ حضرت ام سلمہؓ کا حضرت عمر بن الخطابؓ سے اس دن مباحثہ کرنا جس دن انھوں نے ازواج مطہرات پر نبی کریم ﷺ سے بحث کرنے کے سلسلہ میں نکیر کی تھی۔
☆ چاند گہن کی نماز میں اسماء بنت ابی بکرؓ کا بہت سی خواتین کے ساتھ شرکت کرنا یہاں تک کہ ان پر غشی طاری ہوگئی۔
☆ اپنے بیٹے کی وفات کی خبر اپنے شوہر کو دینے میں ام سلیم کی ہمت اور ان کی نرمی۔
☆ جہاد میں شرکت کے خطرات کے مقابلہ کے لئے ام سلیم کی تیاری۔
☆ اپنے والد کی وفات کے بعد حفصہ بنت عمرؓ کا خلافت کے مسئلہ میں دلچسپی لینا۔
☆ اسماء بنت ابی بکرؓ کا حجاج کی سختیوں اور ظلم کا مقابلہ کرنا۔
☆ حضرت عائشہؓ کا صحابہ کی غلطیوں پر استدراک کرنا۔
☆ حضرت فاطمہ بنت قیس کا ان لوگوں پر استدراک جو اس بات کے قائل تھے کہ عدت کی مدت کے دوران شوہر کے گھر میں مطلقہ کا تین دن رہنا ضروری ہے۔

## فصل چہارم:

# خواتین شخصیات

قرآن کریم میں گذشتہ انبیاء کے زمانہ کی بعض عظیم المرتبت خواتین شخصیات کا ذکر آیا ہے، اسی طرح احادیث نبویہ میں بھی حضرت ابراہیمؑ کے عہد کی دو عظیم شخصیات کے ذکر کے ساتھ ساتھ بہت سی نیک وصالح صحابیات کا ذکر آیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ یہاں پر ان نیک وعظیم خواتین کا تذکرہ کرنے سے اس مسلمان خاتون کی شخصیت کے خدوخال مزید واضح ہوجائیں گے، جس کو اسلام نے آزاد کیا اور جس کے مقام کو بلند کیا حتی کہ بہت ساری خواتین کمال کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوگئیں۔

### سارہؑ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ:

ان کی بے مثال خوبصورتی: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (اپنی اہلیہ) سارہ کے ساتھ ہجرت کی، آپ ان کے ساتھ ایک گاؤں میں گئے جہاں ایک بادشاہ رہا کرتا تھا، یا آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک ظالم شخص رہا کرتا تھا۔ اس سے کہا گیا کہ ابراہیمؑ ایک خوبصورت ترین خاتون کے ساتھ آئے ہوئے ہیں، لہذا بادشاہ نے ان کو بلا بھیجا (بخاری ومسلم)۔

سختی کے وقت ان کی ثابت قدمی: گذشتہ حدیث کا تتمہ: بادشاہ نے ان کو بلا بھیجا (اور ان سے کہا کہ) اے ابراہیم! یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ یہ میری بہن ہے، پھر ابراہیمؑ سارہ کے پاس آئے اور کہا کہ تم میری بات نہ جھٹلانا، میں نے ان کو بتایا ہے کہ تم میری بہن ہو۔ (خدا کی قسم اس سرزمین پر میرے اور تمہارے علاوہ کوئی بھی مومن نہیں ہے، پھر بادشاہ نے سارہ کو بلا بھیجا)۔

ان کا اللہ کی طرف حسن رجوع: حدیث کا تتمہ: پھر بادشاہ نے حضرت سارہؑ کو بلا بھیجا پھر وہ ان کی طرف بڑھا، تو وہ وضو کرنے لگیں اور نماز پڑھنے لگیں، اور انھوں نے دعا کی کہ اے اللہ اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنے شوہر کے علاوہ ہر ایک سے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی ہے تو تو مجھ پر اس کافر کو مسلط

نہ کر، تو بادشاہ لڑ کھڑا کر گر پڑا۔

ان کی ذہانت اور انجام کو محسوس کر لینا: حدیث کا تتمہ: لہذا وہ بادشاہ لڑ کھڑا کر گر پڑا، انھوں نے کہا کہ اے اللہ اگر یہ مر جاتا ہے تو یہ کہا جائے گا کہ اس عورت نے اسے قتل کیا ہے، پھر بادشاہ ان کی طرف بڑھا لہذا وہ اٹھ کر وضو کرنے لگیں اور نماز میں مصروف ہوگئیں اور دعا کرنے لگیں کہ اے اللہ اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنے شوہر کے علاوہ ہر ایک سے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی ہے تو تو مجھ پر اس کافر کو مسلط نہ کر، لہذا بادشاہ لڑ کھڑا کر گر پڑا، اس پر انہوں نے کہا کہ اے اللہ اگر یہ مر جاتا ہے تو یہ کہا جائے گا کہ اس اس عورت نے قتل کیا ہے، لہذا بادشاہ نے دوسری یا تیسری مرتبہ میں اپنے خدام کو آواز دی۔

اللہ کی جانب سے ان کا اعزاز: حدیث کا تتمہ: اس نے کہا کہ خدا کی قسم تم نے میرے پاس ایک شیطان بھیجا تھا، اس کو ابراہیم کے پاس لے جاؤ اور اسے ہاجرہ دے دو، حضرت سارہؑ حضرت ابراہیمؑ کے پاس گئیں اور کہا کہ آپ نے دیکھا کہ اللہ نے کافر کو رسوا کر دیا اور اپنی ایک بندی کی مدد کی (بخاری ومسلم)۔

## مہمانوں کے استقبال اور فرشتوں سے خوشخبری سننے میں ان کی شرکت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور دیکھو ابراہیمؑ کے پاس ہمارے فرشتے خوشخبری لئے ہوئے پہنچے، کہا تم پر سلام ہو، ابراہیمؑ نے جواب دیا تم پر بھی سلام ہو، پھر کچھ دیر نہ گذری کہ ابراہیمؑ ایک بھنا ہوا بچھڑا (ان کی ضیافت کے لئے) لے آیا، مگر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے پر نہیں بڑھتے تو وہ ان سے مشتبہ ہوگیا اور دل میں ان سے خوف محسوس کرنے لگا، انھوں نے کہا ڈرو نہیں، ہم تو لوطؑ کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں، ابراہیمؑ کی بیوی بھی کھڑی ہوئی تھی، وہ یہ سن کر ہنس دی، پھر ہم نے اس کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی، وہ بولی ہائے میری کم بختی! کیا اب میرے ہاں اولاد ہوگی جب کہ میں بڑھیا پھونس ہوگئی اور میرے میاں بھی بوڑھے ہو چکے؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے، فرشتوں نے کہا اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ ابراہیم کے گھر والو، تم لوگوں پر تو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں اور یقیناً اللہ نہایت قابل تعریف اور بڑی شان والا ہے''۔ (سورۂ ہود: ۷۳-۶۹)

## ہاجرہؑ: حضرت اسمٰعیلؑ کی والدہ:

ان کا اللہ پر حسن توکل: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت ہاجرہ نے کمر پٹہ باندھا، ان کی غرض یہ تھی کہ سارہ ان کا سراغ نہ پائیں، پھر ابراہیمؑ حضرت ہاجرہؑ اور ان کے شیر خوار بیٹے

اسمٰعیل کو لے کر خانہ کعبہ کے پاس آئے، اوران کو وہاں پر زمزم کے اوپر ایک درخت کے پاس چھوڑ دیا، یہ مسجد کا بلندی کا حصہ تھا، اس وقت مکہ میں کوئی شخص بھی نہیں تھا، اور نہ ہی وہاں پانی تھا، ایسی جگہ پر ابراہیمؑ نے ان دونوں کو چھوڑ دیا اوران کے پاس کھجور کا ایک تھیلا اور پانی کا ایک مشکیزہ چھوڑ دیا، پھر ابراہیمؑ پلٹ کر جانے لگے، اسمٰعیل کی والدہ ان کے پیچھے پیچھے آئیں اور انھوں نے کہا اے ابراہیمؑ آپ ہمیں اس وادی میں جہاں نہ کوئی غمخوار ہے اور نہ ہی کچھ اور ہے چھوڑ کر کہاں جارہے ہیں؟ انھوں نے ابراہیمؑ سے بار بار یہی سوال کیا لیکن ابراہیمؑ ان کی طرف متوجہ نہیں ہورہے تھے، لہذا انھوں نے حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا کہ کیا اللہ نے آپ کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟ ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ ہاں، انھوں نے کہا کہ پھر اللہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا، پھر وہ واپس ہوگئیں، ایک روایت میں ہے: اے ابراہیمؑ آپ ہمیں کس کے حوالہ کرکے جارہے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ اللہ کے حوالہ کرکے جارہا ہوں، اس پر سارہ نے جواب دیا کہ میں اللہ سے راضی ہوں (بخاری)۔

علاقہ کی وحشت کے باوجود ان کی ثابت قدمی: ابراہیمؑ چل پڑے یہاں تک کہ جب وہ ثنیہ کے پاس پہنچے جہاں سے ان کی بیوی اور بچے ان کو دیکھ نہیں سکتے تھے، تو انھوں نے خانہ کعبہ کی طرف رخ کیا اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعائیں کیں، پروردگار میں نے ایک بے آب وگیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے، پروردگار، یہ میں نے اس لئے کیا ہے کہ یہ لوگ یہاں نماز قائم کریں، لہذا تو لوگوں کے دلوں کو ان کا مشتاق بنا اوران کو کھانے کو پھل دے شاید کہ یہ شکر گذار بنیں اور اسمٰعیل کی والدہ ان کو دودھ پلاتی رہیں اور ابراہیمؑ کے چھوڑے ہوئے مشکیزہ سے پانی پیتی رہیں، یہاں تک کہ جب مشکیزہ کا پانی ختم ہوگیا، تو ان کو اوران کے بیٹے دونوں کو پیاس لگنے لگی، انھوں نے دیکھا کہ ان کا بیٹا پیاس کی شدت کی وجہ سے لوٹ پوٹ رہا ہے، تو وہ وہاں سے چل پڑیں کیونکہ وہ اس حال میں اپنے بیٹے کو دیکھنا نہیں چاہ رہی تھیں، ان کو زمین پر سب سے قریب صفا پہاڑ نظر آیا، وہ پہاڑ پر کھڑی ہوگئیں اور وادی کی طرف رخ کرکے دیکھنے لگیں کہ کوئی شخص نظر آجائے، لیکن ان کو کوئی بھی نظر نہ آیا، تو وہ صفا سے اتر گئیں اور جب وادی میں پہنچیں تو انھوں نے ایک جانب سے اپنی قمیص تھوڑی سے اٹھالی اور پریشان حال شخص کی طرح دوڑنے لگیں، یہاں تک کہ وہ وادی عبور کرکے مروہ کے پاس پہنچی اوراس پر کھڑی ہوکر دیکھنے لگیں کہ کوئی شخص نظر آجائے لیکن ان کو کوئی بھی نظر نہ آیا۔ انھوں نے سات مرتبہ اسی طرح کیا، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کہا کہ لوگ اسی لئے صفا ومروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں۔

اللہ کی جانب سے ان کا اعزاز: حدیث کا تتمہ: جب ہاجرہؑ مروہ پر پہنچیں تو ان کو ایک آواز سنائی دی،

انھوں نے خود سے کہا کہ خاموش رہو، پھر انھوں نے غور سے کان لگا کر سنا تو پھر ان کو ایک آواز سنائی دی، انھوں نے کہا کہ میں نے آواز سن لی، کیا تمہارے پاس ہمارے لئے کوئی مدد ہے، پھر اچانک ان کے سامنے زمزم کی جگہ پر ایک فرشتہ نمودار ہوا، پھر اس نے اپنی ایڑی رگڑی (یا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے اپنے پر رگڑے) حتی کہ وہاں پر پانی نکل آیا، ہاجرہؓ پانی جمع کرنے لگیں، اور مشکیزہ میں پانی بھرنے لگیں، مشکیزہ بھرنے کے بعد بھی پانی ابلتا رہا، ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اسمٰعیل کی والدہ پر رحم فرمائے اگر انھوں نے زمزم کو چھوڑ دیا ہوتا (یا آپ ﷺ نے یہ کہا اگر انھوں نے زمزم سے پانی نہ بھرا ہوتا) تو زمزم ایک چشمہ ہوتا، نبی کریم ﷺ کہتے ہیں کہ پھر ہاجرہ نے پانی پیا، اپنے بیٹے کو پلایا، فرشتے نے ان سے کہا کہ آپ لوگ ضائع ہونے کا اندیشہ نہ رکھیں، کیونکہ یہ خانۂ خدا ہے جس کو یہ بچہ اور اس کے والد مل کر تعمیر کریں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے لوگوں کو ضائع نہیں کرتا۔

زندگی سے ان کا تعلق اور ان کی حسن تدبیر: حدیث کا تتمہ: خانہ کعبہ زمین سے بلند تھا گویا کہ وہ ٹیلہ ہو، وہاں سیلاب کا پانی آتا اور دائیں و بائیں جانب چلا جاتا، ہاجرہ اسی طرح زندگی گذار رہی تھیں کہ ان کے پاس سے قبیلہ جرہم کے کچھ لوگوں کا گذر ہوا جو مقام کداء سے آرہے تھے، ان لوگوں نے مکہ کے نچلے حصہ میں پڑاؤ ڈالا، انھوں نے اپنے اوپر ایک پرندے کو منڈلاتے دیکھا، انھوں نے کہا کہ یہ پرندہ پانی کے اوپر چکر لگاتا ہے حالانکہ ہمارا اس وادی کے سلسلہ میں تجربہ یہ ہے کہ یہاں پانی نہیں ہے، انھوں نے ایک یا دو تیز رفتار شخص کو بھیجا، تو ان کو پانی نظر آ گیا، وہ دونوں لوٹ کر اپنے لوگوں کے پاس آئے اور ان کو پانی کی موجودگی کی خبر دی تو وہ سب پانی کی طرف چلے آئے، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اس وقت اسماعیل کی والدہ پانی کے پاس تھیں، ان لوگوں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ ہمیں اپنے پاس پڑاؤ ڈالنے کی اجازت دیں گی، انھوں نے کہا کہ ہاں ٹھیک ہے لیکن پانی پر تمہارا کوئی حق نہ ہوگا، ان لوگوں نے جواب دیا کہ ٹھیک ہے، ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اسمٰعیل کی والدہ چونکہ انسیت پسند تھیں اس وجہ سے ان کو یہ اچھا لگا، لہذا قبیلہ جرہم کے لوگوں نے وہاں پڑاؤ ڈال دیا اور اپنے گھر والوں کو بلا بھیجا، انھوں نے بھی آ کر وہیں پڑاؤ ڈال دیا، وہاں پر بہت سارے گھر ہو گئے، ہاجرہ کا بیٹا بھی جوان ہو گیا، اس نے عربی زبان سیکھ لی، اور اس میں بڑی مہارت پیدا کر لی، جب وہ نوجوان ہو گئے تو قبیلہ جرہم کے لوگ ان کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنے لگے لہذا انھوں نے اپنے قبیلہ کی ایک خاتون سے ان کی شادی کر دی۔ (بخاری)

## خدیجہ بنت خویلد: نبی کریم ﷺ کی اہلیہ:

حضرت علی بن ابی طالبؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے اچھی خاتون مریم بنت

عمران ہیں اور سب سے اچھی خاتون خدیجہ ہیں (بخاری ومسلم)۔

اپنے شوہر کے ساتھ اچھا سلوک: ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ پر سب سے پہلے وحی کا آغاز ہوا تو اس کی شکل یہ تھی کہ آپ کو نیند میں سچے خواب دکھائے جاتے، آپ ﷺ جو بھی خواب دیکھتے اس کی تعبیر صبح کی روشنی کی طرح سامنے آجاتی، پھر آپ کو خلوت وتنہائی اچھی لگنے لگی، آپ ﷺ غار حراء کی تنہائی میں جاتے اور گھر لوٹنے سے پہلے کئی کئی راتیں وہیں عبادتیں کرتے رہتے، آپ ﷺ اتنی مدت کے لئے توشہ لے جاتے، پھر آپ لوٹ کر حضرت خدیجہؓ کے پاس آتے، وہ پھر اتنے ہی دنوں کے لئے توشہ تیار کر دیتیں، یہ سلسلہ چلتا رہا حتی کہ غار حراء میں آپ کے پاس حق آگیا۔

ان کی انتہائی ذہانت اور بہترین توکل: گذشتہ حدیث کا تتمہ: یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاس غار حراء میں حق آگیا، آپ ﷺ کے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ پڑھو، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ فرشتہ نے مجھے پکڑا اور بھینچا حتی کہ مجھے بڑی تکلیف ہوئی پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا، اور کہا کہ پڑھو، میں نے کہا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا، اس نے مجھے پکڑا اور مجھے دوبارہ بھینچا حتی کہ مجھے بڑی تکلیف ہوئی، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھو، میں نے کہا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا، اس نے مجھے تیسری مرتبہ پکڑ کر بھینچا اور چھوڑ دیا اور کہا "اقرأ باسم ربک الذی خلق، خلق الانسان من علق، اقرأ وربک الاکرم" نبی کریم ﷺ ان آیات کو لے کر واپس ہوئے، اس وقت آپ ﷺ کا دل دہل رہا تھا، آپ ﷺ خدیجہ بنت خویلدؓ کے پاس گئے اور کہا کہ مجھے چادر اوڑھاؤ، مجھے چادر اوڑھاؤ، انھوں نے ان کو چادر اوڑھادی تو آپ ﷺ کا خوف جاتا رہا، آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے پورا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ مجھے اپنی جان کا خوف ہے، حضرت خدیجہؓ نے کہا کہ ہرگز نہیں، خدا کی قسم اللہ آپ ﷺ کو ضائع نہیں کرے گا، آپ ﷺ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، لوگوں کے بوجھ کو اٹھاتے ہیں، مسکینوں کے لئے کماتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصائب زمانہ میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

ان کا نبی کریم ﷺ کا محبت بھرا خیال رکھنا اور اچھی طرح سے دیکھ ریکھ کرنا: حدیث کا تتمہ: حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کو لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن العزی کے پاس گئیں، ورقہ بن نوفل نے زمانہ جاہلیت میں عیسائیت قبول کر لی تھی، وہ عبرانی کتاب لکھا کرتے تھے، وہ عبرانی انجیل سے بھی لکھا کرتے تھے، وہ بوڑھے اور اندھے تھے، حضرت خدیجہؓ نے ان سے کہا کہ اے بھائی دیکھو تمہارا بھتیجہ کیا کہہ رہا ہے، ورقہ بن نوفل

نے آپ ﷺ سے کہا کہ اے بھتیجے تجھے کیا ہوا، نبی کریم ﷺ کے ساتھ جو کچھ واقعہ پیش آیا تھا انھوں نے بیان کر دیا، ورقہ نے آپ ﷺ سے کہا کہ یہ وہ ناموس ہے جو حضرت موسیٰ کے پاس آیا تھا، کاش میں اس وقت نوجوان اور زندہ ہوتا جب تمہاری قوم تم کو نکالے گی، نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ کیا میری قوم مجھے نکال دے گی؟ انھوں نے کہا کہ ہاں، جو چیز تم لے کر آئے ہو وہ جو شخص بھی لے کر آیا اس سے دشمنی کی گئی، اگر میں اس دن موجود رہا تو میں تمہاری پوری مدد کروں گا (بخاری)۔

مسند احمد میں ایک روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خدیجہؓ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے میرے ساتھ کفر کا رویہ اختیار کیا، انھوں نے میری اس وقت تصدیق کی جب تمام لوگوں نے میری تکذیب کی اور انھوں نے اس وقت اپنے مال سے میری مدد کی جس وقت لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا تھا۔

نبی کریم ﷺ کی صالح اولاد کا ماں ہونا: حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ کبھی کبھی میں نبی کریم ﷺ سے کہتی تھی کہ ایسا لگتا ہے کہ دنیا میں خدیجہؓ کے علاوہ کوئی عورت ہے ہی نہیں؟ آپ ﷺ فرماتے کہ ہاں خدیجہؓ ایسی ہی تھیں، ان سے میری اولاد بھی تھی (بخاری)۔

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے: مجھے اللہ تعالیٰ نے ان سے اولاد دی جبکہ میں دوسری بیویوں سے اولاد سے محروم رہا۔

نبی کریم ﷺ کی حضرت خدیجہؓ سے محبت: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے خدیجہؓ کی محبت دی گئی (مسلم)۔

نبی کریم ﷺ کا حضرت خدیجہؓ کا اکرام کرنا: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کی وفات تک کسی سے شادی نہیں کی (مسلم)۔

حضرت خدیجہؓ کی یادوں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی وفاداری: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ کی بیویوں میں جتنا رشک حضرت خدیجہؓ پر آیا اتنا رشک کسی پر نہیں آیا، حالانکہ میں نے ان کو دیکھا بھی نہیں ہے، نبی کریم ﷺ کثرت سے ان کا ذکر کیا کرتے تھے، کبھی کبھی آپ ﷺ بکری ذبح کرتے، پھر اس کے ٹکڑے کرتے، پھر اسے حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کے پاس بھجواتے (بخاری و مسلم)۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کی بہن ہالہ بنت خویلد نے نبی کریم ﷺ کے پاس آنے کی اجازت مانگی، آپ ﷺ نے سمجھا کہ خدیجہؓ اجازت مانگ رہی ہیں، تو آپ ﷺ گھبرا گئے، آپ ﷺ نے کہا

کہ اچھا ہالہ ہیں! حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ مجھے بڑی غیرت آئی، میں نے کہا کہ آپ ﷺ قریش کی ایک بڑھیا کو جس کے جبڑے سرخ تھے اور جو کب کی مر چکی ہے کیوں یاد کرتے ہیں؟ حالانکہ اللہ نے آپ کو اس کا بہترین بدل عطا کیا ہے (بخاری ومسلم)۔ مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے ان کا بہترین بدل نہیں عطا کیا ہے۔

اللہ کی جانب سے حضرت خدیجہؓ کا اعزاز: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جبرئیل نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے اللہ کے رسول، خدیجہ آئی ہیں، ان کے پاس ایک برتن ہے جس میں سالن (یا انھوں نے کہا کہ کھانا یا یہ کہا کہ پانی) ہے، جب وہ آپ کے پاس آئیں تو ان کو ان کے رب کا اور میرا سلام کہئے، اور ان کو جنت میں موتیوں کے ایک گھر کی بشارت دیجئے، اس میں نہ کوئی شور ہوگا اور نہ ہی تھکن۔ (بخاری ومسلم)

## حضرت فاطمۃ الزہراء: نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی:

### اپنے والد کا اچھی طرح سے خیال رکھنا:

بچپن میں: حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے، وہیں پر کچھ قریش اپنی محفلوں میں بیٹھے ہوئے تھے، ان میں سے ایک نے کہا کیا تم لوگ اس ریاکار کو دیکھ رہے ہو؟ تم میں سے کون فلاں قبیلہ میں جاکر وہاں پڑی اوجھڑی میں سے گوبر، خون اور انتڑیاں نکال لائے گا، اور جب یہ سجدہ میں جائے تو اس کے کندھے پر ڈالے گا؟ ان لوگوں میں سب سے زیادہ بدبخت شخص اٹھ کھڑا ہوا اور نبی کریم ﷺ کے سجدہ میں جانے کے بعد اس نے ساری گندگی آپ ﷺ کے کندھوں پر ڈال دی، نبی کریم ﷺ سجدہ کی حالت ہی میں رہ گئے، وہ لوگ ہنسنے لگے اور ہنستے ہنستے ایک دوسرے کے اوپر گرنے لگے، حضرت جویریہؓ نے حضرت فاطمہؓ کو جاکر اطلاع دی، حضرت فاطمہؓ دوڑتی ہوئی آئیں، اس وقت بھی آپ ﷺ سجدہ کی حالت ہی میں تھے، انھوں نے آپ ﷺ کے کندھوں سے وہ گندگی ہٹائی اور قریش کے لوگوں کو برا بھلا کہنے لگیں (بخاری ومسلم)۔

جوانی میں: حضرت سہلؓ سے احد کے دن نبی کریم ﷺ کو آئے زخموں کے بارے میں پوچھا گیا، انھوں نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ کا چہرہ زخمی ہو گیا تھا، آپ ﷺ کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے تھے اور آپ کے سر پر خود ٹوٹ گئی تھی، حضرت فاطمہؓ خون کو دھلتی تھیں اور حضرت علی اسے روک رہے تھے، جب انھوں نے دیکھا کہ خون بڑھتا ہی جارہا ہے تو انھوں نے ایک چٹائی جلائی، جب وہ راکھ ہوگئی تو اس کو زخم پر لگایا، اس طرح خون رک گیا

(بخاری ومسلم)۔

حضرت علیؓ سے آپ کی شادی: حضرت علی بن ابی الطالبؓ کہتے ہیں کہ جب میں نے فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ سے شادی کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے بنوقینقاع کے ایک سنار سے وعدہ لیا کے وہ میرے ساتھ سفر کرے تا کہ ہم اذخر (ایک قسم کی قیمتی گھاس) لے کر آئیں، میرا ارادہ یہ تھا کہ میں اسے سناروں سے بیچ دوں گا اور پھر اس کے ذریعہ اپنا ولیمہ کروں گا (بخاری ومسلم)۔

ان کا صبر اور شوہر کے گھر کی نگہبانی: حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ چکی چلانے کی وجہ سے فاطمہؓ کے ہاتھ میں جو چھالے پڑ گئے تھے اس کی شکایت کرنے کے لئے وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں، کیونکہ ان کو یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ آپ ﷺ کے پاس غلام آئے ہیں، لیکن ان کی ملاقات نبی کریم ﷺ سے نہیں ہوسکی، انھوں نے حضرت عائشہؓ سے اس کا تذکرہ کیا، جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے، حضرت عائشہؓ نے یہ بات آپ ﷺ سے بتا دی، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس آئے، اس وقت ہم اپنے بستر پر جا چکے تھے، ہم بستر سے اٹھنے لگے تو آپ ﷺ نے کہا کہ اپنی جگہوں پر رہو، آپ ﷺ آئے اور میرے وفاطمہؓ کے درمیان بیٹھ گئے، یہاں تک کہ مجھے نبی کریم ﷺ کے پیروں کی ٹھنڈک اپنے پیٹ پر محسوس ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دونوں نے جس چیز کا مطالبہ کیا ہے کیا میں تم دونوں کو اس سے بھی اچھی چیز نہ بتا دوں؟ جب تم دونوں اپنے بستر پر جاؤ تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کرو، یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے (بخاری ومسلم)۔

ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ میری زوجیت میں تھیں، وہ چکی چلاتی تھیں جس کی وجہ سے ان کے ہاتھ پر نشان پڑ گئے تھے، وہ مشکیزہ میں پانی بھرتی تھیں جس کی وجہ سے ان کی گردن پر نشان پڑ گیا تھا، وہ جھاڑو دیتی تھیں جس کی وجہ سے ان کے کپڑے گندے ہو جاتے تھے، ابوداؤد ہی کی ایک روایت میں ہے: وہ روٹی بناتی تھیں جس کی وجہ سے ان کا چہرہ بدل گیا تھا۔

ان کی خاطر نبی کریم ﷺ کا خفا ہونا: مسور بن مخرمہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ابوجہل کی صاحبزادی کو شادی کا پیغام بھیجا، حضرت فاطمہؓ کو اس کا علم ہوگیا، وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور کہا آپ کی قوم کے لوگ کہتے ہیں کہ آپ اپنی بیٹیوں کے لئے خفا نہیں ہوا کرتے، یہ دیکھئے علی ابوجہل کی بیٹی سے شادی کرنے جا رہے ہیں، نبی کریم ﷺ کھڑے ہوگئے، میں نے نبی کریم ﷺ کو حمد وثنا کے بعد کہتے ہوئے سنا: اما بعد! میں نے ابوالعاص

بن ربیع سے اپنی ایک بیٹی کی شادی کی، تو اس سے مجھ سے گفتگو کی اور سچ بولا، فاطمہؓ میرا ایک حصہ ہیں، میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ کوئی ان کو تکلیف پہنچائے، ایک روایت میں ہے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ دین کے سلسلہ میں فتنہ میں نہ مبتلا ہو جائے، میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ ہی کسی حرام کو حلال کرتا ہوں، لیکن خدا کی قسم اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک گھر میں جمع نہیں کی جا سکتی، حضرت علیؓ خطبہ چھوڑ کر چلے گئے (بخاری و مسلم)۔

نبی کریم ﷺ کی جانب سے ان کا، ان کے شوہر اور ان کے دونوں بیٹوں کا اکرام: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک صبح نبی کریم ﷺ کالے بال کی منقش چادر اوڑھ کر نکلے، آپ ﷺ کے پاس حسن بن علیؓ آ گئے، آپ ﷺ نے ان کو چادر میں داخل کر لیا، پھر حسینؓ آئے، وہ بھی آپ ﷺ کی چادر میں آ گئے، پھر فاطمہؓ آئیں، آپ ﷺ نے ان کو بھی چادر میں داخل کر لیا پھر حضرت علیؓ آئے، آپ ﷺ نے ان کو بھی چادر میں داخل کر لیا اور کہا ''اے اہل بیت اللہ تم لوگوں سے ناپاکی کو دور کرنا چاہتا ہے اور تم لوگوں کو پاک وصاف کرنا چاہتا ہے'' (مسلم)۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ہم سب بیویاں نبی کریم ﷺ کے پاس تھیں، ہم میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہ گیا تھا، اتنے ہی میں فاطمہؓ بھی آ گئیں، نبی کریم ﷺ نے ان کا استقبال کیا اور کہا کہ خوش آمدید میری بیٹی، پھر آپ ﷺ نے ان کو اپنے دائیں یا بائیں جانب بٹھایا، پھر آپ ﷺ نے ان سے سرگوشی میں کوئی بات کہی تو وہ بہت زیادہ رونے لگیں، جب آپ ﷺ نے ان کو مغموم دیکھا تو دوبارہ پھر سرگوشی میں کوئی بات کہی تو وہ ہنسنے لگیں، تمام بیویوں میں سے میں نے ان سے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے ہم تمام لوگوں کے درمیان میں سے تم کو راز کے لئے مخصوص کیا پھر بھی تم رو رہی ہو، جب نبی کریم ﷺ اٹھ کر چلے گئے تو میں نے فاطمہ سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ نے تم سے کیا سرگوشی کی تھی؟ انھوں نے کہا کہ میں نبی کریم ﷺ کے راز کو افشا نہیں کر سکتی، جب آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا، تو میں نے فاطمہؓ سے کہا کہ میں تمہیں اپنے اس حق کا حوالہ دے کر پوچھتی ہوں جو تم پر ہے کہ تم سے نبی کریم ﷺ نے کیا سرگوشی کی تھی، انھوں نے کہا کہ ہاں اب میں بتا سکتی ہوں، لہذا انھوں نے بتایا کہ جب نبی کریم ﷺ نے پہلی مرتبہ مجھ سے سرگوشی کی تھی تو مجھے یہ بتایا تھا کہ جبرئیل مجھے ہر سال ایک مرتبہ قرآن سناتے اور سنتے تھے لیکن اس سال انھوں نے دو مرتبہ قرآن سنایا اور سنا، مجھے لگتا ہے کہ میری موت کا وقت قریب آ گیا ہے، لہذا تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صبر کرو، میں تمہارے لئے بہترین سلف ہوں، یہ سن کر میں رو پڑی، جیسا کہ آپ نے دیکھا تھا، جب آپ ﷺ نے مجھے مغموم دیکھا تو مجھ سے پھر سرگوشی کی اور کہا کہ اے فاطمہؓ کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تمہیں تمام مومنین کی بیویوں (یا آپ ﷺ نے کہا اس امت کی خواتین) کا سردار بنا دیا جائے،

(ایک روایت میں ہے: وہ یہ سن کر ہنس پڑیں) (بخاری ومسلم)۔

ابوداؤد، ترمذی اور نسائی کی ایک روایت میں ہے..... جب فاطمہؓ نبی کریم ﷺ کے پاس آتیں تو آپ ﷺ ان کے لئے کھڑے ہو جاتے، ان کو بوسہ دیتے اور ان کو اپنی جگہ پر بٹھاتے، جب نبی کریم ﷺ فاطمہؓ کے پاس جاتے تو وہ بھی ایسا ہی کرتیں، جب نبی کریم ﷺ بیمار ہو گئے تو فاطمہؓ ان کے پاس گئیں اور آپ ﷺ کو بوسہ دینے لگیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ دوپہر میں نکلے، وہ نہ مجھ سے گفتگو کر رہے تھے اور نہ ہی میں ان سے گفتگو کر رہا تھا، یہاں تک کہ آپ ﷺ بنو قینقاع کے بازار تک پہنچ گئے، پھر میں حضرت فاطمہؓ کے گھر کے آنگن میں بیٹھ گیا، آپ ﷺ نے پوچھا کیا یہاں کوئی بچہ ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے بچہ کو تھوڑی دیر روک لیا، مجھے محسوس ہوا کہ وہ اسے ہار پہنا رہی ہیں یا اس کو نہلا رہی ہیں، پھر بچہ تیزی سے چلتے ہوئے آیا تو نبی کریم ﷺ نے اس کو گلے لگا لیا اور بوسہ دیا، اور فرمایا اے اللہ تو اس سے محبت کر اور جو اس سے محبت رکھے اس سے محبت کر (بخاری ومسلم)۔

ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ حسنؓ اور حسینؓ دنیا کی خوشبو ہیں (بخاری)۔

حضرت فاطمہؓ اور ان کے بیٹے کی نبی کریم ﷺ سے مشابہت: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ فاطمہؓ چلتی ہوئی آئیں، ان کی چال بالکل نبی کریم ﷺ کی چال کی طرح تھی (بخاری ومسلم)۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حسن بن علیؓ سے زیادہ کوئی بھی نبی کریم ﷺ سے مشابہ نہیں تھا۔ (بخاری)

ابوداؤد، ترمذی اور نسائی کی ایک روایت میں ہے: میں نے چال ڈھال میں، وقار میں، اٹھنے بیٹھنے میں فاطمہ سے زیادہ کسی کو نبی کریم ﷺ سے مشابہ نہیں پایا۔

اللہ کی جانب سے ان کا اعزاز: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فاطمہؓ سے کہا کہ کیا تم یہ نہیں چاہتی ہو کہ تم جنت کی خواتین کی سردار بنو (بخاری)۔

## ام المومنین حضرت عائشہؓ:

حضرت عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ لوگوں میں آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے، آپ ﷺ نے جواب دیا: عائشہؓ، میں پوچھا کہ مردوں میں؟ آپ ﷺ نے جواب

دیا، ان کے والد (بخاری ومسلم)۔

وہ خاص ماحول جس میں ان کی پرورش ہوئی: حضرت عروہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی اہلیہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے شعور کی حالت میں اپنے والدین کو دین اسلام کا متبع پایا، ہمارے پاس نبی کریم ﷺ روزانہ صبح اور شام میں آیا کرتے تھے، جب مسلمانوں کو تکلیفیں دی جانے لگیں تو ابوبکرؓ ارضِ حبشہ کی طرف ہجرت کے خیال سے نکلے، ابھی وہ برک الغماد ہی تک پہنچے تھے کہ ان کی ملاقات ابن الدغنہ سے ہوگئی، جو کہ قبیلہ قارہ کے سردار تھے، انھوں نے پوچھا کہ ابوبکرؓ آپ کہاں جارہے ہیں؟ ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ زمین پر گشت لگاؤں اور اپنے رب کی عبادت کروں، ابن الدغنہ نے کہا کہ اے ابوبکرؓ آپ کی طرح لوگ نہ ہی خود نکلتے ہیں اور نہ ہی نکالے جاتے ہیں، آپ کمزوروں ومسکینوں کے لئے کماتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصائب زمانہ میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں، میں آپ کو پناہ دیتا ہوں، آپ لوٹ چلئے اور اپنے شہر میں اپنے رب کی عبادت کیجئے، لہذا ابوبکرؓ لوٹ آئے، ابن الدغنہ بھی آپ کے ساتھ آئے، ایک شام ابن الدغنہ اشرافِ قریش کے پاس گئے، اور ان لوگوں سے کہا کہ ابوبکر جیسے لوگ نہ ہی خود نکلتے ہیں اور نہ ہی نکالے جاتے ہیں، کیا آپ لوگ ایک ایسے شخص کو شہر سے نکال رہے ہیں جو مسکینوں کے لئے کماتا ہے، صلہ رحمی کرتا ہے، لوگوں کے بوجھ اٹھاتا ہے، مہمان نوازی کرتا ہے اور مصائب زمانہ میں لوگوں کی مدد کرتا ہے؟ قریش نے ابن الدغنہ کے جوار (پناہ) کا انکار نہیں کیا، ان لوگوں نے ابن الدغنہ سے کہا کہ ابوبکر سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں، وہیں نماز پڑھیں اور جو چاہیں پڑھیں، لیکن ہمیں اپنے اس عمل سے تکلیف نہ پہنچائیں اور نہ ہی علانیہ یہ اعمال کریں، کیونکہ ہمیں اس بات کا خوف ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے فتنہ میں مبتلا ہوجائیں گے، ابن الدغنہ نے یہ بات ابوبکرؓ کو بتادی، ابوبکرؓ کچھ دن تک اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرتے رہے، وہ علی الاعلان نماز نہیں پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے گھر کے علاوہ کہیں اور تلاوت کرتے تھے، پھر ابوبکرؓ کے ذہن میں ایک بات آئی، انھوں نے گھر کے صحن میں مسجد بنالی، اس میں وہ نماز پڑھتے تھے اور قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے، وہاں پر مشرکین کی خواتین اور بچے بھیڑ لگالیتے تھے اور تعجب کی نظروں سے ان کو دیکھتے تھے، ابوبکرؓ بہت زیادہ رونے والے شخص تھے، قرآن کی تلاوت کرتے وقت اپنی آنکھوں پر قابو نہیں رکھ پاتے تھے، مشرکین قریش اس صورتحال سے خوفزدہ ہوگئے، انھوں نے ابن الدغنہ کو بلا بھیجا، وہ آئے تو ان لوگوں نے ان سے کہا کہ ہم نے آپ کی پناہ کی وجہ سے ابوبکرؓ کو اس شرط کے ساتھ پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی

عبادت کریں گے، لیکن انھوں نے اس حد سے تجاوز کرلیا، انھوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنائی، اور علی الاعلان نماز پڑھنے لگے اور تلاوت کرنے لگے، ہمیں خوف ہے کہ ہماری خواتین اور بچے فتنہ کا شکار ہو جائیں گے، لہذا آپ ان کو اس سے روکئے، اگر وہ اس بات پر راضی ہیں کہ وہ اپنے گھر ہی میں اپنے رب کی عبادت کریں گے تب تو ٹھیک ہے، لیکن اگر وہ اس سے انکار کرتے ہیں اور علانیہ اپنی عبادت کرنے پر مصر ہیں تو آپ ان سے مطالبہ کرئے کہ وہ آپ کے جوار (پناہ) کو لوٹا دیں، کیونکہ ہم آپ سے عہد شکنی نہیں کرنا چاہتے اور نہ ہی اس بات پر راضی ہیں کہ ابوبکر اپنی عبادت علانیہ کریں، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ابن الدغنہ ابوبکرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ میں نے آپ سے جو معاہدہ کیا تھا وہ آپ کے علم میں ہے، لہذا یا تو آپ اسی حد تک محدود رہیے یا پھر آپ میرے جوار کو لوٹا دیجئے، کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ عربوں کو یہ سننے کو ملے کہ میں نے جس شخص کے ساتھ معاہدہ کیا تھا اس سے عہد شکنی کی، ابوبکرؓ نے کہا کہ میں آپ کے جوار کو لوٹا تا ہوں، میں اپنے رب کے جوار سے خوش ہوں، اس وقت نبی کریم ﷺ مکہ میں تھے، نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں سے کہا کہ مجھے تمہاری ہجرت کی جگہ دکھائی گئی ہے، یہ جگہ دو کالے پتھروں کے درمیان ایک نخلستان ہے، لہذا بہت سے لوگوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، جن لوگوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی ان میں سے اکثر لوگ مدینہ چلے آئے، ابوبکرؓ نے بھی مدینہ جانے کی تیاری کی تو نبی کریم ﷺ نے ان سے کہا کہ ذرا ٹھہر کر، امید ہے کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت دی جائے گی، ابوبکرؓ نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، کیا آپ کو ہجرت کی اجازت ملنے کی امید ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، لہذا ابوبکرؓ نبی کریم ﷺ کے ساتھ جانے کے لئے رک گئے، ابوبکرؓ نے دو سواریوں کو جو ان کے پاس تھی چار مہینوں تک ببول کے پتے کھلائے، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک دن دو پہر میں ہم لوگ ابوبکرؓ کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے ابوبکرؓ سے کہا کہ نبی کریم ﷺ چہرہ ڈھانپ کر ہمارے پاس ایسے وقت میں آئے ہیں جس وقت آنے کا آپ کا معمول نہیں ہے، ابوبکرؓ نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، خدا کی قسم اس وقت آپ ﷺ کسی اہم ضرورت ہی کی وجہ سے آئے ہیں۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ پھر نبی کریم ﷺ آئے، انھوں نے گھر میں داخل ہونے کی اجازت چاہی، ان کو اجازت دے دی گئی، تو آپ گھر میں داخل ہوئے اور ابوبکرؓ سے کہا کہ اپنے پاس سے لوگوں کو ہٹا دو (موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ابوبکرؓ کے پاس میں اور اسماء تھیں) ابوبکرؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان! یہ سب آپ ہی کے گھر کے لوگ ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ہجرت کی

اجازت دے دی گئی ہے، ابوبکرؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، کیا میں سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ رہوں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، ابوبکرؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول، میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ ﷺ میری ان دو سواریوں میں سے ایک لے لیجئے، نبی کریم ﷺ نے کہا کہ قیمتاً لوں گا، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ہم نے دونوں کے لئے جلدی جلدی تیاری کی، ایک تھیلے میں توشہ تیار کر کے دیا، اسماء بنت ابی بکرؓ نے اپنے ازار بند کا ایک حصہ کاٹا اور اس سے تھیلے کا منہ باندھ دیا، اسی لئے ان کو ذات النطاق کہا جاتا ہے، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ پھر نبی کریم ﷺ اور ابوبکرؓ نے جبل ثور کے ایک غار میں پناہ لی (بخاری)۔

فتح الباری میں تحریر ہے کہ عائشہؓ صدیقہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی ہیں، ان کی والدہ کا نام ام رومان ہے، ان کی پیدائش ہجرت سے تقریباً آٹھ سال پہلے عہد اسلام میں ہوئی، نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت آپ کی عمر ۱۸ سال تھی، ۵۸ یا ۵۹ ہجری میں حضرت معاویہؓ کے عہد خلافت میں آپ کا انتقال ہوا۔

## اللہ تعالیٰ کا ان کو نبی کریم ﷺ کی بیوی کی حیثیت سے منتخب کرنا:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم مجھے دو مرتبہ (یا آپ ﷺ نے کہا کہ تین رات) خواب میں دکھائی گئیں، تمہیں ایک فرشتہ ریشم کے ایک ٹکڑے میں لے کر آتا اور مجھ سے کہتا کہ یہ تمہاری بیوی ہیں، میں نے تمہارے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو تم نظر آئیں، میں نے کہا کہ اگر یہ اللہ کی جانب سے ہے تو اللہ خود اسے پورا کر دے گا (بخاری و مسلم)۔

## ان کی تقریب زفاف:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے اس وقت شادی کی جب میں چھ سال کی تھی، پھر ہم مدینہ آئے اور بنو الحارث بن خزرج کے یہاں مقیم ہوئے، میں بیمار پڑ گئی جس سے میرے بال گر گئے، پھر بہت سارے بال آ گئے، میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی کہ میری ماں ام رومان آئیں اور انھوں نے مجھے آواز دی، میں ان کے پاس گئی، مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ مجھ سے کیا چاہتی ہیں، انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھر کے دروازہ پر لے جا کر روکا، میری سانس تیز تیز چل رہی تھی، پھر مجھے پھر سکون ہوا، میری والدہ نے پانی لیا اور اس سے میرا چہرہ اور سر دھلا، پھر مجھے گھر کے اندر لے گئیں، میں نے دیکھا کہ گھر میں کچھ خواتین ہیں، انھوں نے کہا کہ تمہارے ساتھ خیر و برکت ہو اور تمہارا مقدر سدا اچھا رہے، میری والدہ نے مجھے ان کے حوالہ کر دیا، ان لوگوں نے

میرا حلیہ صحیح کیا، پھر میں اس وقت گھبرائی جب چاشت کے وقت نبی کریم ﷺ آئے، میری والدہ نے مجھے ان کے حوالہ کر دیا، میں اس وقت نو سال کی تھی (بخاری ومسلم)۔

## ان کا علمی مقام:

الف- ان کی طلب علم کی حرص: ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بیوی حضرت عائشہؓ جو بات بھی سنتی تھیں اس کی تحقیق کرتی تھیں حتی کہ ان کو اس کا (مکمل اور صحیح) علم ہو جائے، نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا کہ جس شخص کا بھی حساب کتاب لیا جائے گا اسے عذاب دیا جائے گا، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے کہا کیا اللہ یہ نہیں کہتا ہے کہ "**فسوف یحاسب حسابا یسیراً**"، فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو اللہ کی عطا اور بخشش ہے، لیکن جس سے بھی حساب کتاب لیا جائے گا وہ ہلاک ہوگا (بخاری)۔

مسروق کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا تھا کہ انھوں نے کہا کہ اے ابو عائشہ تین باتیں ایسی ہیں کہ جو بھی شخص ان کا قائل ہوگا وہ اللہ پر بہتان گڑھے گا، میں نے پوچھا کہ وہ کیا باتیں ہیں؟ انھوں نے کہا کہ جو شخص بھی یہ کہے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو اس نے اللہ پر عظیم بہتان گڑھا، مسروق کہتے ہیں کہ میں ٹیک لگائے ہوئے تھا پھر میں اٹھ بیٹھا اور میں نے کہا کہ اے ام المومنین، مجھے ذرا مہلت دیجئے، عجلت سے کام مت لیجئے، کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے "**ولقد رآه بالافق المبین**"، "**ولقد رآه نزلة أخرى**"، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ میں اس امت کی وہ پہلی خاتون ہوں جس نے نبی کریم ﷺ سے اس سلسلہ میں سوال کیا تھا، آپ ﷺ نے جواب دیا تھا کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے، جبرئیل علیہ السلام کی حقیقی صورت میں نے صرف دو مرتبہ ہی دیکھی ہے، میں نے دیکھا کہ وہ آسمان سے اتر رہے ہیں، اس حال میں کہ ان کے تمام جسم نے پورے آسمان وزمین کو ڈھانپ رکھا ہے، پھر حضرت عائشہؓ نے کہا کیا تم نے اللہ کا یہ قول نہیں سنا: "**لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار وهو اللطيف الخبير**"، کیا تم نے اللہ کا یہ قول نہیں سنا: "**وما كان لبشر أن يكلمه الله الا وحيا او من وراء حجاب او يرسل رسولا فيوحي باذنه ما يشاء وانه علي حكيم**" حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کتاب اللہ کا کچھ حصہ چھپا لیا تھا اس نے بھی اللہ پر عظیم بہتان گڑھا، حالانکہ اللہ کا فرمان ہے "**یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالته**"، حضرت عائشہؓ نے فرمایا جو یہ کہے کہ وہ مستقبل کی خبر دیتا ہے اس نے بھی اللہ پر عظیم بہتان گڑھا، اللہ کا فرمان ہے "**قل لا یعلم من فی السماوات والارض الغیب الا الله**" (بخاری ومسلم، الفاظ

مسلم کے ہیں)۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے، میں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! کیا اس سے مراد موت کو ناپسند کرنا ہے کیونکہ ہم میں سے ہر شخص موت کو ناپسند کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے، جب مومن کو اللہ کی رحمت، رضا اور جنت کی خوشخبری دی جاتی ہے اور وہ اللہ سے ملاقات کی تمنا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا چاہتا ہے اور جب کافر کو اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کی خبر دی جاتی ہے تو وہ اللہ سے ملاقات نہیں کرنا چاہتا ہے لہذا اللہ بھی اس سے ملنا پسند نہیں کرتا (بخاری و مسلم، الفاظ مسلم کے ہیں)۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ قیامت کے دن ننگے پیر، برہنہ جسم اور غیر مختون اٹھائے جاؤ گے، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا مرد و عورت سب ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت صورتحال اتنی سخت ہوگی کہ کسی کو اس کی فکر ہی نہیں ہوگی (بخاری و مسلم)۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول "**یوم تبدل الارض غیر الارض والسماوات**" کے بارے میں سوال کیا کہ اس دن لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ پل صراط پر ہوں گے (مسلم)۔

حضرت عروہؓ کہتے ہیں کہ عبداللہ حضرت بن عمروؓ حج کرنے آئے تو میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو علم دینے کے بعد اس کو اچانک نہیں چھین لے گا بلکہ اللہ تعالیٰ اسے علماء کی موت کے ذریعہ چھینے گا، ان کے بعد جاہل لوگ بچ رہیں گے، ان سے مسئلہ دریافت کیا جائے گا تو وہ اپنی رائے سے فتویٰ دیں گے، اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ عروہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ کو یہ حدیث سنائی، پھر حضرت عبداللہ بن عمروؓ دوسرے سال حج کو آئے تو حضرت عائشہؓ نے مجھ سے کہا کہ اے بھانجے! حضرت عبداللہؓ کے پاس جاؤ اور ان سے میرے لئے اس حدیث کی تائید حاصل کرو جو تم نے مجھ سے بیان کی تھی، لہذا میں ان کے پاس گیا اور میں نے وہ حدیث سنانے کا مطالبہ کیا، تو انھوں نے مجھے وہ حدیث بالکل اسی طرح سنائی جس طرح وہ پہلے سنا چکے تھے، میں حضرت عائشہؓ کے پاس آیا اور میں نے ان کو یہ بات

بتائی تو ان کو بڑا تعجب ہوا اور انھوں نے کہا خدا کی قسم عبداللہ بن عمرو نے یاد رکھا (بخاری و مسلم)۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ان کی بیویوں نے چاہا کہ وہ حضرت عثمانؓ کو حضرت ابوبکرؓ کے پاس میراث کے مطالبہ کے لئے بھیجیں، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ کیا نبی کریم ﷺ نے یہ نہیں کہا ہے کہ ہم وارث نہیں بناتے، ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے (بخاری و مسلم)۔

ب-ان کے علم کے شواہد: حضرت عروہؓ کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عائشہؓ سے اللہ کے اس قول "حتی اذا استیأس الرسل وظنوا انهم قد كذبوا" کے بارے میں پوچھا کہ یہ "كُذِّبوا" ہے یا "كُذِبُوا" ہے، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ انبیاء کی قوم نے ان کو جھٹلایا تھا، میں نے کہا کہ خدا کی قسم انبیاء کو اس بات کا یقین تھا کہ ان کی قوم نے ان کو جھٹلایا ہے اس میں ظن نہیں تھا، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اے عروہ انبیاء کو اس بات کا یقین تھا، میں نے کہا کہ تب شاید یہ "كُذِبُوا" ہے، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ معاذ اللہ انبیاء اپنے رب کے بارے میں ایسا گمان نہیں رکھتے، میں نے کہا کہ پھر یہ آیت؟ انھوں نے کہا کہ اس آیت میں انبیاء کے ان متبعین کا تذکرہ ہے جو اپنے رب پر ایمان لائے، جنھوں نے ان انبیاء کی تصدیق کی پھر ان کے اوپر طویل آزمائشوں کا سلسلہ جاری رہا اور مدد آنے میں تاخیر ہوئی، یہاں تک کہ جب انبیاء اپنی قوم کے ان لوگوں سے مایوس ہو گئے جنھوں نے ان کو جھٹلایا تھا اور انھوں نے گمان کیا کہ ان کے متبعین نے بھی ان کو جھٹلا دیا ہے تو اس وقت اللہ کی مدد آ گئی (بخاری)۔

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے قول "إن الصفا والمروة من شعائر الله فمن حج البيت أو اعتمر فلا جناح عليه أن يطوف بهما" کے سلسلہ میں آپ کا کیا خیال ہے، خدا کی قسم (میں نے اس آیت کا یہ مفہوم سمجھا ہے کہ) اگر کوئی شخص صفا و مروہ کا طواف نہیں کرتا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اے بھانجے تم نے بہت غلط بات کہی۔ اگر اس آیت کا وہی مفہوم ہوتا جیسا تم تاویل کر رہے ہو تو یہ آیت یوں ہوتی "لا جناح عليه أن لا يطوف بهما" یہ آیت انصار کے سلسلہ میں نازل ہوئی، اسلام لانے سے قبل انصار مناۃ بت کے لئے احرام باندھا کرتے تھے، جس کی وہ مقام مشلل پر عبادت کرتے تھے، لہذا انصار کے وہ لوگ جو حج و عمرہ کا احرام باندھتے تھے صفا و مروہ کا طواف کرنے میں حرج محسوس کرتے تھے، جب انھوں نے اسلام قبول کیا تو نبی کریم ﷺ سے اس سلسلہ میں دریافت کیا، ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ہم صفا و مروہ کے درمیان طواف کرنے کو گناہ سمجھتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے "ان الصفا والمروة من شعائر الله" والی آیت نازل کی، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے صفا و مروہ کے درمیان طواف

کرنے کا عمل جاری کیا، لہذا کوئی بھی شخص صفا و مروہ کے درمیان طواف کو چھوڑ نہیں سکتا، اس حدیث کے روای زہریؒ کہتے ہیں کہ پھر میں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن کو اس کے بارے میں بتایا تو انھوں نے کہا کہ میں نے یہ حدیث نہیں سنی تھی (بخاری و مسلم)۔

شیخ بن ہانی حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے، شیخ بن حانی کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس آیا اور کہا اے ام المومنین میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے، اگر معاملہ ایسا ہی ہے تب پھر تو ہم سب ہلاک ہو گئے، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے قول سے کوئی شخص کس طرح ہلاک ہو سکتا ہے؟ انھوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو اللہ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات کرنے کو ناپسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات کرنے کو ناپسند کرتا ہے۔ ہم میں سے ہر شخص موت کو ناپسند کرتا ہے، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے لیکن اس کا وہ مفہوم نہیں ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں، (اس کا مفہوم یہ ہے کہ) جب نگاہیں اٹھ جائیں، سینہ میں موت کے وقت کی آواز پیدا ہونے لگے اور جلد تھرتھرانے لگے اور انگلیاں سکڑ جائیں (یعنی موت کا وقت قریب آجائے) تو اس وقت جو شخص اللہ سے ملاقات کرنے کو پسند کرے گا اللہ بھی اس سے ملنا پسند کرے گا اور اس وقت جو شخص اللہ سے ملاقات کرنے کو ناپسند کرے گا اللہ بھی اس سے ملنا پسند نہیں کرے گا (مسلم)۔

عامر بن سعد بن ابی وقاص اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ مقصورہ والے خباب آئے، اور انھوں نے کہا اے عبداللہ بن عمرؓ کیا آپ نے سنا کہ ابو ہریرہؓ کیا کہہ رہے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی جنازہ کے ساتھ اس کے گھر سے نکلا، پھر وہ اس کو مدفون کئے جانے تک اس کے ساتھ رہا تو اس کو دو قیراط اجر ملے گا، ہر قیراط کا حجم احد کی طرح ہوگا، اور جس شخص نے جنازہ کی نماز پڑھی اور پھر لوٹ آیا تو اس کو احد کے مثل اجر ملے گا، ابن عمرؓ نے خباب کو حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجا کہ وہ ان سے حضرت ابو ہریرہؓ کے اس قول کے بارے میں دریافت کریں اور لوٹ کر ان کو بتائیں کہ حضرت عائشہؓ نے کیا کہا ہے، ابن عمرؓ نے مٹھی بھر مسجد کی کنکریاں اٹھالیں اور اسے وہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں کرنے لگے، یہاں تک کہ ان کا قاصد واپس آ گیا اور اس نے بتایا کہ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ابو ہریرہؓ نے صحیح فرمایا

ہے،ابن عمرؓ نے اپنے ہاتھ کی کنکریاں پھینک دیں اور کہا کہ ہم نے بہت سے قیراط کا نقصان کیا (بخاری ومسلم، الفاظ بخاری کے ہیں)۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ قریش اور جولوگ اس کے دین کو اپنائے ہوئے تھے وہ مزدلفہ ہی میں وقوف کیا کرتے تھے، اسے وہ لوگ حمس کہتے تھے، ان کے علاوہ تمام عرب عرفات میں وقوف کرتے تھے، جب اسلام آیا تو اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ عرفات میں آکر وقوف کریں اور وہیں سے واپس جائیں، اللہ کے اس قول میں یہی بات کہی گئی ہے: "ثم أفيضوا من حيث أفاض الناس" (بخاری ومسلم)۔

یوسف بن ماہک کہتے ہیں کہ میں ام المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس تھا کہ ان کے پاس ایک عراقی آیا اور اس نے پوچھا کہ کون سا کفن سب سے بہتر ہے؟ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ تمہارا برا ہو، تمہیں کیا ہوگیا؟ پھر اس نے کہا کہ اے ام المومنین آپ مجھے اپنا مصحف دکھا دیجئے، حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ کیوں؟ اس نے کہا کہ میں اس کو دیکھ کر اپنا قرآن مرتب کرنا چاہتا ہوں، (یعنی سورتوں کی ترتیب صحیح کرنا چاہتا ہوں) کیونکہ بعض لوگ اسے بغیر ترتیب کے پڑھتے ہیں، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اس میں آخر کیا قباحت ہے کہ تم جو سی سورت چاہو پہلے پڑھ لو؟ (اگر تم نازل ہونے کی ترتیب جاننا چاہتے ہو تو) پہلے تو مفصل کی ایک سورت نازل ہوئی، جس میں جنت اور جہنم کا تذکرہ ہے، یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کی طرف آنے لگے تو پھر حلال وحرام کے احکام نازل ہوئے، اگر سب سے پہلے ہی یہ نازل ہوتا کہ ''شراب نہ پیو'' تو لوگ کہتے کہ ہم شراب پینا تو کبھی نہیں چھوڑیں گے، یا یہ نازل ہوتا کہ ''زنا نہ کرو'' تو لوگ کہتے کہ ہم زنا کرنا کبھی نہیں چھوڑیں گے، جب میں بچی تھی اور کھیلنے کے عمر میں تھی اس وقت مکہ میں نبی کریم ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی "بل الساعة موعدهم والساعة ادهى وامر"، سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء کے نزول کے وقت میں نبی کریم ﷺ کی زوجیت میں آگئی تھی، یوسف بن ماہک کہتے ہیں کہ پھر حضرت عائشہؓ نے اپنا مصحف نکالا اور ان کو کچھ سورتیں املا کروائیں (بخاری)۔

ج- ان کے گھر میں علم کی مجلس: حضرت زرارہ کہتے ہیں کہ سعد بن عامرؓ نے اللہ کی راہ میں غزوہ کرنے کا ارادہ کیا، لہذا وہ مدینہ آئے اور انھوں نے مدینہ میں اپنی جائداد کو بیچ دینے کا فیصلہ کیا تا کہ اس کی قیمت سے اسلحہ اور گھوڑا خرید سکیں اور روم سے جہاد کریں یہاں تک کہ شہید ہو جائیں، جب وہ مدینہ آئے تو وہاں کے کچھ لوگوں سے ان کی ملاقات ہوئی، ان لوگوں نے ان کو جائداد کو فروخت کرنے سے منع کر دیا، اور بتایا کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں چھ لوگوں نے ایسا کرنا چاہا تھا، لیکن نبی کریم ﷺ نے ان کو ایسا کرنے سے منع کر دیا تھا اور کہا تھا کہ کیا تم لوگوں

کے لئے میری ذات اسوہ نہیں ہے؟ جب لوگوں نے ان کو ایسی بات بتائی تو انھوں نے اپنی بیوی سے رجوع کرلیا، جن کو وہ پہلے طلاق دے چکے تھے، اور رجوع پر لوگوں کو گواہ بنایا، پھر وہ ابن عباسؓ کے پاس آئے اور ان سے نبی کریم ﷺ کے وتر کے بارے میں دریافت کیا، ابن عباسؓ نے کہا کہ کیا میں تمھیں ایک ایسے شخص کا پتہ نہ بتاؤں جو اس سرزمین پر نبی کریم ﷺ کے وتر کے بارے میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہے؟ انھوں نے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ ابن عباسؓ نے کہا کہ وہ حضرت عائشہؓ ہیں، تم ان کے پاس جاؤ، ان سے سوال کرو اور پھر واپس آ کر مجھے ان کے جواب کے بارے میں بتاؤ۔ (سعد بن ہشام کہتے ہیں کہ) پھر میں حضرت عائشہؓ کی طرف چل پڑا، (راستہ میں) میں حکیم بن افلح کے پاس گیا اور ان کو اپنے ساتھ حضرت عائشہؓ کے پاس چلنے کو کہا تو انھوں نے کہا کہ میں ان کے پاس نہیں جاؤں گا، کیونکہ میں نے ان کو ان دوفرقوں کے بارے میں کچھ بھی کہنے سے منع کیا تھا، لیکن وہ اس سے باز نہیں آئیں، سعد بن ہشام کہتے ہیں کہ میں نے ان کو اپنے ساتھ چلنے کی قسم دی تو وہ میرے ساتھ چل کر حضرت عائشہؓ کے پاس آئے، ہم نے حضرت عائشہؓ سے اجازت چاہی، انھوں نے ہمیں اجازت دے دی لہذا ہم گھر کے اندر گئے، حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ کیا حکیم ہیں؟ (انھوں نے ان کو پہچان لیا)، انھوں نے کہا جی ہاں، حضرت عائشہؓ نے پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ سعد بن ہشام ہیں، انھوں نے پوچھا کہ کون ہشام؟ انھوں نے کہا کہ ہشام بن عامر، یہ سن کر انھوں نے ہشام بن عامر کے لئے رحمت کی دعا کی اور ان کے سلسلہ میں اچھی باتیں کہیں، قتادہ کہتے ہیں کہ ہشام بن عامر احد میں شہید ہوئے تھے، پھر میں نے کہا کہ اے ام المومنین مجھے نبی کریم ﷺ کے اخلاق کے بارے میں بتائے، انہوں نے کہا کیا تم قرآن کی تلاوت نہیں کرتے ہو؟ میں نے کہا کہ کیوں نہیں، انھوں نے کہا کہ قرآن ہی نبی کریم ﷺ کا اخلاق تھا، سعد بن ہشام کہتے ہیں کہ پھر میں نے سوچا کہ میں کھڑا ہو جاؤں اور اب ان سے موت تک کوئی سوال نہ کروں، پھر میرے ذہن میں ایک بات آئی تو میں نے کہا کہ مجھے نبی کریم ﷺ کے قیام لیل (تہجد) کے بارے میں بتایئے، انھوں نے کہا کہ کیا تم سورۂ مزمل کی تلاوت نہیں کرتے ہو؟ میں نے کہا کہ کیوں نہیں، انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے پہلے جز میں قیام لیل (تہجد) فرض کیا تھا، لہذا نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے ایک سال تک قیام لیل کیا، اللہ تعالیٰ نے اس سورت کا خاتمہ بارہ مہینوں تک آسمان میں روکے رکھا، یہاں تک کہ اس سورت (کے دوسرے جزء میں) تخفیف نازل کی، لہذا قیام لیل فرض کے بجائے نفل ہو گیا، سعد بن ہشام کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اے ام المومنین مجھے نبی کریم ﷺ کے وتر کے بارے میں بتایئے، انھوں نے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی مسواک اور پانی تیار کر کے رکھ دیا کرتے تھے،

آپ ﷺ رات کے کسی حصہ میں اٹھتے ،مسواک کرتے ،وضو کرتے اور آٹھ رکعت نماز پڑھتے بایں طور کہ آپ اس درمیان صرف آٹھویں رکعت ہی میں قعدہ کرتے ، پھر اللہ کا ذکر کرتے ،اس کی حمد کرتے ،اور اس سے دعا کرتے ، پھر آپ ﷺ بغیر سلام پھیرے ہوئے اٹھ جاتے ، پھر آپ ﷺ کھڑے ہو کر نویں رکعت پڑھتے ، پھر آپ ﷺ اس میں قعدہ کرتے ، اللہ کا ذکر کرتے ، حمد کرتے اور اس سے دعا کرتے ، پھر آپ ﷺ اس طرح سلام پھیرتے کہ ہم تک آواز پہنچ جاتی، پھر سلام پھیر کر آپ ﷺ بیٹھ کر ہی مزید دو رکعت نماز پڑھتے ،اس طرح اے میرے بیٹے گیارہ رکعتیں ہوگئیں، جب نبی کریم ﷺ کی عمر زیادہ ہوگئی اور جسم پر گوشت چڑھنے لگا تو آپ ﷺ وتر سات رکعت پڑھنے لگے،اور اس کے بعد دو رکعت اسی طرح پڑھتے جیسا آپ ﷺ پہلے پڑھتے تھے،اس طرح اے بیٹے یہ نو رکعتیں ہوگئیں، جب نبی کریم ﷺ کوئی نماز پڑھتے تھے تو اس پر مداومت کرنا پسند فرماتے تھے، اگر کبھی آپ ﷺ پر نیند غالب آجاتی یا آپ ﷺ کو کوئی تکلیف ہوتی جس کی وجہ سے آپ قیام لیل نہ کر پاتے تو آپ ﷺ دن میں بارہ رکعتیں پڑھتے تھے، مجھے نہیں یاد ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی ایک رات میں پورا قرآن پڑھا ہو یا رات سے لے کر صبح تک مسلسل نماز پڑھی ہو یا رمضان کے علاوہ کسی اور مہینہ میں مکمل روزے رکھے ہوں،سعد بن ہشام کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں ابن عباس کے پاس گیا اور ان کو یہ حدیث سنائی،انھوں نے کہا کہ بے شک حضرت عائشہؓ نے سچ فرمایا،اگر میں ان کے پاس ہوتا یا جاتا تو یہ سب کچھ بالمشافہ سنتا،زرارہ نے کہا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ ان کے پاس نہیں جاتے تو میں کبھی ان کی بات آپ سے نہ کہتا (مسلم)۔

عبدالرحمٰن بن شماسہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس کچھ پوچھنے کے لئے آیا تو انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارا تعلق کس علاقہ سے ہے؟ میں نے کہا کہ میرا تعلق مصر سے ہے، انھوں نے پوچھا کہ تمہارے مجاہدین کے سلسلہ میں تمہارے حاکم کا رویہ کیسا ہے؟ میں نے کہا کہ ہم نے اس سے کوئی غلط بات محسوس نہیں کی ہے، اگر ہم میں سے کسی شخص کا اونٹ مر جاتا ہے تو وہ اسے اونٹ دے دیتا ہے، اور اگر غلام فوت ہو جاتا ہے تو وہ غلام دے دیتا ہے، اگر کسی شخص کو نفقہ کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ نفقہ دے دیتا ہے، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ تمہارے حاکم نے میرے بھائی محمد بن ابوبکرؓ کے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ مجھے تم کو اس بات کے بتانے سے نہیں روک سکتا جو میں نے اس گھر میں نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنی ہے کہ اے اللہ جو شخص میری امت کے کسی بھی معاملہ کا ذمہ دار بنایا جائے پھر وہ ان کے اوپر سختی کرے تو تو بھی اس پر سختی کر، اور جو شخص میری امت کے کسی بھی معاملہ کا ذمہ دار بنایا جائے پھر وہ ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے تو تو بھی اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کر (مسلم)۔

مسروق کہتے ہیں کہ ہم حضرت عائشہؓ کے پاس گئے، ان کے پاس حضرت حسان بن ثابتؓ بیٹھے ہوئے تھے، وہ اشعار سنا رہے تھے، انھوں نے کچھ غزلیہ مصرعہ پڑھے، انھوں نے ایک شعر پڑھا:

**حصان رزان ماتزن بريبة وتصبح غرثى من لحوم الغوافل**

حضرت عائشہؓ نے ان سے کہا کہ لیکن آپ تو ایسے نہیں ہیں، مسروق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ آپ انہیں اپنے پاس آنے کی اجازت کیوں دیتی ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**والذی تولی کبره منهم له عذاب عظیم**"، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اندھے پن سے بڑھ کر اور کیا عذاب ہوسکتا ہے، پھر حضرت عائشہؓ نے ان سے کہا کہ یہ نبی کریم ﷺ کی مدافعت کیا کرتے تھے (بخاری ومسلم)۔

عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس گیا اور کہا کہ کیا آپ مجھے نبی کریم ﷺ کے مرض کے بارے میں نہیں بتائیں گی؟ انھوں نے کہا کہ کیوں نہیں، نبی کریم ﷺ کی طبیعت گراں ہوگئی، آپ ﷺ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے جواب دیا کہ نہیں اے اللہ کے رسول، لوگ آپ کا انتظار کررہے ہیں، آپ ﷺ نے کہا کہ ٹب میں میرے لئے پانی رکھ دو، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ہم نے ایسا ہی کیا، پھر آپ ﷺ نے غسل کیا، اس کے بعد آپ ﷺ کھڑے ہونے لگے لیکن فوراً ہی بیہوش ہوگئے، پھر آپ ﷺ کو ہوش آیا تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے کہا کہ نہیں اے اللہ کے رسول، لوگ آپ کا انتظار کررہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹب میں میرے لئے پانی رکھ دو، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آپ ﷺ اٹھ کر بیٹھے، آپ ﷺ نے غسل کیا، پھر آپ ﷺ اٹھنے کی کوشش کرنے لگے، لیکن آپ ﷺ بیہوش ہوگئے، پھر آپ ﷺ کو ہوش آیا تو پوچھا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے کہا کہ نہیں اے اللہ کے رسول، لوگ آپ کا انتظار کررہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹب میں میرے لئے پانی رکھ دو، پھر آپ ﷺ بیٹھے اور آپ ﷺ نے غسل فرمایا، پھر آپ ﷺ نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن آپ پر بیہوشی طاری ہوگئی، پھر آپ ﷺ کو ہوش آیا تو پوچھا کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے جواب دیا کہ نہیں اے اللہ کے رسول، لوگ آپ کا انتظار کررہے ہیں، لوگ مسجد میں بیٹھ کر عشاء کی نماز کے لئے نبی کریم ﷺ کا انتظار کررہے تھے، پھر نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو کہلا بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں، حضرت ابوبکرؓ کے پاس قاصد آیا اور اس نے کہا کہ نبی کریم ﷺ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھا دیں، حضرت ابوبکرؓ بہت نرم دل انسان تھے، انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھا دیں، حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ آپ نماز پڑھانے کے زیادہ مستحق

ہیں، لہذا نبی کریم ﷺ کے مرض کے دنوں میں حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کی امامت کی، پھر نبی کریم ﷺ نے اپنی طبیعت میں کچھ ہلکا پن محسوس کیا تو آپ ﷺ دو لوگوں کے سہارے (ان میں سے ایک عباسؓ تھے) ظہر کی نماز کے لئے نکلے، اس وقت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے، جب حضرت ابوبکرؓ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو وہ پیچھے ہٹنے لگے، نبی کریم ﷺ نے اشارہ سے انہیں پیچھے ہٹنے سے منع کر دیا، نبی کریم ﷺ نے ان دونوں لوگوں سے کہا کہ مجھے ابوبکرؓ کے پہلو میں بٹھا دو، لہذا انھوں نے آپ ﷺ کو ان کے پہلو میں بٹھا دیا، حضرت ابوبکرؓ نبی کریم ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھنے لگے اور دیگر لوگ حضرت ابوبکرؓ کی اقتدا کر رہے تھے، اس وقت نبی کریم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے، عبیداللہؒ کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عباسؓ کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ حضرت عائشہؓ نے نبی کریم ﷺ کے مرض سے متعلق مجھے جو کچھ بتایا ہے کیا میں وہ آپ کو نہ بتاؤں؟ انھوں نے کہا کہ بتاؤ، لہذا میں نے ان کو حضرت عائشہؓ کی حدیث سنا دی، انھوں نے اس پر کچھ بھی نکیر نہیں کی، ہاں انھوں نے یہ پوچھا کہ حضرت عباسؓ کے ساتھ جو صحابی تھے کیا حضرت عائشہؓ نے ان کا نام بتایا ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں، انھوں نے کہا کہ وہ حضرت علیؓ تھے (بخاری ومسلم)۔

ان کا صحابہ پر استدراک: عبید اللہ بن عمیرؒ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ تک یہ بات پہنچی کہ عبداللہ بن عمروؓ عورتوں کو غسل کے وقت چوٹی کھولنے کا حکم دیتے ہیں، تو انھوں نے کہا کہ تعجب ہے کہ ابن عمروؓ عورتوں کو غسل کے وقت چوٹی کھولنے کا حکم دیتے ہیں، وہ عورتوں کو سر منڈوانے ہی کا حکم کیوں نہیں دے ڈالتے؟ میں اور نبی کریم ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے تھے، میں اپنے سر پر صرف تین مرتبہ پانی ڈالا کرتی ہے (چوٹی نہیں کھولا کرتی تھی) (مسلم)۔

عمرۃ بنت عبدالرحمٰن کہتی ہیں کہ زیاد بن ابی سفیان نے حضرت عائشہؓ کو یہ لکھ بھیجا کہ عبداللہ بن عباسؓ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص ہدی (قربانی کا جانور) بھیجے اس پر ہدی کے ذبح کئے جانے تک وہ تمام چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو ایک حاجی کے لئے حرام ہیں، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ مسئلہ اس طرح نہیں جیسا ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے، کیونکہ میں نے خود اپنے ہاتھ سے نبی کریم ﷺ کے ہدی کے لئے پٹے بٹے پھر نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اسے ہدی کی گردن میں ڈالا، اس کے بعد ان سب کو میرے والد کے ساتھ بھیج دیا، اور نبی کریم ﷺ پر ہدی کے ذبح کئے جانے تک کوئی بھی ایسی چیز حرام نہیں ہوئی جو اللہ نے حلال کی ہے (بخاری ومسلم)۔

محمد بن منتشر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے ابن عمرؓ کے ایک قول کے بارے میں سوال کیا، ابن

عمرؓ کہتے ہیں میں یہ نہیں چاہتا کہ جب میں صبح کے وقت احرام باندھوں تو میرے جسم سے خوشبو آئے۔(مسلم کی ایک روایت میں ہے تارکول مل لینا مجھے اس عمل کے کرنے سے زیادہ محبوب ہے) حضرت عائشہؓ نے فرمایا میں نے خود نبی کریم ﷺ کو خوشبو لگائی، پھر آپ ﷺ اپنی تمام بیویوں کے پاس گئے، اس کے بعد آپ ﷺ نے احرام باندھا(بخاری ومسلم)۔

مجاہد کہتے ہیں کہ میں اور عروہ بن زبیر مسجد میں داخل ہوئے، ہم نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عائشہؓ کے کمرہ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں اور کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ چاشت کی نماز پڑھ رہے ہیں، مجاہد کہتے ہیں کہ ہم نے ابن عمرؓ سے ان لوگوں کی نماز کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے کہا کہ یہ بدعت ہے، پھر مجاہد نے ان سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ نے کتنی مرتبہ عمرہ کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ چار مرتبہ، جن میں سے ایک مرتبہ آپ ﷺ نے رجب میں عمرہ کیا تھا۔(مجاہد کہتے ہیں کہ) ہم نے ان کو جواب دینا مناسب نہیں سمجھا، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں کمرہ سے ام المومنین حضرت عائشہؓ کے مسواک کرنے کی آواز آئی۔عروہ نے کہا کہ اے ماں! اے ام المومنین کیا آپ سن رہی ہیں کہ ابوعبدالرحمٰن کیا کہہ رہے ہیں؟ انھوں نے پوچھا کہ کیا کہہ رہے ہیں؟ عروہ نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے چار مرتبہ عمرہ کیا، جن میں سے ایک رجب میں کیا تھا، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اللہ ابوعبدالرحمٰن پر رحم کرے، وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تمام عمروں میں رہے ہیں، آپ ﷺ نے رجب میں کبھی بھی عمرہ نہیں کیا ہے۔(بخاری ومسلم)

عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ مکہ میں حضرت عثمانؓ کی ایک بچی کا انتقال ہوگیا، ہم اسے دیکھنے کے لئے آئے، وہاں پر ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ بھی تھے، میں ان دونوں کے درمیان میں بیٹھا ہوا تھا(یا انھوں نے یہ کہا کہ میں ان میں سے ایک کے پاس بیٹھ گیا، پھر ان میں سے دوسرے آئے اور میرے بغل میں بیٹھ گئے) عبداللہ بن عمرؓ نے عمرو بن عثمانؓ سے کہا کہ آپ رونے سے باز کیوں نہیں آرہے ہیں، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میت کو گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے، ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ ایسا کہا کرتے تھے، ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد میں نے حضرت عائشہؓ سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ اللہ عمرؓ پر رحم کرے، خدا کی قسم نبی کریم ﷺ نے یہ نہیں کہا کہ مومن کو اس کے گھر والوں کے رونے کی پاداش میں عذاب دیا جائے گا، نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافر کے اوپر اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے اس کے عذاب میں اضافہ کردیتا ہے، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ تمہارے لئے یہ آیت کافی ہے: ’’ولا تزر وازرة وزر

أخوى'' اس وقت ابن عباسؓ نے کہا کہ خدا کی قسم اللہ ہی ہے جو ہنسا تا ہے اور اللہ ہی ہے جو رلاتا ہے (بخاری ومسلم)۔

حضرت عائشہؓ نے کہا کہ کیا تمہیں تعجب نہیں ہوتا کہ ابوفلاں (مراد ابوہریرہؓ ہیں) میرے کمرہ کے ایک جانب آکر بیٹھ گئے اور مجھے سنا کر نبی کریم ﷺ کی احادیث بیان کرنے لگے، اس وقت میں تسبیح پڑھ رہی تھی، تسبیح مکمل کرنے سے پہلے وہ اٹھ کر چلے گئے، اگر وہ میرے ہاتھ لگ جاتے تو میں ان کا جواب دیتی، نبی کریم ﷺ اس طرح حدیثیں نہیں بیان کرتے تھے جس طرح تم لوگ بیان کرتے ہو، ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ حدیث اس طرح بیان کرتے تھے کہ اگر کوئی شمار کرنے والا اسے شمار کرنا چاہتا تو وہ شمار کرسکتا تھا (بخاری ومسلم)۔

علامہ بدرالدین زرکشی نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس میں انھوں نے صرف صحابہ کرامؓ پر حضرت عائشہؓ کے استدراکات کا ذکر کیا ہے، اس کتاب کا نام ''**الاجابة لایراد ما استدرکته عائشة علی الصحابة**'' ہے، اس کتاب کے مقدمہ میں علامہ بدرالدین زرکشی نے لکھا ہے کہ میں اس کتاب میں ان مسائل کو جمع کروں گا جن میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے تفردات پائے جاتے ہیں یا جن میں انھوں نے اپنی رائے کی بنیاد پر کسی واضح سنت کی روشنی میں یا اپنے ٹھوس علم کی زیادتی کی بنیاد پر کسی اور کی مخالفت کی ہے، یا جن مسائل میں انھوں نے اپنے زمانہ کے علماء پر نکیر کی ہے یا وہ مسائل جن میں اس وقت کے جلیل القدر افراد نے ان سے رجوع کیا تھا، اسی طرح وہ فتاویٰ بھی ذکر کروں گا جو انھوں نے تحریر کیا، اور ان مسائل کا بھی ذکر کروں گا جن میں انھوں نے کسی قوی رائے کی وجہ سے اجتہاد کیا۔

علامہ زرکشی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے **۲۳** جلیل القدر صحابہ پر استدراک کیا ہے مثلاً حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت علی بن طالبؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ، حضرت عائشہؓ کے استدراکات کی تعداد ۵۸ ہے، کتاب ''الاجابۃ'' کے محقق استاد سعید افغانی کہتے ہیں کہ میں نے کئی سال تک سیدہ عائشہؓ کا مطالعہ کیا، میں نے اس دوران ایسے معجزات دیکھے جن کو میں بیان نہیں کرسکتا، خاص طور پر جو چیز آپ کو حیرت میں ڈالنے والی ہے وہ ہے حضرت عائشہؓ کا بے پناہ علم، بالکل سمندر کی طرح جو بہت گہرا ہوتا ہے، جس میں موجیں اٹھتی رہتی ہیں، جس کا کوئی کنارہ نہیں ہوتا اور جو مختلف شکلوں ورنگوں کا ہوتا ہے، آپ حضرت عائشہؓ کے پاس ہر طرح کا علم پائیں گے خواہ وہ فقہ، حدیث، تفسیر کا علم ہو، یا شریعت، ادب وشعر کا علم ہو یا اخبار، انساب ومفاخر کا علم ہو یا طب وتاریخ کا علم ہو، اور سب سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ آپ ۱۸ سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے ہی ان تمام علوم سے واقف ہوگئی تھیں۔

ان کا تواضع اور علمی امانت داری: شریح بن ہانیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے خفین پر مسح کرنے کا مسئلہ دریافت کیا، آپ نے کہا کہ علیؓ کے پاس چلے جاؤ، وہ اس سلسلہ میں مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہیں، ایک روایت میں ہے: وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے، لہٰذا میں حضرت علیؓ کے پاس آیا، انھوں نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسافر تین دن اور تین رات خفین پر مسح کرے اور مقیم ایک دن اور ایک رات..... (مسلم)۔

کریب کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ، مسور بن مخرمہؓ اور عبدالرحمٰن بن ازہرؓ نے ان کو حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجا اور کہا کہ ان کو ہم سب کا سلام کہنا اور پھر ان سے عصر کے بعد دو رکعتوں کے بارے میں پوچھنا اور ان سے کہنا کہ ہم لوگوں کو یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھتی ہیں حالانکہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن الخطابؓ کے ساتھ لوگوں کو (عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے پر) مارا کرتا تھا، کریب کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس گیا اور ان تک ان حضرات کے پیغام کو پہنچادیا، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اس سلسلہ میں ام سلمہؓ سے دریافت کرلو، لہٰذا میں ان لوگوں کے پاس گیا اور ان کو حضرت عائشہؓ کی بات بتائی، ان لوگوں نے مجھے حضرت ام سلمہؓ کے پاس بھیج دیا، حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے سے روکتے ہوئے سنا، پھر میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ عصر کے بعد دو رکعت پڑھ رہے ہیں، اس کے بعد آپ ﷺ گھر میں آئے، اس وقت میرے پاس قبیلہ بنو حرام کی کچھ انصاری خواتین تھیں، میں نے اپنی باندی کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا اور میں نے اس سے کہا کہ تم ان کے بغل میں کھڑی ہوجانا اور پھر ان سے کہنا کہ اے اللہ کے رسول، ام سلمہؓ آپ سے کہہ رہی ہیں کہ میں نے آپ کو عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے سے منع کرتے ہوئے سنا ہے اور میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ خود ہی بعد عصر دو رکعت پڑھ رہے ہیں، اگر آپ ﷺ اپنے ہاتھ سے اشارہ کریں تو تم پیچھے ہٹ جانا، باندی نے ایسا ہی کیا، آپ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کیا لہٰذا وہ پیچھے ہٹ گئی، جب آپ ﷺ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوامیہ کی بیٹی، تم مجھ سے عصر کے بعد دو رکعتوں کے بارے میں پوچھ رہی تھی، دراصل قبیلہ عبدالقیس سے میرے پاس کچھ لوگ آگئے تھے جس کی وجہ سے میں ظہر کے بعد کی دو رکعتیں نہیں پڑھ سکا، یہ وہی دو رکعتیں ہیں (بخاری ومسلم)۔

ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے اسود سے پوچھا کہ کیا آپ نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ

کن برتنوں میں نبیذ بنانا مکروہ ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہاں، میں نے کہا کہ اے ام المومنین نبی کریم ﷺ نے کن برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے، انھوں نے جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ نے ہم گھر والوں کو دباء (ایسی لوکی جس کو خشک کرلیا گیا ہو اور اس کے اندر کا گودا نکال لیا گیا ہو) اور مزفت (وہ گھڑا جس کے اوپر تارکول لگا دیا گیا ہو) میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے، میں نے کہا کہ آپ نے گھڑے اور سبز گھڑے کا ذکر نہیں کیا؟ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ میں تم سے وہ بیان کر رہی ہوں جو میں نے سنا ہے، کیا میں تم سے وہ بھی بیان کروں جو میں نے نہیں سنا ہے۔ (بخاری)

فرضیت حجاب سے قبل بلند کاموں کے کرنے کی خواہش: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ احد کے دن لوگ نبی کریم ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے...... میں نے حضرت عائشہؓ بنت ابی بکر اور حضرت ام سلیمؓ کو دیکھا کہ وہ دونوں اپنے پائنچیں چڑھائی ہوئی ہیں، مجھے ان کی پنڈلیاں نظر آ رہی تھیں، وہ دونوں اپنی پشت پر مشکیزے اٹھائی ہوئی تھیں اور لوگوں کو پانی پلا رہی تھیں، پھر وہ لوٹ کر جاتیں، مشکیزوں کو بھرتیں، واپس آتیں اور لوگوں کو پانی پلاتیں...... (بخاری و مسلم)۔

فرضیت حجاب کے بعد بلند کاموں کے کرنے کی خواہش: حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول جہاد سب سے افضل عمل ہے تو ہم بھی کیوں نہ جہاد کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے افضل جہاد حج مبرور ہے، ایک روایت میں ہے: کیا ہم آپ کے ساتھ مل کر غزوہ اور جہاد نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے اچھا اور خوبصورت جہاد حج مبرور ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ سے یہ سن لینے کے بعد اب میں کبھی بھی حج نہیں چھوڑوں گی۔ (بخاری)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم حج کے مہینوں میں حج کے لئے نکلے، ہم نے مقام سرف پر پڑاؤ کیا، نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے کہا کہ جس شخص کے پاس ہدی نہ ہو اور وہ عمرہ بھی کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، اور جس کے ساتھ ہدی ہو وہ عمرہ نہیں کر سکتا، نبی کریم ﷺ اور ان کے کچھ باحیثیت صحابہؓ کے پاس ہدی تھا، لہذا وہ لوگ عمرہ نہیں کر سکتے تھے، میرے پاس نبی کریم ﷺ آئے، میں رو رہی تھی، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیوں رو رہی ہو؟ میں نے کہا کہ آپ صحابہ کرامؓ سے جو کچھ کہہ رہے تھے وہ میں نے سنا، آپ نے عمرہ سے منع کر دیا، ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول کیا لوگ دو دو اجر لے کر لوٹیں اور میں ایک ہی اجر کے ساتھ لوٹوں، ایک روایت میں ہے کہ اے اللہ کے رسول لوگ دو دو عبادت کے ساتھ لوٹیں گے اور میں ایک عبادت کے ساتھ لوٹوں گی،

آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا کہ میں نماز نہیں پڑھ سکتی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں، تم بھی آدم کی ایک بیٹی ہو، تمہارے مقدر میں بھی وہی باتیں لکھی ہوئی ہوں جو دیگر بناتِ آدم کی تقدیر میں لکھی ہوئی ہیں، تم حج میں رہو، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں عمرہ کی بھی توفیق دے دے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں حج میں شامل تھی یہاں تک کہ ہم منی سے نکل کر وادی محصب میں پہنچے، نبی کریم ﷺ نے عبدالرحمٰن کو بلایا اور کہا کہ اپنی بہن کو بیت اللہ لے جاؤ تا کہ وہ عمرہ کی ادائیگی کر سکیں۔(بخاری ومسلم)

اپنے گھر والوں کی فضیلت کا ذکر: حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ کی بیویوں میں کسی پر اتنی غیرت نہیں آئی جتنی حضرت خدیجہؓ پر آئی، حالانکہ میں نے ان کو دیکھا بھی نہیں ہے، نبی کریم ﷺ کثرت سے ان کا ذکر کیا کرتے تھے، کبھی کبھی آپ ﷺ بکری ذبح کرتے، پھر اس کے ٹکڑے کاٹتے پھر اسے حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کے پاس بھیجتے، کبھی کبھی میں آپ ﷺ سے کہتی کہ ایسا لگتا ہے کہ اس دنیا میں خدیجہؓ کے علاوہ کوئی عورت ہی نہیں ہے، تو آپ ﷺ فرماتے وہ ایسی ہی تھیں، ان سے میری اولاد تھی۔(بخاری ومسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ...... پھر نبی کریم ﷺ کی بیویوں نے نبی کریم ﷺ کی بیوی زینب بنت جحشؓ کو بھیجا، یہ نبی کریم ﷺ کے نزدیک مقام ومرتبہ میں میرے برابر تھیں، میں نے کبھی کوئی خاتون زینبؓ سے زیادہ دیندار، اللہ کا تقویٰ رکھنے والی، سچ بولنے والی، صلہ رحمی کرنے والی، بہت زیادہ صدقہ کرنے والی اور جس عمل کے ذریعہ وہ صدقہ کیا کرتی تھیں اور جس سے اللہ کا قرب حاصل کیا کرتی تھیں اس کو کم سمجھنے والی نہیں دیکھا، ہاں ان کو غصہ بہت جلدی آجایا کرتا تھا لیکن وہ اتنی ہی جلدی ٹھنڈی بھی ہوجایا کرتی تھیں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کے پاس آنے کی اجازت مانگی، اس وقت نبی کریم ﷺ حضرت عائشہؓ کے ساتھ ان کی چادر میں اسی طرح تھے جس طرح وہ اس وقت تھے جب حضرت فاطمہؓ آئی تھیں، آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی، زینب بن جحشؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول مجھے آپ کی بیویوں نے آپ کے پاس بھیجا ہے، وہ آپ سے ابوقحافہ (ابوبکرؓ) کی بیٹی (عائشہؓ) کے سلسلہ میں عدل وانصاف کا مطالبہ کرتی ہیں، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں پھر انھوں نے مجھے برا بھلا کہا اور زبان درازی کی، میں نبی کریم ﷺ اور ان کی نگاہوں کو دیکھ رہی تھی کہ شاید مجھے کچھ کہنے کی اجازت دے دیں، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ زینبؓ مسلسل بولتی رہیں تو میں سمجھ گئی کہ اگر میں ان سے مقابلہ کروں اور بدلہ لوں تو یہ آپ ﷺ کو ناگوار نہ ہوگا، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں پھر میں نے ان کو برا بھلا کہنا شروع کیا، میں مسلسل بولتی رہی حتی کہ ان پر غالب آ گئی (مسلم)۔

ہشام اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابتؓ نے واقعہ افک کے سلسلہ میں حضرت عائشہؓ سے متعلق بہت باتیں کہی تھیں، لہذا میں نے ان کو برا بھلا کہا، تو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اے بھانجے ان کو کچھ نہ کہو کیونکہ وہ نبی کریم ﷺ کا دفاع کیا کرتے تھے۔ (بخاری ومسلم، الفاظ مسلم کے ہیں)

عروۃ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ اس بات کو ناپسند فرماتی تھیں کہ ان کے سامنے حضرت حسانؓ کو برا بھلا کہا جائے، وہ کہتی تھیں کہ حسانؓ ہی نے یہ شعر کہا ہے:

فإن أبي و والده وعرضي　　لعرض محمد منكم وقاء

(بخاری ومسلم) (میرے والد، ان کے والد اور میری عزت وآبرو سب محمدؐ کی عزت وآبرو کی حفاظت کرنے والے ہیں)۔

ان کا زہد اور ان کی سخاوت: عبدالواحد بن ایمن کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے کہا کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس گیا، وہ اون کی ایک قمیص پہنی ہوئی تھیں جس کی قیمت پانچ درہم تھی، انھوں نے کہا کہ میری باندی کو دیکھو وہ اس قمیص کو گھر میں پہننا بھی پسند نہیں کرتی، حالانکہ نبی کریم ﷺ زمانہ میں میرے پاس اون کی ایک قمیص تھی، مدینہ کی جو عورت بھی زیب وزینت کرنا چاہتی وہ مجھ سے وہ قمیص عاریتاً مانگ بھیجتی۔ (بخاری)

عوف بن طفیل جو حضرت عائشہؓ کے بھتیجے ہیں کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کو بتایا گیا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ان کے کسی خرید وفروخت یا عطیہ کے معاملہ میں یہ کہا کہ خدا کی قسم یا تو عائشہؓ اس سے باز آجائیں یا پھر میں ان کو ضرور بالضرور اس سے روک دوں گا، ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ حضرت عائشہؓ کو نبی کریم ﷺ اور ابوبکرؓ کے بعد سب سے زیادہ محبوب تھے، عبداللہ بن زبیرؓ بھی ان کے ساتھ بہت ہی اچھا معاملہ کرتے تھے، حضرت عائشہؓ کے پاس جو چیز بھی آتی تھی وہ اسے صدقہ کر دیا کرتی تھیں، حضرت عائشہؓ نے پوچھا کیا عبداللہ بن زبیرؓ نے ایسا کہا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ میں اللہ کے لئے نذر مانتی ہوں کہ ابن الزبیرؓ سے کبھی بھی بات نہیں کروں گی، جب دونوں کے درمیان دوری کا وقفہ بہت طویل ہو گیا تو ابن الزبیرؓ نے مختلف لوگوں سے سفارش کروائی، حضرت عائشہؓ نے کہا خدا کی قسم میں کسی کی سفارش قبول نہیں کروں گی اور نہ ہی اپنی نذر کے سلسلہ میں حانث ہوں گی، جب ابن الزبیر پر یہ بہت شاق گذرنے لگا تو انھوں نے مسور بن مخرمہؓ اور عبدالرحمٰن بن اسود بن عبد یغوثؓ سے بات کی، ان دونوں کا تعلق بنوزہرہ سے تھا، ابن زبیرؓ نے ان دونوں سے کہا کہ میں اللہ کا واسطہ دے کر تم دونوں سے کہہ رہا ہوں کہ مجھے حضرت عائشہؓ کے پاس لے چلو، ان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ مجھ سے تعلق ختم کرنے کی

نذر مانیں، لہٰذا مسورؓ اور عبدالرحمٰنؓ اپنی چادریں اوڑھ کر ابن زبیرؓ کو لے کر آئے، ان دونوں نے حضرت عائشہؓ سے اجازت مانگی، انھوں نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کیا ہم داخل ہو سکتے ہیں؟ حضرت عائشہؓ نے کہا آجاؤ، انھوں نے پوچھا کہ کیا ہم سب آجائیں؟ انھوں نے کہا کہ ہاں سب آجاؤ، وہ نہیں جانتی تھیں کہ ان کے ساتھ ابن زبیرؓ بھی ہیں، جب وہ لوگ داخل ہوئے تو ابن زبیر پردہ کے پیچھے چلے گئے، اور حضرت عائشہؓ کے گلے لگ گئے، ان کو اللہ کا واسطہ دینے لگے اور رونے لگے، مسورؓ اور عبدالرحمٰنؓ نے بھی ان سے بات کر لینے کو کہا، لیکن نہ ہی انھوں نے بات کی اور نہ ہی ان کی بات تسلیم کی، وہ دونوں کہہ رہے تھے کہ آپ جانتی ہی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کسی مسلمان بھائی سے گفتگو چھوڑ دینے سے منع فرمایا ہے، کسی بھی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے، جب انھوں نے بار بار حضرت عائشہؓ کو یہ حدیث یاد دلائی تو وہ رونے لگیں اور کہنے لگیں کہ میں نے تو نذر مان لی ہے اور یہ نذر بہت شدید ہے، لیکن وہ دونوں ان کے پیچھے لگے رہے یہاں تک کہ انھوں نے ابن زبیرؓ سے بات کر لی اور اپنی نذر کے ٹوٹنے پر چالیس غلاموں کو آزاد کیا، بعد میں وہ اپنے اس نذر کو یاد کر کے روتی تھیں حتیٰ کہ آنسوؤں سے ان کی اوڑھنی تر ہو جاتی تھی (بخاری)۔

ان کا ورع وتقویٰ: عمرو بن میمون الاودیؒ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن الخطابؓ کو دیکھا کہ انھوں نے کہا اے عبداللہ بن عمرؓ ام المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس جاؤ، اور ان سے کہو کہ عمر بن الخطابؓ آپ کو سلام کہہ رہے ہیں، پھر ان سے پوچھنا کہ کیا میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدفون ہو سکتا ہوں، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ میں خود اس جگہ مدفون ہونا چاہتی تھی لیکن آج میں عمرؓ کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں، جب عبداللہ بن عمرؓ آئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ کیا خبر ہے؟ انھوں نے کہا کہ اے امیر المومنین انھوں نے آپ کو اجازت دے دی ہے، حضرت عمرؓ نے کہا کہ اس مقام سے بڑھ کر کوئی چیز میرے نزدیک اہم نہیں تھی، جب میری روح قبض کر لی جائے تو تم لوگ مجھے لے کر جانا پھر حضرت عائشہؓ کو سلام کرنا اور کہ عمر بن الخطابؓ یہاں پر مدفون ہونے کی اجازت چاہتے ہیں، اگر وہ اجازت دے دیتی ہیں تو مجھے وہاں دفن کر دینا، بصورت دیگر مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا (بخاری)۔

ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کی وفات سے کچھ قبل ابن عباسؓ نے ان کے پاس آنے کی اجازت چاہی، اس وقت حضرت عائشہ پر بیہوشی کی سی کیفیت طاری تھی، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ ابن عباسؓ آ کر میری تعریف کرنے لگیں گے...... ان کے بعد ابن زبیرؓ آئے تو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ میرے پاس ابن عباسؓ آئے تھے وہ میری تعریف کرنے لگے، اس وقت میرے دل نے چاہا کہ کاش میں ایک بھولی بسری بات

ہوتی (بخاری)۔

حضرت عائشہؓ نے عبداللہ بن زبیرؓ سے کہا کہ مجھے میری سوکنوں کے ساتھ دفن کرنا، مجھے نبی کریم ﷺ کے ساتھ گھر میں دفن نہ کرنا، کیوں کہ میں یہ ناپسند کرتی ہوں کہ مجھے دوسروں پر فضیلت دی جائے (بخاری)۔

ان کی بہادری: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ احد کے دن لوگ نبی کریم ﷺ سے پیچھے رہ گئے...، میں نے عائشہؓ بنت ابی بکر اور ام سلیمؓ کو دیکھا، ان دونوں نے اپنے پائچیں چڑھا رکھی تھیں، مجھے ان دونوں کی پنڈلیاں نظر آ رہی تھی، وہ دونوں اپنی پیٹھوں پر مشکیزے اٹھاتے ہوئے تھیں، وہ لوگوں کو پانی پلاتیں، پھر وہ لوٹ کر جاتیں، مشکیزے بھرتیں، واپس آتیں اور لوگوں کو پانی پلاتیں (بخاری و مسلم)۔

احد کے دن حضرت عائشہؓ کی عمر گیارہ سال کی تھی، اس وقت انھوں نے جنگ میں ایسا زبردست کردار ادا کیا، ہمیں غزوۂ خندق میں بھی حضرت عائشہؓ کے کردار پر نظر ڈالنی چاہئے جس وقت آپ کی عمر صرف بارہ سال کی تھی، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں خندق کے دن لوگوں کے پیروں کے نشانات دیکھتے ہوئے نکلی، وہ کہتی ہیں کہ اچانک میں نے اپنے پیچھے زمین کی آواز سنی، وہ کہتی ہیں کہ میں پلٹ پڑی تو کیا دیکھتی ہوں کہ وہاں سعد بن معاذؓ اور ان کے ساتھ ان کے بھتیجے حارث بن اوس ہیں جو ڈھال اٹھائے ہوئے ہیں، وہ کہتی ہیں کہ پھر میں زمین پر بیٹھ گئی، وہاں سے سعدؓ گذرے، وہ لوہے کی زرہ پہنے ہوئے تھے جس سے ان کے بازو نکلے ہوئے تھے، مجھے ان کے بازوؤں کے سلسلہ میں اندیشہ ہو رہا تھا، وہ رجزیہ شعر پڑھتے ہوئے گذرے، وہ کہہ رہے تھے:

لیت قلیلا یدرک الھیجا جمل　　ما احسن الموت اذا حان الاجل

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پھر میں کھڑی ہوگئی اور ایک باغ میں داخل ہوگئی، وہاں مجھے کچھ مسلمان نظر آئے، ان میں عمر بن الخطابؓ بھی تھے، وہیں پر ایک ایسا شخص تھا جو خود پہنے ہوئے تھا، حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا کہ آپ کیوں آئی ہیں؟ خدا کی قسم آپ بہت بہادر ہیں، لیکن اگر کوئی مصیبت آجاتی ہے یا پسپائی ہو جاتی ہے تو آپ کیسے محفوظ رہیں گی؟ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ حضرت عمرؓ مسلسل مجھے ملامت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے یہ تمنا کی کہ کاش اسی وقت زمین پھٹ جائے اور میں اس میں سما جاؤں، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ پھر خود والے شخص نے اپنے چہرہ سے خود اتار دی، میں نے دیکھا کہ وہ طلحہ بن عبید اللہؓ تھے، انھوں نے کہا کہ اے عمرؓ آج آپ نے بہت زیادتی کی، اللہ کے علاوہ اور کس کی طرف پلٹ کر اور فرار ہو کر جانا ہے؟ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ قریش کے ایک مشرک نے جس کا نام ابن العرقہ تھے حضرت سعدؓ کو تیر مارا اور کہا لو سنبھالو اس کو، میں ابن العرقہ ہوں، وہ تیر سعدؓ کے

بازو کی رگ میں لگا جس سے وہ رگ کٹ گئی، سعدؓ نے اللہ سے دعا کی اور کہا کہ اے اللہ مجھے اس وقت تک موت نہ دے جب تک کہ میری آنکھ بنوقریظہ کے انجام کو دیکھ کر ٹھنڈی نہ ہو جائے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بنوقریظہ زمانہ جاہلیت میں حضرت سعدؓ کے موالی کے حلیف تھے، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ پھر سعدؓ کا زخم مندمل ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر ہوا بھیج دی اور اللہ تعالیٰ مومنین کی طرف سے جنگ کے لئے کافی ہو گیا، اللہ تعالیٰ بہت ہی طاقتور اور عزیز ہے (احمد)۔

حضرت عمر بن الخطابؓ کہتے ہیں ...... پھر وہ حفصہؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ اے بیٹی کیا تم نبی کریم ﷺ سے اس طرح بحث کرتی ہو کہ وہ تم سے دن بھر کے لئے خفا ہو جاتے ہیں؟ حفصہؓ نے کہا کہ ہاں، ہم آپ ﷺ سے بحث کرتے ہیں، میں نے کہا تم جانتی ہو کہ میں نے تم کو اللہ کی سزا اور نبی کریم ﷺ کی خفگی سے باخبر کر رکھا ہے...... حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ پھر میں عائشہؓ کے پاس گیا اور کہا اے ابوبکر کی بیٹی کیا تم اس قدر آگے بڑھ گئی ہو کہ نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچاتی ہو۔

ابومریم عبداللہ بن زیاد اسدی فرماتے ہیں کہ جب طلحہؓ، زبیرؓ اور عائشہؓ بصرہ کی طرف نکلے تو حضرت علیؓ نے عمار بن یاسرؓ اور حسن بن علیؓ کو کوفہ کی طرف بھیجا، جب وہ ہمارے پاس کوفہ آئے تو وہ دونوں منبر پر چڑھ گئے، حسن بن علیؓ منبر پر اوپر کھڑے تھے اور عمارؓ ان سے نیچے تھے، ہم لوگ وہاں جمع ہو گئے، میں نے عمارؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ عائشہؓ بصرہ کی طرف روانہ ہو گئی ہیں، خدا کی قسم وہ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی تمہارے نبی کی بیوی ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو آزمایا ہے تا کہ وہ دیکھ لے کہ تم لوگ اللہ کی اطاعت کرتے ہو یا عائشہؓ کی؟ (بخاری)۔

روایت صحیح طور پر بیان کرنا اگر چہ وہ اپنی ذات کے خلاف ہی کیوں نہ ہو: حضرت عائشہؓ نے کہا کیا میں تمہیں اپنے اور نبی کریم ﷺ کے بارے میں نہ بتاؤں، ہم نے کہا کہ کیوں نہیں...... انھوں نے کہا کہ جب وہ رات آئی جس میں نبی کریم ﷺ میرے پاس تھے تو آپ ﷺ میرے پاس سے اٹھ گئے، آپ ﷺ نے چادر ہٹائی، اپنے جوتے اتارے، ان کو اپنے پیر کے پاس رکھا، فرش پر اپنی تہبند کا ایک حصہ بچھایا اور اس پر لیٹ گئے، آپ ﷺ کو جیسے ہی محسوس ہوا کہ میں سو گئی ہوں آپ ﷺ نے آہستہ سے اپنی چادر اٹھائی، آہستہ سے جوتا پہنا، دروازہ کھولا اور باہر نکل گئے پھر آہستہ سے دروازہ بند کر دیا، میں نے اپنے سر پر چادر ڈالی، اوڑھنی اوڑھی، کپڑے پہنے اور نبی کریم ﷺ کے پیچھے پیچھے چل پڑی، یہاں تک کہ آپ ﷺ جنت البقیع کے پاس آئے، وہاں بہت دیر تک کھڑے رہے، پھر آپ ﷺ نے تین مرتبہ ہاتھ اٹھایا، پھر آپ ﷺ مڑے تو میں بھی مڑ گئی،

آپ ﷺ تیز چلے تو میں بھی تیز چلی، آپ ﷺ نے اپنی رفتار اور تیز کی تو میں نے بھی اپنی رفتار تیز کر دی، آپ ﷺ دوڑے تو میں بھی دوڑنے لگی، میں آپ ﷺ سے پہلے گھر میں داخل ہوگئی، جیسے ہی میں لیٹی کہ آپ ﷺ گھر میں داخل ہوئے، آپ ﷺ نے کہا کہ اے عائشہؓ تمہاری سانسیں تیز تیز چل رہی ہیں، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے کہا کہ کچھ بھی نہیں ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم مجھے بتادو نہیں تو اللہ تعالیٰ مجھے بتادے گا، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول آپ پر میرے ماں باپ قربان، پھر میں نے آپ ﷺ کو پورا واقعہ بتادیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ہی وہ تھیں جس کو میں نے اپنے آگے دیکھا تھا، میں نے کہا کہ ہاں، تو آپ ﷺ نے میرے سینہ پر اس طرح مارا کہ مجھے تکلیف ہونے لگی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم وزیادتی کرے گا، انھوں نے کہا کہ لوگوں سے جو کچھ بھی چھپایا جاتا ہے اسے اللہ جانتا ہے، آپ ﷺ نے بتایا کہ جب تم نے دیکھا تھا اس وقت میرے پاس جبرئیلؑ آئے تھے، انھوں نے آہستہ سے مجھے آواز دی تاکہ تم نہ سن سکو، میں نے بھی ان کو اس طرح جواب دیا کہ تم سن نہ سکو، جبرئیل علیہ السلام اس حال میں تمہارے پاس نہیں آتے کہ تم نے اپنے کپڑے اتار دیئے تھے، میں نے یہ سمجھا کہ تم سوچکی ہو لہذا میں نے تم کو جگانا مناسب نہ سمجھا، مجھے اندیشہ تھا کہ تم خوف نہ محسوس کرنے لگو، جبرئیل نے مجھ سے کہا کہ آپ کا رب آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ جنت البقیع جائیں اور وہاں مدفون لوگوں کے لئے مغفرت کی دعا کریں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول میں ان مدفون لوگوں کے استغفار کے لئے کیا کہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم یہ کہو **"السلام علی اهل الديار من المومنين والمسلمين ويرحم المستقدمين منا والمستاخرين وانا ان شاء الله بكم لاحقون"** (مسلم)۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ شہد اور حلوی پسند فرمایا کرتے تھے، آپ ﷺ جب عصر کی نماز پڑھ کر آتے تو اپنی تمام بیویوں کے پاس جاتے، اور کسی ایک سے قریب ہوتے، آپ ﷺ حفصہ بنت عمرؓ کے پاس گئے، اور ان کے پاس معمول سے زیادہ رک گئے، مجھے بڑی غیرت آئی، میں نے اس بارے میں دریافت کیا تو مجھے بتایا گیا کہ حفصہؓ کے قبیلہ کی ایک خاتون نے ان کو ایک مٹکا شہد ہدیہ کیا ہے، انھوں نے نبی کریم ﷺ کو وہ شہد پلایا ہے، میں نے کہا کہ خدا کی قسم ہم کوئی چال چلیں گے، میں نے سودہ بنت زمعہؓ سے کہا کہ عنقریب نبی کریم ﷺ آپ سے قریب ہوں گے، جب وہ آپ سے قریب ہوں تو آپ ان سے کہئے گا کیا آپ ﷺ نے مغافیر کھائی ہے؟ تو وہ آپ سے کہیں گے کہ نہیں، تو آپ ان سے کہئے گا کہ پھر آپ کے پاس سے یہ کیسی بو آرہی ہے؟ وہ آپ

سے کہیں گے کہ حفصہؓ نے مجھے شہد پلایا ہے، تو آپ ان سے کہئے گا کہ شہد کی مکھی نے عرفط درخت کو چاٹ لیا ہوگا، پھر میں بھی ایسے ہی کہوں گی اور اے صفیہؓ آپ بھی ایسے ہی کہئے گا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ سودہؓ کہتی ہیں کہ خدا کی قسم نبی کریم ﷺ جیسے ہی دروازہ پر کھڑے ہوئے میں نے آپ ﷺ سے ڈر کر سوچا کہ ان کو وہ بات بتادوں جس کا عائشہؓ نے حکم دیا ہے، لیکن جب نبی کریم ﷺ سودہؓ سے قریب ہوئے تو انھوں نے آپ ﷺ سے کہا اے اللہ کے رسول کیا آپ ﷺ نے مغافیر کھائی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، سودہؓ نے کہا پھر آپ کے پاس سے یہ کیسی بو آرہی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حفصہؓ نے مجھے شہد پلایا ہے، سودہؓ نے کہا کہ شہد کی مکھی نے عرفط درخت کو چاٹ لیا ہوگا،، جب آپ ﷺ میرے پاس آئے تو میں نے بھی یہی بات کہی، جب آپ ﷺ صفیہؓ کے پاس گئے تو انھوں نے بھی یہی بات کہی، جب آپ ﷺ حفصہؓ کے پاس گئے تو انھوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول کیا میں آپ کو شہد پلاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ضرورت نہیں محسوس ہو رہی ہے، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ سودہؓ نے کہا کہ خدا کی قسم ہم نے تو آپ ﷺ کے لئے شہد حرام کر دیا، اس پر میں نے ان سے کہا کہ خاموش رہئے (بخاری و مسلم)۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض کے ایام میں کہا کہ ابوبکرؓ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے کہا کہ حضرت ابوبکرؓ جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو لوگ ان کے رونے کی وجہ سے کچھ سن نہ سکیں گے، لہذا آپ حضرت عمرؓ کو حکم دیجئے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے حفصہؓ سے کہا کہ نبی کریم ﷺ کو بتائیے کہ ابوبکرؓ بہت جلد مغموم ہو جاتے ہیں، جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ان کے رونے کی وجہ سے لوگ کچھ سن نہ سکیں گے، لہذا آپ حضرت عمرؓ کو حکم دیجئے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں، لہذا حضرت حفصہؓ نے ایسا ہی کیا، نبی کریم ﷺ نے کہا کہ خاموش رہو، تم لوگ تو یوسف علیہ السلام والی خواتین کی طرح ہو، ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں، حضرت حفصہؓ نے عائشہؓ سے کہا کہ مجھے تم سے کوئی خیر پہنچا ہی نہیں ہے۔

اللہ کی جانب سے حضرت عائشہؓ کا اعزاز: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے کہا کہ مجھے دو مرتبہ خواب میں تم دکھائی گئیں، میں نے یہ دیکھا کہ تم ریشم کے ایک ٹکڑے میں ہو اور فرشتہ کہہ رہا ہے کہ یہ آپ کی بیوی ہیں، میں نے کھول کر دیکھا تو وہاں پر تم تھیں، میں نے کہا کہ اگر یہ اللہ کی جانب سے ہے تو وہ اسے پورا کرے گا (بخاری و مسلم)۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے کہا کہ اے عائشہؓ جبرئیل تمہیں سلام کہہ رہے ہیں، تو حضرت عائشہؓ نے کہا "وعلیہ السلام ورحمة اللّٰہ وبرکاتہ"۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کہا کہ اے ام سلمہؓ..... خدا کی قسم میرے اوپر کبھی اس حال میں وحی نازل نہیں ہوئی ہے کہ میں تم میں سے کسی کے لحاف میں ہوں سوائے عائشہ کے (بخاری)۔

عمار بن یاسرؓ نے کہا...... خدا کی قسم حضرت عائشہؓ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی تمہارے نبی کی بیوی ہیں۔(بخاری)

نبی کریم ﷺ کی جانب سے حضرت عائشہ کا اعزاز: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دوسری تمام عورتوں پر عائشہؓ کی فضیلت ایسی ہی ہے جیسے تمام کھانوں پر ثرید کو فضیلت حاصل ہے (بخاری ومسلم)۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فاطمہؓ سے کہا کہ اے بیٹی کیا تم وہ پسند نہیں کرتی ہو جو میں پسند کرتا ہوں، انھوں نے جواب دیا کہ کیوں نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے (یعنی حضرت عائشہؓ) محبت کرو ....(بخاری ومسلم، الفاظ مسلم کے ہیں)۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنے مرض الموت میں پوچھتے تھے کہ کل میری کہاں باری ہے؟ کل میری کہاں باری ہے؟ دراصل آپ ﷺ یہ پوچھنا چاہتے تھے کہ حضرت عائشہؓ کے یہاں کب باری ہے، آپ ﷺ کی بیویوں نے آپ کو اجازت دے دی کہ جہاں چاہیں وہاں رہیں، آپ ﷺ وفات تک حضرت عائشہؓ کے پاس رہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا اس دن انتقال ہوا جس دن وہ میرے گھر آتے تھے، اللہ نے آپ ﷺ کی روح اس حال میں قبض کی کہ آپ ﷺ کا سر میرے سینہ کے پاس تھا (بخاری ومسلم)۔

صحابہ کرامؓ کی جانب سے حضرت عائشہؓ کا اکرام: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ انھوں نے حضرت اسماءؓ سے عاریتاً ایک ہار لیا، وہ کھو گیا، نبی کریم ﷺ نے کچھ لوگوں کو اسے تلاش کرنے کے لئے بھیجا، اسی اثنا میں نماز کا وقت آ گیا، لہذا ان صحابہ کرام ﷺ نے بغیر وضو کے نماز پڑھی، جب وہ لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو انھوں نے آپ ﷺ سے اس کی شکایت کی، اس وقت تیمّم سے متعلق آیت نازل ہوئی، اسید بن حضیرؓ نے کہا کہ اللہ آپ کو جزائے خیر دے، جب بھی آپ کے ساتھ کوئی مسئلہ درپیش ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا حل نکال دیتا ہے، اور اس میں

مسلمانوں کے لئے برکت ہوتی ہے (بخاری ومسلم)۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بیویوں کے درمیان دو پارٹیاں تھیں، ایک پارٹی میں عائشہؓ، حفصہؓ، صفیہؓ اور سودہؓ تھیں اور دوسری پارٹی میں ام سلمہؓ اور دوسری تمام بیویاں تھیں، مسلمان نبی کریم ﷺ کی حضرت عائشہؓ سے محبت سے واقف تھے، لہذا جب کوئی شخص نبی کریم ﷺ کو کچھ ہدیہ کرنا چاہتا تو وہ رکا رہتا یہاں تک کہ جس دن نبی کریم ﷺ عائشہؓ کے گھر میں ہوتے اس دن وہ شخص حضرت عائشہؓ کے گھر میں نبی کریم ﷺ کو ہدیہ بھیجتا (بخاری)۔

ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کی وفات سے پہلے ابن عباسؓ نے ان کے پاس آنے کی اجازت چاہی، ان سے بتایا گیا کہ ابن عباسؓ جو سربرآوردہ مسلمانوں میں سے ہیں تشریف لائے ہیں، انھوں نے کہا کہ ان کو آنے کی اجازت دے دو، ابن عباسؓ نے ان سے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اگر بچ جاؤں تو اچھی ہوں، ابن عباسؓ نے کہا آپ ان شاء اللہ بخیر رہیں گے کیونکہ آپ نبی کریم ﷺ کی بیوی ہیں، آپ کے علاوہ کسی اور باکرہ خاتون سے آپ ﷺ نے نکاح نہیں کیا، اللہ نے آپ کی معذرت آسمان سے نازل کی، اور ایک روایت میں ہے کہ اے ام المومنین آپ تو ایک ایسی جگہ جائیں گی جہاں آپ کے سچے پیش خیمے موجود ہیں یعنی نبی کریم ﷺ اور ابوبکرؓ (بخاری)۔

## ام المومنین حضرت ام سلمہؓ:

حبشہ کی جانب ان کی ہجرت: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ام حبیبہؓ اور ام سلمہؓ نے حبشہ کے ایک کنیسہ کا ذکر کیا جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں، ان دونوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے درمیان سے جب کوئی نیک شخص مرجاتا تو وہ لوگ اس کی قبر پر ایک مسجد بنا لیتے اور اس میں اس طرح کی تصویریں بنا دیتے، یہ لوگ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ برے لوگ ہوں گے۔ (بخاری)

نبی کریم ﷺ کا ان کے شوہر ابوسلمہؓ کا اکرام کرنا: حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ابوسلمہؓ کے پاس آئے، اس وقت ان کی نگاہیں پھٹی پڑی تھیں تو آپ ﷺ نے ان کو بند کر دیا اور فرمایا کہ جب روح قبض کی جاتی ہے تو نگاہیں اس کے پیچھے پیچھے جاتی ہیں، یہ سن کر ان کے گھر کے کچھ لوگ شور وغل اور چیخ وپکار کرنے لگے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے لئے صرف خیر کی ہی دعا کرو کیونکہ فرشتے تمہاری کہی ہوئی تمام باتوں پر آمین کہہ رہے ہیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ ابوسلمہؓ کی مغفرت فرما، مہدیین میں ان کے درجات بلند فرما،

ان کے پیچھے ان کی پسماندگان کو بہترین خلف عطا فرما، اے رب العالمین ان کی اور ہم سب کی مغفرت فرما اور ان کے قبر کو وسیع و منور فرما۔ (مسلم)

نبی کریم ﷺ کے حکم کو مانتے ہوئے صبر کرنا: حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب ابوسلمہؓ کا انتقال ہوا تو میں نے کہا کہ وہ بیچارے اجنبی سرزمین پر اجنبیت کی حالت میں انتقال کر گئے، میں ان پر اتنا روؤں گی کہ بعد میں بھی اس کا ذکر کیا جائے گا۔ ابھی میں رونے کے لئے تیار ہوئی ہی تھی کہ اوپر سے ایک عورت میری مدد کرنے کے لئے آ گئی، نبی کریم ﷺ اس کے سامنے آ گئے اور کہا کہ تم اس گھر میں شیطان کو داخل کرنا چاہتی ہو جہاں سے اللہ نے اسے دو مرتبہ نکالا ہے، لہذا میں رونے سے باز گئی۔ (مسلم)

اپنے شوہر ابوسلمہؓ کے ساتھ وفاداری: حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جس مسلمان کو بھی کوئی مصیبت پہنچے اور وہ اس کے بعد یہ کہے کہ یہ سب کچھ اللہ کی مرضی سے ہوا ہے، ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے، اے اللہ مجھے میری مصیبت پر اجر عطا فرما اور مجھے اس کا بہترین خلف عطا فرما، تو اللہ تعالیٰ اس کو اس مصیبت کا بہترین خلف عطا فرماتا ہے، ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ جب ابوسلمہؓ کا انتقال ہوا تو میں نے کہا کہ ابوسلمہؓ سے بہتر کون ہوسکتا ہے جس کے گھرانے نے سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کی طرف ہجرت کی، لیکن پھر میں نے یہ الفاظ اپنی زبان سے ادا کر دیئے، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی کریم ﷺ کی شکل میں ان کا بہترین خلف عنایت کیا۔ (مسلم)

نبی کریم ﷺ سے ان کی شادی: حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حاطب بن بلتعہؓ کو میرے پاس شادی کا پیغام دے کر بھیجا، میں نے کہا کہ میری ایک بیٹی ہے اور میں بہت غیرت مند بھی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جہاں تک ان کی بیٹی کا سوال ہے تو میں اللہ سے دعا کروں گا کہ وہ انھیں اس سے بے نیاز کر دے، اسی طرح میں اللہ سے یہ بھی دعا کروں گا کہ ان کی غیرت ختم کر دے۔ (مسلم)

حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے ان سے شادی کی تو ان کے پاس تین دن تک رہے، اور فرمایا کہ اس میں تمہارے گھر والوں کے لئے کوئی ذلت کی بات نہیں ہے...... اگر تم چاہو تو میں سات دن تمہارے پاس رہ جاؤں، اگر میں تمہارے پاس سات دن رہتا ہوں تو اپنی دوسری بیویوں کے یہاں بھی سات سات دن رہوں گا، اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس تین دن رہوں اور اس کے بعد تمام بیویوں کے پاس جانے لگوں، ام سلمہؓ نے کہا کہ آپ ﷺ میرے پاس تین دن رہئے۔ (مسلم)

ان کی مضبوط شخصیت: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بیویوں کے درمیان دو پارٹیاں تھیں، ایک پارٹی میں عائشہؓ، حفصہؓ، سودہؓ، صفیہ تھیں اور دوسری پارٹی میں ام سلمہؓ اور نبی کریم ﷺ کی دوسری بیویاں تھیں، ام سلمہؓ کی پارٹی والی خواتین نے ان سے کہا کہ آپ نبی کریم ﷺ سے بات کریئے کہ وہ لوگوں سے کہیں کہ اگر انمیں سے کوئی شخص نبی کریم ﷺ کو ہدیہ کرنا چاہتا ہے تو وہ آپ ﷺ کو ہدیہ کردے چاہے اس وقت آپ ﷺ کسی بھی بیوی کے گھر میں ہوں، لہذا ام سلمہؓ نے نبی کریم ﷺ سے اس سلسلہ میں بات کی...(بخاری)

**ان کی عمومی مسائل سے دلچسپی اور امام المسلمین کے خطبہ کو غور سے سننا:**

نبی کریم ﷺ کی اہلیہ ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں لوگوں کو حوض کوثر کا ذکر کرتے ہوئے سنتی تھی، حالانکہ میں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر نہیں سنا تھا، ایک مرتبہ میری باندی میرے بالوں میں کنگھا کر رہی تھی کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو منبر پر کہتے ہوئے سنا کہ اے لوگو! میں نے باندی سے کہا کہ ذرا ہٹنا تو، اس نے کہا کہ آپ ﷺ نے مردوں کو آواز دی ہے نہ کہ عورتوں کو، میں نے کہا کہ میرا تعلق بھی ''لوگوں'' سے ہے، پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں حوض کوثر پر تم سے پہلے جاؤں گا، تم میں سے کچھ لوگ جو میرے پاس آرہے ہوں گے ان کو اس طرح بھگا دیا جائے گا جس طرح بھٹکے ہوئے اونٹ کو بھگا دیا جاتا ہے، میں پوچھوں گا کہ ان کے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے تو مجھ سے کہا جائے گا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے تمہارے بعد کیا نئی نئی باتیں پیدا کر رکھی تھیں، تو میں کہوں گا کہ اے اللہ ان کو دور کردے۔(مسلم)

ان کی بہادری: حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ وہ حفصہؓ کے پاس گئے، اور ان سے کہا کہ اے بیٹی کیا تم نبی کریم ﷺ سے اس طرح بحث کرتی ہو کہ وہ تم سے دن بھر خفا رہتے ہیں؟ حضرت حفصہؓ نے کہا کہ خدا کی قسم ہم آپ ﷺ سے بحث کرتے ہیں، میں نے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہیں اللہ کی سزا اور نبی کریم ﷺ کی خفگی سے باخبر کر رکھا ہے.... حضرت عمرؓ کہتے ہیں پھر میں نکل آیا اور ام سلمہؓ کے پاس گیا، کیونکہ میری ان سے قرابت داری تھی، میں نے ان سے گفتگو کی تو ام سلمہؓ نے کہا کہ اے ابن خطاب آپ پر تعجب ہے! آپ نے ہر چیز میں مداخلت کرنا شروع کردی ہے یہاں تک کہ اب آپ نبی کریم ﷺ اور ان کی بیویوں کے درمیان مداخلت کرنا چاہتے ہیں، خدا کی قسم پھر انھوں نے میرا اتنا زبردست مواخذہ کیا کہ میرے دل میں جو کچھ خیالات آرہے تھے وہ جاتے رہے، پھر میں ان کے پاس سے نکل آیا....(بخاری ومسلم)

اللہ سے اجر کی امید کرتے ہوئے اپنے یتیم بچوں کی اچھی نگہداشت کرنا: حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ

میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول اگر میں ابوسلمہ کے بچوں پر خرچ کرتی ہوں تو کیا مجھے ثواب ملے گا؟ میں ان کو اس حالت میں چھوڑ نا نہیں چاہتی، وہ سب میرے بیٹے ہیں، آپؐ نے فرمایا کہ ہاں، تم ان پر جو کچھ خرچ کرو گی تمہیں اس کا اجر ملے گا۔ (بخاری و مسلم)

ان کی عقل کی پختگی اور اچھے مشورے دینا: مسور بن مخرمہؓ اور مروانؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ حدیبیہ کے زمانہ میں نکلے...... جب آپ ﷺ قریش کے ساتھ صلح نامہ لکھنے سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے کہا کہ جاؤ اپنے جانوروں کو ذبح کر دو اور سر منڈ والو، راوی کہتے ہیں کہ خدا کی قسم کوئی بھی صحابی اپنی جگہ سے کھڑا نہیں ہوا، آپ ﷺ نے تین مرتبہ ایسا کہا لیکن جب کوئی بھی کھڑا نہیں ہوا تو آپ ﷺ حضرت ام سلمہؓ کے پاس گئے اور ان سے لوگوں کے رویہ کا ذکر کیا، ام سلمہؓ نے کہا اے اللہ کے نبی کیا آپ ایسا کرنا چاہتے ہیں؟ آپ جائیے، کسی سے گفتگو نہ کیجئے پھر اپنے جانور کو ذبح کیجئے اور اپنے حجام کو بلوا کر اپنا سر منڈ وا لیجئے، لہذا آپؐ نکلے، آپ ﷺ نے کسی سے کچھ بھی گفتگو نہ کی یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اپنا جانور ذبح کیا، حجام کو بلوا کر اس سے سر منڈ وایا، جب صحابہ کرامؓ نے نبی کریم ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی کھڑے ہو گئے، انھوں نے اپنے جانوروں کو ذبح کیا، اور ایک دوسرے کے سر کا بال اتارنے لگے....(بخاری)

## ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ

اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی نبی کریم ﷺ سے شادی: ''اے نبی یاد کرو وہ موقع جب تم اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے اور تم نے احسان کیا تھا کہ ''اپنی بیوی کو نہ چھوڑ اور اللہ سے ڈر''، اس وقت تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ کھولنا چاہتا تھا، تم لوگوں سے ڈر رہے تھے، حالانکہ اللہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو، پھر جب زید اس سے اپنی حاجت پوری کر چکا تو ہم نے اس (مطلقہ خاتون) کا تم سے نکاح کر دیا تا کہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے معاملہ میں کوئی تنگی نہ رہے جبکہ وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر چکے ہوں اور اللہ کا حکم تو عمل میں آنا ہی چاہیے تھا''۔ (سورۂ احزاب: ۳۷)

نماز استخارہ کی حرص: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت زینبؓ کی عدت کے ایام ختم ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زیدؓ سے کہا کہ زینبؓ کو میری شادی کا پیغام دو، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ زیدؓ جس وقت زینبؓ کے پاس گئے اس وقت وہ آٹا گوندھ رہی تھیں، زیدؓ کہتے ہیں کہ جب میں نے ان کو دیکھا تو میرے دل پر ان کی بڑی عظمت قائم ہوئی حتی کہ میرے اندر اتنی سکت نہیں تھی کہ میں ان کو دیکھ سکوں کیونکہ کہ نبی کریم ﷺ نے ان

کوشادی کا پیغام دیا تھا، لہذا میں نے ان کی طرف اپنی پیٹھ کرلی، میں پیچھے ہٹا اور میں نے کہا کہ اے زینبؓ نبی کریم ﷺ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے تا کہ میں تمہیں ان کی شادی کا پیغام دوں، انھوں نے کہا کہ میں اپنے رب سے مشورہ کرنے سے پہلے کوئی کام نہیں کرتی، لہذا وہ نماز پڑھنے کی جگہ پر گئیں اسی درمیان نبی کریم ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی "**واذ تقول للذی انعم الله علیه**" نبی کریم ﷺ ان کے پاس آئے اور بغیر اجازت کے داخل ہوگئے....(مسلم)

**ان کی شادی کی صبح پردہ سے متعلق آیت کا نزول:** حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے زینب بنت جحشؓ سے شادی کی تو آپ ﷺ نے ولیمہ کیا، لوگوں نے سیر ہوکر روٹی اور گوشت کھایا، پھر آپ ﷺ امہات المومنین کے کمروں کی طرف گئے، جیسا کہ آپ ﷺ شادی کی صبح کیا کرتے تھے، آپ ﷺ نے ان سب کو سلام کیا اور ان کے لئے دعائیں کیں، امہات المومنین نے بھی آپ ﷺ کو سلام کیا اور دعائیں دیں، جب آپ ﷺ اپنے گھر کی طرف لوٹے تو دیکھا کہ وہاں پر دو شخص گفتگو کررہے ہیں، جب آپ ﷺ نے ان دونوں کو دیکھا تو اپنے گھر سے لوٹ آئے، جب ان دونوں لوگوں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ اپنے گھر سے لوٹ گئے ہیں تو وہ دونوں تیزی سے گھر سے نکل پڑے، مجھے نہیں معلوم کہ ان دونوں کے چلے جانے کی خبر میں نے نبی کریم ﷺ کو دی یا کسی اور نے دی، پھر آپ ﷺ لوٹ کر گھر آگئے، میرے اور اپنے درمیان ایک پردہ لٹکا دیا، پھر پردہ سے متعلق آیت نازل ہوئی۔(بخاری ومسلم)

**نبی کریم ﷺ کے نزدیک ان کا مقام:** حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بیویوں میں زینب بنت جحشؓ (نبی کریم ﷺ کے نزدیک مقام میں) میرے مساوی تھیں۔(بخاری ومسلم)

**ان کی بہت زیادہ خوبیاں:** حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں .... میں نے کبھی کوئی خاتون زینبؓ سے زیادہ دیندار، اللہ کا تقویٰ رکھنے والی، سچ بولنے والی، صلہ رحمی کرنے والی، بہت زیادہ صدقہ کرنے والی اور جس عمل کے ذریعہ وہ صدقہ کیا کرتی تھیں اور جس کے ذریعہ وہ اللہ کا قرب حاصل کیا کرتی تھیں اس کو کم سمجھنے والی نہیں دیکھا۔(مسلم)

**نبی کریم ﷺ کی بیویوں سے ان کا فخر کرنا:** حضرت انسؓ فرماتے ہیں ......حضرت زینبؓ نبی کریم ﷺ کی بیویوں سے فخر کیا کرتی تھیں، اور کہتی تھیں کہ تمہاری شادیاں تو تمہارے گھر والوں نے کی ہیں، لیکن میری شادی اللہ تعالیٰ نے سات آسمان کے اوپر سے کی ہے....(بخاری)

نبی کریمؐ سے وفات کے بعد جلد جا ملنا: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریمؐ کی کچھ بیویوں نے ان سے پوچھا کہ ہم میں سے کون سب سے پہلے آپ سے جا ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہیں وہ مجھ سے سب سے پہلے جا ملے گا، لہذا ان بیویوں نے ایک لکڑی لی اور اپنا اپنا ہاتھ ناپنے لگیں، حضرت سودہؓ کا ہاتھ سب سے لمبا نکلا، لیکن ہمیں حضرت زینبؓ کی موت کے بعد احساس ہوا کہ ''طول ید'' سے مراد صدقہ تھا، حضرت زینبؓ ہم میں سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کے پاس گئیں، ان کو صدقہ کرنا بہت محبوب تھا۔ (بخاری و مسلم)

## حضرت ام سلیمؓ (غمیصاء بنت ملحان)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو مجھے چلنے کی آواز سنائی دی، میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں، مجھے جواب دیا گیا کہ یہ غمیصاء بنت ملحان ہیں۔ (مسلم)

ان کی بے مثال شادی: حضرت جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جنت دکھائی گئی تو میں نے ابوطلحہ کی بیوی کو دیکھا۔ (مسلم)

اپنے شوہر کا خیال رکھنا اور ان کا صبر: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ام سلیمؓ کے بطن سے ابوطلحہؓ کے ایک بیٹے کا انتقال ہو گیا، انھوں نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ آپ لوگ ابوطلحہؓ سے ان کے بیٹے کے بارے میں نہ بتائیے گا، میں خود بتا دوں گی، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ابوطلحہؓ آئے تو ام سلیمؓ نے ان کو رات کا کھانا دیا لہذا انھوں نے کھانا کھایا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جس طرح وہ پہلے حضرت ابوطلحہؓ کے لئے اچھی طرح سے زیب و زینت کیا کرتی تھیں اسی طرح انھوں نے زیب و زینت کیا، پھر ابوطلحہؓ نے ان سے مباشرت کی، جب ام سلیمؓ نے محسوس کیا کہ ابوطلحہؓ سیراب ہو چکے ہیں اور مباشرت سے بھی فارغ ہو گئے ہیں تو انھوں نے کہا کہ اے ابوطلحہؓ آپ کا کیا خیال ہے اگر کوئی کسی کو اپنی کوئی چیز عاریتاً دے دے پھر وہ اس سے اس چیز کا مطالبہ کرے تو کیا اس کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ عاریتاً لی ہوئی چیز کو اپنے پاس روک لے، اور واپس نہ کرے؟ انھوں نے کہا کہ نہیں، ام سلیمؓ نے کہا تو پھر آپ اپنے بیٹے کے سلسلہ میں اجر و ثواب کی امید رکھئے، اس پر ابوطلحہؓ خفا ہو گئے اور انھوں نے کہا کہ تم نے مجھے ناپاک ہونے کے بعد اس کی اطلاع دی، پھر وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور ان کو اس واقعہ کی خبر دی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گذشتہ رات میں برکت عطا فرمائے، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ پھر ام سلیمؓ حاملہ ہو گئیں، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک سفر میں تھے، ام سلیمؓ بھی اس سفر میں شریک تھیں، نبی کریم ﷺ جب کسی

سفر سے واپس مدینہ آتے تو رات میں مدینہ میں داخل نہیں ہوتے، جب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ مدینہ کے قریب پہنچے تو ام سلیمؓ کو درد زہ اٹھا، ابوطلحہؓ ان کے پاس رک گئے اور نبی کریم ﷺ چلے گئے، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ابوطلحہؓ نے کہا کہ اے اللہ تو بہتر جانتا ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہی نکلنا اور داخل ہونا چاہتا ہوں، تو بہتر جانتا ہے کہ میں یہاں کیوں رک گیا ہوں۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ام سلیمؓ نے کہا کہ اے ابوطلحہؓ اب درد نہیں ہورہا ہے لہذا اب چلا جائے، لہذا ہم سب چل پڑے، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ مدینہ آنے کے بعد ام سلیمؓ کو پھر درد زہ اٹھا اور ایک بچہ کی پیدائش ہوئی، تو مجھ سے میری ماں نے کہا کہ اے انسؓ اس کو کسی کا بھی دودھ پلانے سے پہلے نبی کریم ﷺ کے پاس لے جاؤ، جب صبح ہوئی تو میں بچہ کو لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس گیا، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جب میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تو آپؐ کے ہاتھ میں ایک لوہا تھا، آپ نے فرمایا کہ شاید ام سلیم کے یہاں پیدائش ہوئی ہے، میں نے کہا ہاں، پھر آپؐ نے وہ لوہا ایک طرف رکھ دیا حضرت انسؓ کہتے ہیں میں آگے بڑھا اور میں نے اس بچہ کو آپؐ کی گود میں ڈال دیا، نبی کریمؐ نے مدینہ کی عجوہ کھجور منگائی اسے اپنے منھ میں چبایا اور جب اسے اچھی طرح سے چبا چکے تو اس بچہ کے منھ میں ڈال دیا، بچہ اس کھجور کا مزہ لینے لگا، اس پر نبی کریمؐ نے فرمایا دیکھو انصار کھجور کس قدر پسند کرتے ہیں، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے اس بچہ کے پیشانی پر ہاتھ پھیرا اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ (بخاری ومسلم، الفاظ مسلم کے ہیں)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں بچہ کو لے کر نبی کریم ﷺ کے قریب گیا اور اسے آپ ﷺ کی گود میں ڈال دیا، نبی کریم ﷺ نے مدینہ کی عجوہ کھجور منگائی اور اسے اپنے منہ میں ڈال کر چبایا، اچھی طرح سے چبانے کے بعد اسے بچہ کے منہ میں ڈال دیا تو بچہ اس کا مزہ لینے لگا، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو انصار کھجور کتنا پسند کرتے ہیں، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے اس بچہ کے چہرہ پر ہاتھ پھیرا اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ (بخاری ومسلم، الفاظ مسلم کے ہیں)

نبی کریم ﷺ کا ان کا خیال رکھنا: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مدینہ میں اپنی بیویوں کے گھر کے علاوہ صرف ام سلیمؓ کے گھر پابندی سے جاتے تھے، نبی کریم ﷺ سے اس سلسلہ میں بات کی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ام سلیمؓ پر رحم آتا ہے، ان کا بھائی میرے ساتھ شہید کردیا گیا تھا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ جب ام سلیمؓ گھر پر نہیں ہوتیں تو نبی کریم ﷺ ان کے گھر جاتے اور ان کے بستر پر سو جاتے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ آئے اور ان کے بستر پر سو گئے، کسی

نے ام سلیم کو آ کر اطلاع دی کہ نبی کریم ﷺ آپ کے گھر میں آپ کے بستر پر سوئے ہوئے ہیں، ام سلیمؓ گھر آ ئیں، انہوں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کو پسینہ آیا ہے اور وہ بستر پر ایک چمڑے کے ٹکڑے پر جمع ہو گیا ہے، انھوں نے اپنا صندوق کھولا، وہ پسینہ کو جذب کرنے لگیں اور اسے شیشیوں میں نچوڑنے لگیں، نبی کریم ﷺ گھبرا اٹھے اور کہا کہ اے ام سلیم یہ کیا کر رہی ہو، انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول مجھے امید ہے کہ یہ ہمارے بچوں کے لئے برکت کا سبب ہوگا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ٹھیک کر رہی ہو۔(مسلم)

### ان کا اوران کے گھر والوں کا نبی کریم ﷺ کا خیال رکھنا:

### وہ، ان کا لڑکا، ان کے شوہر، ان کی ماں اوران کی بہن:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب مہاجرین مکہ سے مدینہ آئے تو ان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا، لہذا انصار زمین وجائداد والے لوگ تھے، لہذا انصار نے اس طرح تقسیم کی کہ وہ مہاجرین کو ہر سال اپنے مال کا آدھا حصہ دے دیں گے، اور اس طرح وہ لوگ مہاجرین کے کام کاج اور کھانے پینے کے لئے کافی ہو جائیں گے، حضرت انسؓ کی والدہ یعنی ام سلیمؓ نے نبی کریم ﷺ کو کئی کھجور کے باغات دیئے تھے۔(بخاری ومسلم)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ میں آئے تو اس وقت میری عمر دس سال تھی، میری مائیں مجھے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پابندی سے بھیجتی تھیں، میں نے آپ ﷺ کی دس سال خدمت کی، نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت میری عمر بیس سال تھی۔(بخاری)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ نبی کریم ﷺ میرے پاس آ گئے، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہم لوگوں کو سلام کیا اور مجھے ایک ضرورت سے بھیج دیا، مجھے امی کے پاس جانے میں دیر ہو گئی، انھوں نے پوچھا کہ تم کہاں رہ گئے تھے؟ میں نے جواب دیا کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے ایک ضرورت سے بھیج دیا تھا، انہوں نے پوچھا کہ کیسی ضرورت تھی؟ میں نے کہا کہ یہ راز کی بات ہے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کے راز کو کسی سے مت بتانا، حضرت انسؓ نے کہا کہ اے ثابت اگر میں نے کسی کو یہ راز بتایا ہوتا تو تم کو ضرور بتا دیتا۔(مسلم)

ان کی ذہانت اور حسن توکل: حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ ابوطلحہؓ نے ام سلیمؓ سے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی آواز سنی جو بہت دھیمی اور پست تھی، مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ بھوکے ہیں، کیا

تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہاں، پھر انہوں نے جو کی کچھ پیڑیاں نکالیں، اپنا ایک دوپٹہ نکالا اور روٹی کو اپنے دوپٹہ کے کچھ حصے سے لپیٹ دیا، پھر انہوں نے وہ میرے ہاتھ میں دے دیا، انہوں نے دوپٹہ کا کچھ حصہ مجھے اوڑھایا، اور مجھے نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجا، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں روٹی لے کر گیا، میں نے نبی کریم ﷺ کو مسجد میں پایا، ان کے ساتھ کچھ صحابہ کرامؓ بھی تھے، میں ان کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں ابوطلحہؓ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کھانا ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں، نبی کریم ﷺ نے وہاں پر موجود صحابہؓ سے کہا کہ کھڑے ہو جاؤ، لہذا آپ ﷺ چل پڑے، میں ان لوگوں کے آگے آگے چلا، میں ابوطلحہؓ کے پاس آیا اور ان کو اس کی خبر دی، ابوطلحہؓ نے کہا کہ اے ام سلیمؓ نبی کریم ﷺ کئی صحابہؓ کو لے کر آ گئے ہیں، ہمارے پاس تو اتنا کھانا نہیں ہے کہ ہم ان سب کو کھلا سکیں، ام سلیمؓ نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے، ابوطلحہؓ چل پڑے یہاں تک کہ ان کی ملاقات نبی کریم ﷺ سے ہوئی، نبی کریم ﷺ اور ابوطلحہؓ آئے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے ام سلیمؓ جو کچھ تمہارے پاس ہے لے آؤ، وہ روٹی لے کر آ گئیں، نبی کریم ﷺ نے اس کو توڑنے کا حکم دیا لہذا روٹی توڑ دی گئی، ام سلیمؓ نے اس پر سبزی کا برتن بھی خالی کر دیا، پھر نبی کریم ﷺ نے اس کھانے کو سامنے رکھ کر کچھ پڑھا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ دس لوگوں کو آنے کی اجازت دو، لہذا انہوں نے دس لوگوں کو اجازت دی، ان لوگوں نے سیر ہو کر کھایا پھر چلے گئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ دس لوگوں کو آنے کی اجازت دو، لہذا انھوں نے دس لوگوں کو اجازت دے دی، ان لوگوں نے بھی سیر ہو کر کھایا اور چلے گئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ دس لوگوں کو آنے کی اجازت دے دو، لہذا انھوں نے دس لوگوں کو اجازت دے دی، ان لوگوں نے بھی سیر ہو کر کھایا اور چلے گئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ دس لوگوں کو آنے کی اجازت دے دو، اس طرح تمام لوگوں نے سیر ہو کر کھالیا، وہ کل ستر یا اسی مرد تھے، مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اس کے بعد نبی کریم ﷺ، ابوطلحہؓ، ام سلیمؓ اور انس بن مالکؓ نے کھایا، اس کے بعد بھی کھانا بچ رہا، لہذا ہم نے وہ کھانا اپنے پڑوس میں بھجوا دیا۔ (بخاری و مسلم)

ان کی بیعت میں شرکت اور اس کا پورا کرنا: حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بیعت کے وقت ہم سے یہ عہد لیا کہ ہم نوحہ نہیں کریں گے، لیکن اس عہد کو صرف پانچ خواتین نے پورا کیا، ام سلیمؓ، ام العلاءؓ، ابوسیرہ کی بیٹی جو حضرت معاذ کی اہلیہ تھیں اور دو اور خواتین۔ (بخاری و مسلم)

ان کی مثبت حیاء: حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ام سلیمؓ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور کہا کہ اے اللہ

کے رسول اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا، اگر عورت کو احتلام ہو جائے تو کیا اس پر بھی غسل واجب ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اگر اسے تری نظر آجائے۔(بخاری و مسلم)

حضرت عائشہؓ نے ایک مرتبہ کہا کہ انصار کی خواتین بڑی ہی اچھی خواتین ہیں، دین کا علم اور تفقہ حاصل کرنے میں حیاء ان کے لئے مانع نہیں بنتی ہے۔(مسلم)

جہاد میں ان کی شرکت: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ احد کے دن میں نے دیکھا کہ لوگ نبی کریم ﷺ سے پیچھے ہو گئے ہیں...... میں نے عائشہؓ بنت ابی بکر اور ام سلیمؓ کو دیکھا، وہ دونوں اپنے پائچیں اٹھائی ہوئی تھیں، مجھے ان کی پنڈلیاں نظر آرہی تھیں، وہ دونوں اپنی پیٹھوں پر مشکیزے اٹھائے ہوئی تھیں، وہ لوگوں کو پانی پلاتیں، پھر واپس جاتیں، مشکیزوں کو بھرتیں، لوٹ کے آتیں اور لوگوں کو پانی پلاتیں۔(بخاری و مسلم)

حضرت انسؓ بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ غزوہ میں ام سلیمؓ اور انصار کی کچھ خواتین کو لے جاتے تھے، جب آپ ﷺ غزوہ کرتے تو یہ خواتین مجاہدین کو پانی پلاتیں، زخمیوں کا علاج کرتیں، ام سلیمؓ جن غزوات میں شریک ہوئیں ان میں سے ایک غزوۂ خیبر بھی ہے۔(مسلم)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ام سلیمؓ نے حنین کے دن ایک خنجر اٹھایا اور اسے اپنے پاس رکھ لیا، ابوطلحہؓ نے اسے دیکھ لیا، انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ام سلیم خنجر لی ہوئی ہیں، نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم نے یہ خنجر کیوں لیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آتا ہے تو میں اس سے اس کا پیٹ چاک کردوں گی، یہ سن کر نبی کریم ﷺ ہنسنے لگے، انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ بے فکر ہو کر ہم سے دور رہ کر جنگ کریں، آپؐ کے دشمن آپؐ کے ذریعہ شکست سے دوچار ہوں گے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے ام سلیمؓ اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہ بہترین حامی و مددگار ہے۔(مسلم)

### حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ: ذات النطاقین:

بچپن ہی سے عمومی مسائل کو سمجھنا: حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو دیکھا کہ وہ خانہ کعبہ کی طرف پیٹھ کئے کھڑے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اے قریش کے لوگو! خدا کی قسم میرے علاوہ تم میں سے کوئی بھی ابراہیم کے دین پر نہیں ہے، زید بن عمرو زندہ درگور کی جانے والی لڑکیوں کو بچایا کرتے تھے، جب کوئی شخص اپنی بیٹی کو قتل کرتا تو کہتے کہ اسے قتل نہ کرو، اس کے خرچ کی ذمہ داری میں لیتا ہوں، لہذا وہ اس سے لڑکی کو لے لیتے، اور جب لڑکی جوان ہو جاتی تو وہ اس کے باپ سے کہتے کہ اگر چاہو تو میں تمہاری لڑکی تمہیں دے

دوں اور اگر تم چاہو تو اس کے خرچ میں ہی پورا کرتا رہوں گا۔ (بخاری)

ان کی اچھی پرورش: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے شعور کی حالت میں ہمیشہ اپنے والدین کو دین اسلام پر عامل پایا، ہمارے پاس روزانہ صبح اور شام نبی کریم ﷺ آیا کرتے تھے.... (بخاری)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن ہم لوگ دوپہر میں حضرت ابوبکرؓ کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکرؓ کو بتایا کہ نبی کریم ﷺ منہ ڈھانپے ہوئے ہمارے پاس ایسے وقت آئے ہیں جس وقت آپ کے آنے کا معمول نہیں ہے، حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ آپ ﷺ پر ہمارے ماں باپ قربان، خدا کی قسم آپ ﷺ اس وقت کسی اہم ضرورت کی وجہ سے ہی آئے ہیں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پھر نبی کریم ﷺ آئے، انھوں نے اندر آنے کی اجازت چاہی لہٰذا ان کو اجازت دے دی گئی تو وہ گھر میں داخل ہوئے، نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ اپنے پاس سے لوگوں کو باہر نکال دو، حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول یہ سب آپ کے گھر کے لوگ ہیں، ایک روایت میں موسیٰ بن عقبہ شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اس وقت حضرت ابوبکرؓ کے پاس میں اور اسماءؓ تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ہجرت کی اجازت دے دی گئی ہے، حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول کیا میں آپ کا ہم سفر رہوں گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول آپ پر میرے ماں باپ قربان، آپ میری دو سواریوں میں سے ایک لے لیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیمتاً لوں گا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پھر ہم نے بہت تیزی سے تیاریاں کیں، ہم نے ایک تھیلے میں توشہ تیار کر کے دیا، اسماء بنت ابی بکرؓ نے اپنے ازار بند کا ایک حصہ توڑا اور اس سے تھیلے کا منہ باندھ دیا۔ (بخاری)

ان کی ہجرت اور مہاجرین کے پہلے بچہ کو جنم دینا: حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ عبداللہ بن زبیرؓ میرے پیٹ میں تھے اور وضع حمل کا وقت قریب تھا کہ میں ہجرت کے لئے نکل پڑی، میں مدینہ آئی اور قبا میں قیام کیا، میں نے عبداللہ بن زبیرؓ کو قبا میں جنا، پھر میں اسے لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور آپ ﷺ کی گود میں ڈال دیا، آپ ﷺ نے کھجور منگائی، اسے چبایا، پھر آپ ﷺ نے عبداللہؓ کے منہ میں تھوکا، اس طرح عبداللہ کے پیٹ میں جانے والی سب سے پہلی چیز نبی کریم ﷺ کا لعاب ہے، پھر آپ ﷺ نے ایک کھجور سے عبداللہ کی تحنیک کی، اور اس کے لئے برکت کی دعائیں کیں، عبداللہؓ ہجرت کے بعد پیدا ہونے والے سب سے پہلے بچے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

اپنے گھر کی اچھی طرح سے نگہداشت کرنا: حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کہتی ہیں کہ حضرت زبیرؓ نے اس حال میں شادی کی کہ ان کے پاس نہ ہی مال تھا، نہ ہی غلام تھا اور نہ ہی کچھ اور تھا، ان کے پاس صرف ایک اونٹ اور ایک گھوڑا تھا، میں ان کے گھوڑے کو چارہ دیتی تھی اور پانی پلاتی تھی، ان کے ڈول کو سی دیا کرتی تھی، آٹا گوندھا کرتی تھی لیکن مجھے صحیح طرح سے روٹی بنانی نہیں آتی تھی، انصار کی کچھ پڑوسی خاتون میرے لئے روٹی بنا دیا کرتی تھیں، وہ لوگ بڑی ہی اچھی تھیں، میں زبیرؓ کی زمین سے جوان کو نبی کریم ﷺ نے دی تھی اپنے سر پر گٹھلیاں رکھ کر لایا کرتی تھی، یہ زمین میرے گھر سے تین فرسخ کے فاصلہ پر تھی۔

اپنے شوہر کے ساتھ اچھی طرح سے رہنا: حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کہتی ہیں کہ......ایک دن میں آ رہی تھی اور میرے سر پر گٹھلیاں تھیں کہ میری ملاقات نبی کریم ﷺ سے ہوگئی، ان کے ساتھ کچھ انصاری صحابہ بھی تھے، نبی کریم ﷺ نے مجھے بلایا، پھر آپ ﷺ نے اونٹ کو بیٹھ جانے کو کہا تا کہ وہ مجھے اپنے پیچھے بٹھالیں، مجھے مردوں کے ساتھ چلنے میں شرم آئی، مجھے زبیرؓ اور ان کی غیرت یاد آئی کیونکہ وہ بہت ہی باغیرت شخص تھے، نبی کریم ﷺ سمجھ گئے کہ میں شرما رہی ہوں، لہٰذا آپ ﷺ چلے گئے، میں زبیرؓ کے پاس آئی اور کہا کہ میری نبی کریم ﷺ سے اس حال میں ملاقات ہوئی کہ میرے سر پر گٹھلیاں تھیں، آپ ﷺ کے ساتھ کچھ صحابہ بھی تھے، آپ ﷺ نے اپنے اونٹ کو بٹھایا تا کہ میں ان کے پیچھے بیٹھ جاؤں لیکن مجھے شرم آئی اور آپ کی غیرت بھی یاد آئی، زبیرؓ نے کہا کہ خدا کی قسم تمہارا اپنے سر پر گٹھلیاں اٹھانا آپ ﷺ کے ساتھ سوار ہو جانے سے زیادہ مجھ پر گراں ہے، حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے میرے پاس ایک خادمہ بھیج دی جو گھوڑے کے کاموں کو دیکھ لیا کرتی تھی، اس طرح انہوں نے مجھے آزاد کر دیا۔

ان کا تقویٰ اور اللہ کی شریعت پر عمل کا حرص: حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول میرے پاس صرف وہی مال رہتا ہے جو مجھے زبیرؓ دیتے ہیں تو کیا میں صدقہ کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ کرو، بخل سے کام نہ لو ورنہ تمہارے ساتھ بھی بخل کیا جائے گا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ میری ماں جو کہ مشرک تھیں نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں میرے پاس آئیں، میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ میری ماں میرے پاس آئی ہیں اور وہ مجھ سے ملنا چاہتی ہیں، کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کرو۔ (بخاری ومسلم)

**اللہ کی راہ میں خرچ کرنا:** حضرت اسماءؓ کہتی ہیں ...... پھر میرے پاس ایک آدمی آیا، اس نے کہا کہ اے عبداللہ کی ماں میں ایک فقیر آدمی ہوں، آپ مجھے اپنے گھر کے سائے میں بیچنے کی اجازت دے دیجئے، ...... وہ شخص وہاں بیٹھ کر بیچا کرتا ہے یہاں تک کہ اس نے خوب کمالیا، میں نے اس سے اپنی باندی بیچ دی، میرے پاس زبیرؓ آئے، اس وقت باندی کی قیمت میرے گود میں رکھی ہوئی تھی، انھوں نے کہا کہ یہ پیسے مجھے دے دو، حضرت اسماء نے کہا اگر آپ صدقہ کردیں تو کتنا اچھا ہو۔ (مسلم)

**علم اور عبادت کا رجحان:** حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کہتی ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس آئی، وہ نماز پڑھ رہی تھیں، میں نے کہا کہ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے؟ انھوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا، لوگ بھی کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے تھے، حضرت عائشہؓ نے کہا سبحان اللہ، میں نے پوچھا کہ کیا یہ اللہ کی نشانی ہے؟ انھوں نے سر کے اشارہ سے جواب دیا کہ ہاں، پھر میں بھی نماز کے لئے کھڑی ہوگئی حتی کہ مجھ پر غشی طاری ہوگئی، مسلم کی ایک روایت میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ وہ دن سخت گرمی کا تھا، نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور بہت دیر تک قیام کیا حتی کہ لوگ گرنے لگے، اور میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی، مسلم ہی کی ایک روایت میں حضرت اسماءؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے بہت دیر تک قیام کیا، میرے دل میں خیال آیا کہ بیٹھ جاؤں لیکن میری نظر ایک ضعیف خاتون کے اوپر پڑی تو میں نے سوچا کہ یہ تو مجھ سے بہت زیادہ ضعیف ہے (اور پھر بھی کھڑی ہوئی ہے) لہذا میں کھڑی رہ گئی، پھر آپ ﷺ نے رکوع کیا اور بہت طویل رکوع کیا، پھر آپ ﷺ نے رکوع سے اپنا سر اٹھایا اور بہت طویل قیام کیا یہاں تک کہ اگر کوئی شخص آکر دیکھتا تو وہ یہ سمجھتا کہ آپ ﷺ نے رکوع کیا ہی نہیں ہے، پھر آپ ﷺ نے اللہ کی حمد وثنا کی اور کہا کہ مجھے حالت قیام میں وہ تمام چیزیں دکھادی گئیں جو مجھے اس سے پہلے نہیں دکھائی گئی تھیں، یہاں تک کہ جنت اور جہنم بھی دکھادی گئی، مجھے یہ وحی کی گئی کہ تم لوگ اپنی قبروں میں مسیح دجال کے فتنہ کی طرح آزمائے جاؤ گے، سوال کیا جائے گا کہ تم اس شخص کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ جہاں تک مومن کا تعلق ہے تو وہ کہہ دے گا کہ یہ اللہ کے رسول محمدؐ ہیں جو واضح نشانیاں اور ہدایت لے کر آئے تھے، لہذا ہم نے ان کی دعوت پر لبیک کہا اور ان کی اتباع کی، یہ محمد ہیں، وہ یہ تین مرتبہ کہے گا، اس سے کہا جائے گا کہ اطمینان سے سوجاؤ، ہمیں پتہ تھا کہ تم ہم کو یہی جواب دوگے، جہاں تک منافق کا تعلق ہے تو وہ کہے گا کہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ کون ہیں، میں نے لوگوں کو ان کے بارے میں کچھ کہتے ہوئے سنا وہی میں نے بھی کہہ دیا۔ (بخاری ومسلم)

**ان کا علم اور فقہ:** حضرت مسلم القری کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے حج تمتع کے بارے میں پوچھا تو

انھوں نے اس کی اجازت دے دی، حالانکہ عبداللہ بن زبیرؓ حج تمتع سے منع کیا کرتے تھے، لہذا ابن عباسؓ نے کہا عبداللہ بن زبیرؓ کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حج تمتع کی اجازت دی ہے، تم ان کے پاس جا کر پوچھ آؤ، مسلم القریٰ کہتے ہیں کہ میں ان کے پاس گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک موٹی اور نابینا خاتون ہیں، انھوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے حج تمتع کی اجازت دی ہے۔ (مسلم)

ان کی شجاعت اور حسن بیان: ابونوفل کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن زبیرؓ کو مدینہ کی گھاٹی پر اس حال میں دیکھا کہ ان کو صولی دے دی گئی تھی، ابونوفل کہتے ہیں کہ وہاں پر سے قریش اور دیگر افراد گذر رہے تھے، وہاں سے عبداللہ بن عمرؓ کا بھی گزر ہوا، وہ وہاں پر کھڑے ہوگئے اور انھوں نے کہا السلام علیک اباخبیب، السلام علیک اباخبیب، السلام علیک اباخبیب، خدا کی قسم میں نے تم کو اس سے روکا تھا، خدا کی قسم میں نے تم کو اس سے روکا تھا، خدا کی قسم میں نے تم کو اس سے روکا تھا، خدا کی قسم آپ میرے علم کے مطابق بہت زیادہ روزہ رکھنے والے، تہجد گذار اور صلہ رحمی کرنے والے تھے، خدا کی قسم وہ امت سب سے اچھی امت تھی جس میں آپ کو سب سے خراب سمجھا جاتا تھا،

پھر عبداللہ بن عمرؓ چلے گئے، حجاج کو عبداللہ بن عمرؓ کے موقف اور باتوں کا علم ہوا تو اس نے عبداللہ بن زبیرؓ کی لاش کو صولی سے اتروا دیا اور اسے یہودیوں کے قبرستان میں ڈلوا دیا، پھر حجاج نے ابن زبیرؓ کی والدہ اسماء بنت ابی بکرؓ کو بلا بھیجا، انھوں نے آنے سے انکار کر دیا، اس نے ان کے پاس دوبارہ اپنا قاصد بھیجا اور کہلا بھیجا کہ آپ میرے پاس آجائیں ورنہ میں آپ کے پاس کسی ایسے شخص کو بھیجوں گا جو آپ کو گھسیٹ کر لے آئے گا، ابونوفل کہتے ہیں کہ حضرت اسماءؓ نے آنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ خدا کی قسم میں تمہارے پاس اس وقت تک نہیں آؤں گی جب تک کہ تم میرے پاس کسی ایسے شخص کو نہ بھیج دو جو مجھے گھسیٹ کر تمہارے پاس لے جائے، ابونوفل کہتے ہیں کہ پھر حجاج نے کہا کہ میرے جوتے لاؤ پھر اس نے جوتے پہنے اور تکبر کے ساتھ چلتا ہوا حضرت اسماءؓ کے پاس گیا اور کہا کہ میں نے اللہ کے دشمن کے ساتھ جو کچھ کیا اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ حضرت اسماءؓ نے جواب دیا کہ میرا خیال ہے کہ تم نے اس کی دنیا خراب کر دی اور اس نے تمہاری آخرت خراب کر دی، مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تم اسے ''اے ذات النطاقین کے بیٹے'' کہہ کر پکارتے تھے، خدا کی قسم میں ذات النطاقین (دو ازار بند والی) ہوں، جہاں تک ایک نطاق کا تعلق ہے تو میں نے اس کے ذریعہ نبی کریم ﷺ اور ابوبکرؓ کے کھانے کو سواری سے باندھا تھا اور جہاں تک دوسرے نطاق کا تعلق ہے تو وہ عورت کا وہ نطاق ہے جس سے وہ بے نیاز نہیں ہوسکتی، سن لو! نبی کریم ﷺ نے ہم سے بیان کیا تھا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک جھوٹا اور ایک ہلاک کرنے والا شخص پیدا ہوگا، جھوٹے کو تو ہم لوگوں نے

دیکھ لیا، اور جہاں تک ہلاک کرنے والے کا تعلق ہے تو میرا خیال ہے کہ وہ تم ہی ہو، ابونوفل کہتے ہیں کہ حجاج وہاں سے اٹھ کر چلا گیا اور دوبارہ ادھر نہیں آیا۔ (مسلم)

### حضرت اسماء بنت عمیسؓ:

آپ ان تین جلیل القدر صحابہ کرامؓ کی اہلیہ رہی ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی ہے، وہ ہیں جعفر بن ابی طالبؓ، ان کے بعد ابوبکر صدیقؓ اور ان کے بعد علی بن ابی طالبؓ۔

ابتدائی دور میں ایمان لانا اور حبشہ کی طرف ہجرت کرنا: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ نجاشی کے پاس ہجرت کرنے والوں میں اسماء بنت عمیسؓ بھی شامل تھیں.... (بخاری و مسلم)

ان کی ادیبانہ شجاعت: ابو بردہؓ ابوموسیٰؓ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ جب ہم یمن میں تھے تو ہمیں نبی کریم ﷺ کی بعثت کی خبر ملی، لہذا میں اور میرے دو بھائی نبی کریم ﷺ کے پاس جانے کے لئے نکلے، میں اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹا تھا، میرے ایک بھائی کا نام ابو بردہؓ تھا اور دوسرے کا نام ابورہم تھا، ہمارے ساتھ ہماری قوم کے باون یا ترپن لوگ تھے، لہذا ہم لوگ کشتی پر سوار ہوئے، ہماری کشتی ہمیں لے کر حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی طرف نکل گئی، وہاں ہماری ملاقات جعفر بن ابی طالبؓ سے ہوگئی، لہذا ہم ان کے ساتھ رک گئے، پھر ہم سب نے ان کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی، لہذا نبی کریم ﷺ سے ہماری ملاقات فتح خیبر کے موقع پر ہوئی، کچھ لوگ ہم کشتی والوں سے کہہ رہے تھے کہ ہم لوگوں نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے، حضرت اسماء بنت عمیسؓ جو ہمارے ساتھ آئی تھیں حضرت حفصہؓ کے پاس ملاقات کی غرض سے گئیں، نجاشی کی طرف ہجرت کرنے والوں میں یہ بھی شامل تھیں، اسی درمیان حضرت عمرؓ حضرت حفصہؓ کے پاس آئے، اسماء بنت عمیسؓ وہیں پر تھیں، حضرت عمرؓ نے اسماءؓ کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ حفصہؓ نے جواب دیا کہ یہ اسماء بنت عمیسؓ ہیں، حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کیا یہ حبشیہ بحریہ ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہاں، حضرت عمرؓ نے اسماءؓ سے کہا کہ ہم لوگوں سے آپ لوگوں سے پہلے ہجرت کی ہے، لہذا ہم لوگ آپ سے زیادہ نبی کریم ﷺ کے مستحق ہیں، یہ سن کر اسماءؓ خفا ہوگئیں اور انھوں نے کہا کہ ہرگز نہیں، خدا کی قسم آپ لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، وہ آپ کے بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے اور آپ کے درمیان موجود جاہلوں کو وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے، لیکن ہم لوگ تو حبشہ کی دور دراز سرزمین پر تھے، ایسا ہم لوگوں نے اللہ اور اللہ کے رسول کی خاطر کیا، خدا کی قسم میں اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گی اور نہ کچھ پیوں گی جب تک کہ میں آپ کی باتوں کا ذکر نبی کریم ﷺ سے نہ کردوں، ہمیں تکلیفیں دی جاتی تھیں اور ہم پر خوف طاری رہتا تھا، میں نبی

کریم ﷺ سے اس کا ذکر کروں گی اور ان سے پوچھوں گی، خدا کی قسم میں نہ جھوٹ بولوں گی، نہ ہی غلط بیانی سے کام لوں گی اور نہ ہی اپنی طرف سے کوئی بات بڑھا کر بولوں گی، جب نبی کریم ﷺ آئے تو انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی حضرت عمرؓ نے مجھ سے ایسا ایسا کہا ہے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ پھر تم نے کیا جواب دیا، انھوں نے کہا کہ میں نے ایسا ایسا جواب دیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ تم لوگوں سے زیادہ میرے حقدار نہیں ہیں، انھوں نے اور ان کے ساتھیوں نے تو ایک ہی ہجرت کی ہے، لیکن تم کشتی والوں نے تو دو ہجرتیں کی ہیں، اسماء بنت عمیسؓ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد حضرت ابوموسیٰؓ اور دیگر کشتی والے لوگ فوج درفوج میرے پاس آتے تھے اور مجھ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھتے تھے، نبی کریم ﷺ کے اس قول سے زیادہ دنیا کی کوئی بھی چیز ان کے لئے باعث خوشی ومسرت نہیں تھی، حدیث کے راوی ابو بردہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ ابوموسیٰؓ مجھ سے بار بار یہ حدیث سنتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

اس حال میں حج کرنا کہ ان کا حمل اخیر مہینہ میں تھا: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ محمد بن ابی بکرؓ کی پیدائش کی وجہ سے اسماء بنت عمیسؓ کو نفاس آنے لگا، نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ اسماءؓ سے کہیں کہ وہ غسل کرلیں اور حج جاری رکھیں۔ (مسلم)

اپنے بیٹوں اور شوہر کی اچھی طرح سے نگہداشت کرنا: حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے اسماء بنت عمیسؓ سے فرمایا کہ کیا بات ہے کہ میں اپنے بھتیجوں کے جسموں کو کمزور دیکھ رہا ہوں گویا کہ وہ ضرورتمند ہیں؟ حضرت اسماء نے جواب دیا کہ بات یہ نہیں ہے، دراصل ان بچوں کو جلد نظر لگ جاتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں رقیہ (جھاڑ پھونک) کر دیتا ہوں، حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو رقیہ کرنے کا مشورہ دیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے میں رقیہ کردوں گا۔ (مسلم)

یہ تو بچوں کی نگہداشت سے متعلق بات تھی، جہاں تک شوہر کی نگہداشت کا تعلق ہے تو اسے طبرانی نے قیس بن ابی حازم کے حوالہ سے بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکرؓ کے مرض کے دنوں میں ان کے پاس گیا تو میں نے ان کے پاس ایک خاتون کو دیکھا جن کے دونوں ہاتھ گدے ہوئے تھے وہ ابوبکرؓ پر سے مکھیوں کو بھگا رہی تھیں، وہ اسماء بنت عمیسؓ تھیں۔

نبی کریم ﷺ کی ان کے حق میں گواہی: عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ بنو ہاشم کے کچھ لوگ اسماء بنت عمیسؓ کے پاس گئے، اسی درمیان حضرت ابوبکرؓ آ گئے، وہ ان دنوں حضرت ابوبکرؓ ہی کی زوجیت میں تھیں،

حضرت ابوبکرؓ کو یہ صورتحال نا گوار گذری، انھوں نے اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا اور کہا کہ میں نے ان میں ہمیشہ خیر ہی دیکھا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے محفوظ رکھا ہے، پھر نبی کریم ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ کوئی بھی شخص ایسی خاتون کے پاس جس کا شوہر موجود نہ ہو اسی وقت جائے گا جب کہ اس کے ساتھ مزید ایک یا دو لوگ ہوں۔ (مسلم) حضرت اسماءؓ کے حق میں نبی کریم ﷺ کی اس گواہی سے ان کے حق میں ایک دوسری گواہی بھی یاد آ گئی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میمونہؓ، ام الفضلؓ، سلمیؓ اور اسماء بنت عمیسؓ ایک ماں سے یہ چاروں بہنیں مومن خواتین ہیں۔

## حضرت ام عطیہ الانصاریہؓ:

بیعت میں ان کی شرکت: حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ جب ہم لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے بیعت کی، تو آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی "وان لا یشرکن باللہ شیئاً" اسی طرح آپ ﷺ نے ہمیں نوحہ کرنے سے منع کیا، اس وقت ایک خاتون بیعت کرنے سے پیچھے ہٹ گئیں اور انھوں نے کہا کہ فلاں خاتون نے میری مدد کی تھی، لہذا میں ان کو بدلہ دینا چاہتی ہوں، نبی کریم ﷺ نے ان سے کچھ بھی نہیں کہا، وہ خاتون چلی گئیں، پھر لوٹ کر آئیں تو نبی کریم ﷺ نے اس سے بیعت لی۔ (بخاری)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ....اس کا سب سے قریب ترین جواب یہ ہے کہ پہلے نوحہ کرنا مباح تھا، پھر اسے مکروہ تنزیہی قرار دیا گیا، پھر اسے مکروہ تحریمی قرار دیا گیا۔ واللہ اعلم۔

نبی کریم ﷺ کے گھر کی نگہداشت: حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہاں صرف ایک چیز ہے، ام عطیہؓ کے پاس صدقہ میں جو بکری آئی تھی وہ انھوں نے ہمارے پاس بھجوادی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ٹھیک جگہ پر پہنچ گئی۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس آئے، ہم آپ کی بیٹی کو غسل دے رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے پانی اور بیری سے تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ غسل دو، اور اخیر میں کافور استعمال کرنا، جب تم لوگ اس سے فارغ ہو جانا تو مجھے بتانا، جب ہم فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ کو اطلاع دی، آپ ﷺ نے ہمیں اپنا تہبند دیا اور کہا کہ اس کا کپڑا کفن کے اندر کردو، ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے دائیں جانب سے اور وضو کے مقامات سے آغاز کرو۔ (بخاری ومسلم)

جہاد میں ان کی شرکت: حفصہ بنت سیرینؒ فرماتی ہیں......ایک خاتون آئیں اور وہ بنوخلف کے محل میں اتریں، میں ان کے پاس گئی، انھوں نے بتایا کہ ان کی بہن ام عطیہؓ کے شوہر نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ بارہ غزوات میں شرکت کی ہے، اور ان کی بہن ام عطیہؓ چھ غزوات میں ان کے ساتھ تھیں، وہ کہتی ہیں کہ ہم لوگ مریضوں کی تیمارداری کرتے تھے اور زخمیوں کا علاج کرتے تھے.... جب ام عطیہؓ آئیں تو میں نے ان سے اس سلسلہ میں پوچھا....(بخاری)

حفصہ بنت سیرینؒ ام عطیہ انصاریہؓ سے بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے کہا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شریک تھی، میں مجاہدین کے پیچھے ان کے کجاووں میں رہ جاتی تھی، ان کے لئے کھانا بناتی تھی، زخمیوں کا علاج کرتی تھی اور مریضوں کی تیمارداری کرتی تھی۔

اس طرح ام عطیہؓ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی، جس میں سے چھ غزوات میں وہ اپنے شوہر کے ساتھ تھیں۔

سنت کا شعور: حفصہؒ فرماتی ہیں کہ ہم لوگ آزاد خواتین کو عیدین کی نماز کے لئے جانے سے روکتے تھے.... جب ام عطیہؓ آئیں تو ہم نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ سے کچھ سنا ہے، انھوں نے کہا کہ ہاں، میں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ آزاد و پردہ نشیں خواتین اور حائضہ خواتین (عیدین کے لئے) نکلیں، اور وہ خیر اور مومنوں کی دعاؤں میں شریک ہوں، حائضہ خواتین نماز کی جگہ سے دور رہیں، حضرت حفصہؒ فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا کہ کیا حائضہ خواتین بھی عیدین کی نماز کے لئے جاسکتی ہیں؟ تو ام عطیہؓ نے جواب دیا کہ کیا وہ عرفہ اور فلاں فلاں جگہوں پر نہیں جاتی ہیں۔(بخاری)

حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں جنازوں کے ساتھ جانے سے منع کر دیا گیا، لیکن تاکید کے ساتھ منع نہیں کیا گیا۔(بخاری ومسلم)

شدید غم کے باوجود اللہ کی شریعت کی پابندی: ابن سیرین فرماتے ہیں کہ ایک انصاری خاتون جنھوں نے نبی کریم ﷺ سے بیعت کی تھی اور جن کا نام ام عطیہؓ تھا اپنے بیٹے کے لئے بصرہ آئیں، لیکن وہ اپنے بیٹے کو نہیں پاسکیں۔(کیونکہ ان کی آمد سے قبل اس کا انتقال ہو گیا تھا)....ایک روایت میں ہے کہ ام عطیہؓ کے ایک بیٹے کا انتقال ہو گیا، انتقال کے تیسرے دن انھوں نے زردی منگائی، اسے لگایا اور کہا کہ ہمیں شوہر کے علاوہ کسی اور کے اوپر تین دن سے زیادہ سوگ منانے سے منع کیا گیا ہے۔(بخاری)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ام عطیہؓ کے اس بیٹے کا نام معلوم نہیں ہو سکا، ایسا لگتا ہے کہ ان کا یہ بیٹا غزوہ میں تھا، جب وہ بصرہ پہنچا تو مدینہ میں ام عطیہؓ کو اس کی بصرہ آمد کی خبر پہنچی، اور معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہے، ام عطیہؓ سفر کر کے اس کے پاس بصرہ گئیں، لیکن ملاقات سے قبل ہی ان کے بیٹے کی موت ہو گئی۔

اچھے الفاظ کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کو یاد کرنا: حفصہ بنت سیرین کہتی ہیں.... ام عطیہؓ جب بھی نبی کریم ﷺ کا نام لیتیں تو کہتیں کہ ان پر میرے ماں باپ قربان ہوں.... (بخاری)

## حضرت فاطمہ بنت قیسؓ:

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں.... فاطمہ بنت قیسؓ پہلے دور میں ہجرت کرنے والیوں میں سے ہیں، وہ بہت ہی عقلمند اور خوبصورت تھیں۔

نبی کریم ﷺ کے مشورہ سے ان کی شادی: حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کہتی ہیں.... جب میں نے عدت کے ایام پورے کر لئے تو نبی کریم ﷺ کے مختلف صحابیوں کے ساتھ ساتھ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بھی مجھے شادی کا پیغام دیا، دوسری جانب نبی کریم ﷺ نے اپنے غلام اسامہ بن زیدؓ کے لئے مجھے شادی کا پیغام بھجوایا، میں نے یہ حدیث سن رکھی تھی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے اسامہؓ سے بھی محبت کرنی چاہیے۔ جب نبی کریم ﷺ نے مجھ سے اس سلسلہ میں گفتگو کی تو میں نے کہا کہ میرا معاملہ آپ کے ہاتھ میں ہے، آپ جس سے چاہیں میری شادی کرا دیں، ایک روایت میں ہے...... مجھ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہاری عدت کے ایام پورے ہو جائیں تو مجھے بتانا، لہذا میں نے آپ ﷺ کو (عدت کے ایام ختم ہونے کی) اطلاع دی، ان کو معاویہؓ، ابوجہمؓ اور اسامہ بن زیدؓ نے شادی کا پیغام دیا تھا، نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ معاویہؓ فقیر آدمی ہیں ان کے پاس پیسے نہیں ہیں، ابوجہمؓ عورتوں کو بہت مارتے ہیں، ہاں اسامہ بن زیدؓ بہت موزوں آدمی ہیں، انھوں نے تعجب کرتے ہوئے اپنے ہاتھ سے اس طرح کہا کہ اسامہ، اسامہ! نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے میں تمہاری بھلائی ہے، فاطمہ بنت قیسؓ فرماتی ہیں کہ پھر میں نے اسامہؓ سے شادی کر لی اور میں خوش ہوئی، ایک روایت میں ہے...... پھر میں نے اسامہ بن زیدؓ سے شادی کر لی، اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کی وجہ سے بڑے اعزاز و اکرام سے نوازا، ایک روایت میں ہے...... میں نے اسامہؓ سے شادی کر لی، اللہ تعالیٰ نے اس شادی میں بڑی خیر و برکت دی، لہذا میں اس شادی سے بہت خوش ہوئی۔ (مسلم)

قرآن و سنت کا علم اور مردوں پر ان کا استدراک: عبیداللہ عتبہؒ بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن حفص بن مغیرہؓ

حضرت علیؓ کے ساتھ یمن کی طرف نکلے تو انھوں نے اپنی بیوی فاطمہ بنت قیسؓ کو باقی ماندہ طلاق بھیج دی، اور حارث بن ہشامؓ اور عیاش بن ابی ربیعہؓ کو حکم دیا کہ وہ ان کو نفقہ دے دیں، ان دونوں نے فاطمہ بنت قیسؓ سے کہا کہ تمہیں نفقہ تو صرف اس صورت میں ملتا جب کہ تم حاملہ ہوتیں، فاطمہؓ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور آپ ﷺ سے ان دونوں حضرات کے قول کو نقل کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں نفقہ نہیں ملے گا، لہذا انھوں نے آپؐ سے اس گھر سے منتقل ہوجانے کی اجازت چاہی، آپ ﷺ نے اجازت دے دی، انھوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول میں منتقل ہوکر کہاں جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابن ام مکتوم کے گھر چلی جاؤ، وہ نابینا تھے، وہ ان کے پاس اپنے کپڑے اتارتی تھیں تو وہ دیکھ نہیں پاتے تھے، جب فاطمہ بنت قیسؓ کے عدت کے ایام ختم ہوگئے تو نبی کریم ﷺ نے اسامہ بن زیدؓ کے ساتھ ان کی شادی کردی، مروان نے قبیصہ بن ذویب کو فاطمہ بنت قیسؓ کے پاس بھیجا کہ وہ ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھیں، لہذا انھوں نے یہ حدیث قبیصہ کو سنادی، مروان نے کہا کہ ہم نے یہ حدیث صرف ایک عورت سے سنی ہے، ہم اس قوی و معتبر امر کو اختیار کریں گے جس پر ہم سب لوگوں کو پاتے ہیں، فاطمہؓ نے مروان کی یہ بات سن کر کہا کہ میرے اور تمہارے درمیان قرآن کے ذریعہ فیصلہ ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’(زمانہ عدت میں) نہ تم انھیں ان کے گھر سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں، الا یہ کہ وہ کسی صریح برائی کی مرتکب ہوں، یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں، اور جو کوئی اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا وہ اپنے اوپر خود ظلم کرے گا، تم نہیں جانتے شاید اس کے بعد اللہ (موافقت کی) کوئی صورت پیدا کردے‘‘ (سورۂ طلاق:۱)۔ فاطمہ بنت قیسؓ نے کہا کہ یہ بات تو اس کے لئے ہے جس کو رجوع کی امید ہو، لیکن تین طلاق کے بعد ایسی کوئی امید کہاں باقی رہ جاتی ہے، پھر تم لوگ کیسے کہتے ہو کہ اگر وہ حاملہ نہیں ہے تو اس کو نفقہ نہیں ملے گا، پھر تم لوگ کس بنیاد پر اس کو روکتے ہو؟ (مسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ فاطمہ کی اس رائے سے کہ ’’**یحدث بعد ذلک أمرا**‘‘ سے مراد رجوع ہے، قتادہ، حسن، سدی اور ضحاک اتفاق کرتے ہیں، اسی طرح احمد، اسحاق، ابوثور، داؤد اور ان کے شاگردوں کی رائے بھی فاطمہ بنت قیسؓ کی رائے کے موافق ہے۔

ان کی مہمان نوازی: شعبی کہتے ہیں کہ ہم فاطمہ بنت قیسؓ کے پاس گئے تو انھوں نے ہمیں ابن طاب کی تر کھجوریں کھلائیں اور جوار کے ستو پلائے، پھر میں نے ان سے پوچھا کہ جس عورت کو تین طلاق دی گئی ہو وہ عدت کہاں گذارے گی؟ انھوں نے کہا کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاق دی، پھر مجھے نبی کریم ﷺ نے اس کی اجازت دے دی کہ میں اپنے گھر میں عدت گذاروں۔ (مسلم)

## فصل پنجم:

# عورتوں سے متعلق چند صحیح احادیث اور فہم و تطبیق کی غلطیاں

### پہلی حدیث:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جنت دکھائی گئی، میں نے اس میں سے ایک خوشہ لے لیا، اگر میں نے اسے پورا لے لیا ہوتا تو تم لوگ اسے قیامت تک کھاتے رہتے، میں نے جہنم دیکھی، میں نے آج سے زیادہ ہولناک منظر نہیں دیکھا، میں نے دیکھا کہ جنت میں زیادہ تر عورتیں ہیں، صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ کیوں اے اللہ کے رسول؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ اپنی ناشکری کی وجہ سے، نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا عورتیں اللہ کی ناشکری کرتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان فراموشی کرتی ہیں، اگر تم کسی ایک عورت کے ساتھ زمانہ بھر احسان کا معاملہ کرو، پھر وہ تمہاری جانب سے کوئی بات محسوس کرلے تو کہتی ہے کہ تم نے تو میرے ساتھ آج تک کوئی اچھا معاملہ کیا ہی نہیں ہے۔ (بخاری ومسلم)

ہم اس حدیث پر دو نقطۂ نظر سے گفتگو کریں گے:

**پہلا نقطۂ نظر**: اس حدیث کا مفہوم کیا ہے؟ کیا عورتوں کی تعداد جہنم میں اس وجہ سے زیادہ ہوگی کیونکہ مردوں کے مقابلہ میں ان کی فطرت میں شر زیادہ پایا جاتا ہے؟ اگر معاملہ ایسا ہی ہوتا تو پھر برا کام زیادہ کرنے کے سلسلہ میں عورتوں کا مواخذہ نہیں ہونا چاہئے تھا، حالانکہ حدیث میں یہ بات کہی گئی ہے کہ عورتوں کو اپنے شوہروں کی نافرمانی کرنے اور احسان فراموشی کی وجہ سے سزا دی جائے گی، حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ حضرت جابرؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم میں زیادہ تر وہ خواتین ہوں گی جن کے اندر شوہروں کی نافرمانی اور احسان فراموشی جیسی مذموم صفات پائی جاتی ہوں گی، حضرت جابرؓ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں'' میں نے جہنم میں ان عورتوں کی تعداد زیادہ دیکھی جن کو کوئی راز بتایا جاتا ہے تو وہ اسے افشا کردیتی ہیں، جن سے کوئی چیز مانگی جاتی ہے تو بخل سے کام لیتی ہیں، جو خود مانگتی ہیں تو پیچھے پڑ جاتی ہیں اور جن کو کوئی چیز دی جاتی ہے تو اس پر شکریہ بھی ادا نہیں

کرتیں''، یہاں پر نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث یاد آتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا'' میں نے جنت میں جھانکا تو مجھے اس میں فقراء کی تعداد زیادہ نظر آئی''، آخر کار مالداروں کی تعداد کس چیز نے کم کردی؟ درحقیقت یہ مالداروں کا اپنا کیا دھرا ہے، کیونکہ وہ حرام مال لیتے ہیں اور حرام جگہوں پر خرچ کرتے ہیں، یا وہ لوگ اپنے مال کے ساتھ بخل کرتے ہیں اور خیر و بھلائی کی راہوں میں اسے خرچ نہیں کرتے۔

**دوسرا نقطۂ نظر**: ہم تمام مسلمان مردوں وعورتوں کو اس حدیث سے کیا فائدہ حاصل کرنا چاہیے؟ ہم سمجھتے ہیں کہ اس حدیث کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ تمام لوگ ایسے اعمال کریں جن کے ذریعہ سے وہ جہنم کی آگ سے بچ سکیں، جہنم اور اس کی ہولناکیوں کا تذکرہ اسی غرض سے کیا گیا ہے کہ ہم اس سے بچنے کی کوشش کریں۔

عورتیں جہنم سے کیسے محفوظ رہ سکتی ہیں؟ عورتیں اپنے شوہروں کی ناشکری کرنے کے رویہ سے اجتناب کرکے جہنم سے محفوظ رہ سکتی ہیں، لیکن وہ شوہروں کی ناشکری کرنے کے رویہ سے کیسے بچ سکتی ہیں؟ اولاً ان کی اس طرح تربیت اور رہنمائی کی جائے کہ ان کے دلوں میں اللہ کا تقویٰ اور اطاعت جاگزیں ہو جائے، پھر جب ان کو شیطان وسوسہ میں مبتلا کرے تو انہیں اللہ کے نبی کا قول یاد دلانا چاہیے، اور اگر شیطان ان پر غالب آجائے اور ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو ان کو فوراً استغفار کرلینا چاہیے اور نبی کریم ﷺ کے حکم کے مطابق صدقہ کرنا چاہیے، حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ عیدالاضحیٰ یا عیدالفطر میں عیدگاہ کی طرف نکلے، آپ ﷺ کا گذر عورتوں کے پاس سے ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عورتوں صدقہ کرو، مسلم کی ایک روایت میں ہے اور کثرت سے استغفار کرو کیونکہ میں نے جہنم میں تم لوگوں کی تعداد زیادہ دیکھی ہے، عورتوں نے پوچھا کیوں اے اللہ کے رسول؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ لعن طعن زیادہ کرتی ہو اور شوہروں کی ناشکری کرتی ہو۔ (بخاری و مسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نصیحت کرتے وقت سختی سے کام لینا چاہیے تاکہ معیوب صفات ختم ہو جائیں.... اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ عذاب کو دور کرتا ہے، اور وہ کبھی کبھی بندوں کے گناہوں کے لئے کفارہ بھی بن جاتا ہے۔

مرد جہنم سے کس طرح محفوظ رہ سکتے ہیں؟ محرمات سے اجتناب کرکے اور واجبات کو ادا کرکے مرد جہنم سے محفوظ رہ سکتے ہیں، ان ہی واجبات میں سے یہ ہے کہ وہ اپنی ماؤں، بہنوں، بیویوں اور بیٹیوں کی اچھی طرح سے نگہداشت کریں، اسی طرح مردوں پر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ان خواتین کے لئے ایسے مواقع فراہم کریں جن کے

ذریعہ ان کی موثر رہنمائی ہوسکے، وعظ ونصیحت سے بہرہ ور ہوسکیں اور اجتماعی عبادات مثلاً نماز جمعہ، نماز عیدین، نماز تراویح وغیرہ میں شریک ہوسکیں، یہاں تک کہ ان خواتین کے قلوب ایمان وتقویٰ سے معمور ہوجائیں۔

اسی طرح مردوں کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ عورتوں کو نیک اعمال کے کرنے کے مواقع فراہم کریں، مثلاً صدقہ کرنا، معروف کا حکم دینا، اور بھلائی کی طرف بلانا وغیرہ، ان ذمہ داریوں کی ادائیگی کے ذریعہ ہی قوامیت کے اس فرض کو اچھی طرح نبھایا جاسکتا ہے جس کا بار اللہ نے مردوں پر ڈالا ہے، اللہ کا ارشاد ہے، "الرجال قوامون علی النساء" ایک دوسری جگہ ارشاد ہے "یا ایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ"، اور انہی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے ذریعہ اس حسن نگہداشت کے فرض کو ادا کیا جاسکتا ہے جس کا حکم نبی کریم ﷺ نے دیا ہے "الرجل راع علی اھل بیتہ وھو مسئول عن رعیتہ"۔ (بخاری ومسلم)

دوسری حدیث:

حضرت ابوسعید خذریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ عیدالاضحیٰ یا عیدالفطر میں عیدگاہ کی طرف نکلے، عورتوں کے پاس سے آپ ﷺ کا گذر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عورتوں...... میں نے تم خواتین سے بڑھ کر کسی ناقص عقل اور ناقص دین کو نہیں دیکھا کہ جو عقلمند شخص کے عقل کو بھی بیکار کردیتا ہو، عورتوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہماری عقل اور دین کا نقص کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا عورت کی گواہی مرد کی نصف گواہی کے برابر نہیں ہے؟ عورتوں نے جواب دیا کہ جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ان کے عقل میں کمی کی بات ہے، جب عورت کو حیض آتا ہے تو کیا وہ نہ ہی نماز پڑھتی ہے اور نہ ہی روزہ رکھتی ہے؟ عورتوں نے جواب دیا کہ جی ہاں آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ان کے دین میں کمی کی بات ہے۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیث پر ہم تین پہلوؤں پر گفتگو کریں گے:

**اول** : نبی کریم ﷺ کے قول " میں نے تم خواتین سے بڑھ کر کسی ناقص عقل اور ناقص دین کو نہیں دیکھا کہ جو عقلمند شخص کے عقل کو بھی بیکار کردیتا ہو" کا عمومی مفہوم کیا ہے؟ اس نص پر ہمیں کئی پہلوؤں سے غور کرنا چاہیے، کس مناسبت سے یہ بات کہی گئی ہے؟ اس میں کن لوگوں کو خطاب کیا گیا ہے؟ یہ بات کہنے کے لئے کس طرح کے اسلوب کا استعمال کیا گیا ہے؟ اس طرح سے غور وفکر اس لئے کیا جائے تا کہ ہمیں اس نص کا صحیح مفہوم معلوم

ہو سکے، اگر ہم اس پہلو پر غور کریں کہ یہ نص کس مناسبت میں کہی گئی ہے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ آپ ﷺ نے یہ بات عید کے دن عورتوں کو وعظ و نصیحت کرنے کے دوران ارشاد فرمائی تھی، کیا ہمیں نبی کریم ﷺ سے جو کہ اعلیٰ ترین اخلاق کے حامل ہیں اس بات کی توقع ہے کہ وہ اس خوشی کے موقع پر عورتوں کے عزت و مقام کو کم کریں گے اور ان کی شخصیت کے نقص کو بتائیں گے؟ اگر ہم اس پہلو پر غور کریں کہ اس میں کن لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس نص میں مدینہ کی خواتین کی ایک جماعت کو خطاب کیا گیا ہے، اس میں بھی زیادہ تعداد انصاری خواتین کی تھی جن کے بارے میں حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ ''جب ہم لوگ انصار کے پاس آئے تو ہم نے دیکھا کہ وہ ایسے لوگ ہیں جن پر ان کی عورتیں غالب رہتی ہیں، پھر ہماری عورتوں نے بھی انصاری خواتین کے رنگ ڈھنگ اپنانے شروع کر دیئے''۔ حضرت عمرؓ کے اس قول سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ کیوں کہا کہ ''میں نے تم خواتین سے بڑھ کر کسی کو عقلمند مرد کے عقل کو بیکار کرنے والا نہیں دیکھا''۔ اور اگر ہم اس پہلو پر غور کریں کہ یہ بات کہنے کے لئے کس طرح کے اسلوب کا استعمال کیا گیا ہے تو ہم دیکھیں گے کہ یہاں پر وہ صیغہ استعمال نہیں کیا گیا ہے جو کسی عمومی قاعدہ یا عمومی حکم کے بیان کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، یہاں پر جو اسلوب استعمال کیا گیا ہے وہ تعجب کے اظہار سے زیادہ قریب ہے، نبی کریم ﷺ کو اس تضاد پر تعجب ہو رہا ہے کہ عورت کمزور ہونے کے باوجود عقلمند مردوں پر غالب آجاتی ہے، نبی کریم ﷺ کو اللہ کی اس حکمت پر تعجب ہو رہا ہے کہ جہاں کمزوری کا گمان ہوتا ہے وہاں اللہ نے کس طرح قوت رکھ دی ہے اور جہاں قوت و طاقت کا گمان ہوتا ہے وہاں اللہ نے کس طرح کمزوری رکھ دی ہے، لہٰذا ہم پوچھتے ہیں کہ کیا اس نبوی نصیحت کے جملہ کی ہیئت سے یہ بات محسوس نہیں ہوتی کہ اس میں عورتوں کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، اور یہ کہ نصیحت کرنے سے قبل ایک بڑی لطیف تمہید استعمال کی گئی ہے، گویا کہ اس نص میں یہ بات کہی گئی ہے کہ اے عورتوں اگر اللہ نے تمہیں تمہاری ضعف و کمزوری کے باوجود اتنی قدرت دی ہے کہ تم ایک عقلمند مرد کے عقل کو بیکار کر دو تو دیکھو تم اللہ سے ڈرنا اور اپنی طاقت وقدرت کا استعمال صرف خیر اور بھلائی کے کاموں میں کرنا، اس طرح ''**ناقصات عقل و دین**'' کا جملہ صرف ایک مرتبہ آیا ہے، متنبہ کرنے کے لئے آیا ہے اور عورتوں کو وعظ کرنے کے لئے بطور تمہید آیا ہے، یہ جملہ مستقل طور پر علیحدہ تقریری صیغہ میں نہ ہی کبھی مردوں کے سامنے آیا ہے اور نہ ہی عورتوں کے سامنے آیا ہے۔

**دوم** : نبی کریم ﷺ کے قول ''ناقصات عقل و دین'' کا خصوصی مفہوم کیا ہے؟ عقل کے نقص کے متعدد احتمالات ہو سکتے ہیں، مثلاً:

الف-عمومی فطری نقص یعنی متوسط درجہ کا ذہین ہونا۔

ب-نوعی فطری نقص یعنی بعض مخصوص عقلی صلاحیتوں میں فطری نقص ہونا مثلاً حساب کتاب کی صلاحیت، سوچنے وسمجھنے اور ادراک کی صلاحیت۔

ج-نوعی عارضی نقص جس کی مدت قلیل ہو، یہ نقص بعض عارضی حالات کے نتیجہ میں عورت کی فطرت کو لاحق ہوتا ہے، مثلاً حیض کے ایام، نفاس کی مدت یا حمل کے بعض ایام کے دوران۔

د-نوعی عارضی نقص جس کی مدت طویل ہو، یہ نقص چند مخصوص حالات کے نتیجہ میں عورت کی فطرت کو لاحق ہوتا ہے مثلاً حمل، ولادت، رضاعت اور پرورش میں مشغول ہونا، ایسی صورت حال میں عورت گھر میں مقید ہوکر رہ جاتی ہے اور باہر کی دنیا سے مکمل طور پر بے تعلق ہو جاتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زندگی کے مختلف شعبہ جات کا اسے علم نہیں ہو پاتا اور مالی مسائل وغیرہ پر اس کا ادراک کمزور ہو جاتا ہے، نبی کریم ﷺ نے عورت کی عقل کے نقص کے سلسلہ میں جو مثال دی ہے اس سے ترجیحی طور پر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہاں پر نوعی نقص مراد ہے، خواہ وہ نوعی نقص فطری ہو یا عارضی ہو، بہر حال نقص خواہ کسی بھی طرح کا ہو وہ عورت کی عقلی صلاحیتوں اور قوتوں کو اس طور پر مخدوش نہیں کرتا کہ وہ اپنی بنیادی ذمہ داریوں کو بھی ادا نہ کر سکے، عورت کی ایک مخصوص ذمہ داری بچوں کی پرورش و پرداخت ہے، اللہ تعالیٰ اس ذمہ داری کو کسی صحیح العقل انسان ہی کے حوالہ کر سکتا ہے اور ہم مرد لوگ بھی اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو ایک ایسے عاجز انسان کے سپرد کر کے کیسے مطمئن رہ سکتے ہیں جس کے عقل میں خلل اور دین میں نقص ہو، ذیل میں کچھ ایسی ذمہ داریوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں عورت و مرد دونوں شریک ہیں:

۱- انسانی ذمہ داری: ہر انسان اپنے عمل کا ذمہ دار ہے اور اس سے آخرت میں اس کا محاسبہ کیا جائے گا، یہ بات قرآن کریم میں بیان کر دی گئی ہے۔

۲- تعزیراتی ذمہ داری: منحرفانہ رویہ پر دنیا میں سزائیں دی جائیں گی، یہ بات بھی قرآن کریم میں بیان کر دی گئی ہے۔

۳- شہری ذمہ داری: مال میں تصرف کا حق، معاملات کرنے کا حق اور عاجزوں اور مجبوروں پر ولایت کا حق، ان تمام حقوق کا تذکرہ فقہاء نے کتاب وسنت کی روشنی میں کیا ہے۔

۴-اموال میں فیصلہ کرنے کی ذمہ داری: امام ابوحنیفہؒ اسے تسلیم کرتے ہیں۔

۵- روایت حدیث کی ذمہ داری: اس پر مسلمانوں کے تمام علماء کا اتفاق ہے۔

اگر نقص نوعی ہی راجح ہے تو پھر یہاں اخیر کے تینوں احتمالات باقی بچ رہتے ہیں جن کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے بلکہ بسا اوقات یکساں اثر بھی رکھتے ہیں، بعض مخصوص عقلی صلاحیتوں مثلاً مال اور اعداد وشمار کے مسائل میں فطری نقص کے وجود کا اشارہ قرآن کریم کی اس آیت میں کیا گیا ہے: ''أن تضل احداهما فتذكرّ احدهما ا لأخرىٰ''، یہ نقص پیدائش کے بعد ہی سے اگر چہ فطری نہ ہو اور لڑکا و لڑکی کے درمیان اعضاء بدن کے فرق جیسا اسمیں واضح امتیاز نہ ہو، لیکن بلوغت کے بعد والے مرحلہ میں یہ فرق ان تبدیلیوں کی وجہ سے فطری یا شبہ فطری ہو جاتا ہے جو شادی اور ماں بننے کے بعد والے مرحلہ میں اعضاء جنسیہ کے اندر پیدا ہوتی ہیں، یعنی ایک طرف جنسی اعضاء کی تکمیل اور اس کے نتیجہ میں حمل، ولادت اور رضاعت وغیرہ کے مسائل اور دوسری طرف عورت کی امتیازی سماجی زندگی کی تکمیل سے پیدا ہوتی ہیں، حیاتیائی اور سماجی زندگی اور دوسری جانب عقلی زندگی کے اندر روزمرہ جو اثرات دکھائی دے رہے ہیں ان سے اس خیال کی تائید ہو رہی ہے، ان ہی اثرات کا ایک نمونہ عورت کی گواہی کے مسئلہ میں نظر آتا ہے، بسا اوقات اس پر انفعالیت اور جذباتیت غالب آجاتی ہے، یا مدت حیض جیسے الجھن کے ایام یا حمل، رضاعت اور حضانت کی گرانباری سے وہ دو چار ہوتی ہے، گھر کی نگہداشت علاحدہ ذمہ داری ہوتی ہے ، پھر یہ حدیث عورت کے نقص کی طرف محض اشارہ کرتی ہے، مرحلۂ نقص کی تحدید نہیں کرتی، گویا مرحلہ کی تحدید و تعیین کا مسئلہ پختہ عملی تحقیق اور بشری جدوجہد کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے، ان کے علاوہ مندرجہ ذیل مزید تین امور بھی پیش نظر رہنے چاہئیں:

اول: جہاں ایک طرف عورت کی کسی ایک مخصوص صلاحیت میں نوعی نقص پایا جاتا ہے وہیں دوسری طرف اس بات کا بھی امکان ہے کہ اس کی دوسری کسی ایک یا متعدد صلاحیتوں میں اضافہ پایا جاتا ہو۔

دوم: اس جگہ نقص جنس عورت سے متعلق ہے، لہذا اس بات کا بھی امکان ہے کہ جنس عورت میں کچھ عورتیں ایسی ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے ان ہی میدانوں میں خارق العادت صلاحیتوں سے نوازا ہو جن میدانوں میں عموماً عورتوں کا معیار کم ہوتا ہے، اور ساتھ ہی ساتھ اس بات کا بھی امکان ہے کہ یہ عورتیں بہت سے مردوں سے بہتر وافضل ہوں، ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ جنس کی فضیلت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر شخص مدمقابل کے ہر شخص سے افضل ہو، ایک حبشی اللہ کے نزدیک پورے قبیلۂ قریش سے افضل ہوسکتا ہے۔ ایک دوسری جگہ پر ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں.... اس اصول سے یہ لازم آتا ہے کہ تمام شہری تمام دیہاتیوں سے بہتر ہیں، حالانکہ بعض دیہاتی بہت سارے شہریوں سے بہتر ہوتے ہیں۔

سوم: جہاں ایک طرف عارضی یا فطری نوعی نقص عورت کے بعض اعضاء کے ماہانہ روٹین کا نتیجہ ہے اور جو اس اعتبار سے بہتر ہے کہ اس کے تعاون سے مرد و عورت دونوں ہی زندگی میں اپنے کردار کو بہتر طریقہ سے ادا کرتے ہیں، وہیں دوسری طرف گھر کے چہار دیواری کے اندر کی علیحدہ اور روٹین کی زندگی خود عورت کی زندگی، خاندان کی زندگی اور تمام معاشرہ کی زندگی کے لئے نہایت خطرناک ہے، یہ ایک ایسی خطرناک بات ہے کہ جس کی وجہ سے عورت کی تمام عقل بیکار ہوسکتی ہے، اس کی صورت اس جانور جیسی ہوسکتی ہے جس کو خود پر قابو نہیں ہوتا اور نہ ہی اپنے اردگرد ہونے والے کاموں کا علم ہوتا ہے، اس کے نتیجہ میں بچوں کی تربیت میں اس کا کردار کمزور ہوکر رہ جاتا ہے، اور معاشرہ کی تعمیر و ترقی میں اس کی معاشرتی اور سیاسی سرگرمی کا کردار ختم ہوجاتا ہے۔

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ عورتوں کی گواہی مردوں کی نصف گواہی کے برابر ہے، لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی گواہی سے متعلق فقہاء کے اقوال کا یہاں پر ذکر کیا جائے، فتح الباری میں تحریر ہے کہ ابن المنذر یہ فرماتے ہیں کہ "**واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان ممّن ترضون من الشهداء**" والی آیت کے ظاہری مفہوم پر تمام علماء کا اتفاق ہے، لہذا علماء نے مردوں کے ساتھ عورتوں کی گواہی کو جائز قرار دیا ہے، لیکن جمہور علماء نے اس صورت حال کو قرض اور مالی مسائل کے ساتھ خاص کیا ہے، لہذا ان حضرات کا کہنا ہے کہ حدود اور قصاص میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں ہے، البتہ نکاح، طلاق، نسب اور ولاء میں عورتوں کی گواہی کے مسئلہ میں ان علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، جمہور علماء نکاح، طلاق، نسب اور ولاء میں عورتوں کی گواہی کو معتبر نہیں مانتے جبکہ کوفہ سے تعلق رکھنے والے علماء ان کی گواہی کو معتبر مانتے ہیں...... تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ان مسائل میں عورتوں کی تنہا گواہی معتبر ہے جن مسائل سے مرد واقف نہیں ہوتے مثلاً حیض، ولادت، ولادت کے وقت بچہ کا رونا، نسوانی عیوب، البتہ رضاعت کے مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

علامہ ابن رشد اپنی کتاب ''بدایۃ المجتہد'' میں لکھتے ہیں: ''جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ حدود میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں ہے......اہل ظاہر یہ کہتے ہیں کہ آیت کے ظاہری مفہوم کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر عورتوں کے ساتھ کوئی ایک مرد ہو اور عورتیں ایک سے زائد ہوں تو ہر مسئلہ میں عورتوں کی گواہی معتبر ہے، امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مالی مسائل میں اور حدود کے علاوہ دیگر بدنی مسائل جیسے طلاق، رجوع، نکاح، آزادی میں عورتوں کی گواہی معتبر ہے، امام مالکؒ کے نزدیک کسی بھی بدنی مسئلہ میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں ہے.... جہاں تک عورتوں کی تنہا گواہی کا تعلق

ہے تو جمہور علماء کے نزدیک یہ ایسے بدنی مسائل میں معتبر ہے جن سے مرد عموماً واقف نہیں ہوتے مثلاً ولادت، ولادت کے وقت بچہ کا رونا اور نسوانی عیوب، ان مسائل میں کوئی اختلاف نہیں ہے، البتہ رضاعت کے مسئلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے''۔

علامہ ابن حزم نے اپنی کتاب ''المحلی '' میں لکھا ہے'' زنا کے مسئلہ میں چار عادل مسلمان مردوں سے کم لوگوں کی گواہی معتبر نہیں ہے، یا ایسا ہو کہ ہر ایک مرد کی جگہ پر دو عادل مسلمان عورتیں ہوں، لہذا ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ تین مرد اور دو عورتیں ہوں یا دو مرد اور چار عورتیں ہوں یا ایک مرد اور چھ عورتیں ہوں، یا صرف آٹھ عورتیں ہوں، تمام حقوق مثلاً حدود، قتل، قصاص، نکاح، طلاق، رجوع اور اموال میں صرف دو عادل مسلمان مردوں، یا ایک مرد اور دو عورتوں یا صرف چار عورتوں کی گواہی معتبر ہے، حدود کے علاوہ ان تمام حقوق میں صرف ایک عادل مرد یا دو عورتوں کی گواہی بھی معتبر ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ مدعی سے قسم لی جائے گی، صرف رضاعت کے مسئلہ میں ایک عادل عورت یا ایک عادل مرد کی گواہی معتبر ہے...... مسلم میں نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث مذکور ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے، بخاری میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا عورت کی گواہی مرد کی نصف گواہی کے برابر نہیں ہے؟ ہم نے جواب دیا کہ کیوں نہیں اے اللہ کے رسول، لہذا نبی کریم ﷺ نے قطعی طور پر بتادیا کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے، لہذا یہ بات معلوم ہوگئی کہ جس مسئلہ میں ایک مرد کی گواہی معتبر ہے اس مسئلہ میں دو عورتوں کی گواہی کا ہونا ضروری ہے، اسی طرح سے زیادہ گواہیوں میں ہر ایک مرد کی جگہ دو عورتوں کو شمار کیا جائے گا''۔

علامہ ابن قیمؒ اپنی کتاب ''**الطریق الحکمیة**'' میں لکھتے ہیں: '' ہمارے شیخ ابن تیمیہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے قول ''**فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشھداء ان تضل احداھما فتذکر احداھما الاخری**'' میں اس بات کی دلیل ہے کہ ایک مرد کی جگہ دو عورتوں کی گواہی درحقیقت اس لئے ہے تاکہ اگر ایک عورت کوئی بات بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے، لہذا ایک مرد کی جگہ دو عورتوں کی گواہی کی بات ان معاملات اور مسائل میں ہوگی جن میں عموماً بھول جانے کا امکان رہتا ہے، لہذا نبی کریم ﷺ نے ''**واما نقصان عقلھن فشھادۃ امرأتین بشھادۃ رجل**'' کہہ کر اسی معنی ومفہوم کی طرف اشارہ کیا ہے، اس طرح نبی کریم ﷺ نے یہ واضح کردیا کہ عورتوں کی گواہی مردوں کی گواہی کے مقابلہ میں نصف کی حیثیت ان کی عقل کی

کمزوری کی وجہ سے رکھتی ہے نہ کہ دین کی کمزوری کی وجہ سے، اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عورتوں کی عدالت مردوں کی عدالت کے برابر ہے البتہ عورتیں مردوں سے عقل میں کم ہوتی ہیں، لہذا جن گواہیوں میں بھول جانے کا اندیشہ نہ ہو ان میں عورتوں کی گواہی مردوں کے نصف گواہی کے برابر نہیں ہوگی، جن مسائل و معاملات میں عورتوں کی گواہی تنہا معتبر ہوتی ہے وہ ایسے معاملات ہیں جنہیں وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتی ہے یا اپنے ہاتھوں سے چھوتی ہے یا اپنے کانوں سے سنتی ہے، اس کے لئے اس کو عقل کا استعمال نہیں کرنا پڑتا جیسے ولادت، ولادت کے وقت بچہ کا رونا، دودھ پلانا، حیض اور پوشیدہ نسوانی عیوب، یہ ایسے مسائل ہیں جن میں عموماً بھولنے کا امکان کم رہتا ہے اور ان سے واقفیت کے لئے عقل کے استعمال کی ضرورت نہیں پڑتی، جیسا کہ اعترافِ قرض وغیرہ کے مسائل میں عقل کے استعمال کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور عام طور پر اس کی مدتیں بھی طویل ہوتی ہیں''۔

مندرجہ بالا گفتگو کی روشنی میں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ہر اس جگہ پر معتبر ہوگی جہاں پر قسم کے ساتھ ایک مرد کی گواہی معتبر ہوتی ہے، عطاء اور حماد بن ابوسلیمان کہتے ہیں کہ حدود اور قصاص میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی معتبر ہوگی، اور ایک روایت کے مطابق ہمارے نزدیک نکاح اور غلام کی آزادی میں بھی ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے فیصلہ کر دیا جائے گا، جابر بن زید ایاسؒ بن معاویہ، شعبیؒ اور ثوریؒ سے بھی یہی مروی ہے، اسی طرح جن جرموں میں مال لازم آتا ہے ان میں بھی ایک روایت کے مطابق ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے فیصلہ کر دیا جائے گا۔

ابن قیم فرماتے ہیں ''....صدق، امانت اور دیانت میں عادل عورت مرد ہی کی طرح ہے، لیکن عورت سے اس بات کا اندیشہ رہتا ہے کہ وہ بھول جائے گی اس لئے اس کو اس کے مثل ایک اور عورت کے ذریعہ سے تقویت دی گئی، اس کی وجہ سے کبھی کبھی وہ ایک مرد سے زیادہ قوی ہو جاتی ہے، بلاشبہ ام الدرداءؓ اور ام عطیہؓ کی گواہی سے حاصل ہونے والا ظن ان دونوں سے کمتر ایک مرد سے حاصل ہونے والے ظن سے زیادہ قوی اور مضبوط ہوتا ہے، بہت سے معاصر علماء عورت کی گواہی کے سلسلہ میں علامہ ابن حزم کی رائے کے قائل ہیں''۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہم پندرہویں صدی ہجری (بیسویں صدی عیسوی) کے لوگوں کے لئے مناسب یہ ہے کہ عورت کی صلاحیتوں کی تعیین کے لئے علمی تحقیقات کئے جائیں، تا کہ قطعی طور پر معلوم ہو سکے کہ عورت کے اندر نقص کہاں پایا جاتا ہے؟ اس کی نوعیت کیا ہوتی ہے؟ کن دنوں میں اس کا ظہور ہوتا ہے اور عورتوں کے درمیان اس کے وجو کا تناسب کیا ہے؟ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہو جائے کہ عورت کے اندر کون سی خوبی زیادہ پائی جاتی

ہے؟ اس کی نوعیت کیا ہے اور وہ کن دنوں میں ظاہر ہوتی ہے؟ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو یہ ہماری طرف میں احادیث نبویہ کی بہت بڑی خدمت ہوگی، ہمارے اسلاف نے احادیث نبویہ کی خدمت اس طرح کی کہ انھوں نے صحیح اور ضعیف حدیث کی پہچان کے لئے اصول حدیث کے علم کو ایجاد کیا، ہم لوگ بھی احادیث نبویہ کی اپنے زمانہ کی رعایت کرتے ہوئے کوئی خدمت کرسکتے ہیں، مثلاً ہم ایسی علمی وعملی تحقیقات کریں جس سے بعض نصوص کے صحیح مفہوم کے سمجھنے میں مدد ملے، اور اس وقت مفہوم سے متعلق مختلف احتمالات کے ذکر کرنے اور محدود ذاتی تصورات وگمان کی روشنی میں ان میں سے کسی ایک کو نظریاتی ترجیح دینے ہی پر اکتفانہ کیا جائے، بلکہ اس مفہوم کو پیش کیا جائے جس کی علمی وعملی تحقیق سے تائید ہو رہی ہو، عین ممکن ہے کہ نظریاتی بحث وتحقیق کے دوران یہ مفہوم کسی کے ذہن میں آیا ہی نہ ہو۔

**سوم** : اس تیسرے پہلو میں ہم نبی کریم ﷺ کے قول ''ناقصات عقل و دین'' کے مخصوص مفہوم کا جائزہ لیں گے، جب نبی کریم ﷺ سے عورتوں کے دین کے نقص کے بارے میں سوال کیا گیا، تو آپ ﷺ نے ایک محدود بات کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ حیض ونفاس کے زمانہ میں عورتیں نماز اور روزہ کی ادائیگی نہیں کرتیں، لہذا یہ ایک جزئی نقص ہے جو کہ عبادات تک محدود ہے بلکہ عبادات میں بھی بعض شعائر تک ہی محدود ہے، کیونکہ حیض ونفاس والی عورت طواف کے علاوہ حج کے تمام ارکان ومناسک ادا کرسکتی ہے، وہ اللہ کا ذکر کرسکتی ہے اور دین درحقیقت ایمان، تقویٰ، عبادات، اخلاق اور معاملات کا نام ہے، اسی طرح حیض ونفاس کی وجہ سے عورت کے دین کا نقص دراصل عارضی ہوتا ہے، یہ نقص اس کی زندگی میں مسلسل نہیں رہتا، بلکہ ایک محدود مدت کے لئے ہوتا ہے، اس کے ساتھ یہ بات بھی ذہن نشیں رہنی چاہیے کہ حمل ٹھہرنے کے بعد مسلسل نومہینوں تک اسے حیض آنا بند ہوجاتا ہے، اسی طرح سن یاس کو پہنچنے کے بعد بھی حیض آنا بند ہوجاتا ہے، یہاں پر غور کرنے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ یہ نقص عورت کا خود کا اختیار کردہ نہیں ہے، لہذا ایک مومن خاتون ایک مخصوص مدت کے لئے نماز اور روزہ سے محروم ہوجانے پر تکلیف محسوس کرتی ہے لیکن وہ یہ سوچ کر صبر کرتی ہے کہ اللہ نے ایسا ہی اس کے مقدر میں لکھ دیا ہے، لہذا اس رضا اور صبر کی کیفیت پر اللہ تعالیٰ اسے ثواب دیتا ہے، اس صورتحال میں مومن خاتون سے جو نمازیں فوت ہوجاتی ہیں وہ ان کی تلافی دو طرح سے کرتی ہے:

اول: نماز کے علاوہ دیگر عبادات کے ذریعہ وہ فوری تلافی کرتی ہے مثلاً تلاوت کرنا، دعائیں کرنا، ذکر الٰہی کرنا، اللہ سے استغفار کرنا، اس کی تسبیح، حمد و کبریائی بیان کرنا، جب امہات المومنین پر پردہ فرض کردیا گیا اور وہ جہاد جیسے افضل عمل سے روک دی گئیں تو حضرت عائشہؓ نے فریضہ جہاد کے فوت ہونے کی تلافی اس طرح کی کہ وہ ہر

سال حج کرنے لگیں، حضرت عائشہؓ نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول کیا ہم آپ کی معیت میں غزوہ اور جہاد نہ کریں؟ ایک روایت میں ہے: ہم جہاد کو سب سے افضل عمل سمجھتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے افضل اور بہتر جہاد حج مبرور ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے یہ بات سننے کے بعد میں نے کبھی حج نہیں چھوڑا۔

دوم: حیض سے پاک ہونے کے بعد کثرت سے نوافل پڑھ کر وہ فوت شدہ نمازوں کی تلافی کرلیتی ہے، ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ حیض کے سبب عمرہ ادا نہ کرسکیں تو آپ اس کی تلافی کے لئے پریشان تھیں، چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے پاس نبی کریم ﷺ آئے، اس وقت میں رو رہی تھی، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیوں رو رہی ہو؟ انھوں نے کہا کہ میں عمرہ نہیں کرسکتی، ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول کیا لوگ دو اجر لے کر لوٹیں اور میں صرف ایک اجر لے کر لوٹوں، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ میں نے کہا کہ میں نماز نہیں پڑھ سکتی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں، تم بھی آدم کی بیٹی ہو، اللہ نے تمہارے مقدر میں ایسا ہی لکھ دیا ہے، تم حج کے ارکان ادا کرتی رہو، ہوسکتا ہے کہ اللہ تمہیں عمرہ کی توفیق دے دے، لہذا میں حج کے ارکان ادا کرتی رہی، یہاں تک کہ ہم لوگ منی سے نکل کر مقام محصب میں پہنچے، آپ ﷺ نے وہاں عبدالرحمٰن کو بلایا اور کہا کہ اپنی بہن کو لے کر حرم جاؤ تا کہ وہ عمرہ ادا کرسکیں۔ (بخاری ومسلم)

''فتح الباری'' میں تحریر ہے: کیا عورت کو حالت حیض میں نماز چھوڑنے پر ثواب ملے گا کیونکہ وہ اس کی مکلّف ہے، جس طرح مریض کو ان نوافل کا ثواب ملتا ہے جن کو وہ صحت کی حالت میں پڑھا کرتا تھا لیکن اب مرض کی وجہ سے نہیں پڑھ پاتا، یا ان دونوں کے درمیان کوئی فرق ہے، کیونکہ مریض نوافل اس نیت سے پڑھا کرتا تھا کہ وہ جب تک نوافل پڑھنے کے قابل رہے گا پڑھتا رہے گا، لیکن حائضہ کی ایسی کوئی نیت نہیں ہوتی؟ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک مریض اور حائضہ عورت کے درمیان یہ فرق اس لئے ملحوظ ہے کیونکہ حائضہ عورت کو ثواب نہیں ملتا، معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجرؒ کے نزدیک حائضہ عورت کو نماز چھوڑنے پر ثواب ملنے کا مسئلہ احتمالی ہے، غور کرنے کی بات یہ ہے کہ نماز چھوڑنے کے باوجود حائضہ عورت کو ثواب ملنے کا احتمال کیسے باقی رہتا ہے، حالانکہ اس کے باوجود حائضہ عورت کے دین کے نقص کی مندرجہ ذیل شکلیں باقی رہتی ہیں:

الف- وہ عورت جس کا ایمان کمزور ہے نماز نہ پڑھنے کی سہولت مل جانے پر خوشی محسوس کرتی ہے، گویا کہ اس کو کسی بہت بھاری کام سے چھٹی مل گئی ہو، ایسی عورت ثواب سے محروم رہتی ہے۔

ب- نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے حائضہ عورت کو جو نقص لاحق ہوتا ہے وہ صرف ثواب ہی کے مسئلہ سے متعلق نہیں ہے بلکہ مومن خاتون کے دل کے خشوع وخضوع کو بھی نقص لاحق ہوجاتا ہے کیونکہ وہ اللہ کے حضور حاضری دینے سے محروم ہوجاتی ہے، یہ نقص خصوصاً اس وقت لاحق ہوتا ہے جب کہ اس نقص کی تلافی کے طور پر کوئی ثواب کا کام نہ کیا جائے مثلاً تلاوت، ذکر الٰہی، استغفار وغیرہ۔

ج- منکر پر غلبہ کی طاقت میں نقص لاحق ہوجاتا ہے، کیونکہ نماز فحش کاموں اور منکر سے باز رکھتی ہے، لہذا اگر اس نقص کے عوض کوئی دوسری عبادت نہیں کی جاتی ہے تو یہ نقص باقی رہ جاتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عورت کی عقل میں نقص کا دو مطلب ہوسکتا ہے:

اول: عقلی طاقت وقوت اور عقل کی خلقت میں نقص، دوم: عقل کی سرگرمیوں وکاموں میں نقص یعنی وہ نقص جو عقل کے کاموں میں ان عناصر کے نتیجہ میں لاحق ہوتا ہے جو عقلی طاقت وقوت پر اثر انداز ہوتے ہیں، خواہ وہ بائیولوجکل عناصر ہوں یا معاشرتی عناصر ہوں یا نفسیاتی عناصر ہوں، عورتوں کے اندر ایک مستقل نفسیاتی عنصر بھی پایا جاتا ہے، اور وہ عنصر عورت کے جذبات کی نرمی یا شدت ہے، یہ عنصر عام عورتوں کی فطرت میں پایا جاتا ہے، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کی عقل میں نقص سے مراد اس کی عقلی سرگرمیوں وکاوشوں میں نقص ہے جیسا کہ اس آیت ''ان تضل احداھما فتذکر احداھما الاخریٰ'' سے معلوم ہوتا ہے، اس حدیث میں یہ نہیں بیان کیا گیا ہے کہ عقل کی سرگرمیوں وکاموں میں اس وجہ سے نقص ہے کیونکہ خود عقل کی خلقت میں نقص پایا جاتا ہے، البتہ یہ بات پختہ علمی تحقیق کی بنیاد پر کہی جاتی ہے، اسی طرح عورت کے دین میں نقص کا بھی دو مطلب ہوسکتا ہے:

اول: عورت کی دینداری میں نقص، یعنی اللہ سے تقویٰ رکھنے میں اور اس کی اطاعت کرنے میں نقص کا لاحق ہونا، دوم: اللہ تعالیٰ نے عورت پر جو عبادات وفرائض واجب کئے ہیں ان میں نقص کا لاحق ہونا، لیکن اس نقص کی وجہ عورت سے سرزد ہونے والا کوئی قصور نہیں ہوتا بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کی مقدر میں یہ نقص لکھ دیا ہے، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے دین میں نقص سے مراد وہ نقص ہے جو عبادات وفرائض میں اس وجہ سے لاحق ہوتا ہے کہ اللہ نے ہی اس کی مقدر میں ایسا لکھ دیا ہے مثلاً چند مخصوص دنوں میں نماز وروزہ سے پرہیز کرنا، البتہ اس نقص کی وجہ سے بعض خواتین کے تقویٰ میں نقص لاحق ہوجاتا ہے، لیکن تمام خواتین کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں ہوتا۔

نبی کریم ﷺ نے نقص کی جو وضاحت کردی ہے ہمیں اسی کا پابند رہنا چاہیے اور اس وضاحت سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے، اگر ایسا کرتے ہیں تو ہم احتمالات وتوہمات کے شکار ہوجائیں گے، اور متشابہ کی پیروی کرنے

والوں میں ہو جائیں گے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے متشابہ کی اتباع سے منع فرمایا ہے، جس طرح قرآن کریم میں متشابہات پائے جاتے ہیں اسی طرح احادیث نبویہ میں بھی متشابہات پائے جاسکتے ہیں، اللہ تعالیٰ متشابہات کی اتباع سے بچنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے: ''جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ فتنے کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اوران کو معنی پہنانے کی کوشش کیا کرتے ہیں، حالانکہ ان کا حقیقی مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا''۔(آل عمران:۷)، امام شوکانی فرماتے ہیں کہ اس آیت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں ٹیڑھ ہے متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں......متشابہ اسے کہتے ہیں جس کے معنی میں کوئی پیچیدگی ہو اور جس کا مفہوم واضح نہ ہو سکے، خواہ وہ حقیقی متشابہ ہو جیسے مجمل الفاظ اور تشبیہات یا اضافی متشابہ ہو یعنی ایسا متشابہ جس کا معنی اگرچہ بادی النظر میں واضح ہو لیکن اس کے حقیقی مفہوم کو واضح کرنے کے لئے کسی خارجی دلیل کی ضرورت ہو، جن موضوع اور ضعیف احادیث میں عورت کی عقل اور دین میں شبہ کیا گیا ہے وہ درحقیقت دور جاہلیت کے توہمات کے زیر اثر وجود میں آئی ہیں، مسلمانوں کو ان توہمات سے آزاد ہونا چاہیے، مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ توہمات ابھی باقی ہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے عقل و دین میں نقص کی جو وضاحت کی تھی اس سے صرف نظر کر لیا گیا، لہذا اب عورتوں کے تعلق سے بہت سارے غلط تصورات عام ہوگئے ہیں، چند موضوع احادیث ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

حدیث: تم عورتوں کو لکھنا پڑھنا نہ سکھاؤ اور نہ ہی انھیں کمروں میں رکھو۔

حدیث: عورت کی بات ماننا باعث ندامت ہے۔

حدیث: اگر عورتیں نہ ہوتیں تو اللہ کی کماحقہ عبادت کی جاتی۔

حدیث: عورتوں سے مشورہ کرو لیکن ان کے مشورہ کو قبول نہ کرو۔

اور چند ضعیف احادیث ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

حدیث: عورتوں کی اطاعت کر کے مرد ہلاک ہو گئے۔

حدیث: تمہاری بیوی تمہاری سب سے سخت ترین دشمن ہے۔

حدیث موقوف: حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عورتوں کی مخالفت کرو کیونکہ ان کی مخالفت ہی میں برکت ہے۔

## تیسری حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کے سلسلہ میں وصیت قبول کرو،

عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، پسلی میں سب سے ٹیڑھا حصہ اوپر والا ہوتا ہے، اگر تم اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کروگے تو وہ ٹوٹ جائے گا، اور اگر تم اس کو اسی کے حال پر چھوڑ دوگے تو وہ ہمیشہ ٹیڑھا رہے گا، لہذا تم عورتوں کے سلسلہ میں وصیت قبول کرو۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورت کی تخلیق پسلی سے ہوئی ہے، وہ تمہارے ساتھ بالکل سیدھے طریقہ سے نہیں رہ سکتی، لہذا اگر تم اس سے لطف حاصل کرنا چاہو تو تم اس کی کجی کے باوجود لطف اٹھا سکتے ہو، اگر تم اس کجی کو سیدھا کرنا چاہو گے تو وہ ٹوٹ جائے گی، اس کے ٹوٹنے کا مطلب طلاق ہے۔ (مسلم)

اس حدیث میں متعدد امور کا ذکر ہے:

الف- نبی کریم ﷺ کے قول "استوصوا بالنساء" (یعنی عورتوں کے سلسلہ میں وصیت قبول کرو) میں عورتوں کے تعلق سے عام وصیت کی گئی ہے، کہا جاتا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ عورتوں کے ساتھ خیر خواہی وبھلائی کا معاملہ کرو، یہاں پر باء "تعدی" کے لئے ہے اور "استفعال" کا وزن درحقیقت "افعال" کے معنی دے رہا ہے، جس طرح "الاستجابة" کے معنی "الاجابة" کے ہوتے ہیں۔

ب- اس وصیت کا سبب ایک ایسی بات کو بتایا گیا ہے جو عورت کی تخلیق سے متعلق ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا "عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی میں سب سے ٹیڑھا حصہ اوپر والا ہوتا ہے"۔ پہلی بات یہ بتائی گئی کہ عورت کی تخلیق مرد کی تخلیق سے جدا ہے، پھر یہ بتایا گیا کہ عورت میں کجی پائی جاتی ہے، لیکن نبی کریم ﷺ نے اس کجی کے میدان اور اس کی مقدار کو نہیں بتایا، البتہ نبی کریم ﷺ نے اس جانب اشارہ کیا کہ عورت کی تخلیقی کجی کا اثر اس کے بعض رویوں پر پڑتا ہے جس کی وجہ سے مرد پریشان ہو جاتا ہے، کیا حقائق کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ کجی سے مراد یہ ہے کہ عورت جلد جذبات میں آجاتی ہے، وہ بہت جذباتی ہوتی ہے، بہت زیادہ حساس ہوتی ہے، اور یہ کہ اس کا مزاج بدلتا رہتا ہے؟ درحقیقت کجی کی ضد استقامت ہے اگر جذبات کے متوازن ہونے اور اشتعال پر کنٹرول کرنے کا نام استقامت ہے تو جلد اشتعال میں آجانے اور بہت زیادہ اشتعال میں ہونے کا نام کجی ہے، اگر انسان کے اپنے جذبات پر کنٹرول کرنے کا نام استقامت ہے تو جذبات کے انسان پر غالب آجانے کا نام کجی ہے۔

خصوصاً عورت پر کبھی کبھی جذبات غالب آجاتے ہیں تو وہ کسی فیصلہ کے لینے میں حکمت کو پیش نظر نہیں رکھ پاتی اور اس سے کچھ نامناسب افعال سرزد ہو جاتے ہیں اور وہ کچھ نامناسب باتیں بول جاتی ہے اور جلد اشتعال

میں آجانے کی وجہ سے اس کے مزاج میں بھی تبدیلی آجاتی ہے، نبی کریمؐ نے صحیح فرمایا کہ'' وہ تمہارے ساتھ بالکل سیدھے طریقہ سے نہیں رہ سکتی''، مزاج کی یہ تبدیلی مرد کو پریشان کردیتی ہے اور اس کو ناراض کرنے کا سبب بنتی ہے، اس تفسیر وتوضیح کی تائید نبی کریمؐ کے اس قول سے ہوتی ہے جو آپؐ نے عورتوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا'' تم عورتیں بہت لعن وطعن کرتی ہو اور اپنے شوہروں کی بہت زیادہ نافرمانی کرتی ہو''، عورت کا یہ رویہ عموماً غصہ اور اشتعال کے وقت ہوتا ہے، لیکن اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ کجی سے مراد یہ ہے کہ عورت کی فطرت میں ٹیڑھ وپیچیدگی ہوتی ہے، وہ مکروفریب کا پتلہ ہوتی ہے تو میرا خیال ہے کہ یہ بات نہایت نامناسب، غلو پر مبنی اور عورت کی شخصیت کو مجروح کرنے والی ہے، یہ بات بہت سارے ایسے نصوص سے متصادم ہے جن میں صحابیات کی زندگی بیان کی گئی ہے اور جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کی فطرت میں مکروفریب نہیں ہوتا، یہ بات ان حقائق سے بھی متصادم ہے جن کا مشاہدہ ہم اپنی ماؤں، بہنوں اور بیویوں کے درمیان کرتے رہتے ہیں، کیا یہ بات قابل فہم ہے کہ ہمارے بچوں کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری ایک ایسے انسان کے سپرد کردی جائے جس کی فطرت میں مکروفریب اور ٹیڑھ پایا جاتا ہو؟

ج- اس حدیث میں مرد کو عورت کی کجی کے سبب پیدا ہونے والے رویہ پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی ہے، لہذا نبی کریمؐ نے فرمایا:'' اگر تم اس کجی کو سیدھا کرنا چاہو گے تو وہ ٹوٹ جائے گی، اور اس کے ٹوٹنے کا مطلب طلاق ہے''، مرد کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ عورت کوئی بھی رویہ اور سلوک اس کو پریشان کرنے کی غرض سے نہیں اختیار کرتی ہے، بلکہ وہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کے حق میں اشتعال انگیزی اور شدت جذباتیت مقدر کردیا ہے، لہذا مرد کو صبر کرنا چاہیے اور نرم رویہ اختیار کرنا چاہیے، اور مرد کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ عورت کی ان خصوصیات کے اچھے اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں، مثلاً یہ خصوصیات اس کو بنیادی ذمہ داریوں مثلاً حمل، رضاعت اور پرورش کی ادائیگی پر قادر بناتی ہیں کیونکہ ان ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے انتہائی درجہ جذباتیت اور حساسیت کی ضرورت ہوتی ہے، مرد کے ذہن میں یہ بات بھی رہنی چاہیے کہ اگر وہ بیوی کی ہر غلطی پر مواخذہ کرے گا اور اسے ٹوکنے کی کوشش کرے گا تو اس سے مزید جدائی اور دوری میں اضافہ ہوگا، پھر اس کا نتیجہ طلاق تک پہنچے گا، اخیر میں مرد کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اگر اس کی بیوی میں کوئی ایک عیب ہے تو اس کے پاس بہت ساری خوبیاں اور محاسن بھی ہیں، نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے'' ایک مومن مرد کسی مومن خاتون کو ناپسند نہ کرے کیونکہ اگر اسے اس کی کوئی عادت ناگوار گذرتی ہے تو وہ اس کی کسی دوسری عادت سے خوش بھی ہوسکتا ہے''۔ (مسلم)

د- عورتوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنے کی تاکید کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں

"فاستوصوا با النساء" (عورتوں کے سلسلہ میں وصیت قبول کرو)۔اس قول کی تشریح کرتے ہوئے علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں "فاستوصوا" میں "س" طلب ومبالغہ کے لئے ہے یعنی عورتوں کے حق میں تم لوگ خود اپنی ذات سے خوب وصیت کا مطالبہ کرو، یا یہ کہ عورتوں کے حق میں تم لوگ دوسروں سے وصیت کا مطالبہ کرو...... کہا جاتا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ عورتوں کے سلسلہ میں میری وصیت قبول کرو، ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرو اور ان کے ساتھ اچھی طرح سے رہو، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ سب سے اچھی توجیہ ہے اور یہ امام طیبیؒ کے قول کے مخالف بھی نہیں ہے۔

اخیر میں میں یہ کہتا ہوں کہ جس طرح عورتوں کے دین وعقل کے نقص کے مختلف گوشوں کو جاننے کے لئے علمی تحقیقات کرنا ضروری ہے اسی طرح عورت کی کجی کی حقیقت سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے بھی علمی تحقیق کرنا ضروری ہے۔

**باب دوم:**

# معاشرتی زندگی میں مسلمان خاتون کی شرکت

فصل اول :

# عہد نبوی کی معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت کے اسباب

قرآن وسنت میں کہیں بھی یکجا طور پر ایسے نصوص نہیں آئے ہیں جن سے معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت اور مردوں سے اس کی ملاقات کے اسباب کا علم ہو سکے، البتہ ان اسباب کو ایسے نصوص وشواہد سے اخذ کیا جاسکتا ہے جن میں متعدد موقعوں پر مختلف میدانوں میں عورت کی شرکت اور مردوں سے اس کی ملاقات کا ذکر موجود ہے، نصوص سے ہم جو اہم اسباب اخذ کر سکے ہیں ذیل میں ان کا ذکر کیا جاتا ہے:

**اول: زندگی کو آسان بنانا**

نیک، صاف ستھری اور متحرک زندگی گذارنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ زندگی کو آسان بنایا جائے، تاکہ زندگی میں تعطل نہ آئے اور وہ بغیر کسی رکاوٹ کے سہولت کے ساتھ گذرتی چلی جائے اور مومن مرد وخواتین بھی سہولت واطمینان کے ساتھ زندگی گزارتے چلے جائیں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو جب بھی دو چیزوں کے درمیان انتخاب کا اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ ان میں سے آسان کا انتخاب فرماتے، بشرطیکہ اس کے انتخاب میں کوئی گناہ نہ ہو، اور اگر اس میں کوئی گناہ کی بات ہوتی تو نبی کریم ﷺ اس سے بہت زیادہ دور رہتے۔ (بخاری ومسلم)

عہد نبوی میں جب بھی عورتوں کے ذہن میں کوئی سوال آتا یا ان کو کوئی ضرورت پیش آتی تو وہ اپنے شوہروں یا کسی محرم کی مدد لئے بغیر براہ راست نبی کریم ﷺ کے پاس چلی آتیں اور خود نبی کریم ﷺ سے سوال کرتیں، کیونکہ شوہر سے مدد لینے کی صورت میں اس بات کا امکان تھا کہ وہ صحیح سے سوال نہ کر سکے یا وہ سوال پوچھنے کے لئے جلد تیار نہ ہو یا سوال پوچھنے سے انکار کر دے یا سوال پوچھنے میں تاخیر کر دے یا سوال وجواب صحیح سے سمجھ نہ سکے اور اس کو صحیح سے نقل نہ کر سکے، اس کے علاوہ اور بھی بہت سے امکانات واحتمالات تھے، لہذا سب سے آسان اور سہل طریقہ یہ تھا کہ ضرورتمند خاتون اپنی ضرورت کی تکمیل کے لئے خود ہی چلی جائے خواہ اسے مردوں یعنی نبی

کریم ﷺ اور صحابہؓ ہی سے کیوں نہ ملاقات کرنی پڑے، ذیل میں اس کی کچھ مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اسی وقت ایک خاتون آئیں، انھوں نے آپ ﷺ سے کہا کہ میں نے اپنی ماں کو ایک باندی صدقہ میں دی تھی، لیکن میری ماں کا انتقال ہوگیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں تمہارا اجر ملے گا، اور باندی میراث میں پھر تمہارے پاس آجائے گی....(مسلم)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ جہینہ کی ایک خاتون نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور کہا کہ میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی، لیکن حج کرنے سے قبل وہ انتقال کرگئیں تو کیا میں ان کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، تم ان کی طرف سے حج کرلو....(بخاری)

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ فرماتی ہیں کہ وہ ابوعمرو بن حفص بن مغیرہؓ کی زوجیت میں تھیں، انھوں نے ان کو تین طلاق دے دی، فاطمہ بنت قیسؓ کہتی ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس گئیں تاکہ آپ ﷺ سے گھر سے نکلنے کے بارے میں مسئلہ دریافت کرسکیں، آپ ﷺ نے ان کو ابن ام مکتومؓ کے گھر منتقل ہوجانے کا حکم دیا جو کہ نابینا صحابیؓ تھے۔(مسلم)

کبھی کبھی خود مرد اپنی بیویوں کو نبی کریم ﷺ سے سوال کرنے کا مشورہ دیتے تھے، ذیل میں کچھ مثالیں نقل کی جاتی ہیں:

حضرت ابن مسعودؓ کی بیوی حضرت زینبؓ سے مروی ہے...... زینبؓ عبداللہ بن مسعودؓ اور اپنے زیر پرورش چند یتیموں پر خرچ کیا کرتی تھیں، انھوں نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ آپ نبی کریم ﷺ سے پوچھئے کہ اگر میں آپ پر اور اپنے زیر پرورش یتیم بچوں پر صدقہ کرتی ہوں تو کیا یہ میری طرف سے کافی ہوجائے گا؟ عبداللہ بن مسعودؓ نے ان سے کہا کہ تم خود ہی نبی کریم ﷺ سے پوچھ لو، لہذا وہ نبی کریم ﷺ کے پاس گئیں......۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک انصاری صحابی نے روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا، انھوں نے اپنی بیوی کو نبی کریم ﷺ سے اس سلسلہ میں مسئلہ دریافت کرنے کے لئے کہا، لہذا انھوں نے نبی کریم ﷺ سے اس بابت دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول ایسا کرتے ہیں، بیوی نے اپنے شوہر کو نبی کریم ﷺ کے اس جواب کے بارے میں بتایا تو شوہر نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کو تو بہت سی چیزوں میں رخصت دے دی گئی ہے، تم پھر نبی کریم ﷺ کے پاس جاؤ اور اس بابت پوچھ کر آؤ، ان کی

بیوی نے آپ ﷺ سے کہا کہ میرے شوہر یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کوتو بہت سی چیزوں میں رخصت دے دی گئی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں سب سے زیادہ اللہ کا تقویٰ رکھنے والا اور اس کے حدود کا علم رکھنے والا ہوں....(احمد)

حضرت عائشہؓ نے کیا ہی صحیح اور سچی بات بیان فرمائی ہے کہ نبی کریم ﷺ زندگی کے تمام شعبہ جات میں ہمیشہ آسان راہ کا انتخاب فرماتے تھے، چونکہ مردوں کا عورتوں کے ساتھ اختلاط زندگی میں آسانی وسہولت پیدا کرتا ہے اور اس اختلاط پر روک لگانے سے زندگی میں سہولت ختم ہو جاتی ہے، اس لئے ہم نبی کریم ﷺ کو زندگی میں آسانی پیدا کرنے کے لئے کوئی شرعی راہ نکالنے کی کوشش کرتے ہوئے دیکھتے ہیں، یہ بات ذیل کی دو مثالوں سے واضح ہوگی:

پہلی مثال: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ابوحذیفہؓ کے غلام سالم ابوحذیفہؓ اور ان کے گھر والوں کے ساتھ رہا کرتے تھے، سہلۃ بنت سہلؓ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور کہا کہ سالم عاقل اور بالغ ہوگئے ہیں، اور وہ ہمارے پاس آیا کرتے ہیں، مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابوحذیفہؓ کو یہ پسند نہیں ہے، نبی کریم ﷺ نے ان سے کہا کہ تم انہیں اپنا دودھ پلا دو، وہ تمہارے لئے محرم ہو جائیں گے، اور اس طرح ابوحذیفہؓ کی ناگواری بھی ختم ہو جائے گی، (ایک روایت میں ہے: انھوں نے کہا کہ میں ان کو کیسے دودھ پلاؤں، کیوں کہ وہ نوجوان مرد ہیں؟ نبی کریم ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ مجھے بھی پتہ ہے کہ وہ نوجوان مرد ہے)۔ سہلہؓ دوبارہ لوٹ کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور کہا کہ میں نے سالم کو اپنا دودھ پلا دیا ہے اور ابوحذیفہ کی ناگواری بھی ختم ہوگئی ہے۔(مسلم)

زینب بنت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ام سلمہؓ حضرت عائشہؓ کے پاس گئیں اور کہا کہ آپ کے پاس ایک نوجوان لڑکا آتا ہے لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ وہ میرے پاس آئے، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ کیا نبی کریم ﷺ آپ کے لئے اسوہ نہیں ہیں؟ ابوحذیفہؓ کی بیوی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول سالم جو کہ جوان ہیں میرے پاس آتے ہیں، ابوحذیفہؓ کو یہ ناگوار گذرتا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم ان کو اپنا دودھ پلا دو تا کہ وہ تمہارے پاس (بطور محرم) آئیں....(مسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ابوداؤد میں اس قصہ میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہؓ اپنی بھانجیوں کو حکم دیتی تھیں کہ وہ جن لڑکوں کو اپنے پاس داخل ہونے کی اجازت دینا چاہیں ان کو اپنا دودھ پلا دیں، ان کے نزدیک نوجوان لڑکے کو عورت اپنے دودھ کا پانچ قطرہ پلائے گی، پھر وہ اس کے پاس داخل ہوسکتا ہے، اس حدیث کی

سند صحیح ہے ...... حافظ ابن حجرؒ یہ بھی کہتے ہیں کہ طبری نے تہذیب الآثار میں اس مسئلہ کو ذکر کیا ہے اور انھوں نے اپنی صحیح سند کے حوالہ سے حضرت عائشہؓ کے قول کی طرح حضرت حفصہؓ کا قول نقل کیا ہے جس سے حضرت ام سلمہؓ کے قول میں پائے جانے والے عموم کی تخصیص ہو جاتی ہے، حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی تمام بیویوں نے اس بات سے انکار کر دیا تھا کہ کوئی لڑکا اس رضاعت (دودھ پلانے) کی وجہ سے ان کے پاس داخل ہو، اس حدیث کی تخریج مسلم وغیرہ نے کی ہے، علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے جو آپ ﷺ نے ابوحذیفہؓ کی بیوی سے فرمایا تھا کہ تم اسے دودھ پلا دو وہ تمہارے لئے محرم ہو جائے گا۔ حضرت عائشہؓ نے نبی کریم ﷺ کے اس قول پر عمل کیا جب کہ ان کے علاوہ دیگر ازواج مطہرات نبی کریم ﷺ کے اس قول پر عمل نہیں کرتی تھیں، حالانکہ خود حضرت عائشہؓ نے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ "الرضاعة من المجاعة"، یعنی دودھ پلانے کا تعلق بھوک کے وقت غذا فراہم کرنے سے ہے، لیکن وہ اس دودھ پلانے میں جو رضاعت کی غرض سے ہو اور اس دودھ پلانے میں جو غذا فراہم کرنے کی غرض سے ہو تفریق کرتی ہیں، اگر دودھ پلانے کا مقصد غذا فراہم کرنا ہو اور دودھ مدت رضاعت میں پلایا گیا ہو تب تو عورت کے لئے وہ بچہ محرم ہو جاتا ہے لیکن اگر مدت رضاعت کے بعد غذا فراہم کرنے کی غرض سے دودھ پلایا گیا ہو تو وہ عورت کے لئے محرم نہیں ہوتا، اور اگر رضاعت کی غرض سے دودھ پلایا جائے تو یہ کسی کو محرم بنانے کے لئے درست ہے، ضرورت کے وقت تو وہ چیز بھی جائز ہو جاتی ہے جو عام حالات میں جائز نہیں ہوتی۔

دوسری مثال: حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میری خالہ مطلقہ ہو گئیں، انھوں نے چاہا کہ وہ اپنے باغ میں جا کر کھجوروں کو جمع کر لیں، تو ایک شخص نے ان کو عدت کی مدت کے دوران گھر سے نکلنے پر ڈانٹا، میری خالہ نبی کریم ﷺ کے پاس گئیں، نبی کریمؐ نے فرمایا کہ تم جا کر اپنے باغ میں کھجوروں کو جمع کر سکتی ہو، کیونکہ عین ممکن ہے کہ تم ان کو صدقہ کر دو یا کوئی اور نیک کام کرو۔ (مسلم)

ان دو مثالوں کی طرح ایک اور مثال طبری میں حضرت قتادہؓ کے حوالہ سے منقول ہے، حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ عورتوں سے اس بات کی بیعت لینے لگے کہ وہ نہ ہی نوحہ کریں گی اور نہ ہی مردوں سے بات کریں گی، عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ ہمارے پاس مہمان آتے ہیں اور ہم اس وقت اپنی بیویوں کے پاس نہیں ہوتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہاں پر وہ عورتیں مراد نہیں ہیں، یعنی مردوں کے ساتھ کوئی سنجیدہ گفتگو کرنے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ ایسے مردوں کے ساتھ گفتگو کرنے کی ممانعت ہے جو مریض دل کے حامل ہوں، غور کرنے کی

بات یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ اس بات سے واقف تھے کہ اللہ کی شریعت آسانی وسہولت سے عبارت ہے، لہذا جب نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو مردوں سے بات کرنے سے روک دیا تو انھوں نے اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ سے رجوع کیا اور کہا کہ ایسی صورت میں تو ہم لوگ مشقت میں پڑ جائیں گے، کیونکہ ہمارے پاس ایسے وقت میں بھی مہمان آتے ہیں جب ہم اپنی بیویوں کے پاس نہیں ہوتے، لہذا نبی کریم ﷺ نے اپنے جواب میں مشقت کو دور کر دیا اور سہولت کی وضاحت کر دی، نبی کریم ﷺ نے دین میں جس سہولت کی وضاحت کی تھی صحابہ کرام ﷺ نے اسے اچھی طرح سے سمجھ لیا تھا، ایک صحابی رسول نے اپنے ولیمہ میں مہمانوں کی خدمت کرنے کے لئے اپنی بیوی کو اجازت دے دی، اور نبی کریم ﷺ نے اس کی اس طرح تصدیق بھی کر دی کہ ان کی بیوی کی جانب سے پیش کردہ مشروب آپ ﷺ نے نوش فرمایا۔

حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ جب ابواسید الساعدیؓ نے شادی کی تو انھوں نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو دعوت دی، لہذا ان کی بیوی نے ہی مہمانوں کے لئے کھانا بنایا اور ان کے سامنے پیش کیا۔ (بخاری ومسلم)

تمیم الداری فرماتے ہیں کہ عمرو بن العاصؓ کسی ضرورت سے علی ابن ابی طالبؓ کے گھر گئے، وہاں حضرت علیؓ موجود نہیں تھے، تو وہ لوٹ گئے، دوبارہ پھر گئے تو پھر حضرت علیؓ کو گھر پر نہ پایا، اس طرح وہ دو یا تین مرتبہ گئے، حضرت علیؓ آئے تو انھوں نے عمرو بن العاصؓ سے کہا کہ اگر آپ کو میری بیوی سے کچھ ضرورت تھی تو آپ ان کے پاس کیوں نہیں چلے گئے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم مرد عورتوں کے پاس ان کے شوہروں کی اجازت ہی سے جائیں۔ غور کرنے کی بات ہے کہ حضرت علیؓ کو عمرو بن العاصؓ کے اس طرز عمل سے اس قدر تعجب ہوا کہ انھوں نے فرمایا ''اگر آپ کو میری بیوی سے کچھ ضرورت تھی تو آپ ان کے پاس کیوں نہیں چلے گئے؟'' صحابہ کرامؓ اپنی زندگیوں میں بہت زیادہ مشقت اور پریشانی نہیں پیدا کیا کرتے تھے، اس کے ساتھ ساتھ وہ شریعت کے احکام کی پابندی کرنے کے حریص بھی تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک ایسے آسان دین سے نوازا تھا جو لوگوں کو تمام معاملات میں سہولت فراہم کرتا ہے، اگر مردوں کو عورتوں کے پاس جانے کی ضرورت پڑ جاتی تو دین ان کو اس بات پر مجبور نہیں کرتا تھا کہ وہ اپنی ضرورت کو پردہ کے پیچھے سے یا شوہر یا محرم کے توسط سے پورا کریں، صرف اتنی بات ضروری تھی کہ عورتوں کے پاس جانے کے وقت ضروری آداب کا خیال رکھا جائے اور اخلاق کی حفاظت کی جائے۔

## دوم: عورت کی شخصیت کا ارتقاء

معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت اور مردوں سے اس کی ملاقات یہ دو ایسی باتیں ہیں جو اسے خیر کے

بہت سارے میدانوں میں کام کرنے کے مواقع فراہم کرتی ہیں، اس کو مختلف ومتنوع تجربات سے ہمکنار کرتی ہیں اور اس کی اہمیت میں اضافہ کرتی ہیں، یہ بات مکمل طور پر واضح ہوکر اس وقت سامنے آجائے گی جب ہم معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت کے بقیہ اسباب مثلاً طلب علم، عمل خیر، جہاد فی سبیل اللہ کا مطالعہ کریں گے۔ معاشرتی زندگی سے دوری عورت کو خیر کے بہت سے میدانوں سے اور بہت سے تجربات سے محروم کردیتی ہے اور اس کی اہمیت میں کمی کردیتی ہے، ایسی صورت حال میں عورت کی اچھی حالت بھی یہ ہوتی ہے کہ وہ مضبوط وقوی میدان سے محروم ہوکر ضعیف وکمزور میدان تک محدود ہوکر رہ جاتی ہے، وہ اچھے اور ماہر استاد سے کسب فیض نہیں کرپاتی بلکہ اس استاد کی کسی شاگردہ سے ہی استفادہ کرنے پر مجبور ہوتی ہے، وہ معاشرتی زندگی میں حصہ نہیں لے پاتی، حالانکہ مردوں سے ملنا عورت کی شخصیت کے ارتقاء کا ایک ذریعہ ہے، اگر وہ نیک مردوں سے ملتی ہے تو اس کے اندر نیکی کو فروغ ملتا ہے، اگر علماء سے ملتی ہے تو اس کے علم میں اضافہ ہوتا ہے اور اگر وہ معاشرتی وسیاسی میدان میں سرگرم لوگوں سے ملتی ہے تو اس کے معاشرتی وسیاسی شعور کو غذا ملتی ہے، اس سے کوئی انکار نہیں کرتا کہ جب عورت نیک عورتوں سے ملتی ہے تو اس کی نیکی میں اضافہ ہوتا ہے، جب وہ صاحب علم خواتین سے ملتی ہے تو اس کے علم میں اضافہ ہوتا ہے اور جب وہ معاشرتی میدان میں سرگرم خواتین سے ملتی ہے تو اس کے معاشرتی شعور میں اضافہ ہوتا ہے۔

لیکن ہمارے معاشرہ میں نیکی، علم اور عمل کے اعلیٰ مقام پر مرد حضرات فائز ہیں، تو اب ایک عورت اپنی نیکی، علم اور شعور میں کس طرح اضافہ کرسکتی ہے؟ ہم یہاں پر عام عورتوں کے تعلق سے گفتگو کررہے ہیں، ان تھوڑی بہت عورتوں سے متعلق گفتگو نہیں کررہے ہیں جن کو ایسا خاندانی ماحول مہیا ہے جو نیکی، علم، عمل اور شعور سے معمور ہے، عام عورتوں کی نیکی، علم اور شعور میں اضافہ کے لئے اس کے علاوہ کوئی راہ نہیں کہ ان کو مردوں کے ترقی یافتہ اور بہترین معاشروں میں شرکت کا موقع دیا جائے، اور ان معاشروں میں عبادت واخلاق، علم وفکر اور سیاسی ومعاشرتی کام سے متعلق ٹھوس باتیں اور مفید سنجیدہ سرگرمیاں فراہم کی جائیں، نبی کریم ﷺ کے عہد میں اس مقصد کا ادنیٰ حصہ عورتوں کے مسجد میں شرکت کرنے سے حاصل ہوجاتا تھا، کیونکہ مسجد نبویؐ مردوں اور عورتوں دونوں ہی کے لئے عبادت وثقافت اور معاشرت کا مرکز تھی، اگر کوئی عورت قرآن سننا چاہتی یا وعظ سننا چاہتی یا کسی کنونشن یا لیکچر میں شریک ہونا چاہتی یا باہمی تعارف کی غرض سے یا خیر وتقویٰ کے کاموں میں تعاون کی غرض سے مسلمان خواتین سے ملنا چاہتی تو وہ یہ سارے خیر کے کام مسجد نبوی میں کرسکتی تھی، نبی کریم ﷺ کی بیویوں کو علم ونیکی اور شعور سے معمور ماحول مہیا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی کریم ﷺ کی صحبت سے نوازا تھا، جن پر وحی نازل ہوتی تھی اور جو علم کا

سرچشمہ تھے، اس کے علاوہ ازواج مطہرات اپنے اردگرد رہنے والے لوگوں سے بھی ربط رکھتی تھیں، ان اسباب کی بنیاد پر تمام ازواج مطہرات علم کے بلند مقام تک پہنچ گئیں، ان کی حیثیت معلمات کی ہوگئی، بڑے بڑے صحابہ وتابعین ان سے حدیث، تفسیر اور فقہ میں استفادہ کیا کرتے تھے۔

آج کے دور کے ہمارے علماء کو عورتوں کے تعلق سے نبی کریم ﷺ کی سنت کی پیروی کرنی چاہیے، نبی کریم ﷺ خواتین کو تعلیم دینے کے لئے خود آگے بڑھتے تھے، آپ ﷺ عورتوں کو تعلیم دینے کے مسئلہ کو اپنے کسی صحابی کے سپرد نہیں کرتے تھے، صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ مشہور تابعی عطاء سے پوچھا گیا کہ آپ کا کیا خیال ہے کہ امام کو خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد عورتوں کے پاس آنا چاہیے اور ان کو وعظ ونصیحت کرنی چاہیے؟ جس طرح کہ نبی کریم ﷺ عید کے خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد کیا کرتے تھے، عطاء نے جواب دیا کہ یہ ائمہ کے لئے ضروری ہے اور وہ ایسا کیوں نہ کریں؟ (بخاری)، اسی طرح ہماری خواتین کو بھی عہد نبوی کی ان خواتین کی پیروی کرنی چاہیے جو اپنے مسائل نبی کریم ﷺ سے پوچھنے خود جایا کرتی تھیں، وہ صرف اپنے باپوں اور شوہروں کے سوال پر اکتفا نہیں کرلیا کرتی تھیں بلکہ وہ تو نبی کریم ﷺ کی بیویوں کے سوال پر بھی اکتفا نہیں کرتی تھیں، حضرت سبیعہؓ والی حدیث میں یہ مذکور ہے کہ انھوں نے ابوالسنابل کے فتویٰ پر اکتفا نہیں کیا اور نبی کریم ﷺ کے پاس یہ پوچھنے چلی گئیں کہ کیا وہ وضع حمل کے بعد شادی کرسکتی ہیں؟ حافظ ابن حجرؒ اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے سبیعہؓ کی ذہانت کا علم ہوتا ہے کیونکہ ان کو ابوالسنابل کے فتویٰ میں تردد ہوا اور وہ خود نبی کریم ﷺ سے اس حکم کی وضاحت پوچھ بیٹھیں۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر آج کے دور میں ہماری خواتین کو نبی کریم ﷺ کی بیویوں کی اقتداء کرتے ہوئے علم کے اعلیٰ مقام تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے، اگرچہ یہ کوشش عورتوں کا کوئی ایک طبقہ ہی کیوں نہ کرے، تاکہ ان سے مرد بھی استفادہ کریں اور عورتیں بھی استفادہ کریں۔

ذیل میں کچھ ایسی مسلمان خواتین کی مثالیں ذکر کی جارہی ہیں جو معاشرتی وفکری پختگی کے اعلیٰ مقام پر فائز تھیں، اس کی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے معاشرتی زندگی میں فعال شرکت کی تھی اور نبی کریم ﷺ وصحابہ کرامؓ سے ملا کرتی تھیں۔

### ۱۔ حضرت ام سلیمؓ:

نبی کریم ﷺ کا ان کے پاس بہت زیادہ جانا: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب ام سلیمؓ کے قریب سے ہوکر گذرتے تو ان کے پاس جاتے اور ان کو سلام کرتے۔ (بخاری)

خوشی کے موقعوں پر نبی کریم ﷺ کو ہدیہ دینا: حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے شادی کی، پھر آپ ﷺ گھر میں داخل ہوئے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے حیس (ایک قسم کا کھانا جو کھجور، گھی اور ستو سے بنایا جاتا ہے) بنایا، اسے ایک چھوٹے برتن میں رکھا اور مجھ سے کہا کہ انس! اسے لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ میری والدہ نے یہ آپ کو بھیجا ہے، وہ آپ ﷺ کو سلام کہتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اے اللہ کے رسول یہ ہماری طرف سے آپ کے لئے بہت کم ہے۔ (مسلم)

اپنے شوہر کے ساتھ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی ضیافت: انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ...... پھر نبی کریم ﷺ نے کہا کہ اے ام سلیمؓ جو کچھ تمہارے پاس ہے لے آؤ، لہٰذا وہ روٹی لے کر آ گئیں، نبی کریم ﷺ نے اس روٹی کو توڑنے کا حکم دیا لہٰذا وہ توڑ دی گئی، ام سلیمؓ نے ایک برتن سے ساری سبزی نکال کر اس پر ڈال دی...... تمام لوگوں نے سیر ہو کر کھایا، وہ ستر یا اسّی مرد تھے......۔ (بخاری و مسلم)

اپنی سہیلیوں کے ساتھ جہاد میں کثرت سے جانا: حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ غزوہ میں اپنے ساتھ ام سلیمؓ اور کچھ انصاری خواتین کو لے جاتے تھے، یہ خواتین لوگوں کو پانی پلاتی تھیں اور زخمیوں کا علاج کرتی تھیں۔ (مسلم)

## ۲-حضرت اسماء بنت عمیسؓ

حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کرنے میں مردوں کے ساتھ شرکت: حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں.... اسماءؓ ہمارے ساتھ مدینہ آئی تھیں، انھوں نے دیگر افراد کے ساتھ حبشہ کی طرف بھی ہجرت کی تھی.... (بخاری و مسلم)

مدینہ پہنچنے کے بعد ان کی نبی کریم ﷺ اور بہت سے صحابہؓ سے ملاقات: حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں.... اسماء بنت عمیسؓ نبی کریم ﷺ کی بیوی حضرت حفصہؓ سے ملاقات کرنے گئیں.... حضرت عمرؓ حضرت حفصہؓ کے پاس آئے، اس وقت حضرت اسماءؓ وہیں تھیں، حضرت اسماءؓ کو دیکھ کر حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ حضرت حفصہؓ نے بتایا کہ یہ اسماء بنت عمیسؓ ہیں، حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا یہ حبشہ والی ہیں؟ کیا یہ سمندر والی ہیں؟ حضرت اسماءؓ نے کہا کہ ہاں، حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ ہم لوگوں نے آپ لوگوں سے پہلے ہجرت کی ہے لہٰذا ہم لوگ آپ لوگوں سے زیادہ نبی کریم ﷺ کے حقدار ہیں، جب نبی کریم ﷺ آئے تو انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول حضرت عمرؓ نے ایسی ایسی بات کہی ہے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ پھر تم نے کیا جواب دیا؟ انھوں نے کہا کہ میں نے ایسا ایسا کہا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ تم لوگوں سے زیادہ میرے حقدار نہیں ہیں، انھوں نے اور ان کے ساتھیوں

نے صرف ایک ہجرت کی ہے جبکہ تم کشتی والوں نے دو ہجرت کی ہے، حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ ابو موسیٰؓ اور دیگر کشتی والے میرے پاس فوج درفوج آتے تھے اور مجھ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھتے تھے۔(بخاری ومسلم)

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اسماء بنت عمیسؓ سے کہا کیا ہو گیا کہ میں اپنے بھتیجوں کے جسموں کو کمزور دیکھ رہا ہوں گویا کہ وہ ضرورتمند ہوں، حضرت اسماءؓ نے کہا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ ان کو بہت جلد نظر لگ جاتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں رقیہ (جھاڑ پھونک) کر دیتا ہوں، حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ میں نے رقیہ والی بات سے اتفاق کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں رقیہ کئے دیتا ہوں۔(مسلم)

حضرت جعفرؓ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ کی زوجیت میں رہتے ہوئے ان کا مردوں سے ملنا: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں.... بنو ہاشم کے کچھ لوگ اسماء بنت عمیسؓ کے پاس آئے، پھر حضرت ابو بکرؓ آ گئے، حضرت اسماءؓ ان دنوں ان ہی کی زوجیت میں تھیں......۔(مسلم)

حضرت ابو بکرؓ کی تیمارداری کرنے کے دوران عیادت کرنے والوں کا ان کے پاس آنا: طبرانی نے قیس بن حازم سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم ابو بکرؓ کے مرض کے دنوں میں ان کے پاس گئے، میں نے ان کے پاس ایک خاتون کو دیکھا جن کے دونوں ہاتھ گدے ہوئے تھے اور جو ان پر سے مکھیوں کو بھگا رہی تھیں، وہ اسماء بنت عمیسؓ تھیں۔

ان تمام باتوں کے بعد ہمیں حضرت اسماءؓ کے اس رویہ پر تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ وہ پوری دلیری سے حضرت عمرؓ سے مباحثہ کر بیٹھی تھیں حالانکہ ان سے بہت سے مرد ڈرا کرتے تھے، حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ ہم لوگوں نے آپ لوگوں سے پہلے ہجرت کی ہے لہذا ہم لوگ آپ لوگوں سے زیادہ نبی کریم ﷺ کے حقدار ہیں، وہ اس بات پر خفا ہو گئیں اور انھوں نے کہا کہ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے، خدا کی قسم آپ لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، نبی کریم ﷺ آپ کے بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے اور آپ میں موجود جاہل لوگوں کو وعظ ونصیحت کیا کرتے تھے، ہم لوگ اللہ اور اس کے رسول کی خاطر حبشہ کی دور دراز سرزمین میں تھے، خدا کی قسم میں اس وقت تک نہ ہی کچھ کھاؤں گی اور نہ ہی کچھ پیوں گی جب تک کہ میں آپ کی باتوں کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے نہ کر دوں، ہم لوگوں کی کیفیت یہ تھی کہ ہمیں تکلیف پہنچائی جاتی تھی اور ہم سہمے سہمے رہتے تھے، میں نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کروں گی اور ان سے پوچھوں گی، خدا کی قسم میں نہ ہی جھوٹ بولوں گی، نہ ہی غلط بیانی سے کام لوں گی، اور نہ ہی اپنی طرف سے کوئی اضافہ کروں گی....(بخاری ومسلم)

## ۳-حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ

ابتدائی زندگی سے ہی نبی کریم ﷺ سے کثرت سے ملاقات: نبی کریم ﷺ کی بیوی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے شعور کی حالت میں اپنے والدین کو دین اسلام کا پیرو پایا، ہمارے پاس نبی کریم ﷺ روزانہ صبح وشام آیا کرتے تھے....(بخاری)

گھر سے باہر گھر والوں کا کام کرنا اور کبھی کبھی مردوں سے ملاقات ہوجانا: حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ میں زبیرؓ کی زمین سے جو انھیں نبی کریم ﷺ نے دی تھی اپنے سر پر گٹھلیاں رکھ کر لایا کرتی تھی، یہ زمین میرے گھر سے دوثلث فرسخ کی دوری پر تھی، میں ایک دن اپنے سر پر گٹھلیاں رکھ کر آرہی تھی کہ نبی کریم ﷺ اور کچھ انصاری صحابہؓ سے میری ملاقات ہوگئی، نبی کریم ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے بٹھانے کے لئے بلایا، لیکن مجھے مردوں کے ساتھ چلنے میں شرم محسوس ہوئی....(بخاری ومسلم)

پیش آمدہ مسائل کو نبی کریم ﷺ سے پوچھنے کا حرص: حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول میرے پاس تو صرف وہی مال ہے جو زبیرؓ مجھے دیتے ہیں تو کیا میں صدقہ کرسکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ کرو اور بخل سے کام نہ لو، کیونکہ ایسی صورت میں تمہارے ساتھ بھی بخل کیا جائے گا....(بخاری ومسلم)

حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں میرے پاس میری مشرک والدہ آئیں، میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ میری والدہ میرے پاس آئی ہیں اور وہ مجھ سے ملنا چاہتی ہیں تو کیا میں اپنی والدہ سے صلہ رحمی کا معاملہ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اپنی والدہ سے صلہ رحمی کا معاملہ کرو....(بخاری ومسلم)

مسجد میں جماعت کے ساتھ سورج گرہن کی نماز پڑھنے کی حرص اور مردوں سے سوال کرنا: حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سورج گرہن کی نماز کے بعد خطبہ دیا اور قبر کے اس فتنہ کا ذکر کیا جس میں لوگ مبتلا کئے جائیں گے، جب نبی کریم ﷺ نے اس کا ذکر کیا تو مسلمان چیخ وپکار کرنے لگے، اس چیخ وپکار کی وجہ سے میں نبی کریم ﷺ کی آخری گفتگو نہیں سمجھ سکی، جب چیخ وپکار کم ہوا تو میں نے اپنے قریب ایک مرد سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ نے اخیر میں کیا گفتگو فرمائی؟ انھوں نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے کہا کہ مجھے وحی کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ تم لوگ اپنی قبروں میں ایسے فتنہ میں مبتلا کئے جاؤ گے جو دجال کے فتنہ کی طرح ہوگا......ان ملاقات کے نتیجہ میں حضرت اسماءؓ کے اندر معاشرتی اور فکری پختگی آئی، جس کے نتیجہ میں وہ اس قابل ہوگئیں کہ حضرت عمرؓ سے بعض علمی مسائل پر گفتگو کرسکیں، چند صحابہ کرامؓ کے درمیان ایک مسئلہ میں اختلاف ہوگیا تو حضرت ابن عباسؓ نے لوگوں کو یہ وصیت کی

کہ وہ حضرت اسماءؓ سے اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کی سنت معلوم کریں۔

اسماء بنت ابی بکرؓ کے غلام عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت اسماءؓ نے مجھے عبداللہ بن عباسؓ کے پاس بھیجا اور کہا کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ تین چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں، دھاری دار کپڑا، سرخ زین اور رجب کے پورے مہینہ میں روزہ رکھنا، یہ سن کر مجھ سے حضرت عبداللہؓ نے کہا جہاں تک رجب کے روزوں کا تعلق ہے تو تمہارا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو ہمیشہ روزے رکھتا ہے؟ اور جہاں تک دھاری دار کپڑے کا تعلق ہے تو میں نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو کہتے ہوئے سنا ہے، انہوں نے کہا میں نے نبی کریم کو کہتے ہوئے سنا کہ ریشم وہ شخص پہنتا ہے جس کے پاس اخلاق نہیں ہوتا، لہذا مجھے اندیشہ ہوا کہ دھاریوں کا تعلق بھی کہیں اس سے نہ ہو، جہاں تک سرخ زین کا تعلق ہے تو عبداللہؓ کی زین تو سرخ ہے، میں لوٹ کر حضرت اسماءؓ کے پاس گیا اور ان کو یہ ساری باتیں بتائیں، حضرت اسماءؓ نے کہا یہ اللہ کے رسول کا جبہ ہے، یہ کہتے ہوئے انہوں نے ایک ایرانی سبز جبہ نکالا جسمیں ریشم کے ٹکڑے تھے اور اس کی دونوں چاک پر ریشم کا کام تھا، حضرت اسماءؓ نے کہا یہ جبہ حضرت عائشہؓ کی وفات تک انہیں کے پاس تھا، پھر یہ میرے پاس آ گیا، نبی کریمؐ اسے زیب تن فرمایا کرتے تھے، ہم مریضوں کی شفایابی کے لئے اس کپڑے کو دھلتے تھے....(مسلم)۔

## سوم: طلب علم

اللہ تعالٰی نے تمام مسلمان مردوں پر علم کا حصول فرض قرار دیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے ان کی دنیا بھی بنے اور آخرت بھی درست ہو، اس سلسلہ میں مسلمان عورتوں کے لئے بھی وہی حکم ہے جو مسلمان مردوں کا ہے، مسلمان مرد وعورت دونوں کے لئے دنیا آخرت کی کھیتی ہے، اگر وہ اس دنیا کی کھیتی کو اچھی طرح سے آباد کرتے ہیں تو ان کو قیامت کے دن پورے کا پورا بدلہ دیا جائے گا، یہ بات قابل غور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کس طرح لوگوں کو علم کے حصول کی ترغیب دی، اور کس طرح تمام مسلمان مردوں وعورتوں کو بغیر کسی تفریق کے خطاب کیا، حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ علم کا حاصل کرنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔(بیہقی)

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص علم کے حصول کے لئے کسی راہ پر چلا تو اللہ تعالٰی اس کو جنت کے راستہ پر چلاتا ہے، فرشتے طالب علم کے عمل سے خوش ہو کر اس کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں۔(احمد) کیا علماء سے استفادہ کئے بغیر ایسا علم حاصل کرنا ممکن ہے جو دلوں اور ذہنوں کو منور کر دیتا ہے؟ اور کیا ایسی موثر و بلیغ وعظ ونصیحت سے مستفید ہونا ممکن ہے جو دلوں کو بیدار کر دیتا ہے؟ اسی لئے صحابیات نبی کریم ﷺ

سے ملاقات کی انتہائی درجہ مشتاق ہوتی تھیں تا کہ وہ علم کو اس کے سب سے اعلیٰ سرچشمہ سے حاصل کرسکیں، اسی طرح صحابہ کرامؓ نبی کریم ﷺ کی بیویوں سے ملاقات کے انتہائی درجہ مشتاق ہوتے تھے تا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد علم کے سب سے اعلیٰ سرچشمہ سے علم حاصل کرسکیں، نبی کریم ﷺ کا عہد اسوۂ حسنہ کا عہد ہے، لہذا نبی کریم ﷺ کے دور کی یہ اچھی سنت ہمیشہ باقی رہنی چاہیے، مسلمان مردوں اور عورتوں کو اعلیٰ سرچشمہ سے علم حاصل کرنے کا خواہش مند ہونا چاہیے، خواہ وہ اعلیٰ سرچشمہ مرد کی شکل میں ہو خواہ عورت کی شکل میں ہو، عورتوں کو علم حاصل کرنے سے اس بنیاد پر نہیں روکنا چاہیے کہ جلیل القدر عالم واستاد مرد ہے، اسی طرح مردوں کو بھی علم حاصل کرنے سے اس بنیاد پر نہیں روکنا چاہیے کہ جلیل القدر استاد عورت ہے۔

عورتوں کا نبی کریم ﷺ سے خصوصی گفتگو کرنے کا مطالبہ: حضرت ابوسعید الخدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک خاتون نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور کہا کہ اے اللہ کے رسول آپ کی حدیث کے سلسلہ میں مرد ہم پر فائق ہو گئے ہیں، لہذا آپ اپنی جانب سے ہمارے لئے کوئی دن مقرر کردیجئے.... آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ فلاں دن جمع ہوا کرو.... لہذا عورتیں اس دن جمع ہوئیں اور آپ ﷺ ان کے پاس آئے.... (بخاری ومسلم)

عورتوں کی جانب سے ایک خاص دن کا مطالبہ اس لئے نہیں تھا کہ وہ ایک ہی محفل میں مردوں کے ساتھ علم حاصل کرنا نہیں چاہتی تھیں، بلکہ وہ مسجد میں مردوں کے ساتھ استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے لئے علم کے مزید مواقع کی تلاش میں تھیں، لہذا وہ اپنے لئے ایک خاص دن مقرر کروانے کے بعد بھی مسجد اور عیدگاہ میں آتی تھیں اور مردوں کے ساتھ علم اور وعظ ونصیحت سے مستفید ہوتی تھیں۔

علمی امور میں عورتوں کا مردوں سے گفتگو کرنا: ام الفضل بنت الحارثؓ فرماتی ہیں کہ عرفہ کے دن کچھ لوگ ان کے پاس نبی کریم ﷺ کے روزہ کے تعلق سے بحث کرنے لگے، بعض نے کہا کہ آپ ﷺ روزہ رکھے ہوئے ہیں، بعض لوگوں نے کہا کہ آپؐ روزہ نہیں رکھے ہوئے ہیں، میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ بھیجا، اس وقت آپ ﷺ اپنے اونٹ پر بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے وہ دودھ پی لیا۔ (بخاری ومسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے کچھ مفید باتیں معلوم ہوتی ہیں مثلاً یہ کہ مردوں اور عورتوں کے درمیان کسی علمی مسئلہ پر مناظرہ درست ہے، عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک مرتبہ کہا کہ گودنے والی عورتوں، گدوانے والی عورتوں، بھوؤں کو اکھاڑنے والی عورتوں، حسن کو خراب کرنے والی عورتوں اور اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کرنے والی

عورتوں پر اللہ کی لعنت ہو، یہ بات بنواسد کی ایک خاتون تک پہنچی، جن کا نام ام یعقوب تھا، انھوں نے ابن مسعودؓ سے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے فلاں فلاں قسم کی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے، انھوں نے کہا میں ان لوگوں پر کیوں نہ لعنت بھیجوں جن پر نبی کریم ﷺ نے لعنت بھیجی ہے اور جن پر قرآن کریم میں لعنت بھیجی گئی ہے؟ ام یعقوب نے کہا کہ میں نے مکمل قرآن پڑھا ہے لیکن مجھے اس میں ایسی کوئی بات نہیں ملی، انھوں نے کہا کہ اگر آپ نے صحیح سے قرآن پڑھا ہوتا تو آپ کو یہ بات اس میں مل جاتی، کیا آپ نے قرآن میں یہ نہیں پڑھا ہے ''**وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنه فانتھوا**'' انھوں نے جواب دیا کہ جی ہاں، ابن مسعودؓ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے ان چیزوں سے منع کیا ہے، ام یعقوب نے کہا کہ میں نے آپ کی بیوی کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے، ابن مسعودؓ نے کہا کہ جا کر دیکھ لیجئے، انھوں نے جا کر دیکھا، ان کو ایسا کچھ بھی نظر نہیں آیا، ابن مسعودؓ نے کہا کہ اگر میری بیوی ایسا کرتی ہوتی تو میں اس کے ساتھ نہ رہتا۔ (بخاری ومسلم)

مردوں کا امہات المومنین سے حدیث کا علم حاصل کرنا: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی عبادت کے بارے میں پوچھنے کے لئے تین لوگ نبی کریم ﷺ کی بیویوں کے گھروں میں گئے.... (بخاری ومسلم) ثمامہ ابن حزن القشیری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے ملاقات کی اور ان سے نبیذ کے بارے میں دریافت کیا، حضرت عائشہؓ نے ایک حبشی باندی کو بلایا اور کہا کہ اس سے پوچھ لو کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کے لئے نبیذ بنایا کرتی تھی۔ (مسلم)

عبداللہ بن صفوانؓ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت حفصہؓ نے بتایا کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ اس خانہ خدا کو اس لشکر سے محفوظ کرلیا جائے گا جو اس پر حملہ آور ہوگا.... (مسلم)

## اختلاف کے وقت مردوں کا عورتوں کو حکم بنانا:

طاوس کہتے ہیں میں حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ تھا کہ زید بن ثابتؓ نے ان سے کہا کیا آپ یہ فتوی دیتے ہیں کہ حائضہ عورت طواف رخصت کئے بغیر واپس ہوجائے گی؟ حضرت ابن عباسؓ نے ان سے کہا اگر ایسا نہیں ہے تو آپ فلاں انصاری صحابیہ سے دریافت کرلیجئے کہ کیا نبی کریمؐ نے انہیں ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا تھا؟ طاوس کہتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابتؓ لوٹ کر ابن عباسؓ کے پاس آئے اور کہا آپ نے صحیح فرمایا تھا۔ (مسلم)

حضرت ابوسلمہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص ابن عباسؓ کے پاس آیا، حضرت ابو ہریرہؓ بھی ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آنے والے شخص نے کہا کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کے انتقال کے چالیس دنوں کے بعد ایک بچہ جنا،

آپ مجھے بتائیں کہ اس عورت کے بارے میں کیا حکم ہے، ابن عباسؓ نے کہا کہ اگر حاملہ عورت کا خاوند مر جائے تو وہ لمبی مدت پوری کرے گی، میں نے کہا" وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن "، یعنی حمل والی خواتین کی عدت کی مدت وضع حمل ہے، حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا میں اپنے بھتیجے ابو سلمہؓ سے متفق ہوں، ابن عباسؓ نے اپنے غلام کریب کو ام سلمہؓ کے پاس یہ مسئلہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا، ام سلمہؓ نے بتایا کہ جس وقت سبیعہ اسلمیہؓ کے شوہر شہید کئے گئے، اس وقت وہ حاملہ تھیں، انھوں نے ان کی وفات کے چالیس دنوں کے بعد ایک بچہ جنا، اس کے بعد ان کو شادی کا پیغام دیا گیا اور نبی کریم ﷺ نے ان کا نکاح پڑھایا، ابوالسنابل نے بھی ان کو شادی کا پیغام دیا تھا۔ (بخاری ومسلم)

## چہارم: نیکی و بھلائی کا کام کرنا

ذیل میں کچھ ایسی مثالیں پیش کی جا رہی ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا مردوں کے ساتھ ملنا نیکی و بھلائی کے کاموں میں معاون ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا عورتوں کی ضرورتوں کو پورا کرنا اگر چہ وہ باندی ہی کیوں نہ ہوں: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک خاتون نے جس کی عقل میں کچھ خلل تھا کہا کہ اے اللہ کے رسول مجھے آپ سے کچھ کام ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ام فلاں تم جس راستہ پر چاہو لے کر چلو یہاں تک کہ میں تمہارا کام کر دوں، لہذا نبی کریمؐ نے راستہ پر الگ جا کر اس سے ملاقات کی یہاں تک کہ اس عورت کی ضرورت پوری ہو گئی.... (مسلم)

ام شریکؓ کا مہمانوں کے لئے اپنے گھر کو کھولنا اور اسمیں مہاجر صحابہ کرام کا ٹھہرنا، گویا کہ وہ خیر کی محفل تھی: فاطمہ بنت قیسؓ کہتی ہیں مجھ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم ام شریکؓ کے گھر میں منتقل ہو جاؤ، (ام شریکؓ انصار کی ایک مالدار خاتون تھیں، اللہ کے راہ میں بہت زیادہ خرچ کیا کرتی تھیں اور ان کے پاس مہمان ٹھہرا کرتے تھے) میں نے کہا کہ میں ایسا ہی کروں گی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو کیونکہ ام شریکؓ کے پاس بہت زیادہ مہمان آتے ہیں، ایک روایت میں ہے کہ ان کے پاس مہاجرین اولین آتے ہیں۔ (مسلم)

اسماء بنت ابی بکرؓ کا نیکی کے طالب ایک فقیر کو خوش آمدید کہنا اور صرف نیکی و بھلائی کر دینے ہی پر اکتفا نہ کرنا بلکہ اپنے شوہر کی غیرت کو ایک تدبیر کے ذریعہ ختم کرنا: حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں...... میرے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ اے عبداللہ کی ماں میں فقیر آدمی ہوں، میں آپ کے گھر کے سائے میں بیٹھ کر خرید و فروخت کرنا چاہتا ہوں، حضرت اسماءؓ نے کہا کہ اگر زبیرؓ اس کی اجازت دے دیں تو ٹھیک ہے، تم ایسے وقت میرے پاس آؤ جب

زبیرؓ موجود ہوں اور پھر مجھ سے اس کا مطالبہ کرو، لہذا وہ شخص حضرت زبیرؓ کی موجودگی میں آیا اور کہا کہ اے عبداللہ کی ماں میں فقیر آدمی ہوں، میں آپ کے گھر کے سایہ میں بیٹھ کر خرید وفروخت کرنا چاہتا ہوں، حضرت اسماءؓ نے کہا کیا پورے مدینہ میں تم کو میرا ہی گھر ملا ہے، حضرت زبیرؓ نے ان سے کہا کہ تم ایک فقیر شخص کو خرید وفروخت سے کیوں روک رہی ہو، لہذا وہ شخص ان کے گھر کے سایہ میں بیٹھ کر بیچا کرتا تھا یہاں تک کہ اس نے بہت کمایا....(مسلم)

یہ نیکی وبھلائی کے کام کرنے کی کچھ مثالیں تھیں جو احادیث نبویہ سے پیش کی گئی تھیں، قرآن کریم میں بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور جب وہ (موسیٰ) مدین کے کنویں پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ بہت سے لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں، اور ان سے الگ ایک طرف دو عورتیں اپنے جانوروں کو روک رہی ہیں، موسیٰ نے ان عورتوں سے پوچھا تمہیں کیا پریشانی ہے؟ انھوں نے کہا ہم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلا سکتیں جب تک یہ چرواہے اپنے جانور نہ نکال لے جائیں اور ہمارے والد ایک بہت بوڑھے آدمی ہیں، یہ سن کر موسیٰ نے ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا پھر ایک سائے کی جگہ جا بیٹھا اور بولا پروردگار جو خیر بھی تو مجھ پر نازل کردے میں اس کا محتاج ہوں''۔ (سورۂ قصص: ۲۲،۲۳،۲۴)

ذیل میں احادیث سے کچھ مزید مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

تعزیت وغمخواری: حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب ابوسلمہؓ کا انتقال ہوا تو میں نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور ان سے کہا کہ اے اللہ کے رسول ابوسلمہؓ کا انتقال ہوگیا ہے، آپ ﷺ نے کہا کہ تم یہ کہو کہ اے اللہ تو میری اور ان کی مغفرت فرما اور مجھے ان کا نعم البدل عطا فرما، میں نے یہ کہہ دیا، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کا بہترین نعم البدل نبی کریم ﷺ کی شکل میں عنایت فرمایا۔ (مسلم)

مہمانوں کا استقبال: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کی بہن ہالہ بنت خویلدؓ نے نبی کریم ﷺ سے اجازت مانگی، نبی کریم ﷺ کو محسوس ہوا کہ خدیجہؓ آنے کی اجازت مانگ رہی ہیں تو آپ ﷺ خوش ہوگئے، پھر آپ ﷺ نے کہا اچھا ہالہ ہیں۔ (بخاری ومسلم)

اکرام اور تعریف: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو ایک شادی سے واپس آتے ہوئے دیکھا، تو آپ ﷺ کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ تم لوگ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو، آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔ (بخاری ومسلم)

تعلق اور فخر کا اعلان: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہند بنت عقبہؓ آئیں اور انھوں نے کہا اے اللہ کے

رسول اس سرزمین پر جتنے خیمہ والے لوگ (یعنی اہل عرب) ہیں ان میں آپ کے خیمہ والوں (آپ کے متبعین) سے زیادہ کسی اور کی ذلت مجھے پسند نہیں تھی، لیکن اب اس سرزمین پر جتنے بھی خیمہ والے لوگ ہیں ان میں آپ کے خیمہ والوں سے زیادہ کسی اور کی عزت مجھے پسند نہیں ہے....(بخاری ومسلم)

مریض کی عیادت: حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ام السائب یا ام المسیب کے پاس گئے اور فرمایا کہ اے ام السائب تم کیوں تھرتھرا رہی ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ مجھے بخار ہوگیا ہے، اللہ اس کا برا کرے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ بخار کو برا بھلا مت کہو کیونکہ یہ انسانوں کے گناہوں کو اسی طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح لوہار کی دھونکنی لوہے کی گندگی اور زنگ کو ختم کر دیتی ہے....(مسلم)

## پنجم: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''مومن مرد اور مومن عورتیں، یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمت نازل ہوکر رہے گی، یقیناً اللہ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے''۔(سورۂ توبہ: ۷۱)

عہد اول کے مومن مرد اور خواتین ایسی ہی تھیں، جب بھی ضرورت پڑتی مرد عورتوں کو نیک کاموں کے کرنے کا حکم دیتے اور ان کو برائیوں سے روکتے۔

نبی کریم ﷺ: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا ایک عورت کے پاس سے گذر ہوا، وہ ایک قبر کے پاس رو رہی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور صبر کرو....(بخاری ومسلم)

حضرت ابوبکرؓ صدیق: حضرت قیس بن ابی حازمؒ فرماتے ہیں کہ قبیلہ احمس کی ایک خاتون زینب بنت المہاجرؓ کے پاس حضرت ابوبکرؓ گئے، انھوں نے دیکھا کہ وہ بات نہیں کر رہی ہیں، تو آپ نے پوچھا کہ یہ بات کیوں نہیں کرتیں؟ لوگوں نے بتایا کہ انھوں نے خاموش رہ کر حج کرنے کی نذر مانی ہے، حضرت ابوبکرؓ نے ان سے کہا کہ بات کرو، خاموش رہنا درست نہیں ہے، یہ تو زمانہ جاہلیت کا عمل ہے، لہٰذا انھوں نے بات کی....(بخاری ومسلم)

ان دو مثالوں کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے کہ مردوں نے عورتوں کو نیک کام کا حکم دیا اور برائیوں سے روکا، کچھ ایسی بھی مثالیں ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں نے مردوں کو نیک کام کا حکم دیا اور برائیوں سے روکا، عرب کے ایک قبیلہ کی ایک خاتون نے ایک مرتبہ امام کے لباس میں کوئی قابل نکیر بات دیکھی تو انھوں نے لوگوں

سے اس منکر کو ختم کرنے کو کہا:

عمرو بن سلمہؓ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا....تم میں سے وہ شخص امامت کرے جسے تم میں سب سے زیادہ قرآن یاد ہو، لوگوں نے دیکھا تو مجھ سے زیادہ قرآن کسی کو یاد نہیں تھا، کیونکہ میں آنے والے مسافروں سے قرآن یاد کیا کرتا تھا، لہذا لوگوں نے مجھے امامت کے لئے آگے بڑھا دیا حالانکہ میں صرف چھ یا سات سال کا تھا، میں ایک چادر لپیٹے ہوئے تھا، جب میں سجدہ میں جاتا تو وہ چادر مجھ سے گر جاتی، قبیلہ کی ایک خاتون نے کہا کہ آپ لوگ امام کے کولہے کو ڈھانپ کیوں نہیں دیتے ہیں؟ لہذا لوگوں نے کپڑا خرید کر میرے لئے قمیص بنائی، اس قمیص کی وجہ سے میں جس قدر خوش ہوا اتنا خوش کسی اور چیز کے لئے نہیں ہوا تھا....(بخاری)

## جلیل القدر صحابی ابوالدرداءؓ کی اہلیہ ام الدرداءؓ کا عبدالملک بن مروان کے پیچھے لگ کر ان کو ایک منکر سے روکنا:

زید بن اسلمؒ بیان کرتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے حضرت ام الدرداءؓ کے پاس اپنے پاس سے کچھ گھر کا سامان بھیجا، ایک رات عبدالملک نیند سے بیدار ہوئے اور انھوں نے اپنے خادم کو آواز دی، اس نے آنے میں دیر کی تو انھوں نے اس کو ملامت کی، صبح میں ام الدرداءؓ نے ان سے کہا کہ میں نے رات کو دیکھا کہ آپ اپنے خادم کو ملامت کر رہے تھے، پھر انھوں نے کہا کہ میں نے ابوالدرداءؓ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ملامت کرنے والے نہ ہی کسی کی سفارش کر سکیں گے اور نہ ہی کسی کے حق میں گواہ بن سکیں گے۔(مسلم)

## ششم: اللہ کے دین کی طرف دعوت دینا:

اللہ کے دین کی طرف دعوت دینے کی کچھ مثالیں ذیل میں احادیث سے اخذ کر کے پیش کی جارہی ہیں:

حضرت عمران بن الحصینؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے......کچھ لوگوں نے آپ ﷺ سے پیاس کی شکایت کی، تو آپ ﷺ رک گئے، فلاں کو بلایا....اور حضرت علیؓ کو بلایا اور کہا کہ تم دونوں جا کر پانی تلاش کرو، وہ دونوں چلے، ان کی ملاقات ایک عورت سے ہوئی جس کے پاس پانی کے دو مشکیزے تھے جنھیں اس نے اپنے اونٹ پر باندھ رکھا تھا، ان دونوں نے اس سے کہا کہ تم میرے ساتھ چلو، لہذا وہ دونوں اسے لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، اور ایک برتن لے کر آئے، نبی کریم ﷺ نے دونوں مشکیزوں

سے برتن میں پانی بھرا......اورلوگوں میں آواز لگادی گئی کہ پانی پیواور سیراب ہو جاؤ۔وہ عورت کھڑی ہو کر وہ سب کچھ دیکھ رہی تھی جو آپ ﷺ اس کے پانی کے ساتھ کر رہے تھے، خدا کی قسم پھر نبی کریم ﷺ نے مشکیزوں کو چھوڑ دیا، پھر بھی ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اس میں جس قدر پانی پہلے تھا وہ اس سے زیادہ بھرا ہوا ہے، پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس عورت کے لئے کچھ جمع کرو، لہذا صحابہ کرامؓ نے اس کے لئے عجوہ کھجور، آٹا، ستو اور کھانا وغیرہ جمع کیا، پھران سب چیزوں کو ایک کپڑے میں رکھا، اس عورت کو اس کے اونٹ پر بٹھایا پھر اس کے سامنے سامانوں کا وہ کپڑا رکھ دیا، آپ ﷺ نے اس سے کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہم نے تمہارے پانی میں تھوڑی سی بھی کمی نہیں کی، ہم لوگوں کو تو اللہ نے پانی پلایا ہے، وہ عورت اپنے گھر والوں کے پاس تاخیر سے پہنچی تو اس کے گھر والوں نے پوچھا کہ اے فلانہ تم کہاں رہ گئی تھیں؟ اس نے کہا کہ میرے ساتھ بڑا تعجب خیز واقعہ پیش آیا، مجھے راستہ میں دو مرد ملے وہ مجھے لے کر اس شخص کے پاس گئے جس کو صابی (مذہب کو چھوڑنے والا) کہا جاتا ہے، اور پھر اس نے اس اس طرح کیا، خدا کی قسم وہ ان لوگوں کے درمیان سب سے بڑا جادوگر ہے، اس عورت نے اپنی درمیانی انگلی اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا، پھر اس نے انگلی آسمان کی طرف اٹھائی، وہ یہ کہنا چاہتی تھی کہ یہ اللہ کے سچے رسول ہیں، اس کے بعد مسلمانوں نے اس عورت کے قبیلہ کے اردگرد رہنے والے مشرکین پر حملہ کرنا شروع کیا، لیکن مسلمان اس عورت کے قبیلہ پر حملہ نہیں کر رہے تھے، ایک دن اس عورت نے اپنی قوم سے کہا کہ میں سمجھتی ہوں کہ یہ لوگ تمہیں عمداً چھوڑ رہے ہیں، تو کیا تم لوگ اسلام قبول کرنے میں رغبت رکھتے ہو؟ لہذا تمام لوگوں نے اس کی اطاعت کی اور اسلام قبول کرلیا، ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قبیلہ کو اس عورت کے ذریعہ ہدایت دی، لہذا وہ عورت خود بھی اسلام لائی اور اس کے قبیلہ والوں نے بھی اسلام قبول کیا....(بخاری ومسلم)

اس طرح مسلمانوں سے اچانک ملاقات کے ذریعہ عورت کو اسلام کی دعوت کا پیغام پہنچ گیا، اس عورت کو زبانی طور پر اسلام کے بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا بلکہ درحقیقت وہ مسلمانوں کے اخلاق سے متاثر ہوئی، اس نے دیکھا کہ اسے مسلمانوں کے لشکر تک بغیر کسی تشدد کے لے جایا گیا، اس نے وہاں پر مسلمانوں کے باہمی تعاون، اخوت اور ان کی صاف ستھری زبان کا مشاہدہ کیا، اس نے دیکھا کہ یہ لوگ اپنے نبی کی مکمل اطاعت کرتے ہیں، پھر اس کو اس کا بھی تجربہ ہوا کہ مسلمانوں نے مختلف کھانوں اور سامانوں کی شکل میں اس کو ہدیہ دیا اور انھوں نے اس کے پانی میں بھی کوئی کمی نہیں کی، اسی طرح نبی کریم ﷺ کے معجزہ نے بھی اس کو اسلام قبول کرنے کی تحریک دی، پھر اس عورت نے اپنے مشاہدات اپنی قوم کے مردوں وعورتوں کو بتائے اور اس طرح اس نے اپنی قوم کو اسلام کی طرف

دعوت دی، راوی نے صحیح کہا کہ اللہ نے اس عورت کے ذریعہ اس کے قبیلہ والوں کو ہدایت سے نوازا۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ پھر خبیبؓ ان کے پاس قید میں رہے، جب ان لوگوں نے ان کو قتل کرنے کا فیصلہ کرلیا تو انھوں نے حارث کی کسی بیٹی سے عاریتاً استرا مانگا تا کہ اس سے صفائی کرلیں، انھوں نے ان کو استرا دے دیا، حارث کی بیٹی کہتی ہیں کہ میں اپنے بچہ سے غافل تھی کہ اچانک وہ اوپر چڑھ کر خبیبؓ کے پاس چلا گیا، خبیبؓ نے اس کو اپنی زانوں پر بٹھایا، جب میں نے ان کے پاس اپنے بچے کو دیکھا تو میں بہت بےچین ہوگئی، خبیبؓ میری بےچینی کو سمجھ گئے، کیونکہ ان کے ہاتھ میں استرا تھا، انھوں نے کہا کیا آپ کو یہ ڈر ہے کہ میں اس بچہ کو قتل کردوں گا؟ میں ان شاء اللہ ایسا نہیں کروں گا، وہ کہتی تھیں کہ میں نے خبیبؓ سے اچھا قیدی آج تک نہیں دیکھا، میں نے ان کو دیکھا کہ وہ انگور کا خوشہ لئے کھا رہے ہیں حالانکہ ان دنوں مکہ میں ایک کھجور بھی نہیں تھی، وہ اس وقت لوہے میں بندھے ہوئے تھے، درحقیقت وہ رزق ان کے پاس اللہ کی جانب سے آیا تھا۔ (بخاری)

اس طرح حضرت خبیبؓ اور اس قبیلہ کی ایک خاتون کی اچانک ملاقات ہوگئی جس قبیلہ نے ان کو قتل کرنے کے لئے قید کر رکھا تھا، حضرت خبیبؓ نے اپنی صاف ستھری سیرت اور اچھے وخوشگوار اخلاق کے ذریعہ ایک خاتون کو اسلام کی دعوت دی، اس کے ساتھ ساتھ اس خاتون نے اس فضل ورحمت کا بھی مشاہدہ کیا جس سے اللہ نے حضرت خبیبؓ کو اس وقت نوازا تھا، یہاں پر اس بات کا بھی امکان ہے کہ حضرت خبیبؓ نے اس خاتون سے اسلام کے تعلق سے کچھ گفتگو کی ہو۔

## ہفتم: جہاد فی سبیل اللہ

کیا یہ ممکن ہے کہ مومن خواتین نبی کریم ﷺ کے ساتھ بار بار جہاد کے لئے نکلیں، غزوات میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک ہوں اور ان کی نہ ہی مردوں سے ملاقات ہو اور نہ ہی وہ ان کی مدد کریں؟ ذیل میں کچھ احادیث پیش کی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ مومن خواتین نے جہاد وغزوات میں مردوں کا کس حد تک تعاون کیا ہے۔

مشکیزے بھرنا: حضرت عمرؓ نے فرمایا.... ام سلیطؓ اچھی چادر کی زیادہ مستحق ہیں، کیونکہ احد کے دن وہ ہمارے لئے مشکیزے بھر بھر کر لا رہی تھیں.... (بخاری)

پیاسوں کو پانی پلانا: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ احد کے دن حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلیمؓ اپنی پیٹھوں پر مشکیزہ رکھی ہوئی تھیں اور لوگوں کو پانی پلا رہی تھیں۔ (بخاری ومسلم)

کھانا بنانا: حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شریک رہی، میں صحابہ کرامؓ کے پیچھے ان کے خیموں میں رک جاتی تھی اور ان کے لئے کھانا بناتی تھی....(مسلم)

زخمیوں کا علاج کرنا: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ غزوہ میں ام سلیمؓ اور انصار کی کچھ خواتین کو لے جایا کرتے تھے، جب غزوہ ہوتا تو یہ خواتین زخمیوں کا علاج کرتیں....(مسلم)

مریضوں کی تیمارداری: حفصہ بنت سیرین انصار کی ایک خاتون سے روایت کرتی ہیں کہ ان کے بہنوئی نبی کریم ﷺ کے ساتھ بارہ غزوات میں شریک تھے اور ان کی بہن چھ غزوات میں ان کے ساتھ تھیں، وہ کہتی ہیں کہ ہم لوگ بیماروں کی تیمارداری کیا کرتے تھے....(بخاری)

مقتولین اور زخمیوں کو بھیجنا: ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں....ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ میں شریک رہتے تھے....ہم لوگ زخمیوں اور مقتولین کو مدینہ بھیجا کرتے تھے....(بخاری)

ایک خاتون نے تو اپنی حفاظت کے لئے اپنے پاس خنجر رکھ لیا تھا، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حنین کے دن ام سلیمؓ نے اپنے پاس ایک خنجر رکھ لیا....نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم نے اپنے پاس خنجر کیوں رکھ لیا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے اپنے پاس خنجر اس لئے رکھا ہے تاکہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آئے تو میں اس کا پیٹ چاک کر دوں، نبی کریم ﷺ یہ سن کر ہنسنے لگے....(مسلم)

اسی طرح کا ایک واقعہ ''طبقات'' میں ابن سعد نے لکھا ہے کہ جب مسلمان شکست کھا گئے تو ام عمارہؓ نے اسلحہ اٹھا لیا اور نبی کریم ﷺ کی حفاظت کرنے لگیں، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو احد کے دن کہتے ہوئے سنا کہ میں جب بھی دائیں یا بائیں جانب مڑتا تو ام عمارہؓ کو دیکھتا کہ وہ میری حفاظت کی خاطر لڑ رہی ہیں، جب مسلمانوں کو فتح مل جاتی تو عورتوں کو مال غنیمت میں حصہ دیا جاتا تھا، ابن عباسؓ فرماتے ہیں....نبی کریم ﷺ غزوات میں خواتین کو لے جاتے تھے....ان خواتین کو مال غنیمت میں حصہ ملتا تھا....(مسلم)

ایک خاتون کا سمندر میں غزوہ کرنے والوں کے ساتھ شہادت کی تمنا کو کرنا اور اللہ کا ان کی تمنا پورا کرنا: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ اللہ کی راہ میں سبز سمندر میں جائیں گے....ام حرامؓ نے کہا اے اللہ کے رسول میرے لئے دعا کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے انہی لوگوں میں شامل کر لے، آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ تو ان کو ان لوگوں میں شامل فرما....جب مسلمان پہلی مرتبہ حضرت معاویہؓ کی معیت میں سمندر میں غزوہ کرنے کے لئے گئے تو ام حرامؓ بھی اپنے شوہر عبادہ بن صامتؓ کے ساتھ نکلیں، جب وہ

لوگ غزوہ سے واپس لوٹے تو ان لوگوں نے شام میں قیام کیا، حضرت ام حرامؓ کو سوار ہونے کے لئے ایک سواری دی گئی لیکن وہ اس پر سے گر گئیں اور ان کا انتقال ہو گیا....(بخاری ومسلم) ان کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کا قول صادق آ گیا کہ جو اللہ کی راہ میں اپنی سواری سے گر کر مر جائے وہ شہید ہے۔

### ہشتم: ملازمت اور پیشہ ورانہ کام:

معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت اور مردوں سے اس کی ملاقات کا ایک سبب عورتوں کا پیشہ ورانہ کام اور ملازمت کی خاطر گھر سے نکلنا ہے، ایک عورت پیشہ ورانہ کام کے لئے گھر سے اس وقت نکل سکتی ہے جب کہ اس کا مقصد اپنے فقیر شوہر کا تعاون کرنا ہو، یا پیسہ کما کر اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہو یا اس کا مقصد اس فرض کفایہ کو ادا کرنا ہو جو اس پر جدید معاشرہ میں لازم آتا ہے، مثلاً مسلمانوں کی بیویوں اور بیٹیوں کو تعلیم دینا وغیرہ، اس کام میں اس کو بہت سارے مردوں سے ملنے کی ضرورت پیش آتی ہے، مثلاً لڑکیوں کے گارجین سے ملنا، عورتوں کے شوہروں اور ان کے رشتہ داروں سے ملنا، یہاں پر قابل توجہ بات یہ ہے کہ پیشہ ورانہ کام اور ملازمت کا مقصد کچھ بھی ہو لیکن اس کی وجہ سے شوہر اور بچوں کی حق تلفی نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ عورت کی بنیادی ذمہ داری اپنے گھر کی نگہداشت ہے، ذیل میں کچھ احادیث پیش کی جا رہی ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ عہد نبوی میں خواتین پیشہ ورانہ کام کی خاطر اپنے گھروں سے نکلا کرتی تھیں۔

ایک عورت کا کاشت کاری کرنا: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک انصاری خاتون ام مبشرؓ کے پاس ان کے کھجور کے باغ میں گئے، نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اس کھجور کے درخت کو کسی مسلمان نے لگایا ہے یا کسی کافر نے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ایک مسلمان نے لگایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان بھی کوئی پودا لگاتا ہے یا کچھ بوتا ہے پھر اسے کوئی انسان یا جانور کھاتا ہے تو اس مسلمان کو صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔(مسلم)

ایک عورت کا جانوروں کا چرانا: حضرت سعد بن معاذؓ فرماتے ہیں کہ کعب بن مالکؓ کی ایک باندی سلع نامی پہاڑ پر بکریاں چرایا کرتی تھی، ایک بکری کو زخم لگ گیا، باندی نے اس بکری کو پکڑ کر ایک پتھر سے ذبح کر دیا، نبی کریم ﷺ سے اس سلسلہ میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو کھالو۔(بخاری)

ایک عورت کا گھریلو کاروبار میں ہاتھ بٹانا: حضرت سعد بن سہلؓ کہتے ہیں کہ ایک عورت ایک ''بردہ'' لے کر آئی، حضرت سعدؓ نے پوچھا کیا تم لوگ جانتے ہو کہ بردہ کیا چیز ہے، لوگوں نے جواب دیا کہ ہاں، بردہ ایک چادر ہے جس کے کناروں پر نقش ہوتا ہے، اس عورت نے نبی کریم ﷺ سے کہا اے اللہ کے رسول میں نے اس کو اپنے

ہاتھ سے منقش بنایا ہے تا کہ آپ کو پہناؤں، نبی کریم ﷺ نے ضرورت کی وجہ سے اس چادر کو رکھ لیا، پھر آپ ﷺ نکل کر ہمارے پاس آئے اس وقت آپ ﷺ اسے زیب تن کئے ہوئے تھے....(بخاری)

ایک خاتون کا مریضوں کی تیمارداری اور زخمیوں کا علاج کرنا: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت سعدؓ خندق کے دن زخمی ہوگئے .... نبی کریم ﷺ نے ان کے لئے مسجد میں خیمہ نصب کروایا تا کہ قریب سے ان کی عیادت کرسکیں۔(بخاری)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں......ابن اسحاق نے یہ ذکر کیا ہے کہ وہ خیمہ رفیدہ اسلمیہؓ کا تھا جو زخمیوں کا علاج کیا کرتی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ سعدؓ کو ان کے خیمہ میں لے جاؤ تا کہ میں قریب سے ان کی عیادت کرسکوں۔

## نہم: سیاسی سرگرمی

گھر والوں اور حکومت وقت کی مخالفت کے باوجود اسلام قبول کرنا، اس کے بعد تکلیفیں برداشت کرنا اور اس کی خاطر وطن سے ہجرت کرنا جدید تعبیر میں اسے سیاسی سرگرمی کہا جاتا ہے، مسلمان خواتین ان تمام سرگرمیوں کو ایک پختہ عقیدہ کے تحت انجام دیتی تھیں، اور اسی پختہ عقیدہ کے تحت وہ مردوں کے ساتھ مل کر دین اسلام کی نصرت وحمایت کرتی تھیں۔

ذیل میں سیاسی سرگرمیوں سے متعلق احادیث پیش کی جاتی ہیں:

عورتوں کا مردوں کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کرنا: حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں کہ نجاشی کی طرف ہجرت کرنے والوں میں اسماء بنت عمیسؓ بھی شامل تھیں....(بخاری ومسلم)

عورتوں کا مردوں کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کرنا: مروانؓ اور مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں ....کچھ مومن خواتین ہجرت کرکے آئیں، (صلح حدیبیہ کے دوران) نبی کریم ﷺ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں حضرت ام کلثوم بن عقبہ بن ابی معیطؓ بھی شامل تھیں، وہ نوخیز خاتون تھیں، ان کے گھر والے آئے اور انھوں نے نبی کریم ﷺ سے ان کو واپس کرنے کا مطالبہ کیا، لیکن نبی کریم ﷺ نے ان کو ان کے گھر والوں کے حوالہ نہیں کیا....(بخاری)

نبی کریم ﷺ سے بیعت: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے نبی جب تمہارے پاس مومن عورتیں بیعت کرنے کے لئے آئیں اور اس بات کا عہد کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی،

زنا نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی، اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی اور کسی امر معروف میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی، تو ان سے بیعت لے لو اور ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو، یقیناً اللہ درگزر فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے''۔(سورۂ ممتحنہ :۱۲)

ایک عورت کا خلافت کے سیاسی مستقبل کی فکر کرنا: حضرت قیس بن ابی حازمؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ ایک خاتون کے پاس گئے، اس خاتون نے پوچھا کہ ہم اس دین پر جسے اللہ نے جاہلیت کے بعد بھیجا ہے کب تک قائم رہیں گے؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ تم لوگ اس دین پر اس وقت تک قائم و باقی رہو گے جب تک تمہارے ائمہ راہِ راست پر رہیں گے، اس خاتون نے پوچھا کہ یہ ائمہ کیا ہیں؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ کیا تمہارے قوم میں ایسے سردار نہیں ہیں جو لوگوں کو حکم دیتے ہیں تو لوگ ان کی اطاعت کرتے ہیں، اس نے کہا کہ جی ہاں ہیں، حضرت ابوبکرؓ نے کہا یہی لوگ ائمہ ہیں۔(بخاری)

ایک عورت کا ایک حاکم کی سرکشی کا مقابلہ کرنا: حضرت ابونوفل کہتے ہیں....پھر حجاج تکبر کے ساتھ چلتے ہوئے اسماء بنت ابی بکرؓ کے پاس گیا اور کہا میں نے اللہ کے دشمن کے ساتھ جو کچھ کیا آپ کا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ (وہ حضرت اسماءؓ سے ان کے بیٹے عبداللہؓ کے قتل کے بارے میں پوچھ رہا تھا) حضرت اسماءؓ نے جواب دیا میرا خیال ہے کہ تم نے اس کی دنیا برباد کردی اور اس نے تمہاری آخرت برباد کردی، سن لو، نبی کریم ﷺ نے ہم سے بتایا تھا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک جھوٹا اور ایک ہلاک کرنے والا پیدا ہوگا، جھوٹے کو تو ہم نے دیکھ لیا، اور جہاں تک ہلاک کرنے والے کا تعلق ہے تو میرا خیال ہے کہ وہ تم ہی ہو، ابونوفل کہتے ہیں کہ حجاج ان کے پاس سے اٹھ کر چلا گیا اور پھر ان کے پاس نہیں آیا۔(مسلم)

## دہم: شادی کے مواقع کو آسان کرنا

نبی کریم ﷺ کا حضرت جویریہؓ کو دیکھنا، پسند آجانا اور پھر ان کو شادی کا پیغام دینا: حضرت نافعؒ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قبیلہ بنو المصطلق پر حملہ کیا، ان پر اس وقت حملہ کیا گیا جب ان کے جانور پانی پی رہے تھے، نبی کریم ﷺ نے ان میں جنگ کرنے والے لوگوں کو قتل کردیا، ان کے بچوں اور عورتوں کو قید کرلیا، حضرت جویریہؓ بھی اسی دن قید ہوئی تھیں۔(بخاری و مسلم) ابوداؤد کی ایک روایت میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جویریہؓ نبی کریم ﷺ سے اپنی مکاتبت (ایسی باندی جو اپنے آقا سے بات کرلے کہ میں آپ کو اس قدر مال دے دوں گی آپ مجھے آزاد کردیں) کے سلسلہ میں بات کرنے آئیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہارے

لئے مکاتبت سے بھی اچھی بات نہ بتاؤں؟ انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول وہ کیا بات ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہاری مکاتبت کی رقم ادا کردوں گا اور پھر تم سے شادی کرلوں گا، انھوں نے کہا کہ ٹھیک ہے۔

مردوں کی حضرت صفیہؓ سے ملاقات، ان کو نبی کریم ﷺ کے لئے پیش کرنا، نبی کریم ﷺ کا ان کا انتخاب کرنا اور پھر ان سے شادی کرنا: حضرت انسؓ فرماتے ہیں.... پھر ایک صحابی نبی کریمؐ کے پاس آئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول آپ نے بنوقریظہ و بنونضیر کے حکمراں خاندان کی خاتون صفیہ بنت حیی کو دحیہؓ کے حوالہ کردیا ہے، وہ تو صرف آپ ہی کے لائق ہیں، ایک روایت میں ہے کہ لوگوں نے آپ ﷺ سے صفیہؓ کی خوبصورتی کا ذکر کیا، ایک روایت میں ہے کہ لوگ نبی کریم ﷺ سے صفیہؓ کی تعریف کرنے لگے، اور کہنے لگے کہ ہم لوگوں نے قیدیوں میں کسی کو بھی ان کی طرح نہیں دیکھا، آپ ﷺ نے کہا کہ دحیہؓ سے کہو کہ وہ ان کو میرے پاس لے کر آئیں، لہذا وہ ان کو لے کر آپ ﷺ کے پاس آئے، جب نبی کریم ﷺ نے ان کو دیکھا تو فرمایا کہ تم اس کے عوض قیدیوں میں سے کوئی دوسری باندی لے لو، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے صفیہؓ کو آزاد کردیا پھر ان سے شادی کرلی۔ (بخاری و مسلم)

نبی کریم ﷺ کا ایک عورت کے بارے میں غور کرنا جس نے اپنے آپ کو آپ ﷺ کے حوالہ کردیا تھا، پھر آپ ﷺ کا اس سے باز رہنا اور حاضرین میں سے ایک شخص کا اس خاتون کو شادی کا پیغام دینا: حضرت سہل بن سعدؓ بتاتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور کہا اے اللہ کے رسول میں خود کو آپ کے حوالہ کرنے کے لئے آئی ہوں، نبی کریم ﷺ نے اس کو دیکھا، تھوڑی دیر تک آپ ﷺ اس کو غور سے دیکھتے رہے، پھر آپ ﷺ نے اپنا سر جھکا لیا، جب اس عورت نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا تو وہ وہیں پر بیٹھ گئی.... ایک صحابی کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول اگر آپ ﷺ کو ان کی ضرورت نہ ہو تو ان سے میری شادی کرادیجئے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ انھوں نے کہا کہ خدا کی قسم اے اللہ کے رسول میرے پاس کچھ نہیں ہے.... آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا جاؤ تم اپنے قرآن کے عوض اس کے مالک ہوگئے۔ (بخاری و مسلم)

دو مردوں کا سبیعہؓ سے اس حال میں ملنا کہ انھوں نے زیب و زینت کر رکھی تھی، پھر ان دونوں کا ان کو شادی کا پیغام دینا اور ان کا ان میں سے نوجوان شخص کا انتخاب کرنا: سبیعہ بنت الحارثؓ کہتی ہیں کہ جب وہ نفاس سے پاک ہوئیں تو انھوں نے شادی کے لئے زیب و زینت اختیار کی، ان کے پاس ابو السنابل بن بعککؓ آئے اور کہا میں

دیکھ رہا ہوں کہ آپ نے شادی کے لئے زیب وزینت کر رکھی ہے، کیا آپ نکاح کرنا چاہتی ہیں؟ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ ابوالسنابل بن بعککؓ نے ان کو شادی کا پیغام دیا تو انھوں نے ان سے شادی کرنے سے انکار کردیا۔ (بخاری ومسلم) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ راوی کا یہ قول ''انھوں نے ان سے شادی کرنے سے انکار کردیا'' موطا میں اس طرح آیا ہے کہ ان کو دو مردوں نے شادی کا پیغام دیا، ان میں سے ایک نوجوان تھا اور دوسرا ادھیڑ، انھوں نے نوجوان کو ترجیح دی۔

خلاصہ کلام یہ کہ اگر کوئی مسلمان شادی کرنا چاہتا ہے اور اس کے پاس شادی کے اخراجات بھی ہیں تو اس کے لئے کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ نیک بیوی کی تلاش میں عورت کی خوبیوں کی جانچ پرکھ کرے اور اس میں غور وفکر کرے اور اگر اس کو اپنی پسندیدہ ومطلوبہ عورت مل جاتی ہے تو اسے شادی کا پیغام دے دے، اس مرد کی صورت حال اس مرد سے جدا ہے جو سابقہ معلومات کی روشنی میں یا کسی کے مشورہ واشارہ پر کسی متعین عورت سے شای کا فیصلہ کرتا ہے اور پھر اس کو شادی کا پیغام دیتا ہے، ہم یہاں جس قسم کے مرد کی گفتگو کررہے ہیں اس کو ہم ''تلاش کرنے والا مرد'' کا نام دے سکتے ہیں، جو اپنی پسندیدہ بیوی کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھتا پھرتا ہے، یہاں پر دیکھنے سے مراد لڑکی کی شخصیت، اس کے اخلاق اور اس کے گھر والوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہے، اسی طرح اطمینان قلب کے لئے لڑکی کے چہرہ کو دیکھنا بھی مراد ہے، لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کی نیت واقعی شادی کرنے کی ہو اور دیکھتے وقت وہ مسلمانوں کی عزت وآبرو کا خیال رکھے، جب مرد عورتوں سے ملتے ہیں تو ایسے لوگوں کو جلد شادی کرنے کی ترغیب ملتی ہے جو شادی میں دیر کرتے ہیں، کیونکہ جب نگاہیں کسی ایسے شخص کو دیکھتی ہیں جو دلوں کو بھا جاتا ہے اور قلب ونگاہ کو مطمئن کردیتا ہے تو پھر اس سے جلد شادی کرنے کی ترغیب ملتی ہے، اسی طرح جب مرد وعورت سہولت کے ساتھ ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو اس سے وہ رکاوٹیں بھی دور ہوجاتی ہیں جو رکاوٹیں کبھی کبھی معاشرہ میں ایسے لوگوں کے سامنے ڈالی جاتی ہیں جو پاکدامنی کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے شادی کرنا چاہتے ہیں، جب خرطوم یونیورسٹی میں نوجوان مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کی ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے جلد شادیاں کرنی شروع کردیں، اس طرح مصر کی مختلف یونیورسٹیز میں پڑھنے والے مسلم جماعتوں سے متعلق افراد کے نوجوان بیٹوں اور بیٹیوں نے بھی ایک دوسرے سے ملنے کے بعد جلد شادی کرنا شروع کردیا، جہاں ایک جانب اس کی یہ وجہ تھی کہ وہ سب پاکدامنی کے خواہش مند تھے وہیں دوسری جانب یہ وجہ بھی تھی کہ ایسے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو یونیورسٹی کی اسلامی فضا میں ایک دوسرے سے ملنے کے نہایت کم مواقع میسر آتے تھے۔

لہذا مردوں اور عورتوں کے درمیان ایسی ملاقات جس میں شرعی آداب کو ملحوظ رکھا جائے عموماً اچھے نتائج وثمرات لے کر آتا ہے، انہی ثمرات میں سے ایک ثمرہ نکاح ہے، ہاں اگر اس ملاقات میں شرعی آداب کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو ممکن ہے کہ اس کا نتیجہ بے راہ روی وغلط کاری کی شکل میں سامنے آئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔

## یازدہم: پاکیزہ تفریح کے مواقع کو آسان کرنا، اچھی تقریبات اور خیر کی محفلوں میں شریک ہونا:

اسلامی ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ عورتیں اپنی خاص تفریحات مردوں سے الگ رہ کر کریں، کیونکہ ایسی تفریحات میں عورتیں قسم قسم کے لباس پہنتی ہیں، زیب وزینت کرتی ہیں، طرح طرح کی حرکتیں کرتی ہیں اور خوبصورت وسریلی آوازیں نکالتی ہیں، لیکن بعض ایسی تفریحات ہیں جن میں مرد وعورت دونوں شامل ہو سکتے ہیں، مثلاً عید کے دن مردوں، بچوں اور عورتوں سبھی کا ایک ساتھ تکبیر کہتے ہوئے عید گاہ کی طرف جانا، اسی طرح عورتیں مردوں کے ایسے کھیلوں کو دیکھ سکتی ہیں جن میں فتوت وجوانمردی کا مظاہرہ ہو، ایسے کھیل دیکھتے ہوئے وہ آواز بھی نکال سکتی ہیں، جیسا کہ حضرت عائشہ نے حبشیوں کا کھیل دیکھتے وقت کیا تھا، مردوں کا کھیل دیکھنے کے جواز کی دلیل کے طور پر حضرت عائشہؓ کا یہ واقعہ ذکر کیا جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کے دیکھنے میں فرق ہے، ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ عورت مرد کے قابل ستر اعضاء کے علاوہ دیگر حصوں کو دیکھ سکتی ہے، انھوں نے اس سلسلہ میں حضرت عائشہؓ کے واقعہ سے استدلال کیا ہے، ابن رشد الحفید فرماتے ہیں کہ مرد عورتوں کو بہت ہی گہری نگاہ سے دیکھتے ہیں جبکہ عورتیں مردوں کو زیادہ گہری نگاہ سے نہیں دیکھتی ہیں، مردوں اور عورتوں کے ایک ساتھ تفریح میں شریک ہونے کی ایک تیسری مثال بھی ہے اور وہ ہے بچوں اور بچیوں کا ایک ساتھ کھیلنا۔

## خاتمہ:

معاشرتی زندگی میں مسلمان عورت کی شرکت اور مردوں سے اس کے ملنے کے اسباب کو قرآن وسنت کی روشنی میں پیش کرنے کے بعد ہم یہ سوال کرنے کے مجاز ہیں کہ کیا اس شرکت کو نبی کریم ﷺ کی سنت سمجھا جا سکتا ہے؟ ہماری طرف سے اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جو نصوص اس فصل میں آئے ہیں اور جو بہت سارے نصوص آئندہ فصلوں میں آئیں گے ان سے قطعی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت اور مردوں سے اس کا ملنا صرف جائز ہی نہیں ہے بلکہ یہ نبی کریم ﷺ کی ایک سنت ہے، اور یہاں پر سنت سے مراد قابل اتباع طریقہ

ہے، نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے عہد میں معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت اور مردوں سے اس کے ملنے کے واقعات بہت عام تھے، نبی کریم ﷺ نے اس نہج کو اختیار کیا تھا اور تمام خاص و عام میدانوں میں اس کو عملاً نافذ کیا تھا، یہاں تک کہ یہ نہج عہد نبوی میں مسلم معاشرہ کی عام پہچان بن گیا تھا، معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت نبی کریم ﷺ سے قبل دیگر انبیاء کے زمانہ میں بھی عام تھی، ہم ان واقعات کو ان شاء اللہ تیسری فصل میں بیان کریں گے، باوجودیکہ ہمارے بعض اسلاف معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت کے جواز کے قائل تھے لیکن انھوں نے عورتوں کو مردوں سے جدا اور دور رکھنے کا رویہ اپنائے رکھا اور اس طرح انھوں نے ایک نئی سنت کی بنیاد رکھی، لیکن نبی کریم ﷺ کا فعل اور ان کی سنت ہمیں دوسروں کے فعل اور سنت سے زیادہ محبوب ہے، نبی کریم ﷺ کے افعال کی تقلید کرنا اس وقت تک قابل ستائش عمل ہے جب تک کہ کسی دلیل سے یہ نہ معلوم ہوجائے کہ وہ فعل یا عمل نبی کریم ﷺ کی ذات کے ساتھ مخصوص تھا، نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ ''سب سے اچھا راستہ اور طریقہ محمد ﷺ کا راستہ وطریقہ ہے''۔ نبی کریم ﷺ کے افعال پر عمل کرنے کی حیثیت کے سلسلہ میں اصول فقہ کے علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ اگر نبی کریم ﷺ کے کسی فعل کے سلسلہ میں یہ معلوم ہوجائے کہ آپ ﷺ نے عبادت کی نیت سے نہیں کیا ہے، بلکہ اسے یونہی کرلیا ہے، اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوجائے کہ وہ فعل نبی کریم ﷺ کی ذات کے ساتھ مخصوص نہیں ہے تو اس فعل پر ہم مسلمانوں کا عمل کرنا واجب ہے یا مندوب ہے یا مباح؟ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل اقوال ہیں:

پہلا قول: نبی کریم ﷺ کے ایسے کسی فعل پر عمل کرنا واجب ہے.... امام شوکانیؒ اس قول کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں ''نقل وتقلید کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی شخص کے فعل کو اسی شکل اور وصف کے ساتھ انجام دیا جائے جس شکل اور وصف کے ساتھ اس شخص نے انجام دیا ہے، لہذا اگر نبی کریم ﷺ نے کوئی عمل بطور نفل انجام دیا اور ہم اسی عمل کو وجوباً انجام دیتے ہیں تو ہمارا شمار نبی کریم ﷺ کے اسوہ پر عمل کرنے والوں میں نہیں ہوگا، لہذا نبی کریم ﷺ کے کسی فعل پر وجوبی طور پر عمل کرنا اس وقت تک ضروری نہیں ہے جب تک کہ کسی دلیل کے ذریعہ اس فعل کا وجوب ثابت نہ ہوجائے، اگر کسی فعل کو نبی کریم ﷺ نے یونہی انجام دیا ہے اور ہم واجب سمجھ کر اس فعل پر عمل کریں تو ہم نبی کریم ﷺ کے اسوہ پر صحیح طرح سے عمل کرنے والوں میں نہ ہوں گے۔

دوسرا قول: نبی کریم ﷺ کے ایسے کسی فعل پر عمل کرنا مستحب ہے...... میں کہتا ہوں کہ یہی بات درست ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کے کسی فعل کے سلسلہ میں اگرچہ یہ ظاہر نہ ہوسکے کہ آپ ﷺ نے اسے عبادت کے

مقصد سے کیا ہے لیکن درحقیقت آپ ﷺ اسے عبادت کے مقصد سے ہی انجام دیتے ہیں، اور سب سے کم درجہ کی عبادت جس کے ذریعہ بندہ اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے ''مستحب ومندوب'' ہے، اسی کے ساتھ ساتھ کوئی ایسی دلیل بھی نہیں ملتی جس سے معلوم ہوتا ہو کہ آپ ﷺ نے وہ فعل واجب یا فرض کی حیثیت سے انجام دیا ہے، لہذا ایسے فعل کو مستحب قرار دینا ہی ضروری ہے، نبی کریم ﷺ کے ایسے کسی فعل کو مباح قرار دینا بھی درست نہیں ہے، کیونکہ کسی فعل کو مباح قرار دینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ شریعت کی آمد سے قبل بھی اس فعل کو انجام دینا یا نہ انجام دینا دونوں درست تھا، لہذا یہ بات نبی کریم ﷺ سے صادر ہونے والے فعل کے ساتھ بے اعتنائی برتنے کے مرادف ہے، اور یہ تفریط کا عمل ہے، جس طرح کہ نبی کریم ﷺ کے کسی یونہی انجام دیئے ہوئے فعل کو واجب قرار دینا افراط کا عمل ہے، اور صحیح بات وہ ہے جو اس افراط وتفریط کے درمیان کی بات ہے۔

تیسرا قول: نبی کریم ﷺ کے ایسے کسی فعل پر عمل کرنا مباح ہے، علامہ دبوسی اپنی کتاب ''القویم'' میں لکھتے ہیں کہ علامہ ابوبکر رازیؒ نے اسی قول کو درست قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ''البرہان'' میں امام جوینیؒ نے بھی اس قول کو اپنایا ہے، حنابلہ کے یہاں یہی قول راجح ہے، نبی کریم ﷺ کے ایسے کسی عمل کو مباح قرار دینے کا جواب میں نے دوسرے قول کے ضمن میں دے دیا ہے۔

چوتھا قول: نبی کریم ﷺ کے ایسے کسی فعل پر عمل کرنے میں توقف سے کام لیا جائے گا یہاں تک کہ اس کے وجوب، استحباب یا اباحیت کے سلسلہ میں کوئی دلیل مل جائے، یہ حضرات بطور دلیل یہ بات کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے کسی یونہی انجام دیئے ہوئے فعل کے سلسلہ میں وجوب، استحباب اور اباحت کے احتمال کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ وہ فعل نبی کریم ﷺ کی ذات کے ساتھ خاص ہو، لہذا آپ ﷺ کے ایسے کسی فعل پر عمل کرنے میں توقف سے کام لینا ضروری ہے، ان حضرات کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ایسے کسی فعل کو اباحت پر محمول کرنا درست نہیں ہے، اس کی وجہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، اور نہ ہی اس کو خصوصیت پر محمول کیا جا سکتا ہے، کیونکہ آپ ﷺ کے تمام افعال شریعت سازی پر محمول کئے جاتے ہیں الا یہ کہ کسی دلیل سے کسی فعل کا آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہونا معلوم ہو جائے، لہذا اب ایسی صورت میں توقف کی راہ اختیار کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، امام شوکانیؒ نے ایک جگہ نبی کریم ﷺ کے ایسے کسی فعل پر عمل کرنے کو مستحب قرار دیا ہے، دلیل کے طور پر وہ اس آیت کو پیش کرتے ہیں ''لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة''، وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ایسے کسی فعل میں ان کے اسوہ پر عمل کرنا واجب ہوتا تو ''لکم'' کے بجائے ''علیکم'' کہا جاتا،

لیکن چونکہ اس آیت میں "لکم" کہا گیا ہے اس لئے اس سے عدم وجوب کا پتہ چلتا ہے، اور چونکہ یہاں پر "اسوۃ" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے لہذا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر عمل کرنا اسے چھوڑنے سے زیادہ بہتر ہے، لہذا اس سے اباحت کی بات بھی ختم ہو جاتی ہے۔

یہ بات ثابت ہوگئی کہ معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت اور مردوں سے اس کا ملنا نبی کریم ﷺ کی ایک سنت ہے، لیکن سوال یہ اٹھتا ہے کہ یہ سنت ظنی ہے یا قطعی، ہمارا خیال ہے کہ اس مسئلہ سے متعلق نبی کریم ﷺ کی قولی، فعلی اور تقریری تقریباً تین سو احادیث تواتر کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہیں، لہذا یہ احادیث جہاں قطعی الورود ہیں وہیں قطعی الدلالۃ بھی ہیں، کیونکہ ان میں سے اکثر احادیث کا مفہوم بالکل واضح ہے، لہذا معلوم ہوا کہ یہ سنت قطعی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ایک معتبر اور سیدھے نہج کا انتخاب کیا ہے، یہ نہج جہاں ایک طرف شریف اور پاکباز مردوں وعورتوں کے لئے مناسب ہے بشرطیکہ وہ شرکت اور ملاقات کے آداب کو ملحوظ رکھیں، وہیں دوسری طرف یہ ایک اچھی اور متحرک زندگی کا نہج ہے بشرطیکہ شریف و پاکباز لوگ اس شرکت اور ملاقات کے فائدوں کو حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہوں، اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو مشروع کرتا ہے اور کوئی قانون وضابطہ بناتا ہے تو ہمیشہ اس کا مقصد شرف وفضل اور پاکبازی کو یقینی بنانا ہوتا ہے، لیکن وہ ساتھ ساتھ یہ بھی چاہتا ہے کہ پاکبازی وطہارت آسانی وسہولت کے ساتھ حاصل ہو جائے اور فضل وشرف سنجیدگی کے ساتھ محنت اور تگ ودو کرنے سے حاصل ہو، یہ گفتگو اس سلسلہ میں تھی کہ معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت سنت ہے، لیکن ان حالات پر گفتگو نہیں ہوسکی جو اس جدید عہد میں ہمارے معاشروں میں پائے جاتے ہیں اور جو معاشرتی زندگی میں عورت کی مزید شرکت کے متقاضی ہیں تاکہ مومن مرد وخواتین کے موجودہ مفادات کو یقینی بنایا جاسکے، اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو بھیجا اور ان پر کتاب ہدایت نازل کی تاکہ ہر زمانہ کے لوگ اپنے اپنے حالات میں اس سے رہنمائی حاصل کریں اور خیر وبرکت سے مستفید ہوں، لیکن اللہ کے دین پر اسی وقت ثابت قدم رہا جاسکتا ہے جب کہ الٰہی ہدایت اور حالات کا صحیح اور گہرا علم ہو، ہم نے جتنے نصوص بیان کئے ہیں ان سے الٰہی ہدایات سے متعلق ہمارے علم کی تصحیح ہوتی ہے، اور جہاں تک حالات سے متعلق صحیح علم کا تعلق ہے تو وہ فیلڈ اسٹڈی اور صحیح اعداد وشمار کے ذریعہ ہی حاصل ہوسکتا ہے، صرف توہمات اور ذاتی تصورات کے ذریعہ حالات کا صحیح علم نہیں ہوسکتا۔

علماء سلف اپنے دور کے معاشرتی حالات کو ہم لوگوں سے زیادہ اچھی طرح سے سمجھتے تھے، ان علماء نے

شہری خواتین کے احکام اور دیہاتی خواتین کے احکام الگ الگ بیان کئے ہیں، ان علماء کے نزدیک شہری عورت کا اپنے چہرہ کو ڈھکنا اور گھر میں رہنا ضروری تھا، کیونکہ ان خواتین کو گھر سے نکلنے کی ضرورت بہت ہی کم پیش آتی تھی، کیونکہ غلام اور باندیاں گھر کے باہر کے بہت سارے کام کردیا کرتے تھے، لیکن ان علماء کے نزدیک دیہاتی خواتین اپنا چہرہ بھی کھلا رکھ سکتی تھیں اور گھر سے باہر بھی نکل سکتی تھیں، لہذا دیہاتی عورت اپنے کاشتکار شوہر کی مدد کرنے کے لئے، یا جانور چرانے کے لئے یا گھر کا کوئی اور کام کرنے کے لئے اپنے گھر سے روزانہ نکلا کرتی تھی اور ان تمام کاموں میں اس کی مردوں سے ملاقات ہوتی تھی، خلاصہ کلام یہ ہے کہ علماء سلف نے گاؤں کی زندگی کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کی زندگی میں آسانی کی راہ کا انتخاب کیا تھا۔

ہمارے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ ہم اپنے زمانہ کی شہری خواتین کے حالات کو اچھی طرح سے سمجھیں، اور ہم دیکھیں کہ آج کی شہری خواتین اور کل کی دیہاتی خواتین کے درمیان کس قدر مماثلت پیدا ہوگئی ہے، کیونکہ آج کی شہری عورت کام کرنے کے لئے گھر سے باہر دفتروں میں جاتی ہے اور خود گھریلو عورت کو بھی گھر کی بہت ساری ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے گھر سے باہر نکلنا پڑتا ہے، کیونکہ اس کے شوہر کو اپنے کام سے اتنی فرصت نہیں کہ وہ گھر کی ضرورتوں کی طرف توجہ کرسکے، اگرچہ اس موضوع پر باقاعدہ علمی تحقیق کرنے کی ضرورت ہے لیکن ہم ذیل میں چند ایسے نئے حالات کی طرف اشارہ کئے دیتے ہیں جن کا جدید معاشرہ سے تعلق ہے اور جو اس پر بہت زیادہ اثرانداز ہوتے ہیں۔

۱- جدید معاشرہ کی ضرورتوں اور ہمارے زمانہ میں خواتین کی ضرورتوں نے ان کو اس بات پر مجبور کردیا کہ وہ ملازمت اختیار کریں، اس کے لئے ان کو گھر سے باہر نکلنا پڑتا ہے اور مردوں سے ملنا پڑتا ہے، دیکھئے عورت کی ملازمت سے متعلق بعض جدید معاشرتی مظاہرے سے متعلق بحث۔

۲- جدید معاشرہ کی یہ ضرورت ہے کہ عورت معاشرتی اور سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لے، اس کے لئے اسے گھر سے باہر نکلنا پڑتا ہے اور مردوں سے ملنا پڑتا ہے، دیکھئے معاشرتی وسیاسی سرگرمیوں میں عورت کی حصہ داری سے متعلق جدید معاشرتی مظاہر والی گفتگو۔

۳- جدید معاشرہ بہت زیادہ پیچیدہ ہوگیا ہے، اس معاشرہ میں مختلف قسم کے اداروں کی کثرت ہوگئی ہے، مثلاً تعلیمی ادارے، طبی ادارے، خدمت کے ادارے، حکومت چلانے کے ادارے، خصوصاً ان اداروں کی تعداد بہت زیادہ ہے جن کا براہ راست تعلق افراد سے ہوتا ہے مثلاً شہری رجسٹریشن کا ادارہ، آڈینٹٹی کارڈ کا ادارہ،

پاسپورٹ کا ادارہ، پولیس اسٹیشن، ٹریفک پولیس وغیرہ، جبکہ قدیم معاشرہ میں اس قدر مختلف ومتنوع اداروں کا وجود نہیں تھا، لیکن چونکہ جدید معاشرہ میں اداروں کی تعداد بھی بڑھ گئی ہے اور لوگوں کو ان اداروں کی ضرورت بھی زیادہ پڑنے لگی ہے اس لئے جدید معاشرہ عورتوں کو بار بار گھر سے نکلنے اور مردوں سے ملنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

۴-اس دور میں گھروں میں نوکروں کی تعداد بہت کم ہوگئی ہے، لہذا گھر کی ضروریات کو پورا کرنے کے تعلق سے عورت کی ذمہ داری اب بڑھ گئی ہے، اس کو اپنی یومیہ یا غیر یومیہ ضروریات کو گھر سے باہر نکل کر پورا کرنا پڑتا ہے، نوکر کے نہ رہنے کی وجہ سے خود گھر کے اندر بھی اس کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہوگیا ہے، لہذا اس کو گھر کے اندر بھی ایسے کام کرنے پڑتے ہیں جس میں اس کو مردوں سے ملنا پڑتا ہے، مثلاً کبھی کبھی مہمانوں کی خدمت کرنا اور گھر کی کسی چیز کی اصلاح ومرمت کے لئے کاریگروں کا سامنا کرنا۔

۵-معاشرہ کی پیچیدگی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آج کے دور میں شہروں میں مختلف محلوں اور علاقوں کے درمیان مسافت بہت زیادہ ہوتی ہے، اس کی وجہ سے مردوں کو اپنے کام کے ساتھ ساتھ گھر کے دیگر بہت سارے کاموں کو انجام دینے کے لئے وقت نہیں مل پاتا، وہ نہ ہی اپنے بچوں کے اسکول جاپاتے ہیں، نہ ہی اپنے بچوں کے علاج کے لئے اسپتال اور ڈاکٹروں کے پاس جاپاتے ہیں، نہ ہی رشتہ داروں کے حقوق ادا کرپاتے ہیں اور نہ ہی گھر کے لئے ضروری چیزیں خرید پاتے ہیں، یہ ساری ذمہ داریاں بیوی ادا کرتی ہے، لیکن ان ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے اسے گھر سے باہر نکلنا پڑتا ہے اور مردوں سے ملنا پڑتا ہے۔

۶-جدید طرز رہائش یہ ہے کہ لوگ ایسے فلیٹوں میں رہتے ہیں جن میں ہوا اور دھوپ بہت تھوڑی مقدار میں ہی پہنچ پاتی ہے، لہذا عورتوں کو اپنے شوہروں اور بچوں کے ساتھ ہوا خوری کے لئے کسی کھلی جگہ پر جانا پڑتا ہے۔

۷-جب جوائنٹ فیملی کا نظام تھا تو بہت ہی کم ایسا ہوتا تھا کہ کسی رشتہ دار سے ملاقات کے لئے گھر سے نکل کر باہر جانا پڑے، کیونکہ جوائنٹ فیملی سسٹم میں خاندان کے تمام افراد اور رشتہ دار ایک ہی ساتھ رہا کرتے تھے، لیکن اب یہ نظام ختم ہوگیا ہے اور لوگ بڑے بڑے شہروں میں چھوٹے خاندان کی شکل میں رہنے لگے ہیں، شہروں میں محلوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے جو ایک دوسرے سے دور ہوتے ہیں، لہذا عورت کو اپنے رشتہ داروں سے ملنے کے لئے گھر سے نکل کر باہر جانا پڑتا ہے اور پبلک ٹرانسپورٹ کو استعمال کرنا پڑتا ہے۔

۸-معاشرہ کی پیچیدگی، اس کی وسعت، بلند وبالا عمارتوں کے چھوٹے چھوٹے فلیٹوں میں رہائش اختیار کرنے کے نظام اور ٹرانسپورٹ کی مشکلات کی وجہ سے معاشرہ میں مندرجہ ذیل چیزیں ظہور پذیر ہوئیں:

☆ چھوٹے خاندان

☆ پڑوسیوں کا ایک دوسرے سے بے تعلق رہنا۔

☆ رشتہ داروں کا دور دور ہو جانا۔

☆ دو خاندانوں کے درمیان محبت کا کم ہو جانا۔

☆ معاشرہ میں افراد کا ایک دوسرے سے کئی کئی سالوں تک الگ رہنا اور ان کے درمیان کسی بھی طرح کے فکری وسیاسی تعلقات کا نہ رہنا۔

☆ معاشرہ کے افراد کے درمیان علم کا عام ہونا اور مختلف سیاسی وفکری رجحانات کا پایا جانا۔

ان حالات کے نتیجہ میں شادی کا قدیم طریقہ ختم ہوگیا، قدیم طریقہ کے مطابق شادی کا پیغام رشتہ داروں، پڑوسیوں یا دوستوں کے ذریعہ سے آتا تھا، اس وقت ایک ایسے وسیلہ اور ذریعہ کا ہونا ضروری تھا جو تعارف کرانے کا فریضہ انجام دے اور شادی کے لئے راہ ہموار کرے، قدیم زمانہ میں تعارف خاندان کے حوالہ سے ہوتا تھا، جب کسی خاندان سے رشتہ مصاہرت قائم کرنے کا ارادہ ہوتا تو اس خاندان میں لڑکے یا لڑکی کو دیکھا جاتا، لہذا لڑکی یا لڑکے میں سب سے پہلے یہ چیز دیکھی جاتی کہ اس کا تعلق کس خاندان سے ہے، لیکن آج کل چونکہ وہ خاندانی تعلقات کمزور پڑ گئے ہیں جن کی بنیاد پر ایک نوجوان کو آسانی سے اچھی ومناسب بیوی مل جاتی تھی اس لئے یہ ایک فطری بات ہے کہ شادی کا کوئی دوسرا نیا طریقہ سامنے آئے جو قدیم طریقہ کا معاون ہو، اور جس طریقہ کے ذریعہ ایک نوجوان خود سے اپنی شریک حیات کا انتخاب کر سکے، وہ طریقہ یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کو تعلیم کے دوران یا کام کے دوران یا سیاسی ومعاشرتی سرگرمیوں کے دوران اس طرح ملنے کے مواقع فراہم کئے جائیں کہ وہ ایک دوسرے کا تعارف حاصل کر سکیں، ایسا تعارف جو اچانک ہو جائے، اور جس کے ذریعہ لڑکے کو اس لڑکی میں دلچسپی پیدا ہو جائے، پھر وہ اس کی سہیلیوں اور رشتہ داروں سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرے، اور پھر اسے شادی کا پیغام دے دے۔

فصل دوم :

# معاشرتی زندگی میں مسلمان خاتون کی شرکت اور مردوں سے اس کی ملاقات کے آداب

## تمہید:

معاشرتی زندگی میں مسلمان عورت کی شرکت اور مردوں سے اس کی ملاقات کے تعلق سے شارع نے جو اسلامی آداب طے کئے ہیں وہ کمال کے درجہ کو پہنچے ہوئے ہیں، یہ وہ آداب ہیں جو اخلاق اور عزت وعفت کی حفاظت کرتے ہیں، جو اچھی اور سنجیدہ زندگی کو معطل نہیں کرتے، جو خیر وبھلائی کی باتوں کو فروغ دیتے ہیں اور برائیوں سے دور رکھتے ہیں، جو مرد وعورت دونوں کو نفسیاتی صحت فراہم کرتے ہیں، ان آداب میں کسی طرح کی بے حیائی، آوارگی یا دوسرے جنس کو لبھانے کی بات نہیں ہے، نہ ہی ان آداب میں دوسرے جنس کے تعلق سے حد سے زیادہ حساسیت رکھنے، ان کے لئے زیب وزینت اختیار کرنے اور ان کے پیچھے لگے رہنے کی ہمت افزائی کی گئی ہے، درحقیقت یہ آداب کمال کے درجہ کو پہنچے ہوئے ہیں، ان اسلامی آداب میں مسلمان عورت پر مردوں سے زیادہ پابندیاں ہیں، اس کے لباس، آواز اور حرکات پر کچھ پابندیاں عائد کی گئی ہیں جس کی وجہ سے اسے تھوڑی بہت پریشانی بھی ہوتی ہے، لیکن وہ ان پابندیوں کو اپنی ان جائز ضروریات اور مفادات کو یقینی بنانے کی خاطر برداشت کرتی ہے جن کے لئے اسے مردوں سے ملنا پڑتا ہے، جب اس کی ضروریات اور مفادات بڑھ جاتی ہیں تو مردوں سے اس کا ملنا بھی بڑھ جاتا ہے اور اگر ضروریات ومفادات کم ہوجاتی ہیں تو مردوں سے اس کا ملنا کم ہوجاتا ہے، ہم ان اسلامی آداب کو بیان کرنے سے قبل بعض ان بنیادی عناصر کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جو ان آداب کو یقینی بنانے میں معاون ہوتے ہیں۔

وہ بنیادی عناصر جو شرکت اور ملاقات کے آداب کو یقینی بنانے میں معاون ہوتے ہیں:

پہلا عنصر: تربیت ورہنمائی پر توجہ:

تربیت ورہنمائی کے لئے ضروری ہے کہ دل میں عقیدہ کو مضبوط کیا جائے، احسان کی کیفیت کے ساتھ عبادات ادا کی جائیں اور اخلاق کا تزکیہ کیا جائے، اگر ان امور پر توجہ دی جائے گی تو نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اس طرح زندگی گذاریں گے کہ ان کو پاکبازی وعفت محبوب ہوگی اور اپنی انفرادی ذمہ داریوں کا شعور ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور اس کتاب میں اسماعیل کا ذکر کرو، وہ وعدہ کا سچا تھا اور رسول نبی تھا، وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور اپنے رب کے نزدیک ایک پسندیدہ انسان تھا''۔ (سورۂ مریم: ۵۴، ۵۵)، ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے''۔ (سورۂ تحریم: ۶)

اللہ کا فرمان ہے: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! لازم ہے کہ تمہارے لونڈی غلام اور تمہارے وہ بچے جو ابھی عقل کی حد کو نہیں پہنچے ہیں، تین اوقات میں اجازت لے کر تمہارے پاس آیا کریں: صبح کی نماز سے پہلے، اور دوپہر کو جبکہ تم کپڑے اتار کر رکھ دیتے ہو، اور عشا کی نماز کے بعد، یہ تین وقت تمہارے لئے پردے کے وقت ہیں، ان کے بعد وہ بلا اجازت آئیں تو نہ تم پر کوئی گناہ ہے نہ ان پر، تمہیں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنا ہی ہوتا ہے، اس طرح اللہ تمہارے لئے اپنے ارشادات کی توضیح کرتا ہے، اور وہ علیم وحکیم ہے، اور جب تمہارے بچے عقل کی حد کو پہنچ جائیں تو چاہیے کہ اسی طرح اجازت لے کر آیا کریں جس طرح ان کے بڑے اجازت لیتے رہے ہیں، اس طرح اللہ اپنی آیات تمہارے سامنے کھولتا ہے اور وہ علیم وحکیم ہے''۔ (سورۂ نور: ۵۹، ۵۸) ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''زمین اور آسمان کے اندر جو بھی ہیں سب اس کے حضور بندوں کی حیثیت سے پیش ہونے والے ہیں، سب پر وہ محیط ہے اور اس نے ان کو شمار کر رکھا ہے، سب قیامت کے روز فرداً فرداً اس کے سامنے حاضر ہوں گے''۔ (سورۂ مریم: ۹۳-۹۵)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں.... نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بھی لڑکیوں کے ذریعہ آزمایا جائے، پھر وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو وہ لڑکیاں اس کو جہنم کی آگ سے بچانے کا ذریعہ ہوں گی۔ (بخاری ومسلم)

بلاشبہ لڑکیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی سب سے اچھی اور بہتر شکل ان کی اچھی تربیت کرنا ہے۔

حضرت ابو بردہؓ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس باندی

ہو، وہ اسے اچھی تعلیم دے اور اس کی اچھی طرح سے تربیت کرے، پھر اسے آزاد کردے اور اس سے شادی کرلے تو اسے دو اجر ملے گا۔ (بخاری ومسلم)

جب باندی کو تعلیم دینے اور اس کی تربیت کرنے کی اس قدر اہمیت ہے تو آزاد لڑکی کی تعلیم وتربیت کی اہمیت تو اس سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے، حضرت ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عاشوراء کی صبح انصار کے گاؤں میں یہ کہلا بھیجا کہ جس نے اس حال میں صبح کی ہو کہ وہ روزہ سے نہ ہو تو وہ اب بقیہ دن اسی طرح پورا کرے، لیکن جس نے اس حال میں صبح کی ہو کہ وہ روزہ سے ہو تو وہ روزہ پورا کرے، حضرت ربیع فرماتی ہیں کہ اس کے بعد ہم عاشوراء کے دن روزہ رکھا کرتے تھے اور اپنے بچوں سے بھی روزہ رکھواتے تھے، اور ان کے لئے اون کا ایک کھلونا بنا دیتے تھے، جب کوئی بچہ کھانے کے لئے روتا تو اسے وہ کھلونا دے دیتے یہاں تک کہ افطار کا وقت آجاتا۔ (بخاری ومسلم)

### دوسرا عنصر: پاکبازی کی خاطر جلد شادی کرنا:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے نوجوانو! تم میں سے جو کوئی شادی کرسکتا ہو وہ شادی کرلے، کیونکہ اس سے نگاہیں جھکی رہتی ہیں اور شرمگاہ کی حفاظت ہوتی ہے اور جو شخص شادی نہ کرسکتا ہو وہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ اسے خصی کر دیتا ہے۔ (یعنی اس کی شہوت ختم کر دیتا ہے)۔ (بخاری ومسلم)

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ فرماتی ہیں ...... نبی کریم ﷺ نے مجھ سے کہا کہ تم اسامہؓ سے شادی کرلو، لہذا میں نے ان سے شادی کرلی، اللہ نے ہماری اس شادی میں بہت خیر وبرکت رکھی، میں اس شادی سے بہت خوش تھی۔

جب نبی کریم ﷺ نے فاطمہ بنت قیسؓ کو اسامہؓ کی شادی کا پیغام دیا تھا اس وقت اسامہؓ کی عمر سولہ سال سے بھی کم تھی، تمام سابقہ نصوص اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ لڑکے کی شادی جلد کر دینی چاہیے، کچھ ایسے نصوص بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکیوں کی بھی جلد شادی کر دینی چاہیے، نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ اگر اسامہ لڑکی ہوتے تو میں ان کے زیور اور زیب وزینت کے لئے خرچ کرتا۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ احصان (پاکبازی) کا مطلب عفت، شادی، اسلام اور آزادی ہے، کیونکہ یہ تمام چیزیں ایک مسلمان کو فحش کاموں سے محفوظ رکھتی ہیں۔

ذیل کی حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ شادی کا صرف یہی فائدہ نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے نگاہیں

جھک جاتی ہیں، بلکہ اس کا ایک فائدہ یہ بھی کہ اگر کسی عورت کو دیکھنے کے بعد دل میں کچھ خیالات آجائیں تو وہ اپنی بیوی کے ذریعہ ان کا علاج کرسکتا ہے اور ان خیالات کو دور کرسکتا ہے، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ اگر تم میں سے کسی کو کوئی عورت اچھی لگ جائے اور اس کے تعلق سے دل میں کچھ خیال آئے تو اسے فوراً اپنی بیوی کے پاس جاکر ہمبستری کرلینی چاہیے، اس سے اس کے دل میں آیا ہوا خیال دور ہوجائے گا۔ (مسلم)

## تیسرا عنصر: مکمل نگرانی کے ساتھ مراہقت کی عمر میں لڑکیوں کے لئے معاشرتی زندگی میں تھوڑی بہت شرکت اور لڑکوں سے ملاقات کو آسان بنانا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ فضلؓ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ان کی سواری پر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک وہاں پر قبیلہ خثعم کی ایک عورت آگئی، فضلؓ اسے دیکھنے لگے اور وہ فضل کو دیکھنے لگی، نبی کریم ﷺ بار بار فضل کے چہرہ کو دوسری طرف پھیر رہے تھے.... (بخاری و مسلم)

طبری کی ایک روایت میں حضرت علیؓ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ایک نوخیز لڑکے اور ایک نوخیز لڑکی کو دیکھا، لہذا مجھے خدشہ ہوا کہ ان دونوں کے درمیان شیطان نہ داخل ہوجائے، ایک تیسری روایت میں ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان لڑکا ہے اور دوسری نوجوان لڑکی ہے، لہذا میں ان دونوں کے سلسلہ میں شیطان سے مطمئن نہیں تھا۔

حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں عید کے دن نکلنے کا حکم دیا جاتا تھا حتی کہ ہم لوگ غیر شادی شدہ لڑکیوں کو بھی پردہ سے نکال لیتے تھے، ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم نوخیز لڑکیوں کو اور پردہ نشیں خواتین کو نکال کر عیدگاہ لے جائیں۔ (بخاری)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں...... فتح مکہ کے دن نبی کریم ﷺ کے پاس بہت سارے لوگ تھے، وہ کہہ رہے تھے کہ یہ محمد ﷺ ہیں، یہ محمد ﷺ ہیں، یہاں تک کہ گھروں سے نوخیز لڑکیاں بھی نکل آئی تھیں.... (مسلم)

اخیر کی دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں غیر شادی شدہ لڑکیاں گھر سے بہت مشکل ہی سے نکلا کرتی تھیں، لہذا امردوں سے ان کی ملاقات کم ہی ہوا کرتی تھی۔

امام سرخسیؒ اپنی کتاب ''المبسوط'' میں لکھتے ہیں کہ عہد نبوی میں جب لڑکی بالغ ہوجاتی تو اس کی شادی کرنے کی ضرورت ہوتی، بالغ ہونے کے بعد لڑکی کے سلسلہ میں فتنہ کا اندیشہ بڑھ جاتا کیونکہ مرد اس میں دلچسپی لینے لگتے، لہذا جب اس لڑکی کی عمر اتنی ہوجاتی کہ اس کی عقل میں پختگی آجاتی اور اس میں فیصلہ کرنے کی قوت آجاتی اور اسے اپنے بھائی اور چچا سے خوف ہوتا تو اسے یہ اختیار تھا کہ کسی بھی ایسی جگہ چلی جائے جہاں اسے کسی قسم کا کوئی اندیشہ اور خوف نہ ہو، کیونکہ اس لڑکی کو بھائی اور چچا کے ساتھ رہنے کے لئے اس لئے کہا گیا ہے تاکہ وہ دھوکا کھا کر یا فرطِ شہوت کا شکار ہوکر کسی فتنہ میں نہ پڑ جائے لیکن اب جب کہ اس کی عقل میں پختگی آگئی ہے اور وہ اپنے سلسلہ میں خود صحیح فیصلہ بھی کرسکتی ہے تو اس فتنہ کا اندیشہ ختم ہوگیا، لہذا وہ ان دونوں کو چھوڑ کر کہیں اور رہ سکتی ہے۔

مراہقت کی عمر میں لڑکیوں اور لڑکوں کی ملاقات کے مواقع کم سے کم کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ملاقات کے مواقع کو سرے سے ختم ہی کردیا جائے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک جانب ملاقات کے مواقع کم کردئے جائیں اور دوسری جانب ان کی نگرانی بھی کی جائے، گھروں کے اندر نگرانی کی شکل یہ ہوسکتی ہے کہ ملاقات کے وقت والدین یا کوئی رشتہ موجود ہو اور گھر کے باہر نگرانی کی شکل یہ ہوسکتی ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کی ملاقات ایسی شخصیات کی موجودگی میں ہو جن کی نوجوان عزت واحترام کرتے ہوں۔

محفوظ فضا میں لڑکیوں اور لڑکوں کی ملاقات کا ان کے دلوں پر بڑا اچھا اثر پڑتا ہے، دونوں اپنے نفس پر کنٹرول کرنے کے عادی ہوجاتے ہیں اور بعد کی ان کی ملاقاتیں پاکبازی کے ساتھ ہوتی ہیں، سنجیدہ محفلوں میں اور گھر کی پروقار فضا میں بار بار دوسرے جنس کو دیکھنے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ جو شخص نیک اور صحیح عقل کا مالک ہے اس کی بیجا شرم اور جھجھک چلی جاتی ہے اور جو شخص مریض دل کا انسان ہے اس کی شہوت کی آگ ٹھنڈی ہوجاتی ہے۔

### مردوں اور عورتوں کے مشترک آداب:

### ۱-سنجیدہ ملاقات:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،'' (اے نبی کی بیویو) تم صاف سیدھی بات کرو''۔(سورۂ احزاب: ۳۲)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں وعورتوں کے درمیان گفتگو کا موضوع معروف کے دائرہ میں ہونا چاہیے، اس میں کسی طرح کی کوئی منکر بات نہیں ہونی چاہیے، اسی لئے ہم نے سنجیدہ ملاقات کی بات کہی ہے، مردوں اور عورتوں کے درمیان سنجیدہ ملاقات معروف کے دائرہ میں آتی ہے، جبکہ کھیل کود اور لہوولعب منکر کے دائرہ میں آتا

ہے،ایسی گفتگو جس میں تھوڑی جرأت سے کام لیا گیا ہو سنجیدہ ملاقات کے منافی نہیں ہے۔مثلاً:

حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں ...... حضرت اسماء بنت عمیسؓ حضرت حفصہؓ سے ملاقات کرنے گئیں، حضرت اسماءؓ نجاشی کی طرف ہجرت کرنے والوں میں شامل تھیں، حضرت عمرؓ حضرت حفصہؓ کے پاس آئے، اس وقت حضرت اسماء بھی وہیں تھیں، حضرت عمرؓ نے اسماءؓ کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ حضرت حفصہؓ نے بتایا کہ یہ اسماء بنت عمیسؓ ہیں، حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کیا یہ حبشہ والی ہیں؟ کیا یہ سمندروالی ہیں؟ حضرت اسماء نے کہا کہ ہاں، حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ ہم نے آپ لوگوں سے پہلے ہجرت کی ہے لہذا ہم لوگ آپ لوگوں سے زیادہ نبی کریم ﷺ کے حقدار ہیں۔(بخاری ومسلم)

ایسی گفتگو جس میں غمخواری اور دل بہلانے کی باتیں ہوں وہ بھی ’’سنجیدہ ملاقات‘‘ کے منافی نہیں ہے۔

مثلاً:

حضرت مسروق کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے، اس وقت وہاں پر حضرت حسان بن ثابتؓ تھے جو ان کو غزلیہ اشعار سنا رہے تھے، انھوں نے ایک شعر سنایا:

**حصان رزان ما تزن بريبة وتصبح غرثى من لحوم الغوافل**

(عائشہؓ پاکدامن اور باوقار ہیں، آپ پر کسی طرح کا شبہ نہیں کیا جاسکتا، آپ نے کبھی کسی کی غیبت نہیں کی)۔

حضرت عائشہؓ نے حضرت حسانؓ سے کہا لیکن آپ تو ایسے نہیں ہیں، مسروق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ آپ ان کو اپنے پاس آنے کی اجازت ہی کیوں دیتی ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ یہ فرمایا ہے ’’**والذی تولّی کبرہ منهم له عذاب عظیم**‘‘؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اندھے پن سے بڑھ کر اور کیا سزا ہوسکتی ہے؟ حضرت عائشہؓ نے ان سے کہا کہ حسانؓ نبی کریم ﷺ کا دفاع کیا کرتے تھے۔(بخاری ومسلم)

## ۲-غض بصر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’اے نبی، مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر رہتا ہے، اور اے نبی، مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں‘‘۔(سورۂ نور: ۳۰-۳۱)

غض بصر کا مطلب یہ ہے کہ فتنہ کے اندیشہ کی وجہ سے ٹکٹکی باندھ کر نہ دیکھا جائے۔

ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص عورت کے چہرہ اور اس کی ہتھیلیوں کو غلط نظروں سے نہ دیکھے تو یہ جائز ہے، لیکن شہوت کی نگاہ سے دیکھنا تو بالکل حرام ہے، عورت کو کپڑے کے اوپر سے شہوت کی نگاہ سے دیکھنا بھی حرام ہے چہ جائیکہ اس کے کھلے ہوئے چہرہ کو شہوت سے دیکھا جائے۔

ابن دقیق العید کہتے ہیں ...... آیت میں ''من'' کا لفظ ''بعض'' کے مفہوم کو بتانے کے لئے ہے، اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر عورت کو دیکھنے سے فتنہ کا اندیشہ ہو تو اسے دیکھنا حرام ہے، اور ایسی صورتحال میں نگاہیں جھکانا اور غض بصر کرنا ضروری ہے، لہذا مذکورہ آیت کو اسی صورتحال پر محمول کیا جائے گا، اور اگر ایسی صورتحال نہ ہو یعنی عورت کو دیکھنے سے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو اس صورت میں غض بصر ضروری نہیں ہے، آیت میں مطلقاً غض بصر کی بات نہیں کہی گئی ہے۔

قبیلہ خثعم کی عورت سے متعلق حدیث یہ میں مذکور ہے کہ '' فضلؓ اسے دیکھنے لگے اور ان کو اس کی خوبصورتی بھا گئی''، حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے ہاتھ کو پیچھے لے گئے، آپ ﷺ نے فضلؓ کی تھوڑی کو پکڑا اور ان کے چہرہ کو پھیر دیا تا کہ وہ اس عورت کو نہ دیکھ سکیں۔

ابن بطال کہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو غض بصر ضروری ہے، لیکن اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو غض بصر ضروری نہیں ہے، اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ''**قل للمومنين يغضوا من أبصارهم**'' میں چہرہ کے علاوہ جسم کے دوسرے حصوں سے نظریں بچانے کی بات کہی گئی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
''اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت اور جو کچھ دلوں میں پوشیدہ ہے اس کو جانتا ہے''۔ (سورۂ غافر: ۹۱)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں ...... ابن ابی حاتم حضرت ابن عباسؓ کے حوالہ سے ''**يعلم خائنة الاعين**'' (اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس شخص سے متعلق بات کہی گئی ہے جو قریب سے گذرنے والی خوبصورت عورتوں کو دیکھتا ہے اور ان گھروں میں جاتا ہے جہاں خوبصورت عورتیں ہوتی ہیں اور جب اس کی یہ چوری پکڑ لی جاتی ہے تو وہ اپنی نگاہیں جھکا لیتا ہے ...... مجاہد و قتادہ نے بھی یہی بات کہی ہے، دراصل یہ حضرات یہ کہنا چاہتے ہیں کہ نگاہوں کی خیانت کی متعدد شکلوں میں سے ایک شکل یہ بھی ہے، علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ ''**يعلم خائنة الاعين**''، کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نظر کو بھی جانتا ہے جو چپکے سے حرام چیزوں پر ڈالی جاتی ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ راستوں پر مت بیٹھا کرو،

صحابہ کرامؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ہمارا وہاں بیٹھنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ ہم وہاں بیٹھ کر گفتگو کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم لوگوں کا بیٹھنے ہی پر اصرار ہے تو دیکھو راستہ کا حق ادا کرنا، صحابہ کرام نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول راستہ کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نگاہوں کو پست رکھنا، تکلیف دہ چیزوں کو دور کرنا، سلام کا جواب دینا، معروف کا حکم دینا اور منکر سے روکنا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے اچانک پڑ جانے والی نظر کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ اچانک نظر پڑنے کے بعد میں فوراً نظر پھیر لوں۔ (مسلم)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے مجھے جو بات بتائی میں نے کوئی دوسری بات اس سے زیادہ گناہ سے مشابہ نہیں دیکھی، انھوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی تقدیر میں زنا کا کچھ حصہ لکھ دیا ہے، اس کو زنا کا وہ حصہ پہنچ کر ہی رہے گا، نگاہوں کا زنا (حرام چیزوں کو) دیکھنا ہے، زبان کا زنا (حرام چیزوں سے متعلق) بات کرنا ہے، نفس تمنا کرتا ہے اور خواہش پیدا کرتا ہے، اور شرمگاہ اس کی تصدیق کر دیتی ہے یا تکذیب کر دیتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث سے پوری صراحت سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ شہوت کی نظر سے دیکھنا حرام ہے، اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا ''نفس تمنا کرتا ہے اور خواہش پیدا کرتا ہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کو شہوت کی نگاہ سے نہ دیکھا جائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ دس ذی الحجہ کو نبی کریم ﷺ نے فضل بن عباسؓ کو اپنی سواری کے پیچھے بٹھالیا، فضلؓ ایک خوبصورت مرد تھے، نبی کریم ﷺ کھڑے ہوکر لوگوں کے سوالوں کا جواب دینے لگے، اسی درمیان قبیلہ خثعم کی ایک خوبصورت عورت نبی کریم ﷺ سے سوال پوچھنے کے لئے آئی، فضلؓ اس عورت کو دیکھنے لگے، ان کو اس کی خوبصورتی بھاگئی، نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ فضل اس عورت کو دیکھ رہے ہیں تو آپ ﷺ اپنے ہاتھ کو پیچھے لے گئے، پھر ان کی تھوڑی پکڑی اور ان کے چہرہ کو پھیر دیا تاکہ وہ اس عورت کو نہ دیکھ سکیں۔ (بخاری و مسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ابن بطال کا کہنا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتنہ کے اندیشہ کے وقت غض بصر ضروری ہے اور اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو غض بصر ضروری نہیں ہے، اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فضل بن عباسؓ کے چہرہ کو اسی وقت پھیرا جب وہ عورت کو پسندیدگی کی نگاہ سے گھور کر دیکھنے لگے

اور آپ ﷺ کو فتنہ کا اندیشہ ہوا...... اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں عورتوں کی طرف رجحان اور ان کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنے کی جو صفت ودیعت کر دی ہے وہ کبھی کبھی اس پر غالب آ جاتی ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں...... عید کے دن سوڈان کے لوگ ڈھالوں اور برچھیوں سے کھیل رہے تھے، میں نے نبی کریم ﷺ سے کہا یا آپ ﷺ نے خود مجھ سے پوچھا کیا تم کھیل دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے کہا کہ ہاں، تو آپ ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے کر لیا، ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ مجھے اپنی چادر سے چھپائے ہوئے تھے۔ (بخاری و مسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے قول کہ '' آپ ﷺ مجھے اپنی چادر سے چھپائے ہوئے تھے'' سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ آیت حجاب کے نازل ہونے کے بعد کا ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورت مرد کو دیکھ سکتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب مرد اور عورت کی ملاقات ہوتی ہے تو مرد عورت کو دیکھتا ہے اور عورت مرد کو دیکھتی ہے، لیکن اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ مرد و عورت دونوں ہی اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، لہٰذا وہ ایک دوسرے کو نہ ہی گھور کر دیکھیں اور نہ ہی شہوت کی نگاہ سے دیکھیں۔

## ۳- عام حالات میں مصافحہ کرنے سے اجتناب کرنا:

سابق ادب کو بیان کرتے ہوئے ہم نے اللہ کے اس قول کا ذکر کیا تھا '' اے نبی، مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں''۔ '' اے نبی، مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں''۔ مومن مردوں اور عورتوں کو اپنی نظریں بچا کر اور جھکا کر رکھنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ نگاہ شہوت کو بھڑکانے کا ایک ذریعہ ہے، لہٰذا اس پس منظر میں مصافحہ نہ کرنا تو اور ضروری ہو جاتا ہے کیونکہ نگاہوں سے زیادہ لمس سے شہوت بھڑکتی ہے، ذیل میں کچھ نصوص پیش کئے جاتے ہیں جن سے اس موضوع پر مزید روشنی پڑے گی:

## شہوت کے ساتھ لمس کی حرمت سے متعلق نصوص:

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے بتایا کہ اس نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا ہے یا یہ بتایا کہ اس نے اس کا ہاتھ چھو لیا ہے، یا اس نے کسی اور چیز کا ذکر کیا، وہ آپ ﷺ

سے اس عمل کے کفارہ کے بارے میں سوال کرنا چاہتا تھا، ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ''اور نماز قائم کرو دن کے دونوں سروں پر اور کچھ رات گذرنے پر، درحقیقت نیکیاں برائیوں کو ختم کردیتی ہیں، یہ ایک یاددہانی ہے ان لوگوں کے لئے جو خدا کو یاد رکھنے والے ہیں''۔ (سورۂ ہود: ۱۱۴) (مسلم)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے مجھے جو بات بتائی میں نے کوئی دوسری بات اس سے زیادہ گناہ سے مشابہ نہیں دیکھی، انھوں نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی تقدیر میں زنا کا کچھ حصہ لکھ دیا ہے، اس کو زنا کا وہ حصہ پہنچ کر ہی رہے گا، نگاہوں کا زنا (حرام چیزوں کو دیکھنا) ہے، زبان کا زنا (حرام چیزوں سے متعلق) گفتگو کرنا ہے، (امام مسلم کے یہاں یہ اضافہ ہے کہ ہاتھ کا زنا (حرام چیزوں کو) پکڑنا ہے) اور نفس تمنا کرتا ہے اور خواہش پیدا کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب کرتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت معقل بن یسارؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی چبھنا اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لئے حلال نہیں ہے۔ (طبرانی)

پہلی اور تیسری حدیث میں ''اللمس'' (چھونا) کا لفظ اور دوسری حدیث میں ''بطش'' (پکڑنا) کا لفظ آیا ہے، ان دونوں کا مطلب لذت حاصل کرنے کے لئے شہوت کے ساتھ چھونا اور پکڑنا ہے، تیسری حدیث کے ان الفاظ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جس میں کہا گیا ہے ''مرد ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لئے حلال نہیں ہے''۔ یعنی مرد ایسی عورت کو چھوئے جس سے لذت حاصل کرنا اس کے لئے حلال نہیں ہے۔

## عورتوں سے بیعت لیتے وقت نبی کریم ﷺ کا ان سے مصافحہ سے اجتناب کرنے سے متعلق نصوص:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ مہاجر مومن خواتین کو اس آیت کے ذریعہ آزماتے تھے ''**یا أیھا النبی إذا جاءک المومنات یبایعنک**......''، جو مومن خاتون اس شرط کو قبول کرلیتی اس سے آپ ﷺ فرماتے کہ میں نے تم سے بیعت کرلی، یہ بات آپ ﷺ زبان سے فرماتے، خدا کی قسم بیعت لیتے وقت نبی کریم ﷺ کے ہاتھ نے کبھی بھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔ (بخاری و مسلم)

امیہ بنت رقیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں کچھ عورتوں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے پاس اسلام پر بیعت کرنے آئی، عورتوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول کیا ہمیں آپ ﷺ سے یہ بیعت کرنی پڑے گی کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، نہ ہی چوری کریں، نہ ہی زنا کریں، نہ ہی اپنی اولاد کو قتل کریں، نہ ہی اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی

بہتان گھڑ کر لائیں اور نہ ہی کسی امر معروف میں آپ ﷺ کی نافرمانی کریں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم پر یہ ساری چیزیں تمہاری طاقت اور استطاعت کے مطابق لازم آتی ہیں، امیہ کہتی ہیں کہ پھر عورتوں نے کہا کہ اللہ اور اللہ کا رسول ہم سے بھی زیادہ ہماری ذات پر رحم کرنے والا ہے، آئیے اے اللہ کے رسول اہم آپ ﷺ سے بیعت کریں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔ (مالک)

## ضرورت کے وقت اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہونے کے وقت لمس کے جواز سے متعلق نصوص:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ام سلیمؓ نبی کریم ﷺ کے لئے ایک چمڑے کی چٹائی بچھا دیا کرتی تھیں، نبی کریم ﷺ ان کے پاس اسی چٹائی پر قیلولہ کیا کرتے تھے، جب نبی کریم ﷺ سو جاتے تو ام سلیمؓ آپ ﷺ کا پسینہ اور بال اٹھا لیتیں پھر اسے ایک شیشی میں جمع کرتیں، اس کے بعد اسے ایک برتن میں جمع کرتیں، اور اس وقت آپ ﷺ سوئے ہوئے ہوتے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ ام حرام بنت ملحانؓ کے گھر جاتے تو وہ آپ ﷺ کو کھانا کھلاتیں، ام حرامؓ عبادہ بن صامتؓ کی زوجیت میں تھیں، ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس گئے تو انھوں نے آپ ﷺ کو کھانا کھلایا اور اس کے بعد وہ آپ ﷺ کے جوئیں دیکھنے لگیں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے یمن میں رہائش پذیر کچھ لوگوں کے پاس بھیجا، پھر اس کے بعد میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا، اس وقت آپ ﷺ بطحاء میں تھے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم نے کس چیز کے لئے احرام باندھا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ جس چیز کے لئے نبی کریم ﷺ نے احرام باندھا ہے اسی کے لئے میں نے بھی احرام باندھا ہے؟ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس ہدی (قربانی کا جانور) ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں، پھر آپ ﷺ نے مجھے طواف کرنے کا حکم دیا تو میں نے بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف کیا، پھر آپ ﷺ کے حکم پر میں نے احرام کھول دیا، اس کے بعد میں اپنے قوم کی ایک عورت کے پاس آیا، اس نے میرے سر پر کنگھا کر دیا، یا انھوں نے یہ کہا کہ اس نے میرے سر کو دھل دیا۔ (بخاری و مسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ابو موسیٰؓ کے اس جملہ ''پھر میں اپنی قوم کی ایک عورت کے پاس آیا'' سے مجھے محسوس ہوتا ہے کہ وہ عورت ان کے کسی بھائی کی بیوی رہی ہوگی۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ مدینہ کی بچیاں نبی کریم ﷺ کا ہاتھ پکڑتیں اور جہاں چاہتیں وہاں لے کر چلی جاتیں۔ (بخاری)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام احمد نے علی بن یزید کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ مدینہ کی کوئی بچی آتی، آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑتی، آپ ﷺ اپنے ہاتھ کو اس کے ہاتھ سے الگ نہیں کرتے، پھر وہ آپ ﷺ کو لے کر جہاں چاہتی چلی جاتی، ابن ماجہ نے بھی اسی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔

حضرت ربیع بنت معوذؓ فرماتی ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ میں شریک ہوا کرتے تھے، ہم لوگوں کو پانی پلایا کرتے تھے اور ان کی خدمت کیا کرتے تھے، ایک روایت میں ہے کہ ہم زخمیوں کا علاج کرتے تھے اور مقتولین وزخمیوں کو مدینہ بھیجا کرتے تھے۔ (بخاری)

ابو رافع کی بیوی سلمیٰؓ فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتی تھی، نبی کریم ﷺ کو جب بھی کوئی زخم ہو جاتا تو مجھے وہاں پر مہندی لگانے کا حکم دیتے۔ (احمد)

عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن زید فرماتے ہیں کہ ان کے قبیلہ کی ایک خاتون نے بتایا کہ میرے پاس نبی کریم ﷺ آئے، اس وقت میں بائیں ہاتھ سے کھا رہی تھی، میں ایک تنگدست عورت تھی، نبی کریم ﷺ نے میرے ہاتھ پر مارا، چنانچہ میرے ہاتھ سے لقمہ نیچے گر گیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے بائیں ہاتھ سے نہ کھاؤ کیونکہ اللہ نے تم کو داہنا ہاتھ بھی دیا ہے، یا آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ اللہ نے تمہارے داہنے ہاتھ کو قابل استعمال بنایا ہے، وہ خاتون کہتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے بائیں ہاتھ کے بجائے داہنے ہاتھ کا استعمال شروع کر دیا، اس کے بعد میں نے کبھی بھی بائیں ہاتھ سے نہیں کھایا۔ (احمد)

جہاں ایک طرف یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ بیعت کے وقت عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتے تھے وہیں دوسری طرف یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی کبھی بعض خواتین کو چھوا ہے، ان دونوں کے درمیان اس طرح تطبیق دی جا سکتی ہے کہ بیعت کے وقت نبی کریم ﷺ نے عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا، کیونکہ یہ لمس کی ایک ایسی کیفیت تھی جس کا ایک خاص مفہوم تھا، نبی کریم ﷺ سے ملنے والے مردوں اور عورتوں کی تعداد بہت زیادہ تھی، تمام ہی مرد وخواتین آپ ﷺ سے مصافحہ کرنا چاہتے تھے، کچھ اس غرض سے کہ آپ ﷺ سے مکمل طور پر ملاقات ہو جائے، اور کچھ کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ آپ ﷺ کے بدن مبارک کو چھو کر اور آپ ﷺ سے مصافحہ کر کے کچھ برکات حاصل کر لی جائیں، کچھ لوگ آپ ﷺ سے بیعت کے وقت مصافحہ کرتے تھے، اس کثرت مصافحہ کے مدنظر نبی کریم ﷺ نے مصافحہ سے اجتناب کیا، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ ﷺ اپنی کسی ضرورت کو پورا کرتے وقت بھی لمس سے پرہیز کریں اور ایسی عورتوں کو بھی چھونے سے پرہیز کریں جن سے کسی قسم

کے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، پہلی صورت میں نبی کریم ﷺ کو مصافحہ کرنے کی صورت میں عام خواتین کے فتنہ سے محفوظ رہنے کا اطمینان نہیں تھا اور دوسری بات یہ کہ پہلی صورت میں آپ ﷺ نے مصافحہ کرنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی، لیکن آپ ﷺ نے دوسری صورت میں لمس کا جواز محسوس کیا، لہذا آپ ﷺ نے لمس کیا، نبی کریم ﷺ ام حرامؓ جو کہ آپ ﷺ کے خادم حضرت انسؓ کی خالہ تھیں اور ان کی بہن ام سلیمؓ جو کہ حضرت انسؓ کی والدہ تھیں کے پاس بہت جایا کرتے تھے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کو ام حرامؓ، ام سلیمؓ اور کچھ دوسری خواتین کے سلسلہ میں کسی بھی قسم کے فتنہ کا اندیشہ نہیں تھا۔

ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ بیعت کے وقت نبی کریم ﷺ کے عورتوں سے مصافحہ نہ کرنے سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ عورتوں سے مصافحہ کرنا مطلقاً حرام ہے، کیونکہ نص سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ عمل نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص تھا، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے ''میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا''، آپ ﷺ نے یہاں پر ''ضمیر مفرد'' کا استعمال کیا ہے، نبی کریمؐ کے خصائص پر گفتگو کرتے ہوئے حافظ ہیثمیؒ نے مندرجہ ذیل دونوں حدیثوں پر بھی تبصرہ کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بیعت کے وقت عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتے تھے۔(احمد)

حضرت اسماء بنت یزیدؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا۔(احمد)

حافظ ہیثمیؒ ان دونوں حدیثوں پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو یہ تعلیم دینے کے لئے عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کہ عام حالات میں عورتوں سے مصافحہ کرنا سد ذریعہ کے طور پر ممنوع ہے، لہذا اس سے علماء اصول فقہ کی اس رائے کی تائید ہوتی ہے کہ سد ذریعہ کا استعمال ضروری نہیں ہے البتہ بہتر ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم لوگ اس صورت میں نبی کریم ﷺ کی صحیح اور اچھی پیروی کرنے والوں میں شمار ہوں گے جبکہ ہم عام حالات میں عورتوں سے مصافحہ اور لمس سے اجتناب کریں، اور اسی صورت میں مصافحہ اور لمس کریں جبکہ ہمیں فتنہ سے محفوظ رہنے کا یقین ہو یا اس کے صحیح جواز کی کوئی دوسری شکل ہو مثلاً یہ کہ مومن خواتین سے اس وقت مصافحہ کیا جائے جب کہ اس کے ذریعہ سے اپنے پاک وصاف جذبات کا اور مومنانہ اخوت کا احساس دلانا ہو، اسی طرح رشتہ داروں اور قریبی دوستوں کا خاص موقعوں پر ایک دوسرے سے مصافحہ کرنا مثلاً سفر سے واپسی پر مصافحہ کرنا یا کسی اچھے کام کی ہمت افزائی کے لئے مصافحہ کرنا یا کسی مصیبت کے وقت تسلی اور تعزیت کے لئے مصافحہ کرنا۔

ہمارے موجودہ معاشرہ میں ہر ملاقات کے وقت مردوں اور عورتوں کا ایک دوسرے سے مصافحہ کرنا عام ہو گیا ہے، ہم بھی ایسا کرنے پر کبھی کبھی مجبور ہو جاتے ہیں، لیکن اس کے جواز کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں، پہلی یہ کہ یہ مصافحہ رفع حرج کے طور پر کیا جاتا ہے، دوسری بات یہ کہ عورتوں سے مصافحہ کرنے کی حرمت کے سلسلہ میں کوئی قطعی دلیل نہیں پائی جاتی ہے۔

۴-عورتوں اور مردوں کا الگ الگ رہنا اور ازدحام سے بچنا:

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ سلام پھیرتے تو عورتیں جانے کے لئے کھڑی ہو جاتیں، نبی کریم ﷺ کھڑے ہونے سے قبل تھوڑی دیر تک بیٹھے رہتے، ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اس لئے تھوڑی دیر بیٹھے رہتے تھے تاکہ عورتیں پہلے اٹھ کر چلی جائیں اور جب مرد اٹھ کر جائیں تو ان کی عورتوں سے ملاقات نہ ہو سکے۔(بخاری)

ابن شہاب کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ''ہم لوگ یہ دروازہ کیوں نہ عورتوں کے لئے چھوڑ دیں......۔اسی طرح اس بات سے بھی تائید ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ مسجد سے نکلے، راستہ میں مرد عورتوں سے جا ملے، تو نبی کریم ﷺ نے عورتوں سے فرمایا کہ تم لوگ پیچھے ہٹ جاؤ، تم لوگ بیچ راستہ کی حقدار نہیں ہو، تم لوگ راستہ کے کناروں پر رہو، ایک روایت میں ہے کہ عورتوں کو راستہ کے بیچ میں چلنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

جس طرح راستوں میں مردوں اور عورتوں کو ازدحام سے بچنا چاہیے اسی طرح عام اجتماعات کی جگہوں پر بھی اس کا خیال رکھنا چاہئے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عام اجتماعات میں عورتوں کے لئے پیچھے کی جگہیں مخصوص کر دی جائیں، جس طرح کہ مسجد میں ان کی صفیں پیچھے رہتی ہیں، عورتوں کی صفوں کے پیچھے ہونے کا مسئلہ صرف نماز کے ساتھ مخصوص ہے، خواہ وہ نماز مسجد میں ادا کی جارہی ہو یا گھر میں غیروں کے ساتھ یا اپنے شوہر اور محارم کے ساتھ ادا کی جارہی ہو، نماز کے علاوہ دوسرے مواقع پر مطلوب یہ ہے کہ مرد اور عورتیں الگ الگ رہیں اور وہ ازدحام سے اجتناب کریں، خواہ اس کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ اجتماع گاہ میں عورتوں کے لئے ایک الگ جگہ مخصوص کر دی جائے یا دوسرا کوئی بھی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ جس سے مرد اور عورتیں الگ الگ رہیں اور دونوں میں اختلاط نہ ہونے پائے، اسی لئے امام سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ اگر حجر اسود کے پاس بھیڑ ہو تو عورت کو اسے بوسہ نہیں دینا چاہیے کیونکہ عورت کو مردوں سے مس ہونے سے اور ان کے ساتھ اختلاط سے منع کیا گیا ہے،

عورت اسی صورت میں حجر اسود کو بوسہ دے سکتی ہے جب کہ وہ جگہ مردوں سے خالی ہو۔

### ۵-خلوت وتنہائی سے اجتناب کرنا:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی بھی مرد کسی بھی عورت سے تنہائی میں نہ ملے الا یہ کہ اس کے ساتھ کوئی محرم ہو۔ (بخاری)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اجنبی عورت سے تنہائی میں ملنے سے منع کیا گیا ہے، اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے، لیکن اختلاف اس مسئلہ میں ہے کہ کیا کسی غیر محرم کی موجودگی میں عورت سے ملا جا سکتا ہے، مثلاً یہ کہ اس کے ساتھ کوئی ثقہ عورت ہو، صحیح بات یہ ہے کہ کسی غیر محرم کی موجودگی میں بھی عورت سے ملا جا سکتا ہے کیونکہ اس صورت میں تہمت کا امکان کم ہو جاتا ہے۔

جس خلوت وتنہائی سے منع کیا گیا ہے اس میں مندرجہ ذیل صورتیں نہیں آتیں:

### الف-لوگوں کی موجودگی میں خلوت:

اس کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے "**باب ما یجوز ان یخلو الرجل بالمرأة عند الناس**" میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی یہ حدیث بیان کی ہے کہ ایک انصاری خاتون نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں، نبی کریم ﷺ ان کو لے کر تنہائی میں چلے گئے، اور کہا کہ خدا کی قسم تم لوگ مجھے بہت زیادہ محبوب ہو۔ (بخاری و مسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ عورت کو لے کر اس طرح تنہائی میں جانا کہ وہ دونوں لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جائیں جائز نہیں ہے بلکہ عورت کے ساتھ تنہائی میں جانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ دونوں اتنی دور چلے جائیں کہ وہ لوگوں کی نظروں کے سامنے تو رہیں البتہ لوگوں کو ان کی آواز سنائی نہ دے، خصوصاً جب کوئی ایسی بات ہو جس کو لوگوں کے سامنے ذکر کرتے ہوئے عورت کو شرم محسوس ہوتی ہو، حافظ ابن حجرؒ مزید فرماتے ہیں کہ اگر کسی عورت سے راز دارانہ انداز میں اس طرح گفتگو کی جائے کہ فتنہ کا کوئی اندیشہ نہ ہو تو اس سے دینداری مجروح نہیں ہوتی۔

### ب-دو یا تین مردوں کا عورت سے تنہائی میں ملنا:

اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آج کے بعد کوئی بھی مرد جب بھی کسی ایسی عورت کے پاس جائے جس کا شوہر موجود نہ ہو تو اس کے ساتھ ایک یا دو مرد اور

ہونے چاہئیں۔(مسلم)

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ دو یا تین مردوں کا کسی اجنبی عورت سے تنہائی میں ملنا جائز ہے،لیکن علماء کے نزدیک مشہور یہی ہے کہ اس طرح اجنبی عورت سے ملنا جائز نہیں ہے،لہذا اس حدیث کی تاویل یہ کی جاتی ہے کہ ان مردوں کا اجنبی عورت سے تنہائی میں ملنا جائز ہے جو اپنے صلاح وتقویٰ کی وجہ سے یا مروت کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے کوئی فحش کام نہ کرسکتے ہوں،قاضی عیاض نے بھی یہی تاویل کی ہے۔

## ج-بہت سے لوگوں کی موجودگی میں مرد کا عورت سے ملنا:

بہت سے لوگوں کی موجودگی میں مرد کا عورت سے ملنا جائز ہے، کیونکہ ممنوع ایک مرد کا کسی ایک عورت سے خلوت میں ملنا ہے،لیکن اگر مردوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے یا عورتوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے تو پھر یہ ممانعت ختم ہوجاتی ہے،امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مرد کسی ایک اجنبی عورت سے خلوت میں ملے تو یہ دونوں کے لئے حرام ہے......لیکن اگر ایک مرد کئی اجنبی عورتوں سے خلوت میں ملے تو اس میں دو باتیں ہیں،پہلی بات یہ کہ جمہور علماء اس کے جواز کے قائل ہیں اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے''آج کے بعد کوئی بھی مرد جب بھی کسی ایسی عورت کے پاس جائے جس کا شوہر موجود نہ ہو تو اس کے ساتھ ایک یا دو مرد اور ہونے چاہئیں''۔دوسری بات یہ ہے کہ بہت ساری عورتوں کی موجودگی میں مرد کسی عورت کے ساتھ کوئی غلط کام نہیں کرسکتا۔

## ٦-اگر شوہر مقیم ہو تو عورت کے پاس جانے کے لئے اس کے شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کسی بھی عورت کے لئے اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھنا جائز نہیں ہے،اسی طرح کسی عورت کے لئے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں کسی کو داخل ہونے دے،صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ کسی عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں کسی کو داخل ہونے دے۔(بخاری ومسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ''شوہر کی موجودگی'' کی قید عمومی صورتحال کی رعایت کرتے ہوئے آ گئی ہے، کیونکہ عموماً شوہر بیوی کے پاس موجود ہوتا ہے،اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر شوہر موجود نہ ہو تو بیوی کسی بھی مرد کو اس کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے سکتی ہے، بلکہ ایسی صورت میں عورت کسی بھی طرح کسی اجنبی مرد کو

اپنے شوہر کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے سکتی کیونکہ احادیث میں صراحت کے ساتھ ایسی عورتوں کے پاس جانے سے منع کیا گیا ہے جن کے شوہران کے پاس موجود نہ ہوں، اس سے یہ بھی مراد ہوسکتا ہے کہ جب شوہر موجود ہوتو اس سے اجازت لینا آسان ہوتا ہے لہذا اس سے اجازت لے کر اس کی بیوی سے ملا جا سکتا ہے، لیکن اگر شوہر موجود نہ ہوتو پھر اس سے اجازت لینا بہت مشکل ہوتا ہے، لیکن اگر کسی عورت سے ملنے کی کوئی شدید ضرورت پڑ جائے اور اس کا شوہر موجود نہ ہوتو پھر اس سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ ایسی صورت میں اس کی اجازت حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔

شوہر کی موجودگی میں اس سے اجازت لے کر بیوی سے ملنے کے مسئلہ کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عمرو بن العاصؓ حضرت علیؓ کے گھر کسی ضرورت سے آئے، حضرت علیؓ گھر پر نہیں تھے لہذا وہ واپس چلے گئے، دوبارہ پھر دو یا تین مرتبہ آئے لیکن ان کو حضرت علیؓ نہیں ملے لہذا وہ واپس چلے گئے، حضرت علیؓ نے ان سے کہا کہ اگر آپ کو میری بیوی سے کچھ کام تھا تو آپ ان کے پاس کیوں نہیں چلے گئے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہمیں شوہر کی اجازت کے بغیر اس کی بیوی کے پاس جانے سے منع کیا گیا ہے۔

اسی طرح اگر شوہر موجود نہ ہو اور اس کی بیوی سے ملنا بہت ضروری ہوتو پھر شوہر کی اجازت ضروری نہیں ہے، اس کی تائید نبی کریم ﷺ کے اس قول سے ہوتی ہے: ’’آج کے بعد کوئی بھی مرد جب بھی کسی ایسی عورت کے پاس جائے جس کا شوہر موجود نہ ہوتو اس کے ساتھ ایک یا دو مرد اور ہونے چاہئیں۔ (مسلم)

## ۷- بار بار کی طویل ملاقات سے اجتناب کرنا:

بار بار طویل ملاقاتیں عموماً رشتہ داروں اور دوستوں کے درمیان ہوتی ہیں، اسی طرح ایسے جگہوں پر بھی ہوتی ہیں جہاں مرد وعورت مل کر کام کرتے ہیں، ان میں سے ہر ایک کا کام اگرچہ جدا ہوتا ہے لیکن ایک طویل مدت کے لئے سبھی ایک ساتھ بیٹھ کر کام کرتے ہیں۔

اس ادب کے تعلق سے اگر چہ کوئی نص نہیں پائی جاتی، لیکن اس کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے، کیونکہ اس قسم کی ملاقات کے وقت بہت سارے دوسرے آداب کا خیال رکھنا ممکن نہیں ہوتا، مثلاً نگاہوں کی حفاظت کرنا، سنجیدہ گفتگو کرنا اور حرکات وسکنات میں وقار کا پایا جانا وغیرہ، اس طرح بار بار طویل ملاقات کی وجہ سے اس وقار اور سنجیدگی میں کمی آجاتی ہے جس کا مرد اور عورت کی ملاقات کے وقت ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے، اسی بنیاد پر سد ذریعہ کے طور پر ہم اس قسم کی ملاقات سے اجتناب کرنے کو کہتے ہیں، ہاں اگر کوئی ایسا صالح وسنجیدہ کام ہو جس کی وجہ سے بار

بار ملنا ضروری ہو تو پھر اس وقت تک ملاقات میں کوئی مضائقہ نہیں جب تک کام پورا نہیں ہو جاتا، دوسری بات یہ ہے کہ سنجیدہ کام کرتے ہوئے عقل اور دل دونوں ہی مشغول رہتے ہیں لہذا اس سے وقار و سنجیدگی میں کوئی کمی نہیں آتی۔

### ۸-شک کی جگہوں سے اجتناب کرنا:

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں.... میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول آپ کے پاس نیک لوگ بھی آتے ہیں اور فاسق و فاجر بھی آتے ہیں، آپ امہات المومنین کو پردہ کرنے کا حکم کیوں نہیں دے دیتے، لہذا اس وقت اللہ تعالیٰ نے پردہ والی آیت نازل فرمائی.... (بخاری)

فاجر و فاسق شخص کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ سے یہ کہا کہ وہ اپنی بیویوں کو پردہ کرنے کا حکم دیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان عورت کو فاجر شخص سے پردہ کرنا چاہیے، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان عورت کو تمام شک کی جگہوں سے دور رہنا چاہئے۔

ابن عباسؓ آیت کریمہ "**ولا یعصینک فی معروف**" کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ شرط عورتوں کے لئے لگائی تھی۔ (بخاری)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس شرط میں اختلاف پیدا ہو گیا، طبری نے قتادہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ عورتوں سے یہ عہد لیا گیا کہ وہ نوحہ نہیں کریں گی اور مردوں سے بات نہیں کریں گی، اس پر عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا ہمارے پاس ایسے وقت میں بھی مہمان آتے ہیں جب ہم اپنی بیویوں کے پاس نہیں ہوتے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہاں پر اس قسم کی عورتوں کی بات نہیں ہو رہی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو ان مردوں سے بات کرنے سے منع کیا گیا ہے جو مشکوک ہوں، لیکن جو مرد قابل اطمینان ہوں جیسے جانے پہچانے مہمان تو ان سے بات کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اس کی تائید نبی کریم ﷺ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ "جس چیز میں تمہیں شک ہے اسے چھوڑ کر تم اسے اختیار کرو جس میں تمہیں شک نہ ہو"۔

### ۹-ظاہری اور باطنی گناہ سے اجتناب کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور بے شرمی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی"۔ (سورۂ انعام: ۱۵۱) ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "تم کھلے گناہوں سے بھی بچو اور چھپے گناہوں سے بھی، جو لوگ

گناہ کا اکتساب کرتے ہیں وہ اپنی اس کمائی کا بدلہ پا کر رہیں گے''۔(سورۂ انعام: ۱۲۰)

ملاقات کے آداب کو نافذ کرنے میں کوتاہی سے کام لینا ظاہری گناہ ہے، اور حرام کی خواہش کرنا، اس سے لذت حاصل کرنا اور اس کے مزید حصول کی کوشش کرنا باطنی گناہ ہے، حضرت خوات بن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مرالظہر ان میں پڑاؤ کیا، میں اپنے خیمہ سے نکلا تو میں نے کچھ عورتوں کو بات کرتے ہوئے پایا، وہ عورتیں مجھے اچھی لگیں، میں واپس اپنے خیمہ میں آیا، میں نے اپنی گٹھری نکالی اور اس میں سے ایک جوڑا نکالا اور اس کو پہن کر ان عورتوں کے پاس آ گیا اور ان کے ساتھ بیٹھ گیا، وہاں پر سے نبی کریم ﷺ کا گذر ہوا تو انھوں نے آواز دی اے ابوعبداللہ، جب میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو میں ڈر گیا اور میں گڑ بڑا گیا، میں نے کہا اے اللہ کے رسول میرا ایک اونٹ کہیں چلا گیا ہے میں اسے تلاش کر رہا ہوں، آپ ﷺ چلے گئے، میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے ہولیا، پھر آپ ﷺ نے اپنی چادر مجھے دے دی، اور آپ ﷺ جھاڑیوں میں چلے گئے، گویا کہ میں اب بھی سبز جھاڑیوں میں آپ ﷺ کی سفید پشت دیکھ رہا ہوں، نبی کریم ﷺ قضائے حاجت سے فارغ ہوئے، آپ ﷺ نے وضو کیا اور میری طرف اس حال میں آئے کہ آپ ﷺ کی داڑھی سے پانی بہہ کر آپ ﷺ کے سینہ پر گر رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوعبداللہ تمہارے بھاگ جانے والے اونٹ کا کیا ہوا؟ پھر ہم لوگوں نے وہاں سے کوچ کیا، راستہ میں جہاں پر بھی آپ ﷺ سے میری ملاقات ہوتی آپ ﷺ کہتے اے ابوعبداللہ السلام علیکم، تمہارے اس بھاگ جانے والے اونٹ کا کیا ہوا؟ جب میں نے یہ بات دیکھی تو میں جلدی مدینہ چلا گیا اور وہاں جا کر مسجد نبوی میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیٹھنے سے پرہیز کرنے لگا، جب میں زیادہ دنوں تک مسجد نہیں جاسکا تو پھر میں نے ایک دن یہ طریقہ اپنایا کہ مسجد نبوی سے تمام لوگوں کے نکل جانے کا انتظار کیا، اس کے بعد مسجد نبوی میں گیا اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا، اسی اثناء میں نبی کریم ﷺ بھی اپنے کسی کمرہ سے نکل کر مسجد نبوی میں آ گئے، آپ ﷺ نے آ کر دو مختصر رکعتیں پڑھیں، میں نے اپنی نماز یہ سوچ کر طویل کر دی کہ آپ ﷺ چلے جائیں گے اور مجھے چھوڑ دیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوعبداللہ جتنی چاہو نماز لمبی کرلو، میں تمہارے نماز سے فارغ ہونے کے انتظار میں کھڑا نہیں رہوں گا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ خدا کی قسم میں نبی کریم ﷺ سے معذرت کروں گا، اور نبی کریم ﷺ کی تشویش کو دور کر دوں گا، جب میں نماز سے فارغ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوعبداللہ السلام علیکم، تمہارے بھاگ جانے والے اونٹ کا کیا ہوا؟ میں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں نے جب سے اسلام قبول کیا ہے میرا

کوئی اونٹ نہیں بھاگا ہے، نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، اس کے بعد پھر آپ ﷺ نے کچھ نہیں کہا۔ (طبرانی)

یہاں پر مردوں اور عام عورتوں کے درمیان مشترک آداب کا بیان ختم ہوتا ہے، مردوں کی خاص طور سے نبی کریم ﷺ کی بیویوں سے ملاقات کا ادب جدا ہے، وہ ادب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بیویوں سے گفتگو پردے کے پیچھے سے ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''نبی کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو، یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے زیادہ مناسب طریقہ ہے''۔ (سورۂ احزاب: ۳۵)

فرضیت حجاب صرف نبی کریم ﷺ کی بیویوں کے ساتھ مخصوص ہے، اس سلسلہ کے دلائل کے لئے میں نے ایک الگ فصل قائم کی ہے۔ (تیسرے باب کی دوسری فصل ملاحظہ ہو)۔

## عورتوں کے لئے مخصوص آداب:

### ۱- باوقار لباس:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'' ....اور (مومن عورتیں) اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں اور وہ اپنا بناؤ سنگھار نہ ظاہر کریں....''۔ (سورہ نور: ۱۳) ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'' اور سابق دور جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو''۔ (سورۂ احزاب: ۳۳)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دو قسم کے جہنمی ایسے ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا ہے......اور وہ عورتیں جو کپڑے پہننے کے باوجود برہنہ ہوتی ہیں۔ (مسلم)

حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ اگر ہم میں سے کسی عورت کے پاس جلباب نہ ہو لہذا وہ گھر سے نکل کر عیدگاہ نہ جائے تو کیا اس میں کوئی مضایقہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے جلباب پہن لینا چاہیے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ تمہارے سر سے آنچل گر جائے یا یہ کہ تمہاری پنڈلی پر سے کپڑا ہٹ جائے اور لوگ تمہارے جسم کے اس حصہ کو دیکھیں جسے دیکھنا تم ناپسند کرتی ہو۔ (مسلم)

اجنبی مردوں سے ملاقات کے وقت عورتوں کے باوقار لباس کے سلسلہ میں شریعت نے جو شرائط ضروری

قرار دیے ہیں انہیں مجملاً مندرجہ ذیل پانچ نکات میں بیان کیا جا سکتا ہے:

اول: چہرہ، دونوں ہتھیلی اور دونوں پاؤں کے علاوہ سارے بدن کی پوشیدگی۔

دوم: کپڑے، چہرہ، ہتھیلی اور پاؤں کی زینت میں اعتدال۔

سوم: لباس اور زینت مسلم معاشرہ کے رواج کے مطابق ہوں۔

چہارم: لباس مجموعی طور پر مردوں کے لباس سے علاحدہ ہو۔

پنجم: لباس مجموعی طور پر غیر مسلم عورتوں کے لباس سے علاحدہ ہو۔

۲-خوشبو سے اجتناب کرنا:

حضرت عبداللہ کی بیوی زینبؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہم لوگوں سے کہا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو خوشبو نہ لگایا کرے۔ (مسلم)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گذرے اور لوگ اس خوشبو کو محسوس کریں تو وہ عورت ایسی اور ایسی ہے، آپ ﷺ نے بہت ہی سخت بات فرمائی۔ (ابوداؤد)

۳-سنجیدگی کے ساتھ مخاطب کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''....دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی کا مبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے''۔ (سورۂ احزاب: ۳۲)

۴-حرکات وسکنات میں وقار:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''....وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت انھوں نے چھپا رکھی ہو اس کا لوگوں کو علم ہو جائے''۔ (سورۂ نور: ۳۱)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دو قسم کے جہنمی ایسے ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا ہے، ایک ایسے لوگ جن کے ہاتھ میں گائے کی دم کی طرح کوڑا ہوگا اور وہ اس سے لوگوں کو مارتے ہوں گے، دوسرے ایسی عورتیں جو کپڑا پہننے کے باوجود برہنہ ہوتی ہیں، وہ خود بھی مردوں کی طرف مائل ہوتی ہیں اور مردوں کو

بھی اپنی طرف مائل کرتی ہیں، ان کے سر اونٹ کے کوہان کی طرح ہوتے ہیں، یہ عورتیں نہ ہی جنت میں جائیں گی اور نہ ہی ان کو جنت کی خوشبو نصیب ہوگی، حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اور اتنی دور کی مسافت سے بھی آجاتی ہے۔ (مسلم)

## اگر کسی وقت شرکت اور ملاقات کے بعض آداب نہ پائے جارہے ہوں تو اس وقت کیا کرنا چاہیے؟

معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت اور مردوں سے اس کی ملاقات کے جو آداب بیان کئے گئے ہیں ان پر حتی المقدور عمل کرنا چاہیے، لیکن اگر کسی وقت یہ آداب یا ان میں سے بعض آداب نہ پائے جارہے ہوں تو اس وقت کیا موقف اختیار کرنا چاہیے؟

جس قدر آداب ملحوظ نہیں رکھے جائیں گے اسی قدر خرابی سامنے آئے گی، مسلمان مرد اور عورت کو شرکت اور ملاقات کے وقت اس بات کو محسوس کرنا چاہیے، جب کچھ آداب نہ پائے جارہے ہوں تو اس وقت مسلمان کو متوقع فوائد اور متوقع مفاسد کے درمیان موازنہ کرنا چاہیے، اور دیکھنا چاہیے کہ کون سا پہلو غالب ہے، اگر فائدہ کا پہلو غالب ہے تو ملاقات کو ترجیح دینی چاہیے اور اگر فساد و خرابی کا پہلو غالب ہو تو ملاقات نہ کرنے کو ترجیح دینی چاہیے، یہ تو ایک اجمالی گفتگو تھی، ہم ذیل میں اس کی تھوڑی سی تفصیل بیان کرتے ہیں، مسلمان کو ان تمام اقوال پر گہری نگاہ رکھنی چاہیے:

الف- اگر کہیں پر ملاقات سے پرہیز کرنے میں کسی مسلمان کا کوئی معاشی یا ادبی نقصان ہو رہا ہو یا اس کے کسی مفاد کو نقصان پہنچ رہا ہو تو مسلمان مرد یا عورت اس صورتحال کو صرف اس حد تک قبول کرسکتے ہیں جتنے میں ان کا نقصان ختم ہوجائے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اس نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی"۔ (سورۂ حج: ۷۸)

ب- اگر کوئی ایسی مسلمان شخصیت ہو جس سے ملنے کی صورت میں خیر کو فروغ ملتا ہو اور شر کا خاتمہ ہوتا ہے، وہ شخصیت خیر کے کاموں کا حکم دیتی ہو، برائیوں سے روکتی ہو، ناواقف اور جاہل لوگوں تک علم کو پہنچاتی ہو، صرف اس کی موجودگی ہی سے لوگوں کے اندر خیر کے کاموں کے کرنے اور برائیوں و اختلافات سے رکنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہو تو مسلمان مردوں و عورتوں کو اللہ پر توکل کرتے ہوئے اور اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے ایسی شخصیت کے حضور حاضر ہوجانا چاہیے، اس عزم کے ساتھ کہ نیک کاموں کے کرنے میں وہ سب اپنی پوری صلاحیتیں صرف کردیں گے، یہ ملاقات و شرکت اس وقت اور ضروری ہوجاتی ہے جب کسی معاشرہ میں لوگوں کے درمیان ان آداب کی مخالفت عام بات ہوگئی ہو اور ان کی ہدایت و رہنمائی کی صرف یہی ایک راہ رہ گئی ہو کہ وہ ایسی شخصیتوں کی

مجلسوں میں شرکت کریں۔

ج- اگر کسی مسلمان کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ وہ ملاقات کی صورت میں کسی فتنہ میں مبتلا ہو جائے گا یا وہ کوئی ممنوع عمل کر بیٹھے گا، یا اس کو یقین ہو کہ ملاقات نہ کرنے کی صورت میں اسلامی وشرعی آداب کی مخالفت کرنے والوں کو تنبیہ ہو جائے گی تو ایسی صورت میں مسلم مرد اور عورت کو ملاقات سے اجتناب کرنا چاہیے۔

د- کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی مسلمان ناواقفیت کی بنیاد پر یا کسی بہت ہی اہم ضرورت کی بنیاد پر عورتوں سے ملاقات کرنے کے مختلف آداب میں سے کسی ادب کی مخالفت کر بیٹھتا ہے، مثلاً یہ کہ کسی اجنبی عورت سے تنہائی میں مل لیتا ہے، ایسی صورت میں دوسرے مسلمانوں کو اپنے اس بھائی کے تعلق سے بدگمانی کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے، اللہ کا خوف محسوس کرنا چاہیے اور اس کے سلسلہ میں کسی بھی طرح کی غلط بات کہنے یا تہمت لگانے سے اپنی زبان کو محفوظ رکھنا چاہیے، اس سلسلہ میں واقعہ افک سے نصیحت وعبرت حاصل کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''(ذرا غور کرو، اس وقت تم کیسی سخت غلطی کر رہے تھے)'' جبکہ تمہاری ایک زبان سے دوسری زبان اس جھوٹ کو لیتی چلی جارہی تھی اور تم اپنے منہ سے وہ کچھ کہے جارہے تھے جس کے متعلق تمہیں کوئی علم نہیں تھا، تم اسے معمولی بات سمجھ رہے تھے، حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ بڑی بات تھی، کیوں نہ اسے سنتے ہی تم نے کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات زبان سے نکالنا زیب نہیں دیتا، سبحان اللہ، یہ تو ایک بہتان عظیم ہے''۔ (سورۂ نور: ۶۱،۵۱) فرمان نبوی ہے کہ ''کسی بھی شخص کے گنہگار ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کرتا پھرے''۔

ہ- ذاتی محرکات کی بنیاد پر کسی کو برا بھلا کہنا اور محض قیاس وظن کی بنیاد پر لوگوں کو متہم کرنا بھی تہمت ہی کے قبیل کی چیز ہے، لہذا اگر کسی مسلمان سے ملاقات کے آداب کو ملحوظ رکھنے میں کوتاہی ہو جاتی ہے تو ایسی صورت میں اس کو تنبیہ کرنی چاہیے اور اسلامی وشرعی آداب پر عمل کرنے کی جانب متوجہ کرنا چاہیے۔

اسی کے ساتھ ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہمارے جو مسلمان بھائی ان آداب کی مخالفت کر رہے ہیں ہم ان کو متنبہ کریں اور ان کو اس بات کی طرف توجہ دلائیں کہ وہ اپنی تربیت کریں اور تہمت کی جگہوں سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

**فصل سوم :**

# دیگر انبیاء کے زمانہ میں معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت اور مردوں سے اس کا ملنا

دیگر انبیاء کے عہد میں معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت اور مردوں سے اس کی ملاقات سے متعلق نصوص میں اس لئے ذکر کررہا ہوں تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس مسئلہ میں نبی کریم ﷺ نے جو طریقہ اختیار کیا تھا وہ آپ ﷺ سے قبل دیگر انبیاء کے مختلف عہدوں میں بھی رائج تھا، میں تھوڑے سے ان نصوص کی طرف بھی اشارہ کرنا چاہتا ہوں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی مومن مرد اور عورت کو مجبوری کے حالات میں ایک دوسرے سے ملنا پڑا تھا، کچھ ایسے نصوص بھی ملتے ہیں جن میں غیر مومن عورتوں سے ملاقات کا ذکر ہے، میں نے ان نصوص کو بھی بیان کیا ہے اور ساتھ ساتھ ان نصوص کو بھی بیان کیا ہے جس میں اپنے اختیار اور مرضی سے ملاقات کرنے کا ذکر ہے، یہ میں نے اس لئے کیا تا کہ مومنوں کے معاشرہ کا حال معلوم ہو جائے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اس معاشرہ میں مردوں اور عورتوں کی ملاقاتیں کس طرح ہوا کرتی تھیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کا عہد:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ گیا اور تنور ابل پڑا تو ہم نے کہا ہر قسم کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا کشتی میں رکھ لو، اپنے گھر والوں کو بھی، سوائے ان اشخاص کے جن کی نشاندہی پہلے کی جا چکی ہے، اس میں سوار کر دو اور ان لوگوں کو بھی بٹھا لو جو ایمان لائے ہیں، اور تھوڑے ہی لوگ تھے جو نوحؑ کے ساتھ ایمان لائے تھے''۔ (سورۂ ہود: ۴۰)

تفسیر جلالین میں تحریر ہے: ''الا من سبق علیه القول'' یعنی سوائے ان لوگوں کے جن کی ہلاکت کی نشاندہی پہلے کی جا چکی ہے، وہ ان کی بیوی اور ان کا بیٹا کنعان تھے، برخلاف سام، حام اور یافث کے، حضرت نوحؑ

نے ان تینوں کو اوران کی بیویوں کو کشتی پر سوار کرلیا تھا۔''ومن آمن وما آمن معه الا قلیل'' کہا جاتا ہے کہ یہ ایمان لانے والے چھ لوگ اوران کی بیویاں تھیں، کہا جاتا ہے کہ کشتی پر موجود تمام لوگوں کی تعداد اسّی (۸۰) تھی، ان میں سے چالیس مرد تھے اور چالیس ہی ان کی بیویاں تھیں''۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عہد:

### الف-مصائب وآزمائش میں شرکت:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے صرف تین جھوٹ بولے ہیں، دو اللہ کی خاطر بولے ہیں، ایک ان کا یہ قول ''انی سقیم'' اور دوسرا یہ قول ''بل فعله کبیرهم هذا''، حضرت ابو ہریرہؓ نے مزید فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیمؑ اور سارہؓ ساتھ جارہے تھے کہ ان کا ایک ظالم بادشاہ کے پاس سے گذر ہوا، اس بادشاہ سے بتایا گیا کہ ایک مرد ایک انتہائی خوبصورت عورت کے ساتھ آیا ہوا ہے، اس نے حضرت ابراہیمؑ کو بلا بھیجا اور ان سے سارہؓ کے بارے میں پوچھا کہ وہ کون ہیں؟ حضرت ابراہیمؑ نے کہا وہ میری بہن ہیں، ان کے بعد حضرت ابراہیمؑ حضرت سارہؓ کے پاس آئے اور کہا کہ اے سارہ اس سرزمین پر میرے اور تمہارے علاوہ کوئی بھی مومن نہیں ہے، اس بادشاہ نے مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھا تو میں نے کہہ دیا کہ تم میری بہن ہو، دیکھو تم مجھے جھٹلانا نہیں، اس بادشاہ نے حضرت سارہؓ کو بلا بھیجا، جب حضرت سارہؓ ان کے پاس گئیں، اس نے ان کو اپنے ہاتھ سے پکڑنے کی کوشش کی تو اس کا ہاتھ جام ہوگیا، اس نے کہا کہ تم اللہ سے میرے لئے دعا کردو، میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں دوں گا......انھوں نے دعا کردی لہٰذا اس کا ہاتھ صحیح ہوگیا، پھر اس نے دوبارہ ان کو پکڑنے کی کوشش کی تو پھر اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت طریقہ سے اس کا ہاتھ جام ہوگیا، اس نے کہا کہ تم اللہ سے میرے لئے دعا کردو، میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا، انھوں نے دعا کردی تو اس کا ہاتھ صحیح ہوگیا، اس نے اپنے دربان کو بلایا اور کہا کہ تم میرے پاس کسی انسان کو لے کر نہیں آئے تھے، تم تو ایک شیطان کو لے کر میرے پاس آئے تھے، اس نے ان کو خادمہ کے طور پر حضرت ہاجرہؓ کو دیا، پھر سارہؓ ابراہیمؑ کے پاس آئیں، وہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے، انھوں نے اشارہ سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ سارہؓ نے کہا کہ اللہ نے کافر و فاجر کی سازش کو اسی کے لئے پریشانی کا سبب بنادیا، اس نے خادمہ کے طور پر ہاجرہؓ کو دیا ہے، حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا اے مسلمانوں یہی ہاجرہؓ تمہاری ماں ہیں۔(بخاری ومسلم)

## ب-روزمرہ کے معاملات میں شرکت:

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے: ''پروردگار میں نے ایک بے آب و گیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے، پروردگار، یہ میں نے اس لئے کیا ہے کہ یہ لوگ یہاں نماز قائم کریں، لہذا تو لوگوں کے دلوں کو ان کا مشتاق بنا اور ان کو کھانے کو پھل دے، شاید کہ یہ شکر گذار بنیں''۔ (سورۂ ابراہیم: ۳۷)

## ج-زیارت میں شرکت:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں...... حضرت اسماعیلؑ کی شادی کے بعد حضرت ابراہیمؑ اپنے خاندان کو دیکھنے کے لئے آئے، گھر پر اسماعیلؑ نہیں ملے، انھوں نے ان کی بیوی سے ان کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ وہ ہمارے لئے معاش کی تلاش میں گئے ہیں، پھر ابراہیمؑ نے ان کی بیوی سے ان کی زندگی اور رہن سہن کے بارے میں معلوم کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ انسان ہیں اور نہایت تنگی کی حالت میں ہیں، اس طرح انھوں نے حضرت ابراہیمؑ سے شکوہ کیا، ابراہیمؑ نے کہا کہ جب تمہارے شوہر آئیں ان کو میرا سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ اپنے گھر کی چوکھٹ بدل لیں، حضرت اسماعیلؑ جیسے ہی گھر میں آئے انھوں نے کچھ محسوس کرلیا، انھوں نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ انھوں نے بتایا کہ ہاں ایک اس اس طرح کے بوڑھے آدمی آئے تھے، انھوں نے مجھ سے آپ کے بارے میں پوچھا تو میں نے بتادیا، پھر مجھ سے پوچھا کہ ہم لوگوں کی زندگی کیسی گذر رہی ہے تو میں نے بتایا کہ نہایت تنگی کے ساتھ گذر رہی ہے، حضرت اسماعیلؑ نے پوچھا کہ کیا انھوں نے تم کو کچھ وصیت کی؟ انھوں نے کہا کہ ہاں مجھ سے کہا کہ میں آپ کو ان کا سلام کہوں اور آپ سے کہوں کہ آپ اپنے دروازہ کی چوکھٹ تبدیل کرلیں، حضرت اسماعیلؑ نے کہا کہ وہ میرے والد تھے، انھوں نے مجھے تم کو چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے، لہذا تم اپنے گھر چلی جاؤ، پھر اسماعیلؑ نے انہیں طلاق دے دی، اور ایک دوسری عورت سے شادی کرلی، پھر حضرت ابراہیمؑ کچھ دنوں کے بعد ان کے پاس دوبارہ آئے، گھر پر اسماعیلؑ نہیں ملے، حضرت ابراہیمؑ ان کی بیوی کے پاس گئے اور ان سے اسماعیلؑ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ ہمارے لئے معاش کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں، حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا کہ تم لوگ کیسے ہو؟ انھوں نے ان سے ان کی زندگی اور رہن وسہن کے بارے میں بھی پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ اچھی طرح سے اور کشادگی کے ساتھ ہیں، اور انھوں نے اللہ کی حمد

وثنا کی، (ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ آپ ہمارے پاس ٹھہر کر کچھ کھا پی لیں) حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا کہ تم لوگوں کا کھانا کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ گوشت، حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا کہ تم لوگوں کا مشروب کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ پانی، حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ اے اللہ تو ان لوگوں کے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اس وقت ان کے پاس کوئی غلہ اور دانہ نہیں تھا، اگر ہوتا تو حضرت ابراہیمؑ اس میں بھی برکت کے لئے دعا کرتے،....

حضرت ابراہیمؑ نے ان سے کہا کہ جب تمہارے شوہر آئیں تو انھیں میرا سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ وہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ کو قائم رکھیں، جب اسماعیلؑ آئے تو انھوں نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ انھوں نے کہا کہ ہاں میرے پاس ایک خوبصورت سے بوڑھے آدمی آئے تھے، ان کی بیوی نے ان کی تعریف کی پھر کہا کہ انھوں نے مجھ سے آپ کے بارے میں پوچھا تو میں نے بتایا، پھر انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ ہماری زندگی کیسی گذر رہی ہے؟ تو میں نے بتا دیا کہ اچھی گذر رہی ہے، حضرت اسماعیلؑ نے پوچھا کہ کیا انھوں نے تم کو کوئی وصیت کی ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہاں، انھوں نے آپ کو سلام کہا ہے اور آپ کو حکم دیا ہے کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ برقرار رکھئے، حضرت اسماعیلؑ نے کہا کہ وہ میرے والد تھے، اور تم ہی چوکھٹ ہو، انھوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اپنے ساتھ رکھوں۔ (بخاری)

### د- ضیافت میں شرکت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور دیکھو ابراہیمؑ کے پاس ہمارے فرشتے خوشخبری لئے ہوئے پہنچے، کہا تم پر سلام ہو، ابراہیمؑ نے جواب دیا تم پر بھی سلام ہو، پھر کچھ دیر نہ گذری کہ ابراہیمؑ ایک بھنا ہوا بچھڑا (ان کی ضیافت کے لئے) لے آیا، مگر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے پر نہیں بڑھتے تو وہ ان سے مشتبہ ہو گیا، اور دل میں ان سے خوف محسوس کرنے لگا، انھوں نے کہا ڈرو نہیں، ہم تو لوطؑ کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں، ابراہیمؑ کی بیوی بھی کھڑی ہوئی تھی، وہ یہ سن کر ہنس دی، پھر ہم نے اس کو اسحاقؑ کی اور اسحاقؑ کے بعد یعقوبؑ کی خوشخبری دی، وہ بولی ہائے میری کم بختی! کیا اب میرے ہاں اولاد ہوگی جب کہ میں بڑھیا پھونس ہوگئی اور میرے میاں بھی بوڑھے ہو چکے؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ فرشتوں نے کہا اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ ابراہیمؑ کے گھر والو، تم لوگوں پر تو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں، اور یقیناً اللہ نہایت قابل تعریف اور بڑی شان والا ہے''۔ (سورۂ ہود: ۷۳-۶۹)

تفسیر جلالین میں تحریر ہے: ''وامرأته'' سے مراد ابراہیمؑ کی بیوی ہیں، ''قائمة'' یعنی کھڑی ہو کر ان

لوگوں کی خدمت کر رہی تھیں، "فضحکت"، یعنی وہ قوم لوط کی ہلاکت کی خوشخبری سن کر ہنس پڑیں، طبری اور قرطبی میں بھی اس کا یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے۔

اس سے قبل بخاری کی وہ حدیث گذر چکی ہے جو امام بخاری نے "**باب تسلیم الرجال علی النساء**" کے تحت بیان کی ہے، وہ حدیث یہ ہے "اے عائشہؓ جبرئیلؑ تمہیں سلام کہتے ہیں"۔ جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ فرشتوں کو مرد نہیں کہا جا سکتا، ان کی تردید کرتے ہوئے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ان حضرات کا جواب یہ ہے کہ حضرت جبرئیل نبی کریم ﷺ کے پاس مرد کی صورت میں آتے تھے۔

## فصل چہارم :

# فرضیت حجاب سے پہلے اور بعد میں ازواج مطہرات کا مردوں سے ملنا

ازواج مطہرات فرضیت حجاب سے قبل عام مومن خواتین کی طرح تھیں، وہ معاشرتی زندگی میں شرکت کرتی تھیں، اور عام وخاص تمام میدانوں میں مردوں سے ملا کرتی تھیں، ذیل میں اس کی کچھ مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

## طلب علم

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر سب سے پہلے جو وحی نازل ہونا شروع ہوئی اس کی شکل یہ تھی کہ آپ ﷺ کو نیند میں سچے خواب دکھائے جاتے تھے...... پھر حضرت خدیجہؓ نبی کریم ﷺ کو لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزی بن قصی کے پاس آئیں، انھوں نے زمانہ جاہلیت میں عیسائیت اختیار کر لی تھی، وہ عربی کتاب لکھا کرتے تھے، وہ انجیل سے تھوڑا بہت عربی میں لکھا کرتے تھے، وہ بہت بوڑھے تھے اور اندھے ہو چکے تھے، حضرت خدیجہؓ نے ان سے کہا کہ اے بھائی دیکھئے آپ ﷺ کا بھتیجہ کیا کہہ رہا ہے، ورقہ نے پوچھا بھتیجے تم نے کیا دیکھا؟ نبی کریم ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا ان کو بتا دیا، ورقہ نے کہا کہ یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰؑ پر نازل کیا گیا تھا، کاش میں اس وقت نوجوان اور زندہ ہوتا جب تمہاری قوم تمہیں نکالے گی، نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ کیا میری قوم مجھے نکالے گی؟ ورقہ نے کہا کہ جو چیز لے کر تم آئے یہ لے کر جو بھی آیا ہے اس سے دشمنی کی گئی ہے، اگر میں اس دن زندہ رہا تو میں تمہاری پوری مدد کروں گا۔ (بخاری ومسلم)

## شادی کی تقریب:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے شادی کی۔ میرے پاس میری والدہ ام رومان آئیں.... پھر وہ مجھے گھر لے گئیں، گھر میں کچھ انصاری خواتین تھیں، انہوں نے کہا اللہ تمہیں خیر و برکت سے نوازے

اور تمہارا مقدر اچھا کرے، میری والدہ نے مجھے ان خواتین کے حوالہ کر دیا، ان عورتوں نے میرا حلیہ صحیح کیا، پھر میں چاشت کے وقت اس وقت گھبرا گئی جب نبی کریم ﷺ آئے، پھر میری والدہ نے مجھے آپ ﷺ کے حوالہ کر دیا، اس وقت میں نو سال کی تھی۔ (بخاری و مسلم)

دعوتِ ولیمہ:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زینب بنت جحشؓ کے ساتھ شادی کا ولیمہ روٹی اور گوشت سے کیا، اور مجھے لوگوں کو کھانے پر بلانے کے لئے بھیج دیا، لہذا کچھ لوگ آتے، کھاتے اور نکل جاتے، پھر کچھ لوگ آتے، کھاتے اور نکل جاتے، میں لوگوں کو کھانے پر بلاتا رہا یہاں تک کہ کوئی بھی شخص نہیں بچ رہا، میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول اب کوئی بھی شخص بلانے کے لئے نہیں بچ رہا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھانا اٹھالو، گھر میں تین لوگ رہ گئے تھے جو باتیں کر رہے تھے، لہذا نبی کریم ﷺ گھر سے نکل گئے اور حضرت عائشہؓ کے کمرہ کی طرف گئے اور کہا اے گھر والو السلام علیکم ورحمۃ اللہ، حضرت عائشہؓ نے جواب میں کہا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اللہ آپ کو برکت سے نوازے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی بیوی کیسی لگیں؟ پھر آپ ﷺ اپنی تمام بیویوں کے کمروں میں گئے اور ان سے وہی کہا جو حضرت عائشہؓ سے کہا تھا، اور تمام بیویوں نے بھی آپ ﷺ سے وہی کہا جو ان سے حضرت عائشہؓ نے کہا تھا، پھر آپ ﷺ لوٹ کر گھر آئے تو دیکھا کہ وہی تین لوگ گھر میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے، نبی کریم ﷺ بہت باحیا تھے، لہذا آپ ﷺ نکل کر حضرت عائشہؓ کے کمرہ میں چلے گئے، مجھے نہیں معلوم کہ میں نے آپ ﷺ کو خبر دی یا کسی اور نے دی کہ وہ تینوں لوگ چلے گئے ہیں، تو نبی کریم ﷺ لوٹ کر گھر آئے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے گھر کے چوکھٹ کے اندر ایک پیر رکھا اور دوسرا ابھی باہر ہی تھا کہ آپ ﷺ نے میرے اور اپنے درمیان ایک پردہ ڈال دیا، اس وقت پردہ والی آیت نازل ہوئی۔ (بخاری و مسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ کے اس قول ’’میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول اب کوئی بھی شخص بلانے کے لئے نہیں بچ رہا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھانا اٹھالو‘‘ کی وضاحت کرتے ہوئے اسماعیلی نے جعفر بن مہران کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ عبدالوارث کہتے ہیں کہ حضرت زینبؓ گھر کے ایک گوشہ میں بیٹھی ہوئی تھیں، وہ کہتے ہیں کہ حضرت زینبؓ بہت خوبصورت خاتون تھیں، اس وقت گھر میں تین لوگ بچ گئے تھے۔

سلام کا تبادلہ:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے کہا کہ اے عائشہؓ جبرئیلؑ تمہیں سلام کہتے ہیں، انھوں نے کہا" وعلیه السلام ورحمة الله"، آپ کو تو وہ نظر آتا ہے جو ہم دیکھ نہیں پاتے....(بخاری ومسلم)

امام بخاریؒ نے یہ حدیث "باب تسلیم الرجال علی النساء وتسلیم النساء علی الرجال" کے تحت بیان کی ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے قول " جبرئیلؑ تمہیں سلام کہتے ہیں" پر ابن التین نے داؤدی کا اعتراض نقل کیا ہے کہ فرشتوں کو مرد نہیں کہا جا سکتا، بس اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر تذکیر کے صیغہ کے ساتھ کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نبی کریم ﷺ کے پاس مرد کی شکل میں آتے تھے، یہ بات وحی کے آغاز کے باب میں گذر چکی ہے۔

زیارت:

حضرت سعید بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت عثمانؓ نے ان سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ حضرت عائشہؓ کی چادر اوڑھے زمین پر لیٹے ہوئے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ نے آپ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت مانگی، نبی کریم ﷺ نے اسی حالت میں ابوبکرؓ کو آنے کی اجازت دے دی، حضرت ابوبکرؓ نے اپنا کام پورا کیا اور واپس ہو گئے، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت چاہی، لہذا آپ ﷺ نے ان کو بھی اسی حالت میں آنے کی اجازت دے دی، حضرت عمرؓ نے بھی اپنا کام پورا کیا اور واپس ہو گئے، حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے نبی کریم ﷺ کے پاس آنے کی اجازت چاہی، تو آپ ﷺ اٹھ بیٹھے اور حضرت عائشہؓ سے کہا کہ اپنے کپڑے ٹھیک کرلو، پھر میں نے اپنا کام پورا کیا اور واپس ہو گیا، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول میں نے دیکھا کہ آپ نے ابوبکرؓ وعمرؓ کے آنے پر اتنا اہتمام نہیں کیا جتنا عثمانؓ کے آنے پر اہتمام کیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عثمانؓ بہت ہی شرمیلے ہیں، مجھے یہ اندیشہ تھا کہ اگر میں ان کو اپنی اسی حالت میں آنے کی اجازت دے دیتا تو وہ مجھ سے اپنی ضرورت اور کام کا ذکر نہ کرتے۔(مسلم)

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس جبرئیلؑ آئے، اس وقت آپ ﷺ کے پاس ام سلمہؓ بھی تھیں، حضرت جبرئیلؑ نبی کریم ﷺ سے گفتگو کرنے لگے، پھر اٹھ کر چلے گئے، نبی کریم ﷺ نے

ام سلمہؓ سے پوچھا کہ یہ کون تھے؟ اسامہؓ کہتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ یہ دحیہؓ تھے، حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم میں تو ان کو دحیہؓ سمجھ رہی تھی، یہاں تک کہ میں نے نبی کریم ﷺ کا خطبہ سنا جس میں آپ ﷺ حضرت جبرئیلؑ کی آمد کی خبر دے رہے تھے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ عوالی مدینہ سے کچھ لوگ جمعہ کے دن باری باری آتے تھے، وہ گرد وغبار سے ہوکر آتے تھے، لہذا وہ لوگ غبار آلود ہوجاتے اور پسینہ سے شرابور ہوجاتے، ان میں سے ایک شخص کو نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا، اس وقت آپ ﷺ میرے پاس تھے، نبی کریم ﷺ نے اس سے کہا کہ تم لوگ آج کے دن کیوں نہیں پاکی وصفائی حاصل کرلیتے ہو۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ کچھ یہودی نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے کہا ''السام علیکم'' (آپ پر موت آئے) میں اسے سمجھ گئی، لہذا میں نے جواب دیا ''علیکم السام واللعنۃ'' (تم پر موت آئے اور تم پر لعنت ہو) نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عائشہؓ ذرا اطمینان سے، اللہ تعالیٰ ہر چیز میں نرمی کو پسند فرماتا ہے، میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ نے سنا نہیں کہ ان لوگوں نے کیا کہا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے جواب دے دیا کہ ''علیکم'' (تم پر بھی)۔ (بخاری ومسلم)

## مریضوں کی عیادت:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ آئے تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ کی طبیعت خراب ہوگئی، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں ان دونوں کے پاس گئی اور کہا کہ اے ابو آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ اے بلال آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ کا بخار تیز ہوجاتا تو وہ یہ شعر پڑھتے:

کل امرئ مصبح فی اهله     والموت ادنیٰ من شراک نعله

اور جب حضرت بلالؓ کا بخار کم ہوتا تو وہ یہ اشعار پڑھتے:

الا لیت شعری هل ابیتن لیلة     بواد و حولی اذخر و جلیل
و هل أردن یوما میاه مجنة     وهل یبدون لی شامة وطفیل

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے آکر یہ بات بتائی تو انھوں نے کہا کہ اے اللہ تو مدینہ کو ہمارے لئے مکہ کی طرح یا اس سے بھی زیادہ محبوب بنادے، اسے ہمارے لئے بہتر بنا اور اس کی ہر چیز میں ہمارے لئے برکت رکھ، اس کے حمی کو منتقل کردے اور اسے مقام جحفہ میں بنادے۔ (بخاری)

مسئلہ دریافت کرنا:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ ایک آدمی اپنی بیوی سے ہمبستری کرتا ہے پھر سست ہو جاتا ہے تو کیا ان دونوں پر غسل واجب ہے؟ حضرت عائشہؓ وہیں پر بیٹھی ہوئی تھیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں اور یہ اسی طرح کرتے ہیں پھر غسل کرتے ہیں۔ (مسلم)

ضیافت:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ایک ایرانی پڑوسی سالن بہت اچھا بناتے تھے، انہوں نے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے لئے سالن بنایا پھر آ کر آپ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی، آپ ﷺ نے پوچھا کیا عائشہؓ کی بھی دعوت ہے؟ انھوں نے کہا کہ نہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تب پھر میں بھی نہیں آؤں گا، پھر وہ دوبارہ نبی کریم ﷺ کو دعوت دینے آئے، آپ ﷺ نے پوچھا کیا عائشہؓ کی بھی دعوت ہے؟ انھوں نے کہا کہ نہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تب پھر میں بھی نہیں آؤنگا، اس کے بعد وہ پھر نبی کریم ﷺ کو دعوت دینے آئے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا اس عائشہ کی بھی دعوت ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہاں، تو نبی کریم ﷺ اور حضرت عائشہؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے گھر گئے۔ (مسلم)

امر بالمعروف:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ازواج مطہرات کو جب مقام مناصع جو کہ ایک وسیع میدان تھا میں جانا ہوتا تو اس کے لئے رات میں نکلتی تھیں، حضرت عمرؓ نبی کریم ﷺ سے فرمایا کرتے تھے کہ آپ ﷺ اپنی بیویوں سے پردہ کروائیے، لیکن نبی کریم ﷺ ایسا نہیں کرتے تھے، ایک رات نبی کریم ﷺ کی اہلیہ سودہؓ گھر سے نکلیں، وہ لمبے قد کی خاتون تھیں، حضرت عمرؓ نے ان کو آواز دی اور کہا سودہؓ! میں نے آپ کو پہچان لیا ہے، حضرت عمرؓ نے ایسا اس امید میں کیا کہ شاید پردہ کا حکم نازل ہو جائے، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پردہ کا حکم نازل کر دیا۔ (بخاری و مسلم)

غزوات:

الف-غزوۂ احد:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ احد کے دن لوگ نبی کریم ﷺ سے پیچھے رہ گئے، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ

میں نے عائشہؓ بنت ابی بکر اور ام سلیمؓ کو دیکھا کہ وہ دونوں اپنے پائنچیں اٹھائی ہوئی تھیں، میں ان دونوں کی پنڈلیاں دیکھ رہا تھا، وہ دونوں اپنی پیٹھوں پر مشکیزے رکھی ہوئی تھیں اور لوگوں کو پانی پلا رہی تھیں، پھر وہ دونوں واپس ہوتیں، مشکیزوں کو بھرتیں، لوٹ کر آتیں اور پھر لوگوں کو پانی پلاتیں۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ احد کے دن مشرکین کو شکست ہوگئی کے اچانک ابلیس ملعون نے آواز لگائی اے اللہ کے بندوں اپنے پچھلے حصہ کی حفاظت کرو، لہذا اگلا حصہ پیچھے کی طرف متوجہ ہوا اور اگلے اور پچھلے لوگ آپس ہی میں لڑ پڑے، حضرت حذیفہؓ نے دیکھا کہ بیچ میں ان کے والد (مارے جا رہے) ہیں، انھوں نے آواز لگائی کہ اے اللہ کے بندوں یہ میرے والد ہیں، یہ میرے والد ہیں، لیکن لوگ ان کو قتل کرنے کے بعد ہی رکے، حضرت حذیفہؓ نے کہا کہ اللہ تم سب کی مغفرت فرمائے، حضرت عروہ کہتے ہیں کہ حضرت حذیفہؓ کے اندر ہمیشہ خیر باقی رہا یہاں تک کہ وہ اللہ سے جا ملے۔ (بخاری)

ب-غزوۂ احزاب:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ خندق کے دن حضرت سعدؓ زخمی ہو گئے، قریش کی ایک شاخ بنو معیص بن عامر بن لوی کے ایک شخص ہبان بن العرقہ نے ان کے بازو کی رگ میں تیر مار دیا، نبی کریم ﷺ نے مسجد نبوی میں ان کے لئے خیمہ نصب کروایا تا کہ قریب سے ان کی عیادت کر سکیں، جب نبی کریم ﷺ خندق سے لوٹے تو، آپ ﷺ نے اسلحہ رکھ دیا اور غسل کیا، آپ ﷺ اپنے سر سے گرد وغبار جھاڑ ہی رہے تھے کہ ان کے پاس حضرت جبرئیلؑ آئے اور کہا کہ آپ نے اپنا اسلحہ رکھ دیا خدا کی قسم ہم نے ابھی تک نہیں رکھا ہے، آپ ﷺ ان کی طرف نکل پڑئے، نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ کن کی طرف؟ حضرت جبرئیلؑ نے بتایا کہ بنو قریظہ کی طرف، لہذا نبی کریم ﷺ بنو قریظہ آئے، بنو قریظہ نے اپنے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کا فیصلہ ماننے پر رضامندی دے دی، پھر یہ فیصلہ حضرت سعدؓ کے حوالہ کر دیا گیا، حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے سلسلہ میں میرا فیصلہ یہ ہے کہ ان کے لڑنے والوں کو قتل کر دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے اور ان کا مال تقسیم کر دیا جائے، ہشام کہتے ہیں کہ میرے والد نے حضرت عائشہؓ کے حوالہ سے بیان کیا کہ حضرت سعدؓ نے کہا کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ مجھے ان لوگوں سے جہاد کرنا سب سے زیادہ پسند ہے جن لوگوں نے تیرے نبی کو جھٹلایا اور اسے اس کے وطن سے نکال دیا، میں سمجھتا ہوں کہ تو نے ہم لوگوں اور ان کے درمیان اب جنگ ختم کر دی ہے، اگر قریش سے ابھی اور جنگ باقی ہے تو تو مجھے زندہ رکھ یہاں تک کہ میں تیری خاطر ان لوگوں سے جہاد کروں، اور اگر تو نے ہمارے اور ان کے درمیان جنگ ختم

کردی ہے تو تو میرے زخم کو پھاڑ دے اور اس کے ذریعہ سے میری موت دے دے، لہذا حضرت سعدؓ کے گردن کے نچلے حصہ سے زخم پھٹ گیا (اس وقت مسجد میں قبیلہ بنوغفار کا ایک خیمہ نصب تھا) جب انھوں نے اپنی طرف خون بہہ کر آتے ہوئے دیکھا تو وہ گھبرا اٹھے اور انھوں نے کہا کہ اے خیمہ والو! تمہاری طرف سے یہ کیا چیز ہماری طرف آرہی ہے؟ انھوں نے دیکھا کہ حضرت سعدؓ کے زخم سے خون نکل رہا ہے، اسی زخم کی وجہ سے حضرت سعدؓ کو موت آئی۔ (بخاری)

## فرضیت حجاب کے بعد ازواج مطہرات کا معاشرہ سے متعلق رہنا اور مردوں سے گفتگو کرنا:

قابل غور اور قابل تعجب بات یہ ہے کہ فرضیت حجاب کے باوجود ازواج مطہرات نے اپنے اردگرد کی زندگی سے کنارہ کشی اختیار نہیں کی، بلکہ نبی کریم ﷺ کی سرگرمیوں میں تھوڑی بہت شرکت کرتی رہیں، نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بھی مسلمانوں کو تعلیم دینے میں ان کا بڑا کردار رہا ہے، اس کے ساتھ ساتھ مختلف مقاصد واغراض کے تحت ازواج مطہرات اپنے گردوپیش کی زندگی سے متعلق رہیں اور مردوں سے گفتگو کرتی رہیں، اگرچہ یہ سب کچھ پردہ کے پیچھے سے ہوتا تھا، پردہ نے زندگی میں شرکت کی تمام راہوں کو مسدود نہیں کیا تھا، ہاں زندگی میں شرکت کو تھوڑا بہت محدود کردیا تھا، نہ ہی پردہ نے مردوں سے ملنے پر روک لگادی تھی، بلکہ اس ملاقات کے کچھ آداب مقرر کئے گئے تھے، خاص طور سے اس سلسلہ میں ازواج مطہرات کے آداب عام خواتین سے جدا تھے، اس طرح سے نبوی معاشرہ میں عورت معاشرتی زندگی میں شرکت کرتی رہی، حتی کہ خاص حالات میں بھی شریعت نے اس کے میدان کا دائرہ تھوڑا ہی تنگ کیا، اسے بالکلیہ ختم نہیں کردیا، اس ملاقات کی کچھ شرطیں بڑھادیں، ملاقات کو سرے سے کالعدم قرار نہیں دیا، ذیل میں کچھ نصوص پیش کئے جارہے ہیں جو میری بات کی تائید کرتے ہیں:

## اول: ازواج مطہرات کا نبی کریم ﷺ کی مجلسوں میں رہنا اور کبھی کبھی گفتگو میں حصہ لینا:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ سے کوئی مسئلہ دریافت کرنے آیا، وہ دروازہ کے پیچھے سے اس کی بات سن رہی تھیں، اس شخص نے کہا اے اللہ کے رسول (فجر کی) نماز کے وقت میں حالت جنابت میں رہتا ہوں تو کیا ایسی حالت میں روزہ رکھوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں بھی (کبھی کبھی فجر کی) نماز کے وقت حالت جنابت میں رہتا ہوں لیکن میں روزہ رکھتا ہوں، اس شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول آپ ﷺ ہماری طرح نہیں ہیں، کیونکہ اللہ تعالی نے آپ کے تمام اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردیئے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ

میں سمجھتا ہوں کہ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کا خوف رکھنے والا ہوں اور سب سے زیادہ ان باتوں کا علم رکھنے والا ہوں جس کے ذریعہ اللہ کا تقویٰ رکھا جاتا ہے۔ (مسلم)

حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا، اس وقت آپ ﷺ مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام جعرانہ میں تھے، آپ ﷺ کے ساتھ حضرت بلالؓ بھی تھے، آپ ﷺ کے پاس ایک دیہاتی آیا، اس نے کہا کہ آپ ﷺ نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے کیا آپ ﷺ اسے پورا نہیں کریں گے؟ آپ ﷺ نے اس سے کہا کہ خوشخبری حاصل کرو، اس نے کہا کہ آپ نے مجھے بہت زیادہ خوشخبریاں دیں ہیں، نبی کریم ﷺ غصہ کی حالت میں حضرت ابوموسیٰؓ اور حضرت بلالؓ کی طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا کہ اس شخص نے خوشخبری کو لوٹا دیا ہے لہذا تم دونوں اسے قبول کرو، ان دونوں نے کہا کہ ہم نے قبول کیا، پھر آپ ﷺ نے ایک پیالہ منگایا جس میں پانی تھا، آپ ﷺ نے اس میں اپنا چہرہ اور ہاتھ دھلا اور اس میں کلی کی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس میں سے تھوڑا پانی پی جاؤ، اور بقیہ کو اپنے چہروں اور سینوں پر انڈیل لو اور خوشخبری حاصل کرو، ان دونوں نے پیالہ لیا اور ایسا ہی کیا، حضرت ام سلمہؓ نے ان دونوں کو پردہ کے پیچھے سے آواز دی کہ اپنی ماں کے لئے بھی کچھ بچا رکھنا، لہذا ان دونوں نے ان کے لئے تھوڑا سا پانی بچا دیا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کو حضرت ابن حارثہؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت ابن رواحہؓ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ بیٹھ گئے، آپ ﷺ کے چہرہ پر غم کے آثار نمایاں تھے، میں نبی کریمؐ کو دروازہ کے شگاف سے دیکھ رہی تھی، پھر آپ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے بتایا کہ حضرت جعفرؓ کی بیویاں رو رہی ہیں، آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ ان عورتوں کو رونے سے روک دو، وہ چلا گیا، دوسری مرتبہ پھر آیا اور بتایا کہ عورتوں نے اس کی بات نہیں مانی، آپ ﷺ نے اس سے کہا کہ ان عورتوں کو رونے سے منع کردو، وہ شخص پھر تیسری مرتبہ آیا اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول خدا کی قسم عورتیں ہم پر غالب آ گئیں، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان عورتوں کے منہ میں مٹی ڈال دو، میں نے اس شخص سے کہا کہ تیرا بھلا ہو، نبی کریم ﷺ نے تمہیں جو حکم دیا تھا تم نے اس پر عمل نہیں کیا اور تم نبی کریم ﷺ کو مسلسل تکلیف دیتے رہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ چند صحابہ کرامؓ جن میں حضرت سعدؓ بھی تھے گوشت کھانے لگے، نبی کریمؐ کی کسی بیوی نے آواز دے کر کہا کہ یہ گوہ کا گوشت ہے، تو وہ سب کھانے سے رک گئے، نبی کریمؐ نے فرمایا کہ تم لوگ

کھالو، یا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس گوشت کو کھلاؤ کیونکہ یہ حلال ہے، یا آپؐ نے فرمایا کہ اس گوشت کے کھانے میں کوئی حرج نہیں، بس یہ میری غذا نہیں ہے۔ (بخاری ومسلم)

نبی کریم ﷺ کی اہلیہ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے کمرہ کے دروازہ پر کچھ لوگوں کے لڑنے جھگڑنے کی آواز سنی، تو نکل کر ان کے پاس گئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک انسان ہوں، میرے پاس لڑائی جھگڑے کے مسائل آتے رہتے ہیں، عین ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی دوسرے سے زیادہ چرب زبان ہو اور میں سمجھوں کہ وہ سچ بول رہا ہے، پھر میں اس کے حق میں فیصلہ کردوں، اگر میں کسی دوسرے مسلمان کے حق کا فیصلہ کسی اور کے حق میں کردوں تو وہ سمجھ لے کہ یہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے، وہ چاہے تو اسے لے لے، چاہے تو اسے چھوڑ دے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ سے ملنا چاہتا ہے اللہ بھی اس سے ملنا چاہتا ہے، اور جو اللہ سے ملنا نہیں چاہتا اللہ بھی اس سے ملنا نہیں چاہتا، حضرت عائشہؓ یا کسی دوسری بیوی نے کہا کہ ہم لوگ تو موت کو ناپسند کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہاں پر یہ مراد نہیں ہے، (اس کا مطلب یہ ہے کہ) جب مومن کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اسے اللہ کی رضا اور اس کے فضل کی بشارت دی جاتی ہے تو اس کے نزدیک اس سے زیادہ محبوب کوئی بھی چیز نہیں ہوتی لہذا وہ اللہ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے تو اللہ بھی اس سے ملنا چاہتا ہے، اور جب کافر کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اسے اللہ کے عذاب اور سزا کی بشارت دی جاتی ہے تو اس کے سامنے اس سے بڑھ کر ناپسندیدہ چیز کوئی اور نہیں ہوتی لہذا وہ اللہ سے ملنا نہیں چاہتا تو اللہ بھی اس سے ملنا نہیں چاہتا۔ (بخاری)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس دو لوگ آئے اور انھوں نے آپ ﷺ سے کچھ بات کی، مجھے نہیں پتہ کہ وہ کیا بات تھی، آپ ﷺ ان دونوں کی بات سن کر خفا ہو گئے اور ان دونوں کو برا بھلا کہا، جب وہ دونوں نکل کر گئے تو میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ............آپ نے ان دونوں کو ملامت کی اور برا بھلا کہا، نبی کریمؐ نے فرمایا کیا تمہیں اس شرط کا علم نہیں جو میں نے اللہ کے ساتھ کی ہے؟ میں نے کہا ہے کہ اے اللہ میں جس مسلمان کو بھی برا بھلا کہوں یا ملامت کروں تو اسے اس کے لئے پاکیزگی و اجر کا ذریعہ بنا دے۔ (مسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے پاس آنے کی اجازت چاہی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے اجازت دے دو، وہ بہت ہی برا آدمی ہے، جب وہ آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے

اس سے نہایت نرمی سے گفتگو کی، میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول، آپ نے تو اسے برا آدمی کہا تھا، پھر آپ ﷺ نے اس سے نرمی سے بات کی، آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہؓ سب سے برا آدمی وہ ہے جس کو لوگ اس کے شر سے محفوظ رہنے کی خاطر چھوڑ دیں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس مسجد نبوی میں آیا اور کہا کہ میں برباد ہو گیا، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیوں؟ اس نے کہا کہ میں نے رمضان میں اپنی بیوی سے ہمبستری کر لی، آپ ﷺ نے اس سے کہا کہ صدقہ کرو، اس نے کہا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، پھر وہ آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گیا، پھر آپ ﷺ کے پاس ایک شخص گدھے پر آیا، اس کے پاس کھانا تھا، اس نے وہ کھانا نبی کریم ﷺ کو دے دیا، آپ ﷺ نے پوچھا کہ برباد ہونے والا کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ میں یہاں ہوں، آپ ﷺ نے کہا کہ یہ لے جاؤ اور اسے صدقہ کر دو، اس نے کہا کہ مجھ سے بڑھ کر کوئی محتاج نہیں ہے، میرے بال بچوں کے لئے کھانا بھی نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا تم لوگ ہی اسے کھالو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ کچھ اخلاق نا آشنا دیہاتی نبی کریم ﷺ کے پاس آتے اور آپ ﷺ سے پوچھتے کہ قیامت کب آئے گی؟ نبی کریم ﷺ ان آنے والوں میں سب سے چھوٹے شخص کو دیکھتے اور فرماتے کہ اگر یہ زندہ رہا تو اس کے بوڑھے ہونے سے پہلے تم لوگوں پر قیامت (موت) آجائے گی، ہشام کہتے ہیں کہ آپ ﷺ یہ فرمانا چاہتے تھے کہ اس شخص کے بوڑھے ہونے سے پہلے تم لوگ مر جاؤ گے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے پاس سے نبی کریم ﷺ کا گذر ہوا، آپ ﷺ نے مجھے اٹھنے کا اشارہ کیا تو میں اٹھ کر آپ ﷺ کے پاس گیا، آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا، پھر ہم دونوں چل پڑے، یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنی ایک بیوی کے حجرے تک آئے اور اس میں داخل ہو گئے، پھر مجھے داخل ہونے کی اجازت دی تو میں داخل ہوا، آپ ﷺ کی وہ بیوی پردہ میں تھیں، آپ ﷺ نے پوچھا کیا کچھ کھانا ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہاں ہے، لہذا تین چپاتی لائی گئی اور اسے ایک بلند جگہ پر رکھ دیا گیا، نبی کریم ﷺ نے ایک چپاتی لی اور اسے اپنے سامنے رکھ لیا، پھر دوسری چپاتی لی اور اسے میرے سامنے رکھ دیا، پھر آپ ﷺ نے تیسری چپاتی لی اور اس کے دو ٹکڑے کئے، آدھی چپاتی آپ ﷺ نے اپنے پاس رکھ لی اور آدھی مجھے دے دی، پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا کوئی سبزی ہے؟ انھوں نے کہا کہ سبزی نہیں ہے، تھوڑا سا سرکا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے ہی لاؤ، سرکا بھی کتنی اچھی سبزی ہے۔ (مسلم)

حضرت سعد بن وقاصؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے نبی کریم ﷺ کے پاس آنے کی اجازت چاہی، اس وقت نبی کریم ﷺ کے پاس قریش کی کچھ عورتیں تھیں، جو آپ ﷺ سے بلند آواز میں باتیں کر رہی تھیں، جب حضرت عمرؓ نے آنے کی اجازت چاہی تو وہ سب عورتیں جلدی سے پردہ میں چلی گئیں، پھر نبی کریم ﷺ نے ان کو آنے کی اجازت دے دی، اس وقت آپ ﷺ ہنس رہے تھے، حضرت عمرؓ نے کہا اے اللہ کے رسول اللہ آپ کو خوش وخرم رکھے، آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس جو عورتیں تھیں مجھے ان سے تعجب ہو رہا ہے کہ جب انھوں نے تمہاری آواز سنی تو جلدی سے پردہ میں چلی گئیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ان عورتوں کو آپ سے ڈرنا چاہئے تھا، پھر حضرت عمرؓ نے عورتوں کو مخاطب کر کے کہا اے اپنی ذات کی دشمنو، کیا تم لوگ مجھ سے ڈرتی ہو اور نبی کریم ﷺ سے نہیں ڈرتی ہو؟ عورتوں نے جواب دیا کہ ہاں، کیونکہ آپ نبی کریم ﷺ سے زیادہ سخت ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جب بھی کسی راستہ پر شیطان تمہیں دیکھتا ہے تو وہ فوراً اپنا راستہ بدل لیتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

**دوم: ازواج مطہرات کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ سفر میں رہنا:**

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے، ایک مرتبہ قرعہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے نام نکلا، نبی کریم ﷺ رات میں حضرت عائشہؓ کے ساتھ چلا کرتے تھے، اور ان سے گفتگو کرتے تھے، حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ ایسا کرو کہ آج تم میرے اونٹ پر سوار ہو جاؤ اور میں تمہارے اونٹ پر سوار ہو جاؤں، پھر تم بھی دیکھو اور میں بھی دیکھوں (کہ کیا ہوتا ہے) حضرت عائشہؓ نے کہا کہ ٹھیک ہے، لہذا حضرت عائشہؓ ان کے اونٹ پر سوار ہوگئیں....(بخاری ومسلم)

حضرت مسور بن مخرمہؓ اور حضرت مروانؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ حدیبیہ کے زمانہ میں نکلے.... جب صحابہ کرامؓ میں سے کوئی بھی کھڑا نہیں ہوا تو آپ ﷺ ام سلمہؓ کے پاس گئے اور ان سے لوگوں کے رویہ کا ذکر کیا....(بخاری)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکلے، جب ہم مقام بیداء یا ذات الجیش میں پہنچے تو میرا ایک ہار گم ہوگیا....(بخاری ومسلم)

سوم: ازواج مطہرات کا معاشرہ سے تعلق رکھنا اور اس کے معاملات میں دلچسپی لینا:

حضرت ام سلمہؓ کا عوام کے نام امام کے خطاب عام کو سننے میں دلچسپی لینا:

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں لوگوں کو حوض کوثر کا ذکر کرتے ہوئے سنتی تھی، حالانکہ میں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر نہیں سنا تھا، ایک دن میری باندی میرے سر میں کنگھا کر رہی تھی کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: اے لوگو! میں نے اپنی باندی سے کہا ذرا ہٹنا تو، اس نے کہا کہ آپ ﷺ نے مردوں کو آواز دی ہے، عورتوں کو نہیں دی ہے، میں نے کہا کہ میں بھی ''لوگوں'' میں شامل ہوں، پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں تم لوگوں سے پہلے حوض کوثر پر چلا جاؤں گا اور وہاں پر تمہارا انتظار کروں گا تم میں سے کوئی شخص میرے پاس اس طرح نہ آئے کہ اس کو اسی طرح میرے پاس سے بھگا دیا جائے جس طرح سے بھٹکے ہوئے اونٹ کو بھگا دیا جاتا ہے، میں پوچھوں گا کہ ایسا کیوں ہوا؟ مجھے بتایا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا، پھر میں کہوں گا کہ ٹھیک ہے ان کو بھگا دیا جائے۔ (مسلم)

خیر کی راہوں میں خرچ کرنے اور صدقہ کرنے کے لئے حضرت زینب بنت جحشؓ کا کام کرنا:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی چند بیویوں نے ان سے پوچھا کہ ہم میں سے کون سب سے پہلے آپ ﷺ سے آکر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جس کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں وہ سب سے پہلے مجھ سے آکر ملے گی، ان بیویوں نے ایک لکڑی لی اور اپنے اپنے ہاتھ ناپنے لگیں، حضرت سودہؓ کا ہاتھ سب سے لمبا تھا، حضرت زینب بنت جحشؓ کی موت کے بعد ان بیویوں کو احساس ہوا کہ طول ید سے مراد صدقہ تھا، حضرت زینبؓ ہم میں سب سے پہلے نبی کریم ﷺ سے جاملیں، وہ صدقہ کرنا بہت پسند کرتی تھیں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی کوئی خاتون زینبؓ سے زیادہ دیندار، اللہ کا تقویٰ رکھنے والی، سچ بولنے والی، صلہ رحمی کرنے والی، بہت زیادہ صدقہ کرنے والی اور جس عمل کے ذریعہ وہ صدقہ کیا کرتی تھیں اور جس کے ذریعہ وہ اللہ کا قرب حاصل کیا کرتی تھیں اس کو کم سمجھ والی نہیں دیکھا۔ (مسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حاکم نے اپنی کتاب مستدرک کے باب مناقب میں حضرت عائشہؓ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت زینبؓ اپنے ہاتھ سے بہت زیادہ کام کیا کرتی تھیں، وہ دباغت دیتی تھیں، کھال سلتی تھیں اور اللہ کی راہ میں صدقہ کیا کرتی تھیں، حاکم کہتے ہیں کہ یہ روایت مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

**عمومی نافرمانی کے مسئلہ کے حل کے لئے ام سلمہؓ کا مشورہ پیش کرنا:**

حضرت مسور بن مخرمہؓ اور حضرت مروانؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ حدیبیہ کے زمانہ میں نکلے....پھر سہیل بن عمرو آئے اور انھوں نے آپ ﷺ سے کہا کہ آیئے ہمارے اور اپنے درمیان ایک صلح نامہ لکھ لیجئے، نبی کریم ﷺ نے کاتب کو بلایا اور کہا کہ لکھو....جب آپ ﷺ صلح نامہ سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام سے کہا کہ کھڑے ہو جاؤ اور جانوروں کو ذبح کردو اور اس کے بعد سر منڈ والو، راوی کہتے ہیں کہ خدا کی قسم کوئی بھی صحابی کھڑا نہیں ہوا، یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی، جب کوئی بھی کھڑا نہیں ہوا تو آپ ﷺ ام سلمہؓ کے پاس گئے اور ان سے لوگوں کے رویہ کا ذکر کیا، ام سلمہؓ نے پوچھا اے اللہ کے رسول کیا آپ واقعتاً ایسا چاہتے ہیں؟ آپ ﷺ نکلئے اور کسی سے کچھ بھی گفتگو نہ کیجئے، پھر اپنے جانور کو ذبح کیجئے اور حجام کو بلوا کر سر کے بال اتروا لیجئے، لہذا آپ ﷺ نکلے، کسی سے بھی گفتگو نہیں کی، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اپنا جانور ذبح کر دیا اور حجام کو بلوا کر بال اتروا لئے، جب صحابہ کرامؓ نے یہ دیکھا تو وہ لوگ بھی کھڑے ہو گئے، انھوں نے اپنے جانوروں کو ذبح کیا اور ایک دوسرے کا بال اتارنے لگے....(بخاری)

**حضرت ام سلمہؓ کا مشکل وآزمائش سے دوچار چند مردوں کے ساتھ ہمدردی کرنا:**

حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالکؓ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد کعب بن مالکؓ، جو کہ ان تین لوگوں میں سے ایک تھے جن کی توبہ قبول کی گئی تھی، کہتے ہوئے سنا کہ وہ صرف دو غزوات میں نبی کریم ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے، ان میں سے ایک غزوہ العسرۃ ہے اور ایک غزوۂ بدر، کعب بن مالکؓ کہتے ہیں کہ میں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ میں چاشت کے وقت نبی کریم ﷺ سے سچی بات بتادوں گا، نبی کریم ﷺ ہمیشہ سفر سے چاشت کے وقت لوٹتے تھے، پھر مسجد جاتے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھتے، نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو مجھ سے اور میرے دونوں ساتھیوں سے بات کرنے سے منع کر دیا، جبکہ ہمارے علاوہ اور پیچھے رہ جانے والوں میں سے کسی سے بھی گفتگو کرنے سے کسی کو منع نہیں کیا، لوگ ہم سے بات کرنے سے بچنے لگے، میں اسی حال پر رہا حتی کہ یہ صورتحال مجھ پر بہت شاق گذرنے لگی، میرے نزدیک سب سے اہم بات یہ تھی کہ اگر میں مرجاتا ہوں تو نبی کریم ﷺ میری نماز جنازہ نہیں پڑھیں گے، یا اگر اسی صورتحال کے درمیان نبی کریم ﷺ کی وفات ہو جاتی ہے تب تو کوئی بھی مجھ سے کبھی بھی بات نہیں کرے گا اور نہ ہی میری نماز جنازہ پڑھے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے

رات کے تیسرے پہر ہماری توبہ نبی کریم ﷺ پر نازل کردی، اس وقت نبی کریم ﷺ حضرت ام سلمہؓ کے پاس تھے، ام سلمہؓ میرے ساتھ بڑا اچھا معاملہ کرتی تھیں اور اس مسئلہ میں میرا بڑا تعاون کرتی تھیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے ام سلمہؓ کعب کی توبہ قبول کرلی گئی، انھوں نے کہا کہ کیا میں کسی کو بھیج کر ان کو خوشخبری نہ دے دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسی صورت میں لوگ تمہارے پاس آنے لگیں گے اور تمہیں رات بھر سونے نہ دیں گے، جب نبی کریم ﷺ نے فجر کی نماز پڑھ لی تو پھر آپ ﷺ نے ہماری توبہ کی قبولیت کی بات بتائی، جب آپ ﷺ خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ کھل اٹھتا گویا کہ آپ ﷺ کا چہرہ چاند کا ایک ٹکڑا ہو، ہم تین لوگ تھے جنھوں نے غزوہ سے پیچھے رہ جانے پر صحیح بات بتا کر معذرت پیش کی تھی، اللہ نے ان کے توبہ کی قبولیت کو نازل کیا، لیکن دیگر جو لوگ غزوہ سے پیچھے رہ گئے تھے اور انھوں نے جھوٹ بات پیش کر کے معذرت کی تھی ان کا بہت سخت انداز میں ذکر ہوا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جب تم پلٹ کر ان کے پاس پہنچوگے تو یہ طرح طرح کی عذرات پیش کریں گے مگر تم صاف کہہ دینا کہ بہانے نہ کرو ہم تمہاری کسی بات کا اعتبار نہ کریں گے، اللہ نے ہم کو تمہارے حالات بتا دیئے ہیں، اب اللہ اور اس کا رسول تمہارے طرز عمل کو دیکھے گا''۔ (بخاری و مسلم)

## حضرت عائشہؓ کا دور دراز کے مسلمانوں کے حالات کو معلوم کرنا:

حضرت عبدالرحمٰن بن شماسہؒ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ سے ایک مسئلہ دریافت کرنے کے لئے گیا، انھوں نے پوچھا کہ تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟ میں نے کہا کہ میرا تعلق مصر سے ہے، انھوں نے کہا کہ تمہارے حاکم تمہارے مجاہدین کے سلسلہ میں کیسا رویہ اپناتے ہیں عبدالرحمٰن نے جواب دیا کہ ہم نے ان کی طرف سے کوئی غلط بات محسوس نہیں کی، اگر ہم میں سے کسی کا اونٹ مرجاتا ہے تو ہمارا حاکم اسے اونٹ دے دیتا ہے اور اگر کسی کا غلام مرجاتا ہے تو وہ اسے غلام دے دیتا ہے اور اگر کسی کو نفقہ کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ نفقہ دے دیتا ہے، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ سن لو اس نے میرے بھائی محمد بن ابی بکرؓ کے ساتھ جو کچھ کیا وہ معاملہ مجھے نبی کریم ﷺ کی اس بات کے بتانے سے نہیں روک سکتا جو میں نے ان کو اس گھر میں کہتے ہوئے سنا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ جو میری امت کا حاکم بنایا جائے، پھر وہ ان پر سختی کرے تو تو بھی اس پر سختی کر اور جو میری امت کا حاکم بنایا جائے اور پھر وہ ان پر نرمی کرے تو تو بھی اس پر نرمی کر۔ (مسلم)

## حضرت حفصہؓ کا خلافت راشدہ سے متعلق ایک مسئلہ پر پریشان ہونا:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت حفصہؓ کے پاس گیا تو انھوں نے کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے والد کسی کو اپنا خلیفہ نامزد نہیں کر رہے ہیں؟ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے، حفصہؓ نے کہا کہ وہ ایسا ہی کر رہے ہیں، ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے اس سلسلہ میں بات کرنے کی قسم کھائی، پھر حضرت حفصہؓ خاموش ہوگئیں، پھر میں اپنے والد کے پاس آیا لیکن میں نے ان سے کوئی گفتگو نہیں کی، ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ میرے شانوں پر ایک پہاڑ ہو، لہذا میں پھر لوٹ کر آیا اور اپنے والد کے پاس گیا، وہ مجھ سے لوگوں کے حالات پوچھتے اور میں ان کا جواب دیتا، ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ پھر میں نے ان سے کہا کہ میں نے لوگوں کو کچھ گفتگو کرتے ہوئے سنا تو میں نے قسم کھائی کہ میں وہ بات آپ سے کہوں گا، لوگ کہتے ہیں کہ آپ اپنا جانشیں مقرر نہیں کریں گے، آپ بتایئے اگر آپ کے اونٹوں یا بکریوں کا کوئی چرواہا ہو، پھر وہ ان اونٹوں اور بکریوں کو چھوڑ کر آپ کے پاس آجائے تو کیا وہ ضائع نہ ہو جائیں گے، پھر انسانوں کی دیکھ بھال اور نگہبانی تو اور بھی زیادہ ضروری ہے، ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میرے والد نے میری بات سے اتفاق کیا، تھوڑی دیر کے لئے انہوں نے اپنے سر کو بستر پر رکھ دیا، پھر میری طرف اپنا سر اٹھا کر کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کرنے والا ہے، اگر میں اپنا جانشیں مقرر نہ کروں تو نبی کریم ﷺ نے بھی اپنا جانشیں مقرر نہیں کیا تھا، اور اگر میں اپنا جانشیں مقرر کرتا ہوں تو حضرت ابوبکرؓ نے بھی اپنا جانشیں مقرر کیا تھا، ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے جیسے ہی نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کا ذکر کیا، میں سمجھ گیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے برابر کسی کو نہیں سمجھنے والے ہیں لہذا وہ اپنا جانشیں مقرر نہیں کریں گے۔ (مسلم)

## حضرت عائشہؓ کی ایک جلیل القدر صحابی کی نماز جنازہ پڑھنے کی خواہش:

حضرت عبادہ بن عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے یہ حکم دیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا جنازہ مسجد سے ہو کر لے جایا جائے تا کہ وہ ان کی نماز جنازہ پڑھ سکیں، لوگوں نے حضرت عائشہؓ کے اس عمل پر نکیر کیا، تو انھوں نے کہا کہ لوگ کتنی جلدی بھول گئے کہ نبی کریم ﷺ نے سہیل بن بیضاءؓ کی نماز جنازہ مسجد ہی میں پڑھی تھی۔ (مسلم)

## چہارم: مختلف مقاصد کے تحت ازواج مطہرات کے پاس مردوں کا جانا:

### مردوں کا ازواج مطہرات کے پاس تعریف کرنے اور اکرام کے لئے جانا:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکلے، ہم ابھی مقام بیداء (یا ذات الجیش) میں تھے کہ میرا ایک ہار کھو گیا، اس کو تلاش کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ وہاں رک گئے اور صحابہ کرام بھی رک گئے، وہاں پر پانی نہیں تھا، کچھ لوگ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور کہا کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ عائشہؓ نے کیا کر رکھا ہے؟ انھوں نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کو روک رکھا ہے حالانکہ نہ ہی اس علاقہ میں پانی ہے اور نہ ہی صحابہ کرامؓ کے پاس پہلے سے پانی ہے، حضرت ابوبکرؓ آئے، اس وقت آپ ﷺ میرے زانوں پر اپنا سر رکھ کر سو گئے تھے، انھوں نے مجھ سے کہا کہ تم نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو روک رکھا ہے حالانکہ اس علاقہ میں پانی بھی نہیں ہے اور نہ ہی صحابہ کرامؓ کے پاس پہلے سے پانی ہے، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ابوبکرؓ نے مجھے بہت زیادہ برا بھلا کہا اور وہ اپنے ہاتھ سے میری کمر میں کچوکا لگانے لگے، میں صرف اس وجہ سے حرکت نہیں کر رہی تھی کہ نبی کریم ﷺ میری زانوں پر سو رہے تھے، جب نبی کریم ﷺ صبح کے وقت بیدار ہوئے تو پانی موجود نہیں تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے تیمّم والی آیت نازل کی، تو تمام لوگوں نے تیمّم کیا، حضرت اسید بن حضیرؓ نے کہا کہ اے آل ابوبکرؓ یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے، ایک روایت میں ہے کہ اسید بن حضیرؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ اللہ آپ کو جزائے خیر دے، آپ ﷺ کے ساتھ جب بھی کوئی ناپسندیدہ معاملہ پیش آیا اللہ تعالیٰ نے اس میں آپ کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے خیر ہی رکھا۔ (بخاری و مسلم)

### مردوں کا ازواج مطہرات کے پاس امر معروف کا حکم دینے کے لئے جانا:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں ایک مسئلہ میں سوچ رہا تھا کہ میری بیوی نے کہا کہ آپ اس اس طرح کیوں نہیں کر لیتے، حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ تمہیں میرے مسئلہ سے کیا سروکار، انھوں نے کہا کہ اے ابن خطاب آپ پر تعجب ہے، آپ نہیں چاہتے کہ آپ سے بحث کی جائے، حالانکہ آپ کی بیٹی نبی کریم ﷺ سے بحث کرتی ہے، جس کی وجہ سے نبی کریم ﷺ دن بھر اس سے خفا رہتے ہیں، حضرت عمرؓ اٹھے، اپنی چادر اٹھائی اور حضرت حفصہؓ کے پاس جا پہنچے اور ان سے کہا اے بیٹی کیا تم نبی کریم ﷺ سے اس طرح بحث کرتی ہو کہ وہ دن بھر تم سے خفا رہتے ہیں؟ حضرت حفصہؓ نے کہا کہ خدا کی قسم ہم نبی کریم ﷺ سے

بحث کرتے ہیں، یہ سن کر میں نے کہا کہ تم جانتی ہو کہ میں نے تمہیں اللہ کی سزا اور نبی کریم ﷺ کی خفگی سے بچنے کے لئے کہا ہے، اے بیٹی تم اس سے دھوکا مت کھاؤ جو اپنے حسن کی وجہ سے سمجھتی ہے کہ نبی کریم ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں، ان کا اشارہ حضرت عائشہؓ کی طرف تھا، حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ پھر میں وہاں سے نکل گیا، اور ام سلمہؓ کے پاس گیا، کیونکہ میری ان سے قرابت داری تھی، پھر میں نے ان سے گفتگو کی، تو ام سلمہؓ نے کہا کہ اے ابن خطاب آپ کے اوپر تعجب ہے، آپ نے ہر چیز میں دخل اندازی شروع کردی ہے، آپ نبی کریم ﷺ اور ان کے بیویوں کے درمیان بھی دخل اندازی کرنا چاہتے ہیں؟ انھوں نے زبردست طریقہ سے میرا مواخذہ کیا حتی کہ میرے دل میں جو کچھ تھا وہ جاتا رہا، مسلم کی روایت میں ہے: حضرت عمرؓ نے کہا کہ پھر میں عائشہؓ کے پاس گیا، میں نے کہا کہ اے ابوبکرؓ کی بیٹی کیا تمہارا معاملہ یہاں تک بڑھ گیا ہے کہ تم نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچاتی ہو، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اے ابن الخطاب میرا اور آپ کا کیا تعلق، آپ اپنے گھر والوں کو دیکھئے....(بخاری ومسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ فرضیتِ حجاب کے بعد حضرت سودہؓ کسی ضرورت سے باہر نکلیں وہ بہت بھاری بھرکم تھیں، جو انہیں جانتا تھا وہ اس سے چھپ نہیں سکتی تھیں، حضرت عمرؓ کی نظر ان پر پڑی تو انھوں نے کہا اے سودہؓ خدا کی قسم آپ ہم لوگوں سے چھپ نہیں سکتیں، لہذا اپنے نکلنے کے بارے میں غور کریئے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت سودہؓ وہیں سے لوٹ آئیں، اس وقت نبی کریم ﷺ میرے پاس رات کا کھانا کھا رہے تھے، آپ ﷺ کے ہاتھ میں گوشت لگی ہوئی ہڈی تھی، حضرت سودہؓ آئیں اور انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول میں اپنی ایک ضرورت سے نکلی تھی تو عمرؓ نے مجھے اس اس طرح کہا، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اس وقت اللہ نے نبی کریم ﷺ پر وحی نازل کی، جب وحی نازل ہوگئی تو اس وقت بھی آپ ﷺ کے ہاتھ میں وہی گوشت لگی ہوئی ہڈی تھی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو اپنی ضرورت کے لئے گھر سے نکلنے کی اجازت دی گئی ہے۔(بخاری ومسلم)

حضرت سعید بن ہشام فرماتے ہیں.....میں حضرت عائشہؓ کی طرف چلا، راستہ میں حکیم بن افلح کے پاس آیا اور میں نے ان کو اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہا، انہوں نے کہا کہ میں عائشہؓ کے پاس نہیں جاؤں گا کیونکہ میں نے ان کو ان دونوں فرقوں کے سلسلہ میں کچھ بھی کہنے سے منع کیا تھا لیکن وہ اس سے باز نہیں آئیں، سعید کہتے ہیں کہ پھر میں نے حکیم کو قسم دی تو وہ ہمارے ساتھ ہولئے، پھر ہم حضرت عائشہؓ کی طرف چلے، ہم نے ان کے پاس داخل ہونے کی اجازت چاہی تو انھوں نے ہم لوگوں کو اجازت دے دی، لہذا ہم لوگ ان کے پاس گئے تو انھوں نے پوچھا کیا حکیم ہیں؟ (انھوں نے حکیم کو پہچان لیا)، انھوں نے کہا کہ ہاں......(مسلم)

## مردوں کا ازواج مطہرات کے پاس زیارت کرنے کی غرض سے جانا:

حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے، ان کے پاس حضرت حسان بن ثابتؓ تھے جو انھیں غزلیہ اشعار سنا رہے تھے، انھوں نے ایک شعر سنایا:

**حصان رزان ما تزن بريبة وتصبح غرثى من لحوم الغوافل**

(آپ پاکدامن و پروقار ہیں، آپ پر شک نہیں کیا جاسکتا، آپ نے کبھی کسی کی غیبت نہیں کی)

حضرت عائشہؓ نے ان سے کہا کہ تم ایسے نہیں ہو، مسروق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ آپ ان کو اپنے پاس آنے کی اجازت ہی کیوں دیتی ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "**والذی تولی کبره منهم له عذاب عظيم**"، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اندھے پن سے بڑھ کر اور کیا سزا ہوسکتی ہے؟ انھوں نے مسروق سے کہا کہ حسانؓ نبی کریم ﷺ کا دفاع کیا کرتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

اسود کہتے ہیں کہ قریش کے کچھ نوجوان ہنستے ہوئے حضرت عائشہؓ کے پاس گئے، اس وقت حضرت عائشہؓ منی میں تھیں، انھوں نے پوچھا کہ تم لوگ کیوں ہنس رہے ہو؟ ان لوگوں نے بتایا کہ فلاں شخص خیمہ کی رسی پر گر گیا، قریب تھا کہ اس کی گردن یا اس کی آنکھ جاتی رہتی، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ مت ہنسو کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب بھی کسی مسلمان کو کانٹا چبھتا ہے یا اس سے کم درجہ کی بھی کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے عوض اس کے لئے جنت میں ایک درجہ لکھا جاتا ہے اور اس کا ایک گناہ ختم کردیا جاتا ہے۔ (مسلم)

## مردوں کا ازواج مطہرات کے پاس کسی کی سفارش کرنے کے لئے جانا:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ان کو یہ بتایا گیا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ان کے کسی خرید وفروخت یا عطیہ کے معاملہ میں یہ کہا کہ خدا کی قسم یا تو عائشہؓ اس سے باز آجائیں یا پھر میں ان کو ضرور بالضرور اس سے روک دوں گا، حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ کیا عبداللہ بن زبیرؓ نے ایسی بات کہی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ میں اللہ کے لئے نذر مانتی ہوں کہ میں ابن زبیرؓ سے کبھی بھی بات نہیں کروں گی، جب دونوں کے درمیان دوری کا وقفہ بہت طویل ہوگیا تو ابن زبیرؓ نے مختلف لوگوں سے سفارش کروائی، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ خدا کی قسم میں کسی کی سفارش قبول نہیں کروں گی، اور میں اپنی نذر کے سلسلہ میں حانث نہیں ہوں گی، جب ابن زبیرؓ پر یہ بہت شاق گذرنے لگا تو انھوں نے مسور بن مخرمہؓ، اور عبدالرحمٰن بن اسود بن عبد یغوثؓ سے بات کی، ان دونوں کا تعلق

بنوزہرہ سے تھا، ابن زبیرؓ نے ان دونوں سے کہا کہ میں تم دونوں کو اللہ کا واسطہ دے کر کہہ رہا ہوں کہ مجھے حضرت عائشہؓ کے پاس لے چلو، ان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ مجھ سے تعلق ختم کرنے کی نذر مانیں، لہٰذا مسور اور عبدالرحمٰن اپنی چادریں اوڑھ کر ابن زبیر کو لے کر آئے، ان دونوں نے حضرت عائشہؓ سے اجازت چاہی اور کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کیا ہم داخل ہوسکتے ہیں؟ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ آجاؤ، انھوں نے پوچھا کہ کیا ہم سب آجائیں؟ حضرت عائشہؓ نے کہا ہاں، سب آجاؤ۔ وہ نہیں جانتی تھیں کہ ان کے ساتھ ابن زبیرؓ بھی ہیں، جب وہ لوگ داخل ہوئے تو ابن زبیرؓ پردہ کے اندر چلے گئے اور حضرت عائشہؓ کے گلے لگ گئے، ان کو اللہ کا واسطہ دینے لگے اور رونے لگے، مسور اور عبدالرحمٰن نے بھی ان کو بات کر لینے کو کہا لیکن نہ ہی انھوں نے بات کی اور نہ ہی ان دونوں کی بات تسلیم کی، وہ دونوں کہہ رہے تھے کہ آپ جانتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کسی مسلمان بھائی سے گفتگو چھوڑ دینے سے منع فرمایا ہے، کسی بھی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے، جب انھوں نے بار بار حضرت عائشہؓ کو یہ حدیث یاد دلائی تو وہ رونے لگیں اور کہنے لگیں کہ میں نے تو نذر مان لی ہے اور یہ نذر بہت سخت ہے، لیکن وہ دونوں ان کے پیچھے لگے رہے یہاں تک کہ انھوں نے ابن زبیرؓ سے بات کر لی اور اپنی نذر کے ٹوٹنے پر چالیس غلاموں کو آزاد کیا، بعد میں وہ اپنے اس نذر کو یاد کر کے روتی تھیں یہاں تک کہ آنسوؤں سے ان کی اوڑھنی تر ہو جاتی تھی۔ (بخاری)

## مردوں کا ازواج مطہرات کے پاس عیادت کی غرض سے جانا:

ابوملیکہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کی وفات سے قبل حضرت ابن عباسؓ نے ان کے پاس آنے کی اجازت چاہی، اس وقت حضرت عائشہؓ پر بیہوشی کی سی کیفیت طاری تھی، انھوں نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ ابن عباسؓ میری تعریف کریں گے، ان سے کہا گیا وہ نبی کریم ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں اور مسلمانوں کی سربرآوردہ شخصیت ہیں، انھوں نے کہا کہ انھیں آنے کی اجازت دے دو، ابن عباسؓ نے پوچھا کیسی طبیعت ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اگر میں اللہ کے یہاں بچ جاؤں تو اچھی ہوں، ابن عباسؓ نے کہا کہ ان شاء اللہ آپ کے ساتھ خیر ہی کا معاملہ ہوگا کیونکہ آپ نبی کریم ﷺ کی بیوی ہیں، نبی کریم ﷺ نے آپ کے علاوہ کسی اور باکرہ لڑکی سے شادی نہیں کی، اللہ نے آپ کا عذر آسمان سے نازل کیا، ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا اے ام المومنین آپ تو ایسی جگہ جائیں گی جہاں آپ کے سچے پیش خیمے یعنی نبی کریم ﷺ اور ابوبکرؓ موجود ہیں۔ (بخاری)

**پنجم: ازواج مطہرات کا مردوں کو نبی کریم ﷺ کی سنت کی تعلیم دینا:**

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ تین لوگ نبی کریم ﷺ کی بیویوں کے گھروں کو آئے تاکہ وہ نبی کریم ﷺ کی عبادت کے بارے میں ان سے پوچھ سکیں، جب انہیں نبی کریم ﷺ کی عبادت بتادی گئی تو انھوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا نبی کریم ﷺ سے کیا جوڑ، اللہ تعالیٰ نے تو آپ ﷺ کے تمام اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردیئے ہیں، ان میں سے ایک نے کہا کہ میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا، دوسرے نے کہا کہ میں زندگی بھر روزہ رکھوں گا، اور کبھی بھی بغیر روزہ کے نہیں رہوں گا، تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے دور رہوں گا اور کبھی بھی شادی نہیں کروں گا، اتنے ہی میں نبی کریم ﷺ ان کے پاس آگئے اور فرمایا کیا تمہی لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے، سن لو! خدا کی قسم میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کا تقویٰ رکھنے والا ہوں لیکن میں روزہ رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا ہوں، میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں شادی بھی کرتا ہوں، لہٰذا جو میرے طریقہ سے ہٹا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (بخاری ومسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اکابرین کی اقتداء کرنے کے لئے ان کے احوال وحالات کو جاننا چاہئے اور اگر یہ حالات مردوں سے نہ معلوم ہوسکیں تو عورتوں سے معلوم کرنا بھی جائز ہے۔

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا کہ نبی کریم ﷺ کے عمل کی کیا شکل ہوتی تھی، کیا آپ ﷺ عمل کے لئے کچھ دنوں کو مخصوص کرلیا کرتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں، بلکہ آپ ﷺ کوئی بھی عمل تسلسل کے ساتھ کیا کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ جو کچھ کرلیا کرتے تھے وہ تم میں سے کون کرسکتا ہے؟ (مسلم)

حضرت شریح بن ہانی حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ سے ملنا چاہتا ہے اللہ بھی اس سے ملنا چاہتا ہے اور جو اللہ سے ملنا نہیں چاہتا ہے اللہ بھی ان سے ملنا نہیں چاہتا، حضرت شریح کہتے ہیں کہ پھر میں حضرت عائشہؓ کے پاس آیا اور کہا کہ اے ام المومنین میں نے حضرت ابوہریرہؓ کو نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے ایک حدیث سناتے ہوئے سنا ہے، اگر وہ صحیح ہے تب تو ہم ہلاک ہوگئے، حضرت عائشہؓ نے پوچھا اللہ کے رسول کے کس قول سے کوئی شخص ہلاک ہوسکتا ہے؟ انھوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ جو اللہ سے ملنا چاہتا ہے اللہ بھی اس سے ملنا چاہتا ہے اور جو اللہ سے ملنا نہیں چاہتا ہے اللہ بھی اس سے ملنا نہیں چاہتا، حالانکہ ہم میں سے ہر شخص کا حال یہ ہے کہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے

یہ بات ارشاد فرمائی ہے، لیکن اس کا وہ مطلب نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب موت کے وقت نگاہیں اٹھ جائیں، سینہ سے آواز آنے لگے، کھال کھینچنے لگے اور انگلیاں سکڑ جائیں اس وقت جو اللہ سے ملنا چاہے گا اللہ بھی اس سے ملنا چاہے گا اور اس وقت جو اللہ سے ملنا نہیں چاہے گا اللہ بھی اس سے ملنا نہیں چاہے گا۔ (مسلم)

حضرت عبیداللہ بن القبطیہؓ فرماتے ہیں کہ حارث بن ابی ربیعہؓ اور عبدالرحمٰن بن صفوانؓ ام المومنین ام سلمہؓ کے پاس گئے، میں بھی ان دونوں کے ساتھ تھا، ان دونوں نے ان سے اس لشکر کے بارے میں سوال کیا جسے دھنسا دیا جائے گا، (ایسا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانہ میں ہوا) انہوں نے کہا کہ نبی کریمؐ نے فرمایا ایک پناہ لینے والا خانہ کعبہ میں پناہ لے گا، تو اس کی طرف ایک لشکر بھیجا جائے گا، ابھی یہ لشکر چٹیل میدان میں ہی ہوگا کہ اسے زمین میں دھنسا دیا جائے گا، میں نے کہا اے اللہ کے رسول جو شخص اس لشکر میں زبردستی شامل کر لیا گیا ہو اس کا کیا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا اس کو بھی اس لشکر کے ساتھ دھنسا دیا جائے گا لیکن قیامت کے دن اس کے ساتھ اس کی نیت کے مطابق معاملہ ہوگا۔ (مسلم)

حضرت امیہ بن صفوان کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنے دادا کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت حفصہؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس خانہ خدا کو اس لشکر سے بچا لیا جائے گا جو اس پر حملہ آور ہوگا، جب یہ لشکر صحرائی زمین پر ہوگا تو اس کے درمیان کے حصہ کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا، پھر آگے کا حصہ پچھلے حصہ کو آواز دے گا، پھر ان سبھی کو بھی دھنسا دیا جائے گا، ہاں صرف تھوڑے سے ایسے لوگ بچ رہیں گے جو دھنسنے والوں کی داستان سنائیں گے، ایک شخص نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے حضرت حفصہؓ سے یہ حدیث غلط بیان نہیں کی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت حفصہؓ نے یہ حدیث نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے غلط بیان نہیں کیا ہے۔ (مسلم)

حضرت ثمامہ بن حزن القشیری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے ملاقات کی اور ان سے نبیذ کے بارے میں پوچھا، حضرت عائشہؓ نے ایک حبشی باندی کو آواز دی، پھر کہا کہ اس سے پوچھ لو کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کے لئے نبیذ بنایا کرتی تھی، اس حبشی باندی نے کہا میں نبی کریم ﷺ کے لئے رات میں ایک مشکیزہ میں نبیذ بناتی تھی، پھر اس کے منہ کو بند کرتی اور اسے لٹکا دیتی تھی، جب صبح ہوتی تو نبی کریم ﷺ اس سے نبیذ پی لیا کرتے تھے۔ (مسلم)

حضرت زرارہؓ بیان کرتے ہیں کہ سعد بن ہشام بن عامرؓ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کی غرض سے مدینہ آئے، انھوں نے چاہا کہ مدینہ میں موجود اپنی جائداد کو بیچ دیں اور اس سے اسلحہ اور سواری کا جانور خرید لیں، پھر روم سے جہاد کریں یہاں تک کہ ان کو شہادت نصیب ہو جائے، مدینہ آنے پر ان کی مدینہ کے کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی، ان لوگوں نے ان کو ایسا کرنے سے روک دیا اور ان کو بتایا کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں چھ لوگوں نے ایسا کرنا چاہا تھا لیکن نبی کریم ﷺ نے انھیں اس سے منع فرما دیا اور فرمایا کہ کیا میری ذات تمہارے لئے اسوہ نہیں ہے؟ جب لوگوں نے ان سے یہ بات بتائی تو انھوں نے اپنی بیوی سے رجوع کرلیا جس کو وہ پہلے طلاق دے چکے تھے، اور رجوع کے وقت کچھ لوگوں کو گواہ بنایا، پھر وہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس آئے اور ان سے نبی کریم ﷺ کے وتر کے بارے میں دریافت کیا، ابن عباسؓ نے کہا کیا میں تمہیں ایک ایسی شخصیت کے بارے میں نہ بتاؤں جو اس سرزمین پر نبی کریم ﷺ کے وتر کے بارے میں سب سے زیادہ علم رکھتی ہے، انھوں نے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ ابن عباسؓ نے فرمایا وہ حضرت عائشہؓ ہیں...... ان کے پاس جا کر اس سلسلہ میں پوچھو پھر میرے پاس آ کر ان کا جواب مجھے بتاؤ، لہذا میں حضرت عائشہؓ کی طرف چلا، میں حکیم بن افلح کے پاس آیا اور ان سے اپنے ساتھ چلنے کو کہا تو انھوں نے کہا کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس نہیں جاؤں گا کیونکہ میں نے ان کو ان دونوں فرقوں کے سلسلہ میں کچھ بھی بولنے سے منع کیا تھا لیکن وہ باز نہیں آئیں، سعد بن ہشام کہتے ہیں کہ میں نے ان کو قسم دی تو وہ میرے ساتھ چل دیئے، لہذا ہم حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور ہم نے ان سے اجازت مانگی تو انھوں نے اجازت دے دی، لہذا ہم ان کے پاس گئے، انھوں نے پوچھا کیا حکیم ہیں؟ (وہ ان کو پہچان گئیں) حکیم نے جواب دیا جی ہاں، حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ حکیم نے جواب دیا کہ میرے ساتھ سعد بن ہشام ہیں، انھوں نے پوچھا کہ کون ہشام؟ حکیم نے جواب دیا کہ عامر کے بیٹے، حضرت عائشہؓ نے عامرؓ کے لئے رحمت کی دعا کی اور ان کے بارے میں اچھی باتیں کہیں (قتادہ کہتے ہیں کہ عامر احد کے دن شہید ہو گئے تھے) میں نے کہا کہ اے ام المومنین مجھے نبی کریم ﷺ کے اخلاق کے بارے میں بتائیے، انھوں نے کہا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے کہا کیوں نہیں، انھوں نے کہا کہ قرآن ہی نبی کریم ﷺ کا اخلاق تھا، سعد بن ہشامؓ کہتے ہیں کہ پھر میں نے سوچا کہ میں اٹھ چلوں اور اب اپنی موت تک کسی سے کچھ بھی نہ پوچھوں، پھر میرے ذہن میں ایک سوال آیا تو میں نے کہا کہ مجھے نبی کریم ﷺ کے قیام لیل کے بارے میں بتائیے، انھوں نے کہا کیا تم سورۂ **"یا ایھا المزمل"** نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے کہا کیوں نہیں، انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے ابتدائی حصہ میں قیام لیل کو فرض قرار دیا

تھا، لہذا نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے ایک سال تک قیام لیل کیا، اس سورت کے آخری حصہ کو اللہ تعالیٰ نے بارہ مہینوں تک آسمان پر روکے رکھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے اخیر حصہ میں تخفیف نازل کردی، اس طرح قیام لیل فرض سے نفل ہوگیا، سعد بن ہشامؒ کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے ام المومنین آپ مجھے نبی کریم ﷺ کے وتر کے بارے میں بتائیے، انھوں نے کہا کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے لئے مسواک اور طہارت کے لئے پانی تیار کر کے رکھ دیتے تھے، پھر آپ ﷺ رات کے کسی پہر اٹھتے، مسواک کرتے، وضو کرتے، پھر آپ ﷺ نو رکعت نماز پڑھتے جس میں آپ ﷺ صرف آٹھویں رکعت میں قعدہ کرتے، اس میں اللہ کا ذکر کرتے، اس کی حمد وثنا کرتے اور دعائیں کرتے، پھر آپ ﷺ بغیر سلام پھیرے کھڑے ہوجاتے، اور نویں رکعت پڑھتے، پھر اس میں قعدہ کرتے اور اللہ کا ذکر کرتے، اس کی حمد وثنا کرتے، اس سے دعائیں کرتے، پھر آپ ﷺ اتنی بلند آواز سے سلام پھیرتے کہ ہمیں آواز آجاتی، سلام پھیرنے کے بعد آپ ﷺ بیٹھ کر دو رکعت نماز پڑھتے، اس طرح اے بیٹے یہ گیارہ رکعتیں ہوجاتی ہیں، جب نبی کریم ﷺ کی عمر زیادہ ہوگئی اور آپ ﷺ کے جسم پر گوشت چڑھ گیا، تو آپ ﷺ نے سات رکعت وتر کی نماز پڑھی، اور اخیر کی دو رکعتیں اسی طرح بیٹھ کر پڑھیں جس طرح آپ ﷺ پہلے پڑھا کرتے تھے، اس طرح اے بیٹے یہ نو رکعتیں ہوئیں، جب نبی کریم ﷺ کوئی عمل کرتے تو اسے ہمیشہ کرنا پسند فرماتے، اگر آپ ﷺ نیند یا کسی تکلیف کی وجہ سے قیام لیل نہیں کر پاتے تو آپ ﷺ اس کے عوض دن میں بارہ رکعتیں پڑھتے، مجھے نہیں معلوم کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی ایک رات میں پورا قرآن پڑھا ہو یا آپ ﷺ نے رات سے لیکر صبح تک نماز پڑھی ہو یا آپ ﷺ نے رمضان کے علاوہ کسی دوسرے مہینہ میں مکمل مہینہ کا روزہ رکھا ہو، سعد بن ہشام کہتے ہیں کہ پھر میں ابن عباسؓ کے پاس گیا اور ان کو یہ حدیث سنائی، انھوں نے کہا کہ حضرت عائشہ نے سچ فرمایا، اگر میں ان کے پاس ہوتا یا جاتا تو یہ سب کچھ ان سے بالمشافہ سنتا، سعد بن ہشامؒ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ ان کے پاس نہیں جاتے تو میں ان کی بات آپ کو نہ بتاتا۔ (مسلم)

کریب کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ، مسور بن مخرمہؓ اور عبدالرحمٰن بن ازہرؓ نے ان کو حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجا اور کہا کہ ان کو ہم سب کا سلام کہو اور ان سے عصر کے بعد دو رکعتوں کے بارے میں معلوم کرو، اور ان سے کہنا کہ ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھتی ہیں حالانکہ ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے سے منع فرمایا ہے، ابن عباسؓ نے کہا میں حضرت عمرؓ کے ساتھ لوگوں کو (عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے پر) مارا کرتا تھا...... کریب کہتے ہیں کہ پھر میں حضرت عائشہؓ کے پاس گیا اور ان تک ان

حضرات کی بات پہنچا دی، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اس سلسلہ میں ام سلمہؓ سے پوچھو، میں ان لوگوں کے پاس گیا اور ان کو حضرت عائشہؓ کی بات بتائی، تو ان لوگوں نے اسی سوال کے ساتھ مجھے حضرت ام سلمہؓ کے پاس بھیج دیا، حضرت ام سلمہؓ نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے سے منع کرتے ہوئے سنا ہے، پھر میں نے آپ ﷺ کو ایک مرتبہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، اس کے بعد آپ ﷺ میرے پاس آئے، اس وقت میرے پاس انصار کی کچھ خواتین تھیں، میں نے آپ ﷺ کے پاس باندی کو بھیجا اور اس سے کہا کہ تم نبی کریم ﷺ کے پہلو میں کھڑی ہو جانا اور کہنا کہ ام سلمہؓ آپ سے پوچھ رہی ہیں کہ اے اللہ کے رسول میں نے آپ ﷺ کو عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے سے منع کرتے ہوئے سنا ہے لیکن میں آپ کو وہی عمل کرتے ہوئے دیکھ رہی ہوں؟ اگر آپ ﷺ اپنے ہاتھ سے اشارہ کریں تو پیچھے ہٹ جانا، باندی نے ایسا ہی کیا، آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ پیچھے ہٹ گئی، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے ابوامیہ کی بیٹی! تم نے مجھ سے عصر کے بعد دو رکعتوں کے بارے میں پوچھا ہے، میرے پاس قبیلہ عبدقیس کے کچھ لوگ آئے تھے، ان کی وجہ سے میں ظہر کے بعد دو رکعت نماز نہیں پڑھ سکا، یہ دو رکعتیں وہی ہیں۔(بخاری ومسلم)

حضرت ابوسلمہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص ابن عباسؓ کے پاس آیا، حضرت ابو ہریرہؓ وہیں پر بیٹھے ہوئے تھے، اس شخص نے کہا کہ مجھے بتائیے کہ اس عورت کا کیا حکم ہے جس نے اپنے شوہر کی وفات کے چالیس دنوں کے بعد بچہ جنا ہو، ابن عباسؓ نے فرمایا کہ (اگر حاملہ عورت کا خاوند مر جائے تو) وہ لمبی مدت پوری کرے، میں نے کہا "**واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن**" (یعنی حاملہ عورت کی عدت کی مدت وضع حمل ہے) حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میں اپنے بھتیجے ابوسلمہؓ سے متفق ہوں، حضرت ابن عباسؓ نے اپنے غلام کریب کو ام سلمہؓ کے پاس یہ مسئلہ دریافت کرنے کے لئے بھیج دیا، ام سلمہؓ نے فرمایا کہ جس وقت سبیعہ اسلمیہ کے شوہر شہید کئے گئے اس وقت وہ حاملہ تھیں، ان کے شوہر کی وفات کے چالیس دنوں کے بعد ان کے یہاں ولادت ہوئی، پھر ان کو شادی کا پیغام دیا گیا، پھر نبی کریم ﷺ نے ان کی شادی کر دی، ابوالسنابل بھی ان کو شادی کا پیغام دینے والوں میں شامل تھے۔(بخاری ومسلم)

ہم اخیر میں ازواج مطہرات کے اپنے اردگرد کے معاشرہ سے تعلق کی ایک مزید مثال پیش کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں، یہ مثال اگرچہ صحیحین سے ماخوذ نہیں ہے، لیکن یہ قوی الدلالۃ ہے، اس مثال سے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوگا کہ مسلمان عورتیں مردوں کے ساتھ معاشرتی زندگی میں شرکت کیا کرتی تھیں۔

حضرت عائشہ بنت طلحہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ بنت ابوبکر سے کہا، میں اس وقت ان کے زیر پرورش تھی، لوگ ہر شہر سے ان کے پاس آیا کرتے تھے، حضرت عائشہؓ سے میری قربت کے باعث بہت سے بوڑھے لوگ میرے پاس آیا کرتے تھے، نوجوان مجھے اپنی بہن بنالیا کرتے تھے اور مجھے ہدیہ دیا کرتے تھے، اور مختلف شہروں سے میرے پاس خط لکھا کرتے تھے تو میں حضرت عائشہؓ سے کہتی کہ اے خالہ یہ فلاں شخص کا خط اور ہدیہ آیا ہے، حضرت عائشہؓ مجھ سے کہتیں کہ اے بیٹی تم اسے جواب لکھو اور اس کے ہدیہ کا بدلہ دو، اگر تمہارے پاس ہدیہ میں دینے کے لئے کچھ نہ ہو تو میں دے دوں گی، حضرت عائشہ بنت طلحہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت عائشہؓ بنت ابوبکر مجھے (ہدیہ کرنے کے لئے چیزیں) دیا کرتی تھیں۔

نوٹ: ازواج مطہرات سے متعلق یہ احادیث اور شواہد ایک مرتبہ پھر اس وقت آئیں گی جب ہم زندگی کے مختلف میدانوں میں عام مومن عورتوں کی مردوں سے ملاقات کے شواہد پیش کریں گے، کیونکہ ازواج مطہرات کے احکام وہی ہیں جو عام خواتین کے ہیں، البتہ صرف ایک حکم یعنی پردہ کرنا ان کے ساتھ مخصوص ہے، لیکن پردہ اور حجاب کی اس فرضیت نے ان کو اپنے اردگرد کی زندگی سے کنارہ کشی اختیار کرنے پر مجبور نہیں کیا، اس لئے ازواج مطہرات نے معاشرہ اور لوگوں کے ساتھ اسی طرح تعلق رکھا جس طرح کہ عام خواتین رکھتی تھیں، مگر صرف ایک فرق کے ساتھ کہ ازواج مطہرات سارے تعلقات پردہ کے پیچھے سے رکھتی تھیں۔

## فصل پنجم

# عہد نبوی کی معاشرتی زندگی میں مسلمان خاتون کی شرکت کے واقعات

### تمہید

ہم جو نصوص پیش کریں گے اس میں مندرجہ ذیل باتیں نظر آئیں گی:

۱- زندگی کے تمام عام وخاص میدانوں میں مردوں وعورتوں کی شرکت اور ان کے درمیان ملاقات پائی جاتی ہے۔

۲- اکثر نصوص میں نو جوان عورتوں یا ادھیڑ عمر کی عورتوں کا ذکر ہے، بلکہ بعض نصوص میں تو نوخیز لڑکیوں کا ذکر ہے، ان نصوص میں ان بوڑھی عورتوں کا ذکر نہیں ہے جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے ''اور جو عورتیں جوانی سے گذری بیٹھی ہوں، نکاح کی امیدوار نہ ہوں، وہ اگر اپنی چادریں اتار کر رکھ دیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں، بشرطیکہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں'' (سورۂ نور:۶۰)۔

۳- میں اس کتاب کے مقدمہ میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ چونکہ بسا اوقات ایک ہی نص کئی چیزوں پر دلالت کرتی ہے اس لئے بعض نصوص بار بار آئیں گے، ایک نص میں جس قدر دلالتیں ہوں گی وہ اتنی ہی بار ذکر کی جائے گی، میں سمجھتا ہوں کہ نص کا تکرار قارئین کے لئے اس بات سے زیادہ آسان ہے کہ اس سے کہا جائے کہ اس کے لئے آپ فلاں باب اور فلاں صفحہ پر رجوع کریں، کبھی کبھی ہم نے ایسا کیا ہے کہ بار بار آنے والی حدیث کا صرف وہ ٹکڑا ذکر کیا ہے جس سے سر دست استشہاد کرنا مقصود ہوتا ہے۔

۴- میں نے یہاں پر اپنی کوشش کے بقدر ان تمام نصوص کا ذکر کر دیا ہے جو قرآن اور بخاری و مسلم میں مردوں وعورتوں کی ملاقات سے متعلق وارد ہوئے ہیں، اس وقت مردوں اور عورتوں کے درمیان سنجیدہ اور باوقار ملاقات ہی کا رواج تھا اور یہی نبی کریم ﷺ کی سنت تھی، ہمیں ایک بھی ایسی نص نہیں ملی جس میں شرعی آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے مردوں اور عورتوں کی ملاقات کو ناپسند کیا گیا ہو، قرآن وسنت کے ساتھ میرا یہ طرزِ عمل رہا ہے، البتہ

جہاں تک اس سلسلہ میں علماء کی آراء کا تعلق ہے تو میں نے صرف ان آراء کا انتخاب کیا ہے اور انہی کو نصوص پیش کرنے کے بعد ذکر کیا ہے جو اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ مختلف میدانوں میں مردوں اور عورتوں کی ملاقات شریعت سے ہٹ کر کوئی نئی بات نہیں ہے۔

۵- عام نصوص سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورت کے درمیان ملاقات اپنے ارادہ اور اپنے اختیار سے ہوا کرتی تھی، بہت تھوڑے نصوص ایسے بھی ہیں جن میں اضطراری ملاقات کا ذکر ہے، اسی طرح بہت تھوڑے سے نصوص ایسے بھی ہیں جن میں مسلمان مردوں اور غیر مسلم عورتوں کے درمیان ملاقات کا ذکر ہے، میں نے یہ سارے نصوص اس لئے بیان کر دیئے ہیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ اس وقت مسلم معاشرہ کیسا تھا اور اس میں مردوں اور عورتوں کے درمیان ملاقات کس طرح ہوا کرتی تھی۔

۶- یہ تمام نصوص جہاں ایک طرف زندگی کے تمام خاص و عام میدانوں سے متعلق ہیں، وہیں یہ کافی متنوع بھی ہیں:

☆ ان میں سے کچھ نصوص قطعی الدلالۃ یا راجح الدلالۃ ہیں، جبکہ بعض نصوص ظنی الدلالۃ یا محتمل الدلالۃ ہیں، میں نے شرعی حکم بیان کرنے میں صرف قطعی الدلالۃ اور راجح الدلالۃ نصوص پر اعتماد کیا ہے۔

☆ ان میں سے کچھ نصوص ایسے ہیں جن کا تعلق آیت حجاب کے نزول کے پہلے کے زمانہ سے ہے جبکہ بعض نصوص کا تعلق آیت حجاب کے نزول کے بعد کے زمانہ سے ہے، لیکن دونوں قسم کے نصوص سے یکساں حکم ثابت ہوتا ہے، کیونکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ پردہ کا حکم صرف ازواج مطہرات کے ساتھ خاص تھا (دیکھئے چوتھے باب کی دوسری فصل)۔

☆ ان میں سے کچھ نصوص ایسے ہیں جن کا تعلق ازواج مطہرات سے ہے، جبکہ کچھ کا تعلق عام مومن خواتین سے ہے۔

☆ بعض نصوص میں صرف نبی کریم ﷺ سے عورت کی ملاقات کا ذکر ہے، بعض میں چند صحابہ کی موجودگی میں نبی کریم ﷺ سے عورت کی ملاقات کا ذکر ہے، جبکہ بعض نصوص میں صرف کسی ایک صحابی یا کئی صحابیوں سے عورت کی ملاقات کا ذکر ہے۔

☆ بعض نصوص میں کسی ایک عورت کی کسی ایک مرد یا کئی مردوں سے ملاقات کا ذکر ہے جب کہ بعض نصوص میں عورتوں کی ایک جماعت کی مردوں کی ایک جماعت سے ملاقات کا ذکر ہے۔

بعض نصوص میں چھوٹی سی سرسری ملاقات کا ذکر ہے جبکہ بعض نصوص میں طویل ملاقات اور بار بار کی ملاقات کا ذکر ہے، اس ملاقات کی اہمیت کے پیش نظر میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اس ملاقات کے چار درجے ہیں:

**پہلا درجہ**: گھر کے اندر محدود اور سرسری ملاقات جو کسی فوری ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ہو مثلاً کسی سامان کے بارے میں پوچھنا ہو یا کوئی سوال پوچھنا ہو یا کسی امر معروف کا مطالبہ کرنا ہو یا دعا و برکت کی درخواست کرنی ہو یا ہدیہ دینا ہو یا کسی مریض کی عیادت کرنی ہو یا کسی کی تعزیت کرنی ہو۔

**دوسرا درجہ**: گھر کے باہر محدود اور سرسری ملاقات مثلاً مسجد کی سرگرمیوں میں شرکت، سوال پوچھنا، کسی امر معروف کا حکم دینا، کسی سے قرض کا تقاضہ کرنا، کسی کے نگراں اور کارجین سے ملنا۔

**تیسرا درجہ**: گھر کے اندر طویل ملاقات یا بار بار کی ملاقات مثلاً زیارت، ضیافت اور گھریلو کام کاج۔

**چوتھا درجہ**: گھر کے باہر طویل ملاقات یا بار بار کی ملاقات مثلاً جہاد میں شرکت کرنا، سفر کے دوران ملاقات، مختلف تقریبات اور ملازمت میں شرکت۔

## عورتوں اور مردوں کے درمیان سلام کا تبادلہ:

حضرت ابو حازمؒ کہتے ہیں کہ حضرت سہلؓ نے کہا کہ ہم لوگ جمعہ کو بہت خوش ہوتے تھے، میں نے سہلؓ سے پوچھا کیوں؟ انہوں نے کہا کہ ایک بوڑھی خاتون تھیں جو بضاعہ نامی مقام کے باغ سے چقندر منگاتی تھیں، پھر وہ اسے ایک برتن میں ڈال کر جو کے دانے اس میں گوندھ دیتی تھیں، جب ہم جمعہ کی نماز پڑھ کر لوٹتے اور ان کو سلام کرتے تو وہ ہم کو چقندر دیا کرتی تھیں، ہم اس وجہ سے خوش ہوا کرتے تھے، ہماری عادت یہ تھی کہ ہم لوگ جمعہ کے بعد ہی کھانا کھاتے تھے اور قیلولہ کیا کرتے تھے (بخاری)۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے کہا اے عائشہؓ، جبرئیلؑ تمہیں سلام کہتے ہیں، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے کہا "وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"، آپ کو وہ چیز بھی نظر آتی ہے جو ہم نہیں دیکھ سکتے (بخاری ومسلم)۔

امام بخاری نے یہ دونوں حدیثیں "باب تسليم الرجال على النساء والنساء على الرجال" کے تحت بیان کی ہیں، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاری اس عنوان یعنی "باب تسليم الرجال على النساء والنساء على الرجال" کے ذریعہ اس قول کی تردید کرنا چاہتے ہیں جس کو عبدالرزاق نے معمر کے حوالہ سے نقل کیا

ہے، معمر کہتے ہیں کہ یحییٰ بن ابی کثیر نے کہا کہ ''مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ مردوں کا عورتوں کو سلام کرنا اور عورتوں کا مردوں کو سلام کرنا مکروہ ہے''، دراصل یہ حدیث مقطوع یا معضل ہے، اور سلام کرنے کا جواز اس وقت ہے جب کہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، امام بخاری نے اس باب میں دو حدیثیں پیش کی ہیں جن سے سلام کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے، اس باب میں ایک ایسی حدیث بھی ہے جو امام بخاری کے شرط کے مطابق نہیں ہے، وہ اسماء بنت یزیدؓ کی حدیث ہے کہ ''نبی کریم ﷺ ہم عورتوں کے پاس سے گذرے تو انھوں نے ہم لوگوں کو سلام کیا''۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے، لیکن یہ بخاری کی شرط کے مطابق نہیں ہے، لہٰذا انھوں نے صرف اسی پر اکتفا کیا ہے جو ان کی شرط کے مطابق ہے، مسند احمد بن حنبل میں حضرت جابرؓ کے حوالہ سے منقول حدیث سے بھی امام بخاری کی روایت کردہ اس حدیث کی تائید ہوتی ہے......۔ ابونعیم نے ''عمل الیوم واللیلۃ'' میں حضرت واثلہ کے حوالہ سے ایک مرفوع حدیث ذکر کی ہے کہ ''مرد عورتوں کو سلام کر سکتے ہیں لیکن عورتیں مرد کو سلام نہیں کر سکتیں''۔ اس حدیث کی سند نہایت کمزور ہے...... مسلم میں امام ہانیؓ کے حوالہ سے بالکل صحیح حدیث منقول ہے، وہ فرماتی ہیں کہ ''میں نبی کریم ﷺ کے پاس آئی، اس وقت آپ ﷺ غسل کر رہے تھے، میں نے نبی کریم ﷺ کو سلام کیا...''۔ حافظ ابن حجرؒ اس قول ''اے عائشہؓ! جبرئیلؑ تمہیں سلام کہتے ہیں'' کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ابن التین نے یہ نقل کیا ہے کہ داؤدی کا یہ اعتراض ہے کہ فرشتوں کو مرد نہیں کہا جا سکتا، اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر صرف تذکیر کے صیغہ کے ساتھ کر دیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جبرئیل نبی کریم ﷺ کے پاس مرد کی شکل میں آیا کرتے تھے، یہ بات آغاز وحی سے متعلق بحث میں آچکی ہے، ابن بطال نے مہلب کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو مردوں کا عورتوں کو سلام کرنا اور عورتوں کا مردوں کو سلام کرنا جائز ہے، حضرات مالکیہ نے سلام کے سلسلہ میں سد ذریعہ کے طور پر نوجوان عورت اور بوڑھی عورت کے درمیان فرق کیا ہے۔ مہلب کہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں امام مالکؒ کی دلیل سہلؓ کی حدیث ہے، اس حدیث میں ان مردوں کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ ان سے ملنے آتے تھے اور جن کو وہ کھانا کھلاتی تھیں، یہ سارے ہی مرد ان کے محرم نہیں تھے... اگر کسی محفل میں مرد اور عورتیں یکجا ہوں تو فتنہ سے اطمینان کی صورت میں مرد عورتوں کو اور عورتیں مردوں کو سلام کر سکتی ہیں۔

مردوں کا عورتوں کے سلام کرنے کا جواز و مشروعیت کی مزید تاکید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ''نبی کریم ﷺ عورتوں کے پاس سے گذرتے تھے تو ان کو سلام کیا کرتے تھے'' (احمد)۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جبرئیلؑ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے اللہ کے رسول دیکھئے

خدیجہؓ آئی ہوئی ہیں، ان کے پاس ایک برتن ہے جس میں سبزی یا کہا کہ کھانا یا کہا کہ پانی ہے، جب وہ آپ کے پاس آئیں تو ان کو ان کے رب کا اور میرا اسلام کہئے اور ان کو جنت میں موتیوں کے ایک گھر کی بشارت دیجئے جس میں نہ شور وہنگامہ ہوگا اور نہ کبھی تھکن ہوگی۔ (بخاری ومسلم)

ام ہانی بنت ابوطالبؓ کے غلام ابومرہ نے ابوالنضیر کو بتایا کہ انھوں نے سنا کہ ام ہانیؓ کہہ رہی تھیں میں فتح مکہ کے سال نبی کریم ﷺ کے پاس گئی، میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ غسل فرما رہے ہیں اور فاطمہؓ آڑ کی ہوئی ہیں، میں نے نبی کریم ﷺ کو سلام کیا، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کون ہیں؟ میں نے کہا ام ہانی بنت ابوطالب، آپ ﷺ نے فرمایا خوش آمدید ام ہانی، جب آپ ﷺ غسل سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے ایک چادر لپیٹ کر آٹھ رکعت نماز پڑھی، میں نے کہا اے اللہ کے رسول میرے بھائی علیؓ کہتے ہیں کہ وہ اس شخص کو قتل کردیں گے جس کو میں نے پناہ دے رکھی ہے، وہ فلان بن ہبیرہ ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے ام ہانی تم نے جس کو پناہ دی ہم نے بھی اس کو پناہ دی، حضرت ام ہانی فرماتی ہیں، یہ نماز چاشت تھی (بخاری ومسلم)۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ کسی دن یا کسی رات میں نبی کریم ﷺ گھر سے نکلے تو ان کی ملاقات حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے ہوگئی، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کس چیز نے اس وقت تم دونوں کو گھر سے نکالا ہے؟ ان دونوں نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول بھوک نے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے مجھے بھی اسی چیز نےگھر سے نکالا ہے جس نے تم دونوں کو نکالا ہے، چلو کھڑے ہو جاؤ، وہ دونوں نبی کریم ﷺ کے ساتھ چل پڑے، آپ ﷺ ایک انصاری صحابی کے پاس آئے، اس وقت وہ اپنے گھر پر نہیں تھے، جب ان انصاری صحابی کی بیوی نے ان حضرات کو دیکھا تو کہا خوش آمدید، نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا کہ فلاں کہاں ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ وہ پانی لینے گئے ہوئے ہیں، اسی گفتگو کے درمیان وہ انصاری صحابی بھی آگئے، انھوں نے نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کو دیکھا تو کہا الحمدللہ، آج کے دن کسی کے پاس مجھ سے زیادہ معزز مہمان نہ ہوگا، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ پھر وہ صحابی گئے اور کھجور کا ایک خوشہ لے کر آئے جس میں کچھ نا پختہ، اور کچھ پکی ہوئی تر کھجوریں تھیں، انھوں نے کہا کہ آپ لوگ اسے تناول فرمائیں، پھر انھوں نے چھری اٹھائی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو دودھ دینے والی بکری کو مت ذبح کرنا، پھر انھوں نے ان لوگوں کے لئے بکری ذبح کی، لہذا نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ نے بکری اور کھجوریں کھائیں اور پانی پیا یہاں تک کہ اچھی طرح سے سیراب وآسودہ ہوگئے، نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ سے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں

میری جان ہے تم سے قیامت کے دن اس نعمت کے بارے میں ضرور سوال کیا جائے گا، تم لوگ اپنے گھروں سے بھوکے نکلے تھے اب تم لوگ اپنے گھروں کو اس نعمت سے آسودہ ہوکر لوٹو گے۔ (مسلم)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب بھی ام سلیم کے قریب سے ہوکر گذرتے تو ان کے پاس جاتے اور ان کو سلام کرتے.... (بخاری)۔

حضرت زید بن اسلم اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا میں حضرت عمر بن الخطابؓ کے ساتھ بازار کی طرف نکلا، راستہ میں ایک نوجوان عورت حضرت عمرؓ سے ملی اور کہا اے امیر المومنین میرے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے، میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، خدا کی قسم ان کے لئے پکانے کو میرے پاس بکری کا پایہ بھی نہیں ہے، ان بچوں کے کھانے اور پینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے، مجھے یہ خوف ہے یہ بچے بھوک کی وجہ سے ہلاک ہوجائیں گے، میں خفاف بن ایماء الغفاری کی بیٹی ہوں جو حدیبیہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، حضرت عمرؓ اس کے ساتھ کھڑے ہوگئے اور فوراً ہی کہا کہ تمہیں اتنا قریبی تعلق مبارک ہو.... (بخاری)۔

حضرت زبیرؓ کے غلام یحنس کہتے ہیں کہ وہ فتنہ کے زمانہ میں عبداللہ بن عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ان کے پاس ان کی باندی آئی، اس نے ان کو سلام کیا اور کہا اے ابوعبدالرحمٰن میں بغاوت کرنا چاہتی ہوں کیونکہ زمانہ بہت سخت اور مشکل ہوگیا ہے، حضرت عبداللہؓ نے اس سے کہا کہ اے بیوقوف، گھر میں ہی بیٹھی رہو، میں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص بھی زمانہ کی سختی وشدت پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کے لئے گواہی دوں گا، یا آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن اس کے حق میں سفارش کروں گا۔ (مسلم)

## مسجد میں مردوں وعورتوں کی شرکت اور ان کی ملاقات:

مسجد مسلم معاشرہ کا پہلا ادارہ ہے، جہاں وہ ایک طرف عبادت کی جگہ ہے وہیں دوسری طرف وہ علم کا گہوارہ بھی کی بھی جگہ ہے، اسی طرح وہ معاشرتی وسیاسی سرگرمیوں کا بھی مرکز ہے، ضرورت کے وقت اسے عام اجتماعات کے لئے ایک ہال اور ٹریننگ وورزش کے میدان کے طور پر بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، انہی تمام عوامل واسباب کی بنا پر عہد نبوی میں مسجد کے دروازے عورتوں کے لئے کھلے ہوئے تھے، انہیں جب سہولت ہوتی مسجد چلی آتیں، گاہے بگاہے مسجد آتے رہنے کی وجہ سے عورت مسلمانوں کی عام زندگی سے براہ راست واقف ہوا کرتی تھی، جہاں وہ ایک طرف عبادت میں شریک ہوا کرتی تھی اور نماز میں پڑھے جانے والے قرآن کو سنتی تھی وہیں وہ علمی خطابات اور وعظ ونصیحت سے بھی استفادہ کرتی تھی، اور مسلمانوں کے معاشرتی وسیاسی خبروں سے بھی واقف ہوجایا

کرتی تھی، ان سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنی دیگر مومن بہنوں سے اس کا تعارف ہوتا تھا اور آپس میں دوستی ومحبت کے تعلقات مضبوط ہوتے تھے، اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے عہد میں مسجد مرد وعورت دونوں ہی کے لئے عبادت کی جگہ بھی ہوا کرتی تھی اور معاشرتی وثقافتی سرگرمیوں کی جگہ بھی ہوا کرتی تھی، لہذا کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ عورت کو مسجد میں آنے کے اس کے حق سے محروم کرے، یہ دعویٰ کرنا کہ عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے پھر اس کو گھر ہی پر نماز پڑھنے پر مجبور کرنا گناہ کا کام ہے، کیونکہ اس میں نبی کریم ﷺ کے حکم کی مخالفت ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے مت روکو، اگر عورت مسجد میں اس لئے آتی ہے تا کہ وہ قرآن سن سکے یا وعظ ونصیحت کی باتیں سن سکے یا کسی عام اجتماع میں شرکت کر سکے یا محبت کو مضبوط کرنے کی خاطر یا بھلائی کے کاموں میں تعاون کی خاطر وہ اپنی مومن بہنوں سے مل سکے تو یہ ساری باتیں اور ارادے خیر کے تحت آتے ہیں اور یہ خیر کبھی تو مستحب ہوتا ہے اور کبھی واجب ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ایک مرد کو باجماعت نماز پڑھنے پر گھر میں یا بازار میں تنہا نماز پڑھنے کے مقابلہ میں پچیس گنا زیادہ ثواب ملتا ہے کیونکہ ایک مرد جب وضو کرتا ہے اور اچھی طرح سے وضو کرتا ہے اور پھر وہ مسجد کو صرف نماز کی غرض سے جاتا ہے، تو ہر ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے اور اس کا ایک گناہ ختم کر دیا جاتا ہے اور جب وہ نماز پڑھ چکتا ہے تو جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ پر رہتا ہے فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے اللہ تو اس پر سلامتی نازل فرما، اے اللہ تو اس کی مغفرت فرما، اے اللہ تو اس پر رحم فرما، اور وہ جب تک نماز کا انتظار کرتا ہے اس وقت تک گویا کہ وہ نماز میں ہوتا ہے''۔ ابن دقیق العید اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم یہ بات پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ جن اوصاف کا اعتبار کرنا ممکن ہے انہیں کالعدم قرار نہیں دیا جائے گا، لہذا اس حدیث میں مذکورا وصاف پر نظر ڈالی جائے، اور دیکھا جائے کہ کن کا اعتبار کیا جا سکتا ہے اور کن کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا، چونکہ عورت کے لئے بھی مسجد جانا مستحب ہے، لہذا اس حدیث میں وارد رجولت (مرد ہونے) کی صفت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اعمال پر ثواب ملنے کے سلسلہ میں رجولت کی صفت کا شرعاً اعتبار نہیں کیا جاتا۔

مسلمان خواتین صرف مسجد نبوی ہی میں نہیں آیا کرتی تھیں، بلکہ وہ مدینہ کے اطراف میں موجود محلوں کی مسجدوں میں اور مدینہ سے باہر کی مساجد میں بھی آیا کرتی تھیں، ذیل میں اس کے کچھ شواہد ذکر کئے جاتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ لوگ قباء میں فجر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے بتایا کہ آج رات نبی کریم ﷺ پر وحی آئی ہے اور آپ ﷺ کو خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا

ہے، لہذا تم لوگ بھی اپنا رخ خانہ کعبہ کی طرف کرلو، اس وقت نماز پڑھنے والوں کے چہرے شام کی طرف تھے لہذا تمام لوگوں نے اپنا رخ کعبہ کی طرف کرلیا۔ (بخاری)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ابن ابی حاتم نے ثویلہ بنت اسلمؓ کے حوالہ سے خانہ کعبہ کی طرف رخ پھیرنے کی کیفیت کو بیان کیا ہے، ثویلہؓ فرماتی ہیں کہ ”عورتیں مردوں کی جگہ آگئیں اور مرد عورتوں کی جگہ آگئے، پھر ہم نے بقیہ دو رکعتیں خانہ کعبہ کی طرف رخ کرکے ادا کیں“۔

عمرو بن سلمہؓ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا خدا کی قسم میں اس وقت تمہارے پاس نبی کریم ﷺ کے پاس سے ہوکر آرہا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ فلاں نماز فلاں وقت پڑھو اور فلاں نماز فلاں وقت پڑھو، جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے کوئی اذان دے، پھر تم میں سے وہ شخص امامت کرے جس کو زیادہ قرآن یاد ہو، لوگوں نے دیکھا تو ان کو کوئی ایسا نظر نہیں آیا جس کو مجھ سے زیادہ قرآن یاد ہو، کیونکہ میں آنے والے مسافروں سے قرآن یاد کرلیا کرتا تھا، لہذا لوگوں نے مجھے امامت کے لئے آگے بڑھایا، میں اس وقت چھ یا سات سال کا تھا، میں ایک چادر لپیٹے ہوئے تھا، جب میں سجدہ کرتا تو وہ مجھ سے گر جاتی، محلّہ کی ایک عورت نے کہا کہ آپ لوگ اپنے امام کے کولہے کو ہم لوگوں سے چھپا کیوں نہیں دیتے، لہذا لوگوں نے کپڑا خرید کر میرے لئے قمیص بنائی، میں جس قدر اپنی اس قمیص سے خوش ہوا اتنا کسی بھی چیز سے خوش نہیں ہوا۔ (بخاری)

نبی کریم ﷺ نے مسجد میں آنے کے عورتوں کے حق کو مؤکد انداز میں بیان کیا اور اس حق کو کسی بھی طرح کی زیادتی سے بچانے کی بھی کوشش کی ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہاری عورتیں رات میں مسجد جانے کی اجازت مانگیں تو تم انھیں اجازت دے دو۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی ایک بیوی فجر اور عشاء کی نماز مسجد میں جماعت سے ادا کیا کرتی تھیں، ان سے کسی نے کہا کہ آپ مسجد کیوں جاتی ہیں جبکہ آپ ﷺ کو معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ اس کو ناپسند فرماتے ہیں اور ان کو غیرت بھی آتی ہے؟ انھوں نے کہا کہ وہ خود مجھے کیوں نہیں منع کردیتے؟ اس پر اس شخص نے ان سے کہا کہ دراصل وہ آپ کو اس لئے نہیں منع کرتے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ اگر تمہاری بیویاں تم سے مسجد جانے کی اجازت مانگیں تو ان کو مسجد جانے سے نہ روکو، ایک روایت میں ہے کہ عورتوں کو مسجد میں اپنا حصہ حاصل

کرنے سے نہ روکو، یہ سن کر (ان کے بیٹے) بلال بن عبداللہؓ نے کہا کہ خدا کی قسم ہم تو اپنی عورتوں کو مسجد جانے سے روکیں گے، راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بلال بن عبداللہ کو بہت ہی زیادہ برا بھلا کہنا شروع کردیا، میں نے ان کو کسی کو اتنا زیادہ برا بھلا کہتے ہوئے کبھی نہیں سنا تھا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ میں تمہیں بتارہا ہوں کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے روکنے سے منع کیا ہے اور تم کہتے ہو کہ ہم اپنی عورتوں کو مسجد آنے سے ضرور روکیں گے۔ (مسلم)۔

ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اپنے بیٹے کو برا بھلا کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کو ادب سکھانا بہت ضروری ہے جو نبی کریم ﷺ کی سنت پر اپنی رائے کی روشنی میں اعتراض کررہا ہو اور جو اپنی خواہش کے مطابق عمل کررہا ہو۔

ایک مرتبہ ایک عورت فجر کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد جارہی تھی کہ راستہ میں کسی نے اس کو پکڑ کر زبردستی اس کے ساتھ زنا کرلیا، اس حادثہ کے پیش آنے کے بعد بھی مسجد میں آنے کے تعلق سے عورتوں کا حق برقرار رہا۔

وائل الکندی بیان کرتے ہیں کہ صبح کے وقت کے اندھیرے میں ایک مرد نے ایک عورت سے زبردستی زنا کرلیا، وہ عورت فجر کی نماز کے لئے مسجد جارہی تھی، اس عورت کے پاس سے ایک دوسرے مرد کا گذر ہوا تو اس نے اس سے مدد چاہی، اتنے میں زنا کرنے والا بھاگ کھڑا ہوا، اسی درمیان اس عورت کے پاس سے کچھ اور لوگ گذرے جن کے پاس کچھ ساز وسامان تھا، اس نے ان لوگوں سے بھی مدد مانگی، تو ان لوگوں نے اس شخص کو پکڑ لیا جس سے اس عورت نے پہلے مدد مانگی تھی اور زانی آگے نکل گیا، وہ لوگ اسے لیکر اس عورت کے پاس آئے تو اس شخص نے کہا کہ میں ہی وہ ہوں جو تمہاری مدد کے لئے دوڑا تھا، زانی تو آگے بھاگ گیا، وہ لوگ اسے لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، نبی کریم ﷺ کو بتایا گیا کہ اس نے عورت سے زبردستی زنا کیا ہے، ان لوگوں نے یہ بھی بتایا کہ انھوں نے اسے بھاگتے ہوئے پکڑا ہے، اس نے کہا کہ میں تو اس عورت کی مدد کے لئے دوڑا تھا، اسی درمیان ان لوگوں نے مجھے دیکھا اور پکڑ لیا، اس عورت نے کہا کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے اسی نے مجھ سے زنا کیا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اسے لے جاکر رجم کردو، وہاں پر موجود لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ اسے رجم نہ کرو بلکہ مجھے رجم کرو، کیونکہ میں نے زنا کیا ہے، لہذا اس طرح اس نے اپنے جرم کا اعتراف کرلیا، پھر وہ تینوں یعنی وہ جس نے زنا کیا تھا، وہ جس نے عورت کی مدد کی تھی اور عورت نبی کریم ﷺ کے پاس گئے، تو آپ ﷺ نے عورت سے فرمایا کہ اللہ نے تمہاری مغفرت کردی ہے، اور جس نے اس عورت کی مدد کی تھی اس کے حق میں بھی آپ ﷺ

نے اچھی باتیں کہیں، حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ ﷺ اس شخص کو رجم کرا دیجئے جس نے زنا کا اعتراف کیا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا نہیں، کیونکہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کو تمام مدینہ والوں پر تقسیم کر دیا جائے تو سب کی طرف سے توبہ قبول ہو جائے گی (احمد)۔

نبی کریم ﷺ کے عہد میں مسجد عبادت کی جگہ بھی تھی اور معاشرتی، ثقافتی اور سیاسی سرگرمیوں کی جگہ بھی تھی، عہد نبوی کی خواتین مندرجہ ذیل بارہ جائز اسباب کی بنیاد پر مسجد جایا کرتی تھیں، ان میں سے چند اسباب مباح تھے، چند مستحب تھے اور چند واجب تھے۔

## پہلا سبب: نماز کی ادائیگی

### فجر کی نماز:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم مومن عورتیں فجر کی نماز میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ چادر اوڑھ کر شریک ہوا کرتی تھیں، پھر ہم عورتیں نماز پڑھ کر اپنے گھروں کو واپس ہوتی تھیں لیکن ہم میں سے کوئی بھی غلس (تاریکی) کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی ایک بیوی فجر کی نماز مسجد میں جماعت سے ادا کیا کرتی تھیں.....۔(بخاری)

### مغرب کی نماز:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ "والمرسلات عرفا" کی تلاوت کر رہے تھے تو اسے سن کر (ان کی والدہ) ام الفضلؓ نے کہا کہ اے بیٹے تم نے اس سورت کی تلاوت کر کے مجھے یاد دلا دیا کہ یہ وہ آخری سورت ہے جو میں نے نبی کریم ﷺ سے سنی، آپ ﷺ مغرب کی نماز میں اس کی تلاوت کیا کرتے تھے، ایک روایت میں ہے کہ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے ہم کو نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ اللہ نے آپ کی روح قبض کر لی۔ (بخاری ومسلم)

### عشاء کی نماز:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عتمہ (عشاء) کی نماز میں دیر کی، یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کو آواز دے کر کہا کہ بچے اور عورتیں سو گئے ہیں، لہذا نبی کریم ﷺ نکل کر باہر آئے اور فرمایا

تمہارے علاوہ ساری سرزمین میں کوئی بھی اس نماز کا (اس وقت ) منتظر نہیں ہے، یہ نماز اس وقت صرف مدینہ میں پڑھی جارہی ہے،لوگ عشا کی نماز غیاشفق اور رات کے پہلے پہر کے درمیان پڑھ لیا کرتے تھے (بخاری ومسلم )۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی ایک بیوی فجر اور عشاء کی نماز مسجد میں جماعت سے ادا کیا کرتی تھیں.....۔(بخاری)

جمعہ کی نماز:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے''اور جب انھوں نے تجارت اور کھیل تماشہ ہوتے دیکھا تو اس کی طرف لپک گئے اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیا، ان سے کہو، جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ کھیل تماشے اور تجارت سے بہتر ہے، اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے''(سورۂ جمعہ:۱۱)۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک قافلہ غلوں اور کھانوں سے لدا پھندا آیا، تمام لوگ اس قافلہ کی طرف متوجہ ہو گئے، یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ صرف بارہ لوگ بچ رہے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی''اور جب انھوں نے تجارت اور کھیل تماشہ ہوتے دیکھا تو اس کی طرف لپک گئے اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیا''۔(بخاری ومسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ تفسیر طبری اور تفسیر ابن ابی حاتم میں صحیح سند کے ساتھ ابوقتادہ کے حوالہ سے منقول ہے کہ وہاں پر بچ جانے والے لوگوں سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ کتنے ہو؟ لوگوں نے شمار کیا تو وہ مرد اور عورتوں کو ملا کر بارہ لوگ تھے۔

حضرت عمرۃ بنت عبدالرحمٰنؒ کہتی ہیں کہ ان کی بہن نے کہا کہ میں نے ''ق والقرآن المجید'' جمعہ کے دن نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے یاد کیا، آپ ﷺ یہ سورت ہر جمعہ کو منبر پر پڑھا کرتے تھے۔(مسلم)

ام ہشام بنت حارثہ بن نعمانؓ فرماتی ہیں کہ دو سال یا ایک سال یا ایک سال کے کچھ دنوں تک میرا اور نبی کریم ﷺ کا تنور ایک ہی رہا، میں نے ''ق والقرآن المجید'' نبی کریم ﷺ کی زبان سے یاد کیا، آپ ﷺ یہ سورت ہر جمعہ کو خطبہ دیتے وقت منبر پر پڑھا کرتے تھے۔(مسلم)

طبقات الکبریٰ کی ایک روایت حضرت خولہ بنت قیس الجہنیہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں عورتوں کی صفوں میں بالکل پیچھے بیٹھ کر جمعہ کے دن نبی کریم ﷺ کا خطبہ سنا کرتی تھی، اور مسجد کے بالکل پیچھے ہی کے حصہ میں بیٹھ کر میں منبر پر نبی کریم ﷺ کی ''ق والقرآن المجید'' کی تلاوت سنا کرتی تھی۔

نفل نماز:

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ دوستونوں کے درمیان رسی بندھی ہوئی ہے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ رسی کیسی ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ حضرت زینبؓ نے یہ رسی باندھ رکھی ہے، جب وہ نماز پڑھتے پڑھتے تھک جاتی ہیں تو اس پر ٹیک لگا لیتی ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس رسی کو کھول دو، تمہیں اس وقت تک نماز پڑھنی چاہیے جب تک تمہارے اندر نشاط اور چستی باقی رہے، جب تم تھک جاؤ تو تمہیں بیٹھ جانا چاہیے....(بخاری ومسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں عورتوں کا نفل نماز پڑھنا جائز ہے، حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ سعید بن منصور نے عروہ کے حوالہ سے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے رمضان میں تراویح کی نماز کے لئے لوگوں کو حضرت ابی بن کعبؓ کے پیچھے جمع کیا، وہ مردوں کو تراویح کی نماز پڑھایا کرتے تھے، اور تمیم الداریؓ عورتوں کو تراویح کی نماز پڑھایا کرتے تھے۔

امام نوویؒ نے ''المجموع'' میں لکھا ہے کہ عرفجہ الثقفی کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ لوگوں کو رمضان میں تراویح پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے، آپ مردوں کے لئے ایک امام مقرر کرتے تھے اور اسی طرح عورتوں کے لئے ایک امام مقرر کرتے تھے، میں عورتوں کا امام تھا۔(بیہقی)

ابوداؤد میں حضرت ابوذرؓ کے حوالہ سے ایک روایت منقول ہے، اس میں یہ مذکور ہے کہ ''جب رمضان کی تین راتیں بچ رہیں تو انھوں نے اپنی بیوی، بچوں اور دیگر لوگوں کو جمع کیا، پھر وہ ہم سب کو لے کر تراویح کی نماز کے لئے کھڑے ہوگئے، یہاں تک کہ ہمیں خدشہ ہونے لگا کہ کہیں ہم سے ''فلاح'' چھوٹ نہ جائے''، نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ ''جب رمضان کی تین راتیں بچ رہیں تو انھوں نے اپنی بیٹیوں اور بیویوں کو بلا بھیجا اور دیگر تمام لوگوں کو جمع کیا، پھر ہمیں لے کر تراویح کی نماز کے لئے کھڑے ہوگئے یہاں تک کہ ہمیں خدشہ ہونے لگا کہ کہیں ہم سے ''فلاح'' چھوٹ نہ جائے، میں نے پوچھا کہ یہ ''فلاح'' کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ فلاح سے مراد سحری ہے۔

امام مالکؒ نے ''موطا'' میں یہ نقل کیا ہے کہ اسماعیل بن حکیم کو معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک رات کسی عورت کے نماز پڑھنے کی آواز سنی، آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ آپ ﷺ سے بتایا گیا کہ یہ خولاء بنت ثویب ہیں، یہ رات بھر نہیں سوتیں، آپ ﷺ نے اس بات کو ناپسند کیا، حتی کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے

چہرہ پر ناپسندیدگی کے آثار محسوس کئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں اکتاتا ہے جب تک کہ تم لوگ نہ اکتا جاؤ، لہذا اپنے آپ کو اتنے ہی عمل کا مکلّف بناؤ جتنی تمہارے اندر طاقت اور سکت ہے۔

**نذر کی نماز:**

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت بیمار ہوگئی تو اس نے یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے شفا دے دیتا ہے تو میں اپنے گھر سے نکلوں گی اور بیت المقدس میں جا کر نماز پڑھوں گی، اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو شفا دی، لہذا اس نے بیت المقدس جانے کے ارادہ سے تیاری کی، اس وقت اس کے پاس نبی کریم ﷺ کی اہلیہ حضرت میمونہؓ آگئیں، انھوں نے اس کو سلام کیا، تو اس نے ان کو اس سلسلہ میں بتایا، حضرت میمونہؓ نے اس سے کہا کہ بیٹھو اور جو پکایا اور بنایا ہے اسے کھالو، اور مسجد نبوی میں نماز پڑھ لو، کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنا خانہ کعبہ کو چھوڑ کر دوسری کسی بھی مسجد میں ایک ہزار نمازیں پڑھنے سے بھی افضل ہے۔(مسلم)

**نماز جنازہ:**

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضرت سعد بن ابووقاصؓ کا انتقال ہوا تو ازواج مطہرات نے لوگوں کو یہ کہلا بھیجا کہ وہ ان کے جنازہ کو مسجد سے لے کر گذریں تا کہ وہ لوگ ان کی نماز جنازہ پڑھ سکیں، لہذا لوگوں نے ایسا ہی کیا اور ان کے جنازہ کو ازواج مطہرات کے حجروں کے سامنے روکا گیا، ازواج مطہرات نے ان کی نماز جنازہ پڑھی، پھر جنازہ کو باب الجنائز سے جو مقاعد کی طرف تھا باہر لے جایا گیا، ازواج مطہرات کو معلوم ہوا کہ لوگوں نے ان کے اس عمل پر نقطہ چینی کی ہے، اور یہ کہا ہے کہ جنازہ کو مسجد میں لے جانا درست نہیں ہے، حضرت عائشہؓ تک بھی یہ خبر پہنچی تو انھوں نے کہا کہ لوگوں کو جس چیز کا علم نہیں ہوتا اس میں کتنی جلد نقطہ چینی کرنے لگتے ہیں، لوگ ہم پر یہ نقطہ چینی کرتے ہیں کہ ہماری وجہ سے ایک جنازہ کو مسجد میں لایا گیا، حالانکہ نبی کریم ﷺ نے سہیل بن بیضاءؓ کی نماز جنازہ مسجد کے اندر ہی پڑھی تھی۔(مسلم)

امام نوویؒ نبی کریم ﷺ کی نماز جنازہ سے متعلق حدیث کی تشریح کے موقع پر لکھتے ہیں....صحیح بات وہ ہے جو جمہور کا قول ہے کہ تمام لوگوں نے نبی کریم ﷺ کی نماز جنازہ انفرادی طور پر پڑھی، کچھ لوگ آتے، تنہا تنہا نماز پڑھے اور پھر چلے جاتے، پھر اسی طرح دوسرے کچھ لوگ آتے وہ بھی اسی طرح تنہا تنہا نماز پڑھتے، پھر مردوں کے بعد عورتیں گئیں اور عورتوں کے بعد بچے گئے۔

امام مالک بن انسؒ کی ''المدونۃ الکبریٰ'' میں تحریر ہے: ''میں نے پوچھا کیا امام مالکؒ کے قول کے مطابق عورتیں نماز جنازہ پڑھ سکتی ہیں؟ تو انھوں نے کہا ہاں''، امام سرخسیؒ کی ''المبسوط'' میں تحریر ہے کہ نماز جنازہ میں عورتیں اپنی صفیں مردوں کی صفوں کے پیچھے بنائیں گی، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ عورتوں کی سب سے اچھی صف پیچھے کی صف ہے۔

سورج گہن کی نماز:

حضرت عائشہؓ بنت ابوبکر فرماتی ہیں ....پھر ایک صبح نبی کریم ﷺ سوری پر سوار ہو کر نکلے، اس وقت سورج گہن ہو گیا، لہذا آپ ﷺ چاشت کے وقت لوٹ آئے، اور اپنی بیویوں کے حجرے کے درمیان سے گذرے، (مسلم کی ایک روایت میں ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں پھر میں بھی نکلی اور عورتوں کے ساتھ حجروں کے پیچھے سے مسجد میں آئی)، پھر نبی کریم ﷺ نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہو گئے، اور لوگ بھی آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو گئے، پھر آپ ﷺ نے ایک طویل قیام کیا (بخاری و مسلم)۔

دوسرا سبب: اعتکاف:

حضرت عائشہ بنت ابوبکرؓ فرماتی ہیں کہ میں (اعتکاف کے دوران) گھر میں کسی ضرورت سے جاتی، اور وہاں کوئی مریض ہوتا تو میں اس سے گذرتے ہوئے خیرت پوچھ لیتی.....جب نبی کریم ﷺ اعتکاف میں ہوتے تو آپ ﷺ بغیر ضرورت کے گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ (مسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے ذکر کیا کہ وہ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف میں بیٹھیں گے، (میں نبی کریم ﷺ کے لئے خیمہ لگا دیا کرتی تھی پھر آپ ﷺ فجر کی نماز پڑھتے اور اس میں داخل ہو جاتے) حضرت عائشہؓ نے نبی کریم ﷺ سے اعتکاف میں بیٹھنے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے انھیں اجازت دے دی، حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ وہ ان کے لئے بھی نبی کریم ﷺ سے اجازت حاصل کر لیں، لہذا نبی کریم ﷺ نے ان کو بھی اعتکاف میں بیٹھنے کی اجازت دے دی، جب حضرت زینب بنت جحشؓ نے یہ دیکھا تو انھوں نے اپنے لئے بھی خیمہ لگوا لیا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نماز سے فارغ ہوتے تو اپنے خیمہ کی طرف آتے، آپ ﷺ نے وہاں پر کئی خیمے دیکھے تو پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت عائشہؓ، حفصہؓ اور زینبؓ کے خیمے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا ان لوگوں کا مقصد نیکی ہی ہے؟ اب

میں اعتکاف میں نہیں بیٹھوں گا، لہذا آپ ﷺ لوٹ آئے، پھر آپ ﷺ نے رمضان کے بعد شوال میں اس کے عوض دس دن کا اعتکاف کیا۔ (بخاری ومسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ عمرو بن الحارث کی روایت میں مذکور ہے کہ جب حضرت زینبؓ نے حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے خیمے دیکھے تو انھوں نے اپنا بھی خیمہ لگالیا، وہ بہت غیر تمند خاتون تھیں، لیکن مجھے کسی بھی سند سے یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ حضرت زینبؓ نے خیمہ لگانے کے لئے نبی کریم ﷺ سے اجازت حاصل کی تھی، شاید اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ان ازواج مطہرات کے اس عمل پر نکیر کرتے ہوئے فرمایا: ''کیا ان لوگوں کا مقصد نیکی ہی ہے''؟ نبی کریم ﷺ کو یہ خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں یہ لوگ فخر ومباحات کی وجہ سے یا آپ ﷺ کا قرب حاصل کرنے میں مقابلہ کرنے کے لئے تو نہیں بیٹھ رہی ہیں، اس طرح تو اعتکاف میں اعتکاف کا مقصد فوت ہوجائے گا...... اعتکاف میں نبی کریم ﷺ کے نہ بیٹھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جب حضرت عائشہؓ وحفصہؓ نے اعتکاف کی اجازت مانگی اور مسجد میں اپنا خیمہ لگایا تو اس وقت مسجد تنگ نہیں ہوئی تھی لیکن جب ان دونوں کے بعد دیگر ازواج بھی اعتکاف کے لئے خیمہ لگانے لگیں تو اس کی وجہ سے نمازیوں کے لئے مسجد تنگ ہونے لگی، اس لئے آپ ﷺ اس سال اعتکاف سے اٹھ گئے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اگر تمام ازواج اعتکاف میں ایک ساتھ نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیٹھ جاتیں تو مسجد بھی گھر کی طرح ہوجاتی، آپ ﷺ تنہائی میں عبادت نہ کر پاتے اور اس طرح اعتکاف کا اصل مقصد فوت ہوجاتا، اس لئے آپ ﷺ اس سال اعتکاف سے اٹھ گئے۔

حضرت عائشہ بنت ابوبکرؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے اخیر دس دنوں میں اعتکاف کیا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ وفات پاگئے، آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی بیویاں اعتکاف کیا کرتی تھیں۔ (بخاری ومسلم)

## تیسرا سبب: علمی باتیں سننا:

حضرت عبداللہؓ کی بیوی حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ میں مسجد میں تھی، میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا وہ کہہ رہے تھے کہ اے عورتوں صدقہ کرو اگر چہ تمہیں اپنا زیور ہی کیوں نہ صدقہ کرنا پڑے....(بخاری ومسلم)۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں سورج گہن ہوا، نبی کریم ﷺ مسجد گئے، لوگوں نے آپ ﷺ کے پیچھے صف بندی کی، پھر آپ ﷺ نے تکبیر کہی اور طویل قرأت کی..... پھر نماز سے فارغ ہونے سے قبل سورج گہن ختم ہوگیا، پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اللہ کی حمد وثنا کی، اور کہا سورج اور چاند اللہ

کی نشانیوں میں سے دونشانیاں ہیں، ان کوکسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے گہن نہیں لگتا، جب تم ان کو گہن لگتا ہوا دیکھو تو فوراً نماز کے لئے کھڑے ہوجاؤ، نبی کریم ﷺ کے عہد میں جس دن آپ ﷺ کے صاحبزادہ ابراہیمؓ کی وفات ہوئی تھی اسی دن سورج گہن ہوا تھا، لوگوں نے کہا کہ ابراہیمؓ کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن لگ گیا ہے، ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ کی حمد وثنا کی پھر کہا کہ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دونشانیاں ہیں، ان کوکسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے گہن نہیں لگتا، جب تم ان کو گہن لگتا ہوا دیکھوتو اللہ کو یاد کرو، اس کی کبریائی بیان کرو، نماز پڑھواور صدقہ کرو، پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے محمد ﷺ کی امت خدا کی قسم کسی کو اللہ سے زیادہ اس بات پر غیرت نہیں آتی کہ اس کا کوئی بندہ یا بندی زنا کا ارتکاب کرلے، اے محمد ﷺ کی امت خدا کی قسم اگر تم کووہ معلوم ہوجائے جو مجھ کو معلوم ہے تو تم بہت کم ہنسو گے اور بہت زیادہ روؤ گے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ فرماتی ہیں...... جب نبی کریم ﷺ سورج گہن کی نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے اللہ کی حمد وثنا کی پھر کہا کہ میں نے جو بھی چیزیں نہیں دیکھی تھیں وہ مجھے آج کے قیام کے دوران دکھادی گئیں، یہاں تک کہ جنت اور جہنم بھی دکھا دیئے گئے، مجھے یہ وحی کی گئی کہ تم لوگ قبر میں دجال کے فتنہ کی طرح آزمائش میں ڈالے جاؤ گے، تم میں سے کسی ایک کے پاس فرشتہ جائے گا اور پوچھے گا کہ تم اس شخص کے بارے میں کیا جانتے ہو، جہاں تک مومن کا تعلق ہے تو وہ کہے گا یہ اللہ کے رسول محمد ﷺ ہیں، یہ ہمارے پاس واضح نشانیاں اور ہدایت لے کر آئے تھے، فرشتہ اس سے کہے گا آرام سے سوجاؤ، ہمیں معلوم تھا کہ تم پختہ ایمان والے ہو، لیکن جہاں تک منافق کا تعلق ہے تو وہ کہے گا کہ میں اس شخص کے بارے میں کچھ نہیں جانتا، میں نے لوگوں کو ان کے بارے میں کچھ کہتے ہوئے سنا تھا تو میں نے بھی وہی بات کہہ دی، ایک روایت میں ہے کہ پھر نبی کریم ﷺ نے قبر کے فتنہ کا ذکر کیا جس کے ذریعہ انسان آزمایا جائے گا، جب نبی کریم ﷺ نے اس کا ذکر کیا، تو مسلمان شوروغوغہ اور چیخ وپکار کرنے لگے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ فرماتی ہیں .....پھر میں مسجد کو گئی اور میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی.....، جب نبی کریم ﷺ اپنی نماز مکمل کر چکے تو آپ ﷺ منبر پر ہنستے ہوئے بیٹھے، ایک روایت میں ہے کہ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! مجھے تمیم الداری نے بتایا کہ ان کی قوم کے کچھ لوگ سمندر میں اپنی کشتی پر سوار تھے کہ اچانک وہ ٹوٹ گئی، ان میں سے کچھ لوگ کشتی کے تختہ پر سوار ہوگئے اور وہ اس پر بیٹھے ہوئے ایک سمندری جزیرہ پر جانکلے......۔ (مسلم)

حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰنؓ فرماتی ہیں کہ ان کی بہن نے کہا میں نے ''ق والقرآن المجید'' نبی کریم ﷺ کی زبان سے یاد کی، آپ ﷺ ہر جمعہ کو منبر پر اس کی تلاوت کیا کرتے تھے (مسلم)۔

### چوتھا سبب: مسجد میں معتکف کی زیارت کرنا:

حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں کہ رمضان کے آخری دس دنوں میں نبی کریم ﷺ مسجد میں اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے، وہ اسی دوران آپ ﷺ سے ملنے آئیں، انھوں نے آپ ﷺ کے پاس بیٹھ کر تھوڑی دیر گفتگو کی، پھر وہ اٹھ کر جانے لگیں تو نبی کریم ﷺ بھی ان کے پیچھے ہو لئے، جب وہ مسجد کے اس دروازہ کے پاس پہنچیں جو ام سلمہؓ کے حجرہ کے دروازہ کے پاس تھا تو وہاں پر سے دو انصاری صحابی کا گذر ہوا، ان لوگوں نے نبی کریم ﷺ کو سلام کیا، آپ ﷺ نے ان دونوں سے کہا کہ ذرا ٹھہر کر، دیکھو یہ صفیہ بنت حییؓ ہیں، ان دونوں صحابیوں نے گراں خاطر محسوس کیا اور کہا سبحان اللہ یا اللہ کے رسول، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ شیطان انسان کے رگ وپے میں سرایت کئے ہوئے ہے، مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ تم دونوں کے دلوں میں کوئی غلط خیال نہ ڈال دے۔ (بخاری ومسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ معتکف کا تنہائی میں اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھنا جائز ہے، اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت معتکف کی زیارت کر سکتی ہے۔

### پانچواں سبب: مومن خواتین کے ساتھ کچھ وقت گذارنا:

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عاشوراء کی صبح انصار کے گاؤں میں کہلا بھیجا کہ جس نے اس حالت میں صبح کی کہ وہ روزہ سے نہیں ہے تو وہ بقیہ دن اسی طرح پورا کرے، اور جس نے اس حالت میں صبح کی کہ وہ روزہ سے ہے تو وہ روزہ مکمل کرے، حضرت ربیع فرماتی ہیں کہ بعد میں ہم لوگ عاشوراء کے دن روزہ رکھا کرتے تھے اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے اور ان کے لئے اون کا کھلونا بنا دیا کرتے تھے، مسلم کی ایک روایت میں ہے اور ہم مسجد چلے جاتے.... جب بچے ہم سے کھانا مانگتے تو ہم ان کو کھلونا دے دیتے، جس میں وہ مگن ہو جاتے یہاں تک کہ ان بچوں کا روزہ پورا ہو جاتا۔ (بخاری ومسلم)

### چھٹا سبب: جلسۂ عام کی دعوت پر لبیک کہنا:

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ فرماتی ہیں.....جب میری عدت کے دن ختم ہو گئے تو میں نے نبی کریم ﷺ

کے منادی کو آواز لگاتے ہوئے سنا، وہ آواز لگا رہا تھا کہ لوگو! مسجد میں جمع ہو جاؤ....، ایک روایت میں ہے کہ لوگوں میں آواز لگادی گئی کہ مسجد میں جمع ہو جائیں تو لوگوں کے ساتھ میں بھی گئی، میں عورتوں کی سب سے اگلی صف میں تھی، جو مردوں کی سب سے پچھلی صف کے بعد تھی۔ (مسلم)

امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں.....اہل مدینہ کا نبی کریم ﷺ کے تقریر کو نقل کرنا اس بات کا مرادف ہے کہ انہوں نے عورتوں ے گھر سے باہر نکلے، راستوں پر چلنے، مسجدوں کو جانے اور خطبہ سننے کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کی توثیق کو نقل کر دیا ہے، مجمع الزوائد میں ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ کسی نے نبی کریم ﷺ کو آ کر بتایا کہ انصاری خواتین اور مرد مسجد میں رو رہے ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا کہ وہ لوگ کیوں رو رہے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ ان لوگوں کو یہ اندیشہ ہے کہ کہیں آپ ﷺ کو موت نہ لاحق ہو جائے، حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نکلے اور منبر پر بیٹھ گئے، اس وقت آپ ﷺ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے جس کے کنارے آپ ﷺ کے شانوں پر پڑے ہوئے تھے، اور آپ ﷺ ایک پٹی سے اپنا سر باندھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے اللہ کی حمد وثنا کی، پھر کہا اما بعد! لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور انصار کی تعداد بہت کم ہے، انصار کی حیثیت کھانے میں نمک کی طرح ہے، لہذا جو شخص بھی ان کا حاکم بنایا جائے وہ ان کی اچھائیوں کو قبول کرے اور برائیوں سے صرف نظر کرے۔

### ساتواں سبب: تقریبات میں شرکت:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دن نبی کریم ﷺ کو اپنے کمرہ کے دروازہ کے پاس دیکھا، اس وقت حبشی لوگ مسجد میں کھیل رہے تھے، نبی کریم ﷺ اپنی چادر سے میرے لئے آڑ کئے ہوئے تھے اور میں ان کا کھیل دیکھ رہی تھی۔ (بخاری ومسلم)

فتح الباری میں تحریر ہے.....مہلب ان لوگوں کی تردید کرتے ہوئے جو مسجد میں کھیلنے کو ناجائز بتاتے ہیں کہتے ہیں کہ مسجد مسلمانوں کے امن کی جگہ ہے، لہذا جس عمل میں بھی دین اور اہل دین کی منفعت ہو اسے مسجد میں کرنا جائز ہے۔

### آٹھواں سبب: عورت کا خود کو نیک مرد کے حوالہ کرنا:

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر کہا اے اللہ کے رسول

میں خود کو آپ کے حوالے کرنے کے لئے آئی ہوں، نبی کریم ﷺ نے اس کو دیکھا، تھوڑی دیر تک آپ ﷺ اس کو دیکھتے رہے پھر اپنا سر جھکا لیا، جب اس عورت نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا تو وہ وہیں بیٹھ گئی۔ (بخاری و مسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اسماعیلی نے سفیان ثوری سے ایک روایت بیان کی ہے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی، اس وقت آپ ﷺ مسجد میں تھے..... پھر انھوں نے اس جگہ کی تعیین کی جہاں وہ قصہ پیش آیا تھا۔

## نواں سبب: قضاء وفتویٰ کی مجلس میں شرکت:

حضرت سہل بن سعدؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا، اے اللہ کے رسول آپ کا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے مرد کو پائے، کیا وہ اس مرد کو قتل کر سکتا ہے؟ پھر (مرد وعورت) دونوں نے مسجد میں لعان کیا، میں اس وقت وہیں پر موجود تھا۔ (بخاری و مسلم)

## دسواں سبب: زخمیوں کی تیمارداری:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ خندق کے دن حضرت سعدؓ کے بازو کی رگ میں زخم آ گیا، نبی کریم ﷺ نے مسجد میں ان کے لئے خیمہ لگوا دیا تاکہ آپ ﷺ ان کی قریب سے عیادت کر سکیں، بنو غفار، جو اس وقت مسجد نبوی ہی میں خیمہ زن تھے، بہتا ہوا خون دیکھ کر گھبرا اٹھے، انھوں نے کہا کہ اے خیمہ والو یہ تمہاری طرف سے ہمارے پاس کیا آ رہا ہے؟ ان لوگوں نے دیکھا کہ حضرت سعدؓ کے زخم سے تیزی سے خون بہہ رہا ہے، لہذا اسی زخم کی وجہ سے حضرت سعدؓ کا انتقال ہو گیا۔ (بخاری)

حافظ ابن حجرؒ "خيمة من بنى غفار" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ ابن اسحاق یہ ذکر کرتے ہیں کہ وہ خیمہ رفیدہ اسلمیہ کا تھا، یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے شوہر کا تعلق قبیلہ بنو غفار سے ہو.... ابن اسحاق کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت سعدؓ کو مسجد نبوی کے قریب موجود رفیدہ کے خیمہ میں رکھا تھا، رفیدہ زخمیوں کا علاج کیا کرتی تھیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سعدؓ کو رفیدہ کے خیمہ میں رکھو تاکہ میں قریب سے ان کی عیادت کر سکوں۔

## گیارہواں سبب: مسجد کی خدمت:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک سیاہ مرد مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتا تھا یا ایک سیاہ عورت مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ (بخاری کی روایت میں ہے کہ میرا خیال ہے کہ وہ عورت ہی تھی) اس کا انتقال ہوگیا، نبی کریم ﷺ نے لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ اس کی وفات ہوگئی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے مجھے اس کے موت کی خبر کیوں نہیں دی؟ مجھے اس کی قبر بتاؤ، پھر آپ ﷺ اس کی قبر کے پاس آئے اور اس کے لئے دعائیں کیں۔ (بخاری ومسلم)

امام بخاریؒ نے یہ حدیث ذکر کی ہے اور ترجمۃ الباب کے بعد حضرت ابن عباسؓ کے اس قول کو نقل کیا ہے: '' میں آپ کے لئے نذر مانتی ہوں کہ میرے پیٹ میں جو کچھ ہے وہ مسجد کے لئے آزاد ہوگا، وہ مسجد کی خدمت کرے گا''، حضرت ابن عباسؓ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف اشارہ کررہے ہیں "إذ قالت امرأة عمران رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررا فتقبل منی"۔ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ امام خزیمہؒ نے علاء بن عبدالرحمٰن کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ان کے والد کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ وہ سیاہ عورت ہی تھی، ان کو اس میں کچھ بھی شک نہیں تھا، امام بیہقیؒ نے صحیح سند کے ساتھ ابن بریدہ کی حدیث نقل کی ہے کہ ان کے والد نے اس عورت کا نام '' ام محجن'' بتایا، حافظ ابن حجرؒ ''محررا'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سے مراد '' آزاد'' ہے، لہذا ظاہری طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کی شریعت میں اپنی اولاد کے تعلق سے نذر ماننا درست تھا، امام بخاری نے یہاں پر اس آیت کا ذکر شاید یہ بتانے کے لئے کیا ہے کہ سابقہ امتوں میں مسجد کی خدمت کے ذریعہ اس کی تعظیم کرنا جائز تھا، یہاں تک کہ بعض لوگوں نے یہ نذر مان لی کہ ان کی اولاد مسجد کی خدمت کرے گی، اس آیت کی حدیث الباب سے مناسبت اس ناحیہ سے ہے کہ اس عورت کا خود کا مسجد کی خدمت کے لئے وقف کرنا درست تھا، کیونکہ اس کے اس عمل پر نبی کریم ﷺ کی تقریر پائی جاتی ہے۔

## بارہواں سبب: مسجد میں سونا:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عرب کے ایک قبیلہ میں ایک کالی باندی تھی، ان لوگوں نے اسے آزاد کردیا، وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور ایمان لے آئی، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مسجد نبوی میں اس کا ایک خیمہ تھا یا انھوں نے کہا کہ مسجد نبوی میں اس کا ایک چھوٹا سا کمرہ تھا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ وہ میرے پاس آیا کرتی تھی اور مجھ سے باتیں کیا کرتی تھی۔ (بخاری)

### مسجد میں عورتوں کے آنے کے آداب:

### (۱) عورتوں کا خوشبو لگانے سے اجتناب کرنا:

حضرت بسر بن سعیدؓ کہتے ہیں کہ زینب الثقفیہؓ کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم عورتوں میں سے کوئی عشاء کی نماز کو آئے تو وہ اس رات کو خوشبو نہ لگائے۔ (مسلم)

حضرت عبداللہؓ کی بیوی حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم عورتوں میں سے کوئی مسجد آئے تو وہ خوشبو کا استعمال نہ کرے۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس عورت نے بھی خوشبو (بخور) لگائی ہو وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں شریک نہ ہو۔ (مسلم)

ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ تمام وہ چیزیں جو خوشبو کے ضمن میں آتی ہیں انھیں لگا کر عورتوں کا مسجد میں آنا ممنوع ہے، خوشبو لگانے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس سے مردوں کی مردانگی اور ان کی شہوت بھڑکتی ہے اور بسا اوقات خود عورت کی شہوت بھی بھڑک اٹھتی ہے، لہذا تمام وہ خوشبوئیں جن سے شہوت بھڑکتی ہو ان کو لگا کر مسجد آنا ممنوع ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے جس عورت نے بھی بخور (خوشبو) استعمال کی ہو وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں شریک نہ ہو، اسی طرح اگر اچھے کپڑوں اور زیورات کے استعمال کی وجہ سے بھی شہوت بھڑکتی ہو تو ایسے کپڑوں اور زیورات کو پہن کر عورتوں کا مسجد میں آنا بھی ممنوع ہے۔

### (۲) عورتوں کی صفوں کا مردوں کی صفوں کے پیچھے ہونا اور دونوں کے درمیان کسی بھی حجاب کا نہ ہونا:

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ فرماتی ہیں کہ لوگوں میں مسجد میں جمع ہونے کی آواز لگا دی گئی، وہ کہتی ہیں کہ میں بھی لوگوں کے ساتھ چل پڑی، وہ کہتی ہیں کہ میں عورتوں کی سب سے اگلی صف میں تھی جو مردوں کی سب سے پچھلی صف کے بعد تھی......(مسلم)

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے عہد میں سورج گہن ہوا نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو چھ رکعتیں چار سجدوں کے ساتھ پڑھائیں....، پھر آپ پیچھے ہٹے اور سب صحابہ آپ ﷺ کے ساتھ پیچھے ہٹیں، یہاں تک کہ ہم عورتوں کے قریب پہنچ گئے (مسلم)۔

نبی کریم ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ ﷺ مسجد میں باجماعت نماز کے وقت مردوں کی صفوں کے

پیچھے عورتوں کی صفیں بغیر کسی حجاب کے لگواتے تھے، ایسا آپ ﷺ اس لئے کرتے تھے تاکہ حد سے بڑھی ہوئی وہ حساسیت ختم ہوجائے جو مردوں اور عورتوں کے ایک جگہ جمع ہونے پر ہوتی ہے، لہذا صرف اتنی بات کافی ہے کہ مردوں اور عورتوں کی صفیں جدا جدا ہوں، ایسا کرنے کی دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ عورتیں رکوع اور سجدہ میں صحیح سے امام کی اقتداء کرسکیں، کیونکہ صرف تکبیر سن کر امام کی صحیح سے اقتداء نہیں کی جاسکتی، کیونکہ ممکن ہے کہ امام تکبیر کہے اور وہ دوسری رکعت کے قعدہ میں بیٹھنے کے بجائے سہواً کھڑا ہوجائے، اور جو لوگ صرف اس کی تکبیر سن رہے ہیں اور اسے دیکھ نہیں رہے ہیں وہ یہ سمجھیں کہ یہ تکبیر قعدہ اولی کے لئے کہی گئی ہے لہذا وہ قعدہ کریں، ایسا بھی ممکن ہے کہ امام تکبیر کہے اور سجدۂ تلاوت کرے جبکہ صرف تکبیر سننے والا یہ سمجھے کہ امام نے رکوع کے لئے تکبیر کہی ہے لہذا وہ رکوع میں چلا جائے، حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ کچھ صحابہ کرام ان سے بہت پیچھے ہیں تو آپ ﷺ نے ان سے کہا کہ آگے آجاؤ، اور میری اقتداء کرو اور تمہارے بعد والوں کو چاہیے کہ وہ تمہاری اقتداء کریں.....اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ضروری ہے کہ ہر صف اپنے سے اگلی والی صف کو دیکھے اور اس کی اقتداء کرے حتی کہ عورتوں کی پہلی صف مردوں کی آخری صف کی اقتداء کرے، امام ابواسحٰق شیرازی کا کہنا ہے کہ اگر تمام صفیں یا پہلی صف امام سے بہت دور ہوجائے اور اگر امام اور پہلی صف کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو، نماز مسجد میں ہورہی ہو اور نمازی کو امام کی نماز نظر آرہی ہو تو میرے خیال میں نماز صحیح ہوجائے گی کیونکہ مسجد کی ہر جگہ جماعت کی جگہ ہے۔

امام سرخسیؒ ''المبسوط'' میں فرماتے ہیں کہ اگر امام اور مقتدی کے درمیان کوئی ایسی دیوار حائل ہوجائے جس میں کوئی شگاف نہ ہو تو ایسی صورتحال میں مقتدی صحیح طور پر امام کی اقتداء نہیں کرپاتا۔

المدونۃ الکبری میں تحریر ہے کہ ابن قاسم کہتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ سے پوچھا کہ کچھ لوگ مسجد آئے، انھوں نے دیکھا کہ مسجد کی صحن عورتوں سے بھر گئی ہے اور مسجد کا اندرونی حصہ مردوں سے بھرا ہوا ہے لہذا ان مردوں نے عورتوں کے پیچھے اسی امام کی اقتداء میں نماز پڑھ لی تو کیا ان کی نماز ہوجائے گی؟ امام مالکؒ نے فرمایا کہ ان لوگوں کی نماز صحیح ہوجائے گی، ان لوگوں کو نماز دہرانے کی ضرورت نہیں۔

## (۳) عورتوں کے لئے سب سے اچھی صفیں پیچھے کی صفیں ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مردوں کے لئے سب سے اچھی صف اگلی صف ہے اور سب سے بری صف پچھلی صف ہے، جبکہ عورتوں کے لئے سب سے اچھی صف پچھلی صف ہے اور سب

سے بری صف اگلی صف ہے۔ (مسلم) مردوں کو پہلی صف کی ترغیب کا فائدہ یہ ہے کہ وہ مسجد میں جلدی آتے ہیں، امام سے قریب ہوتے ہیں اور امام کی مکمل طور پر اقتداء کرتے ہیں، اور یہ ساری ہی چیزیں مردوں کے حق میں بہت ہی اچھی ہیں، البتہ عورتوں کا جلدی مسجد جانا ان کے حق میں بہتر نہیں ہے کیونکہ ان کو اپنے گھر اور بچوں کی نگہداشت کرنی ہوتی ہے، عورتوں کی پچھلی صف کو اس لئے بھی بہتر قرار دیا گیا ہے کیونکہ مردوں کی صف سے قریب ہونے میں اس بات کا اندیشہ ہے کہ ان کے دلوں میں یا مردوں کے دلوں میں کوئی غیر مناسب بات آنے لگے، اور یہ پسندیدہ بات نہیں ہے، اس کا یہ بھی فائدہ ہے کہ عورتیں جلد مسجد جانے کی کوشش نہیں کرتی ہیں جبکہ مرد حضرات پہلی صف کی خاطر مسجد جلد پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس طرح مسجد میں داخل ہوتے وقت عورتوں اور مردوں کے ازدحام سے حفاظت ہوجاتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ عورت کے دیر سے مسجد جانے میں یہ بھی فائدہ ہے کہ عورت جو کام کر رہی ہوتی ہے اس کی آسانی سے تکمیل کرلیتی ہے، اگر اس کے ساتھ ساتھ اس جانب بھی نظر ڈالی جائے کہ سلام پھیرنے کے فوراً بعد مردوں سے پہلے ہی عورتوں کو مسجد سے نکل جانے کا حکم ہے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ شریعت عورتوں کے ساتھ کس قدر نرمی کا معاملہ کرتی ہے اور ان کی گھریلو ذمہ داریوں کا کس قدر خیال رکھتی ہے بایں طور کہ وہ مسجد میں سب سے آخر میں آتی ہیں اور مسجد سے سب سے پہلے چلی جاتی ہیں۔

(۴) عورتوں کا سجدہ سے دیر سے سر اٹھانا کیونکہ ان کے اور مردوں کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا:

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے، میں سمجھتا ہوں کہ وہ لوگ بچپن ہی سے اپنے تہبند اپنی گردنوں میں باندھا کرتے تھے، ایک روایت میں ہے کہ وہ لوگ اپنے تہبند بچوں کی طرح اپنی گردنوں میں باندھا کرتے تھے، لہذا عورتوں سے کہا گیا کہ تم لوگ اس وقت تک (سجدہ سے) اپنا سر نہ اٹھاؤ جب تک کہ مرد صحیح سے بیٹھ نہ جائیں۔ (بخاری و مسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ عورتوں کو سجدہ سے جلدی سر اٹھانے سے اس لئے منع کیا گیا تا کہ سر اٹھاتے ہوئے ان کی نظر مردوں کے قابل ستر حصوں پر نہ پڑ سکے۔

اگر آج کے دور میں بھی عہد نبوی کی طرح عورتیں مردوں کے پیچھے بغیر کسی حجاب کے نماز پڑھ رہی ہوں تو انھیں سجدہ سے دیر سے سر اٹھانا چاہیے تا کہ مردوں کے قابل ستر حصہ پر ان کی نظر نہ پڑے، کیونکہ آج کل پاجامہ اور پتلون تنگ ہونے کے سبب قابل ستر حصوں کا علم ہوجاتا ہے۔

(۵) مردوں کا سبحان اللہ کہنا اور عورتوں کا تالی بجانا:

حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ فرماتے ہیں.... نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں اکثر دیکھتا ہوں کہ جب تم میں سے کسی کی نماز میں کچھ خلل ہوجاتا ہے تو وہ تالی بجاتا ہے، تمہیں ایسے وقت میں سبحان اللہ کہنا چاہیے، کیونکہ جب تم سبحان اللہ کہوگے تو وہ متوجہ ہوجائے گا، تالی بجانے کا حکم تو عورتوں کے لئے ہے۔ (بخاری و مسلم)

(٦) امام کا عورتوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنے کی درخواست کو قبول کرنا اور عشاء کی نماز جلدی پڑھا دینا:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عتمہ (عشاء) کی نماز میں دیر کی، یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کو آواز دے کر کہا کہ بچے اور عورتیں سوگئے ہیں، لہذا نبی کریم ﷺ نکل کر باہر آئے اور فرمایا تمہارے علاوہ ساری سرزمین میں کوئی بھی اس نماز کا (اس وقت) منتظر نہیں ہے، یہ نماز اس وقت صرف مدینہ ہی میں پڑھی جارہی ہے، لوگ عشاء کی نماز غیاب شفق اور رات کے پہلے پہر کے درمیان پڑھ لیا کرتے تھے (بخاری و مسلم)۔

(۷) عورتوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرتے ہوئے امام کا نماز میں تخفیف کرنا:

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نماز پڑھانا شروع کرتا ہوں، اور میں نماز لمبی کرنا چاہتا ہوں کہ اچانک اسی درمیان میں مجھے کسی بچے کے رونے کی آواز آجاتی ہے، تو میں اپنی نماز مختصر کردیتا ہوں، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس بچہ کی ماں اس کے رونے کی وجہ سے بہت پریشان ہوگی، (ایک روایت میں ہے: یہ بات ناپسند کرتے ہوئے کہ میں اس بچہ کی ماں کو تکلیف میں ڈالوں)۔ (بخاری و مسلم)

(۸) عورتوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ برتتے ہوئے ان کے لئے راستہ صاف رکھنا تاکہ وہ مردوں سے پہلے نکل جائیں:

ہند بنت الحارث فرماتی ہیں کہ حضرت ام سلمہؓ نے ان کو بتایا کہ نبی کریم ﷺ کے عہد میں عورتیں فرض نماز کا سلام پھیرنے کے بعد کھڑی ہوجاتیں جبکہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ اپنی جگہوں پر رہتے، پھر جب نبی کریم ﷺ کھڑے ہوتے تو صحابہ کرامؓ بھی کھڑے ہوتے، ایک روایت میں ہے کہ ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے سلام پھیرنے کے بعد عورتیں کھڑی ہوجاتیں، نبی کریم ﷺ کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑی دیر اپنی ہی جگہ پر

بیٹھے رہتے، علامہ ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ نبی کریم ﷺ تھوڑی دیر اس لئے بیٹھے رہتے تھے تاکہ مردوں کے نکلنے سے قبل عورتیں اٹھ کر چلی جائیں۔(بخاری)

**(۹) مسجد میں عورتوں اور مردوں کے درمیان معاملات کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے:**

**مردوں کا عورتوں کو اور عورتوں کا مردوں کو دیکھنا:**

☆ حدیث: ''نبی کریم ﷺ نے عشاء کی نماز میں کافی تاخیر کردی، یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کو آواز دی کہ عورتیں اور بچے سو گئے ہیں''.....۔

☆ میں یہ کہتا ہوں کہ جب تک مردوں اور عورتوں کی صفوں کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوگا تب دونوں ایک دوسرے کو غض بصر کے ساتھ ساتھ سرسری طور پر دیکھتے رہیں گے۔

**ضرورت کے وقت مردوں اور عورتوں کے درمیان گفتگو کا تبادلہ**

☆ حدیث:....''پھر عورتوں سے کہا گیا کہ تم لوگ اس وقت تک سجدہ سے سر نہ اٹھاؤ جب تک کہ مرد صحیح سے بیٹھ نہیں جاتے''۔

☆ حدیث: ''......محلّہ کی ایک عورت نے کہا کہ آپ لوگ اپنے امام کے کولہے کو ڈھانپ کیوں نہیں دیتے''۔

☆ حدیث: ''.....(مرد و عورت) دونوں نے مسجد میں لعان کیا، میں اس وقت وہاں موجود تھا''۔

☆ حدیث: ''....وہ فرماتی ہیں......جب آپ ﷺ نے اس کا ذکر کیا تو مسلمانوں نے چیخ و پکار کی، میں نے اپنے قریب بیٹھے ایک مرد سے کہا اللہ تمہارا بھلا کرے، نبی کریم ﷺ نے اپنی آخری گفتگو میں کیا بات کہی؟''۔

**مردوں اور عورتوں کا آزادانہ مسجد میں آنا جانا اور گفتگو کرنا:**

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں ایک باب ''باب القسمة وتعليق القنو فی المسجد'' (یعنی تقسیم کرنے اور مسجد میں کھجور کا خوشہ لٹکانے کا باب) کے عنوان سے قائم کیا ہے، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس باب میں کھجور کا خوشہ لٹکانے سے متعلق ایک حدیث بھی نقل نہیں کی ہے لیکن امام بخاریؒ نے خوشہ لٹکانے

والی بات اس بات سے اخذ کی ہے کہ مسجد میں مال رکھنا جائز ہے، اور مال رکھنے اور کھجور کا خوشہ رکھنے دونوں کا مقصد ایک ہی ہے کہ ضرورتمند لوگ اس سے اپنی ضرورت پوری کرلیں، اس طرح امام بخاریؒ نے نسائی کی اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ''نبی کریم ﷺ ایک دن نکلے، اس وقت آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک عصا تھا، ایک شخص نے خراب کھجوروں کا ایک خوشہ لٹکا رکھا تھا''، آپ ﷺ عصا سے اس خوشہ پر مارنے لگے اور کہنے لگے کہ اگر ان کھجوروں کا مالک چاہتا تو اس سے اچھی کھجوریں بھی لٹکا سکتا تھا''۔ اس روایت کی سند اگرچہ مضبوط ہے لیکن یہ بخاری کی شرط کے مطابق نہیں ہے۔ اس باب سے متعلق ایک اور حدیث ہے جسے ثابت نے ''الدلائل'' میں بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ مسکینوں کے لئے مسجد کی ہر دیوار سے کھجور کا خوشہ لٹکا دیا جائے''۔ ان ہی کی بیان کردہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ ان کھجور کے خوشوں کی حفاظت اور تقسیم کے ذمہ دار تھے۔

مسجد میں کھجور کے خوشوں کو مسکینوں کے لئے لٹکایا جاتا تھا، اور مسکین جہاں ایک طرف مرد ہوتا ہے وہیں دوسری طرف عورت بھی مسکین ہوا کرتی ہے۔

☆ حدیث: ''ایک عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی یا ایک مرد مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا، لیکن میرا خیال ہے کہ وہ عورت ہی تھی''۔

☆ حدیث: ''ایک باندی کا مسجد نبوی میں خیمہ تھا، وہ اس میں سویا کرتی تھی''۔

☆ حدیث: ''پھر ہم بعد کے دنوں میں عاشوراء کے دن روزہ رکھا کرتے تھے، اور اپنے بچوں سے بھی روزہ رکھواتے تھے، پھر ہم مسجد چلے جاتے اور اپنے بچوں کے لئے اون کا کھلونا بنا دیا کرتے تھے''۔

یہ واقعہ مشہور ہے کہ جب حضرت عمرؓ منبر پر خطبہ دے رہے تھے تو ایک عورت نے ان پر مہر کی زیادتی کے مسئلہ پر اعتراض کیا تھا، اس واقعہ کی سند اگرچہ ضعیف ہے لیکن تاریخی ناحیہ سے یہ ہماری بات کی دلیل ہوسکتا ہے کیونکہ یہ واقعہ حدیث سے متصادم نہیں ہے۔

عہد نبوی میں عورت کے مسجد آنے کے مختلف واقعات کا جائزہ لینے کے بعد یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے اس رویہ پر غور کریں کہ آپ ﷺ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھا کرتے تھے، کیونکہ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھنا ہی افضل ہے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نبی کریم ﷺ کو یہ خبر دیتے ہیں کہ ''عورتیں اور بچے سو گئے ہیں''، تو آپ ﷺ بچوں اور عورتوں کی رعایت کرتے ہوئے فوراً گھر سے نکل آتے ہیں اور عشاء کی نماز جلدی پڑھا دیتے ہیں، اسی طرح ہم نبی کریم ﷺ کے اس رویہ پر غور کریں کہ آپ ﷺ نماز

پڑھانے کا آغاز کرتے ہیں، آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ نماز خوب سے خوب لمبی کریں، کیونکہ لمبی نماز پڑھنے ہی میں خیر وبھلائی ہے، لیکن اسی اثنا میں آپ ﷺ کو کسی بچہ کے رونے کی آواز آجاتی ہے تو آپ ﷺ اپنی نماز مختصر کردیتے ہیں تاکہ اس بچہ کی ماں زیادہ پریشانی کا شکار نہ ہو، یہ تھی نبی کریم ﷺ کی حکیمانہ اور مشفقانہ حکمت عملی، آپ دیکھیں کہ فجر کی نماز مسجد میں باجماعت پڑھنے کے لئے جانے والی ایک خاتون کے ساتھ زنا بالجبر کرلیا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے فجر میں عورتوں کے مسجد آنے کے تعلق سے کوئی ایسا حکم صادر نہیں فرمایا جس کی وجہ سے اس کو مسجد آنے میں اور فجر کی نماز میں قرآن کی تلاوت سننے میں کوئی دشواری ہو، اسی طرح نبی کریم ﷺ نے کوئی ایسا حکم بھی صادر نہیں فرمایا جس کی وجہ سے عورتیں اپنے بچوں کو اپنے ساتھ مسجد نہ لاسکیں، کیونکہ آپ ﷺ کو یہ خیال تھا کہ عورتوں کی عدم موجودگی میں گھر پر بچوں کی نگہداشت کون کرے گا، ان تمام باتوں سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ باوجودیکہ عورت مرد سے قدرے مختلف ہے لیکن مسجد کے دروازے اس کے لئے اسی طرح کھلے رہنے چاہئیں جس طرح کہ مردوں کے لئے کھلے رہتے ہیں، کسی بھی شخص کو یہ دعویٰ کرنے کا حق حاصل نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کی عزت وآبرو کے سلسلہ میں یا اللہ کے دین کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ سے زیادہ غیرتمند ہے، جہاں نبی کریم ﷺ اس سلسلہ میں بڑے غیور تھے کہ مسلمانوں کی عزت وآبرو پامال نہ کی جائے وہیں نبی کریم ﷺ اس سلسلہ میں بھی بڑے غیور تھے کہ عورتوں کی عقلیں کمزور نہ ہوں اور نہ ہی ان کے دل پژمردہ ہوں۔

کیا آج کی عورتیں نماز میں قرآن کریم کی تلاوت سننے اور وعظ ونصیحت کی باتیں سننے کی ان صحابیات سے کم ضرورتمند ہیں جو مسجد نبوی میں آیا کرتی تھیں، علماء کرام انبیاء کے وارثین ہیں، لہذا ہمارے دور کی عورتیں اگرچہ نبی کریم ﷺ سے براہ راست اخذ کرنے سے محروم ہیں لیکن وہ نبی کریم ﷺ کے وارثین سے تو اخذ کرہی سکتی ہیں، اس بات کے کہنے کا کوئی جواز نہیں کہ عورتوں کو ان کے والدین یا ان کے شوہر تعلیم دے سکتے ہیں، کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر والد یا شوہر کے اندر اتنی صلاحیت ہو کہ وہ اپنی بیٹی یا بیوی کو صحیح سے تعلیم دے سکے اور اس کو وعظ ونصیحت کرسکے، اگر یہ کہا جائے کہ زمانہ خراب ہوگیا ہے اس لئے عورتوں کا مسجد کے لئے نکلنا درست نہیں ہے تو ہم یہ کہیں گے عورت کا مسجد جانا ہی اس خرابی اور فساد کے خاتمہ کے منجملہ طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔

حالات اور زمانہ کے پیش نظر کبھی کبھی مباح مستحب یا واجب بھی ہوجاتا ہے، ہمارے آج کے معاشرہ میں عورت سے متعلق ہر چیز میں انحراف غالب آچکا ہے خواہ وہ اسکول ہو یا پرنٹ والیکٹرانک میڈیا ہو یا مجلّات ہوں یا عورت سے متعلق رسوم ورواج ہوں، ان سب چیزوں میں انحراف در آیا ہے، لہذا ہمارے اس معاشرہ میں عورت

کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہوگئی ہے کہ وہ حسب اطاعت پانچوں نمازوں میں اور جمعہ کی نماز میں مسجد آئے، وعظ ونصیحت سننے کی خاطر مسجد آئے، اسی طرح تراویح کی طویل نمازوں کے لئے بھی مسجد میں آئے، تراویح کی نمازوں میں طویل قیام کے دوران قرآن کا سننا کتنا ہی اچھا لگتا ہے، لہذا عورت کو فاسد غذاؤں اور فاسد افکار وخیالات سے محفوظ رکھنے کے لئے اس کو عقلی وروحانی غذا پہنچانا اور اسے اچھے خیالات وافکار سے آراستہ کرنا نہایت ضروری ہے، آج کے معاشرہ میں برائی کے کام کرنے کے بہت سے دواعی اور محرکات موجود ہیں، ان کے بالمقابل عورت کے اندر نیک کام کرنے کے جذبہ کو ابھارنا اور نیک کاموں کی طرف ان کی رہنمائی کرنا بہت ضروری ہے، آج کے فساد زدہ ماحول میں عورت کو تھوڑی دیر کے لئے پاکیزہ اور صاف ستھری فضا فراہم کرنا بہت ضروری ہے، اسی طرح یہ بات بھی نہایت ضروری ہے کہ آج کے معاشرہ میں جہاں ہر طرف ایسی لڑکیاں اور عورتیں موجود ہیں جو نیم برہنہ رہتی ہیں، خود بھی مردوں کی طرف مائل ہوتی ہیں اور مردوں کو بھی رجھاتی ہیں اور ان کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتی ہیں، ایسے ماحول اور معاشرہ میں مومن عورتوں کو ایسے مواقع فراہم کئے جائیں جہاں وہ نیک وصالح خواتین سے مل سکیں اور ان سے اپنا تعارف بڑھائیں۔

نبی کریم ﷺ کی حدیث ''عورتوں کو مسجد میں ان کے حصے سے نہ روکو''، ہمیں ایک اہم بات کی طرف متوجہ کرتی ہے، اس حدیث میں جہاں ایک طرف یہ بات بتائی گئی ہے کہ عورتوں کا مسجد جانا مباح ہے اور عورت کو اس کا اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے اس حق کا استعمال کرے یا نہ کرے، وہیں اس حدیث میں عورت کے والد اور شوہر سے متعلق یہ بات بتائی گئی ہے کہ اگر چہ شریعت نے انہیں عورت کا ولی بنایا ہے لیکن انھیں یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اسے کو مسجد جانے کے اس کے حق سے محروم کرسکیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ عورت کا مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے، عورت کے اولیاء کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اسے مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت نہ دیں، انھیں اس کا حق حاصل نہیں ہے کہ وہ عورت کو مسجد جانے سے روک سکیں، یہ بہت ہی افسوسناک بات ہے کہ عورت کو مسجد میں اس کے حق سے محروم کیا جاتا رہا ہے، خواہ اسے انفرادی طور پر محروم کیا گیا ہو، جیسا کہ عبداللہ بن عمرؓ کے بیٹے نے ان سے کہا تھا کہ ہم تو اپنی عورتوں کو مسجد نہیں جانے دیں گے کیونکہ ایسی صورت میں وہ مسجد کو فریب دینے کا ذریعہ بنالیں گی، یا اسے اجتماعی طور پر محروم کیا گیا ہو جیسا کہ ہم صدیوں سے دیکھتے چلے آرہے ہیں، یہ صورتحال نبی کریم ﷺ کی سنت سے انحراف اور معاشرتی زندگی (خواہ اس کا تعلق عبادت سے ہو یا علم سے ہو یا جہاد سے ہو یا تفریحی سرگرمیوں سے ہو) کے اسٹیج سے عورت کے غائب ہونے کا

پہلا قدم ہے، عورت عہد نبوی میں ایک مکمل معاشرتی زندگی گذارتی تھی، لیکن آج کے دور میں عورت کو مکمل طور پر گھر کی چہار دیواری کے اندر قید کر دیا گیا ہے، خواہ وہ باپ کا گھر ہو یا شوہر کا گھر ہو، نبی کریم ﷺ کی سنت سے انحراف کا نتیجہ یہ ہوا کہ عورت کمزور پڑ گئی اور مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ عہد نبوی کی عورت اور آج کی عورت میں بہت فرق ہو گیا، آج کی عورت کی تصویر پوری طرح مسخ ہو چکی ہے، اس کی عقل کمزور ہو چکی ہے اور اس کی آفاقی ذہنیت کا دائرہ تنگ ہو چکا ہے۔

## طلب علم کے دوران مردوں اور عورتوں کی شرکت اور ان کی ملاقات:

### اول: عورتوں کا مردوں سے علم حاصل کرنے کے درمیان ملاقات کے واقعات:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عید الفطر کی نماز نبی کریم ﷺ کے ساتھ پڑھی، وہ فرماتے ہیں کہ پھر نبی کریم ﷺ اوپر سے نیچے کی طرف آئے، گویا کہ میں اس وقت نبی کریم ﷺ کو اپنے ہاتھ سے مردوں کو بٹھاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، پھر آپ ﷺ ان کے درمیان سے ہوتے ہوئے آگے بڑھے اور عورتوں کے پاس آ کر اس آیت کی تلاوت کی "یا ایها النبی اذا جاء ک المؤمنات یبایعنک..."، جب آپ ﷺ اس آیت کی تلاوت سے فارغ ہوئے تو عورتوں سے فرمایا کیا تم لوگ ان باتوں پر بیعت کرتی ہو؟ ان عورتوں میں سے ایک نے کہا کہ ہاں، اس عورت کے علاوہ کسی نے بھی آپ ﷺ کو جواب نہیں دیا۔ (بخاری و مسلم)

ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھے عطاء نے بتایا کہ جابر بن عبداللہؓ نے فرمایا:....پھر نبی کریم ﷺ عورتوں کے پاس آئے اور ان کو وعظ و نصیحت کی، اس وقت آپ ﷺ حضرت بلالؓ کے ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، اور حضرت بلالؓ اپنے کپڑے کو پھیلائے ہوئے تھے جس میں عورتیں صدقہ کی چیزیں ڈال رہی تھیں، ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کیا وہ عید الفطر کا زکوٰۃ تھا؟ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں، بلکہ وہ صدقہ تھا جو عورتیں اس وقت کر رہی تھیں، عورتیں اس میں اپنی انگوٹھیاں تک ڈال دے رہی تھیں، میں نے پوچھا کہ آپ کا کیا خیال ہے کیا یہ امام پر واجب ہے کہ وہ عورتوں کو وعظ و نصیحت کرے؟ انھوں نے جواب دیا کہ یہ کام امام پر واجب ہے اور وہ ایسا کیوں نہ کرے؟ (بخاری و مسلم)

امام بخاریؒ نے یہ حدیث "باب عظة الامام النساء یوم العید" کے تحت بیان کی ہے، حافظ ابن حجرؒ "باب عظة الامام النساء" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: امام بخاری نے اس عنوان کے ذریعہ اس

جانب اشارہ کیا ہے کہ اس سے قبل جو بات ذکر کی گئی تھی کہ اپنے اہل وعیال کو تعلیم دینا مستحب ہے، تعلیم کا یہ معاملہ صرف اس کی ذات تک مخصوص نہیں ہے، بلکہ یہ امام اور اس کے قائم مقام کے لئے بھی مستحب ہے....، قاضی عیاض یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو یہ وعظ خطبہ کے دوران ہی کیا تھا، یہ ابتدائے اسلام کی بات ہے، یہ عمل نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص تھا، لیکن امام نوویؒ کا کہنا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو یہ وعظ خطبہ کے بعد کیا تھا، وہ اس کی دلیل اس صریح حدیث سے دیتے ہیں کہ ''جب آپ ﷺ خطبہ سے فارغ ہوئے تو نیچے اترے اور عورتوں کے پاس آئے''، اور جہاں تک اس عمل کے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہونے کا معاملہ ہے تو وہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ احتمال کے ہوتے ہوئے خصوصیت ثابت نہیں ہوتی......عطاء کے اس قول ''یہ کام امام پر واجب ہے'' سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ائمہ کے لئے یہ واجب سمجھتے تھے کہ وہ عورتوں کو وعظ ونصیحت کریں، لہذا عیاض کا کہنا ہے کہ اس عمل کے وجوب کا عطاء کے علاوہ کوئی اور قائل نہیں ہے، امام نوویؒ نے اسے استصحاب پر محمول کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اگر وعظ ونصیحت کے نتیجہ میں کسی فساد وخرابی کا امکان نہ ہو تو یہ کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ ائمہ پر عورتوں کو وعظ ونصیحت کرنا واجب ہے۔

قاضی عیاض کے اس قول کا کہ ''یہ ابتدائے اسلام کی بات ہے'' ہماری طرف سے یہ جواب ہے کہ ابن عباسؓ نے فتح مکہ کے بعد ہجرت کی تھی اور اس کے بعد وہ آپ ﷺ کے ساتھ اس عید کی نماز میں شریک ہوئے تھے، لہذا یہ ابتدائے اسلام کا واقعہ نہیں ہے۔

ایک روایت میں حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عورتوں صدقہ کرو، میں نے دیکھا کہ جہنم میں سب سے زیادہ تعداد تم عورتوں کی تھی، عورتوں نے پوچھا کیوں اے اللہ کے رسول؟ مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ان میں سے ایک تیز وطرار عورت نے کہا اے اللہ کے رسول جہنم میں ہماری ہی تعداد کیوں زیادہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم عورتیں بہت زیادہ لعن طعن کرتی ہو اور اپنے شوہروں کی نافرمانی کرتی ہو، میں نے تم لوگوں سے بڑھ کر کسی ناقص العقل اور ناقص الدین کو ایسا نہیں دیکھا جو عقلمند مرد کے دل ودماغ کو بھی بیکار کردیتا ہو، عورتوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول ہمارے دین اور ہماری عقل کا نقص کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا عورت کی گواہی مرد کی نصف گواہی کے درجہ میں نہیں ہے؟ عورتوں نے کہا جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ عورت کے عقل کے ناقص ہونے کی بات ہے، کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت کو حیض آتا ہے تو وہ نہ ہی نماز پڑھتی ہے اور نہ ہی روزہ رکھتی ہے؟ عورتوں نے کہا جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اس کے دین کے ناقص

ہونے کی بات ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور کہا اے اللہ کے رسول مرد آپ کی حدیث کو لے کر چلے گئے، (ایک روایت میں ہے کہ آپ کے سلسلہ میں مرد ہمارے اوپر غالب آ گئے) لہذا آپ اپنی جانب سے ہمارے لئے ایک دن مقرر کر دیجئے، اس دن ہم آپ کے پاس آیا کریں اور آپ ہمیں وہ علم بتائیں جس سے اللہ نے آپ کو نوازا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ فلاں دن فلاں جگہ پر جمع ہو جاؤ، لہذا عورتیں جمع ہوئیں، نبی کریم ﷺ ان کے پاس گئے اور ان کو وہ باتیں بتائیں جو اللہ نے آپ ﷺ کو بتائی تھیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جس عورت کے بھی تین بچے اس کی زندگی میں انتقال کر جائیں تو وہ بچے اس عورت کو جہنم کی آگ سے بچانے کا ذریعہ ہوں گے، ان میں سے ایک عورت نے کہا کہ اے اللہ کے رسول اگر دو ہی بچوں کا انتقال ہو؟ ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ اس عورت نے یہ بات دو مرتبہ دہرائی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہاں دو بھی، دو بھی، دو بھی۔ (بخاری و مسلم)

یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ عورتیں مسجد میں مردوں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا خطبہ بھی سنا کرتی تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ کے رسول نے ان کے لئے ایک خاص دن بھی مقرر کیا تھا۔

ام الفضلؓ فرماتی ہیں کہ عرفہ کے دن ان کے پاس کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کے روزہ کے سلسلہ میں بحث کر بیٹھے، کچھ نے کہا کہ آپ ﷺ روزہ سے ہیں، جب کہ کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ آپ روزہ سے نہیں ہیں، میں نے نبی کریم ﷺ کے پاس دودھ کا ایک پیالہ بھیجا، اس وقت آپ ﷺ اپنے اونٹ پر بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے اس پیالہ کا دودھ پی لیا۔ (بخاری و مسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں، ایک بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ کسی علمی مسئلہ میں مرد و عورت کے درمیان مناظرہ ہو سکتا ہے، اس حدیث سے ام الفضلؓ کی ذہانت کا بھی علم ہوتا ہے کہ انھوں نے ایک شرعی حکم کو جاننے کے لئے ایک نہایت ہی لطیف اور مناسب طریقہ اختیار کیا، کیونکہ وہ گرمیوں کے دن تھے اور وقت دوپہر کا تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ام شریکؓ نے بتایا کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ دجال سے بھاگ کر پہاڑوں پر چلے جائیں گے، ام شریکؓ نے کہا اے اللہ کے رسول اس دن عرب کہاں ہوں گے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت ان کی تعداد بہت کم ہوگی۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اہلیہ حضرت زینبؓ، جو اپنے شوہر عبداللہؓ اور اپنے زیر پرورش کچھ یتیموں پر خرچ کیا کرتی تھیں، حضرت عبداللہؓ سے کہا آپ نبی کریم ﷺ سے پوچھئے کہ اگر میں آپ پر اور اپنے زیر پرورش کچھ یتیموں پر صدقہ کرتی ہوں تو کیا یہ میری طرف سے قبول کرلیا جائے گا، عبداللہؓ نے کہا کہ تم خود ہی نبی کریم ﷺ سے پوچھ لو، پھر میں نبی کریم ﷺ کی طرف گئی، آپ ﷺ کے دروازہ پر ایک انصاری خاتون سے میری ملاقات ہوئی، ان کی ضرورت بھی وہی تھی جو میری تھی، ہمارے پاس سے بلالؓ کا گذر ہوا، ہم نے ان سے کہا کہ آپ نبی کریم ﷺ سے پوچھیں کہ اگر ہم لوگ اپنے شوہروں اور اپنے زیر پرورش یتیموں پر صدقہ کرتے ہیں اور خرچ کرتے ہیں تو کیا یہ قبول کرلیا جائے گا؟ ہم نے یہ بھی کہا کہ آپ نبی کریم ﷺ کو ہمارے بارے میں مت بتائیے گا، حضرت بلالؓ نبی کریم ﷺ کے پاس گئے اور آپ ﷺ سے اس بابت دریافت کیا، آپ ﷺ نے پوچھا کہ وہ دونوں کون ہیں؟ حضرت بلالؓ نے کہا کہ زینبؓ ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا کون والی زینبؓ؟ حضرت بلالؓ نے بتایا کہ عبداللہؓ کی بیوی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں یہ قبول کرلیا جائے گا اور انھیں دو اجر ملے گا، ایک قرابت داری کا اجر اور ایک صدقہ کا اجر۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوحذیفہؓ کے غلام سالم ان کے اور ان کے گھر والوں کے ساتھ ان کے گھر میں رہا کرتے تھے، حضرت ابوحذیفہؓ کی بیوی بنت سہیل نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور کہا کہ سالم عاقل و بالغ ہو چکے ہیں اور وہ میرے پاس آتے ہیں، مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابوحذیفہؓ کو یہ ناگوار گذرتا ہے، نبی کریم ﷺ نے ان سے کہا کہ تم سالم کو اپنا دودھ پلا دو، اس طرح وہ تمہارا محرم ہو جائے گا، اور ابوحذیفہؓ کی ناگواری بھی جاتی رہے گی، (ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں سالم کو کس طرح دودھ پلاؤں وہ تو بڑا مرد ہو گیا ہے، اس پر نبی کریم ﷺ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ وہ بڑا مرد ہو گیا ہے) پھر وہ دوبارہ لوٹ کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور کہا میں نے سالم کو اپنا دودھ پلا دیا، لہذا اب ابوحذیفہؓ کی ناگواری جاتی رہی۔ (مسلم)

حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول میرے پاس تو صرف وہی پیسے ہوتے ہیں جو مجھے زبیرؓ دیتے ہیں، تو کیا میں صدقہ کرسکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ کرو اور بخل سے کام نہ لو، کیونکہ ایسی صورت میں تمہارے ساتھ بھی بخل سے کام لیا جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہند بن عتبہؓ نے کہا اے اللہ کے رسول ابوسفیانؓ بہت کنجوس آدمی ہیں، وہ مجھے اتنا بھی نہیں دیتے جو میرے لئے اور میرے بچے کے لئے کافی ہوسکے، ہاں میں ان کے علم میں لائے بغیر ان کے

پاس سے کچھ لے لیتی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا تم اچھے طریقہ سے اتنا لے لو جتنا تمہارے لئے اور تمہارے بچے کے لئے کافی ہو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے عہد میں میرے پاس میری مشرک والدہ آئیں، میں نے اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ سے سوال پوچھتے ہوئے کہا کہ میرے پاس میری والدہ آئی ہیں اور وہ مجھ سے ملنا چاہتی ہیں، کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کرو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ فاطمہ بنت قیسؓ نے ان کو بتایا کہ وہ ابوعمرو بن حفص بن مغیرہ کی زوجیت میں تھیں، انھوں نے ان کو آخری تیسری طلاق بھی دے دی، فاطمہؓ کہتی ہیں کہ پھر وہ نبی کریم ﷺ سے یہ پوچھنے آئیں کہ کیا وہ اپنے گھر سے نکل کر کہیں اور جا سکتی ہیں، نبی کریم ﷺ نے ان کو نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتومؓ کے گھر میں منتقل ہونے کا حکم دیا.... (مسلم)۔

حضرت سبیعہ بنت الحارثؓ فرماتی ہیں کہ وہ سعد بن خولہؓ کی زوجیت میں تھیں، حجۃ الوداع میں سعد بن خولہؓ کا انتقال ہو گیا، اس وقت وہ حاملہ تھیں، ان کی وفات کے کچھ دنوں کے بعد ہی انھوں نے ایک بچہ کو جنا، پھر ان کے پاس ابوالسنابل بن بعلک آئے، اور ان سے کہا خدا کی قسم تم اس وقت تک شادی نہیں کر سکتیں جب تک کہ چار مہینے اور دس دن نہ گذر جائیں، سبیعہ کہتی ہیں کہ ان کے یہ بات کہنے پر میں نے شام کو اپنا کپڑا اسمیٹا اور نبی کریم ﷺ کے پاس چلتی بنی، میں نے اس بابت آپ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وضع حمل کے بعد میری عدت پوری ہو گئی، نبی کریم ﷺ نے مجھ سے کہا کہ اگر میں چاہوں تو شادی کر لوں۔ (بخاری و مسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ سبیعہؓ کے اس قصہ سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں، مثلاً اس سے سبیعہؓ کی ذہانت کا علم ہوتا ہے کہ جب ابوالسنابلؓ نے عدت سے متعلق ان کو ایک فتویٰ دیا تو ان کو اس میں اس قدر تردد ہوا کہ وہ خود نبی کریم ﷺ سے اس مسئلہ کی تفصیل طلب کر بیٹھیں، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت اپنے مسائل خود ہی پوچھ سکتی ہے خواہ وہ مسائل ایسے ہی کیوں نہ ہوں جس کو پوچھتے ہوئے عورت کو عموماً شرم محسوس ہوتی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ جہنہ کی ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ میری والدہ نے حج کرنے کی نذر مانی تھی لیکن حج کرنے سے قبل ان کا انتقال ہو گیا، کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاں، تم اپنی والدہ کی طرف سے حج کر لو، تمہارا کیا خیال ہے اگر تمہاری والدہ مقروض

ہوتیں تو کیا تم ان کا قرض ادا کرتیں؟ لہذا اللہ کا قرض بھی ادا کرو، اللہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے کئے ہوئے وعدہ کو پورا کیا جائے۔(بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ گودنے والی اور گدوانے والی عورتوں پر، بھویں اکھاڑنے والی عورتوں پر، حسن کو بگاڑنے والی عورتوں پر اور اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کرنے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہو، ابن مسعودؓ کی یہ بات قبیلہ بنو اسد کی ایک عورت ام یعقوب تک پہنچی، انہوں نے حضرت ابن مسعودؓ سے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے فلاں فلاں قسم کی عورتوں پر اللہ کی لعنت بھیجی ہے، ابن مسعودؓ نے فرمایا میں کیوں نہ ان لوگوں پر لعنت بھیجوں جن پر نبی کریم ﷺ نے لعنت بھیجی ہے اور جن پر قرآن میں لعنت بھیجی گئی ہے؟ اس عورت نے کہا میں نے مکمل قرآن پڑھا ہے، مجھے تو اس میں ایسی کوئی بات نظر نہیں آئی، ابن مسعودؓ نے کہا اگر آپ نے صحیح سے قرآن پڑھا ہوتا تو اس میں آپ کو یہ بات مل جاتی، کیا آپ نے قرآن میں "**وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنه فانتھوا**" نہیں پڑھا ہے؟ عورت نے جواب دیا کیوں نہیں، ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے یہ سب کرنے سے منع کیا ہے، عورت نے کہا کہ میں تو آپ کی بیوی کو ایسا کرتے ہوئے دیکھتی ہوں، ابن مسعودؓ نے کہا کہ آپ جا کر دیکھ لیں، عورت نے جا کر دیکھا اسے اپنا مقصود نظر نہیں آیا، ابن مسعودؓ نے کہا کہ اگر وہ ایسا کرتی ہوئی تو میں اس کے ساتھ نہ رہتا۔(بخاری ومسلم)

## دوم: مردوں کا عورتوں سے علم حاصل کرنے کے درمیان ملاقات کے واقعات:

عامر بن شرحبیل شعبی کہتے ہیں کہ انھوں نے ضحاک بن قیسؓ کی بہن فاطمہ بنت قیسؓ جو کہ پہلے ہجرت کرنے والوں میں سے ایک تھیں، سے کہا کہ آپ مجھے نبی کریم ﷺ کی کوئی ایسی حدیث سنائیے جو آپ نے براہ راست نبی کریم ﷺ سے سنی ہو، درمیان میں کسی اور کا واسطہ نہ ہو، انھوں نے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں ایسی حدیث سنا سکتی ہوں، عامر نے ان سے کہا کہ ہاں مجھے ایسی ہی حدیث سنائیے، فاطمہ بنت قیسؓ نے کہا...میں نے نبی کریم ﷺ کے منادی کو مسجد میں جمع ہونے کی آواز لگاتے ہوئے سنا تو میں مسجد کی طرف نکل پڑی، اور میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی، میں عورتوں کی اس صف میں تھی جو مردوں کی صفوں کے بالکل بعد تھی، جب نبی کریم ﷺ اپنی نماز پوری کر چکے تو آپ ﷺ ہنستے ہوئے منبر پر بیٹھے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر کوئی اپنی نماز کی جگہ پر ہی بیٹھا رہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تم لوگوں کو کیوں جمع کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے تم لوگوں کو کوئی خوشخبری دینے

کے لئے یا کسی چیز سے ڈرانے کے لئے نہیں جمع کیا ہے، میں نے تو تم لوگوں کو یہ بتانے کے لئے جمع کیا ہے کہ تمیم الداری ایک عیسائی تھے، وہ میرے پاس آئے، انہوں نے مجھ سے بیعت کی اور اسلام قبول کیا، پھر مجھے ایک ایسی بات بتائی جو اس گفتگو سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہے جو میں نے تم لوگوں سے مسیح دجال کے سلسلہ میں کی تھی، انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ تیس مردوں کے ساتھ ایک سمندری کشتی پر سوار ہوا.....(مسلم)

حضرت عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہؒ فرماتے ہیں.....مروان نے فاطمہ بنت قیسؓ کے پاس قبیصہ بن ذویب کو اس حدیث کے بارے میں پوچھنے کے لئے بھیجا، حضرت فاطمہؓ نے قبیصہ سے وہ حدیث بیان کردی، مروان نے کہا کہ ہم نے تو یہ حدیث صرف ایک عورت سے ہی سنی ہے، ہم تو وہ معتبر اور قوی طریقہ اختیار کریں گے جس پر ہم نے لوگوں کو پایا ہے، حضرت فاطمہ بنت قیسؓ تک جب مروان کی یہ بات پہنچی تو انھوں نے کہا کہ میرے اور تمہارے درمیان قرآن سے فیصلہ ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ولا تخرجوھن من بیوتھن"، حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ گھر سے نہ نکالنے والی بات تو اس عورت کے سلسلہ میں کہی گئی ہے جس سے رجوع کا امکان باقی ہو، لیکن تین طلاق کے بعد اب کس چیز کی امید باقی رہ جاتی ہے؟ تم لوگ کیسے کہتے ہو کہ اس کے لئے نفقہ نہیں ہے، اگر وہ حاملہ نہیں ہے تو پھر تم لوگ کس بنیاد پر اسے روکتے ہو؟ (مسلم)

حضرت عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہؓ کہتے ہیں کہ ان کے والد نے عمر بن عبداللہ بن ارقم ازہری کو لکھ بھیجا کہ وہ سبیعہ بنت الحارث اسلمیہؓ کے پاس جائیں اور ان سے ان کی حدیث کے بارے میں دریافت کریں اور یہ پوچھیں کہ جب انھوں نے نبی کریم ﷺ سے اس بابت سوال کیا تھا تو آپ ﷺ نے ان سے کیا کہا تھا، عمر بن عبداللہ بن ارقم نے عبداللہ بن عتبہ کو لکھا کہ ان کو سبیعہ بنت الحارث نے بتایا کہ وہ سعد بن خولہ کی زوجیت میں تھیں، سعد بن خولہ کا تعلق بنو عامر سے تھا، وہ بدر میں شریک ہوئے تھے، حجۃ الوداع میں ان کا انتقال ہوا....(بخاری ومسلم)

مسلم القریٰ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے حج تمتع کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے اس کی اجازت دے دی، حالانکہ عبداللہ بن زبیرؓ حج تمتع سے منع کیا کرتے تھے، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ابن زبیرؓ کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حج تمتع کی اجازت دی ہے، لہذا تم ان کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کیا نبی کریم ﷺ نے حج تمتع کی اجازت دی ہے؟ مسلم کہتے ہیں کہ پھر میں ابن زبیرؓ کی والدہ کے پاس گیا تو دیکھا کہ ایک بھاری بھرکم اندھی عورت بیٹھی ہوئی ہیں، انھوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے حج تمتع کی اجازت دی ہے۔ (مسلم)

طاؤس کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ تھا، ان سے زید بن ثابتؓ نے کہا کیا آپ یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ حائضہ عورت طواف رخصت کئے بغیر واپس ہوجائے گی؟ ابن عباسؓ نے ان سے کہا کہ اگر ایسا نہیں ہے تو آپ فلاں انصاری خاتون سے پوچھ آئیں کہ کیا ان کو نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا تھا؟ طاؤس کہتے ہیں کہ پھر زید بن ثابتؓ ہنستے ہوئے ابن عباسؓ کے پاس واپس آئے اور کہا کہ آپ نے صحیح کہا تھا۔ (مسلم)

## حج کے دوران مردوں اور عورتوں کی شرکت اور ان کی ملاقات:

حضرت عائشہ بنت ابوبکرؓ فرماتی ہیں کہ حجۃ الوداع میں ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکلے اور ہم نے عمرہ کے لئے احرام باندھا، پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس ہدی (قربانی کا جانور) ہو وہ عمرہ کے ساتھ حج کا بھی احرام باندھ لے پھر اس وقت تک احرام نہ کھولے جب تک کہ وہ عمرہ اور حج دونوں نہ ادا کرلے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت حفصہؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول لوگوں نے تو عمرہ کے بعد اپنا احرام اتار دیا ہے لیکن آپ نے عمرہ کے بعد اپنا احرام کیوں نہیں اتارا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بالوں کو جما لیا ہے اور اپنے ہدی کی تقلید کردی ہے لہذا جب تک میں ہدی کو ذبح نہیں کرلیتا ہوں احرام نہیں اتاروں گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ام الفضل بنت الحارثؓ فرماتی ہیں کہ عرفہ کے دن ان کے پاس کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کے روزہ کے سلسلہ میں بحث کرنے لگے، کچھ نے کہا کہ آپ ﷺ روزہ سے ہیں، کچھ نے کہا کہ آپ ﷺ روزہ سے نہیں ہیں، میں نے آپ ﷺ کے پاس دودھ کا ایک پیالہ بھیجا، اس وقت آپ ﷺ اونٹ پر بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے وہ دودھ پی لیا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ہم لوگ مزدلفہ میں اترے تو حضرت سودہؓ نے نبی کریم ﷺ سے اجازت چاہی کہ لوگوں کے ہجوم سے پہلے روانہ ہوجائیں، وہ بہت سست رفتار خاتون تھیں، لہذا آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی، وہ لوگوں کے ہجوم سے پہلے ہی نکل کھڑی ہوئیں، جب کہ ہم لوگ صبح تک وہیں ٹھہرے رہے اور جب آپ ﷺ لوٹے تو ہم بھی لوٹے، اگر میں بھی حضرت سودہؓ کی طرح آپ ﷺ سے اجازت لے لیتی تو مجھ کو تمام خوشی کی چیزوں میں یہ بہت ہی پسند ہوتا (بخاری و مسلم)۔

یحییٰ بن الحصینؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی دادی ام الحصینؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج کیا، جب نبی کریم ﷺ شیطان کو کنکریاں مار کر مڑے تو میں نے نبی کریم ﷺ کو

دیکھا، آپ ﷺ اس وقت اپنی سواری پر تھے، آپ ﷺ کے ساتھ بلالؓ اور اسامہؓ تھے، ان میں سے ایک آپ ﷺ کی سواری کو ہانک رہے تھے اور دوسرے آپ ﷺ کے سر پر اپنا کپڑا پھیلائے ہوئے تھے تا کہ آپ ﷺ دھوپ سے محفوظ رہیں، ام الحصین کہتی ہیں کہ اس وقت نبی کریم ﷺ نے بہت سی باتیں کہیں، پھر میں نے آپ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا اگر کٹے ہوئے کان والا کوئی کالا حبشی بھی تمہارا امیر بنا دیا جائے اور وہ کتاب وسنت کی روشنی میں تمہاری قیادت کرے تو تم اس کی اطاعت کرو۔ (مسلم)

یحییٰ بن حصینؒ کہتے ہیں کہ ان کی دادی ام الحصینؓ نے حجۃ الوداع کے دن نبی کریم ﷺ کو سر منڈوانے والوں کے لئے تین مرتبہ اور صرف بال چھوٹے کروانے والوں کے لئے ایک مرتبہ دعا کرتے ہوئے سنا۔ (مسلم)

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ مکہ میں تھے، اور اب وہ وہاں سے نکل کر واپس جانا چاہ رہے تھے، اس وقت تک ام سلمہؓ نے خانہ کعبہ کا طواف نہیں کیا تھا، لیکن انھوں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ واپسی کا ارادہ کرلیا، (ایک روایت میں ہے کہ ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے شکایت کی کہ میں طواف نہیں کرسکتی) آپ ﷺ نے ان سے کہا کہ جب لوگ فجر کی نماز کے وقت نماز پڑھ رہے ہوں تو تم اپنے اونٹ پر بیٹھ کر طواف کرلو، لہذا انھوں نے ایسا ہی کیا اور نماز نہیں پڑھی، پھر وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ واپس ہوگئیں۔ (بخاری ومسلم)

ابن جریج کہتے ہیں کہ ہم سے عطاء نے بتایا کہ جب ابن ہشام نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے منع کیا تو عطاء نے کہا آپ ان کو کیسے منع کرتے ہیں حالانکہ نبی کریم ﷺ کی بیویوں نے مردوں کے ساتھ طواف کیا ہے، (ابن جریج کہتے ہیں) میں نے پوچھا یہ واقعہ حجاب کا نازل ہونے سے پہلے کا ہے یا اس کے بعد کا؟ انہوں نے کہا میری عمر کی قسم میں نے یہ حجاب کا حکم اترنے کے بعد دیکھا ہے، میں نے کہا ازواج مطہرات مردوں کے ساتھ کیسے مل جاتی تھیں؟ انہوں نے کہا ازواج مطہرات مردوں کے ساتھ نہیں ملا کرتی تھیں، حضرت عائشہؓ ایک الگ کونہ میں مردوں سے جدا رہ کر طواف کیا کرتی تھیں، مردوں سے ان کا اختلاط نہیں ہوتا تھا، ایک عورت نے ان سے کہا اے ام المومنین چلئے حجر اسود کو بوسہ دیں، انہوں نے کہا کہ تم جا کر بوسہ دے دو، انہوں نے خود بوسہ دینے سے انکار کردیا، اور عورتیں رات کو اس طرح نکلتیں کہ پہچانی نہ جائیں اور مردوں کے ساتھ طواف کرتیں، البتہ عورتیں جب کعبہ کے اندر جانا چاہتیں تو کھڑی رہتیں، مرد باہر نکالے جاتے اس وقت اندر جاتیں، میں اور عبید بن عمیر حضرت عائشہؓ کے پاس جایا کرتے، وہ ثبیر پہاڑ پر ٹھہری تھیں، میں نے کہا ان کا حجاب کیا تھا، انہوں نے کہا وہ ایک ترکی ڈیرے میں تھیں، اس پر پردہ پڑا تھا، بس ہمارے ان کے بیچ میں یہی پردہ تھا، میں نے دیکھا وہ گلابی قمیص پہنے ہوئے تھیں (بخاری)۔

**جہاد میں مردوں اور عورتوں کی شرکت اور ان کی ملاقات:**

**اول: امام بخاری نے کتاب الجہاد میں مندرجہ ذیل ابواب بیان کئے ہیں:**

**الف-مردوں اور عورتوں کا شہادت اور جہاد کے لئے دعا کرنے کا باب:**

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ام حرام بنت ملحانؓ کے پاس جایا کرتے تھے... پس نبی کریم ﷺ سو گئے، پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے، ام حرامؓ کہتی ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ ﷺ کیوں ہنس رہے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ میری امت کے کچھ لوگ سمندر میں جا کر اللہ کی راہ میں غزوہ کریں گے وہ مجھے تختوں پر بیٹھے ہوئے بادشاہوں کی شکل میں دکھائے گئے... میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ اللہ سے دعا کر دیجئے کہ وہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل فرمائے، لہذا نبی کریم ﷺ نے ان کے لئے دعا کر دی، پھر آپ ﷺ اپنا سر رکھ کر سو گئے، پھر آپ ﷺ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے، میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ ﷺ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے پہلے ہی کی طرح فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اللہ کی راہ میں غزوہ کرتے ہوئے پیش کئے گئے، ام حرامؓ کہتی ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ میرے لئے اللہ سے دعا کر دیں کہ وہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل فرمائے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا تعلق پہلے والے غازیوں سے ہے، لہذا حضرت معاویہ بن ابوسفیانؓ کے عہد میں ام حرامؓ سمندر میں غزوہ کے لئے گئیں، سمندر سے نکلنے کے بعد وہ اپنی سواری سے گر پڑیں اور اس طرح ان کا انتقال ہو گیا۔ (بخاری و مسلم)

**ب-سمندر میں جا کر عورت کے غزوہ کرنے کا باب:**

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ام حرام بنت ملحانؓ کے پاس گئے اور ان کے پاس ٹیک لگا کر بیٹھ گئے، پھر آپ ﷺ ہنسے...... (امام بخاری نے یہاں پر ام حرام کے اسی واقعہ کے سلسلہ میں دوسری روایت بیان کی ہے)

**ج-مردوں کے ساتھ مل کر عورتوں کے غزوہ کرنے اور جنگ کرنے کا باب:**

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ احد کے دن تمام لوگ نبی کریم ﷺ سے پیچھے رہ گئے...... میں نے حضرت عائشہؓ بنت ابوبکرؓ اور حضرت ام سلیمؓ کو دیکھا کہ وہ دونوں اپنے پائچیں چڑھائی ہوئی ہیں، مجھے ان دونوں کی پنڈلی نظر

آ رہی تھی، وہ دونوں اپنی پیٹھوں پر مشکیزے اٹھائی ہوئی تھیں اور لوگوں کو پانی پلا رہی تھیں، پھر وہ دونوں واپس ہوتیں، مشکیزوں کو بھرتیں، اسے لے کر آتیں اور لوگوں کو پانی پلاتیں۔ (بخاری و مسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ غزوہ میں عورتوں کی شرکت سے متعلق احادیث میں مجھے اس بات کی صراحت نہیں ملی کہ عورتوں نے لڑائی اور جنگ بھی کی ہے، اسی لئے ابن المنیر نے کہا کہ امام بخاری نے عورتوں کے جنگ کرنے سے متعلق باب قائم کیا ہے حالانکہ حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے، اس سے یا تو امام بخاریؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عورتوں کا مجاہدین کی معاونت کرنا ہی ان کے لئے غزوہ اور لڑائی ہے یا امام بخاریؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عورتوں نے زخمیوں کو پوری ثابت قدمی سے پانی اسی لئے پلایا کیونکہ ان کو اتنی قوت حاصل تھی کہ وہ خود سے اپنا دفاع کر سکیں، یہی بات زیادہ راجح ہے، امام مسلم نے حضرت انسؓ کے حوالہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ ام سلیمؓ نے حنین کے دن ایک خنجر لیا، انھوں نے کہا کہ میں نے یہ خنجر اس لئے لیا ہے تاکہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آئے تو میں اس سے اس کا پیٹ پھاڑ دوں۔

### د-غزوہ میں عورتوں کا لوگوں کے پاس مشکیزہ لے کر جانے کا باب:

حضرت ثعلبہ بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مدینہ کی عورتوں کے درمیان چادریں تقسیم کیں، ان میں سے ایک اچھی چادر بچ رہی، وہاں پر موجود کچھ لوگوں نے حضرت عمرؓ سے کہا اے امیر المومنین یہ چادر نبی کریم ﷺ کی اس بیٹی کو دے دیجئے جو آپ کی زوجیت میں ہے (یعنی ام کلثوم بنت علیؓ) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ام سلیطؓ اس چادر کی زیادہ حقدار ہیں، ام سلیطؓ ایک انصاری خاتون تھیں جنھوں نے نبی کریم ﷺ سے بیعت کی تھی، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ احد کے دن ام سلیطؓ ہمارے لئے مشکیزے بھر بھر کے لاتی تھیں۔ (بخاری)

### دوم: صحیح مسلم کے کتاب الجہاد میں مندرجہ ذیل ابواب بیان کئے گئے ہیں:

### الف-عورتوں کا مردوں کے ساتھ مل کر غزوہ کرنے کا باب:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ غزوہ میں ام سلیمؓ اور انصار کی کچھ خواتین کو لے جاتے تھے، جب آپ ﷺ غزوہ کرتے تو یہ خواتین لوگوں کو پانی پلایا کرتی تھیں اور زخمیوں کا علاج کیا کرتی تھیں۔ (مسلم)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حنین کے دن ام سلیمؓ نے ایک خنجر لیا، وہ خنجر ان کے پاس ہی تھا کہ اس پر

ابوطلحہؓ کی نظر پڑ گئی، انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول ام سلیمؓ اپنے پاس خنجر رکھے ہوئے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ام سلیمؓ سے پوچھا کہ یہ خنجر کیسا ہے؟ انھوں نے جواب دیا میں نے یہ خنجر اس لئے لیا ہے تا کہ اگر کوئی مشرک مجھ سے قریب ہوتا ہے تو میں اس سے اس کا پیٹ چاک کردوں، یہ سن کر نبی کریم ﷺ ہنسنے لگے۔(مسلم)

ب- غزوہ کرنے والی خواتین کا باب:

حفصہ بنت سیرینؒ کہتی ہیں کہ ام عطیہ انصاریہؓ نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی، میں لوگوں کے کجاووں میں رک جایا کرتی تھی، ان کے لئے کھانا بناتی، زخمیوں کا علاج کرتی اور مریضوں کی تیمارداری کرتی تھی۔(مسلم)

حفصہ بنت سیرینؒ کی ایک روایت بخاری میں بھی ہے، وہ کہتی ہیں کہ ہم لوگ عید کے دن اپنی لڑکیوں کو عیدگاہ جانے نہیں دیا کرتے تھے، اسی دوران ایک خاتون آئیں اور وہ ابن خلف کے یہاں ٹھہریں، میں ان کے پاس گئی تو انھوں نے بتایا کہ ان کی بہن کے شوہر نبی کریم ﷺ کے ساتھ بارہ غزوات میں شریک تھے، جن میں سے چھ غزوات میں ان کی بہن (ام عطیہ) اپنے شوہر کے ساتھ تھیں، ان کی بہن کہتی ہیں کہ ہم لوگ مریضوں کی تیمارداری کیا کرتے تھے اور زخمیوں کا علاج کیا کرتے تھے (بخاری)۔

سوم: ابن سعد کی ''الطبقات الکبریٰ'' میں متعدد ایسی روایات آئی ہیں جن میں غزوۂ خیبر میں بہت سی عورتوں کی شرکت کا ذکر ہے، انہی عورتوں میں سے ایک ام سنان اسلمیہؓ ہیں، وہ کہتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے خیبر کی طرف نکلنے کا ارادہ کیا تو میں نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور میں نے کہا اے اللہ کے رسول اس سفر میں میں بھی آپ کے ساتھ نکلوں گی، میں مشکیزہ سے پانی پلاؤں گی، مریضوں اور زخمیوں کا علاج کروں گی، اور لوگوں کے کجاووں کی حفاظت کروں گی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ کا نام لے کر نکل پڑو، تمہاری کچھ سہیلیوں نے بھی مجھ سے اس سلسلہ میں گفتگو کی تھی، میں نے ان کو اجازت دے دی ہے، ان میں سے کچھ کا تعلق تمہارے قبیلہ سے ہے اور کچھ دوسرے قبیلوں سے تعلق رکھتی ہیں، تم چاہو تو اپنے قبیلہ کی عورتوں کے ساتھ ہو جاؤ، چاہو تو ہمارے ساتھ ہو جاؤ، میں نے کہا کہ میں آپ لوگوں کے ساتھ رہوں گی، آپ ﷺ نے فرمایا تم میری بیوی ام سلمہؓ کے پاس چلی جاؤ، لہذا میں ان ہی کے ساتھ رہی۔

''الطبقات الکبریٰ'' کی روایات کے مطابق غزوۂ خیبر میں شرکت کرنے والی عورتوں کی تعداد پندرہ تھی، ان کے نام ذیل میں ذکر کئے جاتے ہیں:

ام سنان اسلمیہ، ام ایمن، نبی کریم ﷺ کی خادمہ سلمی، ابورافع کی بیوی کعیبہ بنت سعد اسلمیہ، ام مطاع اسلمیہ، امیہ بنت قیس غفاریہ، ام عامر اشہلیہ، ام ضحاک بنت مسعود حارثیہ، ہند بنت عمرو بن حرام، ام منیع بنت عمرو، ام عمارہ نسیبہ بنت کعب، ام سلیط نجاریہ، ام سلیم، ام عطیہ انصاریہ اور ام العلاء انصاریہ۔

الطبقات الکبریٰ کی بعض روایتوں سے صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی بعض روایتوں کی تائید ہوتی ہے، الطبقات الکبریٰ کی بعض روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ام سلیمؓ غزوۂ خیبر میں شریک تھیں، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر پر حملہ کیا.... پھر نبی کریم ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو آزاد کیا اور ان سے شادی کر لی...، راستہ میں ام سلیمؓ نے حضرت صفیہؓ کو نبی کریم ﷺ کے لئے تیار کیا۔

شارع نے مردوں پر جہاد کو فرض قرار دیا ہے جبکہ عورتوں پر جہاد کو فرض قرار نہیں دیا، کیونکہ جہاد بہت زیادہ ہمت وطاقت اور سختی وشدت کا متقاضی ہے، اور عورت کا نازک جسم اور اس کے نازک احساسات ان چیزوں کے متحمل نہیں ہیں، لیکن شارع نے ان عورتوں کو جہاد میں تطوعاً شرکت کرنے کی اجازت دی ہے جو اپنے اندر جہاد میں شریک ہونے کی طاقت وقوت پاتی ہوں، یہ مسئلہ اس صورت میں ہے جب جہاد فرض کفایہ ہو، لیکن اگر جہاد فرض عین کی شکل اختیار کر جائے بایں طور کہ مرد جہاد کی ضرورت کو پورا نہ کر پا رہے ہوں تو ایسی صورت میں ان عورتوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے جو جہاد میں جانے کی طاقت وقوت رکھتی ہوں، اس طرح شریعت نے عورت کے لئے بلند کارناموں کو انجام دینے کا راستہ بند نہیں کیا، بلکہ اس کے لئے تمام دروازے کھلے چھوڑ دیئے ہیں، حافظ ابن حجرؒ نے ابن بطال کا یہ قول نقل کیا ہے کہ عورتوں پر جہاد واجب نہیں ہے، لیکن نبی کریم ﷺ کے قول "تم عورتوں کا جہاد حج ہے" کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورتوں کو تطوعاً جہاد میں شرکت کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے، بس عورتوں پر جہاد فرض نہیں ہے، ورنہ وہ تطوعاً جہاد میں شرکت کر سکتی ہیں۔

## نیکی کا حکم دینے اور برائیوں سے روکنے کے عمل کے دوران مرد وعورت کی ملاقات:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "مومن مرد اور مومن عورتیں، یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمت نازل ہو کر رہے گی، یقیناً اللہ سب پر غالب اور حکیم ودانا ہے"۔ (سورۂ توبہ:۷۱)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ حج کر کے لوٹے تو انھوں نے ام سنان انصاریہؓ

سے کہا کہ تمہیں حج کرنے سے کس نے روکا؟ انھوں نے کہا کہ ابوفلاں نے (یعنی ان کے شوہر نے) ان کے پاس دو اونٹ تھے، ایک اونٹ پر وہ حج کرنے کے لئے چلے گئے اور دوسرا اونٹ ہمارے کھیت کو سیراب کرتا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنے سے حج کی قضا ہوجائے گی، یا آپ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنے سے میرے ساتھ حج کرنے کی قضاء ہوجائے گی۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ضباعہ بنت زبیرؓ کے پاس گئے (وہ مقداد بن اسودؓ کی زوجیت میں تھیں) نبی کریم ﷺ نے ان سے کہا شاید تم حج کرنا چاہتی ہو، انہوں نے کہا میں تکلیف محسوس کرتی ہوں، آپ ﷺ نے ان سے کہا تم حج کرو اور شرط لگا دو، لہذا تم کہو اے اللہ میں وہاں پر احرام سے باہر آجاؤں گی جہاں پر آپ مجھے روک لیں گے (بخاری ومسلم)۔

عبیداللہ بن عمیرؓ کہتے ہیں کہ ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ جب ابوسلمہؓ کا انتقال ہوا تو میں نے کہا کہ بیچارے ایک اجنبی سرزمین پر انتقال کر گئے، میں ان پر اتنا روؤں گی کہ اس کا بعد میں بھی ذکر کیا جائے گا، میں ان پر رونے کے لئے تیار ہوگئی، اسی درمیان اطراف مدینہ سے ایک عورت آئی جو رونے میں اور نوحہ کرنے میں میرا ساتھ دینا چاہتی تھی، اس کے سامنے نبی کریم ﷺ آگئے اور کہا کیا تم اس گھر میں شیطان کو داخل کرنا چاہتی ہو جہاں سے اللہ نے اس کو دو مرتبہ نکالا ہے، یہ سن کر میں رونے سے باز آگئی، اور نہیں روئی۔ (مسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کے پاس ابن حارثہؓ، جعفرؓ اور ابن رواحہؓ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ بیٹھ گئے، آپ ﷺ کے چہرہ سے غم کے آثار نمایاں تھے، میں دروازہ کی دراڑے سے دیکھ رہی تھی، اسی وقت ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ جعفرؓ کی بیویاں رو رہی ہیں، نبی کریم ﷺ نے اسے حکم دیا کہ ان کی بیویوں کو رونے سے منع کرے، وہ شخص چلا گیا، اس کے بعد دوبارہ پھر آیا، عورتوں نے اس کی بات نہیں مانی تھی، اس سے کہا کہ ان عورتوں کو رونے سے منع کردو، وہ شخص پھر تیسری مرتبہ آیا اور کہا اے اللہ کے رسول خدا کی قسم یہ عورتیں ہم پر غالب آگئیں، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے کہا کہ ان عورتوں کے منہ میں مٹی بھردو، میں نے اس سے کہا اللہ تیرا بھلا کرے اللہ کے رسول نے تمہیں جو حکم دیا تھا اسے تم نے سمجھا نہیں، اور تم نے نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچانا بھی نہیں چھوڑا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب ازواج مطہرات کو قضائے حاجت کے لئے مقام مناصع جو کہ ایک وسیع میدان تھا میں جانا ہوتا تو وہ رات کو نکلا کرتیں، حضرت عمرؓ نبی کریم ﷺ سے کہا کرتے تھے کہ آپ اپنی بیویوں سے

پردہ کرائیں، لیکن نبی کریم ﷺ ان سے پردہ نہیں کرواتے تھے، نبی کریم ﷺ کی اہلیہ سودہ بنت زمعہؓ ایک رات عشاء کے وقت نکلیں، وہ لمبی خاتون تھیں، حضرت عمرؓ نے ان کو آواز دی اے سودہؓ ہم نے آپ کو پہچان لیا، دراصل حضرت عمرؓ نے ایسا اس امید میں کیا تھا کہ شاید حجاب کا حکم نازل ہو جائے، لہذا اللہ تعالیٰ نے حجاب کا حکم نازل کر دیا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میری خالہ کو طلاق دے دی گئی، انھوں نے چاہا کہ اپنے باغ میں جا کر کھجوروں کو جمع کریں، ایک شخص نے ان کو گھر سے نکلنے پر ڈانٹا، اس پر وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آ گئیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے باغ میں جا کر کھجوریں جمع کرو، ہوسکتا ہے کہ تم اس میں سے کچھ صدقہ کرو، یا کوئی بھلائی کا کام کرو۔ (مسلم)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں عید الفطر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا.... پھر آپ ﷺ مردوں کے درمیان سے ہوتے ہوئے عورتوں کے پاس آئے، آپ ﷺ کے ساتھ حضرت بلالؓ تھے... حضرت بلالؓ نے کہا آؤ، نبی کریم ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں (بخاری و مسلم)۔

حضرت عمرو بن سلمہؓ کہتے ہیں کہ ان کے والد نے (اپنی قوم کے لوگوں سے) کہا کہ واللہ میں تمہارے پاس نبی کریم ﷺ کے پاس سے آ رہا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھو اور فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھو، جب تین لوگ جمع ہو جائیں تو تم میں سے کوئی اذان دے اور تم میں سے وہ امامت کرے جسے سب سے زیادہ قرآن یاد ہو، لوگوں نے دیکھا تو مجھ سے زیادہ کسی کو بھی قرآن یاد نہیں تھا، کیونکہ میں آنے والے مسافروں سے قرآن یاد کر لیا کرتا تھا، لہذا لوگوں نے مجھے امامت کے لئے بڑھا دیا، اس وقت میں چھ یا سات سال کا تھا، میں ایک چادر اوڑھے ہوئے تھا، جب میں سجدہ کرتا تو وہ گر جاتی، محلّہ کی ایک عورت نے کہا آپ لوگ اپنے امام کو کولہے کو ہم لوگوں سے چھپا کیوں نہیں دیتے؟ لہذا لوگوں نے میرے لئے کپڑا خریدا اور اس کی قمیص بنائی، میں اپنی اس قمیص سے جس قدر خوش تھا اتنا خوش میں کسی چیز سے نہیں ہوا۔ (بخاری)

حضرت قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ قبیلہ احمس کی ایک عورت زینب بنت المہاجر کے پاس گئے، آپ نے دیکھا کہ وہ بات نہیں کر رہی ہے تو انھوں نے پوچھا کہ یہ بات کیوں نہیں کرتی؟ لوگوں نے بتایا کہ اس نے خاموش رہ کر حج کرنے کی نذر مانی ہے، حضرت ابوبکرؓ نے اس سے کہا کہ بات کرو کیونکہ خاموش رہنا جائز نہیں ہے، یہ جاہلیت کا عمل ہے، لہذا وہ عورت بات کرنے لگی، اس نے پوچھا آپ کون ہیں؟ حضرت ابوبکرؓ نے

جواب دیا کہ میں ایک مہاجر ہوں، اس نے پوچھا کون سے مہاجر؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا قریش کے مہاجر، اس نے پوچھا قریش کے کس قبیلہ سے تعلق ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا تم بہت سوال کرنے والی ہو، میں ابوبکرؓ ہوں، پھر اس نے پوچھا کہ ہم اس دین پر کب تک باقی رہیں گے جو دین اللہ نے ہمارے پاس جاہلیت کے بعد بھیجا ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ تم لوگ اس دین پر اس وقت تک باقی اور قائم رہو گے جب تک تمہارے ائمہ راہِ راست پر رہیں گے، اس نے پوچھا یہ ائمہ کیا ہیں؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کیا تمہاری قوم میں سردار نہیں ہوتے جو تمہاری قوم کے لوگوں کو حکم دیتے ہیں تو وہ اس کی اطاعت کرتے ہیں، اس نے کہا کیوں نہیں، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ یہی لوگوں کے ائمہ ہوتے ہیں۔ (بخاری)

حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے ام الدرداءؓ کو گھر کا کچھ سامان اپنے پاس سے بھجوایا، ایک رات عبدالملک رات کو اٹھ بیٹھا اور اس نے اپنے خادم کو آواز دی، خادم نے آنے میں دیر لگا دی، تو اس نے خادم کو برا بھلا کہا، جب صبح ہوئی تو عبدالملک سے حضرت ام الدرداءؓ نے کہا کہ میں نے رات میں دیکھا کہ جب تم نے اپنے خادم کو بلایا تو تم اسے برا بھلا کہنے لگے، ام الدرداء نے کہا کہ میں نے ابوالدرداءؓ سے سنا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لعن طعن کرنے والے اور برا بھلا کہنے والے قیامت کے دن نہ ہی کسی کے سفارشی بن سکیں گے اور نہ ہی کسی کے گواہ بن سکیں گے۔ (مسلم)

حضرت ابونوفل کہتے ہیں ...پھر حجاج نے اسے پکڑا اور تکبر کے ساتھ تیزی سے چلتے ہوئے حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اللہ کے دشمن (یعنی عبداللہ بن زبیرؓ) کے ساتھ جو کچھ کیا اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ حضرت اسماءؓ نے کہا میرا خیال ہے کہ تم نے اس کی دنیا خراب کر دی اور اس نے تمہاری آخرت خراب کر دی، مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تم اسے ذات النطاقین کے بیٹے کہہ کر پکارتے تھے، خدا کی قسم میں ذات النطاقین ہوں، ایک نطاق سے میں نے نبی کریم ﷺ اور ابوبکرؓ کے توشہ کو سواری سے باندھا تھا اور دوسرا نطاق وہ تھا جس سے عورت کو رستگاری نہیں، سن لو نبی کریم ﷺ نے ہم سے بیان کیا تھا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک جھوٹا اور ایک ہلاک کرنے والا پیدا ہوگا، جھوٹے کو تو ہم نے دیکھ لیا اور جہاں تک ہلاک کرنے والے کا تعلق ہے تو میرا خیال ہے کہ وہ تم ہی ہو، ابونوفل کہتے ہیں کہ حجاج وہاں سے کھڑا ہو گیا اور پھر ان کے پاس نہیں آیا (مسلم)۔

## کسی اچھی چیز کا مطالبہ کرتے وقت یا کوئی اچھی چیز پیش کرتے وقت مرد و عورت کی ملاقات:

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری عورت نے نبی کریم ﷺ سے کہا اے اللہ کے

رسول کیا میں آپ ﷺ کے لئے ایک ایسی چیز نہ بنادوں جس پر آپ ﷺ بیٹھا کریں؟ میرا ایک غلام بڑھئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا جیسی تمہاری مرضی، اس نے نبی کریم ﷺ کے لئے ایک منبر بنایا، جب جمعہ کا دن آیا تو نبی کریم ﷺ اس منبر پر بیٹھے جو آپ ﷺ کے لئے بنایا گیا تھا۔ (بخاری)

امام نسائی نے عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ بیواؤں اور مسکینوں کے ساتھ چلنے اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں کسی قسم کا عار محسوس نہیں کیا کرتے تھے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک بیوہ نے جس کے ذہن میں کچھ خلل تھا نبی کریم ﷺ سے کہا اے اللہ کے رسول مجھے آپ سے کچھ ضرورت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اے ام فلاں تم جس راستہ پر بھی چاہو چلو میں تمہاری ضرورت پوری کروں گا، نبی کریم ﷺ ایک راستہ پر اس سے تنہائی میں ملے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اس کی ضرورت پوری کردی۔ (مسلم)

حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ فرماتی ہیں کہ میں زبیرؓ کی اس زمین سے جو انھیں نبی کریم ﷺ نے دی تھی اپنے سر پر گٹھلیاں رکھ کر لایا کرتی تھی، یہ زمین میرے گھر سے دو ثلث فرسخ کے فاصلہ پر تھی، ایک دن میں اپنے سر پر گٹھلیاں رکھ کر لا رہی تھی کہ میری نبی کریم ﷺ سے ملاقات ہوگئی، آپ ﷺ کے ساتھ کچھ انصاری صحابہؓ بھی تھے، نبی کریم ﷺ نے مجھے بلایا پھر اپنی اونٹنی کو بٹھایا تاکہ مجھے اپنے پیچھے سوار کرلیں، مجھے مردوں کے ساتھ چلنے میں شرم محسوس ہوئی، مجھے زبیرؓ یاد آئے اور ان کی غیرت یاد آئی، زبیرؓ بہت ہی غیرتمند انسان تھے، نبی کریم ﷺ سمجھ گئے کہ میں شرما رہی ہوں لہذا وہ آگے بڑھ گئے۔ (بخاری و مسلم)

فتح الباری میں تحریر ہے کہ مہلل کہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کے قافلہ میں سواری پر مرد کے پیچھے عورت کو بٹھانا جائز ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ اسلم کے ایک نوجوان نے کہا اے اللہ کے رسول میں غزوہ کرنا چاہتا ہوں لیکن میرے پاس غزوہ کی تیاری کے لئے کچھ بھی نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ فلاں کے پاس جاؤ، اس نے غزوہ کے لئے تیاری کی تھی، لیکن پھر وہ بیمار پڑ گیا، وہ نوجوان اس شخص کے پاس آیا اور کہا نبی کریم ﷺ آپ کو سلام کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ نے غزوہ کے لئے جو کچھ بھی تیار کیا تھا وہ مجھے دے دیں، انھوں نے کہا اے فلانہ اسے تمام وہ چیزیں دے دو جو میں نے غزوہ کے لئے تیار کی تھیں، اس سے کچھ بھی بچا نہ رکھنا، خدا کی قسم اگر تم کچھ بچا کر رکھو گی تو اس میں برکت نہیں ہوگی۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک سیاہ مرد مسجد میں جھاڑو لگاتا تھا یا ایک سیاہ عورت مسجد میں جھاڑو لگاتی تھی (بخاری کی روایت میں ہے کہ میرا خیال ہے کہ وہ عورت ہی تھی) اس کا انتقال ہوگیا، نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ اس کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ اس کا انتقال ہوگیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے اس کی اطلاع مجھے کیوں نہیں دی؟ مجھے اس کی قبر بتاؤ، لہذا نبی کریم ﷺ اس کی قبر کے پاس آئے اور اس کے لئے دعائیں کیں۔ (بخاری ومسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس عورت کا مسجد کی خدمت کے لئے خود کو وقف کردینا درست تھا کیونکہ اس کے اس عمل پر نبی کریم ﷺ کی تقریر پائی جاتی ہے۔

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنگ سے پیچھے رہ جانے والے مردوں پر مجاہدین کی بیویوں کی حرمت ایسی ہی ہے جیسی ان کے ماں کی حرمت، جنگ سے پیچھے رہ جانے والا جو شخص بھی کسی مجاہد کے گھر والوں کی دیکھ بھال کرتا ہے پھر اس میں خیانت کر گذرتا ہے تو قیامت کے دن اس شخص کو روک لیا جائے گا پھر وہ مجاہد اس کے عمل سے جتنا کچھ لینا چاہے گا لے لیگا، لہذا تم لوگوں کا اس سلسلہ میں کیا خیال ہے؟ (مسلم)

## جوڑے کی تلاش کے وقت، شادی کا پیغام دینے کے وقت اور شادی کے وقت مرد وعورت کی ملاقات:

### اول: بیوی کی تلاش کے وقت ملاقات:

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور کہا اے اللہ کے رسول میں خود کو آپ ﷺ کے حوالہ کرنے کے لئے آئی ہوں، نبی کریم ﷺ نے اسے دیکھا، تھوڑی دیر اسے دیکھتے رہے پھر اپنے سر کو جھکا لیا، اس عورت نے جب دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے سلسلہ میں کوئی فیصلہ نہیں کیا، تو وہ بیٹھ گئی (ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے آج کے دن کسی عورت کی ضرورت نہیں)۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابراہیم بن سعد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں اور ان کے والد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ جب وہ مدینہ آئے تو نبی کریم ﷺ نے عبد الرحمٰنؓ اور سعد بن ربیعؓ کے درمیان مواخات کرائی، سعد بن ربیعؓ نے عبد الرحمٰنؓ سے کہا کہ میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں، لہذا میں اپنے مال کے نصف نصف دو حصے کروں گا، اور میری دو بیویاں ہیں، دیکھو تمہیں ان دونوں میں کون اچھی لگ رہی ہے مجھے اس کا نام بتاؤ، میں اسے طلاق دے

دوں گا، جب اس کی عدت کے ایام ختم ہوجائیں تو تم اس سے شادی کر لینا، عبدالرحمٰن نے ان سے کہا اللہ آپ کے گھر بار اور مال و دولت میں برکت عطا فرمائے۔ (بخاری)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مرد کسی عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے تو پہلے اسے دیکھ سکتا ہے۔

## دوم: اشارہ و کنایہ میں شادی کا پیغام دینے کا ارادہ ظاہر کرنے کے وقت ملاقات:

جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے یا جس کو اس کے شوہر نے تین طلاق دے دی ہو، پھر وہ عدت گذار رہی ہو تو زمانۂ عدت میں اس کو اشارہ و کنایہ میں شادی کا پیغام دینے کا ارادہ ظاہر کرنے کے سلسلہ میں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''زمانۂ عدت میں خواہ تم ان بیوہ عورتوں کے ساتھ منگنی کا ارادہ اشارے کنایے میں ظاہر کر دو، خواہ دل میں چھپائے رکھو، دونوں صورتوں میں کوئی مضائقہ نہیں، اللہ جانتا ہے کہ ان کا خیال تو تمہارے دل میں آئے گا ہی، مگر دیکھو خفیہ عہد و پیمان نہ کرنا، اگر کوئی بات کرنی ہے تو معروف طریقہ سے کرو، اور عقد نکاح باندھنے کا فیصلہ اس وقت تک نہ کرو، جب تک کہ عدت پوری نہ ہو جائے، خوب سمجھ لو کہ اللہ تمہارے دلوں کا حال تک جانتا ہے، لہذا اس سے ڈرو اور یہ بھی جان لو کہ اللہ بردبار ہے (چھوٹی چھوٹی باتوں سے) درگذر فرماتا ہے''۔ (سورۂ بقرہ: ۲۳۵)

اشارے و کنایے میں شادی کا پیغام دینے کا ارادہ ظاہر کرنے کی شکل تفسیر جلالین میں اس طرح مذکور ہے کہ مثلاً کوئی مرد ایسی کسی عورت سے کہے تم تو بہت خوبصورت ہو، تمہاری طرح عورت کہاں ملے گی؟ تمہاری ذات میں تو بہت سے لوگ دلچسپی لے رہے ہیں۔

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ فرماتی ہیں کہ ابوعمرو بن حفص بن مغیرہؓ نے عیاش بن ابی ربیعہؓ کے ذریعہ مجھے طلاق کہلوا بھیجی، اور ان کے ہاتھ مجھے پانچ صاع کھجور اور پانچ صاع جو بھجوائی، میں نے کہا میرے لئے بس اتنا ہی نفقہ ہے میں تم لوگوں کے گھر میں عدت نہیں گذاروں گی، حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کہتی ہیں کہ پھر میں کپڑا زیب تن کر کے نبی کریم ﷺ کے پاس گئی، آپ ﷺ نے پوچھا کہ تمہارے شوہر نے تمہیں کتنی طلاق دی ہے، میں نے کہا تین طلاق دی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس نے ٹھیک کیا، تمہیں نفقہ نہیں ملے گا، تم اپنے چچا ابن ام مکتوم کے گھر میں رہو، وہ نابینا ہیں، تم وہاں پر اپنے کپڑے اتار سکتی ہو، اور جب تمہارے عدت کے ایام ختم ہوں تو مجھ کو بتا دینا، (ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو کہلا بھیجا کہ تم اپنی ذات کے سلسلہ میں مجھ سے سبقت نہ

کر جانا یعنی اپنے عدت کے ایام ختم ہونے کے بعد شادی کرنے سے قبل مجھے ضرور اطلاع دینا)۔ (مسلم)

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اشارے و کنایے میں مطلقہ بائنہ کے سامنے شادی کا پیغام دینے کا ارادہ ظاہر کرنا جائز ہے، یہ ہمارے یہاں (یعنی شوافع کے یہاں) درست ہے۔

اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اشارے کنایے میں حضرت فاطمہ بنت قیسؓ پر یہ ظاہر کر دیا کہ وہ ان کو عدت کے بعد اپنے محبوب اسامہ بن زید سے شادی کا پیغام دینے والے ہیں، حضرت فاطمہؓ اول دور ہی میں ہجرت والوں میں سے ایک تھیں، وہ بہت عقلمند بھی تھیں اور بہت خوبصورت بھی تھیں۔

ابن عباسؓ اس آیت ''**ولا جناح علیکم فیما عرضتم به من خطبة النساء**'' کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ میں شادی کرنا چاہ رہا ہوں، میری خواہش ہے کہ مجھے کوئی نیک اور اچھی عورت مل جائے۔ (بخاری)

سکینہ بنت حنظلہؓ فرماتی ہیں کہ میں عدت کے ایام گذار رہی تھی کہ اسی دوران میرے پاس ابوجعفر محمد بن علیؓ آئے اور کہا اے بنت حنظلہ آپ تو نبی کریم ﷺ سے میری قرابت داری اور اسلام میں میرے تقدم سے واقف ہیں، آپ اس سے بھی واقف ہیں کہ میرے نانا کا مجھ پر کیا حق ہے، میں نے کہا ابوجعفر اللہ آپ کو معاف کرے، کیا آپ میری عدت کے دوران مجھے شادی کا پیغام دے رہے ہیں؟ آپ سے اس کا مواخذہ کیا جائے گا، انھوں نے کہا کیا واقعتاً میں نے آپ کو شادی کا پیغام دیا ہے؟ میں نے تو صرف نبی کریم ﷺ سے اپنی قرابت داری اور آپ ﷺ کے نزدیک اپنے مقام کا ذکر کیا تھا۔

## سوم: شادی کا پیغام دینے کے وقت ملاقات:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''تم میں سے جو لوگ مرجائیں، ان کے پیچھے اگر ان کی بیویاں زندہ ہوں، تو وہ اپنے آپ کو چار مہینے دس دن روکے رکھیں، پھر جب ان کی عدت پوری ہوجائے تو انھیں اختیار ہے، اپنی ذات کے معاملہ میں معروف طریقہ سے جو چاہیں کریں، تم پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں، اللہ تم سب کے اعمال سے باخبر ہے''۔ (سورۂ بقرہ: ۲۳۴)

تفسیر جلالین میں ''**فیما فعلن فی انفسهن بالمعروف**'' (یعنی اپنی ذات کے معاملہ میں معروف طریقہ سے جو چاہیں کریں) کی تشریح اس طرح کی گئی ہے کہ وہ اپنی ذات کے معاملہ میں معروف طریقہ سے جس طرح کی بھی زیب وزینت اختیار کریں اور جس طرح سے بھی وہ اپنے آپ کو شادی کے لئے پیش کریں اس کا نہیں

اختیار ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا، اس وقت ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور بتایا کہ اس نے ایک انصاری عورت سے شادی کی ہے، نبی کریم ﷺ نے اس سے پوچھا کیا تم نے اس انصاری عورت کو دیکھا ہے، اس نے کہا کہ نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ جا کر اسے دیکھ لو کیونکہ انصاری عورتوں کی آنکھیں تھوڑی بہت متاثر ہوتی ہیں۔(مسلم)

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حاطب بن ابی بلتعہؓ کو اپنی شادی کا پیغام دے کر میرے پاس بھیجا، میں نے کہا کہ میری ایک بیٹی ہے اور میں بڑی غیرتمند ہوں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جہاں تک ان کی بیٹی کا تعلق ہے تو میں اللہ سے دعا کروں گا کہ وہ انھیں اس سے بے نیاز کردے، اسی طرح میں اللہ سے دعا کروں گا کہ وہ ان سے ان کی غیرت کو دور کردے۔(مسلم)

ابن ماجہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے ایک روایت بیان کی ہے، مغیرہؓ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس گیا اور ان سے اس عورت کا ذکر کیا جسے میں شادی کا پیغام دینے والا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے جا کر دیکھ لو، اس طرح سے تم دونوں میں محبت قائم رہے گی، میں ایک انصاری عورت کے پاس آیا اور میں نے اس کے والدین سے اس کا ہاتھ مانگا، اور ان کو نبی کریم ﷺ کی کہی ہوئی بات بھی بتادی، ان دونوں نے اسے ناپسند کیا (آپ یہاں غور کریں کہ ماں اور باپ دونوں ہی شادی کا پیغام دینے والے سے مل رہے ہیں) مغیرہ کہتے ہیں کہ میں نے پردہ سے اس عورت کو کہتے ہوئے سنا کہ اگر آپ کو نبی کریم ﷺ نے دیکھنے کا حکم دیا ہے تو مجھے دیکھ لیجئے، ورنہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتی ہوں، اس پر یہ بات گراں گذری (کہ اسے عمداً دیکھا جائے اور اس کے حسن کا جائزہ لیا جائے) مغیرہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے اسے دیکھا اور اس سے شادی کر لی۔

## چہارم: شادی کی تقریب کے وقت ملاقات:

امام بخاریؒ نے مندرجہ ذیل حدیث "**باب تزویج المعسر**" کے تحت نقل کی ہے:

سہل بن سعد الساعدیؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول میں خود کو آپ کے حوالہ کرنے آئی ہوں، صحابہ کرامؓ میں سے ایک شخص کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول اگر آپ کو اس عورت کی ضرورت نہ ہو تو اس سے میری شادی کرادیجئے، آپ ﷺ نے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اپنے

گھر جا کر کچھ تلاش کر لاؤ، لہذا وہ شخص جا کر واپس آیا اور کہا خدا کی قسم مجھے کچھ بھی نہیں ملا، آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو لوہے کی انگوٹھی ہی لے آؤ، پھر وہ گھر جا کر واپس آیا اور کہا اے اللہ کے رسول خدا کی قسم گھر میں لوہے کی ایک انگوٹھی بھی نہیں ہے، ہاں میرے پاس میرا یہ تہبند ہے (سہل کہتے ہیں کہ اس کے پاس چادر بھی نہ تھی) اس تہبند کا آدھا حصہ اس عورت کا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے تہبند کا کیا ہوگا؟ اگر تم اسے پہنو گے تو اسے وہ نہیں مل پائے گا اور اگر اسے وہ پہنے گی تو تمہیں نہیں مل پائے گا، لہذا وہ شخص وہیں بیٹھ گیا، بہت دیر بیٹھے رہنے کے بعد وہ اٹھ گیا، جب آپ ﷺ نے اسے واپس جاتے دیکھا تو اسے بلانے کا حکم دیا لہذا اسے بلایا گیا، جب وہ آیا تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا تمہیں کتنا قرآن یاد ہے؟ اس نے کہا کہ فلاں، فلاں، فلاں، سورتیں مجھے یاد ہیں، اس نے متعدد سورتیں شمار کرا دیں، آپ ﷺ نے اس سے کہا کیا تم اس عورت کو وہ تمام سورتیں زبانی یاد کرا دو گے؟ اس نے کہا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے جاؤ تم اپنے قرآن کے عوض اس عورت کے مالک ہو گئے۔ (بخاری و مسلم)

## تقریبات اور ولیمہ کی محفلوں میں مرد و عورت کی شرکت اور ملاقات:

### اول: استقبال کی محفلوں میں شرکت:

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ (ہجرت کے دن) رات کے وقت مدینہ پہنچے، مدینہ کے لوگوں کے درمیان اس بات پر اختلاف ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ کی ضیافت کون کرے گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں عبدالمطلب کے ننہالی رشتہ دار بنونجار کے یہاں ٹھہروں گا، میں ان لوگوں کو ضیافت کا شرف دوں گا، مرد اور عورتیں چھتوں پر چڑھ گئے، بچے اور خادم راستوں پر پھیل گئے اور آواز لگانے لگے یا محمد یا رسول اللہ، یا محمد یا رسول اللہ۔ (مسلم)

حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ میں سب سے پہلے ہمارے پاس مصعب بن عمیرؓ اور ابن ام مکتومؓ آئے اور وہ دونوں ہمیں قرآن پڑھانے لگے، پھر عمارؓ، بلالؓ اور سعدؓ آئے، پھر بیس لوگوں کے ساتھ حضرت عمر بن الخطابؓ آئے، پھر نبی کریم ﷺ (مکہ سے ہجرت کر کے) آئے، میں نے نبی کریم ﷺ کی آمد پر مدینہ والوں کو جتنا خوش دیکھا اتنا خوش ان کو کبھی نہیں دیکھا تھا، میں نے دیکھا کہ چھوٹے چھوٹے بچے اور بچیاں کہہ رہے تھے کہ اللہ کے رسول آ گئے، (ایک روایت میں ہے کہ باندیاں یہ کہنے لگیں کہ اللہ کے رسول آ گئے)۔

ترمذی نے حضرت بریدہؓ کی ایک حدیث نقل کی ہے، بریدہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک غزوہ میں

گئے، جب آپ ﷺ غزوہ سے واپس آئے تو آپ ﷺ کے پاس ایک کالی باندی آئی اوراس نے کہا اے اللہ کے رسول میں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر آپ غزوہ سے صحیح سالم لوٹ آتے ہیں تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی اور گاؤں گی، نبی کریم ﷺ نے اس سے کہا اگر واقعتاً تم نے نذر مانی تھی تو دف بجالو ورنہ نہ بجاؤ۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ''الحلبیات'' میں منقطع سند کے ساتھ ایک روایت آئی ہے کہ عورتوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ بات اس وقت کہی جب آپ ﷺ ثنیات الوداع کی طرف سے آئے تھے، لہذا اس سلسلہ میں ایک قول تو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے یہ بات ہجرت کے دن مدینہ آنے کے وقت کہی گئی تھی اور ایک قول یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے یہ بات غزوۂ تبوک سے لوٹنے پر کہی گئی تھی۔

## دوم: رخصتی کی تقریبات میں شرکت:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت کی ایک انصاری مرد کے ساتھ رخصتی ہوئی، نبی کریم ﷺ نے کہا اے عائشہؓ کیا تمہارے پاس کوئی کھیل اور تفریح کی چیز نہیں ہے؟ انصار کو کھیل اور تفریح اچھا لگتا ہے۔ (بخاری)

حافظ ابن حجرؒ ''کیا تمہارے پاس کوئی کھیل اور تفریح کی چیز نہیں ہے؟'' کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ طبرانی نے ''الأوسط'' میں شریک کی ایک روایت نقل کی ہے جس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پوچھا کیا تم لوگوں نے دف بجانے اور گانا گانے کے لئے دلہن کے ساتھ کوئی باندی بھیجی ہے؟ میں نے پوچھا کہ باندی کیا گائے گی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ گائے گی کہ:

أتيناكم أتيناكم فحيانا و حياكم
ولو لا الذهب الاحمر ما حلت بواديكم
ولو لا الحنطة السمراء ما سمنت عذاريكم

ابن حجرؒ نبی کریم ﷺ کے قول ''انصار کو کھیل اور تفریح اچھا لگتا ہے'' کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابن ماجہ میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں اور امالی المحاملی میں حضرت جابرؓ کی روایت میں یہ مذکور ہے کہ ''انصار ایک ایسی قوم ہے جس کی فطرت میں غزل شامل ہے''، حضرت جابرؓ کی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں ''اے زینب دلہن کے ساتھ چلی جاؤ'' زینب مدینہ کی ایک ایسی خاتون تھیں جو گانا گایا کرتی تھیں۔

نبی کریم ﷺ کے قول ''انصار کو کھیل اور تفریح اچھا لگتا ہے'' سے ہماری توجہ اس آیت کی طرف مبذول ہوگئی ''**واذا رأوا تجارة أو لهوا انفضوا إليها وتركوك قائما قل ما عند الله خير من اللهو**

ومن التجارة والله خیر الرازقین“ اس آیت کی تفسیر میں طبری میں متعدد روایات آئی ہیں، انہی میں سے ایک حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت ہے، وہ کہتے ہیں جب کسی کی شادی ہوئی تو باندیاں ڈھول اور دیگر گانے، بجانے کے سامانوں کے ساتھ گذرتیں، یہ دیکھ کر لوگ نبی کریم ﷺ کو منبر پر تنہا رچھوڑ کر ڈھول گانوں کی طرف لپکتے، ایسے موقع پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کی: ”وإذا رأوا تجارة أولهوا انفضوا إليها“، امام طبری اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: اس سلسلہ میں صحیح بات وہی ہے جو حضرت جابرؓ سے مروی ہے، فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں حضرت جابرؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ شادیوں میں باندیاں گانا گاتیں اور دف بجاتیں، یہ سن کر لوگ اس کی طرف دوڑ پڑتے اور نبی کریم ﷺ کو تنہا چھوڑ دیتے، ایسے موقع سے یہ آیت نازل ہوئی، سیوطی نے الدر المنثور میں یہ بیان کیا ہے کہ جب شادی ہوئی تو اس گھر کے لوگ کھیل کود کرتے، گانے گاتے اور کھیلتے گاتے مسجد کے پاس سے گذرتے۔

حضرت خالد بن ذکوانؓ کہتے ہیں کہ ربیع بنت معوذ بن عفراءؓ نے بتایا کہ جب میری رخصتی ہو رہی تھی تو نبی کریم ﷺ میرے پاس آئے، اور میرے بستر پر اسی طرح بیٹھ گئے جیسے اس وقت تم میرے سامنے بیٹھے ہو، میری کچھ باندیاں دف بجانے لگیں اور بدر میں شہید ہونے والے میرے آباء واجداد کے مناقب بیان کرنے لگیں، اسی درمیان ایک باندی نے کہا، ہمارے درمیان ایک ایسے نبی ہیں جو جانتے ہیں کہ کل کیا پیش آنے والا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ بات نہ کہو، وہی گاؤ جو پہلے گا رہی تھی۔ (بخاری)

فتح الباری میں تحریر ہے کہ مہلب کہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شادی میں دف بجانا اور گانا گانا جائز ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام شادی میں جا سکتا ہے اگر چہ وہاں کھیل وتفریح ہی کیوں نہ ہو رہا ہو، لیکن شرط یہ ہے کہ یہ کھیل وتفریح جواز کے دائرہ سے نہ نکلے، فتح الباری ہی میں تحریر ہے کہ طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک شادی میں کچھ عورتوں کے پاس سے گذرے، وہ یہ گا رہی تھیں:

**وأهدى لها كبشا تنحنح بالمربد وزوجک فی البادی وتعلم ما فی غد**

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کل کیا پیش آنے والا ہے اس کا علم تو صرف اللہ کو ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو ایک شادی سے آتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ سیدھے کھڑے ہو گئے اور کہا خدا کی قسم تم لوگ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو، نبی کریم ﷺ نے یہ

بات تین مرتبہ فرمائی۔(بخاری ومسلم)

نسائی نے عامر بن سعدؓ سے ایک روایت بیان کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں ایک شادی میں قرظہ بن کعبؓ اور ابومسعود انصاریؓ کے پاس گیا، وہاں میں نے کچھ باندیوں کو گاتے ہوئے دیکھا، میں نے کہا اے صحابی رسول، اے بدر میں شریک ہونے والوں! یہ گانا بجانا آپ کی موجودگی میں ہورہا ہے؟ اس پر ان دونوں صحابیوں نے کہا اگر آپ چاہیں تو یہاں بیٹھ کر ہمارے ساتھ گانا سنیں اور چاہیں تو آپ چلے جائیں، ہمیں شادی میں تفریح اور کھیل کود کی اجازت دی گئی ہے۔

**سوم: ولیموں میں شرکت:**

**امہات المومنین پر حجاب کی فرضیت سے قبل دلہن (ام المومنین) اور ولیمہ میں مدعولوگوں کا ایک ہی کمرہ میں ہونا:**

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ آیت حجاب کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا میں ہوں، جب زینب بنت جحشؓ نبی کریم ﷺ کو ہدیہ کی گئیں وہ اس وقت نبی کریم ﷺ کے ساتھ گھر میں تھیں، نبی کریم ﷺ نے کھانا بنوایا اور لوگوں کو دعوت دی، کچھ لوگ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے، (مسلم کی روایت میں ہے اور نبی کریم ﷺ کی اہلیہ اپنا چہرہ دیوار کی طرف کی ہوئی تھیں) نبی کریم ﷺ بار بار گھر سے نکلتے، پھر واپس جاتے لیکن وہ لوگ بیٹھے باتیں ہی کرتے رہے، اس وقت اللہ نے یہ آیت نازل کی، "**يا أيها الذين آمنوا لا تدخلوا بيوت النبی إلا أن يؤذن لكم إلى طعام غير ناظرين اناه....**"، لہذا حجاب گرا دیا گیا اور وہ لوگ نکل کر چلے گئے۔ (بخاری ومسلم)

**دلہن کا ولیمہ میں مدعولوگوں کی خدمت کرنا:**

حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ جب ابواسید الساعدیؓ کی شادی ہوئی تو انھوں نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو دعوت دی، ان کی بیوی ام اسیدؓ ہی نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے لئے کھانا بنایا اور ان کے سامنے کھانا پیش کیا، انھوں نے رات ہی میں کچھ کھجوریں پتھر کے ایک برتن میں بھگو دی تھیں، جب نبی کریم ﷺ کھانے سے فارغ ہوئے تو انہوں نے وہی مشروب تحفہ کے طور پر خاص آپ ﷺ کو پلایا (بخاری ومسلم)۔

امام بخاریؒ نے یہ حدیث "باب قيام المرأة على الرجال فى العرس وخدمتهم بالنفس" کے تحت نقل کی ہے، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت اپنے شوہر کی اور ان لوگوں کی جن کو اس کے شوہر نے ولیمہ پر مدعو کیا ہے خدمت کرسکتی ہے، یہاں پر یہ بات ذہن نشیں رہنی چاہیے کہ عورت ایسا اسی وقت کرسکتی ہے جبکہ کسی قسم کے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو اور عورت اپنے مکمل ستر کے ساتھ ہو۔

## چہارم: عید منانے میں شرکت:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب مدینہ آئے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ دو دن ایسے ہیں جن میں مدینہ والے کھیل کود کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو ان دو دنوں کے بدلہ میں ان سے اچھے دو دن عطا کئے ہیں، وہ ہیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ (نسائی)

### الف- عید کی نماز اور مومن مردوں و عورتوں کا ایک ساتھ عید منانا:

ایوبؒ کہتے ہیں کہ حفصہؒ نے بتایا کہ ہم اپنی نوخیز لڑکیوں کو عیدین میں عیدگاہ جانے سے منع کرتے تھے، اسی اثناء میں ایک خاتون آئیں اور وہ بنوخلف کے محل میں اتریں، انھوں نے بتایا کہ ان کی بہن نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ اگر ہم میں سے کسی کے پاس جلباب نہ ہو اور وہ عیدگاہ نہ جائے تو کیا اس میں کوئی مضائقہ ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی کے پاس جلباب نہ ہو تو اسے جلباب (کا انتظام کرکے اسے) پہننا چاہیے اور مسلمانوں کی دعاؤں اور خیر میں شریک ہونا چاہیے، جب ام عطیہؓ آئیں تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے یہ بات نبی کریم ﷺ سے سنی ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ میرے ماں باپ نبی کریم ﷺ پر قربان، میں نے آپ ﷺ سے یہ بات سنی ہے (وہ جب بھی نبی کریم ﷺ کا ذکر کرتی تھیں تو وہ ضرور کہتی تھیں کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان) میں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ نوخیز لڑکیوں، پردہ نشیں خواتین اور حائضہ خواتین سبھی کو عیدگاہ جانا چاہیے اور مسلمانوں و مومنوں کی دعا اور خیر و برکت میں شریک ہونا چاہیے، ہاں حائضہ خواتین کو نماز کی جگہ سے الگ رہنا چاہیے، حفصہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا کیا حائضہ خواتین بھی عیدگاہ جائیں گی؟ انھوں نے کہا کیا حائضہ خواتین عرفہ اور فلاں فلاں مقام پر نہیں جاتیں؟ (بخاری)

حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں عید کے دن عیدگاہ جانے کا حکم دیا جاتا تھا، حتیٰ کہ نوخیز لڑکیوں کو اور حائضہ خواتین کو بھی عیدگاہ جانے کا حکم دیا جاتا تھا، البتہ حائضہ (کو یہ ہدایت تھی کہ وہ) لوگوں کے پیچھے رہے، لوگوں

کے ساتھ وہ بھی تکبیر کہے اور اس دن کی برکت اور گناہوں سے پاکی کے حصول کی امید میں لوگوں کے ساتھ دعاؤں میں شریک رہے۔ (بخاری ومسلم)

امام نوویؒ نے حضرت ام عطیہؓ کی یہ حدیث "باب التكبير أيام منى وإذا غدا إلى عرفة" میں نقل کی ہے، پھر انھوں نے ترجمۃ الباب کے بعد مندرجہ ذیل آثار نقل کئے ہیں:

حضرت عمرؓ منی میں اپنے خیمہ میں تکبیر اتنی زور سے کہتے کہ اسے مسجد میں موجود لوگ بھی سن لیتے، پھر وہ لوگ بھی تکبیر کہتے، بازار والے بھی تکبیر کہتے یہاں تک کہ پورا منی تکبیر کی آواز سے گونج اٹھتا، حضرت ابن عمرؓ منی میں نمازوں کے بعد، بستر پر جاتے ہوئے، اپنے خیمہ میں، اٹھتے بیٹھتے ہوئے، چلتے ہوئے غرضیکہ ان دنوں میں ہر جگہ اور ہر وقت آپ تکبیر کہتے رہتے، ایام تشریق میں مسجد میں ابان بن عثمانؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے پیچھے عورتیں مردوں کے ساتھ تکبیر کہا کرتی تھیں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ عید الفطر یا عید الاضحیٰ میں عیدگاہ کے لئے نکلا (اس وقت وہ چھوٹے تھے)، نبی کریم ﷺ نے عید کی نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیا، پھر آپ ﷺ عورتوں کے پاس آئے، ان کو وعظ ونصیحت کی اور انھیں صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ (بخاری)

امام بخاریؒ سے یہ حدیث "باب خروج الصبيان الى المصلى" کے تحت نقل کی ہے، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عید کے دن بچوں کو عیدگاہ لے جانا ہے چاہے وہ نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں، علامہ زین بن منیر کہتے ہیں کہ امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں "صلاۃ العید" کے بجائے "الی المصلیٰ" لکھا ہے، ایسا امام بخاریؒ نے اس لئے کیا ہے تاکہ اس کے مفہوم میں عمومیت آجائے کہ جس شخص کو عید کی نماز پڑھنی ہے وہ بھی عیدگاہ جائے اور جسے عید کی نماز نہیں پڑھنی ہے وہ بھی عیدگاہ جائے، بچوں کو عیدگاہ لے جانے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے تاکہ اس سے برکت حاصل ہو اور حاضرین کی کثرت سے اسلامی شعائر کا مظاہرہ ہو، اسی لئے حائضہ خواتین کو بھی عیدگاہ جانے کا حکم دیا گیا ہے، لہذا عیدگاہ وہ بھی جائے گا جسے عید کی نماز پڑھنی ہو اور وہ بھی جائے گا جسے عید کی نماز نہ پڑھنی ہو، لہذا بچوں کے ساتھ کچھ ایسے لوگ بھی ہونے چاہئیں جو نماز کے وقت ان کو کھیل کود سے روکیں۔

### ب-عید کے دن گانا گانا:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ میرے پاس آئے، اس وقت میرے پاس انصار کی دو باندیاں (ایک روایت میں ہے دو مغنیہ) گا رہی تھیں، اور بعاث کی جنگ میں انصار کے کارناموں کا ذکر کر رہی تھیں، حضرت

عائشہؓ فرماتی ہیں کہ وہ دونوں درحقیقت مغنیہ نہیں تھیں، (ایک روایت میں ہے کہ وہ دونوں دف بجا رہی تھیں) حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ کیا نبی کریم ﷺ کے گھر میں شیطان کی بانسری بجائی جارہی ہے اور وہ بھی عید کے دن، اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے ابوبکرؓ ہر قوم کا ایک خوشی کا دن ہوتا ہے اور یہ دن ہماری خوشی کا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ''وہ دونوں درحقیقت مغنیہ نہیں تھیں'' کہہ کر اس بات کی نفی کی ہے جس کا انھوں نے لفظ ''غناء'' کے ذریعہ اثبات کیا تھا، کیونکہ غناء بلند آواز سے ترنم کے ساتھ پڑھنے کو کہتے ہیں، لیکن صرف بلند آواز سے ترنم سے پڑھنے والے کو کلام عرب میں مغنی نہیں کہا جاتا، بلکہ کلام عرب میں مغنی اسے کہا جاتا ہے جو آواز کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ اشعار پڑھتا ہے، لوگوں کو بھڑکانے اور شوق دلانے کا کام کرتا ہے اور فحش باتوں کا ذکر کبھی اشارے کنایوں میں اور کبھی صراحتاً کرتا ہے، امام قرطبی فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ ''وہ دونوں درحقیقت مغنیہ نہیں تھیں'' کہہ کر یہ بتانا چاہتی ہیں کہ وہ دونوں باندیاں فن غناء سے واقف نہیں تھیں جس طرح کہ مشہور و معروف مغنیات واقف ہوتی ہیں، معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ فن غناء کے اس معروف مشہور طریقہ کو پسند نہیں کرتی تھیں جس کے ذریعہ انسانوں کے اندرونی جذبات کو بھڑکانا مقصود ہوتا ہے، اشعار میں ان جذبات کو ابھارنے اور بھڑکانے کے لئے عورتوں کے حسن، شراب اور دیگر حرام چیزوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے، اور یہ بالاتفاق حرام ہے۔۔۔۔۔اس حدیث سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ اگرچہ باندی اپنے زیر نگیں نہ ہوتب بھی اس کی گائی ہوئی آواز سننا جائز ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو باندی کی آواز سننے سے منع نہیں فرمایا بلکہ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو اس بات سے منع کیا کہ وہ باندیوں کو گانے سے نہ روکیں، لہذا وہ دونوں باندیاں اس وقت تک گاتی رہیں جب تک کہ حضرت عائشہؓ نے ان کو جانے کے لئے نہیں کہا، یہاں پر یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ باندیوں کو گانے کی اجازت دینا اسی صورت میں جائز ہے جبکہ کسی طرح کے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ واللہ اعلم

## سوال کرنے اور خیریت دریافت کرنے کے وقت مرد وعورت کی ملاقات:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور جب وہ (موسیٰ) مدین کے کنویں پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ بہت سے لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان سے الگ ایک طرف دو عورتیں اپنے جانوروں کو روک رہی ہیں، موسیٰ نے ان عورتوں سے پوچھا تمھیں کیا پریشانی ہے؟ انھوں نے کہا ہم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلاسکتیں، جب تک کہ یہ چرواہے اپنے جانور نہ نکال لے جائیں، اور ہمارے والد ایک بہت بوڑھے آدمی ہیں''۔ (سورۂ قصص: ۲۳)

عون بن ابوجحیفہؓ کہتے ہیں کہ ان کے والد نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمانؓ اور حضرت

ابوالدرداءؓ کے درمیان مواخات کرائی، ایک مرتبہ حضرت سلمانؓ حضرت ابوالدرداءؓ سے ملنے گئے، انھوں نے دیکھا کہ ام الدرداءؓ بہت ہی معمولی کپڑوں میں ہیں، انھوں نے پوچھا خیریت تو ہے؟ ام الدرداء نے جواب دیا کہ تمہارے بھائی ابوالدرداء کو دنیا سے کوئی مطلب ہی نہیں ہے...... (بخاری)

نبی کریم ﷺ نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم جس سے واقف ہوں اسے بھی سلام کریں اور جس سے واقف نہ ہوں اسے بھی سلام کریں، مندرجہ بالا واقعات سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب ہم کسی کو سلام کریں اور ہمیں اس کی طبیعت صحیح نہ محسوس ہو رہی ہو یا وہ کسی پریشانی میں مبتلا نظر آ رہا ہو یا یہ محسوس ہو رہا ہو کہ وہ کسی چیز کا ضرورتمند ہے تو ہمیں فوراً اس کی خیریت بھی دریافت کر لینی چاہیے، اور اس کے حالات سے واقفیت حاصل کرنی چاہیے۔

## زیارت کے وقت مرد عورت کی ملاقات:

حضرت ابن عباسؓ کے غلام کریب فرماتے ہیں.... حضرت ام سلمہؓ نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے سے منع کرتے ہوئے سنا، پھر میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ خود عصر کی نماز پڑھنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھ رہے ہیں، پھر اس کے بعد آپ ﷺ میرے پاس آئے، اس وقت میرے پاس قبیلہ بنو حرام کی کچھ انصاری خواتین تھیں۔ (بخاری و مسلم) فتح الباری میں تحریر ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شوہر کی موجودگی میں بھی کسی عورت سے ملاقات کی جا سکتی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ام مبشرؓ نے بتایا کہ انھوں نے حضرت حفصہؓ کے پاس نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ ان شاء اللہ ان لوگوں میں سے کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا جنھوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی، حضرت حفصہؓ نے کہا اے اللہ کے رسول کیوں نہیں جائیں گے، آپ ﷺ نے ان کو جھڑکا، انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: "**وإن منكم إلا واردها**"، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لیکن اس کے بعد اللہ نے یہ کہا ہے: "**ثم ننجي الذين آمنوا اتقوا ونذر الظالمين فيها جثياً**" (مسلم)۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس آئے، اس وقت ان کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی، آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون ہے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا یہ فلاں عورت ہے جس کے نماز کے بڑے چرچے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا خاموش رہو، تمہیں صرف اپنی طاقت کے بقدر عمل کرنا چاہیے، خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتا یہاں تک کہ تم خود نہ اکتا جاؤ۔ (بخاری و مسلم)

ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھ سے عروہ بن زبیرؓ نے بتایا کہ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ میرے پاس نبی کریم ﷺ آئے، اس وقت میرے پاس ایک یہودی عورت بیٹھی ہوئی تھی، اس نے مجھ سے کہا آپ کا کیا خیال ہے کیا آپ لوگ قبروں میں آزمائش میں مبتلا کئے جائیں گے؟ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ یہ سن کر خفا ہوگئے، اور کہا کہ یہودی آزمائش میں مبتلا کئے جائیں گے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ کچھ دن گذرنے کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا تم نے محسوس کیا کہ مجھے وحی کر کے بتایا گیا ہے کہ تم لوگ قبروں میں آزمائش میں مبتلا کئے جاؤ گے، اس کے بعد میں نبی کریم ﷺ کو قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے ہوئے سنا کرتی تھی۔ (بخاری ومسلم، الفاظ مسلم کے ہیں)

حضرت ام فضلؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک دیہاتی آیا، اس وقت آپ ﷺ میرے گھر میں تھے، دیہاتی نے کہا اے اللہ کے نبی میری ایک بیوی تھی، میں نے اس کے رہتے ہوئے دوسری شادی کی، میری پہلی بیوی کہتی ہے کہ اس نے میرے نئی والی بیوی کو ایک یا دو بوند دودھ پلایا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک یا دو بوند دودھ پلانے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی (مسلم)۔

حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں.... اسماء بنت عمیسؓ جو ہمارے ساتھ آئی تھیں ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس ملاقات کی غرض سے گئیں، اسماء بنت عمیسؓ نے بھی لوگوں کے ساتھ نجاشی کے پاس ہجرت کی تھی، حضرت عمرؓ حضرت حفصہؓ کے پاس گئے، اسماءؓ اس وقت وہیں تھیں، حضرت عمرؓ نے اسماء کو دیکھ کر پوچھا یہ کون ہیں؟ حضرت حفصہؓ نے کہا اسماء بنت عمیسؓ ہیں، حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کیا یہ حبشہ والی ہیں، کیا یہ سمندر والی ہیں؟ حضرت اسماء نے کہا ہاں۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ بنو ہاشم کے کچھ لوگ اسماء بنت عمیسؓ کے پاس گئے، اسی اثناء میں حضرت ابوبکرؓ آ گئے، ان دنوں اسماءؓ حضرت ابوبکرؓ کی زوجیت میں تھیں، حضرت ابوبکرؓ نے ان کے پاس لوگوں کو دیکھا تو اسے ناپسند کیا، لہذا انھوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا اور کہا کہ میں نے کوئی غلط بات نہیں دیکھی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں بری قرار دیا ہے، پھر نبی کریم ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا آج کے دن کے بعد جب بھی کوئی مرد کسی ایسی عورت کے پاس جائے جس کا شوہر موجود نہ ہو تو وہ اپنے ساتھ ایک یا دو مردوں کو لیتا جائے۔ (مسلم)

حضرت عمیر بن اسود عنسیؓ کہتے ہیں کہ وہ حضرت عبادہ بن صامتؓ کے پاس گئے جو حمص کے ساحل پر اپنی

ایک عمارت میں ام حرامؓ کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے، عمیر کہتے ہیں کہ ہم سے ام حرامؓ نے بتایا کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر میں جا کر غزوہ کرے گا اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنت واجب کر دی ہے، ام حرامؓ کہتی ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا میں بھی ان لوگوں میں شامل ہوں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم ان لوگوں میں شامل ہو گی، پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ آور ہو گا اللہ ان سبھوں کی مغفرت کر دے گا، میں نے کہا کیا میں ان لوگوں میں شامل ہوں گی؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ (بخاری)

ابو وائل کہتے ہیں کہ ایک دن صبح کی نماز پڑھنے کے بعد ہم لوگ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس گئے، ہم نے دروازہ پر پہنچ کر سلام کیا، لہذا ہمیں داخل ہونے کی اجازت دے دی گئی، ابو وائل کہتے ہیں کہ ہم لوگ تھوری دیر دروازہ پر رک گئے، ابو وائل کہتے ہیں کہ باندی نکل کر آئی اور اس نے کہا آپ لوگ اندر کیوں نہیں آتے ہیں؟ لہذا ہم لوگ اندر گئے، عبداللہ بن مسعودؓ کو دیکھا کہ وہ بیٹھ کر تسبیح پڑھ رہے ہیں، انھوں نے کہا کہ اجازت مل جانے کے بعد بھی تم لوگ اندر کیوں نہیں آرہے تھے؟ ہم نے کہا کہ ہم لوگوں نے سوچا کہ شاید گھر میں کوئی سو رہا ہو، انھوں نے کہا کیا تم ابن ام عبد کے گھر والوں کو غافل سمجھتے ہو؟ ابو وائل کہتے ہیں کہ پھر وہ تسبیح پڑھنے میں لگ گئے، جب انھیں محسوس ہوا کہ سورج طلوع ہو گیا ہو گا، تو انھوں نے اپنی باندی سے کہا دیکھنا کیا سورج طلوع ہو گیا ہے؟ اس نے دیکھا تو سورج اس وقت تک طلوع نہیں ہوا تھا، لہذا وہ پھر تسبیح پڑھنے میں لگ گئے، پھر جب ان کو محسوس ہوا کہ سورج طلوع ہو گیا ہو گا تو انھوں نے اپنی باندی سے کہا دیکھنا کیا سورج طلوع ہو گیا ہے؟ اس نے دیکھا تو سورج طلوع ہو چکا تھا۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جس نے ہمیں آج کے دن لغزشوں سے محفوظ رکھا اور ہمیں ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہلاک نہیں کیا.... (مسلم)۔

حضرت ابو بردہؓ فرماتے ہیں کہ میں ابو موسیٰؓ کے پاس گیا وہ اس وقت فضل بن عباسؓ کی بیٹی کے گھر میں تھے، مجھے چھینک آئی تو انھوں نے مجھے جواب نہیں، لیکن جب فضل بن عباسؓ کی بیٹی کو چھینک آئی تو انھوں نے ان کا جواب دیا، میں لوٹ کر اپنی والدہ کے پاس آیا اور ان کو یہ واقعہ بتایا، جب ابو موسیٰؓ میری والدہ کے پاس آئے تو میری والدہ نے کہا کہ جب آپ کے سامنے میرے بیٹے کو چھینک آئی تو آپ نے اس کا جواب نہیں دیا، لیکن جب فضل بن عباسؓ کی بیٹی کو چھینک آئی تو آپ نے اس کا جواب دے دیا، اس پر ابو موسیٰ نے کہا آپ کے بیٹے کو چھینک آئی تو اس نے الحمد للہ نہیں کہا لہذا میں نے اس کو جواب نہیں دیا، لیکن جب فضل بن عباسؓ کی بیٹی کو چھینک آئی تو س نے الحمد للہ

کہالہذا میں نے اس کا جواب دیا، میں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب کسی شخص کو چھینک آئے تو اس کا جواب دو لیکن اگر وہ چھینک آنے کے بعد الحمدللہ نہ کہے تو اس کا جواب نہ دو۔(مسلم)

**محبت کے اظہار اور حسن نگہداشت کے دوران مرد و عورت کی ملاقات:**

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کی بہن ہالۃ بنت خویلد نے نبی کریم ﷺ کے پاس آنے کی اجازت چاہی، نبی کریم ﷺ کو ایسا محسوس ہوا گویا کہ خدیجہؓ آنے کی اجازت مانگ رہی ہوں، آپ ﷺ اس پر گھبرا گئے، پھر آپ ﷺ نے کہا اچھا ہالہ ہیں، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ مجھے اس پر بڑی غیرت آئی لہذا میں نے کہا آپ تو بس قریش کی ایک بڑھیا ہی کو یاد کرتے ہیں جس کے دونوں جبڑے سرخ تھے اور جو بہت پہلے مر چکی ہے، حالانکہ اللہ نے آپ کو اس کا بہترین بدل عطا کیا ہے۔(بخاری و مسلم)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے بھائی یمن سے مدینہ آئے، ہم لوگ کچھ دن وہیں ٹھہرے، ہم لوگ عبداللہ بن مسعودؓ کو نبی کریم ﷺ کے گھر کا ہی ایک فرد سمجھتے تھے کیوں کہ ہم دیکھتے تھے کہ وہ اور ان کی ماں کثرت سے نبی کریم ﷺ کے پاس جاتی تھیں، مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ہم لوگ ان لوگوں کو کثرت سے نبی کریم ﷺ کے پاس آتے جاتے ہوئے اور ان کے پاس رہتے ہوئے دیکھتے تھے۔(بخاری و مسلم)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس آئے، اس وقت وہاں پر میں، میری والدہ اور ام حرام تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا، چلو اٹھو میں تم لوگوں کو نماز پڑھاؤں (حالانکہ وہ کسی بھی نماز کا وقت نہیں تھا) لہذا نبی کریم ﷺ نے ہم لوگوں کو نماز پڑھائی.... پھر ہم گھر والوں کے لئے دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیوں کی دعا کی (مسلم)۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سب سے زیادہ بااخلاق انسان تھے، (ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے ساتھ مل جل کر رہا کرتے تھے) میرا ایک بھائی تھا جس کا نام عمیر تھا (راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ حضرت انسؓ نے یہ کہا تھا کہ میرا ایک دودھ چھڑایا ہوا بھائی تھا) جب آپ ﷺ آتے تو کہتے اے ابوعمیر نغیر کا کیا حال ہے، نغیر ایک پرندہ تھا جس کے ساتھ وہ کھیلا کرتا تھا، کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ آپ ﷺ ہمارے گھر (یعنی ام سلیمؓ کے گھر) میں ہوتے اور نماز کا وقت ہو جاتا تو آپ ﷺ جس بستر پر بیٹھے ہوتے اسے جھاڑنے کا حکم دیتے لہذا اسے جھاڑ دیا جاتا اور اس پر پانی چھڑک دیا جاتا، پھر آپ ﷺ کھڑے ہوتے، ہم لوگ آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو جاتے پھر آپ ﷺ ہم لوگوں کو نماز پڑھاتے۔(بخاری و مسلم)

فتح الباری میں تحریر ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہوتو مرد کسی ایسی اجنبی عورت کے پاس بھی جاسکتا ہے جو جوان نہ ہو......اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے گھر کے علاوہ کسی دوسرے گھر میں بھی قیلولہ کرسکتا ہے خواہ اس گھر میں اس کی بیوی موجود نہ ہو، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قیلولہ کرنا درست ہے اور حاکم اپنے کسی رعایا کے گھر میں خواہ وہ کسی عورت ہی کا گھر کیوں نہ ہو قیلولہ کرسکتا ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہوتو کوئی بھی غیر محرم مرد کسی ایسی عورت کے گھر میں جاسکتا ہے جس کا شوہر موجود نہ ہو، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی بڑا شخص کچھ لوگوں سے ملنے جائے تو ان کے ساتھ تھوڑی بہت ہنسی مذاق کی باتیں کرے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بہت سے لوگوں سے مصافحہ کیا، ابوعمیر سے مزاح کیا، ام سلیم کے بستر پر سوئے، ان لوگوں کے گھر میں انہیں نماز پڑھائی حتی کہ ان سبھوں نے آپ ﷺ سے برکت حاصل کی۔

## ذیل میں محبت سے لبریز دیکھ بھال اور خیال رکھنے کی کچھ مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ام سلیمؓ نبی کریم ﷺ کے لئے کھال کی چٹائی بچھا دیا کرتی تھیں، نبی کریم ﷺ ان کے گھر میں اس چٹائی پر قیلولہ کیا کرتے تھے، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ سو جاتے تو ام سلیم آپ ﷺ کا پسینہ اور بال اٹھاتیں اور اسے ایک شیسی میں جمع کرتیں، پھر اسے وہ عطر کے برتن میں جمع کرتیں۔ (بخاری ومسلم)

مسلم کی ایک روایت میں ہے....نبی کریم ﷺ کو پسینہ بہت آیا کرتا تھا، ام سلیمؓ آپ ﷺ کے پسینہ کو جمع کرتیں اور اسے خوشبو میں اور شیشی میں ڈالتیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے ام سلیم یہ کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا یہ آپ کا پسینہ ہے میں اسے اپنی خوشبو میں ملا دیتی ہوں۔

فتح الباری میں یہ تحریر ہے کہ اس قصہ میں بال کے ذکر کو بعض لوگوں نے اس بال پر محمول کیا ہے جو کنگھا کرتے وقت آپ ﷺ کے سر سے گر جایا کرتے تھے، پھر میری نظر محمد بن سعد کی ایک روایت پر پڑی جس سے یہ اشتباہ جاتا رہا، انھوں نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ثابتؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے اپنے بال اتروائے تو حضرت ابوطلحہؓ نے وہ بال لے لئے اور اسے لے کر ام سلیمؓ کے پاس آئے، انھوں نے اسے عطر کے برتن میں ڈال دیا، ام سلیمؓ کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس آکر کھال کی چٹائی پر قیلولہ کیا کرتے تھے، میں آپ ﷺ کا پسینہ جمع کرنے لگی۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ام سلیمؓ نے جب قیلولہ کے وقت نبی کریم ﷺ کا پسینہ جمع کیا تو انھوں نے اسے ان کے پاس موجود بال والے برتن میں ڈال دیا، انھوں نے نبی کریم ﷺ کے سونے کے درمیان آپ ﷺ کا بال نہیں اٹھایا تھا، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ بالا واقعہ حجۃ الوداع کے بعد کا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے منی میں اپنے بال اتروائے تھے۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ ام حرام بنت ملحانؓ کے پاس جاتے تھے تو وہ انھیں کھانا کھلاتی تھیں، ام حرامؓ حضرت عبادہ بن صامتؓ کی زوجیت میں تھیں، ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس گئے تو انھوں نے آپ ﷺ کو کھانا کھلایا اور آپ ﷺ کے جوئیں دیکھنے لگیں، پھر نبی کریم ﷺ سو گئے، پھر آپ ﷺ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے، میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ کیوں ہنس رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ جو اللہ کی راہ میں سمندر میں جا کر غزوہ کریں گے وہ میرے سامنے تخت پر بیٹھے ہوئے بادشاہوں کی شکل میں پیش کئے گئے.....(بخاری ومسلم)۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اجنبی عورت کسی مہمان کی اس طور پر خدمت کر سکتی ہے کہ وہ اس کو کھانا کھلادے، اس کے لئے بستر لگادے وغیرہ، اسی طرح وہ مہمان کی جوئیں دیکھ کر بھی اس کی خدمت کر سکتی ہے، بہت سے لوگوں کو اس حدیث میں پیچیدگی محسوس ہوئی ہے، لہذا ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ ام حرامؓ یا ان کی بہن ام سلیمؓ نے نبی کریم ﷺ کو دودھ پلایا تھا، اس طرح ان میں سے ایک نبی کریم ﷺ کی رضاعی ماں اور دوسری رضاعی خالہ تھیں، اسی لئے نبی کریم ﷺ ان کے یہاں جا کر سو جایا کرتے تھے، اور ان کے ساتھ محرم جیسا سلوک کرتے تھے، کچھ دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ نبی کریم ﷺ معصوم تھے، جب نبی کریم ﷺ اپنی بیویوں کے پاس رہتے ہوئے اپنی خواہش پر کنٹرول کر لیتے تھے تو پھر دوسروں کے سلسلہ میں کیا کہنا، آپ ﷺ تمام برے فعل اور بری بات سے مبرا تھے، لہذا یہ عمل صرف آپ کی خصوصیت تھی، پھر یہ حضرات کہتے ہیں کہ اس بات کا بھی امکان ہے کہ یہ واقعہ فرضیت حجاب سے پہلے کا ہو، لیکن یہ بات قابل تردید ہے کیونکہ یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ یہ واقعہ فرضیت حجاب کے بعد کا ہے، کیونکہ یہ بات میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کے بعد کا ہے، قاضی عیاض نے خصوصیت والی بات کی تردید اس طرح کی ہے کہ خصوصیت احتمال سے ثابت نہیں ہوتی، نبی کریم ﷺ کا معصوم ہونا مسلم ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے افعال کی اس وقت تک اقتداء کی جائے اور اسے آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص نہ قرار دیا جائے جب تک کہ کسی دلیل سے اس عمل کا آپ ﷺ کے

ساتھ مخصوص ہونا ثابت نہ ہو جائے، جو حضرات کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ام حرامؓ اور ام سلیمؓ کے محرم تھے علامہ دمیاطی ان کی سختی سے تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ ام حرامؓ نبی کریم ﷺ کی رضاعی خالہ تھیں یا رشتہ کی کوئی خالہ تھیں اور اس طرح وہ آپ ﷺ کو ان کا محرم ثابت کرتا ہے درحقیقت وہ غفلت کا شکار ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کی رشتہ کی تمام ماؤوں اور رضاعی ماؤوں کا نام معلوم ومشہور ہے...... پھر ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ سب سے اچھا جواب یہ ہے کہ یہ عمل نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص تھا، اس جواب کی تردید یہ کہہ کر نہیں کی جاسکتی کہ کسی عمل کو آپ ﷺ کی خصوصیت اس وقت تک قرار نہیں دیا جاسکتا جب تک کہ کسی دلیل سے اس کا آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہونا معلوم نہ ہو جائے، کیونکہ خصوصیت کی دلیل بالکل واضح ہے۔ واللہ اعلم۔

ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے قطری ٹیلی ویژن پر ایک فتویٰ دیتے ہوئے کہا تھا (جس کا نص میرے پاس لکھا ہوا موجود ہے)، مجھے نہیں معلوم کہ اس عمل کے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہونے کی کوئی بھی پوشیدہ یا واضح دلیل کہاں پائی جاتی ہے''۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی کے اس تبصرہ کے بعد میں کہتا ہوں کہ جہاں اس عمل کے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہونے کی کوئی دلیل نہیں پائی جارہی ہے، وہیں دوسری طرف خود حافظ ابن حجرؒ نے اس عمل کے عموم کے سلسلہ میں ہمارے سامنے ایک دلیل پیش کی ہے، حضرت ابوموسیٰ کی مندرجہ ذیل حدیث کی تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ جس عورت نے ابوموسیٰ کی جویں دیکھی تھیں وہ ان کے کسی بھائی کی بیوی تھیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے یمن میں کچھ لوگوں کے پاس بھیجا، پھر میں آپ ﷺ کے پاس آیا تو اس وقت آپ ﷺ بطحاء میں تھے، آپ ﷺ نے پوچھا تم نے کس چیز کے لئے احرام باندھا ہے؟ میں نے کہا میں نے اسی چیز کے لئے احرام باندھا ہے جس کے لئے نبی کریم ﷺ نے باندھا ہے، آپ ﷺ نے پوچھا کیا تمہارے پاس ہدی (قربانی کا جانور) ہے؟ میں نے کہا نہیں، آپ ﷺ نے مجھے طواف کرنے کا حکم دیا تو میں نے خانہ کعبہ اور صفا ومروہ کا طواف کیا، پھر آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا تو میں نے احرام اتار دیا، پھر میں اپنی قوم کی ایک عورت کے پاس آیا تو اس نے میرے بالوں میں کنگھا کر دیا یا یہ کہا کہ میرے بال دھل دے، (ایک روایت میں ہے کہ پھر میں بنوقیس کی ایک عورت کے پاس آیا تو اس نے میری جویں دیکھیں)۔ (بخاری ومسلم)

حافظ ابن حجرؒ '' پھر میں اپنی قوم کی ایک عورت کے پاس آیا'' کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس

جملہ کے اطلاق سے جو بات فوری ذہن میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ عورت قیس عیلان سے تعلق رکھتی تھی، جبکہ ان کے درمیان اور اشعریوں کے درمیان کسی طرح کی قرابت داری نہیں تھی، لیکن ایوب بن عائذ کی روایت (یعنی اوپر جو دوسری روایت بیان کی گئی ہے) میں ''بنوقیس کی ایک عورت'' کے الفاظ آئے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ قیس سے مراد ابوموسیٰ اشعریؓ کے والد قیس بن سلیم ہیں، اور جس عورت کا ذکر کیا گیا ہے وہ ابوموسیٰ اشعریؓ کے کسی بھائی کی بیوی تھی، ابورہم اور ابوبردہ اور ایک قول کے مطابق محمد یہ سب ابوموسیٰ اشعریؓ کے بھائی تھے۔

محبت سے لبریز دیکھ بھال اور خیال رکھنے کی جو مثالیں اوپر سامنے آئیں اور ان واقعات میں انتہائی قرب حتیٰ کہ بدن کو چھونے کے جو مشاہد سامنے آئے یہ سب اس وقت تک جائز ہیں جب تک کہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، چند خاص حالات ہی میں فتنہ کا اندیشہ نہیں رہتا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا نصوص سے واضح ہوتا ہے، یہ خاص حالات معاشرہ میں پائے جانے والے ایسے رویوں کی دین ہیں جو فتنہ کے اندیشہ کو ختم کرنے میں معاون ہوتے ہیں اور محبت سے لبریز دیکھ بھال اور خیال کرنے کی تاکید کرنے کی ہمت افزائی کرتے ہیں، اس معاشرتی رویہ اور طریقہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ نیک اور صالح مسلمانوں کے ساتھ زیادہ وقت گذارتے ہیں ان کے اندر پاکیزہ احساسات وجذبات پیدا ہوجاتے ہیں، اور ان پاکیزہ احساسات وجذبات کی وجہ سے شہوانی خواہشات کمزور پڑجاتی ہیں، جب تک نیک وصالح لوگوں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت نہ گذارا جائے اس وقت تک پاکیزہ احساسات وجذبات کا پیدا ہونا ممکن نہیں ہے، اس کی مثال نبی کریم ﷺ اور ام سلیمؓ وام حرامؓ کے درمیان اس طرح حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور ان کے بڑے بھائی کی بیوی کے درمیان پائے جانے والے برادرانہ جذبات واحساسات ہیں، اس کی مثال ابوحنفیہؓ کے غلام سالم اور ابوحنیفہؓ کی بیوی سہلہ بنت سہیل کے درمیان پائے جانے والے مادرانہ جذبات ہیں، (ان دونوں قصہ کے لئے ''عورتوں کا علم حاصل کرنے کے دوران مردوں سے ملاقات'' کی بحث کی طرف رجوع کریں) ان پاکیزہ جذبات کے سبب وہ فطری شہوت کمزور پڑجاتی ہے جو مخالف جنس کے تعلق سے پائی جاتی ہے، وہ فطری شہورت کمزور پڑجاتی ہے جو مخالف جنس کے تعلق سے پائی جاتی ہے، بلکہ قریب ہوتا ہے کہ وہ ختم ہی ہوجائے، میرا تو خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول ''والتابعین غیر اولی الاربة'' میں اسی کے طرف اشارہ کیا گیا ہے، زیادتی عمر کے سبب اگرچہ جنسی خواہش کمزور ہوجاتی ہے لیکن وہ صرف زیادتی عمر کے سبب ہی ختم نہیں ہوتی، بلکہ درحقیقت طویل زمانہ تک ایک ساتھ رہنے کے سبب اور ذمہ داریوں کے سبب بھی جنسی خواہش ختم ہوجاتی ہے۔

## اعزاز واکرام کرنے اور تعریف کرنے کے دوران مرد وعورت کی ملاقات:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو شادی سے آتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ سیدھے کھڑے ہوگئے اور فرمایا خدا کی قسم تم لوگ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو، آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ کہی۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہند بن عتبہؓ آئیں اور انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول اس سرزمین پر جتنے بھی خیمے والے (یعنی اہل عرب) ہیں ان میں آپ کے خیمے والوں (یعنی آپ کے متبعین) سے زیادہ کسی کی ذلت مجھے محبوب نہیں تھی، لیکن اب یہ حال ہوگیا ہے کہ اس سرزمین پر جتنے بھی خیمے والے ہیں ان میں آپ کے خیمے والوں سے زیادہ کسی کی عزت مجھے محبوب نہیں ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ انھوں نے حضرت اسماءؓ سے ایک ہار عاریتاً لیا، وہ کھوگیا، نبی کریم ﷺ نے کچھ صحابہ کرامؓ کو اسے تلاش کرنے کے لئے بھیجا، تلاش کرنے کے دوران نماز کا وقت آگیا تو ان صحابہ کرامؓ نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی، جب وہ لوگ لوٹ کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ سے اس کی شکایت کی، اس موقع پر تیمّم کی آیت نازل ہوئی، حضرت اسید بن حضیرؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا اللہ آپ کو جزائے خیر سے نوازے، آپ کے ساتھ جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے نکلنے کی کوئی راہ بنادیتا ہے اور اس میں مسلمانوں کے لئے خیر وبرکت رکھ دیتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ام العلاءؓ فرماتی ہیں جب حضرت عثمان بن مظعونؓ کا انتقال ہوا، ان کو غسل دیا گیا اور ان کو انہی کے کپڑوں میں کفن دیا گیا تو اسی وقت نبی کریم ﷺ آگئے، اس وقت میں نے کہا اے ابوالسائب آپ پر اللہ کی رحمتیں ہوں، میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ نے آپ کے ساتھ نوازش کا معاملہ کیا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمہیں کیسے معلوم کہ اللہ نے ان پر نوازش کی ہے اور ان کے ساتھ اکرام واعزاز کا معاملہ کیا ہے؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ پر میرے ماں باپ قربان، پھر اللہ کس پر نوازش کرے گا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان کو تو موت آگئی اور خدا کی قسم مجھے ان کے سلسلہ میں خیر ہی کی امید ہے، لیکن اگر چہ میں اللہ کا رسول ہوں مگر مجھے نہیں معلوم کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا، حضرت ام العلاءؓ نے کہا خدا کی قسم اب میں کبھی بھی کسی کا تزکیہ نہیں کروں گی، (یعنی یہ نہیں کہوں گی کہ فلاں شخص بہت نیک ہے اب تو وہ جنت میں جائے گا ہی) مجھے اس بات کا بہت افسوس ہوا، پھر میں سوگئی، میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عثمان کا ایک چشمہ ہے جو بہہ رہا ہے، میں نے نبی کریم ﷺ کو اس خواب کے بارے میں بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ ان کا عمل ہے۔ (بخاری)

**دعا اور برکت کی درخواست کرنے کے دوران مرد وعورت کی ملاقات:**

عطاء بن رباح کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن عباسؓ نے کہا کیا میں تمہیں ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں، میں نے کہا کیوں نہیں، حضرت ابن عباسؓ نے کہا یہ کالی عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی تھی اور اس نے کہا تھا میں بے ہوش ہو جاتی ہوں اور میرا ستر کھل جاتا ہے، آپ میرے لئے اللہ سے دعا کر دیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو صبر کرو اور اس کے عوض تمہیں جنت ملے گی اور چاہو تو میں اللہ سے تمہاری شفایابی کے لئے دعا کر دوں، اس عورت نے کہا میں صبر کروں گی، لیکن میرا ستر کھل جایا کرتا ہے، آپ اللہ سے دعا کر دیجئے کہ میرا ستر نہ کھلا کرے، لہٰذا آپ ﷺ نے اس کے لئے دعا کر دی۔ (بخاری ومسلم)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ام سلیمؓ کے پاس تشریف لے گئے.... آپ ﷺ نے ام سلیمؓ اور ان کے گھر والوں کے لئے دعا کی، ام سلیمؓ نے کہا اے اللہ کے رسول میری ایک ضرورت ہے، آپ ﷺ نے پوچھا کیسی ضرورت؟ انہوں نے کہا آپ ﷺ اپنے خادم انسؓ کے لئے دعا کر دیں، لہٰذا نبی کریم ﷺ نے دنیا وآخرت کی تمام تر خیر وبرکت کی میرے حق میں دعا کی، آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ تو اسے مال ودولت اور اولاد سے نواز اور اسے برکت عطا فرمائے، لہٰذا میں انصار کا سب سے زیادہ مالدار آدمی ہوں، اور مجھ سے میری بیٹی امینہ نے بتایا ہے کہ حجاج جب بصرہ میں آیا اس وقت خاص میرے نطفہ سے ایک سو بیس سے کچھ زیادہ بچے دفن ہو چکے تھے (بخاری ومسلم)۔

حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ وہ حاملہ ہوئیں، اس حمل میں ان کے پیٹ میں عبداللہ بن زبیرؓ تھے، وہ کہتی ہیں کہ میں ہجرت کے لئے اس وقت نکلی جب ولادت کا وقت بالکل قریب آ چکا تھا، میں مدینہ آ کر قبا میں ٹھہر گئی، میں نے قبا میں عبداللہ بن زبیرؓ کو جنا پھر اسے لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور اسے آپ ﷺ کی گود میں دے دیا، آپ ﷺ نے ایک کھجور منگائی اور اسے چبایا، پھر آپ ﷺ نے عبداللہ کے منہ میں تھوکا، اس طرح اس کے پیٹ میں سب سے پہلے جانے والی چیز نبی کریم ﷺ کا لعاب مبارک ہے، پھر آپ ﷺ نے ایک کھجور کے ذریعہ اس کی تحنیک کی اور اس کے لئے خیر وبرکت کی دعا کی، عبداللہ عہد اسلام کا پہلا بچہ تھا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت سائب بن یزیدؓ کہتے ہیں کہ میری خالہ مجھے لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس گئیں اور کہا اے اللہ کے رسول میرا بھانجہ بیمار ہے، نبی کریم ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا کی، پھر آپ ﷺ نے وضو کیا تو میں نے آپ ﷺ کے وضو کا پانی پیا، پھر میں نبی کریم ﷺ کے پشت پر کھڑا ہوا تو مجھے

آپ ﷺ کے شانوں کے درمیان مہر نبوت نظر آئی، وہ ایسی تھی جیسے چھپر کٹ کی گھنڈی (بخاری ومسلم)۔

حضرت عبداللہ بن ہشام کی نبی کریم ﷺ سے ملاقات ہے، ان کی ماں زینب بنت حمیدؓ ان کو لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس گئیں اور کہا اے اللہ کے رسول آپ ﷺ اس سے بیعت لے لیں، آپ ﷺ نے فرمایا ابھی یہ چھوٹا ہے، پھر آپ ﷺ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لئے دعا کی۔ (بخاری)

ام قیس بنت محصنؓ کہتی ہیں کہ وہ اپنے ایک چھوٹے بچے کو، جس نے ابھی کھانا بھی شروع نہیں کیا تھا، لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں، نبی کریم ﷺ نے اسے اپنی گود میں بٹھالیا، اس نے آپ ﷺ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا، نبی کریم ﷺ نے پانی منگایا اور اسے پیشاب پر چھڑکا، آپ ﷺ نے اسے دھلا نہیں۔ (بخاری ومسلم)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ صبح کی نماز پڑھ کر فارغ ہوتے تو مدینہ کے خدام اپنے پانی کے برتن لے کر آجاتے، آپ ﷺ کے سامنے جتنے بھی برتن لائے جاتے آپ ان میں اپنا ہاتھ ڈال دیتے، کبھی کبھی لوگ جاڑہ کی صبح میں بھی پانی لے کر آجاتے تو آپ ﷺ اس وقت بھی ان کے پانی کے برتنوں میں اپنا ہاتھ ڈال دیتے۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت اپنے ایک بچے کو لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور کہا اے اللہ کے نبی اس کے لئے دعا کر دیجئے، (ایک روایت میں ہے کہ یہ بیمار ہے اور مجھے اس کی موت کا اندیشہ ہو رہا ہے) میں اس سے پہلے تین بچوں کو دفن کر چکی ہوں، (یعنی اس سے قبل میرے تین بچے انتقال کر چکے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے تین بچے دفن کر دیئے ہیں؟ اس نے کہا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا تم نے جہنم سے حفاظت کا پختہ انتظام کر لیا ہے۔ (مسلم)

## ضیافت کے دوران مرد وعورت کی ملاقات:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا ایک ایرانی پڑوسی سالن بہت عمدہ بناتا تھا، اس نے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے لئے سالن بنایا اور آپ کو آ کر دعوت دی، آپ ﷺ نے پوچھا کیا اس کی (عائشہؓ) بھی دعوت ہے، اس نے کہا کہ نہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا پھر تو میں نہیں آؤنگا، دوبارہ پھر وہ نبی کریم ﷺ کو بلانے آ گیا، آپ ﷺ نے پوچھا کیا عائشہؓ کی بھی دعوت ہے، اس نے کہا نہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا پھر تو میں نہیں آؤں گا، وہ پھر نبی کریم ﷺ کو بلانے آیا، آپ ﷺ نے پوچھا کیا عائشہؓ کی بھی دعوت ہے، اس نے تیسری مرتبہ

میں کہا ہاں، پھر وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے گھر گئے۔ (مسلم)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ان کی دادی ملیکہؓ نے نبی کریم ﷺ کو کھانے پر بلایا، انھوں نے (خاص طور سے) نبی کریم ﷺ کے لئے کھانا بنایا تھا، لہذا نبی کریم ﷺ نے کھانا کھایا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کھڑے ہوجاؤ میں تم لوگوں کو نماز پڑھاؤں گا، حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں ہماری ایک چٹائی تھی جو پرانی ہونے کی وجہ سے کالی ہوگئی تھی میں نے اس چٹائی پر پانی سے چھڑکاؤ کیا پھر نبی کریم ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوگئے، میں اور ایک یتیم نے آپ ﷺ کے پیچھے صف بنائی اور میری بوڑھی دادی ہمارے پیچھے تھیں، نبی کریم ﷺ نے ہم لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی پھر آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوگئے۔ (بخاری و مسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شادی کے علاوہ کسی اور موقع پر بھی کسی کی دعوت قبول کی جاسکتی ہے، اگر یہ دعوت کسی عورت نے دی ہو اور کسی قسم کے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو اس کی دعوت کو بھی قبول کیا جاسکتا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ام سلیمؓ کے پاس گئے، ام سلیمؓ نے آپ ﷺ کو کھجور اور گھی پیش کیا، آپ ﷺ نے فرمایا اپنی کھجور اور گھی کو اس کے برتنوں میں رکھ دو کیونکہ میں روزہ سے ہوں۔ (بخاری)

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جب خندق کھودی جارہی تھی تو میں نے محسوس کیا کہ نبی کریم ﷺ بہت زیادہ بھوکے ہیں، میں اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ میرا خیال ہے کہ نبی کریم ﷺ بہت زیادہ بھوکے ہیں، لہذا اس نے ایک تھیلا نکالا جس میں ایک صاع جو تھا، ہمارے پاس ایک بکری بھی تھی، میں نے اسے ذبح کردیا، اور میری بیوی نے جو کو پیس دیا، میرے ساتھ ساتھ وہ بھی اپنے کام سے فارغ ہوگئی، اس نے گوشت کے ٹکڑے کاٹ کر اسے پتیلی میں ڈال دیا، پھر میں نبی کریم ﷺ کے پاس آنے کے لئے مڑا تو میری بیوی نے کہا دیکھئے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے سامنے مجھے رسوا نہ کیجئے گا، میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور میں نے ان سے چپکے سے کہا اے اللہ کے رسول ہم نے ایک بکری ذبح کی ہے اور ایک صاع جو پیسا ہے، آپ دو چار صحابہ کرامؓ کے ساتھ ہمارے ساتھ چلیں، نبی کریم ﷺ نے بلند آواز سے کہا اے خندق والو، جابر نے کھانا پکایا ہے، لہذا آؤ چلو، نبی کریم ﷺ نے فرمایا دیکھو میرے آنے تک چولہے سے نہ ہی پتیلی اتارنا اور نہ ہی آٹا سے روٹی بنانا شروع کرنا، میں آیا، نبی کریم ﷺ بھی لوگوں کے ساتھ آئے، میں اپنی بیوی کے پاس آیا تو اس نے مجھے بہت برا بھلا کہا، میں نے کہا کہ تم نے مجھ سے جیسا کہا تھا میں نے ویسا ہی کیا، پھر

میں نے آٹا نکال کر نبی کریم ﷺ کو دیا، آپ ﷺ نے اس میں تھوکا اور برکت کی دعا کی، پھر آپ ﷺ پتیلی کی طرف آئے، اس میں بھی تھوکا اور برکت کی دعا کی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ روٹی بنانے والی کو بلاؤ کہ وہ تمہارے ساتھ روٹی بنائے اور تم پتیلی سے سالن نکالتی رہو لیکن اسے چولہے سے نہ اتارنا وہ کل ایک ہزار لوگ تھے، میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان تمام لوگوں نے کھانا کھایا اور کھا کر واپس چلے گئے، اس وقت بھی ہماری پتیلی پہلے ہی کی طرح ابل رہی تھی اور جوش مار رہی تھی، اور پہلے ہی کی طرح آٹے سے روٹی بنائی جا رہی تھی، ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کی بیوی سے کہا کہ اسے کھاؤ اور لوگوں کو ہدیہ کر دو، کیونکہ لوگ بھکمری کے شکار ہیں۔ (بخاری ومسلم)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ابوطلحہؓ نے ام سلیمؓ سے کہا مجھے نبی کریم ﷺ کی آواز میں کمزوری محسوس ہو رہی ہے، لگتا ہے کہ آپ ﷺ بھوکے ہیں، کیا تمہارے پاس کچھ ہے، ام سلیم نے کہا ہاں، پھر انھوں نے جو کے کچھ ٹکیہ نکالے، پھر انھوں نے اپنی ایک اوڑھنی نکالی اور اس کے تھوڑے سے حصہ سے روٹی لپیٹ دی، پھر روٹی میرے ہاتھ میں دی اور اوڑھنی کا تھوڑا حصہ مجھے اوڑھا دیا، پھر مجھے نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجا، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس گیا، مجھے نبی کریم ﷺ مسجد میں ملے، آپ ﷺ کے ساتھ کچھ صحابہ کرامؓ بھی تھے، میں وہاں پر جا کر کھڑا ہو گیا، نبی کریم ﷺ نے پوچھا کیا تمہیں ابوطلحہؓ نے بھیجا ہے، میں نے کہا ہاں، آپ ﷺ نے کہا کیا کھانا دے کر بھیجا ہے؟ میں نے کہا ہاں، نبی کریم ﷺ نے وہاں پر موجود صحابہ کرامؓ سے کہا کھڑے ہو جاؤ، لہذا نبی کریم ﷺ چل پڑے، میں بھی چل پڑا، میں ابوطلحہؓ کے پاس آیا اور ان کو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے آمد کی خبر دی، ابوطلحہؓ نے کہا اے ام سلیم نبی کریم ﷺ تو صحابہ کرامؓ کو لے کر آ گئے ہیں، ہمارے پاس تو ان کو کھلانے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے، ام سلیم نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے، ابوطلحہؓ نکلے، ان کی ملاقات نبی کریم ﷺ سے ہوئی، نبی کریم ﷺ حضرت ابوطلحہؓ کے ساتھ آئے اور کہا اے ام سلیمؓ تمہارے پاس جو کچھ ہے لے آؤ، وہ وہی روٹی لے آئیں، نبی کریم ﷺ نے حکم دیا تو اس روٹی کو توڑ دیا گیا، ام سلیم نے اس پر برتن سے سبزی بھی ڈال دی، پھر نبی کریم ﷺ نے اس پر کچھ پڑھا، پھر آپ ﷺ نے کہا دس لوگوں کو آنے کی اجازت دے دو، لہذا دس لوگوں کو اجازت دے دی گئی، ان تمام لوگوں نے سیر ہو کر کھایا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا دس اور لوگوں کو آنے کی اجازت دے دو، لہذا دس لوگوں کو اجازت دے دی گئی، ان لوگوں نے بھی سیر ہو کر کھایا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ مزید دس لوگوں کو آنے کی اجازت دے دو، لہذا دس لوگوں کو اجازت دے دی گی، ان

لوگوں نے بھی سیر ہو کر کھایا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا مزید دس لوگوں کو آنے کی اجازت دے دو، اس طرح تمام لوگوں نے خوب سیر ہو کر کھالیا، کل ستر یا اسی مرد تھے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت سہل کہتے ہیں کہ جب ابو اسید الساعدیؓ نے شادی کی تو انھوں نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی دعوت کی، ان کی بیوی ام اسید (جو کہ خود دلہن تھیں) ہی نے ان لوگوں کے لئے کھانا بنایا اور انھیں کھانا پیش کیا، انھوں نے رات ہی میں کچھ کھجوریں پتھر کے ایک چھوٹے برتن میں بھگو دی تھیں جب نبی کریم ﷺ کھانے سے فارغ ہوئے تو انہوں نے وہ مشروب آپ ﷺ کو بطور خاص پلایا (بخاری و مسلم)۔

شعبی کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کے پاس گئے تو انھوں نے ہمیں ابن طاب کی تر کھجوریں کھلائیں اور جوار کا ستو پلایا، پھر میں نے ان سے سوال کیا کہ جس عورت کو تین طلاق دی گئی ہو وہ کہاں عدت گذارے گی (مسلم)۔

ان نصوص کے بعد میں صحیحین کے باہر سے ایک نص نقل کر رہا ہوں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شوہر کی عدم موجودگی میں عورت ایسے مہمانوں کا استقبال کر سکتی ہیں جن سے اس کا شوہر واقف ہو اور جس پر اسے وثوق واطمینان ہو، امام طبرانیؒ نے قتادہ کے حوالہ سے ایک روایت نقل کی ہے، قتادہ کہتے ہیں کہ عورتوں سے بیعت کے وقت یہ عہد لیا گیا کہ وہ نہ ہی نوحہ کریں گی اور نہ ہی مردوں سے بات کریں گی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہمارے پاس مہمان آتے ہیں اور ہم اپنے گھروں پر نہیں ہوتے (تو ایسی صورت میں کیا ہوگا؟) آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہاں پر یہ مراد نہیں ہے۔ (یعنی ایسی صورت میں عورت مرد سے بات کر سکتی ہے)۔

## ہدیوں کے تبادلہ کے وقت مرد و عورت کی ملاقات:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے جس قدر خدیجہؓ پر رشک آیا اتنا آپ ﷺ کی کسی بیوی پر نہیں آیا، حالانکہ میری شادی سے قبل ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا، کیونکہ میں نبی کریم ﷺ کو ان کا ذکر کرتے ہوئے سنتی تھی، اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا تھا کہ وہ خدیجہؓ کو جنت میں موتیوں کے ایک گھر کی بشارت دیں، آپ ﷺ بکری ذبح کرتے تو حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کے یہاں بھجواتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب مہاجرین مکہ سے مدینہ آئے تو وہ خالی ہاتھ تھے، انصار زمین و جائداد والے لوگ تھے، انھوں نے مہاجرین سے یہ کہا کہ وہ انھیں ہر سال اپنے فائدہ میں شریک کریں گے، اس

طرح مہاجرین کو کام نہیں کرنا پڑے گا، ام انسؓ نے نبی کریم ﷺ کو کھجور کا ایک باغ دیا تھا۔(بخاری ومسلم)

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت ''بردہ'' لے کر آئی، پھر انھوں نے کہا کیا تم لوگ جانتے ہو کہ ''بردہ'' کسے کہتے ہیں، لوگوں نے کہا ہاں، بردہ ایسی چادر کو کہتے ہیں کہ جس کے کنارے بنے ہوئے (منقش) ہوں، اس عورت نے کہا اے اللہ کے رسول میں نے اس چادر کو خود اپنے ہاتھ سے نقش کیا ہے تاکہ آپ کو پہنا سکوں، نبی کریم ﷺ نے اس کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے اسے لے لیا، پھر آپ ﷺ ہمارے پاس نکل کر آئے تو آپ ﷺ اس چادر کو تہبند کے طور پر زیب تن فرمائے ہوئے تھے، ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول یہ چادر مجھے دے دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے، نبی کریم ﷺ تھوڑی دیر محفل میں بیٹھے رہے، پھر لوٹ گئے، پھر اس چادر کو طے کیا اور اسے اس شخص کے پاس بھجوا دیا، صحابہ کرامؓ نے اس شخص سے کہا کہ تم نے نبی کریم ﷺ سے یہ چادر مانگ کر اچھا نہیں کیا، تمہیں تو معلوم ہی ہے کہ آپ ﷺ کسی سائل کو واپس نہیں کرتے، اس شخص نے کہا خدا کی قسم میں نے یہ چادر آپ ﷺ سے اس لئے مانگی ہے تاکہ مجھے اسی میں کفن دیا جائے، سہل کہتے ہیں کہ اس شخص کو اسی چادر میں کفن دیا گیا (بخاری)۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ام مالکؓ ایک کپی میں نبی کریم ﷺ کو بطور ہدیہ گھی بھیجا کرتی تھیں، پھر ان کے پاس ان کے بیٹے آئے اور ان سے سالن مانگتے، ان کے پاس کچھ بھی نہ ہوتا تو ام مالکؓ اس کپی کے پاس جاتیں جس میں وہ نبی کریم ﷺ کو گھی ہدیہ کیا کرتی تھیں تو انہیں اس میں گھی نظر آتا، اسی طرح ہمیشہ ان کے گھر کا سالن باقی رہتا، یہاں تک کہ ایک بار انہوں نے اس کپی کو نچوڑ لیا، پھر وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں، آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم نے کپی کو نچوڑ لیا، انہوں نے کہا جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم اسے یونہی رہنے دیتیں (اور ضرورت کے وقت لیتی جاتیں) تو وہ ہمیشہ باقی رہتا (مسلم)۔

## مریضوں کی عیادت کے دوران مرد وعورت کی ملاقات:

### عورتوں کا مردوں کی عیادت کرنا:

امام بخاری نے مندرجہ ذیل حدیث ''باب عیادة النساء الرجال'' کے تحت نقل کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ام الدرداءؓ نے مسجد کے ایک انصاری خادم کی عیادت کی تھی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ آئے تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ بیمار پڑ گئے، میں ان دونوں کے پاس گئی، میں نے کہا ابو جان آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ اے بلالؓ آپ کیسا محسوس کر رہے

ہیں؟ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ کا بخار تیز ہو جاتا تو وہ کہتے:

کل امرئ مصبح فی اھلہ　　　والموت ادنیٰ من شراک نعلہ

جب حضرت بلالؓ کا بخار کم ہوتا تو وہ کہتے:

أالا لیت شعری ھل أبیتن لیلة　　　بواد وحولی اذخر و جلیل

وھل أردن یوما میاہ مجنة　　　وھل تبدون لی شامة و طفیل

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پھر میں نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور ان کو یہ سب بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ تو مدینہ کو ہمارے لئے مکہ ہی کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ محبوب بنادے، اس کی آب وہوا کو درست رکھ، یہاں کے مد اور صاع میں ہمارے لئے برکت رکھ اور اس کے حمی کو جحفہ کی طرف منتقل کردے (بخاری)۔

حافظ ابن حجرؒ امام بخاریؒ کے قول "باب عیادة النساء الرجال" کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ عورتیں اجنبی مردوں کی بھی عیادت کرسکتی ہیں بشرطیکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، حافظ ابن حجرؒ مزید فرماتے ہیں کہ امام بخاری پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ واقعہ قطعی طور پر فرضیت حجاب سے پہلے کا ہے، جیسا کہ ایک دوسری سند کے ساتھ حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں "و ذلک قبل الحجاب"، اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے جو ترجمۃ الباب قائم کیا ہے اس پر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ عورت اجنبی مرد کی عیادت اس شرط کے ساتھ کرسکتی ہے کہ وہ مکمل ستر میں ہو، لہذا چاہے یہ واقعہ فرضیت حجاب سے قبل کا ہو یا بعد کا ہو، دونوں ہی صورتوں میں فتنہ کا اندیشہ نہ ہونے کی صورت میں عورت کسی اجنبی مرد کی عیادت کرسکتی ہے۔

عورتوں کے اجنبی مردوں کی عیادت کرنے کی دلیل یہ ہے کہ ام مبشر بنت براء بن معرور نے کعب بن مالکؓ کی اس وقت عیادت کی تھی جب ان کی وفات کا وقت قریب آچکا تھا، وہ ان کے پاس گئیں اور کہا اے ابوعبدالرحمٰن میرے بیٹے (مبشر) کو میرا اسلام کہئے گا، انھوں نے کہا اے ام مبشر اللہ آپ کی مغفرت کرے، کیا آپ نے نبی کریم ﷺ کی یہ بات نہیں سنی کہ مسلمان کی روح ایک پرندہ کی شکل میں جنت کے درخت سے لٹکا دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن روح کو اس کے جسم میں واپس ڈالے گا، انھوں نے کہا آپ صحیح کہتے ہیں میں اللہ سے استغفار کروں گی۔

## مردوں کا عورتوں کی عیادت کرنا:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ضباعة بنت زبیر کے پاس گئے اور کہا شاید تم حج کرنا چاہتی ہو؟

انھوں نے کہا مجھے تکلیف محسوس ہورہی ہے، آپ ﷺ نے ان سے کہا تم حج کرو اور شرط لگا دو، لہذا تم کہو اے اللہ میں وہاں پر احرام سے باہر ہو جاؤں گی جہاں آپ مجھے روک دیں گے، وہ مقداد بن اسودؓ کی زوجیت میں تھیں (بخاری و مسلم)۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ام السائب یا ام المسیب کے پاس گئے اور کہا کیا ہوا ام السائب، تم کیوں تھرتھرا رہی ہو؟ انھوں نے کہا بخار ہے، اللہ اس کا برا کرے، نبی کریم نے فرمایا بخار کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ بخار انسانوں کے گناہوں کو اسی طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح آگ لوہے کے زنگ کو ختم کر دیتی ہے۔ (مسلم)

اس حدیث سے ہمیں ام العلاءؓ کی حدیث یاد آ گئی، جسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے، ام العلاءؓ کہتی ہیں کہ میں بیمار تھی، نبی کریم ﷺ میری عیادت کرنے کو آئے اور کہا اے ام العلاء خوشخبری حاصل کرو، کیونکہ مسلمان کا مرض اس کے گناہوں کو اسی طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح کہ آگ سونے اور چاندی کے کھوٹ کو ختم کر دیتی ہے۔ امام نسائی نے حضرت ابوامامہؓ سے روایت بیان کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ مدینہ کے بلند حصہ میں رہنے والوں میں سے ایک عورت بیمار پڑ گئی، نبی کریم ﷺ مریض کی سب سے اچھی طرح سے عیادت کرتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا اگر اس عورت کا انتقال ہو جاتا ہے تو مجھے اطلاع دینا۔

حضرت ابوملیکہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عائشہؓ کے انتقال سے کچھ پہلے ان کے پاس آنے کی اجازت چاہی، حضرت عائشہؓ پر اس وقت غشی کی سی کیفیت طاری تھی، انہوں نے کہا کہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ وہ آ کر میری تعریف کریں گے، حضرت عائشہؓ سے کہا گیا کہ ابن عباس نبی کریم ﷺ کے چچازاد بھائی اور سربرآوردہ مسلمان ہیں، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ انھیں آنے کی اجازت دے دو، ابن عباسؓ نے ان سے پوچھا کہ کیسی طبیعت ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اگر (اللہ کے یہاں) بچ جاتی ہوں تو اچھی ہوں، ابن عباسؓ نے کہا ان شاءاللہ آپ کے ساتھ اچھا معاملہ ہوگا، آپ نبی کریم ﷺ کی بیوی ہیں، نبی کریم ﷺ نے آپ کے علاوہ کسی اور باکرہ لڑکی سے شادی نہیں کی اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے آپ کا عذر نازل کیا۔ (بخاری)

## مردوں کا عورتوں کی موجودگی میں کسی مرد کی عیادت کرنا:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہؓ بیمار پڑ گئے، نبی کریم ﷺ عبدالرحمٰن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ ان کی عیادت کرنے آئے، جب آپ ﷺ ان کے پاس

پہنچے تو دیکھا کہ وہاں پر ان کے تمام گھر والے موجود ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا کیا یہ گذر گئے؟ لوگوں نے کہا نہیں، اے اللہ کے رسول، نبی کریم ﷺ رو پڑے، جب لوگوں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ رو رہے ہیں تو وہ لوگ بھی رو پڑے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا تم لوگ سنتے نہیں ہو؟ اللہ تعالیٰ آنکھوں سے آنسو گرنے پر یا دل کے مغموم ہونے پر سزا نہیں دیتا بلکہ اللہ تعالیٰ زبان کی وجہ سے عذاب دیتا ہے یا رحم کا معاملہ فرماتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیث سے ہمیں جابر بن عتیکؓ کی حدیث یاد آ گئی، جسے امام مالکؒ نے موطا میں اور امام نسائی نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے، جابر بن عتیکؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ عبداللہ بن ثابتؓ کی عیادت کرنے آئے، آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ بے ہوش ہو گئے ہیں، آپ ﷺ نے انھیں چیخ کر آواز دی، لیکن انھوں نے آپ ﷺ کو جواب نہیں دیا، نبی کریم ﷺ نے "إنا للّٰه وإنا إليه راجعون" پڑھا اور کہا اے ابو ربیع ہم تمہارے اوپر غالب آ گئے، اس وقت عورتیں چیخ پڑیں اور رونے لگیں، جابرؓ ان سب کو خاموش کرنے لگے، نبی کریم ﷺ نے جابرؓ سے کہا کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو، جب عبداللہ کا "وجوب" ہو جائے تو کوئی بھی ہرگز نہ روئے، لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول "وجوب" کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ مر جائیں، حضرت عبداللہ بن ثابت کی بیٹی نے کہا ہمیں امید تھی کہ آپ شہید ہوں گے، آپ نے تو جہاد کا سارا سامان تیار کر لیا تھا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ انھیں ان کی نیت کے مطابق اجر دے گا۔

اس حدیث سے ہمیں حضرت قیس بن ابی حازم کی حدیث بھی یاد آ گئی جسے طبرانی نے نقل کیا ہے، قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت ابو بکرؓ کے مرض کے دنوں میں ان کے پاس گئے، میں نے دیکھا کہ ان کے پاس گدے ہوئے ہاتھوں والی ایک سفید عورت بیٹھی ہوئی ہیں، وہ آپ کی بیوی اسماء بنت عمیسؓ تھیں۔

## کھانے پینے کے دوران مرد وعورت کی ملاقات:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا، نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں سے کچھ منگا بھیجا، بیویوں نے کہا کہ ہمارے پاس تو صرف پانی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آج اس شخص کی کون ضیافت کرے گا؟ ایک انصاری صحابی نے کہا میں اس کی ضیافت کروں گا، لہذا وہ صحابی اسے لیکر اپنی بیوی کے پاس گئے، اور اپنی بیوی سے کہا کہ نبی کریم ﷺ کے مہمان کا اکرام کرو، انھوں نے کہا کہ ہمارے پاس تو صرف بچوں کے لئے کھانا ہے، ان صحابی نے کہا کہ کھانا تیار کرو، چراغ جلا دو، اور جب بچے رات کا کھانا مانگیں تو انھیں سلا دینا، لہذا ان کی بیوی نے کھانا تیار کیا، چراغ روشن کیا اور بچوں کو سلا دیا، پھر وہ چراغ کو صحیح کرنے کی غرض سے اٹھیں اور

اسے قصداً بجھادیا، پھر وہ دونوں مہمان کے سامنے اس طرح بیٹھ گئے گویا کہ وہ بھی کھا رہے ہوں، حالانکہ ان دونوں نے بھوکے پیٹ رات گذاری، جب صبح ہوئی تو وہ صحابی نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا آج رات اللہ تعالیٰ کو ہنسی آئی، یا یہ فرمایا کہ آج رات اللہ تعالیٰ کو تم دونوں کے عمل سے بڑا تعجب ہوا۔ (مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ تم دونوں نے آج رات اپنے مہمان کے ساتھ جو سلوک کیا اللہ کو اس پر بڑا تعجب ہوا)، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی "**ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصة ومن یوق شح نفسه فاولئک ھم المفلحون**"۔ (بخاری و مسلم)

یزید بن اصم کہتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی شادی میں ہم لوگوں کو دعوت دی اور ہمارے سامنے تیرہ گوہ پیش کیا، بہت سے لوگوں نے اسے کھایا اور بہت سے لوگوں نے نہیں کھایا، دوسرے دن میری حضرت ابن عباسؓ سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے اس کا ذکر کیا، ان کے اردگرد بیٹھے لوگوں نے اس مسئلہ پر بہت زیادہ بولنا شروع کردیا، بعض لوگوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ نہ ہی میں گوہ کھاتا ہوں، نہ ہی اس کے کھانے سے لوگوں کو منع کرتا ہوں اور نہ ہی اسے حرام قرار دیتا ہوں، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا تم لوگوں نے بہت غلط بات کہی، نبی کریم ﷺ چیزوں کو حلال یا حرام قرار دینے کے لئے مبعوث کئے گئے تھے، ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ حضرت میمونہؓ کے پاس تھے، وہاں پر فضل بن عباسؓ اور خالد بن ولیدؓ تھے، وہیں پر ایک خاتون بھی تھیں، حضرت میمونہؓ نے ان لوگوں کے سامنے دسترخوان لگایا جس پر گوشت تھا، جب نبی کریم ﷺ نے اسے کھانے کا ارادہ کیا تو حضرت میمونہؓ نے کہا کہ یہ گوہ کا گوشت ہے، یہ سن کر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ روک لیا اور کہا کہ میں نے گوہ کا گوشت کبھی نہیں کھایا ہے، وہاں پر موجود لوگوں سے آپ ﷺ نے کہا کہ تم لوگ اسے کھالو، لہذا فضل بن عباسؓ، خالد بن ولیدؓ اور اس عورت نے وہ گوشت کھایا، حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں کہ میں جو چیز بھی کھاتی ہوں نبی کریم ﷺ بھی وہ کھاتے ہیں۔ (مسلم)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ چند مہمانوں کو لے کر گھر آئے، پھر وہ شام سے نبی کریم ﷺ کے پاس چلے گئے، جب لوٹ کر آئے تو میری والدہ نے کہا آج رات آپ مہمانوں سے دور کہاں رہ گئے تھے؟ انہوں نے پوچھا کیا تم نے انہیں رات کا کھانا نہیں کھلایا؟ انہوں نے کہا ہم نے مہمانوں کی خدمت میں کھانا پیش کیا تھا لیکن انہوں نے کھانے سے انکار کردیا، ابوبکرؓ یہ سن کر خفا ہوگئے اور انہوں نے بہت برا بھلا کہا اور قسم کھائی کہ وہ کھانا نہیں کھائیں گے، یہ سب کچھ دیکھ کر میں چھپ گیا تو انہوں نے کہا او پاجی، پھر میری والدہ نے قسم

کھائی کہ جب تک ابوبکرؓ کھانا نہیں کھائیں گے وہ بھی نہیں کھائیں گی، اور مہمانوں نے بھی قسم کھائی کہ جب تک ابوبکرؓ نہیں کھائیں گے وہ سب بھی نہیں کھائیں گے، حضرت ابوبکرؓ نے کہا یہ سب کچھ شیطان کی وجہ سے ہوا، لہذا انہوں نے کھانا منگایا انہوں نے اور والدہ نے کھایا اور ساتھ ہی مہمانوں نے بھی کھایا، وہ لوگ جب جب لقمے اٹھاتے نیچے سے کھانا بڑھتا جاتا، حضرت ابوبکرؓ نے میری والدہ سے کہا یا کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا جب ہم نے کھانے کا آغاز کیا تھا اب کھانا اس سے بھی زیادہ ہو گیا، لہذا ان سب لوگوں نے کھایا، پھر نبی کریم ﷺ کے پاس کھانا بھجوا دیا گیا اور آپ ﷺ نے بھی اسے کھایا (بخاری)۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ابوطلحہؓ نے ام سلیمؓ کو نبی کریم ﷺ کے لئے خاص کھانا بنانے کا حکم دیا، پھر ام سلیمؓ نے مجھے نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجا.... نبی کریم ﷺ نے کھانے پر اپنا ہاتھ رکھا اور بسم اللہ پڑھی، پھر کہا کہ دس لوگوں کو آنے کی اجازت دے دو، لہذا ابوطلحہ نے دس لوگوں کو آنے کی اجازت دے دی، تو وہ لوگ گھر میں داخل ہوئے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ، لہذا ان لوگوں نے کھایا، اس طرح نبی کریم ﷺ نے اسی لوگوں کو بلایا، پھر اس کے بعد نبی کریم ﷺ اور گھر والوں نے کھایا، اس کے بعد بھی کھانا بچ رہا، (ایک روایت میں ہے کہ پھر نبی کریم ﷺ، ابوطلحہؓ، ام سلیمؓ اور انس بن مالکؓ نے کھایا، اس کے بعد بھی کھانا بچ رہا تو ہم نے اسے پڑوس میں بھجوا دیا)۔ (مسلم)

شیخ ابونعمت اللہ القروی فرماتے ہیں کہ جہاں تک نبی کریم ﷺ کا ام سلیم کے ساتھ کھانے کا مسئلہ ہے تو اس کے پیش نظر علماء نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ عورت کسی ایسے اجنبی مرد کے ساتھ کھانا کھا سکتی ہے جس کے ساتھ اس کا پہلے سے اچھا تعارف ہو، کیونکہ چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں ستر میں شامل نہیں ہیں، لہذا کوئی اجنبی مرد کسی عورت کے چہرہ یا ہتھیلی کو لذت کی خاطر یا حسن کا جائزہ لینے کی خاطر نہیں دیکھتا تو اس کا دیکھنا جائز ہے۔

موطا میں تحریر ہے کہ امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ کیا عورت غیر محرم یا اپنے غلام کے ساتھ کھانا کھا سکتی ہے؟ امام مالکؒ نے جواب دیا اگر عورت کسی ایسے اجنبی وغیر محرم کے ساتھ یا اپنے غلام کے ساتھ کھانا کھاتی ہے جس کے ساتھ اس کا پہلے سے تعارف ہو اور جس کے ساتھ وہ پہلے سے کھانا کھاتی رہی ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، امام مالکؒ نے فرمایا کہ عورت کبھی کبھی اپنے شوہر اور جن کو اس کے شوہر نے کھانے پر مدعو کیا ہے ان لوگوں کے ساتھ کھانے میں شریک ہوتی ہے، اسی طرح عورت کبھی کبھی اپنے شوہر کے بھائی کے ساتھ بھی کھانا کھاتی ہے۔

کھانے پینے میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی شرکت سے متعلق کچھ مزید احادیث ذیل میں پیش کی

جاتی ہیں:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عوت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور اس نے آپ ﷺ کے سامنے گوشت پیش کیا، نبی کریم ﷺ اسے کھانے لگے، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول، آپ اپنے ہاتھ کو چربی سے آلودہ مت کیجئے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عائشہؓ جب خدیجہؓ باحیات تھیں تو یہ عورت ہمارے پاس آیا کرتی تھی، کسی کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنا ایمان کا ایک جز ہے۔

حضرت ام ہانیؓ فرماتی ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضرت فاطمہؓ آئیں اور نبی کریم ﷺ کے بائیں جانب بیٹھ گئیں، ام ہانیؓ آپ ﷺ کے داہنے جانب تھیں، اسی درمیان ایک باندی ایک برتن میں پانی لے کر آئی، نبی کریم ﷺ نے وہ برتن لیا اور پانی پی لیا، پھر وہ برتن ام ہانی نے لیا اور انھوں نے بھی اسے پیا۔

ام عمارہ بنت کعبؓ فرماتی ہیں کہ ان کے پاس نبی کریم ﷺ آئے تو انھوں نے آپ کے لئے کھانا منگایا، آپ ﷺ نے ان سے کہا کہ تم بھی کھاؤ، انھوں نے کہا کہ میں روزہ سے ہوں۔

حضرت سفینہ فرماتی ہیں کہ ایک شخص حضرت علیؓ کا مہمان ہوا، انھوں نے اس کے لئے کھانا بنایا، حضرت فاطمہؓ نے کہا کیا ہی اچھا ہوتا کہ ہم نبی کریم ﷺ کو بھی بلالیں، وہ بھی ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہوجائیں، لہذا ان لوگوں نے نبی کریم ﷺ کو بلایا، پھر نبی کریم ﷺ آئے ............۔

## سفر کے دوران مرد وعورت کی ملاقات:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ام حبیبہؓ اور ام سلمہؓ نے ایک گرجا گھر کا ذکر کیا جسے انھوں نے حبشہ میں دیکھا تھا اور جس میں بہت ساری تصویریں تھیں، ان دونوں نے نبی کریم ﷺ سے اس گرجا گھر کا ذکر کیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب ان لوگوں کے درمیان سے کوئی نیک اور صالح شخص مرجاتا تو وہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بنالیا کرتے تھے اور اس میں اس طرح کی تصویریں بنادیتے تھے، قیامت کے دن یہ لوگ اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند ہونگے۔ (بخاری)

ام خالدؓ نے اپنے والد خالد بن سعید بن عاصؓ اور اپنی والدہ ہمینہ بنت خلف کے ساتھ ہجرت کی تھی، وہ کہتی ہیں کہ میں جس وقت حبشہ سے آئی اس وقت میں چھوٹی سی بچی تھی، نبی کریم ﷺ نے مجھے ایک کپڑا پہنا دیا، جس میں دھاریاں بنی ہوئی تھیں، نبی کریم ﷺ دھاریوں کو ہاتھ سے چھوتے اور فرماتے "سناہ سناہ" حمیدی کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ کہا کہ یہ بہت اچھا ہے یہ بہت اچھا ہے۔ (بخاری)

حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کو یمن میں نبی کریم ﷺ کی بعثت کی خبر ملی تو ہم لوگ نبی کریم ﷺ سے ملنے کے لئے نکلے، ہم سب ایک کشتی پر سوار ہوئے جو ہمیں لے کر حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی طرف چلی گئی....، پھر نبی کریم ﷺ سے ہماری ملاقات خیبر کی فتح کے وقت ہوئی....، اسماء بنت عمیسؓ جو ہمارے ساتھ ہی آئی تھیں نبی کریم ﷺ کی اہلیہ حضرت حفصہؓ سے ملاقات کرنے کے لئے گئیں، انھوں نے ہم لوگوں کے ساتھ نجاشی کی طرف بھی ہجرت کی تھی۔ (بخاری ومسلم)

حضرت مروانؓ اور مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں کہ مومن خواتین ہجرت کرکے آئیں، اس دن نبی کریم ﷺ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیطؓ بھی شامل تھیں، وہ اس وقت نوخیز لڑکی تھیں، ان کے گھر والے نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے ان کو واپس کرنے کا مطالبہ کیا، لیکن نبی کریم ﷺ نے ان کو ان کے گھر والوں کے ساتھ واپس نہیں کیا۔ (بخاری)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر اور مدینہ کے درمیان تین دن قیام کیا، اس دوران حضرت صفیہؓ سے شادی کی، میں نے لوگوں کو نبی کریم ﷺ کے ولیمہ کی دعوت دی، اس ولیمہ میں نہ ہی روٹی تھی اور نہ ہی گوشت تھا، آپ ﷺ نے چمڑے کی ایک چٹائی بچھانے کا حکم دیا، پھر اس پر کھجور، خشک دودھ اور گھی ڈال دیا گیا، یہی آپ ﷺ کا ولیمہ تھا، مسلمانوں نے آپس میں کہا یہ ام المومنین ہیں یا باندی ہیں؟ کچھ لوگوں نے کہا کہ اگر آپ ﷺ ان سے پردہ کراتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ام المومنین ہیں، اور اگر ان سے پردہ نہیں کراتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ باندی ہیں۔ جب آپ ﷺ نے سفر شروع کیا تو انھیں اپنے پیچھے سوار کرلیا اور ان کے درمیان اور لوگوں کے درمیان پردہ گرادیا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ام سلیمؓ حاملہ ہوئیں، وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھیں، نبی کریم ﷺ جب مدینہ آتے تھے تو رات میں مدینہ میں داخل نہیں ہوتے تھے، جب نبی کریم ﷺ اور ان کے ساتھ کے لوگ مدینہ کے قریب پہنچے تو ام سلیم کو درد زہ اٹھا، لہٰذا ابوطلحہ ان کے پاس رک گئے۔ (مسلم)

ربیع بنت مسعودؓ فرماتی ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوا کرتے تھے، ہم لوگوں کو پانی پلاتے تھے، ان کی خدمت کرتے تھے اور زخمیوں ومقتولین کو مدینہ بھیجتے تھے۔ (بخاری)

حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک سفر میں تھے، اسی سفر میں ایک انصاری عورت ایک اونٹنی پر سوار تھی، اونٹنی بدکی، اس نے اس کو جھڑکا اور ملامت کی، نبی کریم ﷺ نے یہ سن لیا، آپ ﷺ

نے فرمایا اس اونٹنی پر جو کچھ ہے اسے اتارلو اور اس کو چھوڑ دو کیونکہ وہ ملعون ہے، عمران کہتے ہیں کہ میں اونٹنی کو اس وقت دیکھ رہا ہوں کہ وہ لوگوں کے درمیان پھرتی ہے اور کوئی اس سے تعرض نہیں کرتا (مسلم)۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں.... میں حضرت عمرؓ کے ساتھ مکہ سے نکلا جب ہم لوگ مقام بیداء پر پہنچے تو ہمیں ببول کے ایک درخت کے نیچے ایک قافلہ نظر آیا، حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا جاؤ دیکھ کر آؤ کہ اس قافلہ میں کون لوگ ہیں؟ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے جا کر دیکھا تو مجھے صہیبؓ نظر آئے، میں نے حضرت عمرؓ کو بتا دیا، حضرت عمرؓ نے کہا ان کو میرے پاس بلالاؤ، (مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ان کے ساتھ ان کی بیوی بھی ہیں حضرت عمرؓ نے کہا ہاں ٹھیک ہے اگر چہ ان کے ساتھ ان کی بیوی بھی ہوں تب بھی ان کو بلالاؤ) میں دوبارہ صہیبؓ کے پاس گیا اور کہا کہ جا کر امیر المومنین سے مل لیجئے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عدی بن حاتمؓ کہتے ہیں کہ ایک دن میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا کہ آپ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے اپنے فقر و فاقہ کا شکوہ کیا، پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے کہا کہ اسے لوٹ لیا گیا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عدی! کیا تم نے مقام حیرہ دیکھا ہے؟ میں نے کہا دیکھا تو نہیں ہے لیکن اس کے بارے میں سنا ضرور ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہاری عمر لمبی ہوئی تو تم ضرور دیکھ لوگے کہ ایک عورت حیرہ سے سفر شروع کرے گی اور مکہ میں آکر خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اس کو اللہ کے علاوہ کسی اور کا خوف نہ ہوگا، پھر میں نے منہ میں ہی کہا کہ اس وقت قبیلہ طے کے بدمعاش کہاں ہوں گے، جنھوں نے پورے ملک کو پریشان کر رکھا ہے؟...عدی کہتے ہیں کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ اس نے حیرہ سے آکر خانہ کعبہ کا طواف کیا اور اسے اللہ کے علاوہ کسی اور کا خوف نہیں تھا۔ (بخاری)

حافظ ابن حجرؒ اور مکہ میں آکر خانہ کعبہ کا طواف کرے گی کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام احمد نے ایک دوسری سند کے ساتھ حضرت عدیؓ کی روایت بیان کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں "فی غیر جوار احد" یعنی ایک عورت بغیر کسی کے ساتھ تن تنہا حیرہ سے آکر کعبہ کا طواف کرے گی۔ حافظ ابن حجرؒ ایک دوسری جگہ پر لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے مروی حدیث کہ "سب سے اچھا اور خوبصورت جہاد حج ہے"، سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ عورت کسی ایسے شخص کے ساتھ حج کرسکتی ہے جس پر اسے اعتماد اور اطمینان ہو خواہ وہ اس کا شوہر اور محرم نہ ہو...، شوافع کے یہاں مشہور یہ ہے کہ عورت شوہر یا محرم یا قابل اطمینان عورتوں کے ساتھ ہی حج کرسکتی ہے، ایک قول کے مطابق عورت کسی ایک قابل اطمینان عورت کے ساتھ حج کرسکتی ہے، اور ایک قول کے مطابق (جسے کرابیس نے نقل

کیا ہے اور اسے ''المہذب'' میں صحیح قرار دیا ہے) اگر کعبہ تک کا راستہ محفوظ ہو تو عورت تنہا ہی سفر کرسکتی ہے، یہ سارے مسائل اس حج یا عمرہ سے متعلق ہیں جو واجب ہو، قفال کو یہ بات درست نہیں محسوس ہوئی لہذا انھوں نے تمام قسم کے اسفار میں عورت کا تنہا یا چند با اعتماد عورتوں کے ساتھ سفر کرنے کا رد کیا ہے، اگر چہ راستہ مامون ہی کیوں نہ ہو، رویانی کا کہنا ہے کہ یہ بات صحیح ہے لیکن نص کے خلاف ہے، راستہ مامون ہونے کی صورت میں کسی عورت کا بہت سی با اعتماد عورتوں کے ساتھ سفر کرنے کے جائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ازواج مطہرات کو حج کے لئے جانے کی اجازت دے دی تھی، اس عمل پر حضرت عمرؓ، عثمانؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور ازواج مطہرات کا اتفاق تھا، اور کسی بھی صحابی نے اس عمل پر نکیر نہیں کی، اور جس کسی نے ازواج مطہرات پر اعتراض کیا بھی تو اس نے دوسرے پہلو سے اعتراض کیا، اس پہلو سے اعتراض نہیں کیا کہ بغیر محرم کے سفر نہیں کیا جا سکتا، راستہ محفوظ و مامون ہونے کی صورت میں کسی عورت کے تنہا سفر کرنے کے جائز ہونے کی دلیل حضرت عدی بن حاتم سے مروی یہ حدیث ہے ''عنقریب ایک عورت حیرہ سے نکلے گی اس حال میں کہ اس کے ساتھ اس کا شوہر نہیں ہوگا''، اس حدیث کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایسی صورت حال وقوع پذیر ہوگی، یہ نہیں کہا گیا ہے کہ یہ صورتحال یعنی عورت کا بغیر شوہر یا محرم کے تنہا سفر کرنا جائز بھی ہے، اس بات کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں اسلام کی عظمت و بلندی اور مدح و تعریف کے پیرایہ میں ایک خبر دی جارہی ہے، لہذا اس صورتحال کو جواز پر محمول کیا جائے گا، اس کے بعد حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ قرینہ سے یہ بات زیادہ مضبوط معلوم ہوتی ہے کہ راستہ محفوظ ہونے کی صورت میں عورت کا تنہا یا کچھ با اعتماد عورتوں کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے۔

ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں ''کسی بھی ایسی عورت کے لئے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایک دن کی مسافت بغیر کسی محرم کے طے کرے''، اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ابن دقیق العید کہتے ہیں کہ اس میں عورت کا لفظ تمام عورتوں کے لئے عام ہے (یعنی اس میں تمام قسم کی عورتیں شامل ہیں) چند مالکی حضرات کا کہنا ہے کہ اس حدیث میں نوجوان عورت کو بغیر محرم کے سفر کرنے سے منع کیا گیا ہے، بوڑھی عورت جہاں کہیں چاہے بغیر شوہر یا بغیر کسی محرم کے تنہا سفر کرسکتی ہے، ان مالکی حضرات کے قول کے مطابق معنوی اعتبار سے اس حدیث کے عموم میں تخصیص پائی جاتی ہے، امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ اگر راستہ محفوظ و مامون ہو تو عورت بغیر محرم کے سفر کرسکتی ہے، بلکہ ایسی صورت میں وہ قافلہ کے درمیان تنہا بھی چلے گی تو محفوظ رہے گی۔

امام مالک کی ''المدونۃ الکبریٰ'' میں تحریر ہے: ''میں نے کہا کہ اس عورت کے سلسلہ میں امام مالکؒ کا کیا

قول ہے جو حج کرنا چاہتی ہے لیکن اس کا کوئی ولی نہیں ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ وہ جن مردوں یا عورتوں پر اعتماد کرتی ہے ان کے ساتھ حج کے لئے نکلے''۔

## وفات سے متعلق مختلف کاموں کے دوران مرد وعورت کی ملاقات:

### اول: رونا، تعزیت، دعا اور غمخواری:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کی طبیعت بھاری ہونے لگی تو آپ ﷺ پر بار بار بیہوشی طاری ہونے لگی، حضرت فاطمہؓ نے کہا ہائے ابو کی تکلیف، نبی کریم ﷺ نے فرمایا آج کے دن کے بعد تمہارے باپ پر کوئی تکلیف نہ ہوگی، جب آپ ﷺ کی وفات ہوگئی تو حضرت فاطمہؓ نے کہا ہائے وہ والد جس نے اپنے رب کی پکار پر لبیک کہہ دیا، ہائے وہ والد جس کا ٹھکانہ جنت الفردوس ہے، ہائے وہ والد جس کے موت کی خبر ہم جبرئیل کو دیں گے، جب نبی کریم ﷺ کو دفن کر دیا گیا تو حضرت فاطمہؓ نے کہا اے انس تم کو نبی کریم ﷺ پر مٹی ڈالنا کس طرح اچھا لگا (بخاری)۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بیٹی نے آپ ﷺ کو کہلا بھیجا کہ میرے ایک بیٹے کا انتقال ہو گیا ہے لہذا آپ آجائیں، آپ ﷺ نے اس قاصد کو یہ کہہ کر بھیج دیا کہ انھیں میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ جو اللہ نے لے لیا وہ بھی اسی کا ہے اور جو کچھ اس نے دیا ہے وہ بھی اسی کا ہے، اور اللہ نے ہر ایک کی عمر مقرر اور طے کر دی ہے، لہذا ان سے کہو کہ وہ صبر کریں اور اللہ سے ثواب کی امید رکھیں، آپ ﷺ کی بیٹی نے پھر آپ ﷺ کو قسم دلوا کر کہلا بھیجا کہ آپ ضرور آئیں، لہذا نبی کریم ﷺ سعد بن عبادہؓ، معاذ بن جبلؓ، ابی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ اور کچھ دیگر مردوں کے ساتھ گئے، بچہ کو نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا، اس کی سانسیں اکھڑ رہی تھیں، اور اس سے ایسی آوازیں آرہی تھیں جیسے مشکیزہ سے آتی ہیں، یہ دیکھ کر آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے، حضرت سعدؓ نے کہا اے اللہ کے رسول یہ کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ وہ رحم کا جذبہ ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے رحمدل بندوں پر رحم فرماتا ہے۔ (مسلم)

خارجہ بن زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ ام العلاءؓ ایک انصاری خاتون تھیں اور انھوں نے نبی کریم ﷺ سے بیعت کی تھی، انھوں نے انہیں بتایا کہ مہاجرین نے قرعہ اندازی کی، ہمارے حصہ میں عثمان بن مظعونؓ کا قرعہ نکلا، ہم نے ان کو اپنے گھر میں ٹھہرایا، اسی درمیان ان کی وہ تکلیف بڑھ گئی جس کی وجہ سے ان کا انتقال ہوا، جب ان

کا انتقال ہوگیا، ان کو غسل دیا گیا اور انھیں انہی کے کپڑوں میں دفن دیا گیا اس وقت نبی کریم ﷺ آئے، میں نے کہا اے ابوالسائب آپ پر اللہ کی رحمت ہو، میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ نے آپ کے ساتھ نوازش اور اعزاز و اکرام کا معاملہ کیا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمہیں کیسے معلوم کہ اللہ نے ان کے ساتھ نوازش کا معاملہ کیا ہے؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ پر میرے ماں باپ قربان، پھر اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ نوازش کا معاملہ کرے گا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان کا تو انتقال ہوگیا، اور خدا کی قسم مجھے ان کے بارے میں خیر ہی کی امید ہے لیکن میں اگر چہ اللہ کا رسول ہوں مگر مجھے نہیں معلوم کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا، ام العلاء نے کہا خدا کی قسم میں آج کے بعد اب کسی کا تزکیہ نہیں کروں گی۔ (بخاری)

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد شہید ہوئے تو میں نے ان کے چہرہ سے کپڑا ہٹایا اور رونے لگا، لوگ مجھے رونے سے منع کر رہے تھے، لیکن نبی کریم ﷺ مجھے منع نہیں کر رہے تھے، میری پھوپھی فاطمہ بھی رونے لگیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم چاہے روؤ یا نہ روؤ، فرشتے تو ان پر مسلسل اپنے پروں سے اس وقت تک سایہ کئے رہیں گے جب تک تم لوگ انھیں اٹھا نہیں لیتے ہو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ام حارثہؓ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں، ان کے بیٹے حارثہؓ بدر ہی میں شہید ہو چکے تھے، ان کو کسی انجان سمت سے تیر آ کر لگ گیا تھا، ام حارثہؓ نے کہا اے اللہ کے رسول آپ جانتے ہیں کہ مجھے حارثہ سے کتنی محبت ہے، اگر وہ جنت میں گیا ہے تو میں اس کے لئے نہیں روؤں گی، اور اگر جنت میں نہیں گیا ہے تو جو کچھ میں کروں گی اسے آپ عنقریب دیکھ لیں گے، نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا تیرا برا ہے، کیا اس کے لئے صرف ایک ہی جنت ہے؟ اس کے لئے تو بہت ساری جنتیں ہیں، اور وہ تو فردوس اعلیٰ میں ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں صبح یا شام کسی بھی وقت نکلنا دنیا و مافیہا سے افضل ہے، کمان کے درمیان کے فاصلہ کے برابر جنت یا ایک قدم کے برابر جنت بھی دنیا و مافیہا سے افضل ہے، اگر جنت کی کوئی عورت زمین کی طرف جھانک لے تو زمین و آسمان روشن ہو جائے اور زمین و آسمان میں خوشبو ہی خوشبو بکھر جائے، اس کا دوپٹہ بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (بخاری)

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ابوسلمہؓ کے پاس آئے، ان کی آنکھیں پھیل گئی تھیں، آپ ﷺ نے انھیں بند کر دیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا جب روح قبض کر لی جاتی ہے تو نگاہیں اس کے پیچھے پیچھے جاتی ہیں، یہ سن کر ان کے گھر کے لوگ چیخ پڑے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے لئے صرف خیر کی ہی دعائیں

کرو، کیونکہ تم لوگ جو کچھ بھی کہہ رہے ہو فرشتے اس پر آمین کہہ رہے ہیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ تو ابوسلمہ کی مغفرت فرما، ہدایت یافتہ لوگوں میں ان کے درجہ اور مقام کو بلند فرما، ان کے پسماندگان کو ان کا اچھا نعم البدل عطا فرما، اے رب العالمین ہماری اور ان کی مغفرت فرما اور ان کی قبر کو وسیع اور منور فرما۔ (مسلم)

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم لوگ کسی مریض یا میت کے پاس جاؤ تو اچھی باتیں بولو کیونکہ اس موقع پر جو کچھ تم کہتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں، ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب ابوسلمہؓ کا انتقال ہوا تو میں نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور کہا اے اللہ کے رسول ابوسلمہؓ کا انتقال ہوگیا، آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ کہو کہ اے اللہ میری اور ان کی مغفرت فرما اور مجھے ان کا نعم البدل عطا فرما، حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے یہ جملے دھرا دیئے، پھر مجھے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی شکل میں ان کا بہترین نعم البدل عطا کیا۔ (مسلم)

### دوم: میت کو غسل دینا اور اسے کفن پہنانا:

حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ ہمارے پاس آئے اور کہا اسے پانی اور بیری سے تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ غسل دو، اور آخر میں کافور یا کافور جیسی کوئی چیز استعمال کرو، جب تم لوگ یہ سب کر کے فارغ ہو جانا تو مجھے اطلاع دینا، جب عورتیں ان سب چیزوں سے فارغ ہوئیں تو انھوں نے نبی کریم ﷺ کو اطلاع دی، نبی کریم ﷺ نے ہمیں اپنی تہبند دی اور کہا کہ اسے اس کے کفن کے اندر ڈال دو، ایک روایت میں ہے کہ غسل کا آغاز داہنے جانب سے اور اعضاء وضو سے کرو۔ (بخاری ومسلم)

### سوم: جنازہ کی نماز:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضرت سعد بن ابووقاصؓ کا انتقال ہوا تو ازواج مطہرات نے لوگوں کو کہلا بھیجا کہ وہ سعدؓ کے جنازہ کو مسجد سے لے کر گذریں تاکہ وہ لوگ ان کو نماز جنازہ پڑھ سکیں، لہذا لوگوں نے ایسا ہی کیا، حضرت سعدؓ کے جنازہ کو تمام ازواج مطہرات کے حجروں کے پاس روکا گیا، لہذا انھوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی، پھر جنازہ کو باب الجنائز سے جو مقاعد کی طرف تھا باہر لے جایا گیا، ازواج مطہرات کو معلوم ہوا کہ لوگوں نے ان کے اس عمل پر نقطہ چینی کی ہے، لوگوں کا کہنا ہے کہ جنازہ کو مسجد میں لے جانا درست نہیں ہے، حضرت عائشہؓ تک بھی یہ بات پہنچی، انھوں نے کہا جس چیز کا لوگوں کو علم نہیں ہوتا اس پر نقطہ چینی کرنے میں کس قدر عجلت سے کام لیتے

ہیں، لوگ ہم پر یہ نقطہ چینی کرتے ہیں کہ ہماری وجہ سے جنازہ کو مسجد میں لایا گیا، حالانکہ نبی کریم ﷺ نے سہیل بن بیضاءؓ کی نماز جنازہ مسجد ہی میں پڑھی تھی (مسلم)۔

نبی کریم ﷺ کی نماز جنازہ سے متعلق حدیث کی تشریح کرتے ہوئے امام نوویؒ فرماتے ہیں: جمہور علماء کا یہ خیال ہے کہ تمام لوگوں نے نبی کریم ﷺ کی نماز جنازہ انفرادی طور پر پڑھی، کچھ لوگ آپ ﷺ کے حجرہ میں داخل ہوتے، تنہا تنہا نماز پڑھتے پھر نکل جاتے، پھر دوسرے لوگ آتے اور وہ اسی طرح نماز پڑھتے، پھر مردوں کے بعد عورتیں نماز کے لئے داخل ہوئیں، عورتوں کے بعد بچے گئے۔

## چہارم: جنازہ کے ساتھ جانا:

حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں جنازہ کے ساتھ جانے سے منع کیا گیا لیکن سختی سے منع نہیں کیا گیا۔ (بخاری و مسلم)

حافظ ابن حجرؒ "لیکن سختی سے منع نہیں کیا گیا" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم عورتوں کو جنازہ کے ساتھ نہ جانے کی تاکید اس طرح نہیں کی گئی جس طرح دیگر منہیات سے رک جانے کی تاکید کی جاتی تھی، گویا وہ یہ بتانا چاہتی ہیں کہ جنازہ کے ساتھ عورتوں کا جانا مکروہ تو تھا لیکن یہ مکروہ تحریمی نہیں تھا، علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ ام عطیہؓ کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نہی تنزیہی ہے، جمہور علماء اسی کے قائل ہیں، امام مالکؒ تو جنازہ کے ساتھ عورتوں کے جانے کے جواز کے قائل ہیں، اہل مدینہ کا مسلک بھی یہی ہے، جواز کی دلیل وہ روایت ہے جو ابن ابی شیبہ نے محمد بن عمرو بن عطاء کے حوالہ سے نقل کی ہے، محمد بن عمرو کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے بتایا کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ ایک جنازہ کے ساتھ تھے، اسی وقت حضرت عمرؓ کی نظر ایک عورت پر پڑ گئی، انھوں نے اس عورت کو آواز لگائی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عمر! اسے چھوڑ دو۔ یہی حدیث ابن ماجہ اور نسائی نے دوسری سند سے روایت کی ہے، وہ سند یہ ہے "**عن محمد بن عمر بن عطاء عن سلمة بن الأزرق عن أبي هريرة**"، اس سلسلہ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

امام مالکؒ کی "المدونۃ الکبریٰ" میں تحریر ہے: میں نے کہا کیا امام مالکؒ عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانے کی اجازت دیا کرتے تھے؟ انھوں نے کہا ہاں، امام مالکؒ کا قول ہے کہ عورت کا اپنے باپ یا بیٹے کے جنازہ کے ساتھ جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بلکہ وہ اپنے شوہر اور بہن کے جنازہ میں بھی اس صورت میں جا سکتی ہے جبکہ معاشرہ کا یہ رواج رہا ہو کہ عورت اپنے شوہر اور بہن کے جنازہ کے ساتھ جاتی ہو۔

ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ بہت سی ایسی احادیث ہیں جن میں اس حدیث سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانے سے منع کیا گیا ہے، مثلاً وہ حدیث جو حضرت فاطمہؓ سے متعلق ہے، ہوسکتا ہے کہ ان کے ساتھ ایسا معاملہ ان کے بلند مقام ومرتبہ کی وجہ سے کیا گیا ہو، اسی طرح حضرت ام عطیہؓ سے متعلق حدیث، ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ہم ان دونوں احادیث کو عورتوں کے مختلف حالات پر محمول کریں، امام مالکؒ نے عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانے کی اجازت دی ہے، لیکن انھوں نے نوجوان لڑکی کے لئے جنازہ کے ساتھ جانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

میں یہ کہتا ہوں کہ یہ حدیث ''ارجعن مأزورات غیر مأجورات'' (یعنی تم لوگ گنہگار بن کر لوٹو نہ کہ اجر حاصل کرکے) ضعیف ہے۔

## پنجم: قبروں کی زیارت:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا ایک ایسی عورت کے پاس سے گزر ہوا جو ایک قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی، آپ ﷺ نے اس سے کہا اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صبر کرو۔ (بخاری ومسلم)

حافظ ابن حجرؒ ''باب زیارۃ القبور'' کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے ''قبروں کی زیارت کی مشروعیت کا باب''، دراصل امام بخاریؒ نے اس کی صراحت اس لئے نہیں کی، کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے، جس کا آگے ذکر کیا جائے گا، امام بخاریؒ نے اس کی صراحت اس لئے بھی نہیں کی کیونکہ اس مسئلہ کے جواز سے متعلق احادیث ان کے شرط کے مطابق نہیں تھی، امام مسلم نے حضرت بریدہؓ کے حوالہ سے ایک حدیث نقل کی ہے، جس میں قبروں کی زیارت کی ممانعت کو منسوخ قرار دیا گیا ہے، اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں ''میں نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا، لیکن اب تم لوگ قبروں کی زیارت کیا کرو''، امام مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ وہ موت کو یاد دلاتی ہے''، اس سلسلہ میں اختلاف ہے کہ عورتیں بھی قبروں کی زیارت کرنے جاسکتی ہیں یا نہیں، اکثر علماء کا کہنا ہے کہ عورت بھی قبروں کی زیارت کرنے جاسکتی ہے، اس کو بھی اس کی اجازت حاصل ہے، بشرطیکہ کسی قسم کے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت کرنے کے جواز کی تائید حدیث الباب سے بھی ہوتی ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس عورت کو قبر کے پاس بیٹھنے سے منع نہیں کیا، اس طرح آپ ﷺ نے اس عورت کے اس عمل کی تقریر فرمائی اور نبی کریم ﷺ کی تقریر بھی دلیل اور حجت ہے، حضرت عائشہؓ نے بھی قبروں کی زیارت سے

متعلق نبی کریم ﷺ کی اجازت کو مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے عام مانا ہے، حاکم ابوملیکہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عائشہ کو دیکھا کہ وہ اپنے بھائی عبدالرحمٰنؓ کی قبر کی زیارت کرنے گئیں، ان سے کہا گیا کیا نبی کریم ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا ہے؟ انہوں نے فرمایا جی ہاں نبی کریم ﷺ نے پہلے قبروں کی زیارت کرنے سے ہمیں منع کیا تھا لیکن بعد میں ہمیں اس کی اجازت دے دی، بعض حضرات کا کہنا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ اجازت صرف مردوں کو دی تھی، لہٰذا عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت کرنا جائز نہیں ہے، شیخ ابواسحاق نے ''مہذب'' میں پورے جزم ووثوق سے یہ بات لکھی ہے، اور وہ اس کی دلیل عبداللہ بن عمرو کی اس حدیث سے دیتے ہیں جس کی جانب "باب اتباع النساء الجنائز" میں اشارہ کیا جاچکا ہے، اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں ''قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہو''، یہ حدیث امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہؓ کے حوالہ سے نقل کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے، ابن عباسؓ اور حسان بن ثابتؓ کی حدیث بھی اس کی ''شاہد'' ہے۔

جو حضرات اس بات کو مکروہ قرار دیتے ہیں کہ عورتیں قبروں کی زیارت کریں، ان کے درمیان بھی اس امر میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی؟ علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جس حدیث میں قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے اس میں آپ نے مبالغہ کا صیغہ "زوارات" استعمال کیا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ درحقیقت لعنت ان خواتین پر ہے جو کثرت سے قبروں کی زیارت کرنے جاتی ہیں، کیونکہ کثرت سے قبروں پر جانے کی وجہ سے شوہر کی حق تلفی ہوتی ہے، قبروں پر شور وہنگامہ میں اضافہ ہوتا ہے وغیرہ، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اگر یہ ساری باتیں پیدا نہ ہوں تو پھر عورتوں کو قبروں کی زیارت کی اجازت دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، کیونکہ موت کے یاد دہانی کی جس طرح مردوں کو ضرورت ہے اسی طرح عورتوں کو بھی اس کی ضرورت ہے...... اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ جاہل کے ساتھ بڑی نرمی اور تواضع سے پیش آتے تھے، مصیبت زدہ کے ساتھ عفو ودرگذر کا معاملہ فرماتے، اس کے عذر کو قبول کر لیتے اور اسے بھلائی کے کام کا حکم دیتے اور برائیوں سے منع فرماتے...... اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے کہ قبروں کی زیارت کرنا جائز ہے، خواہ زیارت کرنے والا مرد ہو یا عورت، خواہ قبر کسی مسلمان کی ہو یا کسی غیر مسلم کی، کیونکہ حدیث میں علی الاطلاق زیارت کی اجازت دی گئی ہے، امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ جمہور علماء قبروں کی زیارت کے جواز کے قائل ہیں۔

## حکمرانوں سے مباحثہ ومراجعت کے وقت مرد وعورت کی ملاقات:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اللہ نے سن لی اس عورت کی بات جو اپنے شوہر کے معاملہ میں تم سے تکرار کر رہی

ہے اور اللہ سے فریاد کئے جاتی ہے، اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے، وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے''۔ (سورۂ مجادلہ:۱)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں خولہ بنت ثعلبہؓ کی باتیں سن رہی تھی، ان کی کچھ باتیں میں نہیں سن پارہی تھی، وہ نبی کریم ﷺ سے اپنے شوہر کی شکایت کرتے ہوئے کہہ رہی تھیں اے اللہ کے رسول انہوں نے میری پوری جوانی کھالی، میں نے اپنا پیٹ ان کے حوالہ کردیا، اب جب کہ میں عمر رسیدہ ہوگئی ہوں اور میرے بچے بھی مجھ سے جدا ہوگئے تو میرے شوہر مجھ سے ظہار کررہے ہیں، اے اللہ میں تجھ سے شکایت کرتی ہوں، وہ مسلسل نبی کریم ﷺ کے پیچھے لگی رہیں یہاں تک کہ حضرت جبرئیلؑ ان آیات کو لے کر نازل ہوئے: ''**قد سمع الله قول التی تجادلک فی زوجها وتشتکی إلی الله**'' (ابن ماجہ)۔

''**الطبقات الکبریٰ**'' میں عمران بن ابوانس کے حوالہ سے منقول ہے کہ دور جاہلیت میں جب کوئی اپنی بیوی سے ظہار کرتا تو ہمیشہ کے لئے اس کی بیوی اس پر حرام ہوجاتی، زمانہ اسلام میں سب سے پہلے ظہار کرنے والے اوس بن صامتؓ ہیں...... انھوں نے ایک مرتبہ کسی بات پر اپنی بیوی خولہ بنت ثعلبہ کو ملامت کیا، اور کہا کہ تم میرے لئے ایسی ہی ہو جیسے میری ماں کی پیٹھ (یعنی انھوں نے ظہار کیا)، یہ کہہ کر وہ بڑے شرمندہ ہوئے، انھوں نے اپنی بیوی سے کہا میرا خیال ہے اب تم میرے اوپر حرام ہوگئی ہو، بیوی نے کہا آپ نے مجھے طلاق تو دی نہیں ہے، اور ظہار کے ذریعہ حرمت تو نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے تھی، ایسا کریئے آپ نبی کریم ﷺ کے پاس جایئے اور ان سے اس بابت دریافت کیجئے، اوس نے کہا مجھے نبی کریم ﷺ سے یہ بات پوچھنے میں شرم محسوس ہورہی ہے، ایسا کرو تم ہی نبی کریم ﷺ کے پاس چلی جاؤ، ہوسکتا ہے کہ اس مصیبت سے نکلنے کی کوئی راہ نکل آئے، کیونکہ نبی کریم ﷺ سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں، لہٰذا ان کی بیوی نے کپڑے پہنے پھر وہ نکلیں اور نبی کریم ﷺ کے پاس گئیں، اس وقت آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے پاس تھے، انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ تو جانتے ہیں کہ اوس میرے بچوں کے باپ ہیں، میرے چچازاد بھی ہیں اور مجھے بہت زیادہ محبوب ہیں، آپ جانتے ہیں کہ وہ کبھی کبھی غصہ سے پاگل ہوجاتے ہیں، ان کی طاقت وقوت کمزور پڑجاتی ہے اور ان کی زبان بند ہوجاتی ہے... انھوں نے ایک بات کہی ہے، اس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب اتاری انھوں نے طلاق کا ذکر نہیں کیا ہے، انھوں نے یہ کہا کہ تم میرے لئے ایسی ہی ہو جیسے میرے لئے میری ماں کی پیٹھ، نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ تم ان پر حرام ہوگئیں، اس پر انھوں نے نبی کریم ﷺ سے بار بار تکرار کی، پھر کہا اے اللہ میں تجھ ہی سے شکوہ کرتی ہوں کہ

اوس کی مفارقت میرے لئے بڑی ہی شاق ہے، اے اللہ تو اپنے نبی کے زبان سے کوئی ایسی بات نازل کردے جس میں ہمارے لئے کوئی کشادگی ہو، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد اوس کی بیوی رو پڑیں اور ہمارے گھر کے تمام لوگ اس پر رحم کھاتے ہوئے رو پڑے، وہ وہیں سامنے بیٹھ کر نبی کریم ﷺ سے باتیں کر رہی تھیں کہ نبی کریم ﷺ پر وحی نازل ہونے لگی، آپ ﷺ کے سر سے آواز آنے لگی، آپ کے چہرہ کا رنگ تبدیل ہونے لگا، آپ ﷺ کے دانت بجنے لگے اور آپ ﷺ کو پسینہ آنے لگا، اور وہ پسینہ موتیوں کی طرح گرنے لگا، حضرت عائشہؓ نے کہا اے خولہ آپ ﷺ پر تمہارے ہی سلسلہ میں وحی نازل ہو رہی ہے، انھوں نے کہا اللہ خیر کرے، مجھے نبی سے خیر ہی کی امید ہے، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ جس وقت نبی کریم ﷺ سے وحی کی کیفیت ختم ہوئی، اس وقت ایسا محسوس ہوا کہ خولہ کی اس خوف سے جان نکلی جارہی ہے کہ کہیں جدائی کا حکم نہ نازل ہوا ہو، نبی کریم ﷺ سے جب وحی کی کیفیت ختم ہوئی تو آپ ﷺ مسکرا رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا اے خولہ انھوں نے کہا حاضر ہوں اللہ کے رسول، پھر وہ نبی کریم ﷺ کی مسکراہٹ کو دیکھ کر خوشی خوشی کھڑی ہوگئیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے شوہر کو ایک غلام آزاد کرنے کے لئے کہو، انھوں نے کہا کیسا غلام، خدا کی قسم ان کے پاس کوئی غلام نہیں ہے نہ ہی ان کے پاس میرے علاوہ کوئی اور خادم ہے، آپ ﷺ نے فرمایا پھر انھیں دو مہینے مسلسل روزے رکھنے کے لئے کہو، انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول خدا کی قسم ان کے اندر اتنی طاقت نہیں، وہ دن بھر میں اتنی اتنی مرتبہ مشروبات پیتے ہیں، ان کے جسم کی کمزوری کی وجہ سے ان کی نگاہیں جاتی رہی ہیں، وہ تو ایک دشوار گذار زمین کی طرح ہو گئے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا اچھا تب تم انھیں کہو کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائیں، انھوں نے کہا کہ وہ اتنے مسکینوں کو کیسے کھانا کھلا سکتے ہیں، ان کو تو مشکل سے ایک وقت کا کھانا نصیب ہوتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تب ان سے کہو کہ ام منذر بنت قیسؓ کے پاس جائیں، ان سے نصف وسق کھجور لیں اور اسے مسکینوں میں صدقہ کر دیں، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ پھر وہ اٹھ کر واپس ہوئیں تو انھوں نے اپنے شوہر کو دروازہ پر ہی بیٹھ کر انتظار کرتے ہوئے پایا، ان کے شوہر نے ان سے پوچھا خولہ کیا خبر ہے؟ انھوں نے کہا کہ خبر تو اچھی ہے لیکن آپ بہت برے ہیں، نبی کریم ﷺ نے حکم دیا ہے کہ آپ ام منذر بنت قیس کے پاس جائیں، ان سے نصف وسق کھجور لیں اور اسے ساٹھ مسکینوں پر صدقہ کر دیں، خولہ کہتی ہیں کہ میرے شوہر میرے پاس سے اٹھ کر چلے گئے اور وہ نصف وسق کھجور اپنی پیٹھ پر اٹھا کر واپس ہوئے، حالانکہ ان کے سلسلہ میں میرا تجربہ یہ تھا کہ وہ پانچ صاع بھی نہیں اٹھا سکتے تھے، وہ کہتی ہیں کہ پھر وہ دو دو مد کھجور ہر مسکین کو دینے لگے۔

حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی تو آپ ﷺ نے اسے بعد میں آنے کے لئے کہا، اس نے کہا کہ اگر میں آؤں اور آپ نہ رہیں تو میں کیا کروں گی؟ وہ یہ کہنا چاہتی تھی کہ اگر میں آئی اور اس وقت آپ کی موت ہو چکی ہو تو میں کیا کروں گی؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر تم مجھے نہ پانا تو ابوبکرؓ کے پاس چلی جانا۔ (بخاری و مسلم)

کعب بن مالکؓ کہتے ہیں..... پھر ہلال بن امیہؓ کی بیوی نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں، انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول ہلال بن امیہؓ بہت بوڑھے ہو گئے ہیں، ان کے پاس کوئی خادم نہیں ہے، اگر میں ان کی خدمت کرتی ہوں تو کیا اسے آپ ﷺ ناپسند کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، لیکن وہ تم سے قریب نہ ہونے پائیں، انھوں نے کہا خدا کی قسم وہ تو ذرا سی حرکت بھی نہیں کر پاتے، خدا کی قسم جب سے یہ مسئلہ پیش آیا ہے وہ مسلسل روئے جا رہے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت عباسؓ نبی کریم ﷺ کی میراث کا مطالبہ کرنے کے لئے حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے، وہ دونوں اس وقت فدک کی زمین کا اور خیبر میں اپنے حصے کا مطالبہ کر رہے تھے، حضرت ابوبکرؓ نے ان دونوں سے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہے، ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے، محمد ﷺ کے گھر والے اس مال میں سے کھائیں گے، حضرت ابوبکرؓ نے کہا خدا کی قسم میں نے نبی کریم ﷺ کو جو کرتے ہوئے دیکھا ہے میں بھی وہی کروں گا، حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ فاطمہؓ ان سے دور دور رہنے لگیں اور انھوں نے اپنی وفات تک ان سے بات نہیں کی (ایک روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے ابوبکرؓ سے بات کرنی چھوڑ دی اور اپنی وفات تک ان سے بات نہیں کی)۔ (بخاری و مسلم)

حضرت زید بن اسلمؓ کہتے ہیں کہ ان کے والد نے کہا کہ میں حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ بازار کی طرف نکلا، حضرت عمرؓ کی ایک نوجوان عورت سے ملاقات ہوئی، اس نے کہا اے امیر المومنین میرے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، خدا کی قسم میرے پاس اتنا بھی نہیں ہے کہ میں ان بچوں کے لئے پایہ بھی بنا سکوں، نہ ہی ان بچوں کے پاس کھانے کے لئے کچھ ہے اور نہ ہی پینے کے لئے، مجھے خوف ہے کہ یہ بچے بھوک کے سبب ہلاک نہ ہو جائیں، میں خفاف بن ایماء غفاری کی بیٹی ہوں، جو حدیبیہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شریک تھے، حضرت عمرؓ اس کے پاس رک گئے، پھر فوراً ہی کہا اتنے قریبی تعلقات تمہیں مبارک ہوں، پھر وہ اس مضبوط اونٹ کے پاس گئے جو گھر میں بندھا ہوا تھا، اس پر دو بڑے تھیلے رکھے، پھر ان دونوں کے درمیان خرچ کا

سامان اور کپڑے رکھے پھر اس کی نکیل اس عورت کو تھمائی اور کہا اسے لے جاؤ، اس کے ختم ہونے سے پہلے اللہ کوئی اچھا انتظام کر دے گا، ایک شخص نے کہا اے امیر المومنین آپ نے اسے بہت زیادہ دے دیا، حضرت عمرؓ نے کہا تیرا برا ہو، خدا کی قسم اس کے والد اور بھائی نے ایک قلعہ کا بہت دنوں تک محاصرہ کر لیا تھا اور پھر اسے فتح کر لیا تھا، پھر ہم نے اس میں سے اپنا حصہ لیا تھا۔ (بخاری)

## سفارش کے وقت مرد وعورت کی ملاقات:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے بریرہؓ کو (آزاد کرنے کے لئے) خریدا، تو بریرہ کے آقا نے یہ شرط لگائی کہ ولاء کا حق (یعنی بریرہ کے مرنے کے بعد اس کے میراث کا حق) اسے حاصل ہوگا، میں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا اسے آزاد کردو اور ولاء کا حق تو اسے حاصل ہوگا جو اسے آزاد کرنے کے لئے پیسہ خرچ کرے گا، لہذا حضرت عائشہؓ نے ان کو آزاد کر دیا، پھر ان کو نبی کریم ﷺ نے بلایا اور ان کو ان کے شوہر کے سلسلہ میں اختیار دیا (کہ چاہیں تو وہ انھیں کے ساتھ رہیں اور چاہیں تو انھیں چھوڑ دیں) بریرہ نے کہا اگر وہ مجھے اتنا اور اتنا بھی دے دیں تو بھی میں ان کے پاس نہیں رکنے والی، لہذا انھوں نے اپنی ذات کا انتخاب کیا (یعنی انھوں نے اپنے شوہر سے علیحدگی اختیار کر لی) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بریرہ کے شوہر ایک غلام تھے ان کا نام مغیث تھا، گویا کہ میں ابھی بھی ان کو بریرہ کے پیچھے روتے ہوئے چکر لگاتے دیکھ رہا ہوں، اس حال میں کہ ان کے آنسوں ان کی داڑھی پر بہہ رہے ہیں، نبی کریم ﷺ نے عباسؓ سے کہا، اے عباس کیا آپ کو اس بات پر تعجب نہیں ہوتا کہ مغیث بریرہ سے کتنی محبت کرتا ہے اور بریرہ مغیث سے اتنی ہی نفرت کرتی ہے؟ نبی کریم ﷺ نے بریرہ سے کہا تم ان کو کیوں نہیں اپنا لیتیں؟ بریرہ نے کہا اے اللہ کے رسول کیا آپ مجھے حکم دے رہے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں تو صرف سفارش کر رہا ہوں، انھوں نے کہا تب مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ (بخاری)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ربیع کی بہن ام حارثہ نے ایک شخص کو زخمی کر دیا، لہذا وہ لوگ لڑتے ہوئے نبی کریم ﷺ کے پاس گئے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا قصاص لیا جائے، ام ربیع نے کہا اے اللہ کے رسول کیا فلاں خاتون سے قصاص لیا جائے گی، خدا کی قسم ان سے قصاص نہیں لیا جا سکتا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے ام ربیع تم کتنی عجیب بات کر رہی ہو، قصاص تو اللہ کا حکم اور فیصلہ ہے، انھوں نے کہا خدا کی قسم ان سے کبھی بھی قصاص نہیں لیا جا سکتا، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ام ربیع مسلسل پیچھے لگی رہیں یہاں تک کہ مقابل فریق دیت پر راضی ہو گیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کچھ اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ کی قسم کھا جاتے ہیں تو اللہ اسے پورا کر دیتا ہے۔ (مسلم)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں چوری کی....اس کے قبیلہ کے لوگ اسامہ بن زیدؓ کے پاس سفارش کرانے کی غرض سے گئے، جب اسامہ بن زیدؓ نے نبی کریم ﷺ سے اس سلسلہ میں گفتگو کی تو آپ ﷺ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا (مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اس عورت کو نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا، اسامہ بن زیدؓ نے اس عورت کی آپ ﷺ سے سفارش کی) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا تم مجھ سے اللہ کی ایک ''حد'' کے سلسلہ میں سفارش کررہے ہو؟ (بخاری ومسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کی سفارش کرنی ہے اس کی موجودگی میں سفارش کرنی چاہیے تاکہ اگر سفارش قبول نہیں کی جاتی ہے تو سفارش کرنے والا اس سے بآسانی معذرت کرسکے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ان سے بتایا گیا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ان کے کسی خرید وفروخت یا عطا و بخشش کے سلسلہ میں کہا ہے کہ خدا کی قسم حضرت عائشہؓ اس سے باز آجائیں ورنہ میں خود انھیں اس سے روک دوں گا، حضرت عائشہؓ نے پوچھا کیا عبداللہ بن زبیرؓ نے یہ بات کہی ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں، حضرت عائشہؓ نے کہا میں نذر مانتی ہوں کہ میں ابن زبیرؓ سے کبھی بھی بات نہیں کروں گی، جب دوری کا وقفہ طویل ہوگیا تو ابن زبیرؓ نے کئی لوگوں سے سفارش کروائی لیکن حضرت عائشہؓ نے کہا خدا کی قسم میں اس کے سلسلہ میں کسی کی سفارش قبول نہیں کروں گی، میں اپنی نذر کے سلسلہ میں حانث بھی نہیں ہوں گی، جب ابن زبیرؓ پر یہ بہت شاق گذرنے لگا تو انھوں نے مسور بن مخرمہؓ اور عبدالرحمٰن بن اسود بن عبدیغوثؓ سے بات کی، ان دونوں کا تعلق بنوزہرہ سے تھا، ابن زبیرؓ نے ان دونوں سے کہا کہ میں آپ دونوں کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھے حضرت عائشہؓ کے پاس ضرور لے چلیں، ان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ مجھ سے تعلق ختم کرنے کی نذر مانیں، مسور اور عبدالرحمٰن اپنی اپنی چادر اوڑھے ہوئے ان کو لے کر حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور انھوں نے حضرت عائشہ سے داخل ہونے کی اجازت چاہی، ان دونوں نے کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کیا ہم لوگ داخل ہوجائیں؟ حضرت عائشہؓ نے کہا داخل ہوجاؤ، ان لوگوں نے کہا کیا ہم سب داخل ہوجائیں؟ حضرت عائشہؓ نے کہا ہاں تم سب آجاؤ، ان کو نہیں معلوم تھا کہ ان دونوں کے ساتھ ابن زبیرؓ بھی ہیں، جب وہ لوگ داخل ہوئے تو ابن زبیرؓ پردہ کے اندر چلے گئے اور عائشہؓ کے گلے لگ گئے، ان کو اللہ کا حوالہ دینے لگے اور رونے لگے، مسورؓ اور عبدالرحمٰنؓ بھی انھیں اللہ کا حوالہ دینے لگے، لیکن انھوں نے ابن زبیرؓ سے بات نہیں کی اور نہ ہی ان دونوں کی سفارش قبول کی، وہ دونوں کہہ رہے تھے کہ آپ جانتی ہی ہیں کہ نبی کریم ﷺ

نے گفتگو کرنا بند کرنے سے منع کیا ہے، کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے، جب ان لوگوں نے حضرت عائشہؓ کو بار بار یہ حدیث یاد دلائی اور بار بار ان کو بولنے پر مجبور کرنے لگے تو حضرت عائشہؓ رونے لگیں اور کہنے لگیں میں نے تو نذر مان لی ہے اور یہ نذر بہت سخت ہے، لیکن وہ دونوں مسلسل حضرت عائشہ کے پیچھے پڑے رہے یہاں تک کہ انھوں نے ابن زبیرؓ سے بات کرلی اور نذر کے توڑنے کے عوض میں چالیس غلام آزاد کئے۔ بعد میں حضرت عائشہؓ اس نذر کو یاد کرکے اتنا روتی تھیں کہ ان کی اوڑھنی آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔ (بخاری)

## گواہی کے وقت، تقاضا کرنے کے وقت اور سزا کے نفاذ کے وقت مرد وعورت کی ملاقات:

### اول: گواہی دینے کی اہلیت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''پھر اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کی اس پر گواہی کرالو، اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تاکہ ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے، یہ گواہ ایسے لوگوں میں سے ہونے چاہئیں جن کی گواہی تمہارے درمیان مقبول ہو۔'' (سورۂ بقرہ: ۲۸۲)

امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ رجوع کے وقت عورت کا موجود ہونا اس کے لئے زیادہ آسان ہے بمقابلہ اس کے کہ وہ موت سے پہلے وصیت لکھے جانے کے وقت یا اسی طرح قرضوں سے متعلق لکھی جانے والی تحریر اور اسناد ودستاویز کی تحریر کے وقت موجود ہو، شریعت نے عورتوں کے لئے یہ جائز قرار دیا ہے کہ وہ قرضوں سے متعلق لکھی جانے والی تحریر کے وقت موجود رہیں اور اس کی گواہ بنیں، یہ تحریر عموماً مردوں کی محفلوں میں لکھی جاتی ہے اور عموماً اسے مرد ہی لکھتے ہیں، جب عورت ایسی جگہ پر گواہ بن سکتی ہے تو پھر تو وہ ایسی جگہوں پر جہاں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے جیسے وصیت اور رجوع وغیرہ بدرجہ اولیٰ گواہ بن سکتی ہے۔

### دوم: گواہی دینا:

حضرت عائشہؓ (واقعہ افک کے سلسلہ میں) کہتی ہیں کہ جب میرے اس معاملہ کی خبر نبی کریم ﷺ کو دی گئی تو نبی کریم ﷺ میرے گھر آئے اور میری خادمہ سے میرے بارے میں سوال کیا، اس نے کہا خدا کی قسم مجھے کوئی بھی معیوب شی ان میں نظر نہیں آئی، ہاں بس وہ کبھی کبھی سو جاتی ہیں تو بکری آکر ان کا خمیر کیا ہوا آٹا کھا جاتی ہے، بعض صحابہ کرام نے اس خادمہ کو ڈانٹا اور کہا کہ دیکھو نبی کریم ﷺ کو سچ سچ بتا دو، یہاں تک کہ ان لوگوں سے

اس سے صراحت کے ساتھ اس معاملہ کے بارے میں پوچھ لیا، اس نے کہا سبحان اللہ، خدا کی قسم سونار سرخ سونے کے ڈلے کو جیسا سمجھتا ہے میں انھیں ویسا ہی سمجھتی ہوں۔ (بخاری و مسلم)

**سوم: کورٹ میں مقدمہ لے جانا، تحقیق و تفتیش اور حکم صادر کرنا:**

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ربیع کی بہن ام الحارث نے ایک شخص کو زخمی کر دیا، لہذا وہ لوگ اپنا جھگڑا نبی کریم ﷺ کے پاس لے گئے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قصاص لیا جائے گا۔ (مسلم)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی، اس کو نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا، اس نے نبی کریم ﷺ کی اہلیہ ام سلمہؓ کی مدد حاصل کرنا چاہی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم اگر فاطمہ بھی ہوتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا......۔ (مسلم)

خنساء بنت خدام انصاریہ کہتی ہیں کہ ان کے والد نے ان کی شادی کر دی، وہ ثیبہ تھیں (یعنی بیوہ یا مطلقہ تھیں) ان کو اپنی یہ شادی پسند نہیں تھی، وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں (اور بتایا کہ انھیں یہ شادی پسند نہیں ہے) تو نبی کریم ﷺ نے ان کی اس شادی کو رد کر دیا۔ (بخاری)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ثابت بن قیس بن شماسؓ کی بیوی نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور کہا اے اللہ کے رسول مجھے ثابت کی دینداری اور اخلاق سے کوئی شکایت نہیں، بس میں کفر سے ڈرتی ہوں (ایک روایت میں ہے کہ میں انھیں برداشت نہیں کر سکتی) نبی کریم ﷺ نے ان سے کہا کیا تم ان کا باغ لوٹا سکتی ہو؟ انھوں نے کہا ہاں، پھر انھوں نے ان کا باغ واپس کر دیا، لہذا نبی کریم ﷺ نے ثابت کو حکم دیا تو انھوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ (بخاری)

حضرت فاطمہؓ بنت قیسؓ فرماتی ہیں کہ عمرو بن حفصؓ نے ان کو تین طلاق دے دی، وہ اس وقت گھر پر نہیں تھے، لہذا انھوں نے اپنے ایک وکیل سے طلاق کہلوا بھیجی اور اس سے جو بھی بھجوائے، میں اسے دیکھ کر غصہ ہو گئی، اس نے کہا خدا کی قسم ہمارے اوپر اب تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں، وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا ان کے اوپر تمہارے نفقہ کی ذمہ داری نہیں ہے۔ (مسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رفاعہ القرظیؓ کی بیوی نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں، میں بھی وہیں بیٹھی تھی اور ابوبکرؓ بھی وہیں تھے، انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول پہلے میں رفاعہ کی زوجیت میں تھی، انھوں نے مجھے تین طلاق دے دیا، ان کے بعد میں نے عبدالرحمٰن بن زبیرؓ سے شادی کی، اے اللہ کے رسول خدا کی قسم ان کے پاس تو

صرف چادر کی جھور ہے، یہ کہتے ہوئے انھوں نے اپنے جلباب کا کنارا پکڑا (یعنی وہ کہنا یہ چاہتی تھیں کہ عبدالرحمٰن بن زبیر ہمبستری کے وقت مطمئن نہیں کر پاتے )۔ خالد بن سعید جو دروازہ پر کھڑے تھے اور جنھیں ابھی اندر آنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی انھوں نے اس عورت کی یہ بات سن لی، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ انھوں نے کہا اے ابوبکرؓ آپ اسے نبی کریم ﷺ کے سامنے ایسی باتیں کرنے سے کیوں نہیں روکتے، نبی کریم ﷺ نے یہ سن کر صرف تبسم فرمایا اور کہا شاید تم رفاعہ سے پھر شادی کرنا چاہتی ہو، لیکن ایسا اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک تم عبدالرحمٰن سے لطف نہ لے لو اور وہ تم سے لطف نہ حاصل کرلیں اس کے بعد یہی سنت بن گئی۔ (بخاری و مسلم)

حضرت سعید بن جابر کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن جو میاں بیوی ایک دوسرے کو بدکاری کے سلسلہ میں ملامت کررہے ہوں کیا ان میں تفریق کردی جائے گی؟ انھوں نے کہا ہاں، اس کے بارے میں سب سے پہلے فلاں ابن فلاں نے پوچھا تھا، انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول اگر ہم میں سے کوئی اپنی بیوی کو بدکاری کرتے ہوئے دیکھ لے تو وہ کیا کرے؟ اگر وہ اپنی زبان کھولتا ہے تو یہ بھی بڑا مشکل معاملہ ہے اور اگر خاموش رہتا ہے تو یہ بھی مشکل ہے، ابوعبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ خاموش رہے اور اسے کچھ بھی جواب نہ دیا، وہ دوسرے دن پھر آیا اور کہا میں نے آپ سے جس سلسلہ میں سوال کیا تھا اس سے میں خود دوچار ہوں، اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں یہ آیت نازل کی ''اور جو لوگ اپنی بیویوں پر الزام لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے اپنے سوا دوسرے کوئی گواہ نہ ہوں تو ان میں سے ایک شخص کی شہادت (یہ ہے کہ وہ) چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ وہ (اپنے الزام میں) سچا ہے اور پانچویں بار کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ (اپنے الزام میں) جھوٹا ہو، اور عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر شہادت دے کہ یہ شخص (اپنے الزام میں) جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اس بندی پر اللہ کا غضب ٹوٹے اگر وہ (اپنے الزام میں) سچا ہو''، نبی کریم ﷺ نے اس مرد کے سامنے ان آیات کی تلاوت کی، اس کو وعظ و نصیحت کی اور اسے بتایا کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے زیادہ آسان ہے، اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میں اس پر جھوٹا الزام نہیں لگا رہا ہوں، پھر نبی کریم ﷺ نے اس کی بیوی کو بلایا، اس کو وعظ و نصیحت کی اور اسے بتایا کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے زیادہ آسان ہے، اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے وہ مجھ پر جھوٹا الزام لگا رہا ہے، پھر نبی کریم ﷺ نے پہلے مرد سے چار مرتبہ اللہ کی قسم کھلوا کر یہ گواہی دلوائی کہ وہ اپنے الزام میں سچا ہے اور پانچویں مرتبہ اس سے کہلوایا کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ اپنے الزام میں جھوٹا ہو، پھر نبی کریم ﷺ نے عورت

سے چار مرتبہ اللہ کی قسم دلوا کر یہ گواہی دلوائی کہ وہ شخص اپنے الزام میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ اس سے کہلوایا کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ اپنے الزام میں سچا ہو، پھر نبی کریم ﷺ نے دونوں کے درمیان تفریق کرادی۔ (بخاری ومسلم، الفاظ مسلم کے ہیں)۔

حضرت ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ دو عورتیں ایک گھر میں کھال سل رہی تھیں، ان میں سے ایک عورت کے ہاتھ میں سوئی چبھ گئی، وہ اٹھی اور اس نے دوسری عورت کے خلاف دعویٰ کردیا، یہ معاملہ ابن عباسؓ کے پاس لے جایا گیا، ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر لوگوں کے دعووں کے حق میں فیصلہ کردیا جائے تو پوری قوم کا خون بہہ جائے اور ان کی دولت ختم ہوجائے، اسے اللہ کا حوالہ دو اور یہ آیت سناؤ: "إن الذين يشترون بعهد الله...." لوگوں نے اسے اس کا حوالہ دیا اور اس کی یاد دلائی تو اس نے اعتراف کرلیا، ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ ارشاد ہے کہ مدعی علیہ کے ذمہ قسم ہے۔ (بخاری)

حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیلؓ فرماتے ہیں کہ ایک مسئلہ میں اروی ان سے جھگڑ پڑیں اور انھیں لے کر مروان کے پاس گئیں (ان کا یہ دعویٰ تھا کہ سعید نے ان کا حق مارا ہے) اس موقع پر سعید نے کہا کیا میں اس عورت کا حق ماروں گا حالانکہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کسی نے بھی کسی کی ایک بالشت زمین بھی ظلم وزیادتی کر کے لے لی تو اس کو قیامت کے دن اسے ستر زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ (بخاری ومسلم)

## چہارم: سزا کا نفاذ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "زانی مرد اور زانیہ عورت دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو، اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ کے دین کے معاملہ میں تم کو دامنگیر نہ ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے ہو، اور ان کو سزا دیتے وقت اہل ایمان کا ایک گروہ موجود رہے۔" (سورۂ نور: ۲)

حضرت عبداللہ بن بریدہؓ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا پھر غامدیہ آئیں اور انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول! میں نے زنا کیا ہے، آپ مجھے پاک کردیجئے، نبی کریم ﷺ نے ان کو واپس کردیا، دوسرے دن پھر غامدیہ نے کہا اے اللہ کے رسول، آپ مجھے واپس نہ کریئے، جس طرح آپ نے ماعز کو واپس کردیا شاید اسی طرح آپ مجھے بھی واپس کرنا چاہتے ہیں، خدا کی قسم میں حاملہ ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی چلی جاؤ، اس وقت آنا جب بچے کی پیدائش ہوجائے، جب بچہ کی پیدائش ہوگئی تو غامدیہ اسے ایک کپڑے میں رکھ کر لے کر آئیں اور کہا میں نے بچہ کو جنم دے دیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی تم اس بچہ کے ساتھ واپس چلی جاؤ اور

اسے دودھ پلاؤ، جب اس کو دودھ چھڑا دینا تو میرے پاس آنا، جب انھوں نے بچہ کو دودھ چھڑا دیا تو وہ آپ ﷺ کے پاس بچہ کو لے کر آئیں، اس وقت بچہ کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا، انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول، میں نے بچہ کو دودھ بھی چھڑا دیا ہے، وہ کھانا کھانے لگا ہے، لہذا نبی کریم ﷺ نے اس بچہ کو ایک مسلمان کے حوالہ کیا، پھر غامدیہ کے لئے سینہ تک گڈھا کھودنے اور ان کو رجم کرنے کا حکم دیا، لہذا ایسا کیا گیا، حضرت خالد بن ولیدؓ نے بھی غامدیہ کو ایک پتھر مارا جو ان کے سر پر لگا اور خون کی چھینٹیں حضرت خالد کے سر پر آ کر لگیں، اس پر انھوں نے غامدیہ کو برا بھلا کہا، نبی کریم ﷺ نے اس کو سن لیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے خالد ذرا سنبھل کر، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ویسی توبہ چنگی والے نے کی ہوتی تو اس کی بھی مغفرت ہو جاتی، پھر آپ ﷺ کے حکم کے مطابق ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی، پھر انہیں دفن کیا گیا (مسلم)۔

حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت زید بن خالد الجہنیؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کی روشنی میں فیصلہ کریں، اس کا حریف جو اس سے زیادہ سمجھدار تھا کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ یہ صحیح کہہ رہا ہے، آپ ﷺ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے ذریعہ فیصلہ کیجئے اور اے اللہ کے رسول! آپ مجھے بولنے کی اجازت دیجئے، نبی کریم ﷺ نے کہا کہ بولو، اس نے کہا کہ میرا بیٹا اس کے گھر میں مزدور تھا، اس نے اس کی بیوی سے زنا کر لیا، تو میں نے فدیہ کے طور پر اس کو سو بکریاں اور ایک خادم دیا، پھر میں نے اہل علم سے اس بابت دریافت کیا، تو انھوں نے مجھ سے بتایا کہ (اس جرم کی پاداش میں) میرے بیٹے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور اسے ایک سال کے لئے جلاوطن کیا جائے گا، اور اس شخص کی بیوی کو رجم کیا جائے گا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تم دونوں کے درمیان ضرور کتاب اللہ کی روشنی میں فیصلہ کروں گا، سو بکریاں اور خادم تم کو لوٹائی جائیں گی، لڑکے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لئے جلاوطن کیا جائے گا، اور اے انیس ذرا اس کی بیوی کے پاس جاؤ اور اس سے اس سلسلہ میں پوچھو، اگر وہ (گناہ کا) اعتراف کر لیتی ہے تو اس کو رجم کرو، اس کی بیوی نے (گناہ کے ارتکاب) کا اعتراف کر لیا لہذا اس کو رجم کیا گیا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں غزوۂ فتح میں ایک عورت نے چوری کر لی، اس کی قوم کے لوگ گھبرائے ہوئے حضرت اسامہ بن زیدؓ کے پاس آئے، اور ان سے نبی کریم ﷺ کے حضور سفارش کرنے کا مطالبہ کیا، جب اسامہ بن زیدؓ نے نبی کریم ﷺ سے اس بابت گفتگو کی تو آپ ﷺ کے چہرہ کا رنگ

بدل گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم مجھ سے اللہ کی ایک ’’حد‘‘ کے سلسلہ میں سفارش کر رہے ہو، حضرت اسامہؓ نے کہا اے اللہ کے رسول، آپ میرے لئے مغفرت و معافی کی دعا کر دیجئے، شام کے وقت نبی کریم ﷺ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے، آپ ﷺ نے حمد و ثنا کے بعد کہا تم سے پہلے کے لوگ اس لئے ہلاک کئے گئے کیونکہ انھوں نے یہ رویہ اختیار کر رکھا تھا کہ جب ان میں کا کوئی معزز شخص چوری کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے، لیکن اگر کوئی کمزور شخص چوری کر بیٹھتا تو وہ اس پر حد جاری کر دیتے، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے اگر محمد کی بیٹی فاطمہ نے بھی چوری کی ہوتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا، نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے بلالؓ کھڑے ہو جاؤ اور اس عورت کا ہاتھ پکڑ کر اسے کاٹ دو، اس کے بعد اس عورت نے مکمل طور پر توبہ کر لی، پھر اس کی شادی ہوگئی، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ وہ خاتون اس واقعہ کے بعد بھی میرے پاس آیا کرتی تھیں اور میں ان کی ضروریات کو نبی کریم ﷺ تک پہنچا دیا کرتی تھی۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب ابن حارثہؓ، جعفرؓ اور ابن رواحہؓ کے شہادت کی خبر نبی کریم ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ بیٹھ گئے، آپ ﷺ کے چہرہ سے غم کے آثار نمایاں تھے، میں دروازے کے دراڑ سے دیکھ رہی تھی، اسی درمیان نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ جعفر کی بیویاں رو رہی ہیں، نبی کریم ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ انھیں رونے سے منع کرے، لہذا وہ چلا گیا، وہ دوبارہ پھر آیا، اور اس نے کہا کہ عورتوں نے اس کی بات نہیں مانی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا انھیں رونے سے منع کرو، وہ پھر تیسری مرتبہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا اے اللہ کے رسول! خدا کی قسم وہ عورتیں ہم پر غالب آگئیں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس پر نبی کریم ﷺ نے اس سے کہا ان عورتوں کے منہ میں مٹی بھر دو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا..... اللہ تعالیٰ آنکھوں سے آنسو گرنے پر اور دل کے مغموم ہونے پر عذاب نہیں دیتا بلکہ وہ اس کی (آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) وجہ سے عذاب دیتا ہے یا رحم کرتا ہے، اگر میت پر اس کے گھر والے روتے ہیں تو اس کی وجہ سے اسے عذاب دیا جاتا ہے، اگر کوئی میت پر روتا تھا تو حضرت عمرؓ اسے ڈنڈے اور کنکریوں سے مارتے تھے اور اس کے منہ میں مٹی بھر دیا کرتے تھے۔ (بخاری) امام بخاریؒ نے ایک باب اس عنوان سے قائم کیا ہے ’’گنہگاروں کا علم ہو جانے کے بعد انہیں گھر سے نکال دینا، حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی بہن کو اس وقت گھر سے نکال دیا جب انھوں نے نوحہ کرنا شروع کیا تھا۔‘‘

اس باب کی تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ابن سعد نے الطبقات میں صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ امام زہری نے سعید بن المسیب کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہوا تو حضرت عائشہؓ نے ان پر رونے کے لئے نوحہ کرنے والی عورتوں کو بلایا، حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو انھوں نے نوحہ کرنے والی عورتوں کو نوحہ کرنے سے روکا، لیکن وہ باز نہ آئیں، اس پر حضرت عمرؓ نے ہشام بن ولید سے کہا میں ابوقحافہ کی بیٹی ام فروہ کے پاس جا رہا ہوں، حضرت عمرؓ نے ان کو کچھ درے لگائے، جب نوحہ کرنے والی عورتوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ سب فوراً ہی وہاں سے بھاگ نکلیں، ابن اسحاق بن راہویہ نے اس حدیث کا ذکر اپنی مسند میں امام زہری کے حوالہ سے ایک دوسری سند کے ساتھ کیا ہے، اس روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ ایک ایک کر کے تمام نوحہ کرنے والی عورتوں کو نکالنے لگے اور انھیں درہ لگانے لگے۔

## مباہلہ کے دوران مرد وعورت کی ملاقات:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدمؑ کی سی ہے کہ اللہ نے اسے مٹی سے پیدا کیا اور حکم دیا کہ ہو جا اور وہ ہو گیا، یہ اصل حقیقت ہے جو تمہارے رب کی طرف سے بتائی جا رہی ہے، اور تم ان لوگوں میں شامل نہ ہو جو اس میں شک کرتے ہیں، یہ علم آ جانے کے بعد جو کوئی اس معاملہ میں تم سے جھگڑا کرے تو اے نبی ﷺ اس سے کہو کہ ''آؤ ہم اور تم خود بھی آ جائیں اور اپنے اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں اور خدا سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔'' (آل عمران: ۵۹-۶۱)

''**فقل تعالوا ندع أبنائنا وأبنائكم ونسائنا ونسائكم وأنفسنا وأنفسكم**'' کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہم سب اپنے بال بچوں کو مباہلہ کے وقت اپنے ساتھ لائیں...... جب نبی کریم ﷺ کو اس کا علم ہوا تو دوسرے دن آپ ﷺ اپنی چادر میں حسن وحسین کو لپیٹے ہوئے مباہلہ کے لئے آئے، حضرت فاطمہؓ آپ کے پشت پر چل رہی تھیں، اس وقت نبی کریم ﷺ کی کئی بیویاں تھیں۔

## دلچسپ مواقع کے دوران مرد وعورت کی ملاقات:

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے نبی کریم ﷺ کے پاس آنے کی اجازت چاہی، اس وقت آپ ﷺ کے پاس قریش کی کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی آپ ﷺ سے گفتگو کر رہی تھیں، اور بلند آواز میں خوب باتیں کر رہی تھیں، جیسے ہی حضرت عمرؓ نے نبی کریم ﷺ کے پاس آنے کی اجازت چاہی وہاں پر موجود تمام

عورتیں فوراً ہی حجاب میں چلی گئیں، نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرؓ کو داخل ہونے کی اجازت دے دی، اس وقت نبی کریم ﷺ ہنس رہے تھے، حضرت عمرؓ نے کہا اے اللہ کے رسول! اللہ آپ کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے ان عورتوں پر بڑا تعجب ہو رہا ہے جو ابھی میرے پاس تھیں، تمہاری آواز سننے کے بعد وہ سب فوراً ہی حجاب میں چلی گئیں، حضرت عمرؓ نے کہا اے اللہ کے رسول، ان عورتوں کو آپ سے زیادہ ڈرنا چاہیے، پھر انھوں نے کہا اے اپنے ذات کی دشمنوں کیا تم سب مجھ سے ڈرتی ہو اور نبی کریم ﷺ سے نہیں ڈرتی ہو؟ ان عورتوں نے کہا کہ ہاں، کیونکہ آپ نبی کریم ﷺ سے زیادہ سخت ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جب بھی شیطان تمہیں کسی راستہ پر دیکھتا ہے تو وہ اس راستہ سے کٹ کر دوسرے راستہ پر ہو لیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوموسیٰؓ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ آئے تو اسماء بنت عمیسؓ نے کہا اے اللہ کے نبی! حضرت عمرؓ نے ایسی ایسی بات مجھ سے کہی ہے، آپ ﷺ نے پوچھا تم نے اس کا کیا جواب دیا، انھوں نے کہا میں نے اس اس طرح جواب دیا، آپ ﷺ نے فرمایا وہ میرے سلسلہ میں تم لوگوں سے زیادہ حقدار نہیں ہیں، انھوں نے اور ان کے ساتھیوں نے تو صرف ایک ہی ہجرت کی ہے، لیکن تم کشتی والوں نے تو دو ہجرتیں کی ہیں، حضرت اسماء بنت عمیسؓ کہتی ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اور دوسرے کشتی والے میرے پاس فوج در فوج آتے اور مجھ سے اس حدیث کو سنانے کا مطالبہ کرتے، ان کے لئے نبی کریم ﷺ کے اس قول سے زیادہ خوش کن، معزز اور محترم چیز کچھ بھی نہیں تھی، حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ مجھ سے یہ حدیث بار بار سنا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

مندرجہ بالا واقعات اور مشاہد کی وضاحت اس شرعی قاعدہ کی روشنی میں اچھی طرح سے ہو جاتی جس کے مطابق بعض چیزیں فی نفسہ حرام ہوتی ہیں، لہذا ان کے قریب جانا بھی درست و جائز نہیں ہوتا، جب کہ بعض چیزیں چند خارجی چیزوں کی وجہ سے حرام یا مکروہ قرار پاتی ہیں، لہذا اگر وہ خارجی چیزیں نہ پائی جائیں تو حرمت یا کراہت بھی ختم ہو جاتی ہے، لہذا مردوں سے خوب خوب باتیں کرنا یا مردوں کے کھیلوں کو دیکھنا فتنہ کے اندیشہ کی وجہ سے درست نہیں ہے، لیکن اگر اس فتنہ کا اندیشہ ختم ہو جائے تو کراہت بھی ختم ہو جاتی ہے۔

## مختلف حالات میں مرد و عورت کی ملاقات:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ خانۂ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے، وہیں قریش کے کچھ لوگ اپنی محفلیں جمائے بیٹھے ہوئے تھے، ان میں سے ایک نے کہا کیا تم لوگ اس ریاکار کو دیکھ رہے ہو؟ تم

میں سے کون فلاں قبیلہ میں جا کر وہاں پڑی اوجھڑی میں سے گوبر، خون اور انتڑیاں نکال لائے گا، اور جب یہ سجدہ میں جائے تو اس کے کندھے پر ڈالے گا؟ ان لوگوں میں سے سب سے زیادہ بد بخت شخص کھڑا ہوا اور نبی کریم ﷺ کے سجدہ میں جانے کے بعد اس نے ساری گندگی آپ ﷺ کے کندھوں پر ڈال دی، نبی کریم ﷺ سجدہ کی حالت میں رہ گئے، یہ دیکھ کر وہ لوگ ہنسنے لگے اور ہنستے ہنستے ایک دوسرے کے اوپر گرنے لگے، حضرت جویریہؓ نے حضرت فاطمہؓ کو جا کر اس کی اطلاع دی، حضرت فاطمہؓ دوڑی ہوئی آئیں، اس وقت بھی آپ ﷺ سجدہ کی حالت ہی میں تھے، انھوں نے آپ ﷺ کے کندھوں سے وہ گندگی ہٹائی اور قریش کو برا بھلا کہنے لگیں، جب نبی کریم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے کہا اے اللہ تو قریش سے سمجھ لے، اے اللہ تو قریش سے سمجھ لے، اے اللہ تو قریش سے سمجھ لے، پھر آپ ﷺ نے ہر ایک کا نام لے کر کہا اے اللہ تو عمرو بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط اور عمار بن الولید سے سمجھ لے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ یہ سب بدر کے دن قتل کردیئے گئے، پھر ان کو میدان بدر سے قریب ایک کنویں میں ڈال دیا گیا، پھر نبی کریم ﷺ نے کہا کہ ان کنویں والوں پر لعنت ہو۔ (بخاری)

امام بخاریؒ نے یہ روایت "باب المرأة تطرح عن المصلی شیئا من الأذی" کے تحت بیان کی ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ کے پاس نیک لوگ بھی آتے ہیں اور فاسق و فاجر بھی آتے ہیں، آپ امہات المومنین کو پردہ کا حکم کیوں نہیں دے دیتے، اس کے بعد اللہ نے حجاب سے متعلق آیت نازل کی۔ (بخاری)

حضرت عائشہ (واقعہ افک کے حوالہ سے) بیان کرتی ہیں کہ...... پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے مسلمانو! اس شخص کے سلسلہ میں مجھے کون معذور سمجھے گا جس نے مجھے میرے گھر والوں کے سلسلہ میں تکلیف پہنچائی، خدا کی قسم میں نے اپنے گھر والوں میں ہمیشہ خیر ہی دیکھا ہے، لوگوں نے اس سلسلہ میں ایک ایسے مرد کا نام لیا ہے جس کے اندر ہمیشہ میں نے خیر ہی پایا ہے، وہ میرے گھر والوں کے پاس ہمیشہ میرے ساتھ جایا کرتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ ام سلیمؓ کے پاس ایک یتیم بچی تھی...... نبی کریم ﷺ نے اس یتیم بچی کو دیکھا اور کہا ارے تم تو بڑی ہوگئی ہو، اب تمہاری عمر زیادہ نہ ہو، وہ یتیم بچی روتے ہوئے ام سلیم کے پاس آئی، ام سلیم نے پوچھا بیٹی تمہیں کیا ہوا؟ اس بچی نے کہا نبی کریم ﷺ نے مجھے بددعا دی ہے کہ میری عمر زیادہ نہ ہو، اب تو میری عمر زیادہ نہ ہو سکے گی، ام سلیم اوڑھنی اوڑھ کر تیزی سے نکلیں، ان کی ملاقات نبی کریم ﷺ سے ہوئی، نبی

کریم ﷺ نے ان سے پوچھا ام سلیم تمہیں کیا ہوا ہے؟ انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا آپ نے میری یتیم بچی کو بددعا دی ہے؟ نبی کریم ﷺ نے پوچھا کیسی بددعا؟ انھوں نے کہا وہ بچی کہتی ہے کہ آپ نے اسے یہ بددعا دی ہے کہ اس کی عمر میں اضافہ نہ ہو، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ یہ سن کر نبی کریم ﷺ ہنس پڑے، پھر آپ ﷺ نے کہا، اے ام سلیم کیا تمہیں نہیں معلوم کہ میں نے اپنے رب سے یہ کہا ہے کہ میں ایک انسان ہوں، میں دوسرے انسانوں کی طرح خوش بھی ہوتا ہوں اور ناراض بھی ہوتا ہوں، لہذا اگر میں اپنے کسی ایسے امتی کو بددعا دے دوں جو اس کا اہل نہ ہو تو اس بددعا کو قیامت کے دن اس امتی کے لئے پاکی، تزکیہ اور تقرب کا ذریعہ بنا دے۔ (مسلم)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کو کھجور کے باغات دیا کرتے تھے، یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ نے بنوقریظہ اور بنونضیر کو فتح کر لیا، میرے گھر والوں نے مجھے حکم دیا کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس جاؤں اور انھوں نے نبی کریم ﷺ کو جتنے باغات دیئے ہیں ان سب کو یا ان میں سے بعض کو واپس مانگ لوں، نبی کریم ﷺ نے یہ باغات ام ایمنؓ کو دے دیئے تھے، اسی دوران ام ایمنؓ آ گئیں، انھوں نے میری گردن میں کپڑا ڈال دیا اور کہنے لگیں ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں نبی کریم ﷺ تم لوگوں کو باغات نہیں دے سکتے، کیونکہ انھوں نے یہ باغات مجھے دے دیئے ہیں، حالانکہ نبی کریم ﷺ ان سے کہے جا رہے تھے کہ تمہیں اتنا دوں گا لیکن وہ کہے جا رہی تھیں ہرگز نہیں، یہاں تک کہ میرے خیال میں آپ ﷺ نے ان باغات کی طرح انھیں مزید دس باغات دیئے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں...... ایک انصاری خاتون قیدی بنالی گئیں، اور نبی کریم ﷺ کی اونٹنی عضباء بھی قید کر لی گئی، انصاری خاتون کو رسیوں سے باندھ دیا گیا تھا، اس قوم کے لوگ شام کے وقت اپنے جانوروں کو اپنے گھروں کے سامنے باندھ دیا کرتے تھے، ایک رات وہ انصاری خاتون قید سے کسی طرح چھوٹ گئی، وہ اونٹوں کے پاس آئی، وہ جس اونٹ کے قریب بھی جاتی وہ جھاگ نکالنے لگتا، لہذا وہ اسے چھوڑ دیتی، پھر وہ عضباء کے پاس پہنچی، اس نے جھاگ نہیں نکالا، حضرت عمران کہتے ہیں کہ اس اونٹنی کو راستہ معلوم تھا، لہذا وہ خاتون اس کے پشت پر سوار ہو گئی، پھر اسے جھڑکا تو وہ چلنے لگی، اس قوم کے لوگوں کو اس خاتون کے بھاگ جانے کا علم ہوا تو انھوں نے اس کا پیچھا کیا لیکن وہ ان لوگوں کے ہاتھ نہ لگی، حضرت عمرانؓ کہتے ہیں کہ اس انصاری خاتون نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کو اس اونٹنی کے ذریعہ بچالے گا تو وہ اس کو ذبح کر دے گی، جب وہ مدینہ آئی اور لوگوں نے اسے دیکھا تو کہا کہ یہ تو نبی کریم ﷺ کی اونٹنی "عضباء" ہے، اس نے لوگوں کو بتایا کہ اس نے یہ نذر مانی ہے کہ اگر اللہ

اس اونٹنی کے ذریعہ اسے بچالیتا ہےتو وہ اسے ذبح کردے گی،لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اوران سے اس کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ، اس نے یہ بری نذر مانی کہ اگر وہ بچ جاتی ہےتو اس اونٹنی کوذبح کردے گی، کسی گناہ کی نذر یا ایسی چیز کی نذر جس کا کوئی مالک نہ ہو، جائز نہیں ہے۔(مسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب نبی کریم ﷺ مرض الموت میں مبتلا ہوئے، اور نماز کا وقت آیا تو اذان دی گئی، آپ ﷺ نے فرمایا ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں......حضرت ابوبکرؓ نکلے اور لوگوں کو نماز پڑھائی، نبی کریم ﷺ نے اپنی طبیعت میں کچھ ہلکا پن محسوس کیا تو آپ ﷺ دولوگوں کے سہارے نماز کے لئے نکلے۔(بخاری ومسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں......ابن حبان نے عاصم کے حوالہ سے نقل کیا ہے: نبی کریم ﷺ کو اپنی طبیعت میں کچھ ہلکا پن محسوس ہوا تو آپ ﷺ بریرہؓ اور نوبہؓ کا سہارا لے کر نماز کے لئے نکلے......ابن ماجہ نے سالم بن عبید کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ بریرہؓ اور ایک دوسرے مرد کا سہارا لے کر نکلے، ابن ابی شیبہ کی روایت میں صحیح سند کے ساتھ منقول ہے کہ آپ ﷺ بریرہ اور نوبہ کا سہارا لے کر نکلے، امام نوویؒ کے مطابق ان مختلف روایات کے درمیان اس طرح تطبیق کی جاسکتی ہے کہ آپ ﷺ گھر سے مسجد تک بریرہؓ اور نوبہؓ کا سہارا لے کر آئے پھر وہاں سے مصلی تک حضرت عباسؓ اور علیؓ کا سہارا لے کر آئے، اسے تعدد واقعات پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے۔

## مسلمان مردوں کی غیر مسلم عورتوں سے ملاقات:

مومنوں کو تکلیف پہنچانے کے دوران: حضرت جندب بن سفیانؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کی طبیعت خراب ہوگئی تو آپ ﷺ دو یا تین دن گھر سے نہیں نکلے، ایک عورت آئی اور اس نے کہا اے محمد مجھے ایسا لگتا ہے کہ تمہارے شیطان نے تم کو چھوڑ دیا ہے، وہ دو یا تین دنوں سے تمہارے پاس نہیں آیا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:"**والضحیٰ والليل إذا سجىٰ، ما ودعک ربک وما قلى**"(بخاری ومسلم) یہ واقعہ بعثت کے چند دنوں کے بعد مکہ میں پیش آیا تھا۔

## نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کے دوران:

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ اپنی قوم غفار سے سفر کی نیت سے نکلے، ہماری قوم کے لوگ حرام مہینوں کو حلال قرار دیا کرتے تھے، میں اپنے بھائی انیس اور والدہ کے ساتھ نکلا اور ہم لوگ اپنے ماموں کے یہاں

مہمان ہوئے، انھوں نے ہمارا بہت زیادہ اعزاز و اکرام کیا، اس پر ان کی قوم کے لوگوں کو ہم سے حسد ہونے لگا، لہذا ان لوگوں نے ہمارے ماموں سے کہا کہ جب آپ اپنے گھر سے نکل جاتے ہیں تو آپ کے گھر میں انیس داخل ہوتے ہیں، ہمارے پاس ماموں آئے اور انھوں نے جو بات سنی تھی ہم لوگوں سے کہی، میں نے کہا آپ نے اب تک ہم لوگوں کے ساتھ اعزاز و اکرام کا جو رویہ اختیار کر رکھا تھا، اسے آپ نے ضائع و مکدر کر دیا، اب آج کے بعد ہماری اور آپ کی ملاقات نہیں ہوسکتی، لہذا ہم لوگ اپنے اونٹ کے قریب گئے اور ان پر سوار ہو گئے، ہمارے ماموں ایک چادر اوڑھ کر رونے لگے، پھر ہم چل پڑے اور ہم نے مکہ میں پڑاؤ کیا....، حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ سے میری ملاقات ہونے کے تین سال پہلے ہی میں نے اپنے بھتیجے کے ساتھ نماز پڑھی ہے، میں نے پوچھا کس کے لئے، انھوں نے جواب دیا اللہ کے لئے، میں نے پوچھا نماز کے وقت کس جانب رخ کیا تھا؟ انھوں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ جس جانب بھی میرا رخ کر دیتا تھا میں اسی جانب رخ کر لیا کرتا تھا، میں عشاء کی نماز پڑھا کرتا تھا، یہاں تک کہ رات کے اخیر پہر میں میں اس طرح لیٹ جاتا تھا گویا کہ کپڑا کا ایک ٹکڑا ہوں، سورج کے طلوع ہونے تک میں اسی طرح رہتا تھا، انیس نے کہا: مجھے مکہ میں کچھ ضرورت ہے، لہذا آپ میرے گھر بار کی دیکھ بھال کیجئے، انیس چل پڑے، یہاں تک کہ مکہ پہنچ گئے، پھر انہوں نے میرے پاس واپس آنے میں تاخیر کی، جب وہ آئے تو میں نے کہا کیا خبر ہے؟ انہوں نے کہا مکہ میں میری ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو آپ کے دین کا حامل ہے اور کہتا ہے کہ اللہ نے اسے بھیجا ہے، میں نے کہا لوگ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا لوگ اسے شاعر، کاہن اور جادوگر کہتے ہیں، انیس بھی ایک شاعر تھے، انہوں نے کہا میں نے کاہنوں کی باتیں سنی ہیں لیکن اس شخص کی گفتگو کاہنوں کی طرح بھی ہے، میں نے اس کی باتوں کو شاعروں کے اقوال سے بھی ملایا لیکن وہ شعر بھی نہیں ہے، خدا کی قسم وہ شخص سچا ہے اور بقیہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں، حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں میں نے ان سے کہا آپ میرے گھر بار کو دیکھئے میں خود جا کر دیکھتا ہوں، وہ کہتے ہیں میں مکہ آ گیا، میں نے وہاں ایک شخص سے پوچھا وہ شخص کہاں ہے جسے تم لوگ صابی کہتے ہو؟.....پھر قبیلہ کے لوگ مجھ پر پتھر برسانے لگے یہاں تک کہ میں بیہوش ہو کر گر پڑا، جب میں اٹھا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میں ایک سرخ پتھر ہوں، وہ کہتے ہیں پھر میں زمزم کے پاس آیا، میں نے اپنے جسم سے خون کو صاف کیا اور پانی پیا، اے بھتیجے میں تیس دن اس حالت میں رہا کہ میرے کھانے کے لئے کچھ نہیں تھا، میں صرف زمزم کا پانی پیتا تھا..... یہاں تک کہ میرے پیٹ کا گوشت ٹوٹ گیا......وہ کہتے ہیں کہ ایک چاندی رات میں مکہ کے تمام لوگ سو گئے، اس وقت کوئی بھی خانہ کعبہ کا طواف نہیں کر رہا تھا، ہاں دو عورتیں جن کا نام اساف اور نائلہ تھے طواف کر رہی

تھیں، وہ طواف کرنے کے دوران میرے پاس سے گذریں..... پھر وہ دونوں یہ کہتے ہوئے واپس ہوئیں کاش اس وقت میرے قبیلہ کا کوئی شخص موجود ہوتا، پھران دونوں کی ملاقات نبی کریم ﷺ سے ہوگئی (مسلم)۔

## احوال دریافت کرنے کے دوران: سابق حدیث کا تتمہ:

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ پھران دونوں کی ملاقات نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ سے ہوگئی، نبی کریم ﷺ نے پوچھاتم دونوں کو کیا ہوگیا؟ ان دونوں نے جواب دیا کعبہ میں ایک صابی بیٹھا ہوا ہے، آپ ﷺ نے پوچھا اس نے تم دونوں سے کیا کہا، ان دونوں نے جواب دیا کہ اس نے ہم سے ایسی بات کہی ہے جو منہ سے کہی نہیں جاتی، پھر نبی کریم ﷺ کعبہ کی طرف آئے، استلام کیا، انھوں نے اور حضرت ابوبکرؓ نے طواف کیا اور اس کے بعد نماز ادا کی، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوگئے تو حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے میں نے ہی آپ ﷺ کو اسلام والا سلام کیا، حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا ''السلام علیک یا رسول اللہ'' آپ ﷺ نے جواب دیا ''وعلیک ورحمۃ اللہ'' پھر آپ ﷺ نے پوچھاتم کون ہو؟ میں نے کہا میرا تعلق قبیلہ غفار سے ہے.....(مسلم)

## غزوہ کے دوان:

حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ احد کے دن مشرکین مکہ سے ہماری مڈبھیڑ ہوئی، نبی کریم ﷺ نے تیراندازوں کے ایک لشکر کو (پہاڑ پر) بیٹھا دیا، اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو ان کا امیر بنادیا اور ان سے کہہ دیا اپنی جگہ سے ہٹنا نہیں، اگر ہمیں غالب آتا ہوا دیکھنا تب بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹنا اور اگر ہمیں مغلوب ہوتے ہوئے دیکھنا تب بھی ہماری مدد کے لئے نہ آنا، جب مڈبھیڑ کا آغاز ہوا تو تمام کفار بھاگ کھڑے ہوئے، میں نے عورتوں کو پہاڑ پر تیزی سے چڑھتے ہوئے دیکھا، وہ اپنے پائچیں اٹھائی ہوئی تھیں جس کے سبب ان کی پنڈلیاں نظر آرہی تھیں......۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق نے حضرت زبیر بن عوامؓ کے حوالہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ وہ کہتے ہیں مجھے ہند بنت عقبہ اور اس کی سہیلیاں ابھی بھی پانچیں اٹھا کر بھاگتی ہوئی نظر آرہی ہیں۔

## مصائب ومشکلات میں:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جاسوسی کے لئے ایک سریہ بھیجا اور ان کا امیر عاصم

بن عمر بن الخطابؓ کے نانا عاصم بن ثابتؓ کو بنایا، وہ سریہ چل پڑا، ابھی یہ لوگ عسفان اور مکہ کے بیچ ہی میں پہنچے تھے کہ کسی نے قبیلہ ہذیل کی ایک شاخ لحیان کو اس سریہ کی اطلاع دے دی، لحیان کے لوگ تقریباً سو تیر اندازوں کے ساتھ ان کی تلاش میں نکلے، انھوں نے ان کے نقش قدم کو تلاش کیا، یہاں تک کہ وہ ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں سریہ نے پڑاؤ کیا تھا، وہاں انھیں کھجور کی گٹھلیاں نظر آئیں، انھوں نے کہا یہ تو یثرب (مدینہ) کی کھجوریں ہیں، لہذا وہ یہاں پر ٹھہرنے والے قافلہ کے نقش قدم کو تلاش کرتے ہوئے آگے بڑھے یہاں تک کہ انھوں نے ان لوگوں کو جالیا، جب حضرت عاصمؓ اور ان کے ساتھیوں کو اس کی خبر لگی تو انھوں نے ایک ٹیلہ پر پناہ لی، قبیلہ لحیان کے تمام آئے ہوئے لوگوں نے ان لوگوں کو گھیر لیا اور کہا ہم تم لوگوں کو عہد و میثاق دیتے ہیں کہ اگر تم خود سپردگی کر دیتے ہو تو ہم تم میں سے کسی کو بھی قتل نہ کریں گے، حضرت عاصمؓ نے کہا میں کسی کافر کے سامنے خود سپردگی نہیں کروں گا، اے اللہ تو اپنے نبی تک ہم لوگوں کی خبر پہنچا دے، قبیلہ لحیان کے لوگوں نے اس سریہ سے لڑنا شروع کیا، یہاں تک کہ انھوں نے حضرت عاصمؓ اور ان کے سات ساتھیوں کو تیر سے شہید کر دیا، اس کے بعد حضرت خبیبؓ، حضرت زیدؓ اور ایک اور شخص بچ گئے، ان لوگوں نے ان تین لوگوں کو بھی عہد و میثاق دیا، لہذا ان تینوں لوگوں نے خود سپردگی کر دی، جب وہ لوگ ان تینوں لوگوں پر اچھی طرح حاوی ہو گئے تو انھوں نے رسیاں کھولیں اور اس سے ان تینوں کو باندھنا شروع کیا، تیسرے شخص نے کہا یہ پہلی غداری ہے، انھوں نے ان لوگوں کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا، ان لوگوں نے انھیں کھینچا اور انھیں زبردستی اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کیا، لیکن وہ ان کے ساتھ جانے پر آمادہ نہیں ہوئے، لہذا ان لوگوں نے انھیں قتل کر دیا، اب وہ لوگ خبیبؓ اور زیدؓ کو لے کر چلے اور ان دونوں کو مکہ میں لا کر بیچ دیا، خبیبؓ کو بنوالحارث بن عامر بن نوفل نے خرید لیا، حضرت خبیبؓ نے حارث بن عامر کو بدر کے دن قتل کیا تھا، وہ ان لوگوں کے پاس قیدی بن کر رہے، جب بنوالحارث نے ان کے قتل کا فیصلہ کیا تو حضرت خبیبؓ نے بالوں کی صفائی کے لئے حارث کی کسی بیٹی سے عاریتاً استرا مانگا، اس نے انھیں استرا دے دیا، حارث کی وہ بیٹی کہتی ہے میں اپنے ایک بچے سے غافل ہو گئی تو وہ خبیب کے پاس چلا گیا، خبیب نے بچے کو اپنے زانو پر بٹھا لیا، میں نے اپنے بچے کو ان کے زانو پر بیٹھا دیکھا تو میں ڈر گئی، خبیب سمجھ گئے کہ میں ڈر گئی ہوں کیونکہ اس وقت ان کے ہاتھ میں استرا موجود تھا، انھوں نے کہا کیا تمھیں خوف ہو رہا ہے کہ میں اس بچے کو قتل کر دوں گا؟ ان شاء اللہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ حارث کی وہ بیٹی کہا کرتی تھی میں نے خبیب سے زیادہ اچھا قیدی کبھی نہیں دیکھا، میں نے ان کو اس وقت انگور کھاتے ہوئے دیکھا ہے جس وقت مکہ میں کوئی پھل نہیں پایا جاتا تھا، حالانکہ وہ لوہے میں بندھے ہوئے تھے، درحقیقت وہ رزق اللہ کی جانب

سے ان کے پاس آتا تھا، بنوالحارث خبیبؓ کو قتل کرنے کے لئے انھیں لے کر حرم سے نکلے، حضرت خبیبؓ نے کہا مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دے دو، نماز پڑھ کر وہ ان لوگوں کے پاس آئے اور کہا اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ یہ سمجھو گے کہ میں موت سے ڈر رہا ہوں تو میں اور نمازیں پڑھتا، قتل کے وقت دو رکعت نماز پڑھنے کی سنت انہی کی جاری کردہ ہے، پھر انھوں نے کہا اے اللہ تو ان سب کو ایک ایک کر کے شمار کر (اور انھیں ہلاک کر) پھر انھوں نے یہ اشعار پڑھے:

ما ان أبالی حين أقتل مسلما　　　على أى شق كان لله مصرعی

و ذٰلک فی ذات الإلٰه وإن يشأ　　　يبارک على أوصال شلو ممزع

(ایک مسلمان کی حیثیت سے شہید ہوتے ہوئے مجھے اس بات کی فکر نہیں کہ میری موت کس پہلو پر ہوگی، یہ سب کچھ میں اللہ کی خاطر کر رہا ہوں، اگر وہ چاہے تو ان ٹکڑے ٹکڑے اعضاء کے جوڑوں میں بھی برکت دے سکتا ہے۔)

پھر عقبہ بن الحارث اٹھا اور اس نے انھیں شہید کر دیا، اس کے بعد قریش کے لوگوں نے کچھ لوگوں کو بھیجا کہ وہ عاصمؓ کے جسم کے کچھ اعضاء کو (کاٹ کر) لے آئیں جس کے ذریعہ سے ان کے مقتول ہونے کا علم ہو جائے، کیونکہ حضرت عاصمؓ نے بدر کے دن قریش کی ایک عظیم المرتبت شخصیت کو قتل کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصمؓ کی نعش پر شہد کی مکھیوں کو بھیج دیا، جس نے قریش کے لوگوں سے ان کی حفاظت کی، اس طرح وہ لوگ ان کے جسم کے ایک حصہ کو بھی کاٹ نہ سکے۔ (بخاری)

## مطالبہ کے وقت:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ کچھ یہودی نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور ان سے بتایا کہ ان کے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کیا ہے، نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں سے کہا رجم کے تعلق سے تورات میں تمہیں کیا حکم ملتا ہے؟ انھوں نے کہا ہم زانیوں کو رسوا کرتے ہیں اور انھیں کوڑا لگاتے ہیں، حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے کہا تم لوگ جھوٹ بول رہے ہو، اس میں رجم کا حکم موجود ہے، وہ لوگ تورات لے کر آئے، اسے کھولا، ان میں سے ایک شخص نے رجم سے متعلق آیت پر ہاتھ رکھ دیا اور اس نے اس سے پہلے اور بعد کی آیت پڑھی، اس شخص سے عبداللہ بن سلامؓ نے کہا اپنا ہاتھ ہٹاؤ، اس نے اپنا ہاتھ ہٹایا تو وہاں پر رجم سے متعلق آیت نظر آئی، ان لوگوں نے کہا اے محمد یہ صحیح کہہ رہے ہیں، تورات میں رجم سے متعلق آیت ہے، لہذا نبی کریم ﷺ نے ان دونوں

زانیوں کو رجم کرنے کا حکم دیا، میں نے زانی مرد کو دیکھا کہ وہ زانیہ کو پتھر سے بچانے کے لئے اس پر جھک جاتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

### کسی امر معروف کے مطالبہ یا اس کی پیشکش کے وقت:

حضرت ابوسعید الخدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں تھے، ایک جگہ ہم لوگوں نے پڑاؤ کیا، ہمارے پاس ایک لڑکی آئی اور اس نے کہا ہمارے قبیلہ کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے، ہمارے قبیلہ کے لوگ موجود نہیں ہیں، کیا تم میں سے کوئی جھاڑ پھونک کرتا ہے۔ (ایک روایت میں ہے کہ مسلمانوں نے اس قبیلہ کے لوگوں سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ انھیں اپنا مہمان بنالیں لیکن انھوں نے اس سے انکار کردیا تھا) اس لڑکی کے ساتھ ایک شخص چلا گیا...... اس نے جھاڑ پھونک کیا تو سردار شفایاب ہوگیا، لہذا بادشاہ نے حکم دیا کہ اس شخص کو تیس بکریاں دی جائیں اور اس نے ہم سب کو دودھ پلایا، جب وہ شخص لوٹ کر آیا تو ہم لوگوں نے اس سے پوچھا کیا تم اچھی طرح سے جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے؟ اس نے کہا نہیں، میں نے تو سورۂ فاتحہ کے ذریعہ جھاڑ پھونک کی ہے، ہم لوگوں نے کہا اب تم لوگ کوئی نئی بات نہ کرو، یہاں تک کہ ہم اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ سے دریافت کرلیں، جب ہم لوگ مدینہ آئے تو ہم لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے کیسے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ کے ذریعہ جھاڑ پھونک کیا جاتا ہے، یہ بکریاں تقسیم کرلو اور اس میں میرا بھی حصہ لگاؤ۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عمرانؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے...... لوگوں سے آپ ﷺ سے پیاس کی شکایت کی، آپ ﷺ سواری سے اتر گئے اور فلاں کو بلایا...... اور حضرت علیؓ کو بلایا اور فرمایا تم دونوں جاکر پانی تلاش کرو، لہذا وہ دونوں چلے، ان دونوں کی ایک ایسی عورت سے ملاقات ہوئی جس کے اونٹ کے دونوں جانب مشکیزہ لٹکا ہوا تھا، ان دونوں نے اس سے پوچھا پانی کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا میں پانی کے پاس کل کے دن اسی وقت پہنچوں گی، ہمارے گھر پر لوگ موجود نہیں ہیں، ان دونوں نے اس سے کہا پھر تم چلو؟ اس نے پوچھا کہاں؟ ان دونوں نے جواب دیا اللہ کے رسول ﷺ کے پاس، اس نے کہا کیا اس کے پاس جسے صابی کہا جاتا ہے؟ ان دونوں نے کہا ہاں، اسی کے پاس چلنا ہے جسے تم سمجھ رہی ہو، وہ دونوں اسے لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور نبی کریم ﷺ کو اس کے متعلق پوری بات بتائی، حضرت عمرانؓ کہتے ہیں کہ پھر لوگوں نے اس عورت کو اونٹ سے اترنے کے لئے کہا، اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے ایک برتن منگوایا، اور ان دونوں مشکیزوں سے اس برتن میں پانی ڈالا، آپ ﷺ نے دونوں مشکیزوں کا منھ بند کردیا، پانی نکلنے کی جگہ کو کھول دیا، اور لوگوں کے

درمیان ندا لگا دی گئی آؤ پانی پیو اور اپنے ساتھ پانی لے جاؤ۔ جس نے چاہا پانی پیا، جس نے چاہا پانی لے گیا، آپ ﷺ نے سب سے اخیر میں ایک ایسے شخص کو ایک برتن پانی دیا جسے جنابت لاحق ہوگئی تھی، اور اس سے کہا جاؤ اس سے غسل کرلو، وہ عورت کھڑی یہ سب دیکھ رہی تھی، پھر پانی پینے اور لے جانے کا یہ سلسلہ بند ہوگیا، خدا کی قسم اس وقت ایسا لگ رہا تھا کہ مشکیزہ پہلے سے زیادہ بھرا ہوا ہے، پھر نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ اس عورت کے لئے کچھ جمع کرو، لہذا انھوں نے اس کے لئے عجوہ کھجور، آٹا اور ستو جمع کیا، انھوں نے کھانے کا سامان جمع کیا، اسے ایک کپڑے میں باندھا اور پھر اس کے اونٹ پر رکھ دیا، اور کپڑا اس کے سامنے رکھ دیا، نبی کریم ﷺ نے اس سے کہا تم دیکھ رہی ہوگی کہ ہم لوگوں نے تمہارے پانی میں کچھ بھی کمی نہیں کی ہے، ہمیں تو اللہ نے سیراب کیا ہے۔ (بخاری ومسلم)

## قیدیوں کے ساتھ:

حضرت ایاس بن سلمہؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے کہا ہم لوگوں نے قبیلہ فزارہ سے غزوہ کیا، اس غزوہ میں نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو ہمارا امیر بنایا تھا، جب ہمارے اور پانی کے درمیان ایک گھنٹہ کا فاصلہ بچ رہا تو حضرت ابوبکرؓ نے ہم لوگوں کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا، لہذا ہم لوگوں نے پڑاؤ ڈال دیا، پھر حضرت ابوبکرؓ نے حملہ کیا اور پانی تک پہنچ گئے، بہت سے لوگ قتل ہوئے اور بہت سے لوگ قید کئے گئے، مجھے لوگوں کی ایک جماعت نظر آئی جس میں بچے بھی تھے، مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ یہ لوگ مجھ سے پہلے پہاڑ پر نہ پہنچ جائیں، لہذا میں نے ان لوگوں اور پہاڑ کے درمیان ایک تیر پھینکا، جب ان لوگوں نے تیر دیکھا تو رک گئے، میں تیزی سے دوڑتے ہوئے ان کے پاس آیا، ان لوگوں کے ساتھ قبیلہ فزارہ کی ایک عورت بھی تھی جو بہت پرانا سا کپڑا پہنے ہوئے تھی، اس کے ساتھ اس کی ایک خوبصورت لڑکی بھی تھی، میں ان سب کو لے کر حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا، حضرت ابوبکرؓ نے اس کی بیٹی کو مجھے دیدیا......۔ (مسلم)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر پر حملہ کیا...... وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے بہت مشکل اور محنت سے خیبر پر قبضہ کیا، اس کے بعد تمام قیدی جمع کئے گئے، پھر حضرت دحیہؓ آئے اور انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول! قیدیوں میں سے مجھے ایک باندی عنایت کردیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ جاکر ایک باندی لے لو، انھوں نے صفیہ بنت حییؓ کو لے لیا، ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول آپ ﷺ نے حضرت دحیہؓ کو صفیہ بنت حییؓ عنایت کردی ہے، حالانکہ وہ بنوقریضہ وبنونضیر کی سردار خاتون ہیں، وہ تو

صرف آپ ہی کے لائق ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا دحیہ کو ان کے ساتھ بلاؤ، وہ صفیہ کو لے کر آئے، جب نبی کریم ﷺ نے ان کو دیکھا تو کہا تم باندیوں میں سے ان کے علاوہ کوئی اور لے لو، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ پھر نبی کریم ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا اور اس کے بعد ان سے شادی کر لی۔ (بخاری و مسلم)

**ہدیہ دیتے وقت:**

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی عورت نبی کریم ﷺ کے پاس ایک زہر آلود بکری لے کر آئی، آپ ﷺ نے اسے کھایا، پھر اس یہودی عورت کو لایا گیا، لوگوں نے پوچھا کیا ہم اسے قتل نہ کر دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، میں نے آپ ﷺ کی زبان مبارک پر اس کا اثر ہمیشہ محسوس کیا۔ (بخاری و مسلم)

## فصل ششم

# عہد نبوی میں ملازمت میں مسلمان خاتون کی شرکت کے واقعات اور اس شرکت کے تعلق سے شرعی ہدایات

مسلمان خاتون کتاب اللہ اور سنت نبوی کی روشنی میں اپنی زندگی گذارتی ہے، ہم اس جگہ عورت کی ملازمت کے تعلق سے جو واقعات نقل کریں گے وہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے ماخوذ ہوں گے۔

تمام انبیاء کرامؑ اور نبی کریم ﷺ کے عہد میں عورت کی ملازمت کے واقعات پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عورت کی ملازمت کے تعلق سے اللہ نے جو ہدایت دی ہے یہ واقعات اس کی تطبیق کی مختلف شکلوں کی مثالیں ہیں، اللہ کی بنیادی ہدایت کی روشنی میں تطبیق کا میدان ہمارے دور میں بلکہ ہر دور میں وسیع رہے گا، اور ہر زمانہ کے حالات کے مطابق اس کی صورتیں اور شکلیں بدلتی رہیں گی۔

اس باب کے مطالعہ کے دوران ایسے واقعات بھی نظروں سے گذریں گے جن میں عورت کے تطوعاً کام کرنے کا ذکر ہے، چونکہ شریعت نے اس نوعیت کے کاموں میں مرد و عورت کی ملاقات کو جائز قرار دیا ہے لہذا اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ جو کام کیا جارہا ہے اس کی اجرت لی جارہی ہے یا تطوعاً کیا جارہا ہے، فی الوقت میرے نزدیک اہم بات یہ ثابت کرنا ہے کہ ضرورت کے مطابق مرد و عورت کی ملاقات مشروع ہے۔

ہم ذیل میں ان میدانوں کا تذکرہ کریں گے جن میں عہد نبوی میں عورت نے کام کیا ہے:

### ایسے میدان جن میں عہد نبوی میں عورت نے کام کیا:

### اجرت ومعاوضہ پر رضاعت اور دایہ گری:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''ان کو (زمانۂ عدت میں) اسی جگہ رکھو جہاں تم رہتے ہو، جیسی کچھ بھی جگہ تمہیں میسر ہو، اور انھیں تنگ کرنے کے لئے ان کو نہ ستاؤ۔ اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان پر اس وقت تک خرچ کرتے رہو جب تک ان کا وضع حمل نہ ہوجائے۔ پھر اگر وہ تمہارے لئے (بچے کو) دودھ پلائیں تو ان کی اجرت انہیں دو، اور بھلے طریقے

سے (اجرت کا معاملہ) باہمی گفت وشنید سے طے کرلو، لیکن اگر تم نے (اجرت طے کرنے میں) ایک دوسرے کو تنگ کیا تو بچے کو کوئی اور عورت دودھ پلا لے گی۔'' (سورۂ طلاق:٦)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا آج رات میرے گھر ایک بچہ پیدا ہوا ہے، میں نے اس کا نام اپنے باپ کے نام پر ابراہیم رکھا ہے، پھر آپ ﷺ نے اس بچہ کو ام سیف کے حوالہ کردیا جو ابوسیف نامی ایک لوہار کی بیوی تھیں، ...... ایک دوسری روایت میں حضرت انس بن مالک سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے زیادہ اپنے اہل وعیال پر رحم کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا، انھوں نے کہا کہ ابراہیم کو عوالی مدینہ میں ایک خاتون دودھ پلایا کرتی تھیں، نبی کریم ﷺ وہاں جایا کرتے، ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہوتے، آپ اس گھر میں داخل ہوتے حالانکہ اس میں بہت زیادہ دھواں ہوتا تھا کیونکہ اس دایہ کا شوہر لوہار تھا، پھر نبی کریم ﷺ بچہ کو بوسا دیتے اور واپس ہوجاتے۔ (مسلم)

## گلہ بانی:

حضرت معاویہ بن حکیم السلمیؓ کہتے ہیں میری ایک باندی تھی جو احد اور جوانیہ کے پاس میری بکریوں کو چرایا کرتی تھی، ایک دن مجھے معلوم ہوا کہ بھیڑیا میری ایک بکری کو اٹھالے گیا، میں بھی ایک انسان ہی ہوں، لہٰذا انسان ہونے کے ناطے مجھے بہت افسوس ہوا، اور میں نے اپنی باندی کو بہت زیادہ مارا، جب میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے اس سلسلہ میں مجھے بہت سخت باتیں کہیں، میں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا میں اس باندی کو آزاد نہ کردوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اسے لے کر میرے پاس آؤ، لہٰذا میں اسے لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس گیا، آپ ﷺ نے اس سے پوچھا اللہ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا آسمان میں، آپ ﷺ نے پوچھا میں کون ہوں؟ اس نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اسے آزاد کردو کیونکہ یہ مومنہ ہے۔ (مسلم)

حضرت سعد بن معاذؓ فرماتے ہیں کہ کعب بن مالکؓ کی ایک باندی سلع نامی پہاڑ پر بکریاں چرایا کرتی تھی، ایک مرتبہ ایک بکری زخمی ہوگئی، اس نے اسے پکڑا اور پتھر سے ذبح کردیا، نبی کریم ﷺ سے اس سلسلہ میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے کھالو۔ (بخاری)

جس حدیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضرت میمونہؓ نے اپنی باندی کو آزاد کیا تھا اس کی تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں...... نسائی کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم نے اسے اپنے بھائی کی بیٹی کو کیوں نہ دے دیا، وہ اس کی بکریاں چرادیا کرتی۔

## کاشت کاری اور پودا لگانا:

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میری خالہ کو طلاق دے دی گئی، اس کے بعد انھوں نے چاہا کہ وہ اپنے باغ میں جاکر کھجوریں اکٹھا کرلیں، اس طرح نکلنے پر ایک شخص نے انھیں ڈانٹ دیا، وہ نبی کریم ﷺ کے پاس چلی گئیں۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا تم جاکر اپنے باغ میں کھجوریں جمع کرو، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ تم صدقہ کرو یا کوئی اور امر معروف انجام دو۔ (مسلم)

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ام مبشر انصاریہؓ کے پاس ان کے باغ میں گئے، نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا کھجور کا یہ باغ کس نے لگایا ہے، آیا کسی مسلمان نے یا کافر نے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک مسلمان نے اسے لگایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ایک مسلمان جو بھی باغ لگاتا ہے یا پودا اگاتا ہے پھر اس سے انسان یا جانور کھاتے ہیں تو اس پر اس مسلمان کو صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔ (مسلم)

حضرت ابوحمید الساعدیؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں شریک تھے، جب ہم لوگ وادی القریٰ پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت اپنے باغ میں ہے، نبی کریم ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے کہا اندازہ لگاؤ (کہ اس باغ میں کتنے پھل آئیں گے)، خود نبی کریم ﷺ نے یہ اندازہ لگایا کہ اس باغ میں دس وسق پھل آئیں گے، اس کے بعد آپ ﷺ نے اس عورت سے کہا اس باغ میں جتنے پھل آئیں انھیں شمار کرلینا، جب ہم لوگ تبوک پہنچے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا سن لو آج رات بہت تیز ہوا چلے گی، لہذا کوئی بھی شخص کھڑا نہ رہے، اور جس کسی کے پاس اونٹ ہو وہ اسے باندھ دے، لہذا ہم سبھی نے اپنے اونٹ باندھ دیئے، رات میں بہت تیز ہوا چلی، ایک شخص کھڑا رہ گیا، ہوا اسے اڑا کرطی پہاڑ پر لے گئی۔ ایلہ کے بادشاہ نے نبی کریم ﷺ کو ایک سفید خچر ہدیہ کیا، آپ کو چادر عنایت کی....، واپسی میں جب آپ ﷺ وادی القریٰ پہنچے تو عورت سے پوچھا تمہارے باغ میں کتنا پھل آیا؟ اس نے جواب دیا نبی کریم ﷺ کے اندازہ کے مطابق دس وسق پھل آئے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

## گھریلو صنعت:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی زینبؓ فرماتی ہیں کہ میں مسجد میں تھی، میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عورتوں صدقہ کروخواہ تمھیں اپنا زیور ہی کیوں نہ صدقہ کرنا پڑے، حضرت زینبؓ حضرت عبداللہ اور اپنے زیر پرورش کچھ یتیموں پر خرچ کیا کرتی تھیں، انھوں نے حضرت عبداللہؓ سے کہا آپ نبی کریم ﷺ سے

پوچھئے کہ اگر میں آپ پر اور اپنے زیر پرورش کچھ یتیموں پر صدقہ کرتی ہوں تو کیا یہ میری طرف سے کافی ہو جائے گا؟ (بخاری و مسلم)

ابن ماجہ کی ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت زینبؓ اپنے ہاتھ سے مختلف چیزیں بنایا کرتی تھیں، الطبقات الکبریٰ میں تحریر ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی اپنے ہاتھ سے مختلف چیزیں بنایا کرتی تھیں، انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول میں اپنے ہاتھوں سے چیزیں بناتی ہوں پھر اسے فروخت کرتی ہوں، میرے پاس اور میرے شوہر و بچوں کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، میں نے آپ ﷺ سے ان لوگوں پر خرچ کرنے کے تعلق سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ان لوگوں پر جو کچھ خرچ کروگی تمہیں اس کا اجر و ثواب ملے گا۔

حضرت سعد بن سہلؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت ''ایک بردہ'' لے کر آئی، حضرت سعدؓ نے پوچھا کیا تم لوگ جانتے ہو کہ بردہ کیا چیز ہے؟ ان سے لوگوں نے کہا کہ ہاں، یہ ایک ایسی چادر ہے جس کے کنارے منقش ہوتے ہیں، اس عورت نے کہا اے اللہ کے رسول اس چادر کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔ (بخاری)

گھریلو صنعت اور کام کاج کے تعلق سے مجھے ایک قصہ یاد آ رہا ہے، جو الطبقات الکبریٰ میں مذکور ہے، یہ قصہ گھر کے اندر تجارت کرنے سے متعلق ہے، ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر نے روایت کیا ہے کہ ربیع بنت معوذ بنت عفراء نے کہا میں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں انصار کی کچھ خواتین کے ساتھ ابوجہل کی ماں اسماء بنت مخربہ کے پاس گئی، ان کے بیٹے عبداللہ بن ابی ربیعہ یمن سے ان کو عطر بھیجا کرتے تھے، وہ اسے بیچا کرتی تھیں، ہم ان سے عطر خرید لیا کرتے تھے، جب انھوں نے میری شیشی میں عطر ڈالی اور اسے وزن کیا جس طرح کہ انھوں نے میرے ساتھ آنے والی دوسری خواتین کے لئے عطر وزن کیا تھا اس وقت انھوں نے کہا تم لوگوں پر میرا جو حق بنتا ہے اسے لکھ دو، میں نے کہا ٹھیک ہے، میں لکھتی ہوں کہ اس کا ربیع بنت معوذ کے اوپر حق ہے، اسماء نے کہا تم پیچھے ہٹو کیونکہ تم تو اس کے شوہر کے قاتل کی بیٹی ہو، (ربیع کے والد نے غزوۂ بدر میں ابوجہل کے قتل میں ساتھ دیا تھا) میں نے کہا ایسا نہیں ہے بلکہ میں اس کے بیٹے کے قاتل کی بیٹی ہوں، ابوجہل کی ماں نے کہا خدا کی قسم اب میں تم سے کچھ بھی نہیں بیچوں گی، میں نے کہا خدا کی قسم اب میں کبھی بھی تم سے کوئی بھی چیز نہیں خریدوں گی...... اے بیٹے خدا کی قسم میں نے اس سے اچھی خوشبو کبھی نہیں سونگھی، بس میں غصہ ہو گئی تھی۔

## کسی پیشہ ورانہ کام کا انتظام و انصرام چلانا:

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری خاتون نے نبی کریم ﷺ سے کہا...... میرے

پاس ایک غلام ہے جو بڑھئی ہے......ایک روایت میں ہے: اس خاتون نے اپنے غلام کو منبر بنانے کا حکم دیا لہذا اس نے لکڑی کاٹ کر منبر بنا دیا۔ (بخاری)

اس جگہ ہم اس بات کی یاد دہانی مناسب سمجھتے ہیں کہ جلیل القدر صحابیہ ام شریکؓ اپنے گھر کو مہمانوں کے لئے کھلا رکھتی تھیں، ان کے پاس مہاجرین آکر ٹھہرا کرتے تھے، یہ کام ایک گیسٹ ہاؤس کے چلانے کی طرح ہے، وہ یہ کام تطوعاً کیا کرتی تھیں۔ (دیکھئے معاشرتی سرگرمیوں میں عورت کی شرکت)۔

## مریضوں کا علاج:

### الف- مریضوں کو دوا دینا:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ خندق کے دن حضرت سعدؓ زخمی ہوگئے، قریش کے ایک شخص حبان بن العرفہ نے جس کا تعلق بنو معیص بن عامر بن لوی سے تھا، ان کے بازو کی نس میں تیر مار دیا تھا، نبی کریم ﷺ نے ان کے لئے مسجد میں ایک خیمہ نصب کروایا تاکہ آپ ﷺ قریب سے ان کی عیادت کرسکیں...... (مسجد میں موجود بنو غفار کے خیمہ والے) اس وقت گھبرا اٹھے جب انھوں نے اپنی طرف بہہ کر آتا ہوا خون دیکھا، ان لوگوں نے کہا اے خیمہ والو! یہ کیسا خون تمہاری طرف سے ہماری طرف آرہا ہے؟ دیکھا تو حضرت سعدؓ کے زخم سے تیزی کے ساتھ خون نکل رہا تھا، اس زخم کی تاب نہ لاکر ان کا انتقال ہوگیا، اللہ ان سے راضی ہو۔ (بخاری)

حافظ ابن حجرؒ "بنو غفار کے خیمہ" کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ خیمہ رفیدہ اسلمیہ کا تھا، ہوسکتا ہے کہ ان کے شوہر قبیلہ بنو غفار کے ہوں، نبی کریم ﷺ نے حضرت سعدؓ کو مسجد کے پاس موجود رفیدہ کے خیمہ میں رکھا، رفیدہ زخمیوں کا علاج کیا کرتی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ انھیں رفیدہ کے خیمہ میں لے جاؤ تاکہ میں قریب سے ان کی عیادت کرسکوں۔

حافظ ابن حجرؒ ام عطیہؓ کی حدیث "ہم لوگ مریضوں کی دیکھ بھال اور زخمیوں کا علاج کیا کرتے تھے" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے متعدد باتیں معلوم ہوتی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ عورت اجنبی مردوں کا علاج کرسکتی ہے، مثلاً دوا لے آنا، بغیر لمس کے علاج کرنا وغیرہ، اور لمس صرف اسی صورت میں جائز ہے جبکہ اس کی ضرورت ہو اور کسی بھی قسم کے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

**ب- جھاڑ پھونک کے ذریعہ علاج:**

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے انصار کے ایک گھرانے کو بخار کے سلسلہ میں جھاڑ پھونک کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ (بخاری ومسلم)

متعدد صحیح احادیث میں مذکور ہے کہ ایک شخص کو جلد کی بیماری ہوگئی، اس سے بتایا گیا کہ وہ شفاء بنت عبداللہؓ کے پاس جائے، وہ جلد کی بیماری میں جھاڑ پھونک کرتی ہیں، وہ شخص ان کے پاس گیا اور ان سے جھاڑ پھونک کرنے کے لئے کہا، انھوں نے کہا خدا کی قسم جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے جھاڑ پھونک نہیں کیا ہے، وہ انصاری شخص نبی کریم ﷺ کے پاس گیا اور آپ ﷺ سے شفاء کی بات دہرادی، آپ ﷺ نے شفاء کو بلا بھیجا، اور ان سے کہا مجھے اپنے جھاڑ پھونک کے بارے میں بتاؤ، انھوں نے آپ ﷺ کو بتا دیا، آپ ﷺ نے ان سے کہا کہ تم اس کے جلد کی بیماری کے سلسلہ میں جھاڑ پھونک کرو، اور اسے حفصہؓ کو بھی سکھا دو جیسا کہ تم نے اسے لکھنا سکھایا تھا۔ (حاکم)

**مسلح افواج کو اپنی خدمات پیش کرنا:**

حضرت ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ میں شریک ہوا کرتے تھے، ہم لوگ مجاہدین کو پانی پلاتے تھے، ان کی خدمت کرتے تھے اور زخمیوں، مقتولین کو مدینہ واپس بھیجا کرتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شریک رہی، میں صحابہ کرام کے خیموں میں رک جایا کرتی تھی اور ان کے لئے کھانا بنایا کرتی تھی۔ (مسلم)

**صفائی ستھرائی کے کام:**

معاشرتی سرگرمیوں میں عورت کی شرکت سے متعلق بحث میں یہ بات آئے گی کہ مسلمان عورت تطوعاً مسجد نبوی کی صفائی کیا کرتی تھی، مسلمان عورت کی جانب سے مسجد نبوی کے صفائی کا کام تطوعاً کرنے سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ شریعت اجرت لے کر اس کام کے کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔

## گھریلو کام کاج:

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں.... میں نے باندی کو نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجا اور میں نے کہا تم آپ ﷺ کے بغل میں کھڑی ہو کر کہنا اے اللہ کے رسول ام سلمہؓ آپ ﷺ سے کہتی ہیں کہ آپ (عصر کے بعد) ان دو رکعتوں کو پڑھنے سے منع کیا کرتے تھے لیکن میں خود آپ کو ہی پڑھتے ہوئے دیکھ رہی ہوں...... لہذا باندی نے ایسا ہی کہا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے گھر میں ایک باندی کو دیکھا جس کے چہرہ پر سیاہی پھیلی ہوئی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا اس کا جھاڑ پھونک (رقیہ) کرواؤ کیونکہ اسے نظر لگ گئی ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ مجھ سے زبیرؓ نے شادی کی، اس وقت ان کے پاس نہ ہی مال و دولت تھی، نہ ہی غلام تھا، ان کے پاس ایک پانی لانے والے اونٹ اور ایک گھوڑے کے سوا کچھ نہیں تھا، میں ان کے گھوڑے کو چارہ دیا کرتی تھی، پانی لایا کرتی تھی، ان کے ڈول کو سل دیا کرتی تھی، اور آٹا گوندھتی تھی...... اور میں زبیر کی اس زمین سے اپنے سر پر گٹھلیاں لایا کرتی تھی جو انھیں نبی کریم ﷺ نے دی تھی، یہ زمین میرے گھر سے دو ثلث فرسخ کی مسافت پر تھی...... پھر حضرت ابوبکرؓ نے میرے پاس ایک خادم بھیج دیا جو گھوڑے سے متعلق ساری چیزیں دیکھ لیا کرتا تھا۔ اس طرح حضرت ابوبکرؓ نے مجھے آزاد کر دیا تھا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ فقیر لوگ تھے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس دو لوگوں کا کھانا ہو وہ تیسرے کو بھی لے کر جائے، جس کے پاس چار لوگوں کا کھانا ہو وہ پانچ یا چھ لوگوں کو لے کر جائے، حضرت ابوبکرؓ تین لوگوں کو لے کر گئے، نبی کریم ﷺ دس لوگوں کو لے کر گئے، عبدالرحمٰن کہتے ہیں گھر پر میں تھا، میرے والدین تھے، میری بیوی تھی اور ایک خادم تھا (بخاری و مسلم)۔

حضرت معاویہ بن سوید کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ایک غلام کو تھپڑ مار دیا، اس کے بعد میں بھاگ کھڑا ہوا، پھر میں ظہر سے پہلے آیا اور میں نے اپنے والد کے پیچھے نماز پڑھی، والد نے غلام کو اور مجھے بلایا اور غلام سے کہا کہ اس سے قصاص اور بدلہ لے لو، لیکن اس نے معاف کر دیا، پھر میرے والد نے کہا نبی کریم ﷺ کے عہد میں ہم بنو مقرن کے پاس صرف ایک ہی خادمہ تھی، اسے ہم میں سے کسی نے تھپڑ مار دیا، یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس خادمہ کو آزاد کر دو، لوگوں نے آپ ﷺ سے کہا کہ ان لوگوں کے پاس صرف ایک

ہی خادمہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے، وہ لوگ اس وقت تک اس سے خدمت لیں جب تک انھیں اس کی ضرورت ہے، جب انھیں اس کی ضرورت نہ رہے تو آزاد کردیں۔

## عورت کی ملازمت سے متعلق بعض جدید معاشرتی مظاہر:

**اول**: تعلیم میں کافی ترقی اور تنوع ہوا ہے، اس کے مراحل متعدد ہوگئے ہیں اور لڑکوں ولڑکیوں ہر ایک کے لئے تعلیم عام ہوگئی ہے، اس کے سبب عورت متعدد پیشہ وارانہ کام اور ملازمت کرنے کے قابل ہوگئی ہے۔

**دوم**: طبی خدمات میں کافی ترقی اور تنوع ہوا ہے، اور وہ مردوں وعورتوں ہر ایک کے لئے عام ہوگئی ہیں، اس صورتحال اور پہلی صورتحال دونوں ہی نے اس جانب توجہ مبذول کرائی کہ معاشرہ کو اس بات کی ضرورت ہے کہ بعض میدانوں میں عورتیں کام کریں مثلاً ٹیچنگ، میڈیکل پریکٹس اور نرسنگ وغیرہ۔

**سوم**: ٹرانسپورٹیشن خصوصاً ایئرویز میں کافی ترقی ہوئی ہے، لہذا اس کی ضرورت ہے کہ کچھ میزبان خواتین ہوں جو ضرورت کے وقت عورتوں کی مدد کرسکیں اور انھیں سروس فراہم کرسکیں۔

**چھارم**: نسوانی ملبوسات اور نسوانی سامانوں میں بہت زیادہ ترقی ہوئی ہے اور تنوع بھی ہوا ہے، اس کا تقاضہ ہے کہ خرید وفروخت کے میدان میں کچھ خواتین بھی کام کریں۔

**پنجم**: مرد بالغ ہونے کے کافی عرصہ بعد معاشی طور پر اس طرح خودکفیل ہو پاتا ہے کہ وہ شادی کرسکے، اس کی وجہ سے نوجوانوں کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لہذا ایک نوجوان مرد کو اس بات کی ضرورت رہتی ہے کہ اس کی بیوی ملازمت کرکے معاشی طور پر اس کا ساتھ دے تاکہ وہ دونوں مل کر تیزی کے ساتھ ازدواجی زندگی کو مضبوط ومستحکم بناسکیں۔

**ششم**: پہلے جوائنٹ فیملی کے رواج کی وجہ سے بیٹے اور بیٹیاں شادی کے بعد بھی ایک ہی گھر میں اکٹھے رہا کرتے تھے، لیکن اب علاحدہ علاحدہ چھوٹی فیملی کا تصور عام ہوگیا ہے، لہذا اب مرد کو زیادہ آمدنی کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ ایک نئے چھوٹے خاندان کو مستحکم کرسکے، اس استحکام کی کوشش میں عورت کو اپنے شوہر کا ساتھ دینا چاہیے، اسی طرح ایسی صورتحال میں جب عورت مطلقہ یا بیوہ ہوجاتی ہے تو اس کے اولیاء اس کی کفالت نہیں کرپاتے ہیں، لہذا وہ زندگی گذارنے کے لئے کہیں ملازمت کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔

**ھفتم**: بعض مسلم ممالک میں لوگوں کی آمدنی اتنی کم ہوتی ہے کہ وہ ان کے ضروری اخراجات کے لئے بھی ناکافی ہوتی ہے، لہذا ایسی صورتحال میں بھی مرد اس کا ضرورتمند ہے کہ اس کی بیوی ملازمت کرکے معاشی

طور پر اس کا ساتھ دے، اور خاندان کے استحکام میں تعاون کرے۔

**ھشتم**: زندگی کے تمام میدانوں پر، خواہ اس کا تعلق صنعت وتجارت سے ہو یا تعلیم وطب سے ہو یا سروسز کے کسی بھی میدان سے ہو، صرف بڑے اداروں کی حکمرانی واجارہ داری ہے، حالانکہ پہلے بہت سے کام ایسے تھے جسے کوئی تنہا فرد کر دیا کرتا تھا، بہت سے کام ایسے تھے جو گھر کے اندر کئے جا سکتے تھے، مثلاً کتائی، کپڑے بننا، قسم قسم کے کھانے بنانا، کھال کو دباغت دینا، تعلیم اور طب وغیرہ، لیکن اب چونکہ ان کاموں پر بھی بڑے بڑے اداروں اور فرمس کی اجارہ داری ہے لہذا عورت کو ملازمت کی خاطر مجبوراً گھر سے باہر نکلنا پڑا، حالانکہ پہلے وہ اپنے گھر میں رہتے ہوئے کچھ کام بھی کر لیتی تھی اور ساتھ ہی ساتھ گھر اور بچوں کی دیکھ بھال بھی کر لیا کرتی تھی۔

**نھم**: عورت کے مختلف حالات اور گھر سے متعلق اس کی بنیادی ضرورتوں کے پیش نظر جدید معاشرہ کو اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ایسی عورتوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے جن کے اندر ملازمت کرنے کی صلاحیت ہو، اس ضرورت کے محسوس کئے جانے کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں:

الف- بعض عورتیں کام کے مقررہ اوقات میں صرف نصف وقت دیتی ہیں۔

ب- ولادت وپرورش کے موقع پر بعض عورتیں لمبی لمبی چھٹیاں لیتی ہیں۔

ج- گھریلو زندگی میں پریشانیوں اور دباؤ کے زیر اثر بہت سی عورتیں سرے سے کام ہی چھوڑ دیتی ہیں۔

## موجودہ دور میں عورت کی ملازمت سے متعلق شرعی ہدایات:

### ایک ضروری تمہید:

عورت کی ملازمت سے متعلق شرعی ہدایات کا جائزہ لینے سے قبل میں دو اہم امور کی جانب توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں، اول موجودہ دور میں رائج غلط وبے بنیاد دعوے۔ دوم عورت کی ملازمت کے سلسلہ میں رہنمائی فراہم کرنے کے لئے مطلوب علمی بحث وتحقیق۔

**اول**: عورت کی ملازمت سے متعلق تمام ان غلط وبے بنیاد باتوں ودعووں کی تردید کرنی چاہیے جو مغرب زدہ لوگ کیا کرتے ہیں، مثلاً یہ حضرات کہتے ہیں کہ شادی شدہ عورت کو معاشی طور پر آزاد اور خود کفیل ہونا چاہیے تاکہ وہ آزادانہ طور پر اپنی مرضی اور ارادہ کی مالک ہو، اس طرح کی باتوں اور دعووں سے وہ بنیاد ہی منہدم ہوجاتی ہے جس پر خاندان قائم ہوتا ہے، خاندان تو باہمی تعاون اور ذمہ داریوں کی تقسیم جیسی بنیادوں پر قائم ہوتا ہے،

اگر خاندان کے ہر فرد کو مستقل آزاد کر دیا جائے اور ان میں باہمی نزاع ہو جائے تو خاندان قائم نہیں رہ سکتا، اسی طرح یہ دعویٰ بھی کیا جاتا ہے کہ ملازمت عورت کے لئے ضروری ہے، تاکہ وہ اپنی شخصیت کی دریافت کر سکے اور اسے پروان چڑھا سکے، لوگوں کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے، کیونکہ عورت اپنے گھر میں گھریلو کام کرتے ہوئے بھی اپنی شخصیت کی مکمل طور پر دریافت کر سکتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ معاشرتی وسیاسی سرگرمیوں میں بھی حصہ لے سکتی ہے، اور اگر اس کے ساتھ ساتھ کسی عورت کو ملازمت کرنے کا موقع بھی مل جاتا ہے تو اسے مزید مفید تجربات حاصل ہوتے ہیں۔

ان لوگوں کی تردید بھی ضروری ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ عورت کا ملازمت کرنا ممنوع ہے، صرف ضرورت کے وقت ہی عورت کے لئے ملازمت جائز ہے، کیونکہ ضرورت ممنوع چیزوں کو بھی جائز کر دیتی ہے، اس قول کے تناظر میں ضرورت کے وقت عورت کا ملازمت کرنا اور موت وہلاکت کے اندیشہ سے مردار کھانا دونوں ایک ہی درجہ میں ہو جاتا ہے، مجھے نہیں معلوم کہ یہ فکر کہاں سے رائج ہو گئی، عورت کا گھر سے منسلک رہنا ایک معاشرتی مسئلہ ہے جس کی شکلیں عورت اور معاشرہ کے حالات وکوائف کے پیش نظر بدلتی رہتی ہیں، یہ کوئی دینی حکم نہیں ہے، جس کے سلسلہ میں اللہ کی جانب سے کوئی حکم ثابت ہو۔

**دوم**: موجودہ معاشرہ میں شرعی حدود میں رہتے ہوئے عورت کی ملازمت کو ایک اہم ترقی شمار کیا جارہا ہے، جس کے اثرات بہت سے معاشرتی ومعاشی گوشوں پر مرتب ہو رہے ہیں، خصوصاً خاندان پر مرتب ہو رہے ہیں جو کہ معاشرہ کی اساس اور بنیاد ہے، اگر ہم ایسا چاہتے ہیں کہ عورت کی ملازمت صحیح دائرہ میں رہتے ہوئے ترقی کرے، اہم اس کے اچھے ومفید اثرات سے مستفید ہوں اور برے ونقصاندہ اثرات سے محفوظ رہیں، تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کے بالمقابل تربیتی، معاشرتی، اقتصادی اور تنظیمی میدانوں میں بھی اسی طرح ترقی ہوتی رہے، تاکہ زندگی کے مختلف گوشوں میں ہم آہنگی اور باہمی تعاون وتاثیر وتاثر کی صفت پیدا ہو سکے۔

ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ مخلص محققین کو جامع علمی تحقیق ومطالعہ کی توفیق عطا فرمائے، اس علمی تحقیق ومطالعہ کا آغاز یہاں سے ہو کہ عمر کے مختلف مراحل میں مرد وعورت کے درمیان فرق کو مختلف گوشوں سے معلوم کیا جائے، پھر یہ دیکھا جائے کہ لڑکے اور لڑکیوں کی تعلیم کے کیا مناہج ہونے چاہئیں، اور اس کے بعد لڑکے ولڑکی ہر ایک کی ملازمت کے مسئلہ پر غور وفکر کیا جائے، زندگی کے تمام میدانوں میں ترقی وفروغ کی منصوبہ بندی کی خاطر یہ تحقیق ومطالعہ ایک فطری اور لازمی شی ہے، اگر ان ساری باتوں پر عمل ہو جاتا ہے تو ہمیں امید ہے کہ نور وہدایت کی روشنی میں ہمارا معاشرہ ترقی کرے گا۔

## اہم شرعی اصول:

### پہلی ہدایت:

عورت کو مناسب تعلیم اس طرح دینی چاہیے کہ اسلامی تربیت کے عمومی مقاصد کے ساتھ ساتھ دو اہم چیزیں حاصل ہو جائیں، اول: عورت کو اس قابل بنا دینا کہ وہ اپنے گھر اور بچوں کی صحیح طریقہ سے دیکھ بھال اور نگہبانی کر سکے، اور شادی کے وقت اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی ادا کر سکے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور اس کے بچوں کی نگہبان ہوتی ہے، اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا''، دوم: عورت کو اس قابل بنا دینا کہ وہ ضرورت کے وقت پوری مہارت کے ساتھ مناسب ملازمت کر سکے، خواہ یہ ضرورت انفرادی ہو یا خاندانی ہو یا معاشرتی ہو۔

حضرت ابو بردہؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص کے پاس بھی باندی ہو، پھر وہ اسے تعلیم دے اور اچھی تعلیم دے، اسے ادب سکھائے اور اچھی طرح سے ادب سکھائے، پھر اسے آزاد کرے اور اس سے شادی کر لے تو اسے دوگنا اجر ملے گا۔ (بخاری)

جب باندی کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں شریعت کا یہ حکم ہے تو پھر بیٹی کی تعلیم و تربیت کی اہمیت تو اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت آئی، اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں تھیں، اس نے مجھ سے کچھ مانگا، اس وقت میرے پاس ایک کھجور کے علاوہ کچھ نہیں تھا، میں نے وہ کھجور اسے دے دیا، اس نے اس کے دو ٹکڑے کر کے اپنی بیٹیوں کو دے دیا، پھر وہ کھڑی ہوئی اور چلی گئی، جب ان کے پاس نبی کریم ﷺ آئے تو انھوں نے آپ ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا، آپ ﷺ نے فرمایا جوان لڑکیوں کے ذریعہ ذرا سا بھی آزمایا جائے پھر وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے تو یہ بچیاں اسے جہنم کی آگ سے بچانے کا ذریعہ ہوں گی۔ (بخاری)

حافظ ابن حجرؒ نے حضرت عائشہؓ کی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے بیٹیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے متعلق بہت سی احادیث مختلف اسانید سے نقل کی ہیں، وہ یہ ہیں ''......پھر وہ ان پر خرچ کرے، ان کی شادیاں کریں اور ان کو اچھا ادب سکھائے......''، ''......ان کے ساتھ اچھی طرح سے رہے اور ان کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرے......''، ''......ان کو ادب سکھائے، ان کے ساتھ رحم کا معاملہ کرے......''، اس کے بعد حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ان تمام اوصاف کا جامع لفظ ''احسان'' ہے جس کا تذکرہ حضرت عائشہؓ کی حدیث میں ہے۔

یہاں پر ہم دو امور کی جانب توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں:

**اول**: حدیث میں وارد لفظ ''احسان'' سے ہمیں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ بیٹی کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کا حق اس وقت ادا ہوگا جب اسے اچھے اخلاق، اعلی قدروں اور علم نافع سے مستفید ہونے کے تمام مواقع فراہم کئے جائیں، اگر چہ اخلاق اور اعلیٰ قدریں ہمیشہ یکساں رہتی ہیں لیکن علم نافع کی نوعیت ہر زمانہ میں اور ہر جگہ بدلتی رہتی ہے، اہمیت اس بات کی ہے کہ لڑکی کو اس قابل بنادیا جائے کہ شادی کے وقت اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی ادا کر سکے۔

**دوم**: وہ عورت جس کا ذکر حضرت عائشہؓ کی حدیث میں ہے اگر ملازمت کر کے اور حلال کمائی سے خود کو اور اپنی بچیوں کو کھلانے پر قادر ہوتی تو وہ بہت زیادہ معزز ہوتی اور وہ اپنی بچیوں کے ساتھ حسن سلوک کا رویہ اپنا سکتی، لیکن ملازمت کرنے پر قادر نہ ہونے کے سبب اسے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانا پڑا اور صدقہ کا مال کھانا پڑا حالانکہ صدقہ کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''یہ لوگوں کا میل کچیل ہے۔'' (مسلم)

موجودہ دور میں عورت کو ملازمت کرنے پر قادر بنانا اس لئے بھی ضروری ہے کیونکہ اگر وہ مطلقہ یا بیوہ ہو جاتی ہے تو اس کے اولیاء اس کی اور اس کے بچوں کی کفالت نہیں کر پاتے، ابن عابدین نے بہت خوب کہا ہے کہ ''باپ کو چاہیے کہ وہ اپنی بیٹی کو ایسی عورت کے حوالہ کرے جو اسے مختلف فنون مثلاً کڑھائی وسلائی وغیرہ سکھائے''، تاکہ وہ ضرورت کے وقت خود سے کما کر اپنی کفالت کر سکے، یہ ساری باتیں جو ہم نے ذکر کی ہیں حضرت عائشہؓ کی حدیث میں وارد لفظ ''احسان'' کے ضمن میں آتی ہیں۔

ہماری تجویز یہ ہے کہ تعلیمی نہج تین گوشوں پر مشتمل ہونی چاہیے، اول: کسی ایک پیشہ کا نظریاتی مطالعہ، دوم: اس پیشہ کی پریکٹیکل ٹریننگ، طالبہ کو اچھی طرح سے ٹریننگ حاصل کر لینی چاہیے، تاکہ اگر کسی طرح کی ملازمت کرنے سے پہلے ہی اس کی جلد شادی ہو جائے تو وہ اس ٹریننگ اور مشق کی بدولت بعد میں ضرورت پڑنے پر اچھی طرح سے ملازمت کی ذمہ داری ادا کر سکے، سوم: عورت کی ملازمت سے متعلق شرعی اصول کا مطالعہ، بنیادی تعلیم میں ان تمام باتوں کا اضافہ کرنا چاہیے۔

دوسری ہدایت:

عورت کو اپنے پورے وقت کا صحیح استعمال کرنا چاہیے اور اس کا مکمل فائدہ اٹھانا چاہئے، اسے معاشرہ کا ایک مفید عنصر بننا چاہیے، زندگی کے تمام مراحل میں اسے بیکاری و بے روزگاری سے بچنا چاہیے، گھریلو کام کاج سے

فارغ ہونے کے بعد اس کے پاس جو وقت بچ رہے اسے کسی مفید و نافع کام میں استعمال کرنا چاہیے، وہ چاہے تو اس وقت میں کوئی ملازمت کر لے یا کوئی دوسرا مفید کام انجام دے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''جو شخص بھی نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے'' (النحل: ۹۷)۔

اس آیت کریمہ میں اجمالی طور پر یہ بتایا گیا ہے کہ ہر مرد و عورت کو قیامت کے دن اس کے نیک و صالح اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، ایک حدیث میں ہم انسانوں کی اس جانب رہنمائی کی گئی ہے کہ ہم اپنی عمریں صحیح طور پر گذاریں، اس حدیث میں وقت کو ضائع کرنے اور غیر صالح کاموں میں اپنی عمریں گذارنے پر سخت تنبیہ کی گئی ہے، ہم سے ایک ایک منٹ کے استعمال اور ذرہ ذرہ عمل (خواہ وہ خیر ہو یا شر) کا محاسبہ لیا جائے گا۔

حضرت ابو برزہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) کسی بھی بندہ کا قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹے گا جب تک اس سے یہ نہ پوچھ لیا جائے کہ اس نے اپنی عمر کہاں گذاری، اس نے کیا عمل کیا، کہاں سے مال کمایا اور کہاں خرچ کیا اور اپنے جسم کا کہاں استعمال کیا؟ (ترمذی)

## تیسری ہدایت:

شوہر کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیوی پر خرچ کرے، یہ ایک ضروری اور واجب فریضہ ہے، اس طرح بیوی کسب معاش کے لئے دوڑ بھاگ کرنے سے بچ جاتی ہے، اسی طرح والد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیٹی پر خرچ کرے، اگر شوہر اور والد دونوں ہی اپنی بیوی اور بیٹی پر خرچ کرنے سے عاجز ہوں یا ان دونوں کا انتقال ہو جائے اور ان کے ترکہ میں کچھ بھی نہ ہو تو ان عورتوں پر خرچ کرنے کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے۔

## خرچ کرنے کے سلسلہ میں شوہر کی ذمہ داری:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''مرد عورتوں پر قوام ہیں، اس بنا پر کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس بنا پر کہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں......'' (النساء: ۳۴)

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا......اور ان عورتوں کا تم پر حق یہ ہے کہ تم انھیں معروف طریقے سے کھلاؤ پلاؤ اور کپڑے پہناؤ۔ (مسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہند بن عقبہؓ نے کہا اے اللہ کے رسول ابو سفیانؓ ایک کنجوس آدمی ہیں، وہ مجھے

اور میرے بچے کو ہماری ضرورت کے بقدر بھی پیسے نہیں دیتے ہیں، ہاں میں ان کی لاعلمی میں کچھ پیسے نکال لیا کرتی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا تم معروف طریقے سے اپنے لئے اور اپنے بچے کے لئے بقدر ضرورت لے لیا کرو۔(بخاری)

## خرچ کے سلسلہ میں باپ کی ذمہ داری:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا...... ان لوگوں سے آغاز کرو جو تمہارے زیر کفالت ہیں، عورت کہتی ہے یا تو تم مجھے کھلاؤ یا پھر مجھے طلاق دے دو...... اور بچہ کہتا ہے کہ آپ مجھے کھلائیے، آپ مجھے کس کے حوالہ کر رہے ہیں؟ (بخاری)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ جملہ ''اور بچہ کہتا ہے آپ مجھے کھلائیے، آپ مجھے کس کے حوالہ کر رہے ہیں''؟ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس لڑکے کے پاس مال و دولت ہو اور وہ کوئی ملازمت کرتا ہو تو باپ پر اس کا نفقہ واجب نہیں ہے، کیونکہ وہی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ '' آپ مجھے کس کے حوالہ کر رہے ہیں''؟ جس کا کل سرمایہ باپ کی طرف سے حاصل ہونے والا نفقہ ہو، جس شخص کے پاس مال و دولت ہو یا کوئی کام کرتا ہو اسے یہ کہنے کی ضرورت پیش نہیں آسکتی۔

خیر الرملی کہتے ہیں کہ اگر کوئی عورت سلائی یا کڑھائی کے ذریعہ کمانے لگے اور اسے باپ یا شوہر کے نفقہ کی ضرورت نہ رہے تو اسے اپنی کمائی سے ہی اپنے اخراجات پورے کرنے چاہئیں۔

## خرچ کے سلسلہ میں حکومت کی ذمہ داری:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں...... نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں مومنوں کا ان کے نفوس سے زیادہ حقدار ہوں، جس مومن کا بھی انتقال ہو اور وہ مقروض ہو تو اس کے قرض کی ادائیگی میری ذمہ داری ہے، اور اگر وہ مال و دولت چھوڑ کر مرے تو وہ اس کے وارثین کے لئے ہوگا، ایک روایت میں ہے: جو کوئی بوجھ چھوڑ کر مرے تو اسے پورا کرنا میری ذمہ داری ہے۔(بخاری)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں...... ابواب النفقات میں اس حدیث کو بیان کر کے مصنف اس جانب اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی شخص کے کئی بچے ہوں، پھر وہ اس حال میں مرے کہ ان کے لئے ترکہ میں کچھ نہ چھوڑے تو ان کے اخراجات مسلمانوں کے بیت المال سے پورے کئے جائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر ایک نگراں ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا، لوگوں کا امیر ان کا نگراں ہے، اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا''۔ (بخاری)

حضرت زید بن اسلمؒ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں، انھوں نے کہا میں حضرت عمر بن الخطابؓ کے ساتھ بازار کی طرف نکلا، اسی اثناء میں حضرت عمرؓ سے ایک نوجوان عورت نے ملاقات کی اور کہا اے امیر المومنین میرے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، خدا کی قسم میرے بچوں کے کھانے پینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے...... حضرت عمرؓ اس کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور آگے نہیں بڑھے...... پھر وہ اپنے ایک مضبوط و توانا اونٹ کے پاس آئے جو ان کے گھر پر بندھا ہوا تھا، پھر اس پر دو بورے لاد دے جو کھانے سے بھرے ہوئے تھے، پھر ان دونوں بوروں کے درمیان خرچ کا سامان اور کپڑے رکھے پھر اس کی نکیل اس عورت کے ہاتھ میں تھمائی اور کہا اسے ہنکا لے جاؤ، اس کے ختم ہونے سے پہلے تمہارے پاس کوئی خیر پہنچ جائے گا۔ (بخاری)

## چوتھی ہدایت:

مرد کو پورے خاندان پر قوامیت حاصل ہے، لہذا اگر بیوی یا بیٹا کوئی ملازمت کرنا چاہتے ہیں تو انھیں اس سے اجازت لینی چاہیے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''مرد عورتوں پر قوام ہیں......''۔ (النساء: ۳۴)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا...... اور مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا......۔ (بخاری و مسلم)

شرعاً و عرفاً بہر اعتبار مرد کو خاندان میں قوامیت حاصل ہے اور اگر بیوی یا بیٹی کوئی ملازمت کرنا چاہتی ہے کہ تو اسے اپنے شوہر اور والد سے اجازت لینی ضروری ہے، لیکن مرد کو اس مقام و مرتبہ کا غلط استعمال نہ کرنا چاہیے، اسے بغیر کسی جائز وجہ کے عورت کو کسی ایسے نافع و مفید کام سے جبراً نہ روکنا چاہئے جو خود اس کی ذات اور معاشرہ کے لئے مفید ہو، اسی طرح مرد کو یہ حق بھی حاصل نہیں ہے کہ وہ بلا ضرورت عورت کو ملازمت کرنے پر مجبور کرے۔

## پانچویں ہدایت:

مسلمان خاتون کے لئے یہ مستحب ہے بلکہ واجب ہے کہ وہ جلد شادی کرلے تا کہ عفت و عصمت کی حفاظت کر سکے اور ایک پاکیزہ معاشرہ کو جنم دے سکے، جس کے تمام افراد خواہ وہ مرد ہوں یا عورت سب ہی اچھی

صحت اور اچھے و بلند اخلاق کے حامل ہوں، یہ بات مکروہ ہے بلکہ بسا اوقات حرام ہے کہ ملازمت کی وجہ سے عورت شادی نہ کرے یا بلاضرورت اس میں تاخیر کرے، اور اگر ملازمت کے سبب اس کی شادی کی راہیں آسان ہوتی ہوں تو اسے ملازمت اختیار کر لینی چاہیے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا......سن لو خدا کی قسم میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور تم میں سب سے زیادہ اس کا تقویٰ رکھنے والا ہوں، لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور روزہ نہیں بھی رکھتا ہوں، میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور میں عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، جو میرے اس طریقہ سے ہٹا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہؓ نے فرمایا ہم کچھ نوجوان نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، ہمارے پاس کچھ بھی نہیں تھا، ہم لوگوں سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے نوجوانو تم میں سے جو شادی کی استطاعت رکھتا ہو وہ شادی کرلے کیونکہ یہ نگاہوں کو جھکانے اور شرمگاہ کی حفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ (بخاری)

عورت کی شادی کے حکم کے تعلق سے یہ تردد ہے کہ آیا یہ حکم مستحب و مندوب ہے یا واجب ہے، لیکن اگر ملازمت کی وجہ سے عورت کی شادی نہ ہو رہی ہو تو وہ مکروہ یا حرام ہے۔

حضرت عروہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عائشہؓ سے اس آیت "**وإن خفتم أن لا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا ما طاب لکم من النساء**" کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا اے بھانجے یتیم بچی اپنے ولی کے زیر پرورش ہوتی ہے، وہ اس کی خوبصورتی سے متاثر ہوتا ہے اور اس کے مہر میں کمی کرنا چاہتا ہے، اسی لئے اولیاء کو ایسی یتیم لڑکیوں سے شادی کرنے سے منع کر دیا گیا اور انھیں ان کے علاوہ دوسری عورتوں ولڑکیوں سے شادی کا حکم دیا گیا، ہاں اگر وہ انصاف کے ساتھ ان کا پورا مہر ادا کریں تو وہ ان سے شادی کر سکتے ہیں۔ (بخاری)

مذکورہ آیت اور حدیث میں یتیم لڑکیوں کے ذکر سے اس جانب اشارہ ملتا ہے کہ لڑکیوں کی جلد شادی کر دینی چاہیے۔ فقہاء کا اس سلسلہ میں اختلاف ہے کہ آیا بلوغ سے پہلے ہی جلد شادی کر دینی چاہیے یا بلوغ کے بعد جلد شادی کر دینی چاہیے، صحیح قول یہی ہے کہ بلوغ کے بعد لڑکی کی جلد شادی کر دینی چاہیے، نبی کریم ﷺ نے ہم مسلمانوں کو لڑکیوں کی جلد شادی کرنے کی ترغیب دی ہے، تاکہ ان کی عفت و عصمت محفوظ ہو جائے، آپ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ " اگر اسامہ ایک لڑکی ہوتا تو میں اسے کپڑے پہناتا، زیور سے آراستہ کرتا اور پھر اس کی شادی

کرتا''، اسی لئے ہم نے یہ بات کہی ہے کہ عورت کے لئے یہ مستحب ہے کہ وہ جلد شادی کرلے، ملازمت کی وجہ سے شادی میں تاخیر کرنا مکروہ ہے، جہاں تک جلد شادی کا تعلق ہے تو اس کا مفہوم بھی ہر زمانہ اور ہر ماحول وعلاقہ کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے، قدیم زمانہ میں جلد شادی کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ بلوغت کے بعد فوراً شادی کردی جائے، لیکن ہمارا خیال ہے کہ آج کل جلد شادی بھی بلوغت کے کئی سالوں کے بعد ہوتی ہے، اوراس کا معیار بھی دیہاتی اور شہری علاقوں کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے۔

چونکہ شادی کا تعلق انسان کی ایک فطری ضرورت سے ہے اسی لئے شریعت نے شادی کے سلسلہ میں بہت ساری سہولتیں فراہم کی ہیں، مثلاً کسی مسلمان کا اپنی بیٹی یا بہن کو کسی نیک وصالح شخص کے سامنے پیش کرنا، یا کسی مسلمان خاتون کا خود کو کسی نیک وصالح شخص کے سامنے پیش کرنا، لوہے کی انگوٹھی اور قرآن کی چند سورتوں کی تعلیم کو بطور مہر کے قبول کرلینا وغیرہ (سہولتوں کی ان شکلوں کے نصوص کے لئے خاندان سے متعلق بحث کی طرف رجوع کریں)۔

شادی کو سہل بنانے کے سلسلہ میں شارع کے نہج کو اپناتے ہوئے ہم نے یہ کہا کہ اگر کسی عورت کو شادی کی تکمیل کے لئے ملازمت کرنی پڑے تو اس کے لئے ملازمت کرنا مستحب ومندوب ہے، کیونکہ بہت سے شادی کے خواہشمند مرد حضرات کی آمدنی اتنی کم ہوتی ہے کہ وہ ایک خاندان کی کفالت نہیں کرسکتے، اگر لڑکی کے گھر والے یہ سمجھتے ہوں کہ اس کی شادی کے لئے اس کا ملازمت کرنا ضروری ہے تو پھر اس کے لئے ملازمت کرنا مستحب ہی نہیں رہ جاتا بلکہ واجب ہوجاتا ہے، یہ بات شرعی اصول وقاعدہ کی رو سے بالکل صحیح ہے کیونکہ یہ شرعی اصول ہے کہ ''اگر کسی واجب کے وجود کے لئے کوئی چیز ضروری ہے تو وہ بھی واجب ہوجاتی ہے''، علماء کے اجتہاد کے مطابق اس شخص کے لئے شادی واجب ہے جو یہ سمجھتا ہو کہ وہ بغیر شادی کے پاکدامن نہیں رہ سکتا، ہمارے دور میں جبکہ ہر جانب شہوت انگیز چیزیں موجود ہیں ہر نوجوان لڑکے ولڑکی کی یہی صورتحال ہے۔

## چھٹی ہدایت:

معاشرہ کی ضرورت اور خاندان کی وسعت ومقدرت کے حدود میں رہتے ہوئے عورت کو ماں بننے اور بچے جننے کی خواہش ہوتی ہے، لہذا ملازمت کو اس سلسلہ میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے تمہاری ہم جنس بیویاں بنائیں اور اسی نے ان بیویوں سے تمہیں بیٹے پوتے عطا کئے......'' (سورۂ نحل: ۷۲)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں...... نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے جابر بچے کی خواہش کرو بچے کی''۔ (بخاری ومسلم)

فتح الباری میں تحریر ہے......عیاض کہتے ہیں کہ (مذکورہ بالا حدیث میں وارد) لفظ ''کیس'' کی وضاحت امام بخاریؒ نے یہ کی ہے کہ اس سے مراد بچے اور نسل کی خواہش کرنا ہے اور یہی صحیح بات ہے، الافعال کے مصنف کہتے ہیں کہ ''كاس الرجل فى عمله'' کے معنی ماہر ہونے کے ہیں، امام کسائی فرماتے ہیں کہ ''کاس الرجل'' کے معنی ذہین اولاد پیدا ہونے کے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ہم سبھی کو اولاد کی خواہش کرنے کی ترغیب دی ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''تم لوگ محبت کرنے والی اور خوب بچے جننے والی عورت سے شادی کرو، میں تم لوگوں کے ذریعہ دوسری امتوں پر کثرت کے سلسلہ میں فخر کروں گا۔'' (مسلم)

## ساتویں ہدایت:

عورت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ خوب اچھی طرح سے اپنے گھر والوں اور بچوں کی دیکھ بھال اور نگہبانی کرے، ملازمت کے سبب ایک شادی شدہ عورت کی ان ابتدائی وبنیادی ذمہ داریوں کی ادائیگی وتکمیل میں خلل واقع نہ ہونا چاہیے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی......۔'' (سورۂ روم:۲۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا......اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اپنے بچوں کی نگہبان ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اونٹ پر سوار ہونے والی خواتین (یعنی عرب خواتین) میں سب سے بہتر قریش کی خواتین ہیں، کیونکہ اپنے چھوٹے بچوں پر بہت ہی شفیق اور مہربان ہوتی ہیں، اور شوہر کی ملکیت کی بہت اچھی طرح سے نگہبانی کرتی ہیں۔ (بخاری)

شوہر، بیوی اور بچوں ہر ایک کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ایک ایسی اچھی، خوبصورت اور پرسکون زندگی گذاریں جس میں ہر ایک کو رہنے کی جگہ، اطمینان، باہمی خوشگوار معاشرت اور پر از محبت دیکھ بھال حاصل ہو۔ شوہر کو گھر میں نفسیاتی اور ذہنی آرام وسکون حاصل ہونا چاہیے اور اسے بیوی کی جانب سے محبت و پیار ملنا چاہیے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے'' تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو۔'' اسی طرح شوہر کو یہ موقع حاصل ہونا چاہیے کہ وہ

بچوں کے ساتھ کھیل کود کر خوشی حاصل کر سکے، لہذا اس طرح سے سکون وراحت اور نشاط وچستی حاصل ہونے پر شوہر کی نہ صرف قوت کارکردگی میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ ہر میدان میں اس کی قوت کارکردگی اچھی ہو جاتی ہے۔

بیوی کی جنت اس کا گھر ہوتا ہے، جہاں وہ راحت وسکون اور نشاط وچستی محسوس کرتی ہے، یہ راحت وسکون اور نشاط وچستی اسے اپنے شوہر اور بچوں کے پیار ومحبت سے حاصل ہوتا ہے، جس کے نتیجہ میں اس کی قوت کارکردگی میں اضافہ ہوتا ہے، ملازمت کرنے کی قوت کارکردگی میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور افزائش نسل کی صلاحیت بھی بڑھتی ہے۔

بچوں کی نشو ونما کے مختلف مراحل میں ان کی اچھی طرح سے نگہبانی کرنا والدین کی ذمہ داری ہے، مثلاً ماں کو خود اپنے بچے کو دودھ پلانا چاہیے اور کم از کم تین سال تک اس کی پرورش وپرداخت پر خاص دھیان دینا چاہیے، الا یہ کہ کسی شدید مجبوری کے تحت وہ ایسا نہ کر سکے، اس عمر کے بعد ماں اور باپ دونوں ہی کو ایک ساتھ اس کی تعلیم وتربیت پر اس وقت تک خصوصی توجہ دینی چاہیے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے اور اس کی عقل وشعور پختہ نہ ہو جائے، پرورش وپرداخت اور تعلیم وتربیت ایک ایسے ماحول اور فضا میں ہونی چاہیے جو پیار ومحبت اور خدا کے خوف سے معمور ہو۔

اس طرح سے گھر شوہر، بیوی اور بچوں ہر ایک کے لئے جنت کا نمونہ بن جاتا ہے، عورت کی عقل ودانش، اس کے دل ودماغ اور کام کاج کے بغیر اس جنت سے مستفید نہیں ہوا جا سکتا، لہذا اگر کوئی عورت ملازمت کرتی ہو تو یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اعتدال کی راہ اختیار کرے اور بہت سنبھل کر قدم اٹھائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ملازمت گھر اور گھر والوں کے حقوق کی ادائیگی میں رکاوٹ بن جائے، یا ملازمت میں اپنی ترقی کو دیکھتے ہوئے عورت اس معتدل موقف سے کنارہ کشی اختیار کر بیٹھے یا عارضی مصروفیات اور ملازمت کی چمک دمک سے متاثر ہو کر وہ اپنی اصل زندگی اور بنیادی کاموں سے غافل ہو جائے۔

## آٹھویں ہدایت:

دو شکلوں میں عورت کے لئے ملازمت اختیار کرنا واجب ہے:

**اول**: اگر اس کے والد، شوہر یا حکومت اس کی کفالت کرنے سے عاجز ہوں تو عورت پر خود اپنی ذات اور گھر والوں کے لئے ملازمت اختیار کرنا ضروری ہے۔

**دوم**: معاشرہ کو ایسے کاموں کی ضرورت ہو جن کا شمار فرض کفایہ میں ہوتا ہے، ہمارے قول ''جن کا شمار

فرض کفایہ میں ہوتا ہے'' کا کیا مطلب ہے؟

ادائیگی کے لحاظ سے فرض کی دو قسمیں ہو جاتی ہیں، فرض عین اور فرض کفایہ، فرض عین اسے کہتے ہیں جس کے کرنے کا مطالبہ شارع نے مکلفین کے ہر فرد سے اس طور پر کیا ہو کہ کسی ایک کے کر لینے سے وہ عمل دوسروں سے ساقط نہ ہوتا ہو بلکہ ہر ایک مکلّف کا وہ عمل کرنا ضروری ہو، مثلاً زکوٰۃ، حج، عہد کا پورا کرنا، شراب اور جوئے سے بچنا وغیرہ۔ فرض کفایہ اسے کہتے ہیں جس کے کرنے کا مطالبہ شارع نے مکلفین کے ہر فرد سے نہ کر کے مکلفین کی پوری جماعت سے اس طرح کیا ہو کہ اگر ان میں سے بعض لوگ بھی اس عمل کو انجام دے دیں تو فرض ادا ہو جائے اور دوسروں سے گناہ ساقط ہو جائے، لیکن اگر مکلفین میں سے کوئی بھی اس عمل کو انجام نہ دے تو اس فرض کی ادائیگی میں غفلت برتنے کے باعث مکلفین کی پوری جماعت گنہگار ہو، مثلاً فریضۂ امر بالمعروف ونہی عن المنکر، نماز جنازہ، ہاسپٹلوں کی تعمیر، ڈوبتے ہوئے شخص کو بچانا، آگ کو بجھانا، طب، صنعتیں، قضا، افتاء، سلام کا جواب دینا اور گواہی دینا وغیرہ، یہ سارے واجبات ایسے ہیں جن کا امت میں وجود شارع کو مطلوب ہے، اسے اس سے بحث نہیں ہے کہ ان اعمال کو کون انجام دیتا ہے اور وجود بخشتا ہے، انھیں کوئی ایک فرد بھی انجام دے دے تو سارے لوگوں سے فرض ساقط ہو جاتا ہے، امت کے ہر فرد سے ان کاموں اور اعمال کے کرنے کا مطالبہ نہیں کیا گیا ہے، کیونکہ ان اعمال کا مقصد کسی ایک مکلّف فرد کے کام کرنے سے بھی پورا ہو جاتا ہے، اس مقصد کے حصول کا انحصار اس پر نہیں ہے کہ ہر مکلّف فرد انھیں انجام دے، اس طرح فرض کفایہ کی ادائیگی کا مطالبہ مجموعی طور پر پوری جماعت سے کیا جاتا ہے، پوری امت کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ فرض کفایہ کی ادائیگی کے لئے کوشش کرے، جو شخص اس فرض کفایہ کی ادائیگی پر قادر نہ ہوا سے قادر شخص کو اس کی ادائیگی کی ترغیب دینی چاہیے، اگر وہ اس فرض کفایہ کو ادا کر دیتا ہے تو یہ فرض کفایہ ہر ایک سے ساقط ہو جائے گا اور اگر کوئی بھی اسے ادا نہیں کرتا ہے تو سب کے سب گنہگار ہوں، جو شخص اس فرض کفایہ کی ادائیگی پر قادر تھا اسے اس کی ادائیگی سے غفلت برتنے پر گناہ ملے گا اور جو اس کی ادائیگی پر قادر نہیں تھا اسے اس قادر شخص کو ترغیب دینے سے غفلت برتنے پر گناہ ملے گا، یہ فرض وواجب کی ادائیگی میں اتحاد و یکجہتی کا تقاضہ ہے، اگر کچھ لوگوں کی نظر کسی ایسے شخص پر پڑے جو ڈوب رہا ہو اور مدد کی درخواست کر رہا ہو، اور ان لوگوں میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں جو اچھی تیراکی سے واقف ہوں اور اس شخص کو ڈوبنے سے بچانے پر قادر ہوں، تو تیراکی سے واقف لوگوں میں سے بعض پر یہ واجب ہے کہ وہ ڈوبتے ہوئے شخص کو بچانے میں اپنی پوری کوششیں صرف کر دیں، اگر ان میں سے کوئی بھی شخص خود پہل نہیں کرتا ہے تو دوسرے لوگوں کو انہیں اس شخص کو بچانے اور اپنے فرض کی ادائیگی کی ترغیب

دینی چاہیے، اگر وہ شخص اپنے اس فرض کی ادائیگی کر دیتا ہے تو کسی پر کوئی گناہ نہ ہوگا، لیکن اگر وہ اپنے اس فرض کی ادائیگی نہیں کرتا ہے تو سب لوگ ہی گنہگار رہوں گے، اگر کسی ایک ہی شخص پر فرض کفایہ کی ادائیگی واجب ہوجائے تو اب وہ فرض کفایہ اس کے حق میں فرض عین ہوجائے گا، مثلاً کسی ڈوبتے ہوئے آدمی کو کسی ایسے شخص نے دیکھا جو اچھی طرح سے تیرنا جانتا ہو، کسی حادثہ کا ایک ہی شاہد ہو اور اسے گواہی کے لئے طلب کرلیا جائے، کسی شہر میں صرف ایک ہی ڈاکٹر ہو اور فوری طبی مدد کی ضرورت پڑ جائے، ایسے تمام لوگوں کے حق میں فرض کفایہ فرض عین ہوجاتا ہے۔

ملازمت کے میدان میں عورتوں پر ایسے اعمال فرض کفایہ ہیں جو مسلم معاشرہ کی ضرورت کے پیش نظر عورتوں کی پوری جماعت پر فرض ہوتے ہیں اور جو معاشرتی ضرورتوں کے درجہ میں ہوتے ہیں، خواہ وہ اعمال ایسے ہوں جو صرف عورتوں کے ساتھ خاص ہوتے ہیں یا ایسے ہوں جس میں عورتوں کے حصہ داری کی ضرورت ہوتی ہے، یا وہ اعمال ایسے ہوں جو صرف مردوں کے ساتھ خاص ہوتے ہیں، لیکن کسی وجہ سے مرد اس سلسلہ میں کوشش اور محنت نہ کر پا رہے ہوں لہذا معاشرہ کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے عورتوں کی محنت اور کوشش کی ضرورت پڑ گئی ہو، پہلی قسم کی مثال عورتوں کا ٹیچنگ، نرسنگ، میڈیکل پریکٹس کرنا، بچوں کی پرورش و پرداخت اور تعلیم و تربیت کرنا، یتیموں کی نگہبانی کرنا اور اسی طرح بعض معاشرتی خدمت کے میدانات وغیرہ۔

امام حرمین جوینی نے فرض کفایہ کے مقام و مرتبہ کو بہت اچھے الفاظ میں بیان کیا ہے، انھوں نے کہا ''...... فرض کفایہ کی ادائیگی سے درجات بلند ہوتے ہیں اور اللہ کا تقرب حاصل ہوتا ہے، کیونکہ اگر کسی مکلّف پر کوئی عمل فرض ہوتا ہے، پھر وہ اسے چھوڑ دیتا ہے اور اس سلسلہ میں شریعت کے حکم کی تعمیل نہیں کرتا ہے تو وہ گنہگار ہوتا ہے، لیکن اگر اس عمل کو اور اپنے فرض کو ادا کر دیتا ہے تو اسے ثواب ملتا ہے، لیکن اگر کسی فرض کفایہ کو کوئی بھی ادا نہیں کرتا ہے تو ہر ایک کو اس کے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے اس کا گناہ ہوتا ہے، اور اگر کوئی اس فرض کفایہ کو ادا کرتا ہے تو وہ خود اپنی ذات سے اور دیگر تمام مکلفین سے عذاب و سزا اور گناہ کو ساقط کر دیتا ہے اور سب سے زیادہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے، جو شخص دین کے کسی اہم فرض کی ادائیگی میں دوسرے مسلمانوں کا تعاون کرتا ہے اس کا مقام و مرتبہ کم نہیں ہوتا، پھر یہ فرض کفایہ بسا اوقات بعض لوگوں پر فرض عین بھی ہوجاتا ہے۔''

### نویں ہدایت:

گھریلو ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے عورت کے لئے ملازمت مندرجہ ذیل مقاصد کے تحت مستحب ہے:

الف- تنگدست شوہر، باپ یا بھائی کی معاونت۔
ب-مسلم معاشرہ کے کسی بہت بڑے فائدہ کی تکمیل۔
ج-خیر کی راہوں میں خرچ کرنا۔

## الف-تنگ دست شوہر، باپ یا بھائی کی معاونت:

حضرت عبداللہؓ کی بیوی زینبؓ فرماتی ہیں...... پھر ہمارے پاس سے بلالؓ گذرے، ہم دونوں نے ان سے کہا آپ نبی کریم ﷺ سے پوچھئے کہ اگر ہم لوگ اپنے شوہروں اور زیر پرورش یتیموں پر خرچ کرتے ہیں تو کیا وہ ہماری طرف سے قبول کرلیا جائے گا؟ ہم نے ان سے یہ بھی کہا آپ نبی کریم ﷺ کو ہمارے بارے میں نہ بتائیے گا، حضرت بلالؓ نبی کریم ﷺ کے پاس گئے اور آپ ﷺ سے یہ سوال کیا، آپ ﷺ نے پوچھا وہ دونوں کون ہیں؟ حضرت بلالؓ نے کہا زینبؓ ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا کون سی زینبؓ؟ انھوں نے کہا حضرت عبداللہؓ کی بیوی، پھر آپ ﷺ نے فرمایاہاں، یہ قبول کرلیا جائے گا اور انھیں دو اجر ملے گا، ایک قرابت داری کا اجر اور ایک صدقہ کا اجر۔ ایک روایت میں ہے: تمہاری بیوی اور بچے تمہارے صدقے کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔'' (بخاری و مسلم)

فتح الباری میں تحریر ہے کہ بعض حضرات مذکورہ حدیث میں وارد صدقہ کو واجب صدقہ پر محمول کرتے ہیں، ان حضرات کی دلیل حضرت زینبؓ کا یہ قول ہے'' کیا وہ ہماری طرف سے قبول کرلیا جائے گا؟'' وہ ماوردی بھی اس صدقہ کے وجوب کے قائل ہیں، لیکن عیاض یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے قول'' اگر چہ تمہیں اپنے زیور ہی سے کیوں نہ صدقہ کرنا پڑے'' سے، اسی طرح اس بات سے کہ حضرت زینب اپنے ہاتھ سے چیزیں بنایا کرتی تھیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ صدقہ نفلی ہے، امام نووی بھی اسی کے قائل ہیں، ان حضرات نے حضرت زینبؓ کے قول'' کیا وہ ہماری طرف سے قبول کرلیا جائے گا'' کی یہ تاویل کی ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ کیا یہ صدقہ ہماری طرف سے قبول کرلیا جائے گا اور جہنم سے نجات کے سلسلہ میں ہمارے لئے کافی ہو جائے گا، ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کہ ان کو اندیشہ رہا ہو کہ آیا شوہر پر صدقہ کرنے سے ان کو ان کا مقصود حاصل ہوگا یا نہیں۔ فتح الباری میں اس جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ حضرت زینبؓ اپنے ہاتھوں سے چیزیں اور سامان بنایا کرتی تھیں، اس بات کو امام طحاویؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے قول کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے، انھوں نے عبداللہ بن مسعودؓ کی اہلیہ حضرت زینبؓ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ وہ خود

اپنے ہاتھوں سے چیزیں بنایا کرتی تھیں اور اسے اپنے شوہر عبداللہ اور اپنے بچوں پر خرچ کیا کرتی تھیں۔لہذا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صدقہ نفلی تھا، ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی عورت اور اس کے خاندان والے خوشحال زندگی بسر کررہے ہوں تو اس کا ملازمت کر کے مال کمانا مستحب ہے۔

## ب-مسلم معاشرہ کے کسی بہت بڑے فائدہ کی تکمیل:

اس کی مثال وہ خواتین ہیں جن کو اللہ نے زبردست و بے مثال صلاحیتوں سے نوازا ہے، مثلاً زبان کی فصاحت و بلاغت جس کے نتیجہ میں مؤثر وعظ ونصیحت اور حسن بیان سامنے آتا ہے اور جس سے اچھے اشعار، پرمغز مقالات اور ذہین عقل کو غذا ملتی ہے، ذہین عقل علوم و معارف کو حاصل کرتی ہے اور پھر نئ ومفید چیزوں کو سامنے پیش کرتی ہے، ایسی عورتوں کی صلاحیتوں کی نگرانی کرنی چاہیے اور انھیں پروان چڑھانے اور جلا بخشنے کی کوشش کرنی چاہئے یہاں تک کہ وہ خود اپنی ان صلاحیتوں کے مفید و نافع ثمرات پیش کرنے لگیں، یہ کام ہمیں اس لئے بھی کرنا چاہئے کیونکہ خواتین خود سے متعلق میدانوں میں مردوں سے اچھا کام کرسکتی ہیں (دیکھئے عورت کی شخصیت سے متعلق بحث، دوسرا باب، پانچویں فصل، عورتوں کی عقل اور دین کے نقص سے متعلق حدیث پر تبصرہ)۔

## ج-خیر کی راہوں میں خرچ کرنا:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں...... حضرت زینب بنت جحشؓ ہم لوگوں میں سب سے زیادہ کشادہ ہاتھوں والی تھیں، کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتی تھیں اور صدقہ کرتی تھیں۔(مسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں...... میں نے حضرت زینبؓ بنت جحش سے بڑھ کر کسی کو دیندار، اللہ کا تقویٰ رکھنے والا، سچ بولنے والا، صلہ رحمی کرنے والا، بہت زیادہ صدقہ کرنے والا، اور جس عمل کے ذریعہ وہ صدقہ کرتی تھیں اور جس کے ذریعہ وہ اللہ کا تقرب حاصل کرتی تھیں اس کو کمتر سمجھنے والا نہیں دیکھا۔(مسلم)

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میری خالہ مطلقہ ہوگئیں، انھوں نے چاہا کہ وہ اپنے باغ میں جا کر پھل جمع کریں، ایک مرد نے انھیں گھر سے نکلنے پر ڈانٹا، وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آگئیں (اور آپ ﷺ سے اس سلسلہ میں مسئلہ دریافت کیا)، تو آپ ﷺ نے فرمایا تم باغ میں جا کر پھل جمع کرو، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ تم اس میں سے کچھ صدقہ کردو یا کوئی دوسرا معروف کام کرو۔(مسلم)

دسویں ہدایت:

اگر عورت پر ملازمت کرنا مستحب ہواور وہ ملازمت کررہی ہو، اس ملازمت میں اس کو زیادہ وقت دینا پڑتا ہو تو شوہر کے لئے یہ مستحب ہے کہ وہ گھریلو کام کاج میں اس کا ہاتھ بٹائے، لیکن اگر عورت پر ملازمت کرنا واجب ہواور وہ ملازمت کررہی ہو تو ایسی صورت میں شوہر پر واجب ہے کہ وہ گھریلو کام کاج میں اس کا ہاتھ بٹائے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا...... مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔(بخاری ومسلم)

حضرت اسود بن یزیدؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ گھر کے کام کاج میں گھر والوں کا ساتھ دیا کرتے تھے، لیکن جب آپ ﷺ اذان کی آواز سنتے تو فوراً گھر سے نکل جاتے۔(بخاری)

امام بخاریؒ کے تراجم بہت ہی مشہور ہیں، انھوں نے مذکورہ بالا حدیث کو صحیح بخاری میں مختلف ابواب کے تحت ذکر کیا ہے، اس کے تراجم (عناوین) کچھ اس طرح سے ہیں: "**باب خدمة الرجل فی اهله**"، "**باب من کان فی حاجة اهله**"، "**باب کیف یکون الرجل فی اهله**"۔

ایک مرد پر گھر سے متعلق جو ذمہ داریاں عائد ہوئی ہیں وہ اسی صورت میں بہتر طریقہ سے پوری ہوسکتی ہیں، جب وہ گھریلو کام کاج اور بچوں کی پرورش وپرداخت اور تعلیم وتربیت میں اپنی بیوی کی معاونت کرے، یہ معاونت اس صورت میں اور زیادہ ضروری ہوجاتی ہے جب کہ بیوی کی ملازمت سخت ہو، ایسا اس لئے ہے کہ تاکہ گھر کے اندر اور باہر شوہر و بیوی کی محنت اور کوشش برابر اور یکساں رہے اور دونوں کے درمیان محبت اور تعلق باقی وقائم رہے، جب نبی کریم ﷺ اپنی بکری کو خود دوہ لیا کرتے تھے، اپنا کام خود سے کرلیا کرتے تھے، اور ازواج مطہرات کے گھریلو کاموں میں لگے رہنے کے باوجود آپ ﷺ خود سے اپنے کپڑے سل لیا کرتے تھے، جوتے پر پیوند لگالیا کرتے تھے، تو آپ کا ان کاموں کے تعلق سے کیا خیال ہے، خصوصاً اس وقت جب کہ آپ کی بیوی کوئی ملازمت کررہی ہو؟

قرآن کریم کی مندرجہ ذیل تین آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد کا اپنی بیوی کی معاونت کرنا ضروری ہے:

**اول**: "......جو کام نیکی اور خداترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو......"۔(سورۂ مائدہ:۲)

**دوم**: "......عورتوں کے لئے بھی معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر

ہیں.....''۔(سورۂ بقرہ:۲۲۸)

**سوم**: ''اللہ کسی متنفس پر اس کی مقدرت سے بڑھ کر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا۔'' (سورۂ بقرہ:۲۸۶)

## گیارہویں ہدایت:

اگر بیوی کوئی ملازمت کررہی ہو تو شوہر و بیوی کو آپس میں مشورہ اور فیصلہ کر لینا چاہیے کہ بیوی کو حاصل ہونے والی تنخواہ کو کس طرح استعمال اور خرچ کیا جائے گا۔

حضرت ابن عباسؓ کے غلام کریب کہتے ہیں کہ حضرت میمونہ بنت الحارثؓ نے ان سے بتایا کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کی اجازت کے بغیر ایک باندی آزاد کردی، جب وہ دن آیا جس دن آپ ﷺ ان کے گھر میں جاتے تھے تو انھوں نے آپ ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول کیا آپ کو معلوم ہوا کہ میں نے اپنی باندی کو آزاد کردیا ہے، نبی کریم ﷺ نے پوچھا کیا تم ایسا کر چکی ہو؟ انھوں نے کہا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم نے اسے اپنے نانہالی لوگوں کو دے دیا ہوتا تو تمھیں بہت زیادہ اجر وثواب ملتا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہؓ کی بیوی حضرت زینبؓ فرماتی ہیں.... پھر ہمارے پاس سے بلالؓ کا گذر ہوا، ہم نے ان سے کہا نبی کریم ﷺ سے پوچھئے کہ اگر ہم اپنے شوہر اور زیر کفالت یتیموں پر خرچ کرتے ہیں تو کیا یہ ہماری طرف سے کافی ہوگا؟......آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، اور انھیں دوہرا اجر ملے گا، ایک قرابت داری کا اجر اور ایک صدقہ کا اجر۔ (بخاری ومسلم)

مختلف امور میں شوہر و بیوی کے درمیان رضامندی کا پایا جانا قابل تعریف بات ہے، جن خاندانوں میں پیار ومحبت کی فضا پائی جاتی ہے اس کا بنیادی سبب یہی باہمی رضامندی ہے، لیکن اگر عورت کی کمائی میں تصرف واستعمال کے تعلق سے میاں وبیوی کے درمیان کوئی رضامندی نہیں ہو پاتی ہے بلکہ اختلاف ہو جاتا ہے تو پھر اس صورت میں اس کا کیا حل ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت میمونہؓ کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو اپنے مال میں آزادانہ تصرف کا اختیار حاصل ہے، اگرچہ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ افضل اور بہتر بات یہ ہے کہ بیوی اپنی کمائی کے استعمال وتصرف کے سلسلہ میں اپنے شوہر سے مشورہ کرلے۔ (ان شاء اللہ مسلم خاندان سے متعلق بحث میں یہ گفتگو آئے گی کہ میاں وبیوی کا ایک دوسرے کے مال میں کیا حق ہے)۔

حضرت عبداللہؓ کی اہلیہ زینبؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا اپنے مال سے شوہر کی مدد کرنا

مستحب ہے، لیکن ملازمت کر کے عورت جو کچھ کمائی کرتی ہے اس کے سبب شوہر کو تھوڑی بہت بدنی اور نفسیاتی تکلیف ہوا کرتی ہے، جو تکلیف اسے عورت کے گھر کے کاموں کے لئے فارغ ہونے کی صورت میں نہ ہوتی، اسی لئے بیوی کو شوہر کی اس تکلیف و پریشانی کے عوض اسے اپنی کمائی و آمدنی میں سے کچھ دینا چاہیے، اس معاوضہ و بدلہ کی مقدار کیا ہوگی؟ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں کسی علمی ادارہ کی جانب سے کوئی فتویٰ شائع ہونا چاہیے، تاکہ میاں و بیوی کے درمیان معاملہ درست رہے۔

ہم ذیل میں غور وفکر کے لئے چند تجاویز پیش کرتے ہیں:

الف- مرد گھر کے تمام حقیقی اخراجات کو برداشت کرے (کیونکہ خرچ کرنے کا حقیقی ذمہ دار رہی ہے)۔

ب- عورت کی ملازمت کرنے کی وجہ سے گھر میں جو اضافی خرچ ہورہے ہیں اسے عورت برداشت کرلے، کیونکہ وہی ان اضافی اخراجات کا سبب بن رہی ہے۔

ج- عورت اپنے شوہر کو بدنی ونفسیاتی پریشانیوں کو برداشت کرنے کے معاوضہ کے طور پر اپنی کمائی میں سے کچھ دے دے، معاوضہ دینے کی یہ مقدار شوہر و بیوی کی مالی حیثیت کے مطابق بدلتی رہتی ہے، لہذا ان میں سے جس کو وسعت وکشادگی حاصل ہو وہ اپنے حق کے سلسلہ میں تسامح سے کام لے تاکہ دوسرا خیر کے کام کر سکے اور نیکی کی راہوں میں خرچ کر سکے، اور سب سے اچھی محبت یہ ہے کہ تمام حالات میں شوہر و بیوی کے درمیان معاملہ مضبوط اور سلجھا ہوا رہے۔

## بارہویں ہدایت:

مسلم معاشرہ ایسے اسباب فراہم کرتا ہے جو گھر اور ملازمت سے متعلق ذمہ داریوں کی ادائیگی میں ملازمت کرنے والی عورت کے لئے معاون ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''مومن مرد اور مومن عورتیں یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں......''۔ (سورۂ توبہ: ۷۱)

حضرت نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم مومنوں کو دیکھو گے کہ ایک دوسرے پر رحم کرنے، ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنے کے سلسلہ میں وہ سب ایک جسم کی مانند ہیں کہ جسم کے ایک حصہ کو تکلیف پہنچتی ہے تو سارے جسم کو بخار آجاتا ہے اور سارا جسم جاگتا رہتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

مسلم معاشرہ کے افراد، مسلم عوامی ادارے اور مفکرین سب ہی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحم اور

نرمی کا معاملہ کرنے والے ہیں، عورت کو لاحق مشکلات و پریشانیوں کو حل کرنے کے لئے مسلم معاشرہ کے اہل خیر حضرات اور مفکرین کو ایجابی ومثبت کام کرنے کی باہم کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ موجودہ زمانہ کے حالات عورت کو اس بات پر مجبور کردیتے ہیں کہ وہ ایک جانب اپنے گھر اور بچوں کی بھی دیکھ بھال کرے اور دوسری جانب ملازمت بھی کرے، ان مشکلات کے حل کی کچھ شکلیں ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

☆ ہر محلّہ اور ہر ادارہ میں بلند پیمانہ پر نرسنگ ہومس قائم کئے جائیں۔

☆ عورتوں کو گھریلو صنعت میں لگنے کی ترغیب دی جائے۔

☆ گھریلو صنعت کے دائرہ کو وسیع کیا جائے، یہ صنعت اجتماعی ترتیب وتنسیق کی محتاج ہے۔ ذیل میں اس کی کچھ مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

الف- عورت کو گھر کے اندر تیار کی جانے والی چیزوں میں شرکت کرنی چاہیے، چاہے وہ گھریلو دست کاری کا کام ہو، یا ایسی صنعت جس میں پارٹس تقسیم کئے جاتے ہیں، ان پارٹس کو گھر میں بنانا چاہیے پھر یہ کارخانوں میں جا کر مکمل آلہ کی شکل اختیار کرلیں، ابھی جلد ہی اس میدان میں کامیاب تجربے کئے گئے ہیں، بہت سے ملکوں میں اکسپورٹ ہونے والے سامانوں میں ان سامانوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے جو گھروں میں تیار کئے جاتے ہیں۔

ب- عورت کو گھر کے اندر سروسز کے میدان میں شرکت کرنی چاہیے، مثلاً ریڈیمیڈ کھانے وغیرہ تیار کرنا، جس گھر میں ایک ہی بچہ ہو اس کو چند بچوں کے لئے نرسنگ ہوم بنا دینا۔

## تیرہویں ہدایت:

عورت کی ملازمت کے تعلق سے مسلمان حکومت کی دو ذمہ داریاں ہیں، اول: شادی شدہ سرکاری ملازم کو مناسب تنخواہ دینا تاکہ وہ تنہا ہی پورے خاندان کی ضرورتوں کو پورا کرسکے اور اس کی بیوی کو ملازمت نہ کرنی پڑے، دوم: اگر عورت حکومت کی کوئی ملازمت کرتی ہے تو اس کے لئے مناسب ماحول فراہم کرنا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا، حاکم لوگوں کا نگہبان ہے، اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا......۔'' (بخاری ومسلم)

ملازمت کرنے والی عورت کے تعلق سے مسلم حکومت پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں کی مثالیں ذیل میں

ذکر کی جاتی ہیں:

۱-حکومتی اداروں میں مختلف پوسٹوں کے لئے انتخاب کے وقت مرد وعورت ہر ایک کی خصوصیات کی رعایت کرنی چاہئے، اس انتخاب کے وقت معاشرتی ونفسیاتی پہلوؤں کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔

۲-نرسنگ ہومس کا حکومتی اداروں سے الحاق کر دینا چاہیے، اس سے ضروری حالات میں عورت کو اپنے بچوں کی نگہداشت میں آسانی ہوتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ محلوں میں نرسنگ ہومس بھی قائم کرنے چاہئیں۔

۳-ان وسائل وذرائع کو محفوظ و مامون بنانا جو اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ پبلک ٹرانسپورٹ اور ملازمت کی جگہوں پر عورتوں کی مردوں سے ملاقات کے آداب اور طور طریقوں کو یقینی بنایا جاسکے۔

۴-ایسے قوانین بنانا جو عورتوں کے اس طرح معاون ہوں کہ وہ ایک طرف اپنے گھر بار اور بچوں کی بھی نگہبانی ونگہداشت کرلیں اور دوسری طرف اپنی ملازمت بھی صحیح طور پر انجام دے سکیں، مثلاً ولادت اور پرورش کے موقع پر ان کو پوری تنخواہ یا نصف تنخواہ کے ساتھ مناسب چھٹیاں دینا، یا انھیں بچہ کی پرورش و پرداخت کے مرحلہ کے دوران پوری اجرت یا نصف اجرت پر آدھے دن کام کرنے کی اجازت دینا یا روزانہ ان کے کام کے اوقات میں ایک یا دو گھنٹہ کی کمی کر دینا تاکہ آفس جانے اور آنے کے وقت بسوں اور گاڑیوں میں ہونے والی بے انتہا بھیڑ سے محفوظ رہ سکیں۔

## چودھویں ہدایت:

عورتوں کو ایسی ملازمت اور کاموں سے محفوظ رکھنا چاہیے جو اس کی فطرت اور جسمانی ونفسیاتی خصوصیات کے موافق نہ ہوں، اس طرح کے کاموں کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جس کے کرنے سے شریعت نے صراحتاً منع کیا ہے، دوسرے وہ جسے علماء امت اپنے اجتہاد سے طے کریں گے۔

**اول**: وہ کام اور ملازمت جس سے شریعت نے صراحتاً منع کیا ہے:

حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ قوم کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتی جس نے ایک عورت کو اپنی ولایت سپرد کی (اور اپنا حاکم منتخب کیا)۔ (بخاری)

ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی تحریر فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا حدیث میں لفظ ''ولایت'' سے مراد عورت کو اپنا حاکم بنانا ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے یہ بات اس وقت فرمائی تھی جب آپ ﷺ کو اس بات کا علم ہوا تھا کہ ایرانیوں نے کسریٰ کی موت کے بعد اس کی ایک لڑکی کو اپنا حاکم منتخب کرلیا ہے، عورت کی ''ولایت'' علی الاطلاق ممنوع نہیں ہے،

اس کی دلیل یہ ہے کہ تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورت چھوٹے بچوں اور ناقص اہلیت کے حامل لوگوں کی ولی وسر پرست ہوسکتی ہے، اسی طرح وہ چند لوگوں کے مال میں تصرف کرنے اور ان کی کاشتکاری کے امور کی دیکھ بھال کرنے کی نمائندہ ومعاون ہوسکتی ہے، وہ کسی کے حق میں گواہی وشہادت بھی دے سکتی ہے، اور بقول فقہاء شہادت بھی ''ولایت'' ہے، امام ابوحنیفہؒ اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ بعض حالات میں عورت قضا کے امور کو دیکھ سکتی ہے، اور قضا بھی ایک ''ولایت'' ہی ہے، معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا حدیث میں عورت کو حکومت کرنے اور اسی کے مثل دوسری بڑی ذمہ داریوں کے اٹھانے سے صراحتاً منع کیا گیا ہے، البتہ ان کے علاوہ دیگر ذمہ داریوں کو قبول کرنے اور اسے ادا کرنے سے اسلام نے نہیں روکا ہے، کیونکہ عورت کے اندر ان ذمہ داریوں کو نبھانے کی پوری اہلیت موجود ہے، لیکن یہ ساری چیزیں اسلامی اخلاق ومبادی کو ذہن نشیں رکھتے ہوئے اور ان کی رعایت کرتے ہوئے پوری ہونی چاہئیں۔

عورت قضا سے متعلق ذمہ داریوں اور عہدوں کو سنبھال سکتی ہے یا نہیں؟ اس تعلق سے قاضی ابن رشد فرماتے ہیں:

''اس (قضا) سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ آیا اس کے لئے مرد ہونا شرط ہے یا نہیں، جمہور کا کہنا ہے کہ قضاء کے عہدہ کو سنبھالنے کے لئے مرد ہونا شرط ہے، امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ اموال میں عورت قاضی ہوسکتی ہے، طبری کا کہنا ہے کہ عورت مطلقاً ہر چیز کی حاکم ہوسکتی ہے......لہذا جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ عورت قضا کے عہدہ کو نہیں سنبھال سکتی وہ درحقیقت قضا کو حکومت واقتدار کے مشابہ سمجھتے ہیں، اور جو حضرات اموال میں اس کو حاکم وقاضی بنانے کو درست سمجھتے ہیں وہ درحقیقت اموال میں عورت کی شہادت کے معتبر ہونے کے پیش نظر ایسا کہتے ہیں، جو حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ عورت مطلقاً ہر چیز کی حاکم ہوسکتی ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ جو کوئی بھی لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو وہ حاکم ہوسکتا ہے، ہاں چونکہ تمام لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ عورت حکومت واقتدار کی حاکم نہیں ہوسکتی، لہذا یہ حضرات بھی عورت کے لئے اس بات کے قائل نہیں ہیں۔''

**دوم**: وہ کام جسے علماء امت اپنے اجتہاد سے ممنوع قرار دیتے ہیں:

اس کی مثالیں وہ سخت اور محنت ومشقت طلب کام ہیں جو عورتوں کو بوجھل کردیتے ہیں، اسی طرح وہ کام جن میں سخت تکلیف دہ نفسیاتی محنت ومشقت کرنی پڑتی ہے اور جس کے لئے سخت طاقت وقوت کی ضرورت ہوتی ہے۔

حکومت کے کن عہدوں کا سنبھالنا عورت کے لئے جائز ہے؟ اس مسئلہ کے تعلق سے ہم شیخ محمد غزالی کی ایک رائے پیش کرتے ہیں، میرا خیال ہے کہ اس رائے میں مزید غور و فکر کی ضرورت ہے، ہمارے دور کے مجتہد علماء کو اس رائے کے تعلق سے گفتگو کرنی چاہیے، شیخ محمد غزالی کی رائے ذیل میں ذکر کی جاتی ہے:

''مرد و عورت کے درمیان تعلقات کی اساس ہمیں ان آیات میں ملتی ہے:'' جواب میں ان کے رب نے فرمایا میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں، خواہ مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہو......'' (آل عمران: ۱۹۵)

''جو شخص بھی نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے۔'' (سورۂ نحل: ۹۷)

اسی طرح اس حدیث میں بھی مرد و عورت کے تعلقات کی اساس کو بیان کیا گیا ہے:'' عورتیں مردوں کی بہنیں ہیں۔''

بہت سے امور اور معاملات ایسے ہیں جن کے کرنے یا نہ کرنے کے سلسلہ میں دین و شریعت نے کوئی حکم صادر نہیں کیا ہے، یہ ایسے امور ہیں جن کے سلسلہ میں شریعت خاموش ہے، ان امور میں سلبی و ایجابی آزادانہ تصرف کا اختیار ہمیں حاصل ہے، ان امور کے سلسلہ میں کوئی شخص اپنی رائے کو دینی حکم کا درجہ نہیں دے سکتا، اس کی حیثیت صرف ایک رائے ہی کی ہو سکتی ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں، غالباً ابن حزم کے اس قول کا یہی مطلب ہے کہ'' اسلام نے عورت کو سوائے خلافت و اقتدار کے کسی بھی منصب کو قبول کرنے اور سنبھالنے سے منع نہیں کیا ہے''۔ میں نے بعض حضرات کو ابن حزم کے اس قول کی تردید کرتے ہوئے سنا ہے، یہ حضرات کہتے ہیں کہ ابن حزم کا یہ قول قرآن کریم کی اس آیت کے مخالف ہے:'' مرد عورتوں پر قوام ہیں، اس بنا پر کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس بنا پر کہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں......''۔ (سورۂ نساء: ۳۴)

ان حضرات کے نزدیک اس آیت کا یہ مفہوم ہے کہ عورت کسی بھی کام میں مرد کی سربراہ نہیں ہو سکتی، لیکن یہ بات درست نہیں ہے، جو شخص بقیہ آیات کا مطالعہ کرے گا اسے اس بات کا ادراک ہو جائے گا کہ مذکورہ بالا آیت میں جس قوامیت کا ذکر کیا گیا ہے اس کا تعلق گھر اور خاندان سے ہے، جب حضرت عمرؓ نے حضرت شفاؓ کو مدینہ کے بازار میں حسبہ کے قضا کی ذمہ داری سونپی تھی تو ان کو بازار کے مرد اور عورتوں تمام ہی لوگوں پر آزادانہ و مساویانہ

حقوق حاصل تھے، وہ حلال چیزوں کو حلال اور حرام چیزوں کو حرام قرار دیتیں، لوگوں کو انصاف دیتیں اور ان کو مخالفتوں سے باز رکھتیں، اگر کسی مرد کی بیوی ڈاکٹر ہو اور وہ کسی ہاسپٹل میں کام کرتی ہو تو مرد کو اپنی بیوی کے فنی کام میں کسی طرح کے عمل دخل کا حق حاصل نہیں ہوتا، نہ ہی ہاسپٹل میں اس کے کام پر اسے کسی قسم کا اختیار حاصل ہوتا ہے، یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ ابن حزم کا یہ قول اس حدیث سے متعارض ہے کہ ''وہ قوم ناکام ونامراد ہوئی جس نے کسی عورت کو اپنے امور ومعاملات کی ذمہ داری سونپی''۔ لہذا مسلمانوں کے امور ومعاملات کی ذمہ داری عورتوں کے سپرد کرنے سے امت ناکامی ونامرادی سے دوچار ہوجاتی ہے لہذا کسی بھی طرح کی چھوٹی یا بڑی ذمہ داری عورت کے سپرد نہیں کرنی چاہیے......، ابن حزم کا خیال یہ ہے کہ حدیث میں عورت کو صرف ملک کا اقتدار وحکومت سونپنے سے منع کیا گیا ہے، لیکن میں اس مذکورہ حدیث پر مزید گہری نظر ڈالنا اور اس پر غور وفکر کرنا چاہتا ہوں، میں عورتوں کو ملکوں کا حکمراں بنانا نہیں چاہتا ہوں، میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ ملک وحکومت کا حاکم وہ شخص ہو جو امت کا سب سے مناسب ترین اور اہل شخص ہو، میں نے مذکورہ حدیث پر غور کیا، وہ سند ومتن ہر اعتبار سے صحیح ہے، لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ اس حدیث کا مفہوم ومعنی کیا ہے؟ درحقیقت جب فارس پر مسلمان فتح کا پرچم گاڑ رہے تھے اس وقت ان کی حکمراں ایک ظالم وجابر ملکہ تھی، دین بت پرستانہ تھا، حکمراں خاندان نظام شوریٰ سے ناواقف تھا، مخالف رائے کا احترام نہیں کرتا تھا، وہاں کے باشندوں کے آپسی تعلقات انتہائی درجہ خراب اور ناگفتہ بہ تھے، ذاتی منفعت کی خاطر ایک شخص اپنے باپ یا بھائی کو قتل کر دیا کرتا تھا، عوام کی کچھ بھی حیثیت نہ تھی، جب ایرانی لشکر شکست کھا چکا تھا اور حکومت کا دائرہ کم ہوتا چلا جا رہا تھا اس وقت یہ ممکن تھا کہ ایک ایسا فوجی قائد حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لیتا جو شکست کے سلسلہ کو ختم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، لیکن سیاسی بت پرستی نے حکومت کا وارث ایک ایسی نوجوان لڑکی کو قرار دیا جو امورِ حکومت سے ناواقف تھی، یہ پوری صورتحال زبان حال سے کہہ رہی تھی کہ اب یہ حکومت باقی نہیں رہ سکتی، بلکہ ختم ہوجائے گی، اس صورت حال میں تبصرہ کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے مذکورہ بالا حدیث کے الفاظ کہے تھے، نبی کریم ﷺ نے اس صورتحال پر تصویر کشی کی تھی، اگر ایرانی حکومت میں شوریٰ کا نظام ہوتا اور وہ حکمراں نوجوان لڑکی اس یہودی عورت کی طرح ہوتی جس کا نام گولڈا مایر تھا اور جس نے اسرائیل پر اس طرح حکومت کی کہ فوجی امور کو فوجی قائدین کے ذمہ سپرد رکھا تو اس صورتحال پر کچھ دوسرا ہی تبصرہ ہوتا، آپ مجھ سے یہ سوال کرسکتے ہیں کہ ان باتوں سے آپ کی کیا مراد ہے؟ ایسی صورت میں میرا جواب یہ ہوگا کہ نبی کریم ﷺ نے اہل مکہ کو سورۂ نمل کی تلاوت کرکے سنایا اور انھیں اس سورت میں مذکورہ ملکۂ سبا کا قصہ سنایا، ملکہ سبا نے اپنی حکمت

اور ذہانت سے اپنی پوری قوم کوفلاح وکامیابی کی راہ یعنی اسلام کی راہ دکھادی، یہ بات محال ہے کہ حدیث میں وارد کوئی حکم قرآن کے کسی حکم کے خلاف ہو، ملکہ سبا بلقیس بہت ہی وسیع وعریض ملک کی ملکہ تھیں، اسے ہدہد نے اس طرح بیان کیا تھا''میں نے وہاں ایک عورت دیکھی جو اس قوم کی حکمراں ہے، اس کو ہر طرح کا سروسامان بخشا گیا ہے اور اس کا تخت بڑا عظیم الشان ہے'' (سورۂ نمل: ۲۳)۔ حضرت سلیمانؑ نے اس ملکہ کو اسلام کی دعوت دی اور اسے تکبر وسرکشی سے باز رہنے کی تلقین کی، جب اسے حضرت سلیمانؑ کا خط ملا، تو اس نے جواب دینے سے پہلے غور وفکر کیا، اس نے حکومت کے دوسرے افراد سے مشورہ کیا، ان سبھوں نے اسے یہ یقین دلایا کہ وہ جو کوئی بھی فیصلہ کرے گی وہ سب اس سلسلہ میں اس کی مدد کریں گے، لہذا ان لوگوں نے اس سے کہا: ''ہم طاقت ور اور لڑنے والے لوگ ہیں، آگے فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے، آپ خود دیکھ لیں کہ آپ کو کیا حکم دینا ہے'' (سورۂ نمل: ۳۳)۔ لیکن یہ دوراندیش عورت یعنی ملکہ اپنی طاقت وقوت کی وجہ سے اور اپنی قوم کی اطاعت کے جذبہ کو دیکھ کر خود فریبی میں مبتلا نہیں ہوئی بلکہ اس نے کہا ہم سلیمان کو آزمائیں گے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ آیا یہ جابر حکمراں اور اقتدار اور دولت وثروت کے طالب ہیں یا وہ اللہ کے نبی اور ایمان کے داعی ہیں؟ جب حضرت سلیمانؑ سے اس کی ملاقات ہوئی تو وہ اپنے ہوش وحواس کے ساتھ رہی اور اس نے باریکی کے ساتھ حضرت سلیمان کے حالات واحوال اور افعال واقوال کا جائزہ لیا، جس سے اس پر یہ واضح ہو گیا کہ یہ ایک صالح نبی ہیں، اس نے اس خط کو یاد کیا جو حضرت سلیمانؑ نے اس کے پاس بھیجا تھا اور جس میں تحریر تھا کہ'' یہ سلیمان کی جانب سے ہے اور اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع کیا گیا ہے، مضمون یہ ہے کہ میرے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو اور مسلم ہو کر میرے پاس حاضر ہو جاؤ''۔ (سورۂ نمل: ۳۰،۳۱)۔ پھر اس نے بت پرستی کو ترک کرنے اور حلقہ بگوش اسلام ہونے کا فیصلہ یہ کہتے ہوئے کرلیا: ''اے میرے رب (آج تک) میں اپنے نفس پر بڑا ظلم کرتی رہی اور اب میں نے سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی اطاعت قبول کرلی''۔ (سورۂ نمل: ۴۴)، کیا اس قوم کو ناکامی ونامرادی کا منہ دیکھنا پڑا جنھوں نے اس قسم کی دوراندیش عورت کو اپنی حکومت کی باگ ڈور دے رکھی تھی؟ یہ عورت تو اس مرد سے بدرجہا بہتر ہے جسے قوم ثمود نے حضرت صالحؑ کو ذلیل کرنے اور اونٹنی کو قتل کرنے کی دعوت دی تھی: ''آخر کاران لوگوں نے اپنے آدمی کو پکارا اور اس نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور اونٹنی کو مار ڈالا، پھر دیکھ لو کہ کیسا تھا میرا عذاب اور کیسی تھیں میری تنبیہات، ہم نے ان پر بس ایک ہی دھاکہ چھوڑا اور وہ باڑے والے کی روندی ہوئی باڑھ کی طرح بھس ہو کر رہ گئے، ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لئے آسان ذریعہ بنادیا ہے، اب ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا''۔ (سورۂ قمر: ۲۹-۳۲)

میں ایک مرتبہ پھر اس بات کا ذکر کروں گا کہ مجھے عورتوں کو بہت بڑے بڑے عہدے اور مناصب سونپنے کا شوق نہیں ہے، کیونکہ ہر طرح سے کامل عورتیں بہت کم ہی ملتی ہیں، درحقیقت میں تو صرف کتب احادیث میں وارد ایک حدیث کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں اور اس تناقض کو ختم کرنا چاہتا ہوں جو بظاہر اس حدیث اور تاریخی حقائق کے درمیان محسوس ہوتا ہے، ملکہ وکٹوریا کے دور میں انگلینڈ ترقی کے عروج تک پہنچ گیا تھا، اب بھی ایک عورت ہی وہاں کی ملکہ ہے، انگلینڈ کو ایک ایسا ملک تصور کیا جاتا ہے جس کی معاشی واقتصادی حالت بہت اچھی ہے اور جہاں سیاسی طور پر امن وامان ہے، جن لوگوں نے ان عورتوں کو اپنا حکمراں منتخب کیا ان کو کہاں ناکامی حاصل ہوئی ؟

میں نے ایک دوسری جگہ پر اندرا گاندھی کے ہاتھوں ہندوستانی مسلمانوں کو پہنچنے والی چوٹ اور مصائب ومشکلات کا بھی ذکر کیا ہے، اس نے بہت ہی دوراندیشی کے ساتھ مسلمانوں کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا، اور اپنی قوم کی خواہش کو پورا کر دیا، اس کے بالمقابل مارشل یحییٰ خاں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا، اس ضمن میں گولڈا مایر کا ذکر بھی کیا جا سکتا ہے، جس نے اپنی قوم کی قیادت کرتے ہوئے عربوں کو مصیبت میں ڈال دیا تھا، مسئلہ عورت اور مرد کا نہیں ہے بلکہ اصل مسئلہ اخلاق اور صلاحیتوں کا ہے، اندرا گاندھی نے یہ دیکھنے کے لئے انتخابات کرائے کہ آیا اس کی قوم کے لوگ اسے اپنا حکمراں منتخب کرتے ہیں یا نہیں، لیکن وہ ان انتخابات میں ہار گئی، دوبارہ پھر اس کی قوم کے لوگوں نے اسے بغیر کسی جبر واکراہ کے اپنا حکمراں منتخب کر لیا۔

دونوں فریقوں (یعنی مسلمان اور ان کے دشمن) میں سے کون اللہ کی نگہداشت، اس کی تائید اور دنیا میں خلافت کا زیادہ اہل ہے؟ ہم ابن تیمیہؒ کے قول کو اپنی نظروں کے سامنے کیوں نہیں رکھتے ہیں کہ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کافر حکومت کو اس کے عدل کے سبب ایسی مسلم حکومت پر غالب کر دیتا ہے جہاں ظلم وستم روا رکھا جاتا ہے؟

یہاں پر مرد ہونے یا عورت ہونے کا کیا عمل دخل ہے؟ ایک دیندار اور طاقتور عورت ایک باریش کافر مرد سے بہتر ہوتی ہے''۔

اس اہم اور نازک موضوع سے متعلق شیخ محمد الغزالی کی رائے پیش کرنے کے بعد میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ شیخ ہی کے اس جملہ کو بھی ذکر کر دوں:

''خدا بہتر جانتا ہے کہ اگرچہ مجھے میری رائے اچھی لگتی ہے لیکن پھر بھی میں شذوذ اور اختلافات کو ناپسند کرتا ہوں، جماعت کے ساتھ رہنے کو ترجیح دیتا ہوں اور اپنی رائے سے تنازل اختیار کر لیتا ہوں تاکہ امت کا اتحاد قائم وباقی رہے''۔

## پندرہویں ہدایت:

اگرعورت ملازمت کرتی ہواوراپنی ملازمت کے دوران اسے مردوں سے ملنا پڑتا ہوتو مردوعورت ہرایک کوملاقات وشرکت کے آداب کا خیال رکھنا چاہیے جن کا ذکرایک خاص فصل میں کیا جاچکا ہے، ہم یہاں پربھی بعض آداب کا ذکر کئے دیتے ہیں مثلاً باوقارلباس پہننا، نگاہیں جھکا کررکھنا، تنہائی میں ملاقات کرنے سے اجتناب کرنا، بار باراورلمبی ملاقاتوں سے پرہیز کرنا، مردوعورت کے کام جداجدا ہونے کے باوجودان دونوں کا کسی ایک جگہ پر بار بار اوردیرتک ملنا غیرمناسب ہے، ہاں اگرکام کی نوعیت ہی ایسی ہوکہ تبادلۂ خیال کے لئے یامدد کے لئے یاکسی اورسبب سے دونوں کوبار بارملنا پڑےتواس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اگرکسی کمپنی یاادارہ میں ملاقات کےبعض آداب نہ پائے جاتے ہوں توکیا یہ جائز ہے کہ ہم عورت اور معاشرہ کےمصالح کونظرانداز کرتے ہوئےمسلمان عورت کویہ حکم دیں کہ وہ ایسی کمپنی اورادارہ میں کام نہ کرے؟ یایہ بہتر ہے کہ ہم ان مصالح کی رعایت کریں اور ملاقات کےشرعی آداب کے نفاذ کی تکمیل کے لئے دوراندیشی اور حکمت کےساتھ کوشش کریں؟

اصول فقہ کے قاعدہ کی رو سے اگرکسی طرح کےفساد اورفتنہ کا اندیشہ نہ ہوتو ضرورتوں اورمصالح کی رعایت ضروری ہے۔

فصل ھفتم:

# عہد نبوی میں معاشرتی سرگرمیوں میں مسلمان خاتون کی شرکت کے واقعات اور اس شرکت کے تعلق سے شرعی ہدایات

مسلمان عورت اپنی زندگی قرآن وحدیث کی تعلیمات کی روشنی میں گذارتی ہے، ہم یہاں پر عورت کی معاشرتی سرگرمیوں سے متعلق جو عملی واقعات ذکر کریں گے یہ وہ مثالیں ہیں جو قرآن کی مختلف آیتوں میں اور احادیث میں مختلف مناسبتوں سے وارد ہوئی ہیں، تمام انبیاء خصوصاً نبی کریم ﷺ کے عہد میں مومن خواتین کے عمل کو یکجا کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان تمام ہی مومن خواتین کا عمل قرآن وسنت کی تطبیق ہی کی بعض شکلیں ہیں۔ ہمارے زمانہ بلکہ ہر زمانہ میں تطبیق کا میدان بالکل کھلا ہوا ہے، اور وہ ہر زمانہ کے حالات کے مطابق نئی نئی شکلوں کا متحمل ہے۔

یہاں پر معاشرتی سرگرمیوں سے ہماری مراد دو قسم کی سرگرمیاں ہیں، اول وہ سرگرمیاں جسے بہت سے لوگ مل کر انجام دیتے ہیں، اور اس کا مقصد عبادت، تہذیب وثقافت اور تفریح کے میدانوں میں لوگوں اور معاشرہ کو فائدہ پہنچا تا ہوتا ہے۔ دوم وہ سرگرمیاں جسے کوئی ایک فرد یا بہت سارے افراد معاشرہ کی خدمت کے لئے تطوعاً انجام دیتے ہیں، خواہ ان سرگرمیوں کا تعلق تعلیمی میدان سے ہو یا امر بالمعروف سے ہو یا سوشل سروس سے ہو۔

اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ عورت آج کے جدید معاشرہ میں معاشرتی سرگرمیوں کے تعلق سے بہت اہم رول ادا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، ہم نے اس کے تعلق سے قرآن اور بخاری ومسلم میں موجود نصوص تلاش کرنے کی کوشش کی اور اسے یہاں ذکر کیا ہے، اسی طرح ہم نے ان نصوص کا بھی ذکر کیا ہے جن میں عورت کی معاشرتی سرگرمیوں کی جانب اشارہ کیا گیا ہے، حالانکہ ان نصوص میں اجنبی مردوں سے ملاقات کا ذکر نہیں ہے، اس طرح کے نصوص ہم نے اس لئے ذکر کر دیئے تاکہ تمام حالات میں عورت کی شرکت کی اہمیت واضح ہو جائے، ہم ذیل میں عورت کی معاشرتی سرگرمیوں کی بعض ان صورتوں کو پیش کرتے ہیں جن کا تعلق عہد نبوی سے ہے:

## عہد نبوی میں عورت کی معاشرتی سرگرمیوں کی بعض صورتیں:

### اول: مسجد کی سرگرمیوں میں شرکت:

الف-عبادتی سرگرمی کی مثال: حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے عہد میں سورج گرہن ہوا...... میں نے اپنی ضرورت پوری کی، پھر میں آئی اور مسجد میں داخل ہوئی، میں نے نبی کریم ﷺ کو کھڑا دیکھا لہذا میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھڑی ہوگئی، آپ ﷺ نے بہت طویل قیام کیا، میرے دل میں خیال آتا کہ بیٹھ جاؤں، پھر میری نظر ایک بوڑھی عورت پر پڑتی تو میں اپنے دل میں کہتی کہ یہ تو مجھ سے بھی کمزور ہے (پھر بھی کھڑی ہے) لہذا میں کھڑی رہی، پھر آپ ﷺ نے رکوع کیا اور طویل رکوع کیا، پھر آپ ﷺ نے رکوع سے اپنا سر اٹھایا اور طویل قیام کیا، اتنا طویل کہ اگر کوئی شخص اسی وقت آجاتا تو وہ یہ سمجھتا کہ ابھی آپ ﷺ رکوع کیا ہی نہیں ہے، پھر آپ ﷺ نے نماز سے اس وقت فارغ ہوئے جب گرہن ختم ہوگیا، پھر آپ ﷺ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا، اللہ کی حمد وثنا کی اور کہا: امابعد!......۔(بخاری ومسلم، الفاظ مسلم کے ہیں)

ب- ثقافتی سرگرمی کی مثال: حضرت فاطمہ بنت قیسؓ فرماتی ہیں...... پھر میں مسجد کی طرف نکلی اور میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی...... جب نبی کریم ﷺ اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ ہنستے ہوئے منبر پر بیٹھے اور آپ ﷺ نے فرمایا ہر شخص اپنی جگہ پر رہے، پھر آپ ﷺ نے کہا کیا تم لوگ جانتے ہو کہ میں نے تم لوگوں کو کیوں جمع کیا ہے؟ تمام لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے تم لوگوں کو ترغیب دینے کے لئے یا ڈرانے کے لئے جمع نہیں کیا ہے، میں نے تم لوگوں کو یہ بتانے کے لئے جمع کیا ہے کہ تمیم الداریؓ ایک عیسائی تھے، وہ آئے، انہوں نے بیعت کی اور اسلام قبول کرلیا، اور مجھ سے ایک ایسی بات بتائی جو اس بات کے موافق ہے جو میں نے تم لوگوں کو مسیح دجال سے متعلق بتائی تھی (مسلم)۔

ج-تفریحی سرگرمی کی مثال: خالی وقت مومن خواتین کے ساتھ گذارنا: حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراءؓ فرماتی ہیں کہ عاشورہ کی صبح نبی کریم ﷺ نے انصار کے گاؤں میں کہلا بھیجا کہ جس کسی نے ناشتہ کرلیا ہو وہ بقیہ دن اسی حالت میں پورا کرے اور جس نے صبح روزہ کی حالت میں کی ہو وہ روزہ رکھے، لہذا بعد میں ہم عاشوراء کے دن روزہ رکھا کرتے تھے اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے اور ہم ان کے لئے اون کا کھلونا بنا دیتے تھے۔ مسلم کی روایت میں ہے: اور ہم مسجد چلے جایا کرتے تھے، جب بچے ہم سے کھانا مانگتے تو ہم ان کو کھلونا دے کر مشغول کردیتے یہاں تک کہ ان کا روزہ پورا ہوجاتا۔ (بخاری ومسلم)

ہم نے یہاں پر ہر سرگرمی سے متعلق صرف ایک ہی مثال دینے پر اکتفا کیا ہے، کیونکہ اس سے پہلے یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ مسلمان خاتون بارہ اغراض کے تحت مسجد آیا کرتی تھی، ان میں سے ایک غرض عبادتی سرگرمی کی مختلف شکلوں کی ادائیگی میں شرکت تھی، مثلاً فرض نماز یا نفل نماز یا نماز جنازہ یا سورج گرہن کی نماز با جماعت ادا کرنا، ان اغراض میں سے ایک غرض ثقافتی سرگرمی کی مختلف شکلوں میں شرکت بھی تھی مثلاً متعدد موقعوں پر نبی کریم ﷺ سے علم کے حصول کے لئے مسجد جانا، اسی طرح ان عام اجتماعات میں شرکت کرنا جن میں شرکت کے لئے موذن "الصلاة جامعة" کی ندا لگایا کرتا تھا، اسی طرح عورتوں کے مسجد جانے کی ایک غرض تفریحی سرگرمی میں شرکت بھی تھی مثلاً عید کے دن عورت کا حبشیوں کا کھیل دیکھنا۔

## دوم: عمومی تقریبات میں شرکت:

الف-تقریب استقبال کی مثال: حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں...... پھر ہم لوگ رات میں مدینہ پہنچے، مدینہ کے لوگوں کے درمیان اس بات پر اختلاف ہوگیا کہ نبی کریم ﷺ کس کے مہمان ہوں گے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں عبدالمطلب کے ننھیال بنونجار کا مہمان بنوں گا، میں ان لوگوں کو مہمانی کے شرف سے نوازوں گا، لہذا مرد اور عورتیں چھتوں پر چڑھ گئے، بچے اور خادم راستوں میں پھیل گئے اور ندا لگانے لگے یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ۔ (مسلم)

ب-تقریب عید کی مثال: حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا جاتا تھا کہ ہم عید کے دن (عیدگاہ کے لئے) نکلیں، یہاں تک ہمیں یہ حکم تھا کہ ہم غیر شادی شدہ لڑکیوں کو پردہ سے نکال کر لے جائیں اور حائضہ عورتوں کو بھی لے جائیں، ہاں حائضہ خواتین کو لوگوں کے پیچھے رہنا چاہیے، لوگوں کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہنا چاہیے اور ان کے ساتھ دعا کرنی چاہیے اور اس دن کی برکت و پاکیزگی کے حصول کی امید رکھنی چاہیے۔ (بخاری ومسلم)

ج-تقریب شادی کی مثال: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں...... میرے پاس میری والدہ ام رومان آئیں، پھر وہ مجھے گھر کے اندر لے گئیں، گھر میں کچھ انصاری عورتیں تھیں، انھوں نے مجھے خیر و برکت کی دعائیں دیں، میری والدہ نے مجھے ان عورتوں کے حوالہ کردیا، انھوں نے میرا حلیہ درست کیا، مجھے تو صرف اس وقت گھبراہٹ ہوئی جب چاشت کے وقت میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا، میری والدہ نے مجھے آپ ﷺ کے حوالہ کردیا۔ (بخاری ومسلم)

حافظ ابن حجرؒ تحریر کرتے ہیں: "امام احمد نے ایک دوسری سند سے روایت کیا ہے... حضرت عائشہؓ کہتی

ہیں میری والدہ مجھے لے کر (گھر میں) آئیں، وہاں نبی کریم ﷺ ایک چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ کے پاس کچھ انصاری مرد وعورتیں تھیں، میری والدہ نے مجھے نبی کریم ﷺ کے بغل میں بٹھا دیا اور کہا اے اللہ کے رسول یہ سب آپ کے گھر کے لوگ ہیں، اللہ تعالیٰ ان میں برکت عطا فرمائے، پھر مرد وعورتیں اٹھ کر چلی گئیں، نبی کریم ﷺ نے میرے گھر میں شب زفاف منایا۔''

اس جگہ بھی ہم نے ہر ایک قسم کی صرف ایک ہی مثال دینے پر اکتفا کیا ہے، یہ مثالیں اس جگہ بھی بیان کی جا چکی ہیں جہاں ہم نے تقریبات میں مرد وعورت کی ملاقات اور شرکت کے تعلق سے گفتگو کی تھی، ہر تقریب کا اپنا ایک خاص مزاج ہوتا ہے، استقبال کی تقریبات تفریحی سرگرمی سمجھی جاتی ہیں، جہاں تک عید کی تقریبات کا تعلق ہے تو اس میں عبادتی سرگرمی بھی ہوتی ہے مثلاً اجتماعی طور پر تکبیر کہنا اور عید کی نماز پڑھنا، اسی طرح ثقافتی سرگرمی بھی ہوتی ہے مثلاً عید کا خطبہ سننا، اسی طرح تفریحی سرگرمی بھی ہوتی ہے مثلاً تمام مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کا ایک ساتھ عید گاہ کے لئے نکلنا، اور ان کا اس عظیم اور بابرکت مجمع کو دیکھنا گویا کہ جدید دور کی تعبیر کے مطابق کوئی بہت بڑا جشن اور میلہ ہو۔

## سوم: مسجد کے باہر ثقافتی سرگرمیوں میں شرکت:

الف- نبی کریم ﷺ کا عورتوں کے لئے مخصوص ثقافتی سیمیناروں کا انعقاد کرنا: حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک خاتون نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور کہا اے اللہ کے رسول مرد آپ کی حدیث سے زیادہ استفادہ کرتے ہیں، آپ اپنی جانب سے ہم عورتوں کے لئے ایک دن مقرر کر دیجئے جس دن ہم آپ کے پاس آیا کریں اور آپ ہمیں وہ علم سکھایا کریں جو اللہ نے آپ کو سکھایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تم عورتیں فلاں دن فلاں جگہ جمع ہو جایا کرو، لہذا وہ عورتیں (مقررہ دن میں) جمع ہوئیں، ان کے پاس نبی کریم ﷺ گئے اور ان کو وہ علم سکھایا جو اللہ نے انھیں سکھایا تھا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جس عورت کے بھی تین بچے اس کی زندگی میں فوت ہو چکے ہوں وہ بچے اس کے لئے جہنم کی آگ سے بچانے کا ذریعہ ہوں گے، وہاں پر موجود عورتوں میں سے ایک نے کہا اے اللہ کے رسول اگر دو ہی بچے فوت ہوئے ہوں تو؟ حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ اس عورت نے یہ بات دو مرتبہ کہی، تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں دو فوت ہوئے ہوں تب بھی، دو فوت ہوئے ہوں تب بھی، دو فوت ہوئے ہوں تب بھی۔

ب- امہات المومنین کا اپنے دروازوں کو ایسے لوگوں کے لئے کھلا رکھنا جو نبی کریم ﷺ کی سنت کا علم

حاصل کرنا چاہتے ہوں: حضرت سعد بن ہشام بن عامرؓ کہتے ہیں....وہ ابن عباسؓ کے پاس گئے اور ان سے نبی کریم ﷺ کے وتر کے بارے میں سوال کیا، ابن عباسؓ نے کہا کیا میں تمہیں اس شخص کا پتہ نہ بتاؤں جو نبی کریم ﷺ کے وتر کے بارے میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہے؟ انھوں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ وہ حضرت عائشہؓ ہیں، تم ان کے پاس جا کر اس سلسلہ میں دریافت کرو، پھر میرے پاس آ کر مجھے ان کے جواب کے بارے میں بتاؤ۔ لہذا میں حضرت عائشہؓ کے پاس گیا، میں (راستہ میں) حکیم بن افلح کے پاس گیا اور انھیں اپنے ساتھ حضرت عائشہؓ کے پاس چلنے کے لئے کہا، انھوں ے کہا میں ان کے پاس نہیں جاؤں گا، کیونکہ میں نے ان کو ان دونوں گروہوں سے متعلق کچھ بھی بولنے سے منع کیا تھا لیکن وہ اس سے نہ رکیں اور ان کے بارے میں بولتی ہی رہیں، سعد بن ہشام کہتے ہیں کہ میں نے حکیم بن افلح کو اپنے ساتھ چلنے کے لئے قسم دی، لہذا وہ میرے ساتھ آ گئے، پھر ہم لوگ حضرت عائشہؓ کی طرف چلے، ہم نے ان سے گھر میں داخل ہونے کی اجازت مانگی، انھوں نے اجازت دے دی، لہذا ہم لوگ ان کے گھر میں داخل ہوئے، انھوں نے پوچھا کیا حکیم ہو؟ (انھوں نے ان کو پہچان لیا)، انھوں نے جواب دیا ہاں، انھوں نے پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ حکیم نے جواب دیا میرے ساتھ سعد بن شام ہیں، انھوں نے پوچھا کون ہشام؟ حکیم نے جواب دیا عامر کے بیٹے ہشام، یہ سن کر انھوں نے ہشام کے لئے رحم کی دعا کی اور ان کے سلسلہ میں اچھی باتیں کہیں، (قتادہ کہتے ہیں کہ ہشام احد کی جنگ میں شہید ہوئے تھے) میں نے کہا اے ام المومنین مجھے نبی کریم ﷺ کے اخلاق کے بارے میں بتایئے، انھوں نے کہا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے جواب دیا کیوں نہیں، انھوں نے کہا قرآن ہی نبی کریم ﷺ کا اخلاق تھا، میں نے وہاں سے اٹھ کھڑے ہونے کا ارادہ کیا اور سوچا کہ اب موت تک کسی سے کچھ بھی نہیں پوچھوں گا، پھر میرے دل میں سوال پوچھنے کا خیال آیا تو میں نے کہا کہ مجھے نبی کریم ﷺ کے قیام کے بارے میں بتایئے، انھوں نے کہا......۔(مسلم)

حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ مروان نے انھیں حضرت ام سلمہؓ کے پاس یہ پوچھنے کے لئے بھیجا کہ اگر کسی شخص کو صبح کے وقت جنابت لاحق ہو جاتی ہے تو کیا وہ روزہ رکھے گا، انھوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کو صبح کے وقت جماع کے سبب نہ کہ احتلام کے سبب جنابت لاحق ہوتی لیکن آپ ﷺ نہ ہی روزہ چھوڑتے اور نہ ہی اس کی قضا کرتے۔(مسلم)

حضرت عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہؓ کہتے ہیں میں حضرت عائشہؓ کے پاس گیا اور ان سے کہا کیا آپ مجھ سے نبی کریم ﷺ کے مرض الموت کے بارے میں نہیں بتائیں گی؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں، نبی کریم ﷺ نے

بھاری پن محسوس کیا تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے جواب دیا نہیں اے اللہ کے رسول، لوگ آپ کا انتظار کررہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا میرے لئے ٹب میں پانی رکھ دو، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ہم لوگوں نے ایسا ہی کیا، آپ ﷺ نے غسل کیا، پھر آپ ﷺ کھڑے ہونے لگے، لیکن فوراً ہی بیہوش ہوگئے.... لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے عشاء کی نماز کے لئے نبی کریم ﷺ کا انتظار کررہے تھے...... نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو کہلا بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھادیں، ان کے پاس نبی کریم ﷺ کا قاصد آیا اور کہا کہ نبی کریم ﷺ آپ کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیتے ہیں، حضرت ابوبکرؓ بہت رقیق القلب انسان تھے، انھوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھادیں، حضرت عمرؓ نے ان سے کہا آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں، لہذا مرض کے دنوں میں حضرت ابوبکرؓ نے نمازیں پڑھائیں۔ پھر ایک دن نبی کریم ﷺ نے اپنی طبیعت میں کچھ ہلکا پن محسوس کیا تو آپ ﷺ ظہر کی نماز کے لئے دولوگوں کے سہارے نکلے، ان میں سے ایک حضرت عباسؓ تھے، اس وقت حضرت ابوبکرؓ لوگوں کو نماز پڑھارہے تھے، جب حضرت ابوبکرؓ نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو وہ پیچھے ہٹنے لگے، نبی کریم ﷺ نے اشارہ سے انھیں پیچھے ہٹنے سے منع کردیا، نبی کریم ﷺ نے ان دونوں لوگوں سے کہا مجھے تم دونوں ابوبکر کے بازو میں بٹھادو، راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے اور لوگ حضرت ابوبکرؓ کی اقتداء کررہے تھے، اس وقت نبی کریم ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے......۔(بخاری ومسلم)

حضرت ابوسلمہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص ابن عباسؓ کے پاس آیا، حضرت ابوہریرہؓ بھی انھیں کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اس شخص نے کہا آپ مجھے اس عورت کی عدت کے بارے میں بتائیے، جس نے اپنے شوہر کی وفات کے چالیس دنوں بعد بچہ جنا ہو، ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ لمبی مدت پوری کرے گی، میں نے اس وقت یہ آیت پڑھی: "وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن"، حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا میں اپنے بھتیجے یعنی ابوسلمہ کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں، حضرت ابن عباسؓ نے اپنے غلام کریب کو ام سلمہؓ کے پاس اس کے تعلق سے پوچھنے کے لئے بھیجا، انھوں نے کہا جب سبیعہ اسلمیہؓ کے شوہر شہید کئے گئے اس وقت وہ حاملہ تھیں، انھوں نے ان کی شہادت کے چالیس دنوں بعد بچہ جنا، پھر انھیں نکاح کا پیغام دیا جانے لگا، نبی کریم ﷺ نے ان کی شادی کردی، ابوالسنابل نے بھی ان کو شادی کا پیغام دیا تھا۔(بخاری ومسلم)

## چہارم: امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "مومن مرد اور مومن عورتیں، یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم

دیتے اور برائی سے روکتے ہیں......۔'' (سورۂ توبہ:۷۱)

علامہ رشید رضا نے تحریر کیا ہے کہ ''اس آیت کے ذریعہ مردوں اور عورتوں پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو لازم قرار دیا گیا ہے......عورتیں اپنے اس فریضہ سے واقف تھیں اور اس کے مطابق عمل بھی کیا کرتی تھیں''۔ اس بات کی تائید کہ عورتیں بھی اپنے اس فریضہ سے واقف تھیں اور اس پر عمل پیرا تھیں، طبرانی کی اس روایت سے ہو جاتی ہے جو انھوں نے یحییٰ بن ابوسلیم کے حوالہ سے نقل کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سمراء بنت نہیک (جنھوں نے نبی کریم ﷺ کا عہد پایا تھا) کو دیکھا، وہ ایک موٹی قمیص پہنے ہوئی تھیں اور ایک موٹی اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھیں، ان کے ہاتھ میں ایک عصا تھا، وہ لوگوں کو ادب و اخلاق سکھا رہی تھیں، نیک کاموں کے کرنے کا اور برے کاموں سے دور رہنے کا حکم دے رہی تھیں۔

## پنجم: نیکی اور بھلائی کے کام اور سوشل سروس تطوعاً انجام دینا:

### الف- مہاجرین کو مدد کی پیشکش کرنا:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب مکہ سے لوگ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو ان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا، انصار زمین و جائیداد والے لوگ تھے، انصار نے مہاجرین کے ساتھ اپنی زمین اور جائیداد اس طرح تقسیم کرلی کہ وہ انھیں ہر سال اپنے فائدہ میں شریک کرلیا کریں گے اور انھیں کام اور روزی روٹی کے مسئلہ سے بچالیں گے......حضرت انسؓ کی والدہ نے نبی کریم ﷺ کو کھجور کے باغات دیئے، نبی کریم ﷺ نے ان باغات کو ام ایمنؓ کو دے دیا......۔ (بخاری و مسلم)

### ب- اہل فضل و کرم کی ضیافت کرنا:

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ فرماتی ہیں......پھر مجھ سے نبی کریم ﷺ نے کہا کہ تم ام شریکؓ کے پاس چلی جاؤ، (ام شریک ایک مالدار انصاری خاتون تھیں، اللہ کی راہ میں بہت زیادہ خرچ کیا کرتی تھیں، ان کے پاس مہمان آکر ٹھہرا کرتے تھے) میں نے کہا میں ایسا ہی کروں گی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا تم ایسا نہ کرو، کیونکہ ام شریکؓ کے پاس بہت سے مہمان آتے ہیں......ایک روایت میں ہے: کیونکہ ام شریکؓ کے پاس مہاجرین اولین آیا کرتے ہیں۔ (مسلم)

### ج- مسجد کو ایک منبر ہدیہ کرنا:

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری عورت نے نبی کریم ﷺ سے کہا اے اللہ کے رسول کیا میں آپ کے بیٹھنے کے لئے کوئی چیز نہ بنادوں......لہذا اس عورت نے نبی کریم ﷺ کے لئے ایک منبر بنایا، جب جمعہ کا دن آیا تو نبی کریم ﷺ اس منبر پر بیٹھے۔(بخاری)

د-تطوعاً مسجد کی صفائی کرنا:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک کالا مرد مسجد میں جھاڑو دیتا تھا، یا ایک کالی عورت مسجد میں جھاڑو دیتی تھی (بخاری کی ایک روایت میں ہے: میرا خیال ہے کہ وہ عورت ہی تھی) اس کا انتقال ہو گیا، نبی کریم ﷺ نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو صحابہ کرامؓ نے بتایا کہ اس کا تو انتقال ہو گیا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم لوگوں نے مجھے اس کی موت کی خبر کیوں نہیں دی؟ مجھے اس کی قبر بتاؤ، پھر نبی کریم ﷺ اس کی قبر پر گئے اور اس کے لئے دعا کی۔(بخاری ومسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس عورت کا خود کو مسجد کی خدمت کے لئے وقف کر دینا جائز تھا، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس کے عمل کی تائید کی ہے۔

ھ-تطوعاً تیمارداری کرنا:

حضرت خارجہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ ان کی بیوی ام علاءؓ جنھوں نے نبی کریم ﷺ سے بیعت کی تھی، نے ان سے بتایا کہ جب انصار نے مہاجرین کی رہائش کے سلسلہ میں قرعہ اندازی کی تو ان کے گھر والوں کے حصہ میں حضرت عثمان بن مظعونؓ کا قرعہ نکلا، ام علاءؓ کہتی ہیں کہ ہمارے پاس رہنے کے دوران ہی حضرت عثمانؓ بیمار ہو گئے میں نے وفات تک ان کی تیمارداری کی، ہم لوگوں نے انھیں ان کے کپڑوں میں ہی دفن کر دیا۔(بخاری)

و- جنگ کے اختتام کے بعد زخمیوں کی دیکھ بھال کرنا:

حضرت ابو حازم کہتے ہیں کہ انھوں نے کسی کو حضرت سہل بن سعدؓ سے نبی کریم ﷺ کے زخموں کے بارے میں سوال کرتے ہوئے سنا، حضرت سہلؓ نے کہا خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ کون نبی کریم ﷺ کے زخم کو دھل رہا تھا، کون پانی ڈال رہا تھا اور کس طرح نبی کریم ﷺ کا علاج کیا گیا؟ انھوں نے کہا نبی کریم ﷺ کی لخت جگر حضرت فاطمہؓ زخم دھل رہی تھیں اور حضرت علی بن ابی طالبؓ ڈھال سے پانی ڈال رہے تھے، جب حضرت فاطمہؓ نے

دیکھا کہ پانی سے خون بڑھتا ہی چلا جارہا ہے تو انھوں نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لیا، اسے جلایا پھر اسے زخم کی جگہ پر لگا دیا۔ اس طرح خون رک گیا، آپ ﷺ کے سامنے کے دو دانت شہید ہو گئے تھے، آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر زخم آ گیا تھا اور آپ ﷺ کے سر پر خود ٹوٹ گئی تھی۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میرے چچا انس بن نضرؓ بدر کی جنگ میں شریک نہیں ہو سکے تھے، انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ ﷺ نے مشرکین نے جو سب سے پہلی جنگ لڑی اس میں میں شریک نہیں ہو سکا، اگر اللہ نے مجھے مشرکین کے ساتھ جنگ کرنے کا کوئی موقع دیا تو وہ میرے کارناموں کو دیکھ لے گا، جب احد کے دن مسلمان پسپا ہونے لگے تو انھوں نے کہا اے اللہ صحابہ کرامؓ نے جو کچھ کیا میں اس سلسلہ میں آپ سے معذرت مانگتا ہوں، اور مشرکین نے جو کچھ کیا ہے اس سے خود کو علیحدہ کرتا ہوں۔ پھر وہ آگے کی جانب بڑھے، ان کی ملاقات حضرت سعد بن معاذؓ سے ہوئی، انھوں نے ان سے کہا اے سعد بن معاذؓ خدا کی قسم میں احد کے اس پار سے جنت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں، حضرت سعد کہتے ہیں، اے اللہ کے رسول جو کچھ انھوں نے کیا وہ میں نہ کر سکا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں ہم نے دیکھا کہ ان کے جسم پر تلوار، نیزے اور تیر کے اسی سے زائد زخم ہیں اور وہ شہید ہو چکے ہیں، مشرکین نے ان کا مثلہ کر دیا تھا، ان کو صرف ان کی بہن ان کی انگلیوں کے ذریعہ پہچان سکیں۔ (بخاری و مسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ طبری نے ابوحازم کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جب احد کے دن مشرکین واپس ہو گئے تو عورتیں نکل کر صحابہ کرامؓ کے پاس ان کی معاونت کے لئے گئیں۔ ان عورتوں میں حضرت فاطمہؓ بھی شامل تھیں۔

## ششم: عورتوں کی معاشرتی سرگرمیوں کے بعض ایسے واقعات جن میں مردوں سے ان کی ملاقات نہیں ہوئی:

### الف- خیر کی راہوں میں عطیہ دینا:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی کچھ بیویوں نے ان سے پوچھا کہ ہم میں سے کون سب سے پہلے آپ سے آ کر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ جس کے ہاتھ تم میں سب سے لمبے ہوں گے، ان بیویوں نے ایک لکڑی لی اور اس سے اپنے اپنے ہاتھ ناپنے لگیں، حضرت سودہؓ کا ہاتھ سب سے لمبا نکلا، لیکن (حضرت زینب بنت جحشؓ کے انتقال کے بعد) ہمیں محسوس ہوا کہ ہاتھ کے لمبا ہونے سے مراد سب سے زیادہ صدقہ کرنے والا تھا، حضرت زینبؓ ہم بیویوں میں سب سے پہلے نبی کریم ﷺ سے جا کر مل گئیں، وہ بہت صدقہ کیا کرتی تھیں۔ ایک

روایت میں ہے: وہ جس عمل اور کام کے ذریعہ صدقہ کیا کرتی تھیں اور جس کے ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کیا کرتی تھیں وہ اسے اپنی ذات کے لئے بہت کمتر اور حقیر گردانا کرتی تھیں۔(بخاری ومسلم)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں...... نبی کریم ﷺ اپنی اہلیہ حضرت زینبؓ کے پاس آئے، وہ اس وقت کھال کو دباغت دے رہی تھیں......۔(مسلم)

حافظ ابن حجرؒ تحریر کرتے ہیں کہ حاکم نے اپنی کتاب مستدرک کے باب المناقب میں حضرت عائشہؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ...... حضرت زینبؓ اپنے ہاتھ سے کام کیا کرتی تھیں، وہ کھال کو دباغت دیتی تھیں، اسے سلتی تھیں اور اللہ کی راہ میں صدقہ کیا کرتی تھیں...... حاکم نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

## ب- پڑوسیوں کی خدمت کرنا:

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ مجھ سے زبیرؓ نے شادی کی، ان کے پاس نہ ہی کوئی مال ودولت تھی، نہ ہی کوئی غلام تھا اور نہ ہی کچھ اور تھا، ہاں ان کے پاس پانی لانے کا ایک اونٹ اور ایک گھوڑا تھا، میں ان کے گھوڑے کو چارہ دیا کرتی تھی، پانی لایا کرتی تھی، ان کے ڈول کو سل دیا کرتی تھی، اور آٹا گوندھا کرتی تھی، مجھے اچھی طرح سے روٹی بنانی نہیں آتی تھی، میری کچھ انصاری پڑوسی عورتیں میرے لئے روٹی بنا دیا کرتی تھیں، وہ بہت ہی اچھی عورتیں تھیں......۔(بخاری ومسلم)

## ج- تقریبات کے لئے کپڑے عاریتاً لینا:

حضرت عبدالواحد بن ایمنؒ کہتے ہیں میں حضرت عائشہؓ کے پاس گیا، وہ ایک سوتی کی قمیص پہنے ہوئی تھیں، جس کی قیمت پانچ درہم تھی، حضرت عائشہؓ نے فرمایا...... نبی کریم ﷺ کے عہد میں میرے پاس ایسی ہی ایک قمیص تھی، مدینہ کی جو عورت بھی زیب وزینت اختیار کرنا چاہتی وہ مجھ سے وہ قمیص عاریتاً مانگ بھیجتی۔(بخاری)

## د- ناخواندگی کو ختم کرنے اور تعلیم کے فروغ میں حصہ داری:

حضرت شفاء بنت عبداللہؓ فرماتی ہیں ہمارے پاس نبی کریم ﷺ آئے، میں اس وقت حضرت حفصہؓ کے پاس تھی، نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کیا تم اسے نملہ ایک قسم کا مرض) کا رقیہ نہیں سکھاؤ گی جس طرح کہ تم

نے اسے لکھنا سکھایا ہے؟ (احمد وابوداؤد)

## عورت کی معاشرتی سرگرمیوں سے متعلق بعض جدید معاشرتی مظاہر

۱- تعلیم کے فروغ، تنوع، اس کے مراحل کے تعدد اور لڑکوں ولڑکیوں ہر ایک کے لئے تعلیم کے عام ہوجانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ عورت متعدد معاشرتی سرگرمیوں کو انجام دینے پر قادر ہوگئی۔

۲- اب اجتماعیت کی روح کو فروغ حاصل ہوا ہے اور عمومی ادارے قائم کئے جانے لگے ہیں، یہ صورتحال دراصل میڈیا اور ٹرانسپورٹیشن کے نظام کی ترقی کے ساتھ ساتھ تعلیم کے عام ہوجانے کا نتیجہ ہے، مختلف شعبہائے زندگی میں اجتماعیت کی روح عام ہوچکی ہے، فکر وتحقیق کے میدان میں علمی مجلسیں اور بحث وتحقیق کے ادارے قائم کئے جاچکے ہیں، معاشیات کے میدان میں شیئرز وانشورنس کی کمپنیاں اور پبلک سیکٹر کی کمپنیاں قائم کی جاچکی ہیں، بزنس کے میدان میں بھی پروفیشنل ریگولیٹری بورڈس قائم ہوگئے ہیں، سیاست کے میدان میں سیاسی جماعتیں بن گئی ہیں، لہذا یہ ایک فطری تقاضہ تھا کہ معاشرتی سرگرمی کے میدان میں بھی متعدد ادارے قائم ہوں، اس کے لئے جہاں اس بات کی ضرورت ہے کہ نیکوکار اور صالح مرد اس جانب اپنی محنتیں صرف کریں وہیں اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ صالح ونیکوکار عورتیں بھی اس جانب اپنی محنتیں صرف کریں۔

۳- ہم لوگ عمومی پسماندگی کا شکار ہیں، خصوصاً ہمارے وہ معاشرے پسماندگی کا شکار ہیں جہاں فقر، جہالت، مرض اور انحراف بہت عام ہیں، جہاں لاپروائی اور بدنظمی کا دور دورہ ہے، اس صورتحال کے پیش نظر اس کی شدید ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ معاشرتی سرگرمیوں کی مختلف شکلوں کو فروغ دیا جائے، انھیں تمام گاؤں اور شہروں تک عام کیا جائے، اس کام میں مرد وعورت ہر ایک کو تعاون کرنا چاہئے، تاکہ پسماندگی کی ذلت ورسوائی اور اس کی تباہ کاریاں کم ہوسکیں اور معاشرہ کو ترقی حاصل ہوسکے۔

۴- ایک ایسا معاشرتی مظہر بھی ہے جو ابھی ابتدائی مراحل میں ہے، وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان مرد اور مسلمان عورت ہونے کی حیثیت سے معاشرہ کے تعلق سے جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اس کا دینی احساس وشعور بیدار ہوا ہے، اس کے ساتھ ساتھ یہ شعور بھی بیدار ہوا ہے کہ اس ذمہ داری کی تکمیل کے لئے باہمی تعاون بہت اہم اور ضروری ہے۔

## موجودہ معاشرتی سرگرمی اور اس میں عورت کے رول کا تعارف:

☆ ہر وہ سرگرمی مسلمان کے لئے معاشرتی سرگرمی شمار ہوتی ہے جو اجتماعیت کے ساتھ انجام دی جائے اور

جس کا مقصد لوگوں کو ان کی معاشرتی زندگی میں (خواہ اس کا تعلق تہذیب وثقافت سے ہو یا تعلیم سے ہو یا صحت سے ہو یا ورزش سے ہو یا تفریح وجمالیات سے ہو) یا فقراء ومساکین کو مالی امداد فراہم کرنے سے ہو خیر وبھلائی سے ہمکنار کرنا ہو۔

☆ مسلمان مرد اور عورت جو بھی معاشرتی اور انسانی سرگرمی انجام دیتے ہیں حتی کہ وہ جو بھی تفریح کرتے ہیں ان سب کا شمار عبادت کے وسیع مفہوم میں ہوتا ہے، لیکن ایسا اس وقت تک ہوتا ہے جب تک مسلمان کا اللہ پر کامل ایمان برقرار رہے اور اس کی نیت صالح رہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ''میں نے جن وانس کو صرف اپنی ہی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے''۔ (سورۂ ذاریات: ۵۶)

☆ خدمت اور بھلائی ونیکی کے میدان میں معاشرتی سرگرمی کی خوبی یہ ہے کہ جب مختلف عمومی اداروں کی جانب سے مختلف خدمات کی شکلوں میں فقراء ومساکین کی امداد کی جاتی ہے تو ان کی عزت نفس محفوظ رہتی ہے، اس کے برعکس اگر کچھ افراد صدقات کے ذریعہ ان کی امداد کرتے ہیں تو فقراء ومساکین ان لوگوں کو اپنا محسن سمجھنے لگتے ہیں۔

☆ معاشرتی سرگرمیوں میں دو قسم کے لوگ شریک ہوتے ہیں، اول وہ لوگ جو اس سرگرمی کی نگرانی کرتے ہیں اور اس میں اپنا مال اور وقت صرف کرتے ہیں، دوم وہ لوگ جو اس سرگرمی سے استفادہ کرتے ہیں، ہم یہاں پر مالی امداد لینے اور دینے کے مثبت نتیجہ کی اہمیت پر زور دینا چاہتے ہیں، جو شخص علم حاصل کرنے، ترقی کرنے اور قدرت حاصل کرنے کے لئے امداد نہیں لے گا وہ خود کبھی امداد فراہم نہیں کرسکتا، جو شخص کمزور وناتواں، جاہل اور عاجز ہو وہ امداد کیسے فراہم کرسکتا ہے! لہذا اس کا مطلب یہ ہوا جو شخص آج امداد لے رہا ہے اس سے یہ توقع ہے کہ کل وہ خود امداد فراہم کرنے لگے گا۔

☆ معاشرتی سرگرمی کا مقصد خیر وبھلائی اور داد ودہش کے دروازہ کو مکمل طور پر کھولنا ہے، حتی کہ مسلمان مرد وعورت اپنی اپنی صلاحیت واستعداد کے مطابق خرچ کرسکیں، جب نبی کریم ﷺ نے مردوں کو صدقہ کا حکم دیا تو حضرت ابومسعود انصاریؓ نے بازار جاکر باربرداری کا کام کیا اور صدقہ کیا، دوسری جانب خواتین میں بھی یہ مثال ملتی ہے کہ حضرت زینب بنت جحشؓ اپنے ہاتھوں سے کام کیا کرتی تھیں اور صدقہ کیا کرتی تھیں۔

☆ اگر ایک جانب مرد کا کام درحقیقت ملازمت کرنا اور عورت کا کام گھریلو کام کاج کرنا ہے تو وہیں دوسری

جانب معاشرتی سرگرمی مرد وعورت دونوں کے درمیان مشترک ہے، بلکہ اس سلسلہ میں عورت پر زیادہ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، اس کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:

الف- عورت کے پاس شعور ووجدان کی طاقت ہوتی ہے، اس کا دل بہت نرم ہوتا ہے اور وہ بہت مشفق ومہربان ہوتی ہے۔

ب- عورت کبھی کبھی معاشرتی سرگرمی کے میدان کو اپنی ملازمت کے لئے منتخب کرتی ہے، کیونکہ یہ میدان اسے اپنے خاص حالات کے موافق محسوس ہوتا ہے۔

ج- لوگوں کے ساتھ گھل مل جانے کے لئے، اپنی صلاحیتوں کو بڑھانے ونکھارنے کے لئے اور ساتھ ہی ساتھ معاشرہ کے تعلق سے اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے گھر میں رہنے والی عورتوں (ہاؤس وائیوز) کے سامنے معاشرتی سرگرمی کا میدان ایک کھلا ہوا میدان ہے، عورتوں کے تعلق سے معاشرتی سرگرمی کا ایک رخ یہ ہے اور دوسرا رخ یہ بھی ہے کہ گھریلو کام کاج سے فارغ ہونے کے بعد ان معاشرتی سرگرمیوں میں مشغول ہو جانے سے ان عورتوں کے وقت کا صحیح استعمال ہو جاتا ہے اور وقت اچھی طرح سے اور اچھے کام میں کٹ جاتا ہے۔

د- عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کی خدمت کرنے کی عورت کے اندر بہت زیادہ صلاحیت ہوتی ہے۔

☆ زمان ومکان اور سرگرمی کے میدانوں کے تنوع ہر لحاظ سے معاشرتی سرگرمی کی چند ایسی خصوصات ہیں جن کے سبب انہیں عورت کی شرکت آسان ہو جاتی ہے، معاشرتی سرگرمی سے متعلق ادارہ محلّہ ہی میں ہوا کرتا ہے، عورت اس میں اپنی فرصت اور فارغ اوقات کے مطابق شرکت کرسکتی ہے، اسی طرح عورت اپنی طاقت ووسعت اور صلاحیت واستعداد کے بقدر اپنے علم، مال اور خدمت کو معاشرتی سرگرمی کی خاطر پیش کرسکتی ہے۔

☆ حضرت عائشہؓ نے ایک خاتون کی تعریف کرتے ہوئے ان کے تعلق سے کیا خوب کہا ہے: ''میں نے کبھی بھی حضرت زینب بنت جحشؓ سے بڑھ کر دیندار کسی کو نہیں دیکھا، میں نے کسی کو ان سے بڑھ کر اپنے اس عمل کو حقیر اور کمتر گرداننے والا نہیں دیکھا جس عمل کے ذریعہ وہ صدقہ کیا کرتی تھیں اور جس کے ذریعہ وہ اللہ کا تقرب حاصل کیا کرتی تھیں۔'' موجودہ دور کی عورت کو حضرت زینبؓ کی پیروی کرنی چاہئے جو راہ خدا میں معاشرتی سرگرمی کے میدانوں میں کام کیا کرتی تھیں۔

## موجودہ دور میں عورت کی معاشرتی سرگرمی سے متعلق شرعی ہدایات

### پہلی ہدایت:

معاشرہ کے لئے خیر و بھلائی کا کام کرنے کا مطالبہ عورت سے بھی اسی طرح کیا گیا ہے جس طرح مرد سے کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور تم سب نیک کام کرو تا کہ تم کو فلاح نصیب ہو''۔ (سورۂ حج: ۷۷) اس سلسلہ میں تمام لازمی ترتیب (یعنی خیر و بھلائی کا کام سب سے پہلے اپنی ذات سے شروع کیا جائے، پھر گھر والوں کے درمیان کیا جائے، پھر معاشرہ میں کیا جائے پھر حکومت تک پہنچا جائے) کا خیال رکھنا ضروری ہے، یہ اس لئے ضروری ہے تا کہ معاشرہ کی ترقی میں عورت اپنا رول ادا کر سکے، اس کے ساتھ ساتھ وہ معاشرہ کے تعلق سے بھی اپنی ذمہ داریاں ادا کرتی رہے اور گھر و بچوں کی ذمہ داریاں بھی ادا کرتی رہے، اور یہ اس طرح ہو کہ کسی کی بھی حق تلفی نہ ہو سکے، معاشرہ اور گھر کی ذمہ داریوں کے درمیان توازن قائم کرنا آسان ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور جو نیک عمل کرے گا، خواہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، تو ایسے ہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرہ برابر حق تلفی ہونے نہ پائے گی۔'' (سورۂ نساء: ۱۲۴) ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''مومن مرد اور مومن عورتیں، یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں''۔ (سورۂ توبہ: ۷۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''...... جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو''۔ (سورۂ مائدہ: ۲)، ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''لوگوں کی خفیہ سرگوشیوں میں اکثر و بیشتر کوئی بھلائی نہیں ہوتی، ہاں اگر کوئی پوشیدہ طور پر صدقہ وخیرات کی تلقین کرے یا کسی نیک کام کے لئے یا لوگوں کے معاملات میں اصلاح کے لئے کسی سے کچھ کہے تو یہ البتہ بھلی بات ہے......'' (سورۂ نساء: ۱۱۴)

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم مومنوں کو باہمی جذبۂ رحم، محبت اور مودت کے سلسلہ میں جسم کی طرح پاؤ گے کہ جب جسم کے کسی ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو اس کی خاطر تمام جسم راتوں کو جاگتا ہے اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک مومن دوسرے مومن کے لئے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو تقویت پہنچاتا ہے...... نبی کریم ﷺ نے (اس وقت) اپنی انگلیوں کو آپس میں ملالیا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا میں آپ سے

اسلام پر بیعت کرتا ہوں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اور ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی کا جذبہ رکھنے پر (بھی بیعت کرو) لہذا میں نے اس بات پر بھی آپ ﷺ سے بیت کر لی۔ (بخاری و مسلم)

حضرت تمیم الداریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا دین خیر خواہی کا نام ہے، ہم لوگوں نے سوال کیا کس کے لئے خیر خواہی کی جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے لئے، اس کی کتاب کے لئے، اس کے رسول کے لئے مسلمانوں کے ائمہ اور عوام کے لئے۔ (مسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ عامۃ المسلمین کے لئے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ شفقت ومحبت کا معاملہ کیا جائے، ان کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کی جائے، ان کو ایسی چیزیں سکھائی جائیں جن سے ان کو فائدہ حاصل ہو، ان سے تکلیف دہ چیزوں کو دور کیا جائے، ان کے لئے وہی چیزیں پسند کی جائیں جو خود کے لئے پسند ہوں اور ان کے لئے بھی وہ چیزیں ناپسند کی جائیں جو خود کے لئے ناپسند ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے، وہ نہ ہی اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے (مصائب ومشکلات کے) حوالہ کرتا ہے، جو شخص اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے، جو شخص کسی مسلمان کی کسی پریشانی کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کی کوئی پریشانی دور کردے گا، اور جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کے عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کے عیوب کی پردہ پوشی کرے گا۔ (بخاری و مسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں وارد جملہ ''اور نہ ہی اسے حوالہ کرتا ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسے مصائب ومشکلات اور تکلیف دہ چیزوں کے حوالہ نہیں کرتا ہے بلکہ وہ اس کی مدد کرتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے، یہ کام حالات کے اعتبار سے کبھی تو واجب ہوتا ہے اور کبھی مستحب ہوتا ہے۔

ہم ''اور نہ ہی اسے حوالہ کرتا ہے'' کے مفہوم میں یہ اضافہ کر سکتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ مسلمان دوسرے مسلمان کو بچاتا ہے اور اسے ہلاک نہیں ہونے دیتا ہے، ہلاکت کے مفہوم میں بہت سی چیزیں شامل ہیں، مثلاً مسلمان کو مہلک مرض سے، بہت ہی زیادہ فقر وتنگدستی سے، جہالت اور فارغ اوقات سے بچانا۔

حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر مسلمان پر صدقہ کرنا واجب ہے، صحابہ کرامؓ نے پوچھا اگر کسی مسلمان کے پاس کچھ بھی نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اسے چاہئے کہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرے، خود کو بھی فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی کرے، صحابہ کرام نے کہا اگر کوئی شخص یہ بھی نہ کر سکتا ہو تو؟ آپ

ﷺ نے فرمایا تب پھر اسے کسی ضرور تمند ومحتاج کی مدد کر دینی چاہیے، صحابہ کرامؓ نے کہا اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا تب پھر اسے معروف کا حکم دینا چاہیے، صحابہ کرامؓ نے کہا اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ برائی سے رکا رہے تو یہی اس کے لئے صدقہ ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر انسان کے ہر جوڑ پر روزانہ صدقہ واجب ہے، کوئی شخص دولوگوں کے درمیان انصاف کرادیتا ہے تو یہ بھی صدقہ ہے، کوئی شخص جانور پر سوار ہونے میں کسی کی مدد کرتا ہے اور اسے اس پر سوار کردیتا ہے، یا اس پر اس کے سامان کو رکھوا دیتا ہے تو یہ اس کے لئے صدقہ ہے، اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے، نماز کے لئے مسجد کی طرف اٹھنے والا ہر قدم صدقہ ہے، راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹا دینا صدقہ ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ نے پوچھا کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا سب سے افضل عمل اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا ہے، میں نے کہا کس غلام کو آزاد کرنا سب سے افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایسے غلام کو آزاد کرنا افضل ہے جو سب سے زیادہ قیمتی ہے اور جو اپنے مالک کو سب سے زیادہ پسند ہو، میں نے کہا اگر میں ایسا نہ کرسکوں، آپ ﷺ نے فرمایا ایسی صورت میں کسی گم گشتہ راہ کی مدد کرو یا کسی بیوقوب ونادان کے لئے کام کردو۔ میں نے کہا، اگر میں ایسا نہ کرسکوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھو، یہی تمہاری ذات کے لئے صدقہ ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ چالیس اوصاف میں سب سے افضل وصف دودھ والی بکری بطور عطیہ دینا ہے، جو شخص بھی ان چالیس اوصاف میں سے کسی وصف پر ثواب کی امید میں اور اس پر کئے جانے والے وعدہ کی تکمیل کی امید میں عمل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں ضرور داخل کرے گا۔ (بخاری)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو مسلمان بھی کوئی درخت یا پودا لگاتا ہے پھر اسے کوئی پرندہ یا انسان یا جانور کھاتا ہے تو یہ اس شخص کے حق میں صدقہ شمار ہوتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایمان کے ستر سے کچھ زیادہ شعبے ہیں، سب سے افضل شعبہ کلمہ طیبہ ہے، اور سب سے کمتر شعبہ راہ سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا ہے، حیاء وشرم بھی ایمان ہی کا ایک شعبہ ہے۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایک شخص ایک راستہ پر چلا جا رہا تھا کہ اسے راستہ پر ایک کانٹے دار شاخ نظر آئی، اس نے اس شاخ کو اٹھالیا (اور اسے الگ ڈال دیا)، اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور اس کی مغفرت کردی۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایک شخص چلا جا رہا تھا، اسے سخت پیاس محسوس ہوئی، وہ ایک کنویں میں اترا، پانی پیا اور پھر کنویں سے نکل آیا، کنویں سے نکلتے وقت اس نے دیکھا کہ وہیں پر ایک کتا کھڑا ہانپ رہا ہے، اور پیاس کی شدت کے سبب مٹی کھا رہا ہے، اس نے کہا کہ اس کتے کو بھی میری ہی طرح پیاس لگی ہے، لہٰذا اس نے اپنے خف (چمڑے کا موزہ) کو پانی سے بھرا، پھر اسے اپنے منہ سے پکڑا اور کنویں میں چڑھ کر باہر آیا اور اس نے کتے کو پانی پلایا، اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے اس عمل کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور پھر اس کی مغفرت فرمادی، صحابہ کرامؓ نے پوچھا اے اللہ کے رسول کیا ہمیں جانوروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے پر بھی اجر وثواب ملتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ہر ذی روح کے ساتھ اچھا سلوک کرنے پر اجر وثواب ملتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک کنویں کی منڈیر پر ایک کتا چکر لگا رہا تھا، قریب تھا کہ وہ پیاس سے ہلاک ہوجائے، بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت کی اس پر نظر پڑ گئی (اس کو اس پر رحم آیا) اس نے اپنا خف (چمڑے کا موزہ) اتارا، اور اس میں پانی بھر کر اسے پانی پلایا۔ اس کے اس عمل کے عوض اللہ نے اس کی مغفرت فرمادی۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر شخص سے اللہ رب العزت بات کرے گا، اس کے درمیان اور اللہ کے درمیان کوئی بھی ترجمان نہیں ہوگا، بندہ دائیں جانب دیکھے گا تو اسے صرف اپنے اعمال نظر آئیں گے، بائیں جانب دیکھے گا، تو وہاں بھی اسے صرف اپنے اعمال نظر آئیں گے، سامنے دیکھے گا تو اسے جہنم کی آگ نظر آئے گی۔ لہٰذا تم لوگ جہنم کی آگ سے بچو، کھجور کے ایک ٹکڑے کو صدقہ کر کے ہی سہی۔ ایک روایت میں ہے: جس کے پاس کھجور کا ایک ٹکڑا بھی نہ ہو وہ اچھی بات کے ذریعہ جہنم کی آگ سے بچے۔ (بخاری ومسلم)

نوٹ: ان تمام احادیث میں اگرچہ تذکیر کے صیغے استعمال ہوئے ہیں لیکن مذکورہ بالا تمام احکامات ومسائل میں مرد وعورت دونوں ہی شامل ہیں۔

## دوسری ہدایت:

عام حالات میں خیر و بھلائی کے کام کرنا اور اس میں تعاون کرنا مستحب ہے یہ یہ کام کبھی کبھی فرض عین بھی ہو جاتا ہے اور کبھی فرض کفایہ بھی ہو جاتا ہے، باشعور مسلمان عورت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرتی میدان میں ایسے امور کی تلاش وجستجو میں رہے جو عورت پر فرض کفایہ ہوں، مثلاً عورتوں ولڑکیوں کی نگہبانی ونگہداشت کرنا، بچوں خصوصاً یتیموں کی دیکھ بھال کرنا۔

عام حالات میں خیر و بھلائی کے مستحب کام کرنا اور لوگوں کا تعاون کرنا ایک ایسا وسیع میدان ہے جو ہر معاشرہ کے اہل خیر حضرات کے اجتہاد کے لئے کھلا ہوا ہے، پہلی ہدایت کے ضمن میں اس سلسلہ کی بہت سی مثالیں گذر چکی ہیں، عہد نبوی کی عورت کی معاشرتی سرگرمیوں میں شرکت سے متعلق بحث میں بھی اس کی کچھ مثالیں گذر چکی ہیں۔

جس طرح عورت کے لئے یہ مستحب ہے کہ وہ اچھی معاشرتی سرگرمی میں شرکت کرے اور اس میں اپنا وقت اور محنت صرف کرے، اسی طرح اس کے لئے یہ بھی مستحب ہے کہ اگر اس کے پاس مال ہوتو وہ اس راہ میں اپنا مال خرچ کرے، اگر اس کے پاس اپنا مال نہ ہوتو اپنے شوہر کے مال میں سے معروف طریقہ سے خرچ کرے۔

حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں میں نے کہا اے اللہ کے رسول میرے پاس تو صرف وہی مال ہوتا ہے جو مجھے زبیرؓ دیتے ہیں تو کیا میں صدقہ کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا صدقہ کرو اور بخل سے کام نہ لو، کیونکہ ایسی صورت میں تمہارے ساتھ بھی بخل سے کام لیا جائے گا۔ ایک روایت میں ہے: حسب اطاعت خرچ کرو۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی عورت اپنے گھر کا کھانا اور غلہ خرچ کرتی ہے اور اس میں گڑبڑی نہیں کرتی ہے تو اسے خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے اور شوہر کو کمانے کا ثواب ملتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

افسوس کی بات یہ ہے کہ معاشرتی میدان میں جو چیزیں فرض کفایہ ہیں وہ عموماً ایسے پسماندہ معاشروں میں ضائع ہو جاتی ہیں جہاں لوگوں کی ضرورتیں بہت زیادہ ہوتی ہیں، جہاں جود وسخا اور خرچ کرنے کی روح کمزور ہوتی ہے اور جہاں مروئت نہیں پائی جاتی ہے، ہمارے معاشرے ترقی کی راہوں کے متلاشی ہیں، ان معاشروں کے تمام افراد، خواہ وہ مرد ہوں یا عورت، کو معاشرہ کی ضرورتوں کے سلسلہ میں اپنی شرعی ودینی ذمہ داری کو محسوس کرنا چاہیے۔ اگر معاشرہ کی یہ ضرورتیں اور حاجتیں پوری نہیں کی جاسکیں تو ہم سب یکساں طور پر معاشرہ کی پسماندگی کے

ذمہ دار ہوں گے،ہمیں مسلم معاشرہ کے احیاء اور فروغ کی راہ میں کوشش کرنے سے پیچھے ہٹنے والا شمار کیا جائے گا اور قیامت کے دن ہم سب سے اللہ تعالیٰ محاسبہ کرے گا، بسا اوقات لوگ فرض کفایہ کے سلسلہ میں دینی جوابدہی سے بھاگتے ہیں، یہ اس جہالت کا نتیجہ ہے جس کا سبب تنہائی پسندی اور عزلت نشینی ہے جس کی شکار بہت سی عورتیں ہیں، کبھی کبھی اس جہالت کا سبب معاشرہ کی ضرورتیں اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے مصائب ومشکلات ہوتے ہیں، ان سب کا نتیجہ ذمہ داریوں اور فرائض سے بھاگنے کی شکل میں نکلتا ہے، جو شخص فرض کفایہ کے سلسلہ میں علم رکھتا ہو، اس کی اہمیت سے واقف ہو اور اس کی ادائیگی پر قادر ہو اس کے لئے فرض کفایہ فرض عین کا درجہ حاصل کر لیتا ہے، معاشرتی سرگرمی کے میدان میں بعض امور ایسے ہیں جو درحقیقت مردوں پر فرض ہیں، لیکن معاشرہ کی دگرگوں صورتحال اور ہوشمند و باہمت مردوں کی کمی کے پیش نظر یہ فرائض ایسی عورتوں کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں جن کو اللہ نے عقل وشعور اور فہم وبصیرت سے نوازا ہے، عورت کی ملازمت میں شرکت سے متعلق دسویں ہدایت میں میں نے فرض کفایہ میں کوتاہی کرنے کے سلسلہ میں امام الحرمین شیخ الجوینی کے جو الفاظ نقل کئے ہیں آپ ان کی طرف ایک مرتبہ پھر سے رجوع کریں۔

## تیسری ہدایت:

اگر معاشرتی سرگرمی عورت کے حق میں بہتر ہو اور اس کی عقلی، روحانی اور معاشرتی شخصیت کے ارتقاء اور نمو کا سبب بن رہی ہو تو ایسی معاشرتی سرگرمی کو انجام دینا عورت کے لئے مستحب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یاد رکھو اللہ کی آیات اور حکمت کی ان باتوں کو جو تمہارے گھروں میں سنائی جاتی ہیں، بے شک اللہ لطیف اور باخبر ہے''۔ (سورۂ احزاب: ۳۴)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں نبی کریم ﷺ اپنی بیویوں سے علیحدہ رہتے، راتوں کو خود بھی جاگتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے۔ (بخاری ومسلم)

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں اس جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ عورت کو قرآن کریم کی تلاوت، اس میں تدبر وتفکر اور علم وحکمت کے حصول کے ذریعہ اپنی شخصیت کو پروان چڑھانا چاہئے، اسی طرح مذکورہ بالا حدیث میں عورت کو راتوں میں خصوصاً رمضان کے اخیر عشرہ کی راتوں میں جاگنے اور تہجد پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ پانچویں فصل میں ہم مسجد میں عورت کی شرکت سے متعلق بحث کا ذکر کر چکے ہیں، وہاں یہ بات گذر چکی ہے کہ مسلمان عورت عبادتی وثقافتی سرگرمیوں میں شرکت کے ذریعہ اپنی شخصیت کو پروان چڑھانے اور نکھارنے کی بہت زیادہ حریص ہوتی تھی،

وہ مسجد میں اعتکاف کیا کرتی تھی، تراویح کی نماز پڑھنے آیا کرتی تھی، سورج گرہن کی نماز میں شریک ہوا کرتی تھی اور ساتھ ہی ساتھ جمعہ کی نماز میں بھی شریک ہوا کرتی تھی۔

نماز جمعہ کی اہمیت کے پیش نظر ( کیونکہ وہ عورت کی شخصیت کو پروان چڑھانے میں معاون ہوتی ہے، انھیں ہر ہفتہ روحانی، عقلی اور معاشرتی غذا فراہم کرتی ہے ) اور اس کی اہمیت کے باوجود عورتوں کی جانب سے اس میں شریک ہونے سے غفلت برتنے کے رویہ کے پیش نظر ہم یہاں پر ان باتوں کو بالتفصیل بیان کرنا چاہتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے لئے نماز جمعہ میں شرکت کرنا مستحب ہے، جدید دور کی تعبیر کے مطابق ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ نماز جمعہ ایک معاشرتی سرگرمی ہے جو بہت منظّم طریقہ سے منعقد کی جاتی ہے، نماز جمعہ کے ذریعہ عورتوں کے دلوں اور عقلوں کو بیدار کرنے اور انھیں ان کی عزلت پسندی سے نکالنے کے سلسلہ میں بہت اہم کام لیا جاسکتا ہے، نماز جمعہ کے ذریعہ عورتوں کے اندر شعور اور پختگی پیدا ہوتی ہے، خصوصاً اس وقت اس کے امکانات بہت زیادہ بڑھ جاتے ہیں، جب کہ جمعہ کے خطبہ میں لوگوں کے معاشی، معاشرتی اور سیاسی مسائل کے حل بتائے جائیں اور اس میں عالم عرب اور عالم اسلام کے مسائل پر گفتگو کی جائے۔

ہم ذیل میں بعض ایسے قدیم فقہاء کی آراء سے بحث کریں گے، جو اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ عورت نماز جمعہ سے دور رہے، اسی کے ساتھ ہم ایسی احادیث اور علماء کے اقوال بھی پیش کریں گے جن سے نماز جمعہ میں عورت کی شرکت کی تائید ہوتی ہو، اس سلسلہ میں ہم بعض ایسے عقلی اور شرعی مسلمات بھی پیش کریں گے جن کا سبھی اعتراف کرتے ہیں:

الف-المہذب کی شرح المجموع میں امام نووی تحریر کرتے ہیں:

''ہمارے فقہاء فرماتے ہیں کہ جمعہ کی نماز چھوڑنے کے سلسلہ میں جسے معذور سمجھا گیا ہے اس کی دو قسمیں ہیں، اول، ایسا معذور جسے اپنے عذر کے ختم ہو جانے اور جمعہ کی نماز فرض ہو جانے کی توقع ہو جیسے غلام، مریض اور مسافر وغیرہ، ان جیسے معذوروں کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جمعہ سے قبل ظہر پڑھ لیں، لیکن ان کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ نماز ظہر کو اس وقت تک موخر کریں جس وقت کے بعد انھیں جمعہ ملنے کی توقع نہ ہو رہ جائے، دوم ایسا معذور جسے اپنے عذر کے ختم ہونے کی توقع ہی نہ ہو مثلاً عورت، اپاہج، ایسے معذوروں کے سلسلہ میں دو صورتیں ہیں، ان دونوں صورتوں میں سب سے زیادہ صحیح صورت یہ ہے کہ ان لوگوں کو اول وقت میں ظہر کی نماز پڑھ لینی چاہیے تاکہ اول وقت میں نماز پڑھنے کی فضیلت حاصل ہو جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ نماز ظہر کو اس وقت تک موخر کریں جس

وقت جمعہ کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو، کیونکہ ظہر اور جمعہ کی نماز زیادہ کامل ہے، لہذا بہتر یہ ہے کہ اس کو مقدم رکھا جائے....، ہمارے فقہاء کا کہنا ہے کہ معذور اگر چہ ظہر کی نماز ادا کر چکا ہو، لیکن اس کے لئے جمعہ کی نماز میں شریک ہونا بہتر ہے، کیونکہ جمعہ کی نماز کامل نماز ہے.....امام نوویؒ کہتے ہیں کہ ہم اس بات کا ذکر کر چکے ہیں کہ معذوروں مثلاً غلام، مسافر، عورت وغیرہ پر ظہر فرض ہے، اگر یہ لوگ ظہر کی نماز ادا کرتے ہیں تو وہ بھی درست اور اگر ظہر کی نماز چھوڑ کر جمعہ کی نماز ادا کرتے ہیں تو وہ بھی بالا جماع جائز ہے......اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان معذوروں پر ظہر کی چار رکعت نماز فرض تھی، وہ چار رکعتیں جمعہ کی دو رکعتوں کے ذریعہ کیسے ساقط ہوگئیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جمعہ میں اگر چہ دو ہی رکعتیں فرض ہیں، لیکن وہ بلا شبہ ظہر کی چار رکعتوں سے زیادہ کامل ہیں، اسی لئے وہ صرف صحیح وسالم اور کامل لوگوں پر ہی واجب ہے اور معذوروں سے تخفیفاً ساقط ہے، لیکن اگر معذور حضرات جمعہ کی نماز پڑھ لیتے ہیں تو وہ ایک اچھا کام کرتے ہیں، لہذا ان کی جمعہ کی نماز ادا ہو جائے گی۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ مریض کا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا اور وضو کرنے والے کا خف پر مسح نہ کر کے پیر کا دھلنا......"

یہ احکام ان لوگوں سے متعلق تھے جو نماز جمعہ کے سلسلہ میں معذور سمجھے جاتے ہیں، لیکن المہذب کے مصنف شیرازیؒ اور المجموع کے مصنف امام نوویؒ نے ان احکام سے نوجوان عورت کو اور ایسی عمر رسیدہ عورت کو جو ابھی مشتہاۃ کے درجہ میں آتی ہو مستثنیٰ قرار دیا ہے، ان دونوں حضرات کا کہنا ہے کہ ان عورتوں کا جمعہ کی نماز میں شریک ہونا اسی طرح مکروہ ہے جس طرح دیگر نمازوں میں ان کی شرکت مکروہ ہے، علامہ شیرازیؒ کی دلیل یہ حدیث ہے کہ "نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو گھر سے نکلنے سے منع فرمایا ہے ہاں بوڑھی عورت اپنے خف میں نکل سکتی ہے"۔ امام نوویؒ نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ وہ حدیث جس میں بوڑھی عورت کو اپنے خف پہن کر گھر سے نکلنے کی اجازت دی گئی ہے "غریب" ہے، امام بیہقیؒ نے یہی حدیث ضعیف سند کے ساتھ بیان کی ہے اور یہ ابن مسعودؓ پر موقوف ہے، وہ فرماتے ہیں: "کسی بھی عورت نے اپنے گھر میں پڑھی ہوئی نماز سے افضل نماز نہیں پڑھی۔ الا یہ کہ کسی عورت نے کعبہ میں یا مسجد نبوی میں نماز ادا کی ہو، یا کسی بوڑھی عورت نے اپنے خف (چمڑے کا موزہ) میں رہتے ہوئے کسی مسجد میں نماز ادا کی ہو"۔

اس حدیث کو قابل استدلال نہ گرداننے کے سلسلہ میں امام نووی کا اس حدیث کے تعلق سے تبصرہ کافی ہے، اس میں ہم ایک بات کا اضافہ کرتے ہیں کہ امام بیہقی کی روایت کردہ موقوف حدیث میں اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ عورت کو مسجد جانے سے منع کیا گیا ہے، اس میں تو صرف یہ بات بتائی گئی ہے کہ عورت کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ

اپنے گھر میں نماز ادا کرے۔ اس سلسلہ میں امام نوویؒ کی دلیل حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث ہے کہ ''عورتوں نے جو نئی نئی چیزیں پیدا کر رکھی ہیں اگر وہ نبی کریم ﷺ کے دور میں ہوتیں تو نبی کریم ﷺ عورتوں کو روک دیتے (ایک روایت میں ہے کہ انھیں مسجد آنے سے روک دیتے) جس طرح کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا''۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث سے استدلال کرنے کے مسئلہ پر تبصرہ کرتے ہوئے ہم صرف ابن قدامہ حنبلی کے قول کو نقل کریں گے، وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی سنت اتباع و پیروی کئے جانے کی زیادہ مستحق ہے، حضرت عائشہؓ کا قول صرف ان عورتوں کے سلسلہ میں ہے جنھوں نے نئی نئی باتیں پیدا کرلی تھیں نہ کہ ان عورتوں کے بارے میں ہے جو اس سے محفوظ تھیں، اور بلاشبہ ان عورتوں کے لئے مسجد جانا مکروہ ہے جنھوں نے اپنی طرف سے کوئی نئی بات پیدا کرلی ہو۔

ابن قدامہؒ کے قول کے ساتھ ہم اس بات کا اضافہ کرسکتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے قول کو اس بات پر محمول کیا جاسکتا ہے کہ اس میں ان عورتوں کو تنبیہ کی گئی ہے جنھوں نے اپنی طرف سے نئی نئی باتیں ایجاد کرلی تھیں، حضرت عائشہؓ کا قول نبی کریم ﷺ کے اس قول کا ناسخ نہیں ہے کہ ''عورتوں کو مسجد سے متعلق ان کے حقوق سے محروم نہ کرو''، کیا کسی بھی شخص کا قول خواہ وہ علم و فضل کے کتنے ہی بلند مقام و مرتبہ تک کیوں نہ پہنچ جائے۔ نبی کریم ﷺ کی سنت کے لئے ناسخ ہوسکتا ہے؟

مذکورہ بالا تبصرہ ان دلائل کو رد کردیتا ہے جو عورت کو نماز جمعہ کے سلسلہ میں معذور سمجھے جانے والوں کی فہرست سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں، اس تبصرہ کے بعد ہم یہ سمجھتے ہیں کہ نماز جمعہ کے سلسلہ میں عورت پر بھی وہی احکام عائد کئے جائیں گے جو دیگر معذورین عائد کئے جاتے ہیں، وہ احکام یہ ہیں کہ معذور کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ جمعہ میں شریک رہے، اور اگرچہ جمعہ میں صرف دو ہی رکعتیں ہیں لیکن وہ بلاشبہ ظہر سے زیادہ کامل ہیں، اسی لئے جمعہ کی نماز صحیح و سالم اور کامل لوگوں پر واجب ہے اور معذور لوگوں سے امام نوویؒ کے مطابق تخفیفاً ساقط ہے اور ابن عبدالبر کے مطابق ''رخصتاً'' ساقط ہے، لیکن اگر معذور شخص جمعہ کی نماز پڑھ لیتا ہے تو ایک اچھا کام کرتا ہے۔

المبسوط میں علامہ سرخسی بھی یہی بات تحریر فرماتے ہیں کہ ''اگر مسافر، غلام اور عورت جمعہ کی نماز میں شریک ہوں اور نماز ادا کریں تو یہ جائز ہے، اس کی دلیل حضرت حسن کی یہ حدیث ہے: ''نبی کریم ﷺ کے عہد میں عورتیں نبی کریم ﷺ کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کیا کرتی تھیں، ان سے یہ کہا گیا تھا کہ وہ بغیر خوشبو لگائے نکلا

کریں''۔عورتوں اور معذوروں سے نماز جمعہ کی فرضیت کا سقوط بذات خود نماز کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کو پریشانی اور تکلیف سے محفوظ رکھنے کی وجہ سے ہے، اگر یہ لوگ اپنی تکلیف برداشت کرکے جمعہ میں شریک ہوجاتے ہیں تو ان کی نماز ادا ہوجائے گی۔''

ب-حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو بھی مرد یا عورت نماز جمعہ کے لئے آئے اسے (نماز میں آنے سے قبل) غسل کرلینا چاہیے (ابن خزیمہ)، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا جمعہ کی نماز میں شریک ہونا مشروع ہے، حضرت عمرۃ بنت عبدالرحمٰنؒ کی بہن فرماتی ہیں: میں نے سورۂ ق نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے سیکھی، آپ ﷺ ہر جمعہ کو منبر پر اس کی تلاوت کیا کرتے تھے (مسلم)، اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں عورتیں جمعہ کی نماز میں شریک ہوا کرتی تھیں، ایک اور حدیث مروی ہے: ''جمعہ کی نماز جماعت سے ادا کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے، ہاں چار قسم کے مسلمان اس حکم سے خارج ہیں: غلام، عورت، بچہ اور مریض''۔اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کی نماز میں شرکت عورت پر واجب نہیں ہے، حضرت مالکؒ کا یہ قول نقل کیا جاتا ہے کہ ''مردوں کے علاوہ دیگر لوگ اگر فضل و برکت کے حصول کی خاطر نماز جمعہ میں شریک ہوتے ہیں تو ان کے اوپر بھی غسل اور تمام آداب جمعہ واجب ہیں''، امام مالکؒ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کی نماز میں برکت ہے، لہذا عورت نماز جمعہ میں شرکت کرکے اسے حاصل کرنے کی کوشش کرسکتی ہے۔

ج-عورتوں پر جمعہ واجب نہیں ہے، ہاں ان کے لئے جمعہ مشروع ضرور ہے، نبی کریم ﷺ کے عہد میں عورتیں نماز جمعہ میں شریک ہوا کرتی تھیں، خطبات جمعہ کو سن کر عورتیں بہت سی اچھی باتیں حاصل کرسکتی ہیں، اس کے ساتھ ساتھ نماز جمعہ میں دیگر مومن بہنوں سے ملاقات بھی ہوجاتی ہے، مندرجہ بالا باتوں کے پیش نظر ہم یہ طے کرسکتے ہیں کہ عورتوں کا نماز جمعہ میں شریک ہونا مستحب ہے، اس استحباب کی اہمیت مندرجہ ذیل اسباب کی بنیاد پر مزید بڑھ جاتی ہے:

☆ اگر مرد ہر جمعہ کو وعظ و نصیحت سننے کا ضرورتمند ہے تو عورت وعظ و نصیحت سننے کی اس سے کم ضرورتمند نہیں ہے، خطبہ میں کبھی کبھی وعظ و نصیحت کے ساتھ ساتھ کسی ایسی معاشرتی پریشانی کا ذکر بھی ہوسکتا ہے جس کے لئے باہمی تعاون کی ضرورت ہو یا کسی ایسے سیاسی مسئلہ کا ذکر بھی ہوسکتا ہے جس سے عورتوں کو متنبہ کرنا مقصود ہو۔

☆ اگر چہ عورت وعظ ونصیحت سننے کی مرد سے کم محتاج نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ حیض، نفاس یا اپنے چھوٹے بچے کی پرورش وپرداخت اور گھر کی دیکھ بھال کے سبب کئی کئی جمعہ میں شریک نہیں ہو پاتی، اس طرح مجبوراً وہ بہت سے خیر سے محروم ہو جاتی ہے۔

☆ نبی کریم ﷺ نے تاکید کے ساتھ عورتوں اور باکرہ لڑکیوں کو عید کی نماز میں شریک ہونے کا حکم دیا ہے، نماز جمعہ کے اندر بھی عید کے کچھ خصائص پائے جاتے ہیں اور دونوں کے درمیان چند چیزوں میں مشابہت پائی جاتی ہے، مثلاً جمعہ کے دن بھی خطبہ دیا جاتا ہے، اس دن بھی مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد مسجد میں جمع ہوتی ہے، جمعہ کے دن کی شریعت اسلامیہ میں بڑی فضیلت ہے، ان فضیلتوں کے پیش نظر جمعہ کا مقام پنجوقتہ نمازوں اور عید کی نماز کے درمیان میں ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ شریعت نے عورت پر نماز جمعہ میں شرکت کو تخفیفاً فرض قرار نہیں دیا ہے، لیکن بلاشبہ عورتوں کو نماز جمعہ میں شرکت کی کوشش کرنی چاہیے، یہ کوشش خود عورت کی جانب سے اور اس کے شوہر وولی کی جانب سے بھی ہونی چاہیے، ان تمام لوگوں کو نماز جمعہ میں عورت کی شرکت کے لئے باہمی تعاون سے کام لینا چاہیے۔

## چوتھی ہدایت:

عورت کے لئے تفریحی معاشرتی سرگرمیوں میں حصہ لینا جائز ہے، لیکن ایسا اس وقت جائز ہے جب حلال کے دائرہ میں رہتے ہوئے اس کا اچھا وقت کٹ رہا ہو، اس قسم کی سرگرمیاں اس صورت میں مستحب ہو جاتی ہیں جب کہ یہ عورت کی متعدد ذمہ داریوں کی ادائیگی میں اس کی معاون ہو رہی ہوں۔

میں پہلے ہی بہت سی ایسی احادیث ذکر کر چکا ہوں جن میں مسجد کے اندر یا اس کے باہر تفریحی سرگرمیوں میں عورت کی شرکت کی طرف اشارہ ہے۔

## پانچویں ہدایت:

مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کے من جملہ مقاصد میں سے ایک مقصد انھیں ایسی اچھی معاشرتی سرگرمیوں کی انجام دہی پر قادر بنانا بھی ہونا چاہیے جن سے لوگوں کو فائدہ پہنچے، اسی طرح مسلمان نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو یہ ذہن نشیں کرانا چاہیے کہ اللہ کی نزدیک ان کی ذمہ داریاں خاندان کے دائرہ سے گذر کر مسلم معاشرہ تک پہنچتی ہیں۔

اس مقصد کو یقینی بنانے کی خاطر اختیار کردہ منہج کو مندرجہ ذیل تین گوشوں پر مشتمل ہونا چاہیے:

اول: ان اخلاقی اقدار کو لڑکوں ولڑکیوں کے اندر جاگزیں کرنا اوران میں پروان چڑھانا جن کی تھوڑی بہت جھلک ہمیں ان احادیث میں ملتی ہے جن کا ذکر پہلی ہدایت کے تحت گذر چکا ہے۔

دوم: مقامی معاشرہ اوراس کی ضرورتوں کا مطالعہ کرنا۔

سوم: دوجگہوں پر معاشرہ کی خدمت کی پریکٹیکل ٹریننگ دینا، ایک اسکول میں اسکولی سرگرمیوں کے دوران ٹریننگ دی جائے، دوسرے مقامی علاقوں میں موجود معاشرتی اداروں کے ذریعہ ٹریننگ دی جائے۔

## چھٹی ہدایت:

عورت کواپنے پورے وقت کا صحیح استعمال کرنا چاہیے، اسے معاشرہ کا ایک مفید عنصر بننا چاہیے اوراسے اپنی زندگی کے کسی بھی مرحلہ میں بیکاری کی روش اختیار نہ کرنی چاہئے، گھر کے کاموں سے فارغ ہونے کے بعد اگر اس کے پاس وقت بچ رہتا ہے تو اسے اس وقت کا استعمال کسی صحیح اوراچھے کام میں کرنا چاہیے، معاشرتی سرگرمیوں کا میدان اچھے اور نیک کاموں کے کرنے کے لئے ایک وسیع اور کھلا ہوا میدان ہے۔

مہلب کا قول ہے: ''عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ فرائض کے علاوہ طاعت وبندگی کے دوسرے اعمال اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر انجام دے، بشرطیکہ اس سے شوہر کو کچھ نقصان نہ پہنچتا ہو اور نہ ہی اس کو اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کی ادائیگی میں اس کے کسی ایسے عمل کی وجہ سے پریشانی ہوتی ہو، اگر عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کسی عبادت میں مشغول ہوجائے تو شوہر کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اسے عبادت کی ادائیگی کے دوران اس عبادت سے ہٹادے''۔

## ساتویں ہدایت:

اگر عورت پر مستحب معاشرتی سرگرمیوں کا غلبہ ہوتو ایسی صورت میں گھریلو کام کاج میں اپنی بیوی کی مدد کرنا شوہر پر مستحب ہے، لیکن اگر عورت پر معاشرتی سرگرمی کی انجام دہی واجب ہوتو پھر گھریلو کام کاج میں بیوی کی مدد کرنا بھی شوہر پر واجب ہوجاتا ہے۔

عورت کی ملازمت کے تعلق سے آٹھویں ہدایت میں اس کی دلیل گذر چکی ہے، بیوی جو کچھ معاشرتی سرگرمی انجام دیتی ہے اس کے اجر میں اس کے ساتھ اس کا شوہر بھی شریک ہوتا ہے، اور وہ جس قدر اپنی بیوی کی

معاونت اوراس کی ہمت افزائی کرتا ہے اسی قدر اس کے اجر میں اضافہ ہوتا ہے۔

یہ حدیث گذر چکی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب عورت اپنے گھر کے کھانے اور غلہ کو بغیر کچھ گڑ بڑ کئے ہوئے خرچ کرتی ہے تو اسے خرچ کرنے کا اجر ملتا ہے اور اس کے شوہر کو کمانے کا اجر ملتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

مذکورہ بالا حدیث پر قیاس کرتے ہوئے ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر عورت اچھی معاشرتی سرگرمیوں میں حصہ لیتی ہے اور اپنے گھر کے اوقات کو اس کام میں صرف کرتی ہے تو اسے اس کام کے کرنے کا اجر ملے گا اور اس کے شوہر کو گھر کی نگہبانی کرنے، اپنے پیسے خرچ کرنے اور بیوی کی عدم موجودگی پر صبر کرنے کا اجر ملے گا۔

آٹھویں ہدایت:

مسلم معاشرہ مل جل کر ایسے اسباب فراہم کرتا ہے جو عورت کے لئے معاشرہ اور گھر دونوں کی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں معاون ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''مومن مرد اور مومن عورتیں یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں''.....(سورۂ توبہ:۷۱)

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم مومنوں کو باہمی جذبہ رحم اور محبت ومودت میں جسم کے مانند پاؤ گے کہ جب جسم کا کوئی عضو تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کی خاطر پورا جسم رات بھر جاگتا ہے اور بخار میں مبتلا رہتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

مسلم معاشرہ کے تمام افراد اور تمام عوامی ادارے باہم ایک دوسرے کے لئے جذبہ رحم ومحبت رکھتے ہیں، مسلم معاشرہ کے اہل خیر اور نیکوکار حضرات کو لوگوں کو مثبت کاموں کے کرنے کی دعوت دینی چاہئے، یہ کام مندرجہ ذیل ہوسکتے ہیں:

الف- ہر علاقہ میں معاشرتی ادارے قائم کرنا، خواہ وہ صرف عورتوں پر مشتمل ہوں یا مردوں وعورتوں دونوں پر مشتمل ہوں، ایسا اس لئے کیا جائے تاکہ عورت کے سامنے متعدد افق کھل کر آئیں اور وہ معاشرہ کی خدمت میں اپنا ہر ممکن تعاون پیش کرسکے، قطع نظر اس سے کہ اس تعاون کی نوعیت اور مقدار کیا ہو۔

ب- معاشرہ کی خدمت میں اپنا تعاون پیش کرنے پر عورت کو ابھارنا، اس کے رول اور ذمہ داریوں کو نشر واشاعت کے ہر طریقہ اور منہج تعلیم کے توسط سے بیان کیا جائے اور اسے اس رول کی ادائیگی کی ترغیب دی جائے۔

ج- معاشرتی اداروں میں آنے کے لئے عام عورتوں کی ہمت افزائی کی جائے تاکہ وہ مختلف معاشرتی سرگرمیوں سے استفادہ کرسکیں۔

د-مردوں کواس بات کی دعوت دی جائے کہ وہ معاشرتی سرگرمیوں میں شرکت کرنے کے سلسلہ میں اپنی بیویوں کی مدد کریں۔

نویں ہدایت:

مسلم حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اچھی معاشرتی سرگرمیوں میں شرکت کرنے کے سلسلہ میں عورتوں کی رہنمائی کرے اور انھیں اس پر آمادہ کرے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور تم میں سے ہر شخص اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے، لوگوں کا امیر ان کا نگہبان ہے اور ان کے سلسلہ میں جوابدہ ہے....(بخاری و مسلم)

اس ذمہ داری کی تکمیل مندرجہ ذیل وسائل کے ذریعہ کی جاسکتی ہے:

الف-سرکاری میڈیا کے ذریعہ عورت کو معاشرہ کو ترقی دینے کی مہم میں حصہ لینے پر آمادہ کرنا چاہیے، خواہ وہ یہ کام خالص عورتوں کے معاشرتی ادارے قائم کرکے انجام دے یا پہلے سے قائم شدہ اداروں کی سرگرمیوں میں سرگرم شرکت کرکے انجام دے۔

ب- ایسے اداروں کے قیام کی راہیں آسان کرنی چاہئیں جن اداروں میں مختلف ثقافتی ومعاشرتی سرگرمیاں انجام دی جاسکتی ہوں، قطع نظر اس سے کہ وہ ادارے صرف عورتوں کے ساتھ خاص ہوں یا عورتیں ان اداروں کی سرگرمیوں میں پورے جوش وخروش کے ساتھ شرکت کرسکتی ہوں'، ان اداروں کو قائم و باقی رکھنے اور اس کی سرگرمیوں کو جاری رکھنے کے لئے ان کی ہر ممکن مالی ومعنوی مدد کرنی چاہیے۔

ج-سرکاری اداروں میں کام کرنے والی عورتوں کو معاشرتی سرگرمیوں میں حصہ لینے پر آمادہ کرنا چاہیے، اس کا طریقہ یہ ہو کہ ان کے کام کے اوقات میں کمی کردی جائے یا جب وہ کسی معاشرتی ادارہ میں کوئی بہت اہم کام انجام دے رہی ہوں تو انہیں معاشرتی چھٹی دے دی جائے۔

دسویں ہدایت:

اگر عورت کو کسی معاشرتی سرگرمی میں شرکت کے نتیجہ میں مردوں سے ملاقات کرنی پڑتی ہو تو ایسی صورت میں مرد وعورت ہر ایک کو ملاقات کے آداب کی رعایت کرنی چاہیے، ان آداب کا ذکر پہلے گذر چکا ہے، ہم یہاں

صرف بعض کا ذکر کرتے ہیں، مثلاً پروقار لباس پہننا، نگاہیں جھکا کر رکھنا، خلوت ومزاحمت سے پرہیز کرنا، شک کی جگہوں سے اجتناب کرنا وغیرہ۔

اگر بعض اداروں میں ملاقات کے آداب میں سے بعض آداب کو ملحوظ نہ رکھا جارہا ہوتو کیا ایسی صورت میں یہ جائز ہے کہ ہم ان اداروں سے حاصل ہونے والے مصالح کو نظر انداز کردیں اور عورتوں کو ان کی سرگرمیوں میں حصہ لینے سے منع کردیں؟ یا یہ بہتر ہے کہ ان اداروں سے حاصل ہونے والے مصالح کی رعایت کی جائے اور ساتھ ہی ساتھ شرعی آداب کو قائم کرنے اور ملحوظ رکھنے کی حکیمانہ کوشش کی جائے؟ اصول فقہ کے قاعدہ کی رو سے اگر فساد وخرابی کا اندیشہ نہ ہوتو ضرورتوں ومصالح کی رعایت کرنا واجب ہے، ہم ذیل میں علامہ ابن تیمیہؒ کے اقوال نقل کرتے ہیں:

☆ جب کبھی کسی ایسے فساد اور خرابی پر نظر پڑے جو ممانعت کی متقاضی ہوتو اس وقت اس ضرورت کی جانب بھی ضرور نظر ڈالنی چاہیے جو اجازت کی بلکہ استحباب اور وجوب کی متقاضی ہوتی ہے۔

☆ جب بھی کسی چیز سے سد ذریعہ کے طور پر منع کیا جاتا ہےتو وہ صلاح کے مقصد سے کیا جاتا ہے.... کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں ملنے، اس کے ساتھ سفر کرنے اور اسے دیکھنے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ ساری چیزیں فساد وخرابی کا ذریعہ بنتی ہیں، اسی طرح عورت کو اپنے شوہر اور محرم کے علاوہ دیگر مردوں کے ساتھ سفر کرنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اجنبی مرد کے ساتھ سفر کرنا فساد وخرابی کا سبب بنتا ہے، لیکن اگر ان چیزوں میں صلاح کا پہلو غالب ہوتو یہ چیزیں فساد کا سبب نہیں بن سکتیں۔

☆ یہ شرعی اصول ہے کہ اگر صلاح اور فساد میں تعارض ہوجائے تو ان میں سے جو زیادہ راجح ہو اسے مقدم کیا جاتا ہے۔

فصل ھشتم:

# عہد نبوی میں سیاسی سرگرمیوں میں مسلمان عورت کی شرکت کے واقعات اور اس کے تعلق سے شرعی ہدایات

مسلمان عورت اپنی زندگی قرآن وسنت کے مطابق گذارتی ہے، عورت کی سیاسی سرگرمی کے تعلق سے یہاں پر ہم جو عملی واقعات نقل کریں گے وہ ایسی مثالیں ہیں جو قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں کسی مناسبت سے وارد ہوئی ہیں، اگر تمام انبیاء علیہم السلام خصوصاً نبی کریم ﷺ کے زمانہ کی مومن عورتوں کے اعمال کو یکجا کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کے یہ اعمال ہدایت الٰہی کی تطبیق کی بعض شکلیں ہیں، موجودہ زمانہ بلکہ ہر زمانہ میں تطبیق کا میدان وسیع رہے گا، وہ ہر زمانہ کے حالات کے مطابق وجود پذیر ہونے والی نئی نئی شکلوں کا بھی پورے طور پر متحمل ہے۔

اسلام ایک ایسا منہاج ہے جو عقیدہ، اخلاق، معاشرہ کے بہت سے حالات اور حکومت واقتدار میں تبدیلی چاہتا ہے، لہذا مکہ کے جاہلی معاشرہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والی جماعت کی مثال ایسی ہی تھی جیسے آج کے کسی ملک میں حکومت کی کوئی شدید باغی اور مخالف جماعت، دینی سرگرمی کو اس وقت تک معاشرتی سرگرمی شمار کیا جاتا ہے جب تک کہ وہ معاشرہ کے افراد تک محدود، لیکن اگر یہ سرگرمی حکومت واقتدار کے درپے ہوجائے اور اس کے خلاف بغاوت کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی مخالفت کا بیڑا اٹھالے تو ایسے سرگرمی کو جدید اصطلاح کے مطابق سیاسی سرگرمی کہا جاتا ہے، اسی لئے ہم نے مندرجہ ذیل شواہد وواقعات سیاسی سرگرمی کے ضمن میں بیان کئے ہیں، ان میں کچھ ایسے واقعات ہیں جو نئے دین میں داخل ہونے سے متعلق ہیں، کچھ واقعات نئے دین کو قبول کرنے سے قبل اس میں غور وفکر کرنے سے متعلق ہیں، کچھ واقعات نئے دین میں داخل ہونے کے بعد اس کی طرف دعوت دینے سے متعلق ہیں، کچھ واقعات نئے دین کی وجہ سے لوگوں کی طرف سے پہنچنے والے ظلم وستم اور اس دین کی خاطر وطن سے ہجرت کرنے سے متعلق ہیں، کچھ واقعات نئے دین کے دفاع کے لئے جہاد میں شرکت سے متعلق ہیں۔

اس بات کے پیش نظر کہ عورت جدید معاشرہ کی سیاسی سرگرمی میں اہم رول ادا کرسکتی ہے ہم نے قرآن کریم اور بخاری ومسلم میں اس سرگرمی سے متعلق نصوص تلاش کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کا یہاں پر ذکر کیا ہے، ان میں سے بعض کا ذکر انبیاء علیہم السلام کے عہود سے متعلق فصل میں یا ازواج مطہرات سے متعلق پانچویں فصل میں گذر چکا ہے، اسی طرح ہم نے ان نصوص کو بھی یہاں پر بیان کیا ہے جس میں عورت کی سیاسی سرگرمی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن ان میں اجنبی مردوں سے اس کی ملاقات کا ذکر نہیں ہے، ہم نے ایسا اس لئے کیا تا کہ تمام حالات میں عورت کی شرکت کی اہمیت واضح ہو جائے۔

## سیاسی سرگرمیوں میں عورت کی شرکت کی شکلیں:

### اول: دار الکفر میں:

☆ عورت کا نیا دین لانے والے نبی کے دل کو مطمئن کرنا۔

☆ عورت کا نئے دین کی تلاش وجستجو کرنا۔

☆ عورت کا نئے دین پر سب سے پہلے ایمان لانا۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر سب سے پہلے وحی کا آغاز اس طرح ہوا کہ آپ ﷺ کو نیند میں سچے خواب دکھائے جاتے..... آپ ﷺ کے پاس فرشتہ آیا.....اور اس نے کہا "اقرأ **باسم ربک الذی خلق، خلق الإنسان من علق اقرأ وربک الأکرم**"، نبی کریم ﷺ ان آیات کو لے کر اس حالت میں واپس ہوئے کہ آپ ﷺ کا دل لرز رہا تھا، آپ ﷺ حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ کے پاس گئے اور کہا مجھے چادر اوڑھاؤ، مجھے چادر اوڑھاؤ، لہذا آپ ﷺ کو چادر اوڑھا دی گئی، یہاں تک کہ آپ ﷺ سے خوف جاتا رہا، آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کو پورے واقعہ کی خبر دے کر کہا مجھے اپنی جان کو خطرہ محسوس ہوتا ہے، اس پر حضرت خدیجہؓ نے کہا ہرگز نہیں، خدا کی قسم اللہ آپ ﷺ کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا، آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے ہیں، لوگوں کے بوجھ کو اٹھاتے ہیں، مسکینوں کے لئے کماتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصائب زمانہ میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں، حضرت خدیجہؓ نبی کریم ﷺ کو لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ کے پاس آئیں، انھوں نے دور جاہلیت میں نصرانیت قبول کرلی تھی، وہ عبرانی زبان میں کتاب (انجیل) لکھا کرتے تھے، وہ بہت ہی زیادہ سن رسیدہ اور بصارت سے محروم تھے، حضرت خدیجہؓ نے ان سے

کہااے بھائی! دیکھوتمہارا بھتیجا کیا کہہ رہاہے، ورقہ نے نبی کریم ﷺ سے کہا: اے بھتیجے تم نے کیا دیکھا، نبی کریم ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھااس سے بیان کردیا، ورقہ نے آپ ﷺ سے کہا یہ وہی ناموس ہے جواللہ نے حضرت موسیٰ پر نازل کیا تھا، کاش میں اس وقت توانا اور زندہ رہوں جس وقت تمہاری قوم تمہیں نکالے گی۔ نبی کریم ﷺ نے کہا کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ انھوں نے کہاہاں، جو چیز لے کرتم آئے ہووہ لے کر جوکوئی بھی آیا ہے اس سے دشمنی کی گئی، اگر میں اس دن تک زندہ رہا تو میں تمہاری بھرپور مدد کروں گا۔ پھر جلدی ہی ورقہ کا انتقال ہوگیا، اور وحی کا سلسلہ کچھ دن کے لئے منقطع ہوگیا۔ (بخاری ومسلم)

ام المومنین حضرت خدیجہؓ نے نبی کریم ﷺ کے دل کوایسے الفاظ اور کلمات کے ذریعہ مطمئن کیا جن سے خودان کے عقل کے کمال اور پختگی کاعلم ہوتا ہے اور جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کے اندر جو وصف دیکھا تھااس کو پورے صدق وخلوص کے ساتھ بیان کردیا، یہ محبت بھرے الفاظ وکلمات ہیں جن سے تعریف وتکریم کی بوآتی ہے، پھر حضرت خدیجہؓ نئے دین کی تلاش وجستجو میں ایک قابل اعتماد شخص کے پاس گئیں اور وہ سب سے پہلے ایک اللہ کی ذات پر ایمان لائیں، حضرت خدیجہؓ کے اس دوراندیشانہ موقف نے ہمارے ذہن میں ایک ایسی دوسری عورت کے موقف کی یادتازہ کردی جوابتدائی دور میں ایمان لانے والے مردوں وعورتوں میں سے ایک ہیں، لیکن انھوں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھتا تھا، وہ اس معاشرہ سے بہت چوکنا رہتی تھیں جوان کے اس نئے دین کا مخالف تھا، وہ اپنی کمزور جماعت کی حمایت وحفاظت کی خاطر بہترین حیلوں اور دوراندیشی سے کام لیتی تھیں، ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ نے کعبہ میں تقریر کی، وہاں پر مشرکین موجود تھے، اس تقریر کرنے پر مشرکین نے ان کو بری طرح مارا، پھر انکو گھر لے جایا گیا، جب انھیں ہوش آیا تو انھوں نے پوچھا اللہ کے رسول ﷺ کیسے ہیں؟ ان کی ماں نے ان سے کہا میں تمہارے اس ساتھی کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی، حضرت ابوبکرؓ نے اپنی ماں سے کہا آپ ام جمیل بنت الخطابؓ کے پاس جائیں اور ان سے نبی کریم ﷺ کی خیریت دریافت کریں، لہذاان کی ماں ام جمیلؓ کے پاس آئیں اور کہا ابوبکر نے تم سے محمد بن عبداللہ کی خیریت معلوم کی ہے، انھوں نے کہا نہ ہی میں ابوبکر کو جانتی ہوں اور نہ ہی محمد بن عبداللہ کو جانتی ہوں، کیا آپ یہ پسند کریں گی کہ میں آپ کے ساتھ آپ کے گھر چلوں؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں، ام جمیل ان کے ساتھ ان کے گھر گئیں، وہاں انھوں نے حضرت ابوبکرؓ کو زخمی اور شدید مرض کی حالت میں دیکھا، ام جمیلؓ حضرت ابوبکرؓ کے قریب گئیں اور کہا جن لوگوں نے آپ کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے درحقیقت وہ فاسق وکافر ہیں، میں اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ وہ آپ کی طرف سے ان

لوگوں سے انتقام لے لے، حضرت ابوبکرؓ نے کہا نبی کریم ﷺ کا کیا حال ہے؟ ام جمیلؓ نے کہا آپ کی ماں قریب ہی کھڑی ہیں اور ہماری ساری گفتگو سن رہی ہیں، حضرت ابوبکرؓ نے کہا تمھیں ان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، ام جمیلؓ نے کہا نبی کریم ﷺ خیرت سے ہیں اور صحیح سالم ہیں، حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا وہ کہاں ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ آپ ﷺ دارارقم بن ابی ارقم میں ہیں، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا خدا کی قسم جب تک میں نبی کریم ﷺ کے پاس نہیں پہنچ جاتا ہوں نہ ہی کچھ کھاؤں گا اور نہ ہی کچھ پیوں گا، ام جمیلؓ اور حضرت ابوبکرؓ کی والدہ تھوڑی دیر رکی رہیں یہاں تک کہ جب لوگوں کی آمد و رفت کم ہوگئی تو وہ دونوں انھیں سہارا دے کر نکلیں اور انھیں لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں، نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو گلے لگایا اور انھیں بوسہ دینے لگے، دیگر مسلمانوں نے بھی ان کو گلے لگایا۔

## نئے دین پر ایمان لانے میں عورت کی سبقت:

## عورت کا اپنے والد سے پہلے ایمان لے آنا:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ اور ام سلمہؓ نے ایک ایسے گرجا گھر کا ذکر کیا جو انھوں نے حبشہ میں دیکھا تھا۔ (بخاری)

مذکورہ بالا حدیث سے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ نے اسلام لانے کے بعد حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، اس وقت ان کے والد حضرت ابوسفیانؓ مشرک تھے، انھوں نے تو فتح مکہ سے تھوڑے پہلے ایمان قبول کیا تھا، حضرت ام حبیبہؓ کا اپنے والد کے ساتھ (ان کے اسلام لانے سے قبل) ایک نہایت دلچسپ واقعہ پیش آیا، واقعہ یہ ہے کہ جب ان کے والد ابوسفیان بن حرب مدینہ آئے تو وہ نبی کریم ﷺ کے پاس گئے (اس وقت نبی کریم ﷺ مکہ پر حملہ کرنے کے سلسلہ میں سوچ رہے تھے) ابوسفیان نے نبی کریم ﷺ سے صلح حدیبیہ کی مدت میں اضافہ کرنے کے سلسلہ میں گفتگو کی، نبی کریم ﷺ نے ان کی بات قبول نہیں کی، لہذا ابوسفیان وہاں سے کھڑے ہوئے اور اپنی بیٹی ام حبیبہؓ کے پاس گئے، جب وہ نبی کریم ﷺ کے بستر پر بیٹھنے لگے تو ام حبیبہؓ نے وہاں سے بستر ہٹا دیا، ابوسفیان نے کہا اے بیٹی کیا تم اس بستر کو میرے لائق نہیں سمجھتی ہو یا مجھے اس بستر کے لائق نہیں سمجھتی ہو؟ انھوں نے کہا یہ اللہ کے نبی کا بستر ہے، اور آپ ایک مشرک اور نجس شخص ہیں، ابوسفیان نے کہا بیٹی تمھیں میرے پاس سے جانے کے بعد کوئی شر لاحق ہوگیا ہے۔

## عورت کا اپنے بھائی سے پہلے ایمان لے آنا:

حضرت سعید بن زیدؓ کہتے ہیں خدا کی قسم میں نے خود کو اس حال میں پایا کہ حضرت عمرؓ مجھے (ایک روایت کے مطابق: مجھے اور اپنی بہن کو) اسلام کی وجہ سے باندھے ہوئے تھے، یہ واقعہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے پہلے کا ہے۔ (بخاری)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں...... حضرت عمرؓ نے اپنی بہن فاطمہؓ اور ان کے شوہر کے بعد اسلام قبول کیا، کیونکہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا سبب یہ بات بنی کہ انھوں نے اپنی بہن فاطمہؓ کے گھر میں قرآن کریم کی تلاوت سنی تھی، یہ ایک طویل واقعہ ہے جسے قرطبی وغیرہ مورخین نے بیان کیا ہے۔

## عورت کا اپنے شوہر سے پہلے ایمان لانا:

حضرت عبیداللہؓ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ کو کہتے ہوئے سنا میں اور میری والدہ مستضعفین (کمزوروں) میں سے تھے، میں بچوں میں اور میری والدہ عورتوں میں مستضعفین کی فہرست میں آتی تھیں۔ (بخاری)

امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب میں تحریر کیا ہے کہ ابن عباسؓ اور ان کی والدہ مستضعفین میں شمار ہوتے تھے، وہ اپنے والد اور اپنی قوم کے دین پر عمل پیرا نہیں تھے۔

مذکورہ بالا حدیث ہی کی تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں...... ابن عباسؓ کی والدہ کا نام لبابہ بنت الحارث الہلالیہؓ تھا، ان کی کنیت ام الفضل تھی، فضل حضرت عباسؓ کے سب سے بڑے بیٹے تھے...... امام بخاریؒ نے یہ الفاظ کہ ''وہ اپنے والد اور اپنی قوم کے دین پر عمل پیرا نہیں تھے'' بہت سوچ سمجھ کر تحریر کئے ہیں، درحقیقت حضرت عباسؓ نے غزوۂ بدر کے بعد اسلام قبول کیا تھا، اس سلسلہ میں اختلاف بھی ہے...... لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت عباسؓ نے فتح مکہ والے سال ابتدائی دنوں میں ہی مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی، لہٰذا وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ آئے اور فتح مکہ میں شریک ہوئے، واللہ اعلم۔

حضرت ابن عباسؓ نے اپنی حدیث میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ کیا ہے:

''آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو، جو کمزور پا کر دبا لئے گئے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں، اور اپنی طرف سے

ہمارا کوئی حامی ومددگار پیدا کردے''۔(سورۂ نساء:۷۵)

حضرت مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں...... پھر نبی کریم ﷺ نے بنوعبد شمس سے تعلق رکھنے والے اپنے ایک داماد (یعنی ابوالعاص بن ربیع) کا ذکر کیا، اور آپ ﷺ نے اس رشتہ کے سلسلہ میں ان کی تعریف کی اور کہا اس نے مجھ سے گفتگو کی تو سچی گفتگو کی اور مجھ سے وعدہ کیا تو اسے پورا کیا......۔(بخاری ومسلم)

حافظ ابن حجرؒ تحریر کرتے ہیں...... ابوالعاص نے نبی کریم ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ سے بعثت سے قبل ہی شادی کی تھی، حضرت زینبؓ نے اسلام قبول کرلیا تھا، لیکن ابوالعاص نے اسلام قبول کرنے سے انکار کردیا تھا، ابوالعاص غزوۂ بدر میں دیگر مشرکین کے ساتھ مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوگئے تھے، حضرت زینبؓ نے ان کو قید سے چھڑانے کے لئے فدیہ دیا، اس وقت نبی کریم ﷺ نے ابوالعاص کو اس شرط پر قید سے آزاد کیا کہ وہ حضرت زینبؓ کو ان کے پاس بھیج دیں، ابوالعاص نے اپنے اس وعدہ کو پورا کیا، گذشتہ حدیث کے آخری الفاظ ''مجھ سے وعدہ کیا تو اسے پورا کیا'' کا یہی مطلب ہے۔

حواء بنت یزید انصاریہؓ نے بھی اپنے شوہر سے پہلے ایمان قبول کیا تھا، انھوں نے ہجرت سے قبل اسی وقت ہی اسلام قبول کرلیا تھا جب کہ نبی کریم ﷺ مکہ میں تھے، اسلام قبول کرنے کے بعد ان کے شوہر ان کو ہر طرح کی تکلیف پہنچایا کرتے تھے، نبی کریم ﷺ ان کے پاس گئے، انہیں اسلام کی دعوت دی اور ان سے کہا اے ابو یزید مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنی بیوی حواء کے ساتھ اس وقت سے اچھا سلوک نہیں کررہے ہو جب سے اس نے تمہارے دین کو ترک کردیا ہے، دیکھو تم اللہ سے ڈرو اور اسے تکلیفیں نہ پہنچاؤ، ان کے شوہر نے کہا آپ جیسا چاہتے ہیں میں ویسا ہی کروں گا، اب میں اس کے ساتھ اچھا سلوک کروں گا۔

اسی طرح حضرت ام سلیمؓ نے بھی اپنے پہلے شوہر مالک بن نضر سے پہلے ہی اسلام قبول کرلیا تھا، جب انھوں نے اسلام قبول کیا اس وقت ان کے شوہر موجود نہیں تھے، جب وہ واپس ہوئے تو انھوں نے ان سے پوچھا کیا تم اپنے دین سے پھر گئی ہو؟ انھوں نے کہا میں دین سے پھری نہیں ہوں، بلکہ میں اس شخص پر ایمان لے آئی ہوں، پھر ام سلیمؓ حضرت انسؓ کو تلقین کرنے لگیں اور ان کو کلمہ **''لاالٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ''** پڑھنے کے لئے کہنے لگیں، چنانچہ حضرت انسؓ نے ایسا ہی کیا، حضرت انس کے والد (یعنی ان کے شوہر) نے ان سے کہا تم میرے بیٹے کو فساد وانحراف میں مبتلا نہ کرو، انھوں نے جواب دیا کہ میں اسے فساد وانحراف میں مبتلا نہیں کررہی ہوں، اس کے بعد مالک گھر سے نکل کھڑے ہوئے، اچانک راستہ میں ایک دشمن سے ان کی مڈبھیڑ ہوگئی، اس نے انھیں قتل کردیا۔

عورت نے اپنے شوہر کے ساتھ ساتھ بھی اسلام قبول کیا ہے اور اپنے اختیار وارادہ سے ایمان قبول کرنے کے بعد اس پر ثابت قدم رہی ہے حالانکہ اس کا شوہر مرتد ہوگیا، حضرت ام حبیبہؓ سے عبیداللہ بن جحش نے شادی کی، دونوں نے ایک ساتھ دوسری ہجرت میں حبشہ کی سرزمین کی طرف ہجرت کی، حبشہ جاکر عبیداللہ نے نصرانیت اختیار کرلی اور اسلام سے مرتد ہوگئے، ان کا انتقال حبشہ ہی میں ہوگیا، لیکن حضرت ام حبیبہؓ اپنے ایمان پر قائم رہیں۔

## عورت کا اپنے آقا سے پہلے ایمان لے آنا:

حضرت عمار بن یاسرؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اس وقت دیکھا جس وقت آپ ﷺ کے ساتھ صرف پانچ غلام، دو عورتیں اور حضرت ابوبکرؓ تھے......۔(بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ باندی معاشرہ میں اپنی تمام تر کمزوری کے باوجود اپنے باحیثیت آقاؤں سے پہلے ایمان لائی، ان ایمان لانے والی باندیوں میں حمامہ، ام عبیس، زنیرہ، نہدیہ اور ان کی دونوں بیٹیوں اور قبیلہ بنوعدی کی ایک باندی کے نام آتے ہیں، ان باندیوں سے متعلق بعض باتیں اس وقت آئیں گی جب ہم مومن مرد ومومن عورت کو معاشرہ کے ہاتھوں پہنچنے والے ظلم وستم کا ذکر کریں گے۔

## عورت کا اپنے پورے گھر والوں سے پہلے ایمان لے آنا:

حضرت مروانؓ اور مسور بن مخرمہؓ کہتے ہیں....صلح حدیبیہ کے بعد ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیطؓ نے بھی نبی کریم ﷺ کی طرف ہجرت کی، وہ اس وقت بالکل نوخیز تھیں، ان کے گھر والے نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور ان سے ام کلثوم کو واپس کرنے کا مطالبہ کیا، لیکن نبی کریم ﷺ نے ان کو ان کے گھر والوں کے حوالہ نہیں کیا۔(بخاری)

الطبقات الکبریٰ میں تحریر ہے: ''سوائے ام کلثوم بنت عقبہؓ کے ہمیں کسی بھی ایسی قریشی عورت کا علم نہیں ہے جس نے اسلام قبول کرکے اپنے والدین کو چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کی ہو......ان کے دو بھائی ولید اور عمارہ ان کی تلاش میں نکلے، وہ لوگ انھیں واپس لے کر آنا چاہتے تھے....''

## مومن مردوں اور عورتوں کا معاشرہ کے ظلم وستم کا سامنا کرنا:

حضرت سعید بن زیدؓ کہتے ہیں خدا کی قسم میں نے خود کو اس حال میں پایا کہ حضرت عمرؓ مجھے (اور ایک

روایت کے مطابق: مجھے اور اپنی بہن کو) اسلام کی وجہ سے باندھے ہوئے تھے، یہ واقعہ عمر کے اسلام قبول کرنے سے پہلے کا ہے......۔(بخاری)

امام بخاریؒ نے مذکورہ بالا حدیث کو متعدد ابواب میں بیان کیا ہے، ان میں سے ایک باب "**باب من اختار الضرب والقتل والهوان علی الکفر**" ہے، حافظ ابن حجرؒ تحریر فرماتے ہیں...... یہ حدیث ترجمۃ الباب سے مکمل مناسبت رکھتی ہے، کیونکہ حضرت سعیدؓ اور ان کی بیوی نے کفر کے مقابلہ میں ظلم وستم اور ذلت سہنے کو ترجیح دی تھی۔ ابن حجرؒ مزید لکھتے ہیں حضرت سعیدؓ کے الفاظ "عمر مجھے اسلام کی وجہ سے باندھے ہوئے تھے" کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سعید بن زیدؓ کو ان کے اسلام کی وجہ سے رسی سے باندھ دیا تھا تاکہ انھیں ذلیل ورسوا کریں اور انھیں اسلام سے باز آجانے پر آمادہ کریں......، ان کے ساتھ ایسا رویہ اپنانے کا سبب یہ تھا کہ وہ ان کی بہن فاطمہ بنت خطابؓ کے شوہر تھے... حضرت عمرؓ نے اپنی بہن اور بہنوئی کے بعد اسلام قبول کیا، ان کے اسلام قبول کرنے کا پہلا سبب یہ بات بنی کہ انھوں نے اپنی بہن کے گھر میں قرآن کی تلاوت سنی، یہ ایک طویل قصہ ہے جسے قرطبی اور دیگر مورخین نے ذکر کیا ہے۔

ابھی ابھی یہ حدیث ہماری نظروں سے گذری ہے کہ "حضرت عمار بن یاسرؓ نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اس وقت دیکھا جس وقت آپ ﷺ کے ساتھ صرف پانچ غلام، دو عورتیں اور حضرت ابوبکرؓ تھے"، حضرت عمارؓ کی والدہ حضرت سمیہؓ ان پانچ غلاموں میں سے ایک تھیں، حافظ ابن حجرؒ تحریر کرتے ہیں کہ ان پانچ غلاموں میں سے تین حضرت عمارؓ، ان کی والدہ اور ان کے والد ہوں گے، یہ تینوں وہ لوگ ہیں جنھیں راہِ خدا میں بڑی تکلیفیں پہنچائی گئی ہیں، اسلام کی سب سے پہلی شہید خاتون حضرت سمیہؓ ہیں، ابوجہل نے انھیں ایک نیزہ سے مار کر شہید کر دیا تھا۔

سیرت کی کتابوں میں تحریر ہے کہ اگر حضرت ابوبکرؓ کا کسی ایسے غلام کے پاس سے گذر ہوتا جسے اس کا مالک زدوکوب کر رہا ہوتا تو وہ اس غلام کو اس کے آقا سے خرید کر آزاد کر دیتے، وہ غلام جنھیں حضرت ابوبکرؓ نے خرید کر آزاد کیا ان میں حضرت بلال، ان کی والدہ حمامہ......ام عبیس، زنیرہ، نہدیہ اور ان کی دونوں بیٹیوں اور بنی عدی کی اس باندی کا نام آتا ہے جسے حضرت عمرؓ اسلام لانے سے قبل اسلام کی وجہ سے مارا کرتے تھے۔

## نئے دین کی حفاظت کی غرض سے عورت کا اپنے وطن سے ہجرت کر جانا

### سرزمین کفر سے ہجرت کرنے کا مردوں وعورتوں دونوں پر یکساں طور پر واجب ہونا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "جو لوگ اپنے نفس پر ظلم کر رہے تھے ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان

سے پوچھا کہ یہ تم کس حال میں مبتلا تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم زمین میں کمزور و مجبور تھے، فرشتوں نے کہا کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بڑا ہی برا ٹھکانہ ہے۔ ہاں جو مرد، عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہیں اور نکلنے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں پاتے، بعید نہیں کہ اللہ انھیں معاف کردے، اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگذر فرمانے والا ہے۔ جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں پناہ لینے کے لئے بہت جگہ اور بسر اوقات کے لئے بڑی گنجائش پائے گا، اور جو اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کے لئے نکلے، پھر راستہ ہی میں اسے موت آجائے اس کا اجر اللہ کے ذمہ واجب ہوگا، اللہ بہت بخشش فرمانے والا اور رحیم ہے''۔ (سورۂ نساء: ۹۷-۱۰۰)

## کمزور و بے بس مردوں و عورتوں کا اللہ تعالیٰ سے ہجرت کے سلسلہ میں مدد طلب کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پاکر دبا لئے گئے، اور فریاد کررہے ہیں کہ خدایا ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و مددگار پیدا کردے''۔ (سورۂ نساء: ۷۵)

## حبشہ کی جانب ہجرت:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہؓ اور حضرت ام سلمہؓ نے ایک گرجا گھر کا ذکر کیا جو انھوں نے حبشہ میں دیکھا تھا اور جس میں تصاویر تھیں، ان دونوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا عیسائیوں کے درمیان جب کوئی نیک شخص مرتا تو وہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بنالیتے اور اس میں ان جیسی تصاویر نقش کردیتے، قیامت کے دن یہ لوگ اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند ہوں گے۔ (بخاری)

حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں...... اسماء بنت عمیسؓ نبی کریم ﷺ کی اہلیہ حضرت حفصہؓ سے ملنے گئیں، انھوں نے بھی دیگر لوگوں کے ساتھ نجاشی کی سرزمین کی طرف ہجرت کی تھی......۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ام خالدؓ (جن کے والد کا نام خالد بن سعید بن العاص اور والدہ کا نام ہمینہ بنت خلف ہے) فرماتی ہیں میں سرزمین حبشہ سے اپنے والدین کے ساتھ آئی، اس وقت میں بچی تھی، نبی کریم ﷺ نے مجھے ایک کپڑا پہنایا جس میں دھاریاں بنی ہوئی تھیں، نبی کریم ﷺ اپنے ہاتھوں سے ان دھاریوں کو چھوتے اور فرماتے ''سناہ سناہ''۔ حمیدی کہتے ہیں کہ ''سناہ سناہ'' کہنے کا مطلب ہے بہت خوب بہت خوب۔ (بخاری)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں......سرزمین حبشہ کی طرف پہلی ہجرت کرنے والوں میں نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ،حضرت ابوحذیفہ کی اہلیہ حضرت سہلہ بنت سہل،حضرت ابوسلمہ کی اہلیہ حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ اور حضرت عامر بن ربیعہ کی اہلیہ حضرت لیلیٰ بنت ابی حثمہؓ کے نام آتے ہیں۔حبشہ کی طرف دوسری مرتبہ ہجرت کرنے والی عورتوں کی تعداد ۱۲ تھی......ان میں ام حبیبہ بنت ابوسفیان،اسماء بنت عمیس اور ہینہ بنت خلق الخزاعیہ کا نام آتا ہے۔

## مدینہ کی طرف ہجرت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:''اے نبی ہم نے تمہارے لئے حلال کردیں تمہاری وہ بیویاں جن کے مہر تم نے ادا کئے ہیں،اور وہ عورتیں جو اللہ کی عطا کردہ لونڈیوں میں سے تمہاری ملکیت میں آئیں،اور تمہاری وہ چچازاد اور پھوپھی زاد اور خالہ زاد بہنیں جنھوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی ہے......''(سورۂ احزاب:۵۰)

حضرت اسماءؓ اس وقت کا ذکر کرتے ہوئے جس وقت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ان کے بطن میں تھے، فرماتی ہیں میں(ہجرت کے لئے)نکل پڑی،اس وقت ولادت کا وقت قریب آچکا تھا،میں مدینہ پہنچی اور قبا میں قیام کیا،میں نے عبداللہ بن زبیرؓ کو قبا میں جنا۔(بخاری ومسلم)

حضرت مروانؓ اور مسور بن مخرمہؓ صحابہ کرامؓ کے تعلق سے بیان کرتے ہیں کہ جب صلح حدیبیہ کے دن سہیل بن عمرو نے صلح نامہ لکھا تو اس نے نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک شرط یہ بھی رکھی تھی کہ ہمارے پاس سے جو شخص بھی آپ کے پاس جائے خواہ وہ آپ کے دین کا حامل ہی کیوں نہ ہو آپ اسے ہمارے پاس واپس کردیں گے اور ہمارے اور اس کے درمیان نہیں آئیں گے......صلح کی مدت کے دوران آپ ﷺ کے پاس(مکہ سے)جو شخص بھی آیا خواہ مسلمان ہی کیوں نہ تھا،اسے نبی کریم ﷺ نے واپس کردیا،کچھ مومن خواتین بھی ہجرت کرکے (مدینہ)آئیں،ان خواتین میں ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیطؓ بھی شامل تھیں،وہ اس وقت بالکل نوخیز تھیں،ان کے گھر والوں نے نبی کریم ﷺ کے پاس آکر انھیں واپس کرنے کا مطالبہ کیا،لیکن نبی کریم ﷺ نے انھیں ان کے گھر والوں کے حوالہ نہیں کیا۔(بخاری)

حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں ہم لوگ یمن میں تھے کہ ہمیں یہ خبر ملی کہ نبی کریم ﷺ مدینہ کی طرف نکل پڑے ہیں،لہذا ہم لوگ بھی وہاں سے ہجرت کرکے مدینہ کی طرف نکل پڑے۔ہماری کشتی ہمیں لے کر حبشہ میں نجاشی کی طرف نکل پڑی،وہاں ہماری ملاقات حضرت جعفر بن ابوطالبؓ سے ہوگئی،ہم لوگوں نے انھیں کے ساتھ

قیام کیا، یہاں تک کہ ہم سب ایک ساتھ مدینہ آئے ..... حضرت اسماء بنت عمیسؓ جو ہم لوگوں کے ساتھ ہی مدینہ آئی تھیں حضرت حفصہؓ کے پاس گئیں ......۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ عرب کے ایک قبیلہ کے پاس ایک کالی باندی تھی، ان لوگوں نے اسے آزاد کردیا، آزاد ہونے کے بعد وہ ان ہی لوگوں کے درمیان رہتی تھی، وہ باندی کہتی ہے کہ ایک دن اس قبیلہ کی ایک بچی چمڑے کا ایک سرخ قیمتی پٹکا باندھ کر نکلی، اس نے خود ہی اس پٹکے کو کہیں رکھ دیا، یا یہ کہ وہ اس سے کہیں گر گیا، وہاں سے ایک چیل کا گذر ہوا، اس نے اس پڑے ہوئے پٹکے کو گوشت سمجھا اور اسے اٹھالے گئی، وہ باندی کہتی ہے کہ قبیلہ کے لوگوں نے اس پٹکے کو تلاش کیا لیکن انھیں وہ نہ مل سکا، وہ باندی کہتی ہے کہ قبیلہ کے لوگوں نے مجھ پر اس پٹکے کی چوری کا الزام لگایا، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ وہ لوگ اس پٹکے کو اس کے پاس تلاش کرنے لگے، حتی کہ انھوں نے تلاشی کے دوران اس کی شرمگاہ بھی دیکھی، وہ باندی کہتی ہے کہ میں قبیلہ کے لوگوں کے ساتھ کھڑی تھی کہ وہاں سے ایک چیل گذری اور اس نے وہ پٹکا وہاں پر ڈال دیا، وہ باندی کہتی ہے کہ وہ پٹکا ان لوگوں کے درمیان میں آکر گرا، باندی کہتی ہے کہ پھر میں نے کہا کہ یہ رہی وہ چیز جس کی چوری کا الزام تم میرے اوپر رکھ رہے ہو، میں اس سلسلہ میں مکمل طور پر بری ہوں، تمہاری چیز تمہارے سامنے ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پھر وہ باندی نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور اس نے ایمان قبول کرلیا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مسجد نبوی میں اس کا ایک خیمہ تھا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ وہ میرے پاس آیا کرتی تھی، اور گفتگو کیا کرتی تھی، وہ جب بھی میرے ساتھ بیٹھتی یہ شعر ضرور پڑھتی تھی۔

ویوم الوشاح من تعاجیب ربنا      ألاأنه من بلدةالکفر أنجانی

(پٹکے والا دن میرے رب کے تعجب خیز دنوں میں سے ایک تھا، میرے رب نے مجھے کفر کے شہر سے نجات دلائی)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے اس سے پوچھا تم جب بھی میرے ساتھ بیٹھتی ہو تو یہ شعر کیوں پڑھتی ہو؟ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس پر اس نے مجھے مندرجہ بالا بات بتائی۔ (بخاری)

حافظ ابن حجرؒ تحریر فرماتے ہیں اس حدیث میں یہ کہا گیا ہے کہ انسان کو اس شہر اور ملک سے نکل جانا چاہیے جہاں اسے آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑے، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اس شہر کو چھوڑ کر جس شہر میں جائے وہاں اس کے لئے خیر وبھلائی ہو جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث میں عورت کے ساتھ پیش آیا، اس حدیث سے دارالکفر سے ہجرت کرنے کی فضیلت کا علم ہوتا ہے۔

سیرت اور تراجم سے متعلق کتابوں میں مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والی بہت سی خواتین کا ذکر آتا ہے، مثلاً حضرت عباسؓ کی اہلیہ حضرت ام الفضلؓ، ام سلمہ بنت ابی امیہ، لیلیٰ بنت ابی حثمہ، امیمہ بنت عبدالمطلب، زینب بنت جحش، حمنہ بنت جحش، ام حبیبہ بنت جحش، جدامہ بنت جندل، ام قیس بنت محصن، فاطمہ بنت قیس، سبیعہ اسلمیہ اور ام رومان۔

امام زہریؒ نے تحریر فرمایا ہے: ''مجھے کسی بھی ہجرت کرنے والی ایسی خاتون کا علم نہیں ہے جو ایمان قبول کرنے کے بعد مرتد ہو گئی ہو''۔

## پورے خاندان اور قبیلہ کو نئے دین کی طرف دعوت دینا:

حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم صحابہ کرامؓ نبی کریم ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے.....ہمیں بہت سخت پیاس لگی، ہم لوگ سفر جاری رکھے ہوئے تھے کہ راہ میں ایک عورت سے ملاقات ہوئی، جس کی سواری کے دونوں طرف مشکیزہ تھا، ہم نے اس سے پوچھا کہ پانی کہاں ہے، اس نے کہا کہ پانی نہیں ہے، ہم نے اس سے پوچھا کہ تمہارے گھر اور پانی کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ اس نے کہا کہ میرے گھر سے پانی ایک دن ایک رات کی مسافت کی دوری پر ہے، ہم نے اس سے کہا تم نبی کریم ﷺ کے پاس چلو......آپ ﷺ نے اس کے مشکیزہ سے پانی بھرنے کا حکم دیا...... ہمارے پاس جتنے بھی مشکیزے اور برتن تھے ہم نے ان سبھی میں پانی بھر لیا، ہاں صرف ہم لوگوں نے اونٹوں کو پانی نہیں پیالا، اتنا پانی بھرنے کے بعد بھی عورت کے دونوں مشکیزے پانی سے لبالب بھرے ہوئے تھے، قریب تھا کہ وہ چھلک جائیں، پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے کہا کہ جو کچھ تم لوگوں کے پاس ہے لے آؤ، لہذا صحابہ کرامؓ نے اس کے لئے روئی کے ٹکڑے اور کھجوریں جمع کر دیں، وہ عورت یہ ساری چیزیں لے کر اپنے قبیلہ اور گھر والوں کے پاس آئی اور اس نے ان لوگوں سے کہا، میں اس وقت سب سے بڑے جادوگر یا اس کے ساتھیوں کے کہنے کے مطابق نبی کے پاس سے آ رہی ہوں، اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے قبیلہ کے لوگوں کو اس عورت کے ذریعہ ہدایت سے نوازا، لہذا اس عورت نے بھی اسلام قبول کر لیا اور اس کے قبیلے والوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ ایک روایت میں ہے: اس واقعہ کے بعد مسلمان اس عورت کے قبیلہ کے اردگرد موجود مشرک قبیلوں پر حملہ کر رہے تھے، لیکن اس عورت کے قبیلہ پر حملہ نہیں کر رہے تھے، اس عورت نے ایک دن اپنی قوم کے لوگوں سے کہا میرا خیال ہے ان مسلمانوں نے تم لوگوں کو قصداً چھوڑ رکھا ہے، تم لوگوں کا اسلام کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اس طرح لوگوں نے اس عورت کی بات مان لی اور سبھوں نے اسلام قبول کر لیا۔ (بخاری ومسلم)

اس عورت کے اسلام قبول کرنے اور اپنی قوم کو قبولیت اسلام کی دعوت دینے سے بہت سالوں قبل ہی مکہ میں ایک خاتون جن کا نام ام شریکؓ القرشیہ تھا، نے اسلام قبول کرلیا تھا، اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور وہ لوگ بہت ہی کمزور تھے، اس وقت بھی یہ خاتون قریش کی عورتوں کے پاس جاتیں اور انھیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتیں، ایک مرتبہ مکہ والوں کو ان کے اس عمل کا علم ہو گیا تو ان لوگوں نے انھیں پکڑا اور ان سے کہا کہ اگر تمہاری قوم تمہاری پشت پناہی نہ کرتی تو ہم تمہیں بہت برا سبق سکھاتے۔

## دوم: اسلامی مملکت میں:

## عورتوں کا نبی کریم ﷺ سے بحیثیت امام المسلمین بیعت کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے نبی ﷺ، جب تمہارے پاس مومن عورتیں بیعت کرنے کے لئے آئیں اور اس بات کا عہد کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی، اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی، اور کسی امر معروف میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لے لو اور ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو، یقیناً اللہ درگذر فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے''۔(سورۂ ممتحنہ: ۱۲)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں نے عید الفطر کی نماز نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ ہر ایک کے ساتھ ادا کی ہے، یہ تمام حضرات پہلے عید کی نماز پڑھتے تھے پھر خطبہ دیا کرتے تھے، (نماز اور خطبہ کے بعد) نبی کریم ﷺ منبر سے نیچے اترے گویا کہ میں اس وقت وہ منظر دیکھ رہا ہوں کہ آپ ﷺ مردوں کو اپنے ہاتھ سے بٹھا رہے ہیں، پھر اس کے بعد نبی کریم ﷺ مردوں کے درمیان سے ہوتے ہوئے حضرت بلالؓ کے ساتھ عورتوں کے پاس پہنچے اور ان کے سامنے یہ آیت تلاوت کی ''**يا ايها النبى إذا جاء ک المومنات يبايعنک على ان لا يشركن بالله شيئا ولا يسرقن ولا يزنين ولا يقتلن أولادهن ولا ياتين ببهتان يفترينه بين أيديهن وأرجلهن**''، نبی کریم ﷺ نے اس پوری آیت کی تلاوت کی، آیت کی تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم سب عورتیں اس کے مطابق عمل کرتی ہو؟ تمام عورتوں میں سے صرف ایک عورت نے جواب دیا ہاں، پوری آیت پر عمل کرتی ہوں، حضرت حسنؒ کو معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کون عورت تھی، پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم تمام عورتوں کو صدقہ کرنا چاہیے، حضرت بلالؓ نے اپنا کپڑا پھیلا دیا اور عورتیں

اس میں اپنی انگوٹھیاں ڈالنے لگیں۔ (بخاری ومسلم)

عورتوں کے نبی کریم ﷺ سے بیعت کرنے کے مسئلہ سے متعدد باتیں معلوم ہوتی ہیں، پہلی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ عورت کی شخصیت مستقل بالذات ہے، عورت محض مرد کے تابع ہی نہیں ہے، بلکہ وہ اسی طرح بیعت کرتی ہے جس طرح مرد بیعت کرتے ہیں، دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ عورتوں کی بیعت درحقیقت اسلام کی بیعت اور نبی کریم ﷺ کی اطاعت کے مرادف ہے، اور اس مسئلہ میں مرد وعورت دونوں ہی کے سلسلہ میں یکساں حکم ہے، کبھی کبھی مرد حضرات بھی نبی کریم ﷺ سے عورتوں کی بیعت کی طرح بیعت کرتے تھے، حضرت عبادۃ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ آپ کے اردگرد کچھ صحابہ کرامؓ بیٹھے تھے، اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا آؤ، تم سب مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گے، چوری نہ کرو گے، زنا نہ کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے، اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لاؤ گے اور کسی امر معروف کے سلسلہ میں میری نافرمانی نہ کرو گے..... حضرت عبادۃؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ان امور پر آپ ﷺ سے بیعت کر لی۔ (بخاری)

بیعت کی ایک قسم صرف مردوں کے ساتھ مخصوص ہے، وہ جہاد وحفاظت کی بیعت ہے، مثلاً حدیبیہ کے موقع پر بیعت رضوان۔ تیسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ عورتوں کی نبی کریم ﷺ سے بیعت کرنے کی دو حیثیتیں ہیں، اول نبی کریم ﷺ کو ایک ایسا رسول سمجھنا جو اللہ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچاتا ہے، دوم نبی کریم ﷺ کو مسلمانوں کا امام سمجھنا، وسری حیثیت کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہوتی ہے: "**ولا يعصينك في معروف**" اسی طرح نبی کریم ﷺ کے اس قول سے بھی دوسری حیثیت کی تائید ہوتی ہے: "**إنما الطاعة في المعروف**" (بخاری ومسلم)۔

جب ہم نے عورتوں کی نبی کریم ﷺ سے بیعت کرنے کے مسئلہ کا ذکر کیا تو ہمیں یہ واقعہ بھی یاد آ گیا کہ بیعت عقبہ ثانیہ میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شامل تھیں، حافظ ابن حجرؒ نے ابن اسحاق کی روایت کردہ ایک حدیث نقل کی ہے جسے ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے:

"حضرت کعب بن مالکؓ کہتے ہیں ہم اپنی قوم کے مشرکین کے ساتھ حج کے لئے نکلے، ہم لوگوں نے نماز ادا کی، ہمارے ساتھ ہمارے سردار براء بن معرور بھی تھے.... وہ کہتے ہیں پھر ہم ۷۳ مرد عقبہ کے پاس جمع ہوئے، ہمارے ساتھ دو عورتیں بھی تھیں، قبیلہ بنو مازن کی ایک خاتون ام عمارۃ بنت کعب اور قبیلہ بنو سلمہ کی ایک خاتون اسماء بنت عمرو بن عدی"۔

**ہجرت کرنے والی عورتوں کی جانچ پڑتال کرنا:**

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب مومن عورتیں ہجرت کر کے تمہارے پاس آئیں تو (ان کے مومن ہونے کی) جانچ پڑتال کرلو، اوران کے ایمان کی حقیقت تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے، پھر جب تمہیں معلوم ہو جائے کہ وہ مومن ہیں تو انھیں کفار کی طرف واپس نہ کرو، نہ وہ کفار کے لئے حلال ہیں اور نہ کفار ان کے لئے حلال......''۔(الممتحنۃ:۱۰)

حضرت مسور بن مخرمہؓ اور حضرت مروانؓ (جن میں سے ہر ایک دوسرے کی تصدیق کرتا ہے) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ حدیبیہ کے زمانہ میں نکلے...... پھر سہیل بن عمرو آیا اور اس نے کہا آیئے ہمارے اور اپنے درمیان ایک معاہدہ مرتب کرلیجئے، نبی کریم ﷺ نے کاتب کو بلایا اور فرمایا لکھو...... سہیل نے کہا معاہدہ کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ آپ کے پاس ہماری طرف سے جو بھی آئے خواہ وہ آپ کے دین کا حامل ہی کیوں نہ ہو، اسے آپ ہماری طرف واپس کردیں گے...... پھر کچھ مومن عورتیں آئیں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ''یا ایھا الذین آمنوا اذا جاء ک المومنات مھاجرات فامتحنوھن....'' (الایۃ) (بخاری ومسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں ان ہجرت کرنے والی مومن عورتوں میں حسان بن دحداحہ کی اہلیہ امیمہ بنت بشر، مسافر المخزومی کی اہلیہ سبیعہ بنت الحارث...... شماس بن عثمان کی اہلیہ بروغ بنت عقبہ اور عمرو بن عبدود کی اہلیہ عبدہ بنت عبدالعزیز بن نضلہ کے نام آتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب مومن عورتیں نبی کریم ﷺ کی طرف ہجرت کرتی تھیں تو نبی کریم ﷺ ان کا امتحان لیتے اور ان کی جانچ پڑتال کرتے، کیونکہ اللہ کا یہ ارشاد تھا ''یا ایھا الذین آمنوا اذاجاء کم المومنات مھاجرات فامتحنوھن......''، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جو بھی مومن عورت اس شرط کو تسلیم کرلیتی تھی گویا کہ وہ آزمائش وامتحان کو تسلیم کرلیتی تھی۔(بخاری)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ کے الفاظ ''جو بھی مومن عورت اس شرط کو تسلیم کرلیتی تھی گویا کہ وہ آزمائش وامتحان کو تسلیم کرلیتی تھی'' سے ایمان کی شرط کی طرف اشارہ ہے، اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ طبری میں روایت ملتی ہے......اس میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ان عورتوں کا امتحان یہ تھا کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، طبری کی حضرت ابن عباسؓ سے منقول ایک دوسری روایت میں ہے'' خدا کی قسم وہ عورت اپنے شوہر سے ناراض ہوکر یا ایک سرزمین سے

دوسری سرزمین میں منتقل ہونے کی خواہش میں یا دنیا کی طلب میں نہ نکلی ہو بلکہ وہ درحقیقت اللہ اوراس کے رسول کی محبت میں نکلی ہو‘‘۔

## عورت کا خود کوشادی کا پیغام دینے والے کو اسلام کی دعوت دینا:

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جنت دکھائی گئی تو میں نے ابوطلحہؓ کی بیوی کو دیکھا......۔(مسلم)

حضرت ابوطلحہؓ کی بیوی کا نام ام سلیمؓ ہے، حضرت ابوطلحہؓ کے ساتھ ان کی شادی کے واقعہ سے ان کی شخصیت اورایمان کی مضبوطی وقوت ظاہر ہوتی ہے، اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے انھیں اپنی شادی کا پیغام دیا تھا اسے اسلام کی دعوت دینے کی آپ کے اندر کس قدر حرص اور خواہش پائی جاتی تھی۔

ابن سعد نے الطبقات میں تحریر کیا ہے کہ ابوطلحہؓ نے ام سلیمؓ کو شادی کا پیغام دیا، تو انھوں نے کہا اے ابوطلحہ کیا آپ یہ نہیں جانتے کہ آپ جس معبود کی عبادت کرتے ہیں وہ تو ایک درخت ہے جو زمین پراگتا ہے، اسے فلاں حبشی نے تراش خراش کر کے بنایا ہے؟ اے ابوطلحہ کیا آپ کو اس کا علم نہیں ہے کہ آپ جس معبود کی عبادت کرتے ہیں اگر اس کو آگ لگادی جائے تو وہ جل جائے گا؟ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ آپ جس پتھر کی عبادت کرتے ہیں وہ نہ ہی آپ کو نقصان پہنچاتا ہے اور نہ ہی نفع پہنچاتا ہے؟

حضرت ثابت بنانیؒ کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ ابوطلحہؓ نے ام سلیمؓ کو شادی کا پیغام دیا تو انھوں نے کہا: اے ابوطلحہ خدا کی قسم آپ کی طرح لوگوں کے پیغام رد نہیں کئے جاتے، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ آپ ایک کافر مرد ہیں اور میں ایک مسلمان عورت ہوں، میرے لئے آپ سے شادی کرنا جائز نہیں ہے، اگر آپ اسلام قبول کر لیتے ہیں تو وہی میرا مہر ہو جائے گا، میں اس کے علاوہ کچھ بھی مہر میں طلب نہ کروں گی (حالانکہ وہ انصاریوں میں سب سے مالدار اور سب سے زیادہ کھجور کے باغات کے مالک تھے) لہذا ابوطلحہؓ نے اسلام قبول کرلیا، اوران کا اسلام ہی ام سلیمؓ کا مہر قرار پایا، حضرت ثابت بنانی کہتے ہیں میں نے مہر کے سلسلہ میں ام سلیم سے زیادہ معزز کوئی عورت نہیں دیکھی، ان کا مہر اسلام تھا۔(نسائی)

ام سلیمؓ نے خود کو اشادی کا پیغام دینے والے کو ایسے وقت میں اسلام کی دعوت دی جب اسلامی ریاست ومملکت کی تاسیس کا آغاز ہوا تھا، اس وقت مدینہ کی آبادی مسلمانوں، مشرکوں اور یہودیوں سبھی پر مشتمل تھی۔

**اسلام کے دفاع کی خاطر جہاد میں عورت کی شرکت:**

حضرت ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ میں جایا کرتے تھے، ہم عورتیں لوگوں کو پانی پلاتی تھیں، ان کی خدمت کرتی تھیں، زخمیوں کا علاج کرتی تھیں اور زخمیوں ومقتولین کو مدینہ بھیجا کرتی تھیں۔ (بخاری)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں..... نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری امت کے کچھ لوگ جو اللہ کی راہ میں سمندر میں جا کر غزوہ کریں گے وہ میرے سامنے تخت پر بیٹھے ہوئے بادشاہوں کی شکل میں پیش کئے گئے، حضرت ام حرامؓ نے کہا اے اللہ کے رسول اللہ سے دعا کردیں کہ وہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل فرمالے، لہذا آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمادی.... (بخاری ومسلم)

ہم یہاں پر جہاد میں عورت کی شرکت سے متعلق صرف دو ہی حدیثوں پر اکتفا کرتے ہیں، کیونکہ پانچویں فصل میں جہاد سے متعلق تمام احادیث گذر چکی ہیں۔

**عورتوں کا نبی کریم ﷺ (جو کہ مسلمانوں کے امام تھے) سے محبت ووفاداری کا اظہار کرنا:**

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہند بنت عتبہؓ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور کہا: اے اللہ کے رسول پوری دنیا میں آپ کے خیمہ والوں (یعنی متبعین) سے زیادہ کسی اور کی ذلت مجھے پسند نہیں تھی، لیکن اب اس پوری دنیا میں آپ کے خیمہ والوں (یعنی متبعین) سے زیادہ کسی اور کی عزت مجھے محبوب نہیں......۔ (بخاری ومسلم)

**عورت کا مردوں کو پناہ دینا اور امام کا اس کی پناہ کو تسلیم کرنا:**

حضرت ام ہانی بنت ابی طالبؓ فرماتی ہیں: میں فتح مکہ کے سال نبی کریم ﷺ کے پاس گئی، اس وقت آپ ﷺ غسل فرمارہے تھے، حضرت فاطمہؓ آڑ کئے ہوئے تھیں، میں نے نبی کریم ﷺ کو سلام کیا، آپ ﷺ نے پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا میں ام ہانی بنت ابی طالبؓ ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا خوش آمدید ام ہانی، پھر میں نے کہا، اے اللہ کے رسول میرا بھائی علیؓ کہتا ہے کہ وہ اس شخص کو قتل کردے گا جسے میں نے پناہ دے رکھی ہے، وہ فلاں ابن ہبیرہ ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے ام ہانی تم نے جس شخص کو پناہ دی ہے ہم بھی اسے پناہ دیتے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

**عورت کا سیاسی امور میں دلچسپی لینا:**

**ام سلمہؓ کا منبر پر موجود امام المسلمین کے ندا پر لبیک کہنا:**

حضرت عبداللہ بن رافع کہتے ہیں کہ حضرت ام سلمہؓ یہ بیان کیا کرتی تھیں کہ وہ بالوں میں کنگھا کر رہی تھیں کہ انھوں نے منبر پر نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ''اے لوگو!'' انھوں نے بالوں میں کنگھا کرنے والی باندی سے کہا میرا سر چھوڑ و (ایک روایت میں ہے: میں نے باندی سے کہا: ذرا پرے ہٹنا، باندی نے کہا نبی کریم ﷺ نے مردوں کو آواز دی ہے نہ کہ عورتوں کو، میں نے کہا میں بھی ''لوگوں'' ہی میں سے ہوں ......)(مسلم)۔

حملہ کی غرض سے بنوقریظہ کی طرف نکلنے کے وقت ام سلمہؓ کا امام المسلمین کے خطبہ کو غور سے سننا:

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل تشریف لائے، اس وقت آپ ﷺ کے پاس حضرت ام سلمہؓ موجود تھیں، وہ نبی کریم ﷺ سے گفتگو کرنے لگے، پھر وہ اٹھ کر چلے گئے، نبی کریم ﷺ نے حضرت ام سلمہؓ سے پوچھا (کیا تم جانتی ہو کہ) یہ کون تھے؟ انھون نے کہا یہ دحیہؓ تھے، حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں خدا کی قسم میں تو انھیں دحیہ ہی سمجھ رہی تھی، یہاں تک کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، جس میں آپ ﷺ حضرت جبرئیل کی آمد کی اطلاع دے رہے تھے (اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ وہ دحیہؓ نہیں تھے)۔(بخاری و مسلم)

حضرت ام سلمہؓ کی مندرجہ بالا روایت مختصر ہے، حضرت عائشہؓ نے نبی کریم ﷺ کی اس گفتگو کو وضاحت سے بیان کیا ہے جو حضرت جبرئیل کے ساتھ ہوئی تھی اور جس کا ذکر نبی کریم ﷺ نے اپنے خطبہ میں کیا تھا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: نبی کریم ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل آئے (یہ واقعہ غزوۂ احزاب سے واپسی کے وقت کا ہے) اور کہا: آپ نے اسلحہ رکھ دیا، خدا کی قسم ہم نے ابھی تک اسلحہ نہیں رکھا ہے، آپ ان کی طرف نکل جائیے، آپ ﷺ نے پوچھا کن کی طرف؟ حضرت جبرئیل نے کہا اس جانب، یہ کہتے ہوئے انھوں نے بنوقریظہ کی طرف اشارہ کیا۔(بخاری)

**امام المسلمین کے ساتھ اجتماع عام کی دعوت پر حضرت فاطمہؓ بنت قیس کا لبیک کہنا:**

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ فرماتی ہیں...... جب میری عدت کے ایام ختم ہو گئے تو میں نے نبی کریم ﷺ کے منادی کو مسجد میں جمع ہونے کی نداء لگاتے ہوئے سنا، لہذا میں بھی مسجد کی طرف نکلی اور میں نے نبی کریم ﷺ

کے ساتھ نماز ادا کی، میں مردوں کی صفوں کے بعد عورتوں کی (پہلی) صف میں تھی، (ایک روایت میں ہے: میں بھی لوگوں کے ساتھ چلی، میں عورتوں کی پہلی صف میں تھی جو کہ مردوں کی سب سے آخری صف کے بعد تھی)۔ جب نبی کریم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ ہنستے ہوئے منبر پر تشریف فرما ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر شخص اپنی جگہ پر رہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تم لوگوں کو کیوں جمع کیا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے تم لوگوں کو کسی چیز کی رغبت دلانے یا کسی چیز سے ڈرانے کے لئے جمع نہیں کیا ہے......۔ (مسلم)

## زینب بنت المہاجر کو امت مسلمہ کے مستقبل کی فکر ہونا:

حضرت قیس بن ابوحازمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ قبیلہ احمس کی ایک عورت زینب بنت المہاجرؒ کے پاس گئے، انھوں نے دیکھا کہ وہ گفتگو نہیں کر رہی ہے، تو انھوں نے پوچھا یہ گفتگو کیوں نہیں کرتی، لوگوں نے کہا اس نے خاموش رہ کر حج کرنے کی منت مانی ہے۔ انھوں نے اس سے کہا بات کرو، کیونکہ خاموش رہ کر حج کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ تو جاہلی عمل ہے، لہذا وہ بات کرنے لگی، اس نے کہا آپ کون ہیں؟ انھوں نے کہا میں ایک مہاجر ہوں، اس نے پوچھا کون سے مہاجر؟ انھوں نے کہا میرا تعلق قریش سے ہے، اس نے پوچھا قریش کے کس قبیلہ سے آپ کا تعلق ہے؟ انھوں نے کہا تم بہت سوال کرتی ہو، میں ابوبکر ہوں، اس نے پوچھا جاہلیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے جس نیک وصالح دین سے ہمیں نوازا ہے ہم اس پر کب تک باقی رہیں گے؟ انھوں نے کہا تم لوگ اس دین پر اس وقت تک قائم و باقی رہو گے جس وقت تک تمہارے ائمہ راہ راست پر رہیں گے، اس نے پوچھا یہ ائمہ کیا ہیں؟ انھوں نے کہا کیا تمہاری قوم میں کچھ سردار نہیں ہوتے جو لوگوں کو حکم دیتے ہیں تو لوگ ان کی اطاعت کرتے ہیں؟ اس نے کہا کیوں نہیں، انھوں نے کہا یہی لوگ لوگوں کے ائمہ ہیں۔ (بخاری)

## حضرت عائشہؓ کا ایک حاکم کے احوال دریافت کرنا:

حضرت عبداللہ بن شماسؒ کہتے ہیں میں حضرت عائشہؓ سے کچھ چیزیں پوچھنے کے لئے ان کے پاس آیا تو انھوں نے مجھ سے پوچھا تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟ میں نے کہا میں مصر سے تعلق رکھتا ہوں، انھوں نے پوچھا تمہارے حاکم کا تمہارے مجاہدین کے سلسلہ میں کیسا رویہ ہے؟ انھوں نے کہا ہم لوگوں نے اس میں کوئی بھی عیب کی

بات نہیں دیکھی، اگر ہمارے کسی شخص کا اونٹ فوت ہو جاتا ہے تو وہ اسے اونٹ دے دیتا ہے اور اگر غلام فوت ہو جاتا ہے تو غلام دے دیتا ہے اور اگر کسی کو نفقہ کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ اسے نفقہ دے دیتا ہے....(مسلم)۔

## سیاسی مسائل میں عورت کا مرد کو مشورہ دینا:

### حدیبیہ کے دن حضرت ام سلمہؓ کا نبی کریم ﷺ کو مشورہ دینا:

حضرت مسور بن مخرمہؓ اور حضرت مروانؒ (جن میں سے ہر ایک دوسرے کی تصدیق کرتا ہے) فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے زمانہ میں نبی کریم ﷺ نکلے......سہیل بن عمرو آیا اور اس نے کہا آیئے اپنے اور ہمارے درمیان ایک معاہدہ مرتب کر لیجئے، نبی کریم ﷺ نے کاتب کو بلایا اور اس سے کہا لکھو "بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم"، سہیل نے کہا خدا کی قسم ہمیں نہیں معلوم کہ "رحمٰن" کیا چیز ہے، اس کے بجائے وہ لکھو جو تم لکھا کرتے تھے یعنی "باسمک اللھم" اس پر مسلمانوں نے کہا خدا کی قسم ہم تو صرف 'بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم" ہی لکھیں گے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا "باسمک اللھم" لکھ دو......سہیل سے نبی کریم ﷺ نے کہا اس معاہدہ کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ تم لوگ ہمارے اور خانہ کعبہ کے درمیان راستہ کو خالی کر دو تا کہ ہم طواف کر سکیں، سہیل نے کہا خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، ورنہ عرب یہ کہنے لگیں گے کہ ہم دباؤ میں آ گئے ہیں، آپ آئندہ سال ہی طواف وعمرہ کر سکتے ہیں، لہٰذا معاہدہ کی یہ شرط لکھ دی گئی۔

سہیل نے کہا معاہدہ کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ آپ کے پاس جو شخص بھی آئے خواہ وہ آپ کے دین کا حامل ہی کیوں نہ ہو آپ اسے ہمارے پاس واپس کر دیں گے، مسلمانوں نے کہا سبحان اللہ اسے مشرکین کی طرف کیسے واپس کر دیا جائے گا حالانکہ وہ مسلمان ہو کر آئے گا؟ حضرت عمر بن الخطابؓ کہتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور میں نے کہا کیا آپ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں، میں نے کہا کیا ہم لوگ حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں، میں نے کہا پھر ہمیں اپنے دین کے سلسلہ میں ذلت ورسوائی کا سامنا کیوں کرنا پڑ رہا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں، میں اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتا، اللہ ہی میری مدد کرنے والا ہے، میں نے کہا کیا آپ ہم سے یہ نہیں کہا کرتے تھے کہ ہم لوگ خانہ کعبہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں، لیکن کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ ہم اسی سال خانہ کعبہ جائیں گے؟ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم ضرور خانہ

کعبہ تک جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے...... جب نبی کریم ﷺ معاہدہ کے مسئلہ سے فارغ ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ سے فرمایا جاؤ اپنے جانوروں کو ذبح کرو پھر اپنے بال اتروالو، راوی کہتے ہیں خدا کی قسم صحابہ کرامؓ میں سے کوئی بھی اپنی جگہ سے نہ اٹھا، آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ بات کہی جب کوئی بھی اپنی جگہ سے نہیں اٹھا تو آپ ﷺ ام سلمہؓ کے پاس چلے گئے اور ان سے صحابہ کرام کے رویہ کا ذکر کیا، حضرت ام سلمہؓ نے کہا اے اللہ کے رسول کیا آپ واقعتاً ایسا ہی چاہتے ہیں؟ آپ گھر سے نکلئے، کسی سے بھی گفتگو نہ کیجئے، اپنے جانور کو ذبح کر دیجئے اور حجام کو بلوا کر اپنے بال اتروا لیجئے، لہذا نبی کریم ﷺ گھر سے نکلے، کسی سے بھی بات نہیں کی، آپ ﷺ نے اپنے جانور کو ذبح کیا اور اپنے حجام کو بلوا کر اپنے بال اتروالئے، جب صحابہ کرامؓ نے نبی کریم ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا تو سب ہی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے، انھوں نے اپنے اپنے جانوروں کی قربانی کی اور ایک دوسرے کے بال اتارنے لگے۔ (بخاری)

### حنین کے دن ام سلیمؓ کا نبی کریم ﷺ کو مشورہ دینا:

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت ام سلیمؓ نے ......غزوہ حنین کے دن.... کہا اے اللہ کے رسول ہمارے جو لوگ فتح مکہ کے موقع پر آزاد چھوڑ دیئے گئے آپ انہیں قتل کرنے کا حکم دے دیجئے، یہ سب شکست کھا جائیں گے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے ام سلیمؓ اللہ تعالی کافی ہے اور احسان کرنے والا ہے (مسلم)۔

### مسجد میں حضرت عمر بن الخطابؓ کو نیزہ مارے جانے کے بعد حضرت حفصہؓ کا اپنے بھائی عبداللہ کو مشورہ دینا:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں حضرت حفصہؓ کے پاس گیا تو انھوں نے مجھ سے کہا کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ تمہارے والد اپنا جانشیں مقرر کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے؟ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا وہ ایسا نہیں کر سکتے، انھوں نے کہا وہ ایسا ہی کرنے والے ہیں، حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں پھر میں نے اس موضوع پر اپنے والد سے گفتگو کرنے کی قسم کھائی پھر میں خاموش ہو گیا اور والد کے پاس آیا، لیکن میں نے ان سے گفتگو نہیں کی، مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا کہ میرے اوپر پہاڑ کا بوجھ ہو، پھر میں دوبارہ لوٹ کر ان کے پاس گیا، انھوں نے مجھ سے لوگوں کے حالات دریافت کئے، میں نے انھیں لوگوں کے حالات کی خبر دی، حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں پھر میں نے ان سے کہا میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا تو میں نے وہ بات آپ سے کہنے کی قسم کھالی، لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ اپنا جانشیں مقرر کرنے والے نہیں ہیں، اگر آپ کا کوئی اونٹوں یا بکریوں کو چرانے والا ہو اور وہ انھیں ویسے ہی

چھوڑ کر آپ کے پاس آجائے تو آپ کا کیا خیال ہے کیا وہ ہلاک نہ ہو جائیں گی؟ پھر لوگوں کی نگہبانی اور نگہداشت تو اس سے بھی زیادہ اہم اور ضروری ہے، حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ والد نے میری باتوں سے اتفاق کرلیا، وہ تھوڑی دیر اپنا سر بستر پر رکھے رہے پھر میری طرف سر اٹھا کر کہا: اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کرے گا، اگر میں کسی کو اپنا جانشیں مقرر نہیں کرتا ہوں تو نبی کریم ﷺ نے بھی کسی کو اپنا جانشیں مقرر نہیں کیا تھا اور اگر میں کسی کو اپنا جانشیں مقرر کرتا ہوں تو حضرت ابوبکرؓ نے بھی اپنا جانشیں مقرر کیا تھا، جب انھوں نے نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کا ذکر کیا تو میں سمجھ گیا کہ وہ نبی کریم ﷺ پر کسی کو ترجیح دینے والے نہیں ہیں، لہذا وہ کسی کو اپنا جانشیں مقرر نہیں کریں گے۔ (مسلم)

**حضرت علیؓ وحضرت معاویہؓ کے درمیان تحکیم والے دن حضرت حفصہؓ کا اپنے بھائی عبداللہؓ کو مشورہ دینا:**

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت حفصہؓ کے پاس گیا اس وقت ان کے بالوں سے پانی کے قطرات گر رہے تھے، میں نے کہا لوگوں کے معاملات اور مسائل آپ کی نظروں کے سامنے ہیں، مجھے تو اس سلسلہ میں کچھ بھی اختیار نہیں دیا گیا ہے، حفصہؓ نے کہا لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، اگر آپ ان کے پاس نہیں گئے تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تفرقہ اور انتشار نہ ہو جائے، حضرت حفصہؓ ان کے پیچھے پڑی رہیں یہاں تک کہ وہ چلے گئے۔ (بخاری)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ''لوگوں کے معاملات اور مسائل آپ کی نظروں کے سامنے ہیں'' سے مراد وہ جنگ ہے جو صفین کے میدان میں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان اس دن ہوئی تھی جس دن لوگوں نے مختلف فیہ حکومت کے سلسلہ میں اتفاق کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور غور وفکر کے لئے ایک جگہ جمع ہوئے تھے، لہذا ابن عمرؓ نے اپنی بہن سے مشورہ کیا کہ آیا انھیں ان لوگوں کے پاس جانا چاہیے یا نہیں، ان کی بہن نے ان کو ان لوگوں کے پاس اس اندیشہ کی وجہ سے جانے کا مشورہ دیا کہ مبادا ان کی عدم موجودگی سے کوئی ایسا اختلاف نہ رونما ہو جائے جو دائمی اختلاف کا سبب بن جائے، عبدالرزاق میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا جس دن حضرت معاویہؓ دومۃ الجندل میں جمع ہوئے حضرت حفصہؓ نے ان سے کہا تم کو زیب نہیں دیتا کہ تم ایسی صلح سے پیچھے رہو جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کے درمیان صلح پیدا کرا دے، تم تو نبی کریم ﷺ کے سالے اور عمر بن الخطابؓ کے بیٹے ہو۔

## عورت کا سیاست سے متعلق نبوی ہدایات کی اشاعت کرنا:

ضبہ بن محصن الغزیؒ کہتے ہیں کہ حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمہارے اوپر لوگ امیر بنائے جائیں گے، تمہیں ان میں کچھ باتیں معروف اور کچھ باتیں منکر نظر آئیں گی، جس نے منکر کو ناپسند کیا وہ بری الذمہ ہو گیا، جس نے منکر پر نکیر کی وہ محفوظ ہو گیا، ہاں اگر کوئی اس سے راضی ہے اور اس کی تابعداری کرتا ہے (تو وہ نہ ہی بری الذمہ ہوگا اور نہ ہی محفوظ)، صحابہ کرام نے کہا اے اللہ کے رسول کیا ایسے امراء سے ہم جنگ نہ کریں؟ آپ ﷺ نے کہا نہیں، ان لوگوں سے اس وقت تک جنگ نہ کرو، جب تک یہ لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ (مسلم)

حضرت عبدالرحمٰن بن شماسؒ کہتے ہیں میں حضرت عائشہؓ کے پاس کچھ پوچھنے کے لئے گیا.... انھوں نے کہا میں تمہیں وہ بات بتا رہی ہوں جو میں نے نبی کریم ﷺ کو اپنے اس گھر میں کہتے ہوئے سنا ہے ''اے اللہ جس کسی کو بھی میری امت پر حکمرانی کی ذمہ داری سونپی جائے پھر وہ ان کے ساتھ سختی سے پیش آئے تو اے اللہ تو بھی اس شخص کے ساتھ سختی سے پیش آ، اسی طرح جس کسی کو بھی میری امت پر حکمرانی کرنے کی ذمہ داری سونپی جائے پھر وہ ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرے تو تو بھی اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کر''۔ (مسلم)

حضرت یحیٰی بن حصینؒ اپنی دادی ام الحصینؓ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں میں نے انھیں کہتے ہوئے سنا میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک تھی، وہ کہتی ہیں کہ اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے بہت ساری باتیں کہیں، پھر میں نے آپ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا اگر تمہارے اوپر کسی ناک کٹے (میرا خیال ہے کہ حضرت ام الحصین نے ''کالے'' بھی کہا تھا) غلام کو امیر بنا دیا جائے اور وہ کتاب وسنت کے مطابق تمہار قیادت کرے تو تم لوگ اس کی اطاعت کرو۔ (مسلم)

حضرت عبیداللہ بن القبطیہ فرماتے ہیں کہ میں حارث بن ابی ربیعہؓ اور عبداللہ بن صفوانؓ کے ساتھ ام المومنین ام سلمہؓ کے پاس گیا ان دونوں نے ان سے اس لشکر کے بارے میں سوال کیا جسے دھنسا دیا جائے گا۔ (ایسا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانہ میں ہوا) انھوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایک پناہ لینے والا خانہ کعبہ میں پناہ لے گا، تو اس کی طرف ایک لشکر بھیجا جائے گا، ابھی وہ لشکر ایک چٹیل میدان میں ہی ہوگا کہ اسے زمین میں دھنسا دیا جائے گا، میں نے کہا اے اللہ کے رسول جو شخص اس لشکر میں زبردستی شامل کر لیا گیا ہو اس کا کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو بھی اس لشکر کے ساتھ زمین میں دھنسا دیا جائے گا لیکن قیامت کے دن اس کے ساتھ اس کی نیت کے مطابق معاملہ کیا جائے گا۔ (مسلم)

## مسلمان حکمراں کی مخالفت میں عورت کی شرکت:

## عہد علیؓ میں ام المومنین حضرت عائشہؓ کا رول:

حضرت عبداللہ بن زیاد الاسدیؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ نے بصرہ کی طرف کوچ کیا تو حضرت علیؓ نے حضرت عمار بن یاسرؓ اور حضرت حسن بن علیؓ کو بھیجا، وہ دونوں کوفہ میں ہمارے پاس آئے اور منبر پر چڑھ گئے، حضرت حسن بن علیؓ منبر کے بالکل اوپری حصہ پر تھے جبکہ حضرت عمارؓ منبر پر حضرت حسنؓ سے نیچے کھڑے ہوئے تھے، لہذا ہم سب ان کے پاس اکٹھا ہوگئے، میں نے حضرت عمارؓ کو کہتے ہوئے سنا حضرت عائشہؓ نے بصرہ کی طرف کوچ کردی ہے، خدا کی قسم وہ تم سب کے نبی ﷺ کی بیوی ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمائش و امتحان میں ڈال دیا ہے، تاکہ اسے معلوم ہوسکے کہ تم لوگ اللہ کی اطاعت کرتے ہو یا حضرت عائشہؓ کی کرتے ہو؟ (بخاری)

ہم نے یہاں پر یہ واقعہ اس لئے پیش کیا ہے تاکہ مسلمان حکمراں کی مخالفت میں عورت کی شرکت والی بات ثابت ہوجائے، اس حدیث میں حضرت عمارؓ نے مخالفت میں حضرت عائشہؓ کی شرکت کرنے پر اور قاتلین عثمانؓ سے قصاص لینے کا مطالبہ کرنے پر نکیر نہیں کی ہے، بلکہ انھوں نے درحقیقت ایک بڑے لشکر کے ساتھ حضرت عائشہؓ کے نکلنے اور اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے درمیان پیدا ہونے والی ممکنہ جنگ پر نکیر کی ہے، جس طرح یہاں پر حضرت عمارؓ نے حضرت عائشہؓ کے کوچ کرنے پر نکیر کی ہے اسی طرح حضرت ابوموسیٰؓ اور حضرت ابن مسعودؓ نے خود حضرت عمارؓ پر حضرت عائشہؓ کے لشکر سے جنگ کرنے کے لئے تیاری کرنے پر نکیر کی ہے، حضرت ابووائل فرماتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰؓ اور حضرت ابن مسعودؓ حضرت عمارؓ کے پاس گئے، اس وقت حضرت علیؓ نے انھیں اہالیان کوفہ کی طرف بھیجا تھا تاکہ وہ ان لوگوں کو جنگ کرنے پر آمادہ کریں، ان دونوں حضرات نے حضرت عمارؓ سے کہا آپ کے اسلام لانے سے اب تک ہم لوگوں نے آپ کی طرف سے اس مسئلہ میں جلد بازی کرنے سے بڑھ کر کوئی ناپسندیدہ چیز آپ میں نہیں دیکھی تھی، اس پر حضرت عمارؓ نے کہا آپ لوگوں کے اسلام لانے سے اب تک میں نے آپ دونوں کی طرف سے اس مسئلہ میں سست روی سے بڑھ کر کوئی ناپسندیدہ چیز آپ دونوں کے اندر نہیں دیکھی تھی۔ (بخاری)

حضرت ابوبکرہؓ نے ان دونوں فریقوں پر ہی نکیر کی ہے، حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ حضرت احنف بن قیسؒ نے کہا میں فتنہ کے دنوں میں اپنے اسلحوں کے ساتھ نکلا، میری ملاقات ابوبکرۃ سے ہوگئی، انھوں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا میں نبی کریم ﷺ کے چچازاد بھائی کی مدد کرنے کے لئے جارہا ہوں، انھوں نے کہا نبی

کریم ﷺ کا فرمان ہے: اگر دو مسلمان اپنی اپنی تلواریں لے کر بھڑ جاتے ہیں تو وہ دونوں ہی جہنمی ہوتے ہیں، آپ ﷺ سے سوال کیا گیا قاتل کے جہنمی ہونے کی بات تو سمجھ میں آتی ہے لیکن بالآخر مقتول کیونکر جہنم رسید ہوگا؟ پ ﷺ نے جواب دیا کیونکہ وہ بھی اپنے حریف کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ (بخاری)

حضرت ابوبکرہؓ فرماتے ہیں جنگ جمل کے دنوں میں مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک جملے سے بڑا فائدہ پہنچایا، جب نبی کریم ﷺ کو یہ خبر ملی تھی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی ایک بیٹی کو اپنا بادشاہ بنالیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ قوم کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتی جس نے اپنی زمامِ حکومت کسی عورت کے سپرد کردی ہو۔ (بخاری)

اس واقعہ کو جس میں مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان جنگ کا ذکر ہے ہم بیان کرنا نہیں چاہتے تھے لیکن ہم نے عورتوں سے متعلق تمام نصوص کو جمع کرنے کی خاطر اس واقعہ کا ذکر کردیا

## حجاج بن یوسف الثقفی کے زمانہ میں حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کا کردار:

حضرت ابونوفلؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو مدینہ کی گھاٹی پر صولی پر لٹکے ہوئے دیکھا، حضرت ابونوفلؓ کہتے ہیں وہاں سے قریشیوں اور دیگر لوگوں کا گذر ہونے لگا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بھی وہاں پر سے گذر ہوا، وہ وہاں پر رک گئے اور انھوں نے کہا "السلام علیک اباخبیب" خدا کی قسم میں نے آپ کو اس سے روکا تھا، خدا کی قسم میں نے آپ کو اس سے روکا تھا، خدا کی قسم میں نے آپ کو اس سے روکا تھا، خدا کی قسم میرے علم کے مطابق آپ بہت زیادہ روزہ رکھنے والے، تہجد گذار اور صلہ رحمی کرنے والے تھے، خدا کی قسم جس امت کے سب سے بڑے آپ ہوں وہ کتنی بہتر ہے، پھر حضرت عبداللہ بن عمرؓ چلے گئے، حجاج تک حضرت عبداللہؓ کے اس موقف اور ان کی باتوں کی خبر پہنچی تو اس نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو سولی سے اتروا کر یہودیوں کے قبرستان میں ڈلوادیا، پھر اس نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کو بلا بھیجا، انھوں نے آنے سے انکار کردیا، اس نے ان کے پاس دوبارہ یہ کہہ کر قاصد بھیجا کہ آپ آجایئے ورنہ آپ کو زبردستی لے آیا جائے گا، حضرت ابونوفلؓ کہتے ہیں کہ حضرت اسماءؓ نے آنے سے انکار کردیا اور کہا خدا کی قسم میں تمہارے پاس نہیں آؤں گی الا یہ کہ تم مجھے زبردستی اپنے پاس بلوالو، حضرت ابونوفلؓ کہتے ہیں کہ حجاج نے کہا مجھے میرے جوتے دو، اس نے جوتے پہنے اور تیزی کے ساتھ تکبر سے چلتا ہوا حضرت اسماءؓ کے پاس آگیا اور اس نے ان سے کہا میں نے اللہ کے دشمن کے ساتھ جو کچھ کیا اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ انھوں نے جواب دیا میرا خیال یہ ہے کہ تم نے اس کی دنیا خراب کردی اور اس نے تمہاری آخرت خراب کردی، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اسے "اے ذات النطاقین کا بیٹا" کہہ کر پکارتے تھے، خدا کی قسم

میں ذات النطاقین ہوں، جہاں تک ایک نطاق (کمر بند) کا تعلق ہے تو میں نے اس کے ذریعہ سے نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے کھانے کو سواری سے لٹکایا تھا، اور دوسرا نطاق (کمر بند) وہ ہے جس سے عورت مستغنی نہیں ہوسکتی، سن لو نبی کریم ﷺ ہمیں یہ بتایا کرتے تھے کہ قبیلہ ثقیف میں ایک بہت بڑا جھوٹا اور ایک ہلاک کرنے والا پیدا ہوگا، جھوٹے کو تو ہم لوگ دیکھ چکے ہیں لیکن جہاں تک ہلاک کرنے والے شخص کا تعلق ہے تو میرا خیال ہے کہ وہ تم ہی ہو، حضرت ابونوفلؒ کہتے ہیں یہ سن کر حجاج وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا، پھر دوبارہ وہ ان کے پاس نہیں آیا۔ (مسلم)

اس طرح ایک مسلم خاتون نے انتہائی ظالم و جابر بادشاہ کی مخالفت کی اور اسے ایسے سخت الفاظ کے ذریعہ چوٹ کی جو کوڑے کی چوٹ سے بھی زیادہ موثر تھی۔

مثالوں کے اس سلسلہ کو ہم قرآن کریم میں مذکور ایک واقعہ کو ذکر کر کے ختم کرتے ہیں، اس میں ایک ایسی عورت کا ذکر ہے جو اپنے ملک کی ملکہ تھی، بہت ہی زیادہ ذہین وفطین اور ماہر سیاستداں تھیں، اس نے اپنی حکومت کے معاملات میں شوریٰ کا طریقہ اختیار کر رکھا تھا، پھر وہ بعد میں حضرت سلیمانؑ کے ذریعہ اللہ پر ایمان لے آئی تھی، اس قصہ کے ذریعہ قرآن اس جانب ہماری توجہ مبذول کراتا ہے کہ کبھی کبھی عورت سیاسی امور میں مردوں سے زیادہ بصیرت اور مہارت رکھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''(ایک موقعہ پر) سلیمانؑ نے پرندوں کا جائزہ لیا اور کہا کیا بات ہے کہ میں فلاں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا ہوں؟ کیا وہ کہیں غائب ہوگیا ہے؟ میں اسے سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح کر دوں گا، ورنہ اسے میرے سامنے معقول وجہ پیش کرنی ہوگی، کچھ زیادہ دیر نہ گذری تھی کہ اس نے آکر کہا میں نے وہ معلومات حاصل کی ہیں جو آپ کے علم میں نہیں ہیں، میں سبا کے متعلق یقینی اطلاع لے کر آیا ہوں، میں نے وہاں ایک عورت دیکھی جو اس قوم کی حکمراں ہے، اس کو ہر طرح کا سروسامان بخشا گیا ہے، اور اس کا تخت بڑا عظیم الشان ہے، میں نے دیکھا کہ وہ اور اس کی قوم اللہ کے بجائے سورج کے آگے سجدہ کرتی ہے، شیطان نے ان کے اعمال ان کے لئے خوشنما بنا دیئے اور انھیں شاہراہ سے روک دیا، اس وجہ سے وہ یہ سیدھا راستہ نہیں پاتے کہ اس خدا کو سجدہ کریں جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزیں نکالتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے جسے تم لوگ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو، اللہ کہ جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، جو عرش عظیم کا مالک ہے، سلیمانؑ نے کہا ابھی ہم دیکھ لیتے ہیں کہ تو نے سچ کہا ہے یا جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے، میرا یہ خط لے جا اور اسے ان لوگوں کی طرف ڈال دے، پھر الگ ہٹ کر دیکھ کہ وہ کیا رد عمل ظاہر کرتے ہیں؟ ملکہ بولی اے اہل دربار، میری طرف ایک بڑا اہم خط پھینکا گیا ہے وہ سلیمان کی جانب سے

ہے اور اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع کیا گیا ہے، مضمون یہ ہے کہ میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور مسلم ہو کر میرے پاس حاضر ہو جاؤ۔ (خط سن کر) ملکہ نے کہا اے سرداران قوم، میرے اس معاملہ میں مجھے مشورہ دو، میں کسی معاملہ کا فیصلہ تمہارے بغیر نہیں کرتی ہوں، انھوں نے جواب دیا ہم طاقتور اور لڑنے والے لوگ ہیں، آگے فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے، آپ خود دیکھ لیں کہ آپ کو کیا حکم دینا ہے، ملکہ نے کہا کہ بادشاہ جب کسی ملک میں گھس آتے ہیں تو اسے خراب اور اس کے عزت کرنے والوں کو ذلیل کر دیتے ہیں، یہی کچھ وہ کیا کرتے ہیں، میں ان لوگوں کی طرف ایک ہدیہ بھیجتی ہوں، پھر دیکھتی ہوں کہ میرے ایلچی کیا جواب لے کر پلٹتے ہیں''۔ (سورۂ نمل: ۲۰-۳۵)

اللہ تعالیٰ آگے فرماتا ہے: ''ملکہ جب حاضر ہوئی تو اس سے کہا گیا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ وہ کہنے لگی یہ تو گویا وہی ہے، ہم تو پہلے ہی جان گئے تھے اور ہم نے سر اطاعت جھکا دیا تھا (یا ہم مسلم ہو چکے تھے) اس کو (ایمان لانے سے) جس چیز نے روک رکھا تھا وہ ان معبودوں کی عبادت تھی جنھیں وہ اللہ کے سوا پوجتی تھی کیونکہ وہ ایک کافر قوم سے تھی، اس سے کہا گیا کہ محل میں داخل ہو، اس نے جو دیکھا تو سمجھی کہ پانی کا حوض ہے اور اترنے کے لئے اس نے اپنے پائینچے اٹھا لیئے، سلیمان نے کہا یہ شیشے کا چکنا فرش ہے، اس پر وہ پکار اٹھی اے میرے رب (آج تک) میں اپنے نفس پر بڑا ظلم کرتی رہی، اور اب میں نے سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی اطاعت قبول کر لی''۔ (سورۂ نمل: ۴۲-۴۴)

## عورت کی سیاسی سرگرمیوں سے متعلق بعض جدید معاشرتی مظاہر

۱- بیشتر اسلامی ممالک پر استعمار نے اپنے پر بچھا دیئے ہیں، سرزمین فلسطین پر صہیونیوں نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے، یہ صورتحال اس بات کی متقاضی ہے کہ عورت بھی جہاد میں شرکت کرے اور تحریک آزادی میں اس کا بھی رول ہو۔

۲- اب پورا معاشرہ ایک دوسرے سے بہت ہی قریب آ گیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ آمد و رفت کے وسائل میں بھی سہولت ہو گئی ہے اور ذرائع ابلاغ کا دائرہ بھی وسیع ہو گیا ہے، اس صورتحال کے نتیجہ میں مردوں اور عورتوں دونوں ہی میں سیاسی بیداری پیدا ہوئی ہے، اسی طرح سیاسی مسائل کو جانچنے پرکھنے اور اس میں شرکت کرنے کی بھی قدرت پیدا ہوئی ہے۔

۳- تعلیمی میدان میں بڑی ترقی ہوئی ہے، اس میں بڑا تنوع ہوا ہے اور ہر مرحلہ کی تعلیم لڑکوں و لڑکیوں ہر ایک کے لئے عام ہو گئی ہے، اس کے ساتھ ساتھ بہت سی عورتیں ملازمت اور سوشل ورکس بھی انجام دیتی ہیں، اس

صورتحال کے نتیجہ میں بہت ساری عورتیں سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے قابل ہوگئیں، خواہ ان سیاسی سرگرمیوں کا تعلق اسٹرائکس اور مظاہرات سے ہو یا انتخابات میں ووٹ ڈالنے یا اس میں بطور کنڈیڈیٹ کھڑے ہونے سے ہو یا کسی سیاسی پارٹی اور قومی طاقت سے منسلک ہونے سے ہو۔

۴- آج کا معاشرہ بہت زیادہ پیچیدہ ہوگیا ہے جس کے نتیجہ میں عورت کی زندگی میں بھی کافی پیچیدگی پیدا ہوگئی ہے، اور اس کے نتیجہ میں عورت سے متعلق بہت سے نئے مسائل اور مشکلات پیدا ہوگئے ہیں، اس لئے اس بات کی زیادہ ضرورت محسوس کی جانے لگی ہے کہ عورت مقامی و مرکزی انتخابات میں حصہ لے تا کہ ان مسائل اور ان کے علاج وحل کے تعلق سے اس کے اندر زیادہ بیداری پیدا ہوسکے اور پارلیمنٹ میں مردوں کے ساتھ اس کی حصہ داری زیادہ مفید نتائج سامنے لاسکے۔

۵- پوری دنیا میں نظام شوریٰ کی جانب اب رجحان زیادہ ہوگیا ہے اور اس کو ترقی حاصل ہوئی ہے، یہ الگ بات ہے کہ اس کی عملی شکلوں میں باہم بہت فرق ہے، اس کے نتیجہ میں عرب و اسلامی حکومتوں کی جانب سے شورائی کوششیں، بسا اوقات سنجیدہ اقدامات اور بسا اوقات رسمی اقدامات سامنے آرہے ہیں، مردوں وعورتوں کے اندر نظام شوریٰ کو نافذ کرنے کی خواہش اجاگر ہورہی ہے، اور ہر معاشرہ میں قومی طاقتوں اور پارٹیوں کی جانب سے اس نظام کو عملاً نافذ کرنے کا مطالبہ بڑھ رہا ہے۔

## موجودہ سیاسی سرگرمی کا مفہوم:

۱- سیاسی سرگرمی سے مراد ایسی سرگرمی ہے جس کا تعلق قانون ساز ادارہ اور قانون کو نافذ کرنے والے ادارہ کو تشکیل دینے کے طریقہ سے ہوتا ہے، یہ دونوں ادارے جس نہج پر کام کرتے ہیں اور جو کام انجام دیتے ہیں اس سے بھی اس سرگرمی کا تعلق ہوتا ہے، اس سرگرمی کی وجہ سے فرد کو سیاسی امور سے دلچسپی اور ان کے مطالعہ وتجزیہ کا موقع ملتا ہے، موجودہ اور پیش آمدہ حالات کے ادراک کا شعور پیدا ہوتا ہے اور فرد و معاشرہ کی سیاسی سرگرمی میں راست روی پیدا ہوتی ہے۔

۲- معاشرتی سرگرمی سیاسی سرگرمی کی ایک فطری تمہید ہے کیونکہ جب کوئی شخص معاشرتی سرگرمی انجام دیتا ہے تو اس سے اس کے اندر معاشرہ کے مسائل سے متعلق شعور بیدار ہوتا ہے، اگر ایک جانب معاشرتی سرگرمی افراد واشخاص کے ساتھ خاص ہے تو دوسری جانب سیاسی سرگرمی حکمراں جماعت کے ساتھ خاص ہے، اور ان دونوں کے

درمیان ہمیشہ انٹریکشن ہوتا رہتا ہے۔

۳-سیاسی سرگرمی کے اہم مظاہر مندرجہ ذیل ہیں:

الف-حکمراں کے انتخاب میں عملی شرکت۔

ب-مجالس قانون ساز کے لئے نمائندوں کے انتخاب میں شرکت۔

مجالس قانون ساز دوطرح کے کام انجام دیتی ہیں، اول قانون سازی، دوم قانون نافذ کرنے والے ادارہ کے کاموں کی نگرانی۔

ج-قانون بنانے اور قانون کو نافذ کرنے والے اداروں کے کاموں کی تائید یا مخالفت میں اپنی رائے کا اظہار کرنا، اس رائے کا اظہار تقریر، تحریر، مظاہرات، اسٹرائکس اور عرضداشتوں پر دستخط کر کے کیا جاتا ہے۔

د-قومی طاقتوں اور جماعتوں کی سرگرمیوں میں شرکت کرنا۔

ھ-مقامی و قانون ساز مجالس کی ممبر شپ کا امیدوار ہونا۔

۴-سیاسی سرگرمی کو انجام دینے کے لئے بہت زیادہ شعور و بیداری، تہذیب و ثقافت، کشش جہتی اور وسیع معلومات کی ضرورت ہوتی ہے، ابتداء یہ صلاحیتیں چند مردوں و عورتوں تک ہی محدود ہوتی ہیں۔

لیکن جیسے جیسے عمومی آزادی کی فضا قائم ہوتی جاتی ہے اور جیسے جیسے سیاسی سرگرمی کی انجام دہی میں فروغ ہوتا رہتا ہے ویسے ویسے اس محدودیت میں وسعت آتی جاتی ہے، یہ دونوں چیزیں ہی عوام کو حرکت و آزادی کے تئیں بیدار کرنے اور حکومت کو راست راہ پر لانے کے عوام کے اپنے فریضہ کی انجام دہی کے سلسلہ میں بہت اہم عنصر ہیں، جس طرح مرد حضرات اپنی صلاحیتوں اور مواقع کے مطابق ہی سیاسی سرگرمیاں انجام دے پاتے ہیں اسی طرح کا معاملہ عورتوں کے ساتھ بھی ہے، کچھ عورتیں غیر پڑھی لکھی ہوتی ہیں جبکہ کچھ عورتیں تعلیم یافتہ ہوتی ہیں، کچھ عورتیں ایسی ہوتی ہیں جو گھر میں کام کرتی ہیں اور بالکل الگ تھلگ رہتی ہیں جب کہ کچھ عورتیں گھر میں بھی کام کرتی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ گھر کے اندر و باہر ان کی متعدد سرگرمیاں بھی ہوتی ہیں، کچھ ملازمت پیشہ عورتیں ایسی ہوتی ہیں جن کی ذمہ داریاں بہت محدود ہوتی ہیں جب کہ کچھ ملازمت پیشہ عورتیں ایسی ہوتی ہیں جن کی تعلیم، طب، میڈیا اور دیگر میدانوں میں بہت زیادہ ذمہ داریاں ہوتی ہیں، ان میں سے ہر عورت کو سیاسی سرگرمی انجام دینے اور اس میں شرکت کرنے کی اپنی صلاحیت کے مطابق قدرت حاصل ہے۔

## موجودہ دور میں عورت کی سیاسی سرگرمی سے متعلق شرعی ہدایات

### پہلی ہدایت:

مردوں کی طرح عورتوں کو بھی اس بات کی دعوت دی گئی ہے کہ وہ اپنے معاشرہ کے سیاسی مسائل سے دلچسپی لیں، اسی طرح ان سے یہ بھی مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنی طاقت و وسعت کے بقدر اور حالات کے موافق امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعہ اور جذبہ خیر خواہی کے ساتھ معاشرہ کو بلند کرنے اور اسے فروغ دینے میں حصہ لیں، حکومت و اقتدار کو راہ راست پر رکھنے کے لئے یہ کام بھی قابل اجر جہاد کی ایک قسم ہے۔

### عورت کا اپنے معاشرہ کے سیاسی مسائل سے دلچسپی لینا:

اس سلسلہ میں حضرت ام سلمہؓ کا یہ قول کہ ''میں بھی لوگوں میں شامل ہوں'' کیا ہی عمدہ ہے، کیونکہ انھوں نے یہ سمجھا کہ امام مردوں و عورتوں ہر ایک کو یکساں طور پر مخاطب کر رہا ہے، ایسا نہیں ہے کہ وہ صرف مردوں کو ہی مخاطب کرنا چاہتا ہے، اس ضمن میں حضرت فاطمہؓ بنت قیسؓ کا یہ قول کہ ''میں بھی مسجد کی طرف جانے والے لوگوں کے ساتھ ہولی'' بھی کیا ہی عمدہ ہے، امام کی ندا پر مردوں کے ساتھ ساتھ انھوں نے بھی لبیک کہا (حضرت ام سلمہؓ اور حضرت فاطمہؓ بنت قیس سے متعلق حدیث کو ''اسلامی ریاست کی سیاسی سرگرمیوں میں عورت کی شرکت'' کے واقعات کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں)۔

### عورت کا معاشرہ کو بلند کرنے اور حکومت و اقتدار کو راہ راست پر رکھنے میں حصہ لینا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''مومن مرد اور مومن عورتیں یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمت نازل ہو کر رہے گی، یقیناً اللہ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے''۔ (سورۂ توبہ: ۷۱)

حضرت تمیم الداریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا دین خیر خواہی کا نام ہے، ہم لوگوں نے سوال کیا، کس کے لئے خیر خواہی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے لئے، اس کی کتاب کے لئے، مسلمانوں کے ائمہ اور عام مسلمانوں کے لئے۔ (مسلم)

حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا میں آپ سے اسلام پر بیعت کرتا ہوں، آپ ﷺ نے مجھ پر ایک اور شرط یہ لگا دی کہ ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی کا

جذبہ رکھنے پر بھی بیعت کرو، لہذا میں نے نبی کریم ﷺ سے اس پر بھی بیعت کرلی۔ (بخاری ومسلم)

دین اسلام میں جذبہ خیر خواہی کا مقام بہت بلند ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ دین خیر خواہی کا نام ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر جذبہ خیر خواہی کے دین کی تکمیل نہیں ہوسکتی، دین سے مراد ہر مسلمان مرد وعورت کا دین ہے، اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر مرد وعورت سے مسلمانوں کے ائمہ اور عوام کے تعلق سے جذبہ خیر خواہی رکھنے کے فریضہ کی ادائیگی کے سلسلہ میں سوال کرے گا، جذبہ خیر خواہی کے دو پہلو ہیں، اول شعوری عقلی پہلو یعنی تمام مسلمانوں کے لئے خیر وبھلائی چاہنا، دوم عملی پہلو یعنی اپنی رائے کا اظہار کرنا اور علی الاعلان حق بات کہنا خواہ اس کے نتیجہ میں کتنی ہی مصیبتوں اور پریشانیوں کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے۔

سید رشید رضا آیت "والمومنون والمومنات بعضهم اولياء بعض" کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مردوں وعورتوں ہر ایک پر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو فرض قرار دیا گیا ہے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر قولاً بھی ہوسکتا ہے اور تحریراً بھی ہوسکتا ہے اسی طرح اس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ حکمرانوں، بادشاہوں اور امراء وغیرہ پر تنقید کی جائے عہد نبوی کی عورتیں ان تمام باتوں سے واقف تھیں اور وہ اس پر عمل پیرا بھی تھیں۔

سید رشید رضا نے بالکل صحیح کہا کہ عورتیں ان امور سے واقف تھیں اور ان کے مطابق عمل کیا کرتی تھیں، جہاں ہمیں ایک جانب یہ واقعہ ملتا ہے کہ حضرت سمرہ بنت نہیکؓ نے اس فریضہ پر عمل کرتے ہوئے چند لوگوں پر تنقید کی، لہذا انھیں امر معروف کا حکم دیا اور منکر سے روکا، وہیں دوسری جانب ہمیں یہ واقعہ بھی ملتا ہے کہ جلیل القدر صحابی رسول حضرت ابوالدرداءؓ کی اہلیہ حضرت ام الدرداءؓ نے خلیفہ پر تنقید کی اور انھیں ایک منکر سے باز رکھنے کی کوشش کی، حضرت زید بن اسلمؓ فرماتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے حضرت ام الدرداءؓ کو اپنے پاس سے گھر کا کچھ سامان بھجوایا، ایک رات عبدالملک نے اپنے خادم کو آواز دی، اس نے آنے میں تاخیر کی تو عبدالملک نے اسے برا بھلا کہا، جب صبح ہوئی تو حضرت ام الدرداءؓ نے ان سے کہا میں نے رات میں تمہیں اپنے خادم کو برا بھلا کہتے ہوئے سنا، انھوں نے کہا میں نے ابوالدرداءؓ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن لعنت ملامت اور برا بھلا کہنے والے نہ ہی کسی کے حق میں سفارشی بن سکیں گے اور نہ ہی گواہ بن سکیں گے۔ (مسلم)

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ نے حجاج بن یوسف الثقفی کی سطوت وجبروت کا مقابلہ کیا اور اس ظالم وجابر حکمراں پر تنقید کرتے ہوئے اپنی جان ومال کی پروانہیں کی، حالانکہ وہ ظالم حکمراں مسلمانوں کی عزت وآبرو کا خیال

نہیں کیا کرتا تھا۔

دوسری ہدایت:

سیاسی سرگرمی کی انجام دہی کبھی کبھی فرض کے درجہ میں ہوتی ہے، لہذا اس میدان میں جو چیزیں عورتوں پر فرض کفایہ سمجھی جاتی ہیں مسلمان عورت کو انھیں ضرور انجام دینا چاہیے۔

ان فرائض میں سے چند کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

الف- ہر وہ کام جس کی انجام دہی سلطنت وحکومت کو راہ راست پر رکھنے کے لئے ضروری ہو اور جس میں اس کام کو صحیح طرح سے انجام دینے کے لئے مردوں وعورتوں دونوں کی یکساں ومساوی محنت کی ضرورت ہو، مثلاً انتخابات میں اچھے لوگوں کے انتخاب میں عورت کی شرکت کرنا، رائے عامہ کی خاطر پیش کئے جانے والے ریفرینڈم پر ووٹ دینے میں شرکت کرنا، اس طرح کسی معروف کی حمایت کرنے اور اسے باقی رکھنے اور کسی منکر کو باطل قرار دینے میں عورت معاون ہوتی ہے۔

ب-ایسی مختلف سیاسی طاقتوں وجماعتوں سے منسلک ہونا جن کا مقصد امت کے لئے خیر وبھلائی کے کام کرنا، حکومت واقتدار کو راہ راست پر لانا اور اسلامی تعلیمات، انسانی تجربات اور جدید علوم کی روشنی میں کامل اصلاح کرنا ہو، ایسی سیاسی جماعتوں سے منسلک ہونے کا مقصد اسلام مخالف طاقتوں کے مقابلہ میں ان کی مدد کرنا اور ان کی سرگرمیوں کو تقویت پہنچانا ہونا چاہیے، اسی طرح اس کا مقصد ایسی نفع حاصل کرنے والی جماعتوں کا مقابلہ کرنا ہونا چاہیے جن کی سرگرمیوں کی انجام دہی میں بیشمار مرد وعورت شریک ہوتے ہیں اور اس کے غلبہ ومضبوطی کا سبب بنتے ہیں۔

ج-عورتوں کے درمیان سیاسی بیداری کو عام کرنا چاہئے، خصوصاً انتخابات کے دنوں میں ان کے اندر سیاسی شعور پیدا کرنا چاہیے، اگر بیداری کو عام کرنے والوں کو گھروں تک جا کر عورتوں سے قریب سے ملنا پڑے اور ان سے گفتگو کرنی پڑے تو انھیں ایسا کرنا چاہیے۔

د-انتخابات کی کارروائیوں کو نافذ کئے جانے کے عمل کی نگرانی کرنا تا کہ انتخابات عدل وانصاف کے ساتھ اور صحیح طریقہ سے کرائے جاسکیں، یہ کام ایسی جگہوں پر ہونا چاہیے جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہوں تا کہ عورتیں مردوں کے ساتھ اختلاط سے محفوظ رہیں۔

اس سے قبل ہم یہ گفتگو کر چکے ہیں کہ ہمارے بہت سے پسماندہ معاشروں میں معاشرتی میدان کے بہت

سے فرض کفایہ ضائع ہو رہے ہیں، افسوس کی بات یہ ہے کہ سیاسی میدان کے بھی بہت سے فرض کفایہ ہمارے پسماندہ معاشروں میں ضائع ہو رہے ہیں، ان فرائض کی انجام دہی سے کوتاہی عام ہے حالانکہ مسلمان سخت ترین حالات سے گذر رہے ہیں، خواہ یہ حالات خارجی دباؤ کا نتیجہ ہوں یا حکمرانوں کے ظلم و جبر کا نتیجہ ہوں یا اس بات کا نتیجہ ہوں کہ ہمارے معاشرہ کے اکثر افراد کے اندر مسلمانوں کے مسائل سے دلچسپی نہیں پائی جاتی، لہذا اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ مردوں و عورتوں میں یکساں طور پر مزید بیداری پیدا کرنے کی کوشش کی جائے، تاکہ سبھی کو ان فرائض کے ضائع ہونے کی خطرناکی کا اندازہ ہو سکے اور وہ اس کی انجام دہی میں پوری محنت اور جدوجہد کے ساتھ لگ جائیں، اس طرح ان مسلمانوں سے فرائض کو ضائع کرنے کا گناہ بھی جاتا رہے گا، مسلم معاشرہ کو بلند کرنے میں ان کی حصہ داری بھی ہو جائے گی اور آخرت میں بہت زیادہ ثواب کے مستحق بھی ہو جائیں گے، عورت کی ملازمت سے متعلق دسویں ہدایت میں فرض کفایہ کی تفصیل گذر چکی ہے۔

اگر مسلم معاشروں میں سیاسی حالات صحیح ہو جاتے ہیں، حکومت بہت حد تک راہ راست پر آجاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ حکومت ہمیشہ احکام الٰہی کے ذریعہ فیصلہ کرنے لگی ہے تو ایسے وقت میں سیاسی سرگرمی مزید ترقی حاصل کرنے کی غرض سے مستحب رہ جاتی ہے۔

ہم مسلمان عورت کی توجہ اس جانب مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ اگر وہ سیاسی سرگرمی سے متعلق اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی سے اور اس کے نتیجہ میں آنے والی پریشانیوں سے پیچھے ہٹتی ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ ایک غیر مسلم اور غیر ہدایت یافتہ عورت کبھی بھی اپنے کام سے پیچھے نہیں ہٹتی، بلکہ وہ آگے بڑھ کر مردوں کے شانہ بشانہ اسلام مخالف طاقتوں کو تقویت پہنچانے میں شرکت کرتی ہے، اور ان کے ساتھ مل کر اچھی و مخلص طاقتوں کا مقابلہ کرتی ہے بلکہ وہ ان اچھی طاقتوں و جماعتوں کے خلاف سازش میں حصہ لیتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک دوسرے کے ہم رنگ ہیں، برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں'' (سورۂ توبہ: ۶۷) ''مومن مرد اور مومن عورتیں یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں''۔ (سورۂ توبہ: ۷۱)

مسلمان عورت کو عہد نبوی کے واقعات سے عبرت حاصل کرنی چاہیے، ایک عورت نبی کریم ﷺ کی راہ میں کانٹے بچھا دیا کرتی تھی، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس طرح اس کا ذکر کیا ہے: ''ٹوٹ گئے ابولہب کے ہاتھ اور نامراد ہو گیا وہ، اس کا مال اور جو کچھ اس نے کمایا وہ اس کے کسی کام نہ آیا، ضرور وہ شعلہ زن آگ میں ڈالا

جائے گا، اور (اس کے ساتھ) اس کی جورو بھی، لگائی بجھائی کرنے والی، اس کی گردن میں مونجھ کی رسی ہوگی''۔ (سورۂ مسد)

ایک دوسری عورت نبی کریم ﷺ کا مذاق اڑایا کرتی تھی، حضرت جندب بن سفیانؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بیمار ہوگئے، لہذا آپ ﷺ دو یا تین دنوں تک گھر سے نہیں نکلے، (آپ ﷺ کے پاس) ایک عورت آئی اور اس نے کہا اے محمد میرا خیال ہے کہ تمہارے شیطان نے تمہیں چھوڑ دیا ہے، دو یا تین دنوں سے میں اسے تمہارے قریب نہیں دیکھ رہی ہوں، اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل کیں ''**والضحیٰ والليل اذا سجى ما ودعک ربک وما قلى**'' (بخاری ومسلم)

ایک اور عورت نے ایک ایسے مسئلہ میں اپنا تعاون پیش کیا جس سے اسلامی حکومت کے اعلیٰ مصالح کو نقصان پہنچتا تھا، حضرت علیؓ فرماتے ہیں مجھے، زبیرؓ اور مقدادؓ کو نبی کریم ﷺ نے بلا بھیجا اور کہا تم لوگ (ابھی) نکل پڑو، جب تم لوگ روضہ خاخ پر پہنچو گے تو وہاں پر تمہیں ہودج میں ایک عورت ملے گی، اس کے پاس ایک خط ہے تم لوگ اس سے وہ خط لے لینا، لہذا ہم لوگ تیزی کے ساتھ نکل پڑے، جب ہم لوگ مقام روضہ پر پہنچے تو ہم لوگوں کو وہاں پر ہودج میں ایک عورت ملی، ہم لوگوں نے اس سے کہا خط نکالو، اس نے کہا میرے پاس کسی طرح کا کوئی خط نہیں ہے، ہم لوگوں نے کہا خط نکالو، ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے، یہ کہنے پر اس نے اپنی چوٹی سے نکال کر خط دیا، ہم لوگ وہ خط لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، (وہاں وہ خط پڑھا گیا) اس میں تحریر تھا کہ یہ خط حاطب بن ابی بلتعہ کی جانب سے مکہ کے مشرکین کے نام ہے، وہ انھیں نبی کریم ﷺ کے بعض امور سے متعلق خبر دیتا ہے، (اتنا پڑھ کر) نبی کریم ﷺ نے فرمایا حاطب یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول میرے بارے میں فیصلہ کرنے میں عجلت نہ کریں، درحقیقت میں قبیلہ قریش سے باہر کا آدمی ہوں، میں قریشی نہیں ہوں، آپ کے پاس جو مہاجرین ہیں ان سب کی مکہ میں قرابت داریاں ہیں جس کے ذریعہ ان کے اہل وعیال اور مال ودولت کی حفاظت ہوجائے گی، میں نے سوچا کہ اگر قریش میں میری قرابت داری نہیں ہے تو میں ان پر ایک احسان کردوں، جس کا خیال کرکے وہ لوگ میرے اہل وعیال کی حفاظت کرلیں گے، میں نے کسی کفر یا ارتداد کا ارتکاب نہیں کیا ہے، نہ ہی میں اب اسلام قبول کرنے کے بعد کفر کو پسند کرتا ہوں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس شخص نے تم لوگوں سے صحیح اور سچی بات کہی ہے، حضرت عمرؓ نے کہا اے اللہ کے رسول مجھے اس منافق کے گردن کو اڑانے کی اجازت دیجئے، اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ تو جنگ بدر میں بھی شریک تھے، اور تمہیں تو یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو

دیکھ کر فرمایا ہے کہ تم لوگ جو چاہو کرو میں نے تم سب کی مغفرت کردی ہے۔(بخاری ومسلم)

ہمیں سابقہ انبیاء کرامؑ کے دور کے واقعات سے بھی عبرت حاصل کرنی چاہیے، حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں نے اصرار کے ساتھ کفر کا رویہ اختیار کیا، اپنے شوہروں کے ساتھ بدعہدی کی اور ظالموں کی صف میں شامل ہوگئیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اللہ کافروں کے معاملہ میں نوحؑ اور لوطؑ کی بیویوں کو بطور مثال پیش کرتا ہے، وہ ہمارے دو صالح بندوں کی زوجیت میں تھیں، مگر انھوں نے اپنے ان شوہروں سے خیانت کی اور وہ اللہ کے مقابلہ میں ان کے کچھ بھی کام نہ آسکے، دونوں سے کہہ دیا گیا کہ جاؤ آگ میں جانے والوں کے ساتھ تم بھی چلی جاؤ''۔ (سورۂ تحریم:۱۰)

## تیسری ہدایت:

مسلم لڑکیوں کی تعلیم کے منجملہ مقاصد میں سے ایک مقصد یہ ہونا چاہیے کہ انھیں معاشرہ کے سیاسی حالات سے متعلق بنیادی معلومات فراہم کی جائیں، اس کے ساتھ ساتھ معاشرتی امور میں ان کی دلچسپی میں اضافہ بھی کرنا چاہیے، اور سیاسی میدان میں ان پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں کے تئیں بھی ان کو بیدار کرنا چاہیے۔

سیاسی میدان میں ان پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں میں سے چند کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

☆ عمومی مسائل میں اپنی رائے ظاہر کرنا، خواہ تحریر کے ذریعہ اپنی رائے ظاہر کی جائے یا مظاہرہ واسٹرائک کے ذریعہ یا کسی بھی دیگر مناسب طریقہ سے اپنی رائے ظاہر کی جائے۔

☆ جذبۂ خیر خواہی کے فریضہ کو انجام دینا اور تائید واعتراض کے حق کا استعمال کرنا یعنی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کی انجام دہی۔

☆ اس سیاسی جماعت اور پارٹی کی پشت پناہی کرنا جس کے اصول وتعلیمات میں معاشرہ کے لئے خیر وبھلائی کی فضا قائم کرنے کی سب سے زیادہ صلاحیت ہو۔

☆ ایسے باصلاحیت کنڈیڈیٹ کو منتخب کرنا جو امت مسلمہ کی نیابت کی بار امانت کو اٹھانے پر قادر ہو۔

☆ اگر کسی علاقہ کی امت مسلمہ کی نمائندگی کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے تو خود کو پارلیامنٹ کی ممبر شپ کے لئے پیش کرنا۔

اسی طرح لڑکیوں کو اس بات کی بھی تعلیم دینی چاہیے کہ وہ گھر کے کاموں سے بچ جانے والے وقت کا استعمال کسی نیک کام کی انجام دہی میں کریں، حکومت واقتدار کو راہِ راست پر رکھنے کے لئے سیاسی سرگرمی بھی نیک

عمل ہی کا ایک حصہ ہے۔

عورت کی ملازمت سے متعلق دوسری ہدایت پر گفتگو کرتے ہوئے ہم وقت سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت کی دلیل بیان کر چکے ہیں۔

## انتخابات میں عورت کے حق پر مباحثہ:

اس مباحثہ میں دو نکتوں پر گفتگو کی جائے گی، اول شریعت کا انتخابات میں عورت کے حق کو تسلیم کرنا، دوم عورت کو چند خاص شرائط کے ساتھ اس حق کے استعمال کی اجازت دینا۔

## اول: شریعت کا انتخابات میں عورت کے حق کو تسلیم کرنا:

اصول فقہ کے قاعدہ کی رو سے ہر چیز کی اصل اباحت ہے، چونکہ شارع نے انتخابات میں عورت کی شرکت کو حرام قرار نہیں دیا ہے لہذا ہم اصلاً عورت کے اس حق کو مشروع اور جائز خیال کرتے ہیں، جہاں تک اس حق کے عملی تطبیق کا سوال ہے تو ہم جائز حدود میں رہتے ہوئے اس سلسلہ میں ان چیزوں کا انتخاب کریں گے جو ہمارے حالات کے مطابق ہوں اور جن سے ہمارے مفادات پورے ہوتے ہوں۔

اس مسئلہ سے متعلق ہم یہاں پر ڈاکٹر مصطفیٰ السباعیؒ کی ایک رائے پیش کرتے ہیں، آپ علوم شرعیہ کے استاد تھے، آپ دمشق یونیورسٹی میں شریعہ فیکلٹی کے ڈین بھی تھے، ہم یہاں پر ان کے حوالہ سے جو رائے نقل کرنے جارہے ہیں وہ درحقیقت علوم شرعیہ کے بہت سارے ماہرین کی رائے ہے، ان لوگوں کے درمیان اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی تھی کہ شریعت نے انتخابات میں ووٹ دینے اور خود کو کنڈیڈیٹ کے طور پر پیش کرنے سے متعلق عورت کے حق کو کس حد تک تسلیم کیا ہے؟ ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی تحریر کرتے ہیں: ''...... بحث ومباحثہ اور مختلف نقطہائے نظر پر غور وفکر کرنے کے بعد ہم لوگ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اسلام عورت کو اس کا یہ حق (یعنی انتخابات کا حق) دینے سے انکار نہیں کرتا، انتخاب کا مطلب یہ ہے کہ امت کے افراد اپنے ایسے نمائندوں کا انتخاب کرتے ہیں جو قانون سازی اور حکومت کی نگرانی کے مسئلہ میں ان کی نیابت کرتے ہیں۔ لہذا پولنگ وانتخاب کا عمل درحقیقت اپنا نمائندہ منتخب کرنے کا عمل ہے، ایک شخص پولنگ بوتھ پر جاتا ہے اور ایسے لوگوں کے حق میں ووٹ دیتا ہے جو پارلیامنٹ میں اس کی نمائندگی کریں، اس کے نام سے بولیں اور اس کے حقوق کا دفاع کریں، اسلام میں عورت کو اس سے نہیں روکا گیا ہے کہ وہ اپنے حقوق کے دفاع اور بحیثیت شہری اپنی رائے اور ارادہ کے اظہار کے لئے کسی کو اپنا نمائندہ منتخب کرے......''۔

**دوم: کیا عورت کو انتخاب کے حق کے استعمال کی اجازت چند خاص شرائط کے ساتھ ہے؟**

شرائط سے متعلق یہ مسئلہ ان لوگوں کے درمیان اٹھایا گیا تھا جو سیاسی امور سے دلچسپی رکھتے ہیں، سوال یہ کیا گیا تھا کہ کیا عورت کو حق انتخاب اسی صورت میں دیا جا سکتا ہے جب کہ وہ تعلیم یافتہ ہو خواہ اس نے بہت ہی کم تعلیم کیوں نہ حاصل کی ہو تا کہ وہ اپنے باپ اور شوہر سے ہٹ کر اپنی مستقل کوئی رائے قائم کر سکے؟

گفت وشنید کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ حق انتخاب کے سلسلہ میں مردوں اور عورتوں کے درمیان اس تفریق کی ضرورت نہیں ہے، ہاں اگر عورت کسی ایسے تنگ وتاریک معاشرہ میں ہو جہاں اس کی زندگی بہت ہی تنگ ہو، اسے معاشرتی زندگی میں کسی بھی طرح کی شرکت کی اجازت نہ دی جاتی ہو اور مردوں سے بالکل ہی الگ تھلگ رکھا جاتا ہو تو ایسے معاشرہ میں تدریج سے کام لینا ضروری ہے، لیکن اگر عورت ایسے کھلے معاشرہ میں ہو جہاں اسے معاشرتی زندگی میں شرکت کے مواقع حاصل ہوں تو ایسے معاشرہ میں تدریج کا رویہ اختیار کرنا ضروری نہیں ہے، کیونکہ ایسے معاشرہ میں عملی سرگرمیوں کے مختلف عناصر خود ہی اثر انداز ہوں گے اور ہر سال ایسی جاہل عورتوں کی ذہنیت میں بھی قابل لحاظ تغیرات پیدا کریں گے جو اپنے باپ اور شوہر کی رائے کی تقلید کرتی ہیں اور ایسے عوام کی ذہنیت میں بھی قابل لحاظ تغیرات پیدا کریں گے جو حکمراں اور مالدار طبقے کے تابع ہوتے ہیں، اور ان کنڈیڈیٹس کی ذہنیت میں بھی تبدیلی کریں گے جو لوگوں کی نمائندگی کرتے ہیں، اور اس طرح میدان میں ایسی شخصیات اور جماعتیں ابھر کر سامنے آئیں گی جن کے پاس نئے نئے افکار وخیالات ہوں گے، ایسے لوگوں کو عام عورتوں اور مردوں میں بیداری پیدا کرنے کے لئے اہم رول ادا کرنا چاہیے، گردش زمانہ کے ساتھ ساتھ عملی کاوشیں وسرگرمیاں اور ان کے جدید عناصر تمام مردوں وعورتوں (خواہ عورتیں جاہل ہی کیوں نہ ہوں) کو شعور وبیداری کی نعمت سے بہرہ ور کرتے رہیں گے یہاں تک کہ عورت اپنا ایک مستقل ارادہ اور مستقل رائے رکھنے کے قابل ہو جائے گی۔

**مجالس قانون ساز کے لئے خود کو کنڈیڈیٹ کے طور پر پیش کرنے کے سلسلہ میں عورت کے حق پر مباحثہ:**

اس مباحثہ میں بھی دو نکتوں پر گفتگو کی جائے گی، اول خود کو انتخابات میں کنڈیڈیٹ کے طور پر پیش کرنے کے سلسلہ میں عورت کے حق کو شریعت کا تسلیم کرنا، دوم عورت کو چند خاص شرائط کے ساتھ اس حق کے استعمال کی اجازت دینا۔

**اول: خود کو انتخابات میں کنڈیڈیٹ کے طور پر پیش کرنے کے سلسلہ میں عورت کے حق کو شریعت کا تسلیم کرنا:**

یہاں پر ہم پھر اس بات کا اعادہ کرتے ہیں کہ اصول فقہ کا یہ قاعدہ ہے کہ ہر چیز کی اصل اباحت ہے، چونکہ شارع نے عورت کے لئے خود کو انتخابات میں کنڈیڈیٹ کے طور پر پیش کرنے کو حرام قرار نہیں دیا ہے لہذا ہم اصلاً عورت کے اس حق کو مشروع اور جائز خیال کرتے ہیں، جہاں تک اس حق کے عملی تطبیق کا سوال ہے تو ہم جائز حدود میں رہتے ہوئے اس سلسلہ میں ان چیزوں کا انتخاب کریں گے جو ہمارے حالات کے مطابق ہوں اور جن سے ہمارے مفادات پورے ہوتے ہوں۔

اس سلسلہ میں بھی ہم ڈاکٹر مصطفی السباعیؒ کی رائے نقل کریں گے، آپ تحریر فرماتے ہیں:

''......اگر ایک جانب اسلامی تعلیمات عورت کو ووٹ ڈالنے سے نہیں روکتی ہیں تو کیا وہ اسے لوگوں کی نیابت ونمائندگی کرنے سے روکتی ہیں؟ اس سوال کا جواب دینے سے پہلے بہتر یہ ہے کہ لوگوں کی نیابت ونمائندگی کرنے کی حقیقت سے ہم واقف ہو جائیں، لوگوں کی نیابت ونمائندگی کرنے کی صورت میں دو اہم کام بالضرور انجام دینے پڑتے ہیں:

۱-قانون سازی: قوانین اور نظاموں کو بنانا۔

۲-نگرانی: قوانین نافذ کرنے والے ادارہ کے حرکات وسکنات کی نگرانی کرنا۔

اسلام میں کوئی ایسا حکم نہیں ہے جو عورت کو قانون سازی سے روکتا ہو، کیونکہ قانون ساز کے لئے سب سے پہلے علم کی ضرورت پڑتی ہے، ساتھ ہی ساتھ معاشرہ کی ضرورتوں سے واقف رہنا پڑتا ہے، اسلام مرد وعورت ہر ایک کو یکساں طور پر علم حاصل کرنے کا حق دیتا ہے، ہماری تاریخ میں بہت ساری تعلیم یافتہ عورتوں کا ذکر ملتا ہے، کچھ حدیث کا علم رکھتی تھیں تو کچھ فقہ کا علم رکھتی تھیں اور کچھ ادب وغیرہ دیگر علوم کا علم رکھتی تھیں۔

قوانین نافذ کرنے والے ادارہ کی نگرانی کرتے وقت یا تو معروف کا حکم دینا پڑے گا یا منکر سے روکنا پڑے گا، اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کے سلسلہ میں اسلام کی نظر میں مرد وعورت دونوں یکساں ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''مومن مرد اور مومن عورتیں، یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں''۔ (سورۃ توبہ:۷۱) لہذا اسلام میں کوئی ایسی صریح نص نہیں پائی جاتی جو نیابت ونمائندگی کے عمل کے لئے عورت کی اہلیت کو سلب کرسکے''۔

ڈاکٹر مصطفیٰ السباعیؒ کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ شریعت کی نگاہ میں عورت نیابت ونمائندگی کے عمل کی اہل ہے، ڈاکٹر صاحب کی یہ رائے بھی ہے کہ عورت کو اگر چہ یہ حق حاصل ہے لیکن اسے چند معاشرتی مصالح کے پیش نظر اس حق کا استعمال نہیں کرنا چاہیے، لیکن درحقیقت انھوں نے مصالح کی رعایت کرنے کی بات اپنے دور کے مصری معاشرہ کی عادات ورسوم کے تناظر میں کہی ہے، یہ آپ کا اپنا اجتہاد ہے، کیونکہ معاشرتی مصالح تو ہر زمانہ اور شہر میں بدلتے رہتے ہیں جیسا کہ خود معاشرتی مصالح کو جانچنے میں لوگوں کے اجتہادات مختلف ہو جاتے ہیں۔

ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے بھی خود کو انتخابات میں بطور کنڈیڈیٹ پیش کرنے کے سلسلہ میں عورت کے حق کی مخالفت کرنے والوں کے دلائل کو باطل قرار دیا ہے، اور ایسے لوگوں کی جانب سے اٹھائے گئے سوال کا کافی وشافی جواب دیا ہے، ڈاکٹر مصطفیٰ السباعیؒ کی رائے کے خلاف ان کا اپنا ایک اجتہاد ہے ان کا خیال ہے کہ عورت کا پارلیامنٹ میں شرکت کرنا معاشرتی مصالح سے متصادم نہیں ہے بلکہ خود معاشرتی مصالح اس بات کے متقاضی ہیں کہ عورت انتخابات اور پارلیامنٹ میں شرکت کرے۔

ڈاکٹر یوسف القرضاوی تحریر کرتے ہیں:

''بہت سے لوگ عورت کو پارلیامنٹ کی ممبر شپ حاصل کرنے کے لئے خود کو بطور کنڈیڈیٹ پیش کرنے سے یہ دلیل دیتے ہوئے روکتے ہیں کہ یہ عمل مردوں پر حکمرانی وولایت کے مترادف ہے، حالانکہ عورت کو اس سے روکا گیا ہے، قرآن کریم میں تو یہ بتایا گیا ہے کہ مرد عورتوں پر قوام ہیں، تو ہم اس میں تبدیلی کرتے ہوئے عورتوں کو مردوں پر کیسے قوام بنا سکتے ہیں؟ اس سلسلہ میں میں یہاں پر دو باتوں کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں:

**اول**: ان عورتوں کی تعداد ہمیشہ محدود ہی رہے گی جو خود کو پارلیامنٹ کی ممبر شپ کے لئے بطور کنڈیڈیٹ پیش کریں گی، پارلیامنٹ میں اکثریت ہمیشہ مردوں ہی کی رہے گی، یہی اکثریت فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتی ہے اور یہی سارے مسائل پر غور وفکر کرتی ہے، لہذا یہ کہنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہ جاتا کہ اگر عورت خود کو پارلیامنٹ کی ممبر شپ کے لئے بطور کنڈیڈیٹ پیش کرتی ہے تو اس سے عورتوں کو مردوں پر حکمرانی وولایت حاصل ہو جائے گی۔

**دوم**: جس آیت کریمہ میں عورتوں پر مردوں کی قوامیت کا ذکر کیا گیا ہے درحقیقت اس میں اس قوامیت کا ذکر ازدواجی زندگی کے حوالہ سے کیا گیا ہے، مرد پورے خاندان اور گھر کا نگراں ونگہباں ہوتا ہے، اس بات کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے ''الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وبما

انفقوا من اموالھم'' (سورۂ نساء: ۳۴)، آیت کریمہ کے اس ٹکڑے "وبما انفقوا من اموالھم" سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں قوامیت سے مراد خاندان وگھر پر قوامیت ہے، اور یہی وہ '' درجہ'' ہے جو مردوں کو اس آیت میں عطا کیا گیا ہے "ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجة'' (سورۂ بقرہ)، جہاں تک گھر اور خاندان کے دائرہ سے باہر بعض مردوں پر بعض عورتوں کی حکمرانی کا تعلق ہے تو اس کی ممانعت ومخالفت میں کوئی نص نہیں ہے، جو چیز ممنوع ہے وہ درحقیقت مردوں پر عورتوں کی عمومی حکمرانی ہے۔

بخاری نے حضرت بکرةؓ سے مرفوعاً ایک روایت نقل کی ہے کہ '' وہ قوم کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتی جس نے اپنے امور کی ولایت عورت کے ہاتھ میں دے دی ہو''، درحقیقت اس حدیث میں ولایت سے مراد پوری امت پر عمومی حکمرانی کرنا اور پوری حکومت کی سربراہی کرنا ہے، جیسا کہ لفظ '' امور'' سے محسوس ہوتا ہے، کیونکہ یہاں پر امور سے مراد قیادت اور عمومی حکمرانی سے متعلق امور ہیں، تھوڑی بہت چیزوں میں تو عورت نے '' ولایت'' (یعنی اختیار وبالادستی) حاصل ہوسکتی ہے مثلاً فتویٰ، اجتہاد، تعلیم، روایت حدیث اور انتظام وانصرام میں عورت کو بالاجماع ولایت حاصل ہوسکتی ہے۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں ہمیں یہ ملتا ہے کہ عورت نے ان امور کو انجام دیا ہے۔ خود امام ابوحنیفہؒ نے عورت کو ان امور میں '' قضاء'' کی اجازت دی ہے جن امور میں وہ گواہ بن سکتی ہے، یعنی حدود اور قصاص کے علاوہ تمام امور میں اسے '' قضاء'' کی اجازت ہے، بعض فقہاء سلف نے تو حدود اور قصاص میں بھی اسے '' قضاء'' کی اجازت دی ہے، اس بات کا ذکر ابن قیمؒ نے اپنی کتاب '' الطرق الحکمیہ'' میں کیا ہے، طبری نے بھی عورت کو تمام امور میں '' قضاء'' کی اجازت دی ہے۔ حتی کہ ابن حزمؒ جو کہ ظاہر پرست ہیں انھوں نے بھی عورت کو تمام امور میں '' قضاء'' کی اجازت دی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھی ایسی صریح شرعی دلیل نہیں پائی جاتی جس میں عورت کو '' قضاء'' کی ذمہ داری انجام دینے سے روکا گیا ہو، کیونکہ اگر ایسی کوئی صریح شرعی دلیل موجود ہوتی تو ابن حزمؒ اس پر سختی سے عمل پیرا ہوتے اور وہ کسی بھی صورت میں عورت کو '' قضاء'' کی ذمہ داری انجام دینے کی اجازت نہ دیتے۔

اگر ہم مذکورہ بالا حدیث کے پس منظر پر نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ یہ حدیث عمومی ولایت وحکمرانی کے ساتھ مخصوص ہے، نبی کریم ﷺ کو یہ بتایا گیا کہ ایرانیوں نے اپنے شہنشاہ کی وفات کے بعد اس کی بیٹی بوران بنت کسریٰ کو اپنی زمامِ حکومت سونپ دی ہے تو اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا: '' وہ قوم کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتی جس نے اپنی زمامِ حکومت ایک عورت کے حوالہ کردی''۔

عورت کا خود کو پارلیامنٹ کی ممبرشپ کے لئے بطور کنڈیڈیٹ پیش کرنے کے مسئلہ کی جو حضرات مخالفت

کرتے ہیں وہ اس شبہ کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ مجلس اعلیٰ کے رکن کا تعلق نفس حکومت اور حکمراں وصدر سے ہوتا ہے، کیونکہ وہ مجلس اعلیٰ کے رکن کی حیثیت سے حکومت اور صدر کا محاسبہ کرسکتی ہے، لہذا اس کا یہ مطلب ہوا کہ ہم ایک جانب تو عورت کو عمومی حکمرانی وولایت سے روک رہے ہیں لیکن دوسری راہ سے ہم اسے عمومی ولایت وحکمرانی پر قادر بنا رہے ہیں، اس شبہ کے پیش نظر اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ پارلیامنٹ اور شورائی مجلس کی ممبر شپ کے معنی ومفہوم پر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے اور اس کا تجزیہ کیا جائے، یہ بات سبھی کو معلوم ہے کہ جدید ڈیموکریٹک سسٹمس میں پارلیامنٹ کا کام دو پہلوؤں پر مشتمل ہوتا ہے، اول محاسبہ دوم قانون سازی، ان دونوں پہلوؤں کا تجزیہ کرتے وقت ہمارے سامنے مندرجہ ذیل باتیں آتی ہیں:

شرعی مفہوم کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر ''محاسبہ'' کا تحلیل وتجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسے اسلامی اصطلاح میں ''امربالمعروف ونھی عن المنکر'' اور ''النصیحة فی الدین'' کے نام سے جانا جاتا ہے، مسلمانوں کے ائمہ اور عوام کے تئیں جذبہ خیر خواہی رکھنا ہر مسلمان کے لئے واجب ہے، ''امرونہی'' اور ''نصیحت'' تمام ہی مردوں وعورتوں سے مطلوب ہے، قرآن کریم میں نہایت صراحت کے ساتھ کہا گیا ہے: ''مومن مرد اور مومن عورتیں، یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں''۔ جب تک عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی اس رائے کو پیش کرے جسے وہ درست سمجھتی ہے، بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور اپنی انفرادی حیثیت سے کسی چیز کو درست اور کسی چیز کو غلط بتائے اس وقت تک کوئی بھی ایسی شرعی دلیل نہیں پائی جاسکتی جو اس کو ایسی مجلس وادارہ کی ممبر شپ حاصل کرنے سے روک سکے جو ان کاموں کو انجام دیتے ہیں، عادات ومعاملات میں اصل اباحت ہے، ہاں اگر کسی چیز کی ممانعت میں صریح اور صحیح نص وارد ہو تو ہم اسے جائز قرار نہیں دے سکتے، یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ گذشتہ اسلامی تاریخ میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں ملتا کہ شوریٰ کی مجلسوں میں عورت بھی شامل رہی ہو، لیکن یہ بات عورت کو اس سے باز رکھنے کے سلسلہ میں شرعی دلیل نہیں بن سکتی، اس مسئلہ کا تعلق تو اس معاملہ سے ہے کہ زمان ومکان کی تبدیلی سے فتویٰ میں بھی تبدیلی آجاتی ہے، نظام شوریٰ کو گذشتہ زمانوں میں مردوں یا عورتوں کے لئے نہایت دقت نظر کے ساتھ منظم نہیں کیا گیا تھا، شوریٰ کا تعلق بھی ان امور سے ہے جن کے سلسلہ میں مجمل اور مطلق نصوص وارد ہوئی ہیں اور جن کے سلسلہ میں مسلمانوں کو یہ ذمہ داری دے دی گئی ہے کہ وہ اپنے زمان ومکان کے حالات اور معاشرتی حالات وکوائف کے پیش نظر اس کی تفصیلات اور حدود متعین کرلیں۔

پارلیامنٹ کے کام کا دوسرا پہلو قانون سازی سے متعلق ہے، بعض جوشیلے حضرات اس کام کو بھی بہت بڑا

بنا کر پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کام امارت وحکمرانی سے زیادہ خطرناک ہے، ان حضرات کا کہنا ہے کہ چونکہ قانون سازی کا کام نہایت اہم، نازک اور خطرناک ہے اس لئے عورت کو اس سے دور رہنا چاہیے، حالانکہ درحقیقت یہ معاملہ بہت ہی سادہ اور آسان ہے، بنیادی طور پر قانون سازی کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے، امر ونہی سے متعلق قانون سازی کے اصول اللہ تعالیٰ کے طے کردہ ہیں، ہم انسانوں کا کام تو صرف ایسے مسائل میں حکم کا استنباط کرنا ہے جن کے سلسلہ میں کوئی نص نہ پائی جاتی ہو یا ایسے مسائل کی تفصیل بیان کرنا ہے جن کے سلسلہ میں عمومی نصوص وارد ہیں، بالفاظ دیگر ہم انسانوں کا کام احکام مستنبط کرنے اور اس کی تفصیلات بیان کرنے میں اجتہاد کرنا ہے، اور شریعت اسلامیہ میں اجتہاد کا دروازہ مرد وعورت ہر ایک کے لئے کھلا ہوا ہے، کسی نے بھی یہ بات نہیں کہی ہے کہ صرف مرد ہی اجتہاد کر سکتے ہیں اور عورتیں اجتہاد نہیں کر سکتی ہیں۔

یہ بات سب ہی تسلیم کرتے ہیں کہ قانون سازی میں بہت سے امور ایسے ہیں جن کا تعلق عورت کی ذات سے، خاندان سے اور عورت کے تعلقات سے ہے، ان امور میں عورت کی رائے قبول کرنی چاہیے، کیونکہ یہ عین ممکن ہے کہ بعض حالات میں اس کی رائے مردوں سے زیادہ درست اور مؤثر ہو۔

جب ہم یہ گفتگو کرتے ہیں کہ عورت کا پارلیامنٹ میں داخل ہونا جائز ہے تو اس سے ہماری مراد یہ نہیں ہوتی ہے کہ عورت کو اجنبی مردوں سے بلا حدود وقیود آزادانہ اختلاط کی اجازت ہے، یا اسے اپنے گھر، شوہر اور بچوں کے مفادات کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کی اجازت دی گئی ہے، یا اسے اس بات کی آزادی حاصل ہوگئی ہے کہ وہ لباس، چال وچلن، حرکات وسکنات اور گفتگو میں پروقار اسلامی طرز کو چھوڑ دے، بلکہ عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ پارلیامنٹ میں بھی ان تمام باتوں کی رعایت کرے۔

ڈاکٹر یوسف القرضاوی اپنے فتویٰ میں اس جانب اشارہ کرتے ہیں کہ اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ نیک وصالح مسلمان خواتین آزاد پسند خواتین کے مقابلہ میں انتخاب کے میدان میں آئیں، کبھی کبھی انفرادی ضرورت کے مقابلہ میں سیاسی ومعاشرتی ضرورت کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے، جس کے سبب عورت کو عام زندگی کے میدان میں آنا پڑتا ہے۔

## دوم: کیا عورت کو خود کو انتخابات میں کنڈیڈیٹ کے طور پر پیش کرنے کی اجازت چند خاص شرائط کے ساتھ ہے؟

شرائط سے متعلق یہ مسئلہ بھی ان لوگوں کے درمیان اٹھایا گیا تھا جو سیاسی امور میں دلچسپی رکھتے ہیں اور ان

میں غور وفکر کرتے ہیں، سوال یہ کیا گیا تھا کہ کیا ابتداءعورت کوخودکوانتخابات میں کنڈیڈیٹ کے طور پر پیش کرنے کا حق اسی وقت حاصل ہے جب وہ خودکوکسی خاتون تنظیم وادارہ کی جانب سے پیش کرے یا کسی ایسی تنظیم وادارہ کی جانب سے پیش کرے، جس میں عورتوں کی تعداد اچھی خاصی ہو، خواہ وہ پروفیشنل ادارے ہوں یا معاشرتی اور ثقافتی ادارے ہوں؟ یعنی تنہا عورت کومجالس قانون ساز میں نمائندگی کرنے کا حق حاصل نہیں ہے ہاں عورتوں کی بڑی بڑی جماعتوں کو یہ حق حاصل ہے۔

گفت وشنید کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ اس سلسلہ میں مردوں وعورتوں کے درمیان اس تفریق کی ضرورت نہیں ہے، ہاں اگرعورت کسی ایسے تنگ وتاریک معاشرہ میں ہو جہاں اس کی زندگی بہت ہی تنگ ہو، اسے معاشرتی زندگی میں کسی بھی طرح کی شرکت کی اجازت نہ دی جاتی ہواور مردوں سے بالکل ہی الگ تھلگ رکھا جاتا ہوتو ایسے معاشرہ میں تدریج سے کام لیناضروری ہے، لیکن اگرعورت ایسے کھلے معاشرہ میں ہو جہاں اسے معاشرتی زندگی میں شرکت کے مواقع حاصل ہوں تو ایسے معاشرہ میں تدریج کا رویہ اختیار کرناضروری نہیں ہے۔

عملی کاوشوں وسرگرمیوں کے ساتھ ساتھ ایسے سروے بھی کرتے رہنا چاہیے جو ایسے میدانوں کی نشاندہی میں معاون ہوں جن میں عورت کی نمائندگی زیادہ مفید اور مؤثر ہوسکے۔

علامہ یوسف القرضاوی نے پارلیامنٹ کی ممبر خواتین کے لئے جن آداب کی رعایت کرنے کو واجب قرار دیا ہے ہمارا خیال ہے کہ وہ عام آداب ہیں جن کی زندگی کے تمام میدانوں میں مرد وعورت کی ملاقات کے دوران رعایت کرنا ضروری ہے، ہم نے اس باب کی دوسری فصل میں ان آداب پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

## چوتھی ہدایت:

عورت کے لئے یہ مستحب ہے کہ وہ اپنے مال اوراپنے گھر والوں کے مال کے کچھ حصہ کو معروف طریقہ سے واجب اور مستحب سیاسی سرگرمیوں میں خرچ کرے، اگرعورت کے اوپر سیاسی سرگرمیوں میں شرکت کرنا مستحب ہواور وہ اس میں بہت زیادہ مشغول ہوتو مرد کے لئے یہ مستحب ہے کہ وہ گھریلو کام کاج میں اپنی بیوی کا ساتھ دے، لیکن اگر اس سیاسی سرگرمی کی نوعیت واجب کی ہوتو شوہر پر گھریلو کام کاج میں اپنی بیوی کا ساتھ دینا واجب ہوجاتا ہے۔

سیاسی سرگرمی میں شرکت کرنے پر بیوی جس قدر ثواب کی مستحق ہوگی اس کا شوہر بھی اس ثواب میں شریک ہوگا، وہ جس قدر اپنی بیوی کی اس سلسلہ میں ہمت افزائی اور تعاون کرے گا اتنا ہی اس کا اجر بڑھ جائے گا۔

معاشرتی سرگرمی سے متعلق آٹھویں ہدایت میں اس بات کی دلیل گذر چکی ہے کہ عورت کا اپنے گھر والوں کے مال کے کچھ حصہ کو خرچ کرنا مستحب ہے، اسی طرح اس بات کی بھی دلیل گذر چکی ہے کہ مرد کے لئے یہ مستحب ہے کہ وہ اپنی بیوی کا تعاون کرے۔

## پانچویں ہدایت:

مسلم معاشرہ ایسے اسباب ووسائل فراہم کرتا ہے جو عورت کے لئے معاشرہ سے متعلق اس کی سیاسی ذمہ داریوں کی ادائیگی اور گھر وخاندان سے متعلق اس کی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں معاون ہوتے ہیں۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمام مومنین باہمی جذبہ رحم، محبت اور ہمدردی میں ایک جسم کی مانند ہیں، اگر جسم کے کسی ایک حصہ کو تکلیف پہنچتی ہے تو اس کی خاطر پورا جسم بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے اور راتوں کو جاگتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

مسلم معاشرہ کے افراد اور عوامی ادارے باہم ایک دوسرے کے سلسلہ میں جذبہ رحم اور ہمدردی رکھتے ہیں، مسلم معاشرہ کے اہل خیر حضرات کو لوگوں کو مثبت کام کرنے کی دعوت دینی چاہیے، اس مثبت کام کی مندرجہ ذیل شکلیں ہوسکتی ہیں:

الف- سیاسی سرگرمی کے میدان میں شرکت کرنے کے سلسلہ میں عورت کی ہمت افزائی کرنا، یہ کام اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ تمام ذرائع ابلاغ کے ذریعہ عورت کی ذمہ داریوں اور اس کے رول کو بیان کیا جائے، اور اسے اس کے اس رول کے ادا کرنے پر ابھارا جائے، اس کے ساتھ ساتھ مردوں کو بھی اس بات کی دعوت دی جائے کہ وہ سیاسی سرگرمیوں میں شرکت کرنے کے سلسلہ میں عورتوں کا تعاون کریں۔

ب- عورتوں کی سیاسی جماعتیں اور کمیشنز بنانا، اور ان کا عورتوں سے متعلق میدانوں میں کام کرنا تاکہ عورت بآسانی اس کی سرگرمیوں میں حصہ لے سکے، اس کے ساتھ ساتھ اسے بقیہ میدانوں میں مردوں کے ساتھ مل کر بھی کام کرنا چاہیے۔

## چھٹی ہدایت:

مسلم حکومت کی یہ ذمہ داری کو کہ وہ عورت کو سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے سلسلہ میں متنبہ کرے اور اس سلسلہ میں اس کی ہمت افزائی کرے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر شخص نگہباں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا، لوگوں کا امیر ان کا نگہباں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا......۔(بخاری و مسلم)

اس ذمہ داری کو متعدد وسائل کے ذریعہ ادا کیا جا سکتا ہے، ان میں سے چند کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

الف-سرکاری ذرائع ابلاغ کے ذریعہ عورت کو اس جانب متوجہ کرنا کہ اسے سیاسی سرگرمیوں میں سنجیدگی کے ساتھ شرکت کر کے معاشرہ کو بلند کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

ب-عورت اپنے سیاسی کردار کو بآسانی ادا کر سکے اس کی خاطر اس کی راہ آسان کرنا، اس راہ کو آسان کرنے کے لئے اسے ووٹ ڈالنے کا حق دینا چاہیے، اسی کے ساتھ اسے اس کا بھی حق دینا چاہیے کہ وہ اپنے طور پر خود کو بطور کنڈیڈیٹ پیش کرے، یا کسی خواتین کے ادارہ کی جانب سے پیش کرے یا کسی ایسے ادارہ کی طرف سے خود کو پیش کرے جس میں عورتوں کی تعداد اچھی خاصی ہو۔

ج-مقامی مجالس میں اور پارلیامنٹ میں عورتوں کے لئے سیٹ خاص کرنا۔

## ساتویں ہدایت:

اگر عورت سیاسی سرگرمیوں میں شرکت کرتی ہے اور اسے ان سرگرمیوں کی ادائیگی کے دوران مردوں سے ملنا پڑتا ہے تو مردوں اور عورتوں ہر ایک کو شرکت کے ان آداب کی رعایت ضرور بالضرور کرنی چاہیے جن کا ذکر ایک خاص فصل میں گذر چکا ہے، ہم یہاں پر پھر سے بعض آداب کا ذکر کرتے ہیں مثلاً کپڑوں کا باوقار ہونا، نگاہیں نیچی رکھنا، خلوت اور اختلاط سے بچنا اور شک کے مواقع اور جگہوں سے اجتناب کرنا۔

اگر کسی سیاسی ادارے میں ان میں سے بعض آداب نہیں پائے جاتے تو کیا یہ درست ہے کہ ہم ان مصالح کو نظر انداز کر دیں جو ان اداروں سے پورے ہو رہے ہیں اور عورت کو ایسے اداروں کی سرگرمیوں میں شرکت کرنے سے منع کر دیں؟ یا یہ بہتر ہے کہ ان مصالح کی رعایت کی جائے اور اس کے ساتھ ساتھ شرعی آداب کے نفاذ کی حکیمانہ کوشش بھی جاری رکھی جائے؟ اصول فقہ کے قاعدہ کی رو سے اگر مفاسد کا اندیشہ نہ ہو تو ضرورتوں اور مصالح کا خیال رکھنا ضروری ہے، اس سلسلہ میں علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

☆ جب بھی کسی ایسے شدید مفسدہ کی طرف نظر ڈالی جائے جو حرمت و ممانعت کی متقاضی ہو تو اسی وقت اس ضرورت کو بھی ضرور پیش نظر رکھنا چاہیے جو اجازت بلکہ استحباب اور وجوب کی متقاضی ہوتی ہے۔

☆ جب بھی کسی چیز سے سد ذریعہ کے طور پر روکا جاتا ہے تو وہ صلاح کے مقصد سے کیا جاتا ہے...... مثلاً کسی اجنبی عورت سے تنہائی میں ملنے، اس کے ساتھ سفر کرنے اور اس کو دیکھنے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ ساری چیزیں فساد وخرابی کا سبب بنتی ہیں، اسی لئے اسے صرف اپنے شوہر یا کسی محرم کے ساتھ سفر کرنے کی اجازت ہے...... اسے اپنے شوہر اور محرم کے علاوہ کسی دوسرے کے ساتھ سفر کرنے سے اس لئے روکا گیا ہے کیونکہ یہ فساد کا ذریعہ بنتا ہے، لیکن اگر ان چیزوں میں صلاح کا پہلو غالب ہو تو یہ چیزیں فساد کا سبب نہیں بن سکتیں۔

☆ یہ شرعی اصول ہے کہ جب کبھی صلاح اور فساد میں تعارض ہو جائے تو ان دونوں میں سے جو راجح ہو اس کا انتخاب کیا جاتا ہے۔

## ملازمت اور سیاسی ومعاشرتی سرگرمیوں میں عورت کی شرکت پر تبصرہ

### مغربی معاشرہ کے ایک جدید تجربہ کی شہادت:

ایک روسی لیڈر میکائیل گورباچوو نے اپنی کتاب ''بیریسترویکا'' میں تحریر کیا ہے کہ کسی بھی معاشرہ کے سیاسی ومعاشرتی سطح کو جانچنے کے لئے یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس معاشرہ میں عورت کس حد تک آزاد ہے، روسی حکومت نے عورت کے خلاف امتیازی سلوک (جو قیصر کے زمانہ میں روس میں عام تھا) پر سختی سے پابندی عائد کی، عورت کو معاشرہ میں ایک مقام دیا اور اس کا درجہ مرد کے برابر کیا، قانون عورت کے اس مقام کا ضامن ہے، روسی حکومت نے عورت کو جو حقوق دیئے ہم ان پر فخر کرتے ہیں، اسے کام میں مردوں کی طرح حقوق دیئے گئے، اسے کام پر مردوں کے مساوی معاوضہ دیا گیا اور اسے معاشرتی ضمانت دی گئی، عورت کو تعلیم حاصل کرنے، اپنا مستقبل بنانے اور معاشرتی وسیاسی سرگرمیوں میں شرکت کرنے کے تمام مواقع فراہم کئے گئے، اگر عورت ان چیزوں میں حصہ نہ لیتی اور وہ انتھک کام اور محنت نہ کرتی تو ہمارے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ ہم ایک نیا معاشرہ تشکیل دے سکتے، یا ہم فاشزم کے خلاف جنگ جیت سکتے۔

لیکن ہم اپنی اس پوری اہم اور شاندار تاریخ میں اس بات سے عاجز رہے کہ عورتوں کے خصوصی حقوق کی جانب توجہ دے سکیں اور اس کی ان ضرورتوں کی طرف توجہ دے سکیں جو ضرورتیں اسے ماں اور گھر کی ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے پیش آتی ہیں، عورت پر بچوں کی تعلیم کے تعلق سے جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ اسے پورا نہیں

کر پاتی، جب عورت علمی بحث وتحقیق اور پروڈکشن وسروسز کے میدان میں کام کرتی ہے اور جدت پسند سرگرمیوں میں شرکت کرتی ہے تو پھر اس کے پاس گھریلو کام کاج کرنے اور شوہر وبچوں کی ذمہ داریاں ادا کرنے کا وقت نہیں رہ جاتا، ہم پر یہ بات واضح ہوئی ہے کہ بچوں ونوجوانوں کے رویوں اور ہماری ثقافت وغیرہ سے متعلق ہماری بہت سی پریشانیوں کا ایک سبب خاندانی تعلقات کی کمزوری اور خاندانی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں سستی ہے، یہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ ہم ہر چیز میں عورت کی مساوات کے بارے میں بہت زیادہ حریص ہیں، لیکن اب ہم اس صورتحال پر قابو پانے لگے ہیں، ہم نے آج کل صحافت میں، عمومی تنظیموں میں، کام کی جگہوں میں اور گھر میں ہر جگہ سخت بحث چھیڑ رکھی ہے کہ عورت کو اس کے خالص نسوانی پیغام کی طرف لوٹنے کی راہ آسان کرنے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

میں نے جو یہ بات کہی کہ عورت کو اس کے خالص نسوانی پیغام کی طرف لوٹانا چاہیے اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ اسے ملازمت اور سیاسی ومعاشرتی سرگرمیوں سے محروم کردیا جائے بلکہ میری مراد یہ ہے کہ عورت پر عائد ہونے والی گھر اور خاندان سے متعلق بنیادی ذمہ داریوں اور اس کی دیگر ذمہ داریوں کے درمیان توازن قائم کرنا نہایت ضروری ہے۔

# باب سوم

## معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت اور مردوں سے اس کی ملاقات کی مخالفت کرنے والوں کے ساتھ ایک گفتگو

## فصل اول:

# اول: شرکت وملاقات کے دلائل پر مخالف حضرات کے اعتراضات پر ایک گفتگو

پہلا اعتراض:

ان مخالف حضرات کا کہنا ہے کہ جن نصوص میں نبی کریم ﷺ کے تعلق سے ان باتوں کا ذکر ہے درحقیقت وہ افعال نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص تھے، انھیں عمومی حکم کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ ہم اس کا جواب متعدد طرح سے دیتے ہیں جن کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

الف- یہ ایک بالکل فطری بات ہے کہ بہت ساری احادیث میں نبی کریم ﷺ کی زندگی کے مختلف گوشوں کا ذکر کیا جائے، کیونکہ سنت سے مراد ہی نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات ہیں، اسی لئے صحابہ کرامؓ اور تابعین نے آپ ﷺ کی سنت سے متعلق تمام چیزوں کو روایت کرنے کی پوری کوشش کی ہے، کیونکہ آپ ﷺ کی سنت قانون سازی پر مشتمل ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کے علاوہ صحابہ کرام کا ذکر ضمناً آتا ہے، یعنی سنت کوئی سماجی تاریخی تذکرہ نہیں ہے جس میں مختلف میدانوں میں صحابہ کرامؓ کی زندگی کا احاطہ کیا گیا ہو۔

ب- علماء اصول کا کہنا ہے کہ کسی فعل کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص اس وقت تک قرار نہیں دیا جاسکتا جب تک کہ کسی دلیل کے ذریعہ سے اس کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہونا نہ معلوم ہو جائے، علماء اصول کا یہ بھی کہنا ہے کہ خصوصیتیں احتمال سے ثابت نہیں ہوا کرتی ہیں، اس سلسلہ میں علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے جو چیزیں حلال قرار دی ہیں وہ چیزیں امت کے لئے اس وقت تک حلال ہیں جب تک کہ کسی دلیل سے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ وہ چیز یا عمل نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے، ان تمام نصوص میں خصوصیت کے دلائل کہاں ہیں؟

ج- مختلف محدثین وفقہاء مثلاً بخاریؒ وابن حجرؒ نے ان نصوص کی تشریح کرتے ہوئے انھیں نبی

کریم ﷺ کی ذات کے ساتھ مخصوص قرار نہیں دیا ہے، بلکہ ان نصوص سے ایسے مسائل مستنبط کئے ہیں جن سے ان نصوص کے عام ہونے کی تاکید ہوتی ہے، اس باب کی تمہید میں امام بخاریؒ کے بہت سارے تراجم گذرے ہیں جن سے عموم کا ثبوت ہوتا ہے، پانچویں فصل میں علامہ ابن حجرؒ کے بہت سارے اقوال گذر چکے ہیں جن سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔

د- اگر ہم یہ فرض کر ہی لیں کہ اس طرح کے بعض مشاہد وواقعات (جن کی تعداد تقریباً پچاس ہے) نبی کریم ﷺ کی خصوصیت تھے کیونکہ آپ ﷺ معصوم تھے، تو آپ کا ان عورتوں کے تعلق سے کیا خیال ہے جن سے نبی کریم ﷺ ملا کرتے تھے حالانکہ وہ معصوم نہیں تھیں؟ اسی طرح ان مردوں کے تعلق سے کیا خیال ہے جو ان ملاقات کے دوران نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہوتے تھے؟ (ایسے واقعات کی تعداد تقریباً ستر ہے)، اسی طرح آپ ان مشاہد وواقعات کے سلسلہ میں کیا کہیں گے جن میں صحابہ کرامؓ کے عمل کا ذکر کیا گیا ہے نہ کہ نبی کریم ﷺ کے عمل کا؟ (ایسے واقعات کی تعداد تقریباً ڈیڑھ سو ہے)۔

ھ- نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مرد وعورت کے درمیان ملاقات کے عام ہونے کے دو بہت بڑے اسباب تھے، پہلا سبب یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ نے خود کو ایک مساوی انسان کے طور پر پیش کیا بلکہ ایک ایسے انسان کے طور پر پیش کیا جو ایک کامل انسان تھا اور جس کی نفسیاتی صحت مکمل تھی لہذا غیرت کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے یہاں نہ ہی افراط تھی اور نہ تھی تفریط، فرضیت حجاب سے پہلے آپ ﷺ کی ازواج مطہرات سے ملنے والے مردوں کی تعداد جتنی تھی اتنی ہی تعداد فرضیت حجاب کے بعد بھی تھی، البتہ فرضیت حجاب کے بعد ان حدود میں ملاقات ہوتی تھی جن کو اللہ نے طے کر دیا تھا، اسی طرح فرضیت حجاب سے قبل جب آپ ﷺ عورتوں سے ملاقات کرتے اور اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ مرد صحابہ کرامؓ کی تعداد جتنی ہوتی اتنی ہی تعداد فرضیت حجاب کے بعد بھی ہوتی تھی، حالانکہ نبی کریم ﷺ تقویٰ کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے، آپ ﷺ کو مسلمانوں کی عزت وآبرو کے حفاظت کی سب سے زیادہ فکر تھی، اور آپ ﷺ کو اس بات کا کامل شعور تھا کہ آپ ﷺ تمام مومنوں کے لئے ایک اسوۂ حسنہ کی حیثیت رکھتے ہیں، ہم ذیل میں دو مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں:

پہلی مثال: نبی کریم ﷺ نے جب حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کو دیکھا کہ وہ کافی دور سے اپنے سر پر گٹھلیاں اٹھا کر لا رہی ہیں تو آپ ﷺ نے شفقتاً ان کو اس بات کی پیشکش کی کہ وہ ان کی اونٹنی پر ان کے پیچھے سوار ہو جائیں، لیکن جب حضرت اسماءؓ کو اپنے شوہر کی غیرت یاد آئی تو انھوں نے آپ کی پیشکش قبول نہیں کی اور اپنے

راستہ پر ہولیں۔ (بخاری ومسلم)، کیا نبی کریم ﷺ سے کسی ایسے کام کی توقع ہے جس سے معتدل ومساوی غیرت مجروح ہوتی ہو؟ درحقیقت مذکورہ حدیث میں جس غیرت کا ذکر ہے وہ حد سے بڑھی ہوئی غیرت ہے۔

دوسری مثال: نبی کریم ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ جنت میں ہیں، آپ ﷺ نے دیکھا کہ جنت میں ایک محل کے پاس ایک خاتون وضو کررہی ہیں، جب آپ ﷺ سے بتایا گیا کہ یہ محل حضرت عمر بن الخطابؓ کا ہے، تو آپ ﷺ کو ان کی غیرت یاد آگئی، لہذا آپ ﷺ نے اپنا رخ پھیرلیا۔ (بخاری ومسلم) یہاں پر اس بات کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے گناہ کی وجہ سے اپنا رخ نہیں پھیرا بلکہ حضرت عمرؓ کی حد سے بڑھی ہوئی غیرت کی رعایت کرتے ہوئے اپنا رخ پھیرلیا، اسی حد سے بڑھی ہوئی غیرت کی وجہ سے حضرت عمرؓ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ ان کی اہلیہ مسجد میں نماز پڑھنے جائیں، لیکن ان کے تفقہ فی الدین نے ان کو نبی کریم ﷺ کے اس قول کی مخالفت سے محفوظ رکھا کہ ''اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجد (جانے) سے مت روکو''۔ (بخاری) یہ تھا نبی کریم ﷺ کا طریقہ، آپ ﷺ ہی یہ کہنے والے ہیں'' کیا تم لوگوں کو سعدؓ کی غیرت پر تعجب ہوتا ہے؟ خدا کی قسم میں اس سے بھی زیادہ باغیرت ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ باغیرت ہے'' (بخاری ومسلم)، آپ ﷺ ہی یہ فرمانے والے ہیں'' اللہ سے زیادہ باغیرت کوئی بھی نہیں ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فواحش کو حرام قرار دیا ہے''۔ (بخاری)، اس طرح نبی کریم ﷺ حضرت سعدؓ اور تمام انسانوں سے زیادہ باغیرت تھے، لیکن آپ ﷺ کی یہ غیرت ایک معتدل غیرت تھی جو صرف فحش چیزوں اور تہمت کی جگہوں سے متنفر ہوتی تھی، لہذا اپنے معاشرہ کو منظّم کرنے کے سلسلہ میں ہمیں نبی کریم ﷺ کے طریقہ کو اختیار کرنا چاہیے یا دیگر لوگوں کے طریقہ کو اختیار کرنا چاہیے، خواہ وہ افضل ترین انسان ہی کیوں نہ ہوں؟

نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مرد وعورت کے درمیان ملاقات کے عام ہونے کا دوسرا بڑا اہم سبب یہ تھا کہ آپ ﷺ عورت کو ایک معزز انسان کی حیثیت سے دیکھتے تھے جو زندگی میں مرد کے ساتھ شریک رہتی ہے، اور جو صرف جنسی خواہش پوری کرنے کا ایک ذریعہ ہی نہیں ہوتی، ایسے معزز انسان پر زندگی ان متنوع سرگرمیوں کو انجام دینے کی ذمہ داری عائد کرتی ہے جن سرگرمیوں کے انجام دہی کی ذمہ داری مردوں پر بھی عائد ہوتی ہے، البتہ بعض سرگرمیاں مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں تو بعض سرگرمیاں عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں، حتی کہ ہر عورت، ہر زمانہ اور ہر معاشرہ کے اعتبار سے ان سرگرمیوں کی خصوصیت کی نوعیت مختلف ہوتی رہتی ہے، لہذا ایک شادی شدہ عورت اور ایک بیوہ عورت میں، ایک بانجھ عورت اور بہت زیادہ بچہ جننے والی عورت میں بہت فرق ہے، اسی طرح شہری معاشرہ

ود یہاتی معاشرہ میں اور قدیم معاشرہ اور جدید معاشرہ میں بہت فرق ہے۔

و-اگر صحابہ کرامؓ کی زندگی میں ہمیں عورتوں سے ملاقات کی اتنی مثالیں نہیں ملتیں جتنی ہمیں نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ملتی ہیں تو اس کی بعض شخصی وجوہات ہوسکتی ہیں جن کا تشریع اسلامی میں کوئی دخل نہیں ہے، دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے لئے اسوہ وقدوہ نبی کریم ﷺ کی ذات ہے، اسی طرح سنت آپ ﷺ کے افعال ہی ہیں نہ کہ دوسروں کے افعال، تمام صحابہ کرامؓ نے نبی کریم ﷺ کے قدوہ اور سنت کو اپنی طاقت اور حالات کے مطابق اخذ کیا، لیکن اس کے باوجود سبھی نے مل جل کر نبی کریم ﷺ کی سنت کی حفاظت کی، آپ ﷺ کے تمام حرکات وسکنات کو معلوم کیا اور اسے اپنے بعد آنے والی نسلوں کو منتقل کر دیا تاکہ آپ ﷺ کی سنت منشائے الٰہی کے مطابق کتاب اللہ کی مفسر بن جائے۔

دوسرا اعتراض:

ان مخالف حضرات کا کہنا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے عورتوں سے ملنے کے واقعات بہت ہی منتخب ہیں، ایسے واقعات عام نہیں تھے۔

ہم مندرجہ ذیل طریقوں سے اس کا جواب دیتے ہیں:

الف-صحابہ کرامؓ کی عورتوں سے ملاقات کے واقعات اتنے زیادہ ہیں کہ انھیں منتخب واقعات قرار دینا درست نہیں ہے، صحیح بخاری اور مسلم میں وارد نصوص کے اعتبار سے ایسے واقعات کی تعداد جن میں صحابہ کرامؓ عورت سے ملاقات کے وقت نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے تقریباً ستر تک پہنچتی ہے، اور ایسے واقعات جن میں صرف صحابہ کرامؓ کی تنہا عورت سے ملاقات کا ذکر ہے ان کی تعداد تقریباً ڈیڑھ سو تک پہنچتی ہے۔

ب-علماء اصول کے مطابق اگر عہد نبوی میں کسی ایک شخص کے لئے کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام لوگوں کے لئے ثابت ہے، الا یہ کہ کسی دلیل سے اس چیز کا اس شخص کے ساتھ مخصوص ہونا معلوم ہو جائے، زیر بحث مسئلہ کے مخالفین کوئی ایسی دلیل پیش نہیں کر سکتے ہیں جس سے اس عمل کے نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرامؓ کے ساتھ مخصوص ہونے کا علم ہوتا ہو۔

ج-محدثین وفقہاء مثلاً امام بخاریؒ اور ابن حجرؒ وغیرہ نے ان واقعات کو منتخب مخصوص اور چیدہ واقعات میں شمار نہیں کیا ہے، یہ بات امام بخاری کے ان تراجم اور حافظ ابن حجرؒ کی ان تشریحات سے ظاہر ہوتی ہے جن میں سے بیشتر میں نے سابقہ فصلوں میں بیان کی ہیں۔

## تیسرا اعتراض:

ان مخالف حضرات کا کہنا ہے کہ احادیث نبویہ میں عورتوں سے ملاقات کے جو واقعات مذکور ہیں درحقیقت وہ ملاقاتیں شرعی ضرورتوں کی وجہ سے ہوتی تھیں اور یہ بات معلوم ہے کہ ضرورتیں ممنوع چیزوں کو جائز کردیتی ہیں۔

ہم اس بات کا جواب مندرجہ ذیل طریقوں سے دیتے ہیں:

الف- اگر عورتوں سے ملنا حرام ہے تو حرمت کی دلیل کیا ہے؟

ب- اس مسئلہ کے مخالفین ان نصوص میں غور کریں جو میں نے عورتوں سے ملاقات کے سلسلہ میں نقل کی ہیں اور پھر ہمیں ایسے واقعات کی تعداد بتائیں جن میں عورتوں سے کسی ایسی شرعی ضرورت کے تحت ملاقات کی گئی ہو جو ممنوع چیزوں کو جائز کردیتی ہے۔

ج- اگر یہ ملاقاتیں شرعی ضرورتوں کی وجہ سے تھیں تو اس سے امام بخاریؒ اور حافظ ابن حجرؒ جیسے ائمہ فقہ وحدیث کیسے غافل رہ گئے اور انھوں نے کیسے ان واقعات سے عمومی احکام مستنبط کرلیے، عورتوں سے ملاقات کی بہت سی شکلوں کو جائز قرار دیا، جیسا کہ ہم نے امام بخاریؒ کے تراجم اور حافظ ابن حجرؒ کی تشریحات میں دیکھا۔

## چوتھا اعتراض:

عہد نبوی ﷺ کا معاشرہ ایک صالح معاشرہ تھا جس میں کسی طرح کے فتنہ کا اندیشہ نہیں تھا، اس کے بالمقابل ہمارے آج کل کے معاشروں میں اخلاقی انحطاط بہت زیادہ ہے اور فتنہ کے اندیشے بہت زیادہ پائے جاتے ہیں۔ ہم اس بات کا جواب مندرجہ ذیل طریقوں سے دیتے ہیں:

الف- ہم صحابہ کرامؓ کے معاشرہ کی فضیلت کو تسلیم کرتے ہیں کیونکہ خود نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کے دور کو سب سے اچھا دور قرار دیا ہے، لیکن اس کے باوجود ہمارا یہ کہنا ہے کہ ہر معاشرہ میں مضبوط لوگ بھی ہوا کرتے ہیں اور کمزور لوگ بھی ہوا کرتے ہیں، مدنی معاشرہ میں ہمیں مختلف اقسام کے انسان ملتے ہیں، اس میں کچھ ایسے دیہاتی تھے جو اسلام تو لے آئے تھے لیکن انھوں نے دل سے ایمان قبول نہیں کیا تھا، اس میں کچھ سادہ لوح نوجوان بھی تھے، اس میں کچھ خالص منافق بھی تھے، اس میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جن میں نفاق کی تھوڑی بہت علامتیں پائی جاتی تھیں، اور ان تمام اقسام کے انسان مسجد آیا کرتے تھے اور حج کے زمانہ میں کعبۃ اللہ جایا

کرتے تھے۔

ب-ہم یہاں پر ایک ایسی ملاقات کا ذکر کر رہے ہیں جو سنجیدگی کے ساتھ باوقار طریقہ سے ہو، جس ملاقات کے دوران ان آداب کی رعایت کی جائے جو اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں، اسی طرح ہم یہاں پر اپنی گفتگو ان مسلمانوں سے کر رہے ہیں جن کو نبی کریم ﷺ کے اقتداء کی انتہا درجہ کی خواہش ہو اور جو روزانہ پانچ وقت اپنے رب کے حضور حاضر ہوتے ہوں، ان میں کمزور لوگ بھی ہو سکتے ہیں اور مضبوط و قوی لوگ بھی، البتہ جہاں تک ایسے فاسق و فاجر شخص کا تعلق ہے جو کہ ہمہ وقت مسلمانوں کی عزت وآبرو کو زک پہنچانے کی تاک میں رہتا ہو تو ایسا فاسق و فاجر شخص تو ہمارے زمانہ میں ہمہ وقت عورتوں سے بلا جھجک غلط و گندی ملاقاتیں کرتا ہی رہتا ہے، وہ ہماری گفتگو کی طرف نہ ہی توجہ دیتا ہے اور نہ ہی وہ ایسی گفتگو سننے کے انتظار میں رہتا ہے۔

ج-اگر معاشرہ میں فساد اور اخلاقی انحطاط کے پیش نظر مرد و عورت کی ملاقات کے مواقع کو کم کرنا ضروری ہی ہو تو ہمیں اس کے لئے ایسا طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے کہ جس کے ذریعہ مسلمان مرد اور مسلمان عورت اس فساد اور اخلاقی انحطاط سے محفوظ رہ سکے، اس کے لئے ہمیں ایسے فیصلے صادر نہیں کرنے چاہئیں جو تمام میدانوں میں مرد و عورت کی ملاقات کو بالکلیہ حرام قرار دیتے ہوں۔

د-فتنہ سے محفوظ رہنے اور ذریعہ فساد پر روک لگانے کے دعووں کی اہمیت و نزاکت کے پیش نظر ہم ان شاء اللہ اس پر باقاعدہ ایک الگ فصل میں گفتگو کریں گے (دیکھئے اس باب کی تیسری فصل)۔

## دوم: ان دلائل پر ایک گفتگو جو مخالفین مرد و عورت کی ملاقات کی ممانعت کے سلسلہ میں پیش کرتے ہیں:

### پہلی دلیل:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وقرن فی بیوتکن“ (اپنے گھروں میں ٹک کر رہو...)۔

ہم اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل طریقے سے جواب دیتے ہیں:

الف-اس آیت کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کو مخاطب کیا گیا ہے، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ”یہ آیت کریمہ ”وقرن فی بیوتکن“ حقیقی حکم ہے، اس میں نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کو مخاطب کیا گیا ہے، اس لئے حضرت ام سلمہؓ فرماتی تھیں اب میں نبی کریم ﷺ سے ملنے تک (یعنی اپنی وفات تک) سفر نہیں کروں گی۔

ب-گھروں میں ٹھہرے رہنے کا حکم نبی کریم ﷺ کی ازواج کے ساتھ خاص تھا اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ ازواج مطہرات کو ہمیشہ حج کے لئے جانے سے منع کرتے رہے اور انھیں صرف اپنے اخیر حج میں حج کی اجازت دی، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''......حضرت عائشہؓ اور ان کے موافق دوسرے لوگوں نے نبی کریم ﷺ کی اس ترغیب (یعنی نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے کہ سب سے اچھا اور خوبصورت جہاد حج ہے) سے یہ سمجھا کہ بار بار حج کرنا جائز ہے، اس سے اللہ تعالی کے قول ''**وقرن في بيوتكن**'' کے عمومی مفہوم میں تخصیص پیدا ہوگئی، گویا کہ حضرت عمرؓ نے اس سلسلہ میں توقف اختیار کر رکھا تھا، جب انھیں محسوس ہوا کہ حضرت عائشہؓ کی دلیل میں قوت ہے تو انھوں نے اپنی خلافت کے اخیر دور میں ازواج مطہرات کو حج کی اجازت دے دی......''

ج-اگر ہم یہ فرض ہی کرلیں کہ مذکورہ بالا آیت میں عام مسلم عورتوں کو مخاطب کیا گیا ہے تو کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ سنت نبوی قرآن کریم کی مفسر ہے، ہم نے مرد و عورت کی ملاقات کے تعلق سے جو احادیث نقل کی ہیں ان سے پورے طور پر واضح ہوتا ہے کہ عہد نبوی کی مسلم عورتوں نے گھر میں ٹھہرے رہنے کے حکم کے ساتھ کس طرح عمل کیا اور کس طرح گھر میں ٹھہرے رہنے کے حکم نے انھیں معاشرتی زندگی میں شرکت کرنے سے باز نہیں رکھا۔

دوسری دلیل:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''**وإذا سألتموهن متاعا فاسألوهن من وراء حجاب ذلكم أطهر لقوبكم وقلوبهن**''۔

ہم اس کا مندرجہ ذیل طریقوں سے جواب دیتے ہیں:

الف- اس آیت میں حجاب سے مراد وہ پردہ ہے جس کے پیچھے ایک باحجاب عورت بیٹھی ہے، حجاب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اجنبی مردوں کو ازواج مطہرات سے ایک پردہ کے پیچھے سے گفتگو کرنی چاہیے کہ وہ ان کی شخصیت کو نہ دیکھ سکیں، ہم اپنی گفتگو میں لفظ حجاب کو اسی معنی میں استعمال کرتے ہیں (قرآن وسنت میں بھی یہ اسی معنی میں مستعمل ہے)، ہم اس معنی میں استعمال نہیں کرتے ہیں جو بہت عام ہے یعنی عورت کا اپنے بدن کو ایک لمبے ڈھیلے ڈھالے کپڑے کے ذریعہ ڈھانپنا۔ ان دونوں کے حکم میں بہت بڑا فرق ہے، ہم نے لفظ حجاب کا جو پہلا معنی بیان کیا ہے (اور وہی صحیح ہے) وہ ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے، اور دوسرا معنی جو بہت عام ہے وہ عام مومن عورتوں پر واجب ہے، ان دونوں معاملوں اور حکموں کے درمیان خلط ملط نہ کرنا چاہیے۔

ب- اس آیت پر غور کرنے سے پوری صراحت کے ساتھ یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ اس آیت میں ازواج مطہرات کو مخاطب کیا گیا ہے، اس آیت کے اخیر میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے مسئلہ کا ذکر کیا ہے جس کے بارے میں راجح طور پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ بھی فرضیت حجاب کا ایک سبب ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "**وما کان لکم أن توذوا رسول الله ولا أن تنکحوا أزواجه من بعده ابداً إن ذلکم کان عندالله عظیماً**" (اور تمہیں جائز نہیں کہ تم رسول اللہ ﷺ کو کسی بھی طرح تکلیف پہنچاؤ، اور نہ یہ کہ آپ کے بعد آپ کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو، بے شک یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات ہے)۔

ہم ان شاء اللہ علیحدہ ایک فصل میں اس بات کو بیان کریں گے کہ حجاب ازواج مطہرات کے ساتھ خاص تھا، لہذا اس مسئلہ میں ان کے اقتداء و پیروی کی کوئی گنجائش نہیں ہے (دیکھئے اس باب کی دوسری فصل)۔

اس مسئلہ میں ازواج مطہرات کی جو خصوصیت ہے وہ مردوں سے ہمیشہ حجاب میں رہنا ہے، البتہ کبھی کبھی حجاب میں رہنا عام مومن خواتین کے لئے جائز ہے جیسا کہ کبھی کبھی ان کا مردوں سے ملنا بھی جائز ہے۔

ج- ہم نے جو احادیث نقل کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی کی مومن خواتین کس طرح زندگی کے مختلف میدانوں میں مردوں سے بغیر کسی حجاب (یعنی بغیر کسی ایسے پردہ کے جو مردوں و عورتوں کے درمیان فصل کرتا ہو) کے ملا کرتی تھیں۔

د- ہم یہاں پر ایک بہت ہی اہم نکتہ پیش کریں گے جس کا آیت حجاب سے بہت گہرا تعلق ہے، وہ یہ ہے کہ اگر ہم یہ تسلیم کر ہی لیں کہ اس خصوصیت میں ازواج مطہرات کی پیروی مستحب ہے تو اس سلسلہ میں ہمارے مندرجہ ذیل ریمارکس ہوں گے:

حجاب مستحب اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ اس میں مومن مرد اور مومن عورتوں کے لئے سہولت ہو، اور سہولت اسی صورت میں ہوسکتی ہے جب کہ صرف بعض حالات میں حجاب کیا جائے، ہر وقت حجاب کرنے میں سہولت نہیں ہوسکتی، لہذا مرد و عورت کے تمام باہمی معاملات میں حجاب کو لازمی نہیں قرار دیا جاسکتا، کیونکہ اگر اسے لازمی قرار دے دیا جائے تو اس سے تکلیف و پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "**وما جعل علیکم فی الدین من حرج**" (سورۂ حج: ۷۸) یعنی اللہ نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی، صحیح احادیث میں یہ بات منقول ہے کہ جب کبھی بھی نبی کریم ﷺ کو دو معاملوں کے درمیان انتخاب کا اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ ان میں سے آسان کا ہی انتخاب فرماتے بشرطیکہ اس کے انتخاب میں کسی طرح کا گناہ نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

اگر حجاب اور اس کے نتیجہ میں حاصل ہونے والا طہارت قلب ایک فضیلت کی بات اور مستحب چیز ہے تو ہمیں چاہیے کہ ہم دیگر بہت سارے فضائل اور مستحبات کی جانب بھی نظر ڈالیں اور تمام تر حالات میں بہتر سے بہتر کے انتخاب کی کوشش کریں، اگر ہم صرف ایک ہی فضیلت یعنی طہارت قلب کی طرف توجہ دیتے ہیں اور دوسرے بہت سارے فضائل مثلاً طلب علم، خیر کی طرف دعوت دینا، بھلائی کے کام کرنا وغیرہ کی طرف توجہ نہیں دیتے اور نہ ہی بہتر سے بہتر کے انتخاب کی کوشش کرتے ہیں تو شریعت اس رویہ کو درست قرار نہیں دیتی ہے، کیونکہ شریعت میں مندوبات وواجبات ہر ایک میں بہتر سے بہتر کے انتخاب کی کوشش کی جاتی ہے۔

لہذا ایسا نہ ہونا چاہیے کہ طہارت قلب کے حصول کی کوشش جو کہ صرف ایک مستحب عمل ہے دیگر بہت سارے واجبات کو ضائع کرنے کا سبب بن جائے، کیونکہ طلب علم، خیر کی طرف دعوت دینا بھلائی کا حکم دینا اور بھلائی کے کام کرنا کبھی کبھی واجب کے درجہ میں ہو جاتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ طہارت قلب کی رعایت دو بڑی غلطیوں کا سبب بن سکتے ہیں:

**اول**: ایک فضیلت پر عمل کرنا لیکن دوسری اس سے زیادہ اہم فضیلت یا بہت سارے فضائل سے غفلت برتنا۔

**دوم**: ایک مستحب پر عمل کرنا اور کسی ایک واجب یا بہت سارے واجبات سے غفلت برتنا یعنی طہارت قلب کے اعلی معیار کے حصول کی کوشش کے نتیجہ میں اس بات کا اندیشہ ہے کہ ہم عورت کے سلسلہ میں تھوڑی بہت علم وثقافت پر مطمئن ہو جائیں اور نتیجتاً عورت خیر کی بہت ساری راہوں سے محروم ہو جائے مثلاً بھلائی ونیکی کے کام کرنا، پڑوسیوں ومحارم کے ساتھ تعلقات رکھنا، بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔

حافظ ابن حجرؒ نے تحریر فرمایا ہے ''...... مستحبات کی انجام دہی سے روکنا اس وقت جائز ہے جب یہ اندیشہ ہو کہ ان کی انجام دہی مطلوبہ واجب حقوق اور راجح مستحب کے ضیاع کا سبب بنیں گے''۔

ھ-اس موضوع سے متعلق ہم ایک دوسرے نکتہ کی طرف بھی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں، وہ یہ ہے کہ جہاں ایک طرف حجاب طہارت قلب کا ذریعہ ہے وہیں دوسری طرف وہ صاحب حجاب کے لئے راحت وآرام کا ذریعہ بھی ہے، کیونکہ وہ عورت کو فتنہ کی پریشانیوں واندیشوں سے محفوظ رکھتا ہے، حجاب کے بعد غض بصر اور شیطان کے وسوسوں کا مقابلہ کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی، ہم نے طہارت قلب کے حصول پر گفتگو کے دوران جو بات کہی ہے وہی بات ہم راحت وآرام کے ذریعہ کے حصول کے سلسلہ میں بھی کہتے ہیں، کیونکہ راحت وآرام کے

ذریعہ کا حصول اس وقت تک مشروع وجائز ہے جب تک کہ اس کے نتیجہ میں کسی واجب یا راجح مصلحت کے فوت ہوجانے کا اندیشہ نہ ہو، ہم نے بعض واجبات اور مصالح کی جانب اسی وقت اشارہ کر دیا تھا جب ہم نے عورت کی مرد سے ملاقات اور معاشرتی زندگی میں اس کی شرکت کے اسباب پر گفتگو کی تھی (دیکھئے تیسرے باب کی پہلی فصل)، اہم بات یہ ہے کہ ہم غیرتمند لوگوں کو خواہش نفس کا اسیر ہونے سے چوکنا اور باز رکھیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ حضرات عورت کی فکری ومعاشرتی نمو وپختگی کے لئے اس کے سامنے زندگی کے مختلف میدانوں کا دروازہ کھولنے کے بجائے راحت وآرام کے ذریعہ کے حصول کو ترجیح دے دیں، عورت کی فکری ومعاشرتی نمو وپختگی کے خاطر اس کے سامنے زندگی کے مختلف میدانوں کا دروازہ کھولنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معاشرہ ترقی پذیر ہوجاتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ مومن مرد اور مومن عورتوں کی زندگی میں سہولتیں پیدا ہوتی ہیں اور معاشرہ شرعی حدود کی پامالی سے محفوظ ہوجاتا ہے، اخیر میں غیرتمند حضرات کو ہم یہ یاددہانی کرانا چاہتے ہیں کہ زندگی جس طرح صحیح عقیدہ کا نام ہے اسی طرح مسلسل مجاہدہ کا نام بھی زندگی ہے۔

و-ہم معاشرتی تعلقات میں الفت ومحبت اور مانوسیت وعادت کی اہمیت کی جانب بھی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں، مانوسیت مخالف جنس کو دیکھنے کے وقت حساسیت کو کم کرنے میں معاون ہوتی ہے، اس طرح دونوں جنس کا مسئلہ آسان ہوجاتا ہے، اگر کوئی عورت مردوں سے ملاقات کی عادی اور اس سے مانوس نہیں ہوتی تو اگر کبھی اسے مرد سے ملاقات کرنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے تو وہ بہت زیادہ حساسیت اور پریشانی محسوس کرنے لگتی ہے، ایسی صورت میں اس عورت کے شوہر، باپ اور بھائی کو بھی پریشانی محسوس ہوتی ہے، ایسی صورتحال میں حرج وپریشانی کو دور کرنے کی خاطر اس بات کو ترجیح دی جاتی ہے کہ ضرورت کو ترک کر دیا جائے خواہ وہ ضرورت کتنی ہی اہم کیوں نہ ہو اور اس سے عورت ومعاشرہ کو کتنے ہی زیادہ فائدے کیوں نہ حاصل ہو رہے ہوں۔ یہی صورتحال مردوں کے ساتھ بھی پیش آتی ہے، اگر کوئی مرد ضرورت کے وقت گاہے بگاہے عورت سے ملنے کا عادی ہو تو اگر اسے کبھی کسی ضرورت کے تحت کسی عورت سے ملاقات کرنی پڑے تو وہ اسے اس ملاقات کے وقت ان باتوں کا احساس نہیں ہوگا جو کہ اس شخص کو ہوتا ہے جو عورت سے کبھی نہ ملا ہو اور پھر اسے کسی ضرورت کے تحت کسی عورت سے ملنا پڑ جائے۔

ز-اخیر میں ہم مخالفت کرنے والے اپنے بھائیوں سے پوچھتے ہیں کہ اگر نبی کریم ﷺ نے مرد وعورت کی ملاقات کی ان تمام صورتوں میں جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے ان کو بغیر حجاب کے ملنے کی اجازت دے دی تو کیا آپ ﷺ سے مومن مردوں ومومن عورتوں کے دلوں کو طاہر وپاک کرنے کے سلسلہ میں (نعوذ باللہ) کوئی کوتاہی

ہوگئی، یا اصل بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ طہارت قلب کے ساتھ ساتھ جہاں ایک طرف سہولت کی رعایت کرتے تھے وہیں دوسری طرف ضرورتوں ومصالح کی بھی رعایت کیا کرتے تھے؟ آیت کریمہ میں جس درجہ کے طہارت قلب کا ذکر ہے اگر وہ عام احوال میں مسلمان مردوں وعورتوں کے لئے مستحب ہوتا تو نبی کریم ﷺ اس مستحب کے حصول کے لئے کچھ نہ کچھ تدبیریں ضرور کرتے، مثلاً مسجد میں مردوں وعورتوں کی صفوں کے درمیان میں کسی ساتر کا رکھوانا، مردوں اور عورتوں کے طواف کے لئے الگ الگ وقت کا تعین کرنا، نبی کریم ﷺ سے عورتوں کے سوالات کرنے کے لئے صحابہ کرامؓ اور نبی کریم ﷺ کی مجلس سے دور ہٹ کر کسی جگہ کا انتخاب کرنا، یہ ساری چیزیں اس غرض سے کی جاتیں کہ نہ ہی مرد عورتوں کو دیکھ سکیں اور نہ ہی عورتیں مردوں کو دیکھ سکیں۔

## تیسری دلیل:

ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا دیکھو تم لوگ عورتوں کے پاس نہ جانا، ایک انصاری صحابی نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ دیور کے سلسلہ میں آپ ﷺ کا کیا خیال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا دیور تو موت ہے۔

اس سلسلہ میں ہمارا جواب یہ ہے کہ مذکورہ بالا حدیث میں عورت سے خلوت وتنہائی میں ملنے سے منع کیا گیا ہے، اس حدیث میں دوسرے لوگوں کی موجودگی میں عورت کے پاس جانے سے نہیں روکا گیا ہے، مندرجہ ذیل باتوں سے ہمارے اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے:

الف- مختلف محدثین مثلاً امام بخاریؒ وترمذی اور مختلف شارحین حدیث مثلاً شارح بخاری حافظ ابن حجرؒ اور شارح مسلم امام نوویؒ نے اس حدیث سے جو مفہوم اخذ کیا اسے ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

**امام بخاریؒ:** امام بخاریؒ نے اس حدیث کو جس باب کے ضمن میں نقل کیا ہے وہ ہے: "**لا یخلون رجل بامرأة الا ذو محرم والدخول علی المعینة**" اس کے بعد انھوں نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ "دیکھو تم لوگ عورتوں کے پاس نہ جانا" اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد انھوں نے جو حدیث نقل کی ہے وہ یہ ہے "کوئی بھی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ ملے الا یہ کہ وہ محرم ہو"۔

**حافظ ابن حجرؒ:** حافظ ابن حجرؒ اپنی کتاب "فتح الباری" میں تحریر فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے قول "دیور تو موت ہے" کی تشریح میں مختلف باتیں کہی گئی ہیں، ایک بات یہ کہی گئی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دیور کے ساتھ تنہائی میں ملنے سے دین ہلاک ہو جاتا ہے بایں طور کہ اس سے اگر کوئی گناہ سرزد ہو جائے، یا اس سے

مراد یہ ہے کہ عورت کا دیور سے تنہائی میں ملنا خود اس کی ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے، بایں طور کہ اگر اس سے کوئی ایسا گناہ سرزد ہو جائے جو موجب رجم ہو، یا اس عورت کا شوہر غیرت میں آ کر اسے طلاق دے دے، ان تمام مرادوں ومفہوموں کی جانب قرطبی نے اشارہ کیا ہے، طبری یہ کہتے ہیں کہ کسی مرد کا اپنے بھائی یا بھتیجے کی بیوی سے تنہائی میں ملنا موت کے درجہ میں ہے، درحقیقت عرب ناپسندیدہ چیزوں کو موت کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

**امام نوویؒ**: امام نوویؒ صحیح مسلم کی شرح کے دوران تحریر فرماتے ہیں ''...... نبی کریم ﷺ کے قول ''دیور تو موت ہے'' کا مفہوم یہ ہے کہ دوسروں کے مقابلہ میں اس سے زیادہ خوف اور شر کی توقع ہے اور فتنہ کا اندیشہ ہے کیونکہ وہ بآسانی عورت تک پہنچ سکتا ہے اور اس سے تنہائی میں مل سکتا ہے اور اس پر کسی کو اعتراض بھی نہیں ہوتا، (حدیث میں دیور کے لئے "حمو" کا لفظ استعمال ہوا ہے)، اس حمو سے مراد شوہر کے رشتہ دار ہیں سوائے اس کے باپ اور بیٹوں کے، شوہر کا باپ اور اس کے بچے اس کی بیوی کے محرم ہیں یہ لوگ اس سے تنہائی میں مل سکتے ہیں، ان حضرات کو ''موت'' سے تعبیر نہیں کیا جائے گا، حمو سے مراد شوہر کا بھائی، بھتیجا، چچا، چچازاد بھائی وغیرہ غیر محرم لوگ ہیں، چونکہ عموماً اس سلسلہ میں تساہلی ہو جاتی ہے اور دیور اپنی بھابھی سے تنہائی میں ملتا ہے اسی لئے اس کو موت سے تعبیر کیا گیا ہے، قاضی عیاض تحریر فرماتے ہیں اس کا مفہوم یہ ہے کہ دیور سے تنہائی میں ملنا فتنہ اور دین کی ہلاکت کا سبب ہوتا ہے اسی لئے اس کو موت سے تعبیر کیا گیا ہے......''۔

**امام ترمذیؒ**: امام ترمذی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے عقبہ بن عامر کی روایت کردہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، عورتوں کے پاس جانا اس طرح سے مکروہ ہے جس کا ذکر نبی کریم ﷺ نے اس طرح کیا ہے کہ ''جب کبھی بھی کوئی مرد کسی عورت سے تنہائی میں ملتا ہے تو وہاں پر تیسرا شیطان ہوتا ہے''، اور ''حمو'' کا مطلب دیور ہے، آپ ﷺ نے اس بات کو ناپسند کیا کہ وہ اپنی بھابھی سے تنہائی میں ملے۔

**ابن دقیق العید**: ابن دقیق العید تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اجنبی عورتوں سے تنہائی میں ملنا حرام ہے، نبی کریم ﷺ کا قول ''دیکھو تم لوگ عورت کے پاس مت جانا'' غیر محرموں کے ساتھ مخصوص ہے، یہاں پر ایک اور بات ذہن میں رہنی چاہیے، وہ یہ ہے کہ یہاں پر تنہائی وخلوت میں ملنے سے منع کیا گیا ہے، لہٰذا اگر عورت کے ساتھ کچھ لوگ اور ہوں تو اس سے ملنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ب- مذکورہ بالا حدیث میں مذکور نہی کو ''خلوت وتنہائی'' سے متعلق ماننا ضروری ہے تاکہ اس حدیث اور دیگر بہت ساری ان احادیث میں تطبیق دی جا سکے جن میں عورت سے کئی لوگوں کی موجودگی میں ملاقات کرنے کو جائز

قرار دیا گیا ہے، ان احادیث میں سے چند کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

وہ قولی احادیث جن میں عورتوں کے پاس جانے کے آداب بتائے گئے ہیں:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا عورت کسی محرم کے ساتھ ہی سفر کرے اور اس کے پاس کوئی بھی مرد اس کے کسی محرم کی موجودگی ہی میں جائے۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں...... پھر نبی کریم ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا آج کے بعد سے کوئی بھی مرد کسی ایسی عورت کے پاس جس کا شوہر موجود نہ ہو اسی صورت میں جائے جب کہ اس کے ساتھ ایک یا دو اور مرد ہوں۔ (مسلم)

وہ فعلی احادیث جن میں عورتوں کے پاس جانے کے بعض مواقع کی وضاحت ہے:

## حسن نگہبانی:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب کبھی نبی کریم ﷺ ام سلیمؓ کے گھر کے اردگرد سے ہو کر گذرتے تو ان کے پاس بھی جاتے اور انھیں سلام کرتے۔ (بخاری)

ایک روایت میں مذکور ہے: ''نبی کریم ﷺ ہمارے پاس آئے، اس وقت گھر میں صرف میں، میری والدہ اور میری خالہ ام حرامؓ موجود تھیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کھڑے ہو جاؤ، میں تم سب کو نماز پڑھاؤں گا......۔ (مسلم)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ام سلیمؓ کے پاس گئے تو وہ آپ ﷺ (کی ضیافت) کے لئے کھجور اور گھی لے کر آئیں......۔ (بخاری)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں...... اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مرد کے گھر میں اس کی عدم موجودگی میں جایا جا سکتا ہے، یہ حدیث مختلف طرق سے مروی ہے اور کسی میں بھی اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ ام سلیمؓ کے گھر میں گئے تو ان کے شوہر ابو طلحہؓ بھی وہاں موجود تھے''۔

## مریض خاتون کی عیادت:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ حضرت ضباعہ بنت زبیرؓ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے کہا شاید تم حج کرنے کا ارادہ رکھتی ہو؟ انھوں نے کہا خدا کی قسم میں تکلیف محسوس کر رہی ہوں، آپ ﷺ نے ان

سے کہا تم حج کرو اور شرط لگا دو، تم اس طرح کہو کہ اے اللہ میں وہیں پر احرام سے باہر آ جاؤں گی جہاں آپ مجھے روک دیں گے، (وہ اس وقت حضرت مقداد بن اسودؓ کی زوجیت میں تھیں)۔ (بخاری ومسلم)

## غمگساری وتعزیت:

حضرت ام علاءؓ فرماتی ہیں...... نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو میں نے کہا اے ابوالسائب آپ ان پر اللہ کی رحمت ہو......۔ (بخاری)

## شادی کی مبارکباد دینا:

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء فرماتی ہیں جب میری رخصتی ہوئی تو نبی کریم ﷺ میرے پاس آئے اور میرے بستر پر اسی طرح بیٹھ گئے جس طرح تم میرے پاس بیٹھے ہوئے ہو، پھر ہماری کچھ باندیاں دف بجانے لگیں......۔ (بخاری)

## مصالح کی انجام دہی:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں...... پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم میں اپنے گھر والوں کے سلسلہ میں خیر ہی کا علم رکھتا ہوں، لوگوں نے اس سلسلہ میں ایک ایسے شخص کا نام لیا ہے جس کے بارے میں بھی میں خیر ہی کا علم رکھتا ہوں اور وہ ہمیشہ میرے ساتھ ہی میرے گھر جاتا ہے......۔ (بخاری ومسلم)

## صحابہ کرامؓ کا عمل:

طلب علم: حضرت اسماء بنت عمیسؓ فرماتی ہیں...... میں نے حضرت ابوموسیٰؓ اور کشتی والے دیگر صحابہ کرامؓ کو دیکھا کہ وہ میرے پاس فوج درفوج آیا کرتے تھے اور مجھ سے اس حدیث کے متعلق پوچھا کرتے تھے......۔ (بخاری ومسلم)

## زیارت وملاقات:

حضرت ابوجحیفہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمانؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ کے درمیان

مواخات کرائی، ایک مرتبہ حضرت سلمانؓ حضرت ابوالدرداءؓ سے ملنے گئے، انھوں نے دیکھا کہ حضرت ام الدرداءؓ کے کپڑے صاف ستھرے نہیں ہیں تو انھوں نے ان سے کہا آپکو کیا ہو گیا ہے؟......۔(بخاری)

## رعایا کی خبر گیری:

حضرت قیس بن ابوحازمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ قبیلہ احمس کی ایک خاتون زینب بنت مہاجر کے پاس گئے.....۔

## چوتھی دلیل:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مدینہ میں حضرت ام سلیمؓ اور ازواج مطہرات کے گھر کے علاوہ کسی اور کے گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے، نبی کریم ﷺ سے اس سلسلہ میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا میں ام سلیمؓ کے ساتھ رحم کا معاملہ کرتا ہوں کیونکہ ان کے بھائی میرے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔(بخاری و مسلم)

اس سلسلہ میں ہمارا جواب یہ ہے کہ ہمیں اس حدیث کو ان احادیث کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے جن میں مردوں کی عورتوں سے ملاقات اور معاشرتی زندگی میں عورتوں کی شرکت کا ذکر ہے، اور جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ کے بہت سارے گھروں میں جایا کرتے تھے، البتہ نبی کریم ﷺ ام سلیمؓ کے گھر اس کثرت سے جایا کرتے تھے کہ صحابہ کرامؓ نے بھی اس کو محسوس کر لیا اور آپ ﷺ سے اس سلسلہ میں سوال کیا۔

امام بخاری نے اس حدیث کو "باب فضل من جهز غازيا او خلفه بخير" میں نقل کیا ہے۔

فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ "نبی کریم ﷺ مدینہ میں حضرت ام سلیمؓ کے گھر کے علاوہ کسی اور کے گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے" کی تشریح و وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ حمیدی نے کہا ہے کہ شاید اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ صرف ام سلیمؓ کے پاس ہی ان کے شوہر کی عدم موجودگی میں چلے جایا کرتے تھے...... ابن التین نے کہا کہ آپ ﷺ حضرت ام سلیمؓ کے پاس بہت کثرت سے جایا کرتے تھے......ابن المنیر نے کہا کہ حضرت انسؓ کی روایت کردہ حدیث کی مطابقت ترجمۃ الباب کے جزء "أو خلفه بخير" سے ہے، کیونکہ کسی غازی ومجاہد کے گھر کی اس کی عدم موجودگی میں نگہبانی اس کی زندگی میں بھی کی جاسکتی ہے اور اس کی موت کے بعد بھی کی جاسکتی ہے، نبی کریم ﷺ حضرت ام سلیمؓ کی زیارت کر کے اور ان سے ملاقات کر کے ان کی دلجوئی کیا کرتے تھے،

اوراس دلجوئی کرنے کا سبب یہ بیان کرتے تھے کہ ان کے بھائی ان کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہوگئے تھے، اس میں اس بات کا ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ام سلیمؓ کے بھائی کی موت کے بعدان کے پیچھے ان کے گھر والوں کی اچھی طرح سے نگہبانی کی۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت انسؓ کی روایت کردہ حدیث میں عورتوں کے پاس جانے کی ہی سرے سے نفی نہیں کی گئی ہے بلکہ عورتوں کے پاس جانے کے ایک خاص طریقہ کی نفی کی گئی ہے۔

## پانچویں دلیل:

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھی، وہاں پر حضرت میمونہؓ بھی تھیں، اسی اثناء میں وہاں پر حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ آگئے، یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب ہمیں حجاب کا حکم دیا جاچکا تھا، نبی کریم ﷺ نے ہم دونوں سے کہا تم دونوں ان سے حجاب کرو، ہم لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا وہ اندھے نہیں ہیں؟ وہ نہ ہی ہمیں دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی ہمیں جانتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا تو کیا تم دونوں بھی اندھی ہو؟ کیا تم دونوں انھیں نہیں دیکھ رہی ہو؟

اس سلسلہ میں ہم مندرجہ طریقوں سے جواب دیتے ہیں:

الف- اس حدیث مین جن دوعورتوں کا ذکر ہے وہ ازواج مطہرات ہیں، اورآیت کریمہ **"فاسألوھن من وراء حجاب ذلک اطھر لقوبکم وقلوبھن"** کا مطلب یہ ہے کہ مردوں کے طہارت قلب کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ ازواج مطہرات کو نہ دیکھیں اور ازواج مطہرات کے طہارت قلب کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ مردوں کو نہ دیکھیں، اسی سبب سے نبی کریم ﷺ نے ان دونوں ازواج مطہرات سے حجاب کرنے کی بات کہی، لہذا اصل بات یہ ہے کہ حجاب کا مسئلہ ازواج مطہرات کے ساتھ مخصوص ہے، وہ مردوں سے کسی ایک ہی مجلس میں بغیر کسی حجاب کے نہیں مل سکتیں۔

ب- اگر ایک جانب ہمیں یہ ملتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی بعض ازواج کو حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کو دیکھنے سے منع کردیا تھا کیونکہ ان پر حجاب فرض ہو چکا تھا، تو دوسری جانب ہمیں یہ بھی ملتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فاطمہ بنت قیسؓ سے کہا تھا تم اپنے چچازاد بھائی ابن ام مکتوم کے گھر میں عدت کے ایام گذارو، کیونکہ وہ نابینا ہیں، نبی کریم ﷺ نے انھیں عدت کے ایام ابن ام مکتوم کے گھر میں ایک ہی چھت کے نیچے گذارنے کا حکم دیا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت فاطمہ بنت قیس کو ابن ام مکتوم کے ساتھ صرف تھوڑی ہی مدت کے لئے رہنے کو

نہیں کہا گیا بلکہ پوری عدت کے ایام میں وہیں رہنے کا حکم دیا گیا جس کے دوران وہ انھیں دیکھا کرتی تھیں اور بلاشبہ اس میں کچھ بھی مضائقہ نہیں تھا، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ام سلمہؓ والی حدیث میں وارد نہی ازواج مطہرات کے ساتھ مخصوص ہے، یہ بات حضرت ام سلمہؓ کے اس قول سے بھی ظاہر کہ ''یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب ہمیں حجاب کا حکم دیا جا چکا تھا''۔

ج- امام احمدؒ نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ ''کیا تم دونوں بھی اندھی ہو؟'' ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے، اثرم کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ (یعنی امام احمدؒ) سے کہا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نبہان کی وہ حدیث جو انھوں نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی ہے ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے اور فاطمہ بنت قیسؓ والی حدیث عام خواتین سے متعلق ہے، اس پر انھوں نے جواب دیا کہ ہاں ایسا ہی ہے۔ اس بات کو ابوداؤد نے بھی تسلیم کا ہے لہذا انھوں نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے ''یہ حدیث ازواج مطہرات کے ساتھ مخصوص ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ حضرت فاطمہ بنت قیسؓ نے حضرت ابن ام مکتومؓ کے یہاں عدت کے ایام گذارے تھے، نبی کریم ﷺ نے فاطمہ بنت قیسؓ سے کہا تھا: ''تم ابن ام مکتوم کے پاس عدت کے ایام گذارو کیونکہ وہ نابینا ہیں، تم (بآسانی) وہاں پر کپڑے اتار سکتی ہو''۔

## چھٹی دلیل:

حضرت ابوحمید الساعدیؓ کی اہلیہ حضرت ام حمیدؓ نبی کریم ﷺ کے پاس گئیں اور کہا اے اللہ کے رسول میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتی ہوں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں جانتا ہوں لیکن تمہارا گھر کے زنان خانہ میں نماز پڑھنا گھر کے بیٹھک والے کمرہ میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اسی طرح تمہارا گھر کے بیٹھک والے کمرہ میں نماز پڑھنا گھر میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور تمہارا گھر میں نماز پڑھنا محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارا محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنا جامع مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

اس سلسلہ میں ہم مندرجہ ذیل طریقوں سے جواب دیتے ہیں:

حضرت ام حمیدؓ کی روایت کردہ حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں: ''تمہارا گھر کے زنان خانہ میں نماز پڑھنا گھر کے بیٹھک والے کمرہ میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اسی طرح تمہارا گھر کے بیٹھک والے کمرہ میں نماز پڑھنا گھر میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے''۔ عموماً گھر کے بیٹھک والے کمرہ میں اور گھر میں عورتیں یا محرم مرد یا اجنبی وغیر محرم مرد ہوا کرتے ہیں، لیکن ان جگہوں پر اجنبی مرد بہت شاذ ونادر ہی موجود ہوتے ہیں، اگر یہ کہا جائے کہ ان جگہوں پر

اجنبی مردوں کا شاذ ونادر موجود ہونا ہی زنان خانہ کی بیٹھک والے کمرہ پر اور بیٹھک والے کمرہ کی گھر پر فضیلت کی علت ہے، تو اس وقت ہم یہ کہیں گے کہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اگر اجنبی مرد عورتوں کو زنان خانہ یا بیٹھک والے کمرہ میں اس وقت دیکھیں جب وہ نماز نہ پڑھ رہی ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر وہ انھیں نماز پڑھنے کی حالت میں دیکھ لیں تو اس میں حرج ہے، حالانکہ اصل مقصد یہ نہیں ہے بلکہ اصل مقصد یہ بتانا ہے کہ عورتوں کو خاموشی کے ساتھ چھپ کر نماز ادا کرنی چاہیے، بذات خود عورت کو مردوں کی نگاہوں سے چھپانا مقصود نہیں ہے۔

اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ عورت کی گھر میں نماز کو اس صورت میں افضل قرار دیا گیا ہے جب کہ اسے ہر نماز مسجد میں جا کر ادا کرنے کا شوق ہو، لیکن وہ کسی سبب سے امام کی قراءت نہ سن پاتی ہو، مثلاً عورتوں کی صف مردوں کی صف سے بہت پیچھے ہو جہاں امام کے قراءت کی آواز نہ آتی ہو، یا وہ نماز ہی سری ہو مثلاً ظہر وعصر، تو ایسی صورت میں عورت کے لئے گھر ہی میں نماز پڑھنا افضل ہے، کیونکہ ایسی صورت میں اسے مسجد میں جا کر نماز ادا کرنے کی صورت میں مشقت و پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اگر عورت کی گھر میں نماز کو افضل قرار دیا گیا ہے تو کیا اس کا مقصد یہ ہے کہ عورت کو مرد سے نہ ملنے دیا جائے، اگر چہ یہ ملاقات پورے وقار وسنجیدگی کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو؟ یا اس کا مقصد عورت کی نماز کے حرکات سکنات (مثلاً رکوع وسجدہ) کو اور خود نماز کو مردوں کی نگاہوں سے محفوظ رکھنا ہے تاکہ یہ نماز خالصتاً اللہ کے لئے پڑھی جائے اور ہر طرح کے ریا وشہرت کے شبہ سے محفوظ رہے اور دوسری جانب گھر کی فضا بھی اللہ کی عبادت اور ذکر الٰہی سے معمور رہے؟ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''اپنے گھروں پر بھی نماز پڑھا کرو، انھیں قبریں نہ بناؤ''۔ اگر یہ دوسرا جز ہی مقصود ہے تو دوسرے فضائل مثلاً قرآن سننے اور علمی گفتگو سننے کو عورت کی نماز کو اور اس کی نماز کے حرکات وسکنات کو پردہ میں رکھنے اور گھر کو خیر کے کاموں اور ذکر الٰہی سے آباد رکھنے پر ترجیح دی جاسکتی ہے۔

اگر اس افضلیت کا مقصد یہی ہوتا کہ عورت مرد سے نہ مل سکے خواہ یہ ملاقات پورے وقار وسنجیدگی کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو، تو ایسی صورت میں عورت کے لئے مسجد میں اعتکاف کرنا، نماز جنازہ پڑھنا، سورج گرہن کی نماز پڑھنا اور علمی مجلسوں میں شریک ہونا مستحب نہ قرار دیا جاتا، بلکہ اس کے لئے اس بات کو افضل قرار دیا جاتا کہ وہ معتکف سے ملنے نہ جائے، مسجد میں مومن عورتوں سے ملنے کی کوشش نہ کرے اور نہ ہی خود کو مسجد کی خدمت کے لئے وقف کرے، اگر مسئلہ ایسا ہی ہوتا تو شارع نے اتنی زیادہ اصرار کے ساتھ عید کی نماز میں عورتوں حتی کہ پردہ نشین اور حائضہ عورتوں کی شرکت پر زور نہ دیا ہوتا، نہ ہی عورتوں کو بار بار حج کرنے کی ترغیب دی ہوتی حالانکہ حج میں تو مردوں

سے ملاقات ہوتی ہے بلکہ مجبوراً مردوں کے شانہ بشانہ ہونا پڑتا ہے۔

اگر مطلقاً گھر میں عورت کا نماز پڑھنا افضل ہوتا تو جلیل القدر صحابیات نے اس فضیلت پر ضرور عمل کیا ہوتا، اسی طرح نبی کریم ﷺ نے اس جانب اس عورت کو ضرور متوجہ کیا ہوتا جو اپنے بچہ کو لے کر مسجد آیا کرتی تھی اور جب وہ رونے لگتا تھا تو نبی کریم ﷺ نماز کو مختصر کردیتے حالانکہ آپ ﷺ کا ارادہ یہ ہوتا کہ نماز طویل کریں، یہاں پر غور کرنے کی بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک افضل عمل (یعنی نماز طویل کرنا) کے مقابلہ میں ایک غیر افضل عمل (یعنی عورت کا مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا) کو کس طرح قبول کرلیا؟ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے اس افضلیت کی جانب ان عورتوں کو بھی ضرور متوجہ کیا ہوتا جو جماعت کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھنے کا اہتمام کرتی تھیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ کو ان کی وجہ سے عشاء کی نماز پہلے پڑھانی پڑی تھی حالانکہ آپ ﷺ اسے تاخیر سے پڑھانا چاہ رہے تھے، جب حضرت عمرؓ نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ ''عورتیں اور بچے سو گئے ہیں'' تو آپ ﷺ نے عشاء کی نماز جلدی پڑھادی، لہذا یہاں پر بھی غور کرنے کی بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک افضل عمل (یعنی عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھانا) کے مقابلہ میں ایک غیر افضل عمل (یعنی عورتوں کا مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنا) کو کس طرح قبول کرلیا؟

عہد نبوی میں مسجد میں مردوں وعورتوں کی ملاقات کے واقعات سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

☆ جب سے نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تھے، اس وقت سے لے کر اپنی وفات تک آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں اپنے ساتھ عورتوں کو نماز پڑھنے دیا۔

☆ عورتیں مدینہ سے باہر موجود محلوں میں واقع مساجد میں بھی کثرت سے جماعت کے ساتھ نمازیں ادا کرتی تھیں، اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کی نماز باجماعت پڑھنے کا معاملہ صرف مسجد نبوی ہی تک محدود نہیں تھا۔

☆ نبی کریم ﷺ نے مردوں کو اس بات کا حکم دیا کہ وہ عورتوں کو مسجد سے متعلق ان کے حقوق سے نہ روکیں۔

☆ جلیل القدر صحابیات مسجد میں باجماعت نماز ادا کیا کرتی تھیں مثلاً حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ، حضرت ام الفضلؓ، حضرت فاطمہ بنت قیسؓ، حضرت ابن مسعودؓ کی اہلیہ حضرت زینبؓ، حضرت ام الدرداءؓ، حضرت عمر بن الخطابؓ کی اہلیہ حضرت عاتکہ بنت زیدؓ اور حضرت ربیع بنت معوذؓ۔

☆ عورتیں مختلف اغراض ومقاصد کے تحت مسجد جایا کرتی تھیں، مثلاً جہری نمازیں، نماز جمعہ، نفل نمازیں، سورج گرہن کی نماز، اعتکاف، معتکف کی زیارت کرنا، حکمراں کے ساتھ اجتماع عام میں شریک ہونا، حبشیوں کا کھیل دیکھنا، مسجد کی صفائی کرنا، مومن خواتین کے ساتھ وقت گذارنا۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ مذکورہ بالا تمام باتوں کو اس بات کے جواز کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے کہ عورتوں کے گھر پر نماز پڑھنے کی افضلیت اس صورتحال کے ساتھ خاص ہے جبکہ مسجد میں جماعت میں شریک ہونے میں انھیں دشواری ہورہی ہو اور اس کے نتیجہ میں گھر کے کاموں کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو، بالفاظ دیگر اگر مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کے وقت عورت کو اس بات کی ضرورت ہو کہ وہ اپنے گھر کی دیکھ بھال اور نگہبانی کرے تو ایسے موقع پر اس کے لئے افضل یہی ہے کہ وہ گھر پر ہی نماز ادا کرے، عمومی طور پر عام عورتوں کے حالات ایسے ہی ہوتے ہیں، یہ مسئلہ ایسا ہی ہے جس طرح کہ اگر عورت کو گھر بار اور بچوں کے دیکھ بھال کی زیادہ ضرورت ہو تو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ گھر بار کو دیکھے اور جہاد میں شرکت نہ کرے، عام عورتوں کی زندگی میں ایسا ہی ہوتا ہے، لیکن اگر عورت کو اپنے گھر بار کے دیکھ بھال کی ضرورت نہ ہو، وہ فارغ البال ہو یا اسے گھر سے متعلق اس کی ذمہ داریوں سے آزاد کردیا گیا ہو تو اس صورتحال میں اسے اس بات کی اجازت ہے کہ وہ شہادت کی طلب اور اللہ سے ثواب کی امید میں تطوعاً جہاد میں شرکت کرے، ذیل میں دو احادیث نقل کی جاتی ہیں، پہلی حدیث میں اس بات کی وضاحت ہے کہ عورت کے لئے گھر کی دیکھ بھال کرنا افضل ہے، اس کا یہ عمل جہاد کے برابر ہے، جبکہ دوسری حدیث میں اس بات کی وضاحت ہے کہ عورت کا شہادت کی طلب میں جہاد کے لئے نکلنا افضل ہے۔

پہلی حدیث: حضرت ابو یعلیؒ اور حضرت بزارؒ کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے کہا کہ ایک مرتبہ کچھ عورتیں نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور کہا اے اللہ کے رسول مردوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کرکے تمام فضائل حاصل کرلئے، تو کیا ہمارے لئے کوئی ایسا عمل نہیں ہے جس کو انجام دے کر ہم بھی جہاد فی سبیل اللہ کے فضائل حاصل کرسکیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم عورتوں کے اپنے گھر میں کام کاج کرنے کا اجر اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے اجر کے برابر ہے۔

دوسری حدیث: امام بخاریؒ نے درج ذیل حدیث کو ''**باب الدعاء بالجهاد والشهادة للرجال والنساء**'' میں نقل کیا ہے:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ حضرت ام حرام بنت ملحانؓ کے پاس جایا کرتے

تھے…… چنانچہ نبی کریم ﷺ سو گئے پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے، ام حرامؓ کہتی ہیں میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ کیوں ہنس رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا میری امت کے کچھ لوگ جو اللہ کی راہ میں سمندر میں جا کر غزوہ کریں گے وہ میرے سامنے تخت پر بیٹھے ہوئے بادشاہوں کی شکل میں پیش کئے گئے……، حضرت ام حرامؓ کہتی ہیں میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے بھی ان غازیوں میں شامل فرمائے، لہذا نبی کریم ﷺ نے ان کے لئے دعا کر دی……ام حرامؓ حضرت معاویہ بن ابوسفیانؓ کے عہد خلافت میں (غزوہ کے لئے) سمندر میں گئیں، سمندر (کے غزوہ) سے واپس آنے پر وہ اپنی سواری سے گر پڑیں اور اس طرح ان کی موت واقع ہو گئی……(بخاری ومسلم)۔

اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ اگر عورت صرف نماز پڑھنے کا ارادہ رکھتی ہے تو گھر میں نماز پڑھنا اس کے لئے افضل ہے تو پھر ہمارے خیال سے اگر وہ نماز پڑھنے کے ساتھ ساتھ کسی ایسے امام سے قرآن سننا چاہتی ہے جو طویل قرأت کرتا ہو اور اچھی تلاوت کرتا ہو یا وہ نماز سے فارغ ہو کر علمی مجلس سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہو یا جمعہ کا خطبہ سننا چاہتی ہو یا خیر کے کاموں میں اپنا تعاون پیش کرنے کی خاطر مومن عورتوں سے ملنا چاہتی ہو تو پھر اسے مسجد آنے کی اجازت دینی چاہیے اور اسے اس خیر اور فضل کو حاصل کرنے دینا چاہیے جس کا وہ ارادہ رکھتی ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو مسجد جس غرض سے آئے گا وہی اس کا حصہ ہوگا''۔(ابوداؤد) امام مالکؒ کے ایک قول سے بھی اسی مفہوم کی وضاحت ہوتی ہے، وہ فرماتے ہیں: ''اگر مردوں کے علاوہ کوئی اور جمعہ کی نماز پڑھنے آتا ہے اور جمعہ کی نماز میں اس کی شرکت کا مقصد فضل و برکات کا حصول ہو تو اس پر بھی غسل اور جمعہ کے تمام آداب واجب ہو جاتے ہیں''۔

ہمیں غور کرنا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو رمضان کی چند راتوں میں اپنے ساتھ تراویح کی نماز پڑھنے کی کیسے اجازت دے دی، حالانکہ خود نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''سب سے افضل نماز یہ ہے کہ انسان فرض نمازوں کے علاوہ تمام نمازیں اپنے گھر میں پڑھے''۔(بخاری ومسلم) دراصل نبی کریم ﷺ نے یہ اجازت اس لئے دی تاکہ صحابہ کرامؓ تراویح کی نماز میں قرآن سن سکیں، کیونکہ ہر صحابی حافظ قرآن نہیں تھے، اگر نبی کریم ﷺ کو اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ کہیں تراویح کی نماز امت مسلمہ پر فرض نہ ہو جائے تو آپ ﷺ تسلسل کے ساتھ صحابہ کرامؓ کے ساتھ تراویح کی نماز پڑھتے رہتے، جب نبی کریم ﷺ وفات پا گئے اور تراویح کی نماز کی فرضیت کا اندیشہ جاتا رہا تو تمام صحابہ کرامؓ وصحابیاتؓ تراویح کی نماز کے لئے مسجد میں جمع ہونے لگے اور اس نے ایک سنت حسنہ کی شکل اختیار کر لی جس پر مسلمان عامل تھے، نماز میں ایک حافظ امام سے قرآن سننے کی فضیلت کو تاکیداً

بیان کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ نے ایک چھوٹے بچے کو اس کی قوم کا امام متعین کر دیا، کیونکہ وہ اپنی قوم میں قرآن کریم کی سب سے زیادہ سورتوں کا حافظ تھا، حضرت عمرو بن سلمہؓ کہتے ہیں کہ ان کے والد نے (اپنی قوم کے لوگوں سے) کہا خدا کی قسم میں اس وقت تم لوگوں کے پاس نبی کریم ﷺ کے پاس سے ہو کر آ رہا ہوں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا...... تمہارا امام اس شخص کو ہونا چاہیے جسے تم میں سب سے زیادہ قرآن کی سورتیں حفظ ہوں، لوگوں نے ایسے شخص کو تلاش کیا تو انھوں نے پایا کہ مجھ سے زیادہ کسی کو بھی قرآن کی سورتیں حفظ نہیں ہیں، کیونکہ میں آنے والے لوگوں سے سورتیں حفظ کر لیا کرتا تھا، لہذا لوگوں نے مجھے نماز کے لے آگے بڑھا دیا حالانکہ میں اس وقت چھ یا سات سال کا تھا۔ (بخاری)

نماز میں قرآن سننے کی فضیلت کو یقینی بنانے کی خواہش بعض لوگوں کے اندر یہاں تک پہنچی کہ امام احمد اور بعض فقہاء حنابلہ نے اس سلسلہ میں ایک ایسا اجتہاد کیا جس میں انھوں نے عام فقہاء کی مخالفت کی ہے، لہذا امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: ''امام احمد کے سلسلہ میں یہ مشہور ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ تراویح کی نماز میں غیر پڑھے لکھے مردوں کا پڑھی لکھی اور قرآن پڑھ لینے الی عورت کی اقتداء کرنا جائز ہے''۔

ابن قدامہ اپنی کتاب ''المغنی'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''عام فقہاء کا یہ کہنا ہے کہ مرد کسی بھی حال میں فرض یا نفل کوئی بھی نماز عورت کی اقتداء میں نہیں پڑھ سکتا...... لیکن ہمارے بعض فقہاء کا کہنا ہے کہ عورت تراویح کی نماز میں مردوں کی امامت کر سکتی ہے، لیکن اس صورت میں اسے مردوں سے پیچھے رہنا پڑے گا۔

معلوم ہوا کہ فقہاء عورت کو تراویح کی نماز میں امامت کی اجازت اس صورت میں دیتے ہیں جب کہ اسے مردوں سے زیادہ قرآن حفظ ہو، کیونکہ تراویح کی نماز میں طویل قراءت مستحب ہے۔

ابن حزمؒ نے گھر میں عورت کی نماز کی افضلیت کے موضوع پر ایک وقیع بحث کی ہے جس پر غور و فکر کرنا چاہیے، آپ تحریر فرماتے ہیں:

''ہم نے اس سلسلہ میں غور و فکر کیا تو ہمیں محسوس ہوا کہ عورت کا مسجد یا عیدگاہ جانا نماز کے سلسلہ میں ایک زائد عمل ہے، اور صبح، تاریکی، ازدحام، گرم دھوپ، بارش اور ٹھنڈک میں صعوبت و پریشانی کا سبب ہے، اگر اس زائد عمل کی فضیلت منسوخ ہو گئی ہوتی تو ایسی صورت میں دو باتوں میں سے کوئی ایک بات ضرور ہوتی، یا تو عورت کا مسجد میں نماز پڑھنا اور گھر میں نماز پڑھنا دونوں ہی مساوی ہوتا اور ایسی صورت میں عورت کا مسجد میں نماز پڑھنا بالکل ایک لغو و باطل عمل ہوتا اور تکلیف و پریشانی کا سبب ہوتا...... یا ایسا ہوتا کہ عورت کے مسجد اور عیدگاہ میں نماز

پڑھنے کی فضیلت گھر میں نماز پڑھنے سے کم ہوتی (جیسا کہ مخالفین کہتے ہیں) تو ایسی صورت میں مسجد یا عیدگاہ میں نماز پڑھنا گناہ کا باعث اور فضیلت کو کم کرنے کا سبب ہوتا، کیونکہ کسی بھی نماز کی فضیلت اگر کسی زائد عمل کی وجہ سے کم ہو رہی ہو تو وہ زائد عمل حرام قرار پاتا ہے، یہ مسئلہ نماز میں مستحب اعمال کو ترک کرنے کے مسئلہ کی طرح نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں مستحب اعمال کو ترک کر دیتا ہے تو اس کی وجہ سے اجر میں کمی آجاتی ہے، لیکن اس کی وجہ سے گناہ نہیں ملتا ہے، البتہ نیک عمل کا ترک لازم آتا ہے، اگر کوئی شخص صعوبت و پریشانی کے ساتھ نماز سے متعلق کوئی عمل کرے اور پھر اپنے اس اجر کو ضائع کر لے جو اسے اس عمل کے نہ کرنے کی صورت میں حاصل ہوتا ہے تو ایسا عمل بلاشبہ حرام ہے، کسی مکروہ عمل کے کرنے پر نہ ہی گناہ ملتا ہے اور نہ ہی عمل ضائع ہوتا ہے بلکہ اس میں نہ ہی اجر ملتا ہے اور نہ ہی گناہ ملتا ہے، البتہ حرام عمل کے کرنے میں گناہ بھی ملتا ہے اور عمل بھی ضائع ہو جاتا ہے، تمام لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی وفات تک کبھی بھی عورتوں کو اپنی مسجد میں نماز پڑھنے سے نہیں روکا، نہ ہی نبی کریم ﷺ کے بعد خلفاء راشدین نے روکا، لہٰذا ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک غیر منسوخ عمل ہے، یہ ایک نیک عمل ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو نبی کریم ﷺ اس کی تائید نہ فرماتے اور عورتوں کو صعوبت و پریشانی اٹھا کر اس عمل کو انجام نہ دینے دیتے''۔

## ساتویں دلیل:

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''عورتوں کو رات میں مسجد آنے دو''۔ (بخاری) اس حدیث کے تناظر میں بعض حضرات کہتے ہیں کہ عورتوں کو خاص طور سے رات میں مسجد جانے کی اجازت اس لئے دی گئی ہے کیونکہ وہ وقت عورتوں کے پردہ کے لئے سب سے زیادہ مناسب ہے، اس وقت مرد حضرات انھیں نہیں دیکھ سکتے۔

اس سلسلہ میں ہم مندرجہ ذیل طریقوں سے جواب دیتے ہیں:

الف- حافظ ابن حجرؒ مذکورہ بالا حدیث کی تشریح کرتے ہوئے مندرجہ ذیل باتیں فرماتے ہیں:

حدیث میں وارد ''رات'' کے لفظ سے اس جانب اشارہ ملتا ہے کہ صحابہ کرامؓ اپنی عورتوں کو دن میں نماز کے لئے مسجد جانے سے نہیں روکتے تھے بلکہ رات میں جانے سے روکتے تھے، کیونکہ رات میں خوف اور شک کا زیادہ اندیشہ تھا، اسی لئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بیٹے نے کہا تھا ''خدا کی قسم ہم انھیں (یعنی عورتوں کو) مسجد جانے کی اجازت نہیں دیں گے، کیونکہ وہ اسے فریب کا ذریعہ بنالیں گی، .................. کرمانی کہتے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ حدیث میں رات کی قید لگانے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ دن میں عورتوں کو مسجد جانے کی اجازت نہیں ہے تو یہ

بات درست نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث سے اصل بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ اگر عورت کو رات میں مسجد جانے کی اجازت دے دی گئی ہے حالانکہ رات میں اندیشے زیادہ ہوتے ہیں تو پھر دن میں تو عورت کو مسجد جانے کی بدرجہ اولیٰ اجازت حاصل ہونی چاہیے، بعض احناف نے اس کے برعکس معنی مراد لئے ہیں اور ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے ان حضرات کا کہنا ہے کہ عورتوں کو رات میں مسجد جانے کی اجازت اس لئے دی گئی ہے کیونکہ فساق وفجار رات میں اپنے فسق وفجور اور غلط کاموں میں مشغول رہتے ہیں، جبکہ دن میں یہ لوگ ادھر ادھر منتشر رہتے ہیں، لیکن صحیح بات یہی ہے کہ رات میں ہی زیادہ اندیشے رہتے ہیں، اور پھر رات میں بھی ہر فاسق وفاجر اپنے کسی غلط کام میں مشغول نہیں رہتا، اور دن میں ایسے فساق عورتوں سے کسی قسم کا تعرض بھی نہیں کر پاتے کیونکہ انھیں اس بات کا اندیشہ ہوتا ہے کہ تمام لوگ اسے دیکھ رہے ہیں، لہذا اس کی کسی غلط حرکت پر وہ سب اس پر نکیر کریں گے اور اس کی گرفت کریں گے۔

ب-یہ بات معروف ہے کہ عورتیں رات کی نمازیں (فجر، مغرب اور عشاء) مسجد میں ادا کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ سے بہت زیادہ اجازت مانگتی تھیں، کیونکہ ان نمازوں میں جہری قرأت ہوتی ہے، اور وہ خواتین نبی کریم ﷺ سے قرآن سننا چاہتی تھیں، مندرجہ ذیل نصوص سے اس بات کی تائید ہوتی ہے:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ہم مومن عورتیں نبی کریم ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز میں شریک ہوا کرتی تھیں......۔(بخاری ومسلم)

حضرت ام الفضلؓ فرماتی ہیں...... میں نے نبی کریم ﷺ سے سب سے آخری سورت ''والمرسلات عرفاً'' سنی جسے آپ ﷺ مغرب میں تلاوت فرمارہے تھے۔(بخاری ومسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ نے عشاء کی نماز میں تاخیر کی، یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے آواز لگائی کہ عورتیں اور بچے سو گئے ہیں......۔(بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی ایک اہلیہ فجر اور عشاء کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کیا کرتی تھیں۔(بخاری)

## آٹھویں دلیل:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں......مردوں کی سب سے اچھی صف پہلی صف ہے اور سے بری صف آخری صف ہے اور عورتوں کی سب سے اچھی صف آخری صف ہے اور سب سے بری صف پہلی صف ہے۔(مسلم)

مخالفین کا خیال ہے کہ اس حدیث سے ان کی رائے کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ اس حدیث میں حضرت

ابو ہریرہؓ نے عورتوں کو مردوں کی صفوں سے دور رہنے کی ترغیب دی ہے، جب عورتوں کو مردوں سے مسجد میں دور رہنے کی ترغیب دی جارہی ہے حالانکہ مسجد مقدس، پاکیزہ اور عظمت وہیبت والی جگہ ہے اور وہاں مرد وعورت ہر ایک کے دل عبادت میں مشغول ہوتے ہیں تو پھر مسجد کے باہر زندگی کے مختلف میدانوں میں عورتوں کو بدرجہ اولیٰ مردوں سے دور رہنا چاہیے۔

اس سلسلہ میں ہم مندرجہ ذیل طریقوں سے جواب دیتے ہیں:

الف-مذکورہ بالا حدیث میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے سلسلہ میں ایک خاص ادب بیان کیا گیا ہے، نماز کے لئے ہونے والا اجتماع دیگر اجتماعات سے بہت مختلف ہوتا ہے، اس اجتماع کے بہت سارے خصائص ہیں جو دوسرے اجتماعات میں نہیں پائے جاتے ہیں، لہذا وہاں موجود لوگوں کے درمیان ایسی مشترک گفتگو نہیں ہوتی جو اختلاط وقربت کی متقاضی ہو۔

ب-عبادت کے لمحات میں انسان کا دل ہر طرح کے کام اور مشغلہ سے خالی ہونا چاہیے، حتی کہ ان لمحات میں دل کو ان چیزوں سے بھی دور رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے جن کی طرف وہ راغب ہوتا ہے، اسی طرح اسے ہر طرح کے خیالات سے دور رکھنا چاہئے، عورتیں مردوں سے دور رہتی ہیں تو دل پورے خلوص کے ساتھ عبادت اور ذکر میں مشغول ہوتا ہے، امام سرخسی فرماتے ہیں: ''نماز کے دوران عورتوں کو مردوں سے دور رہنے کی ہدایت اس لئے دی گئی ہے کیونکہ نماز میں انسان اللہ سے سرگوشی کی حالت میں ہوتا ہے، لہذا ایسے وقت میں اس کے دل میں کسی بھی طرح کے شہوت کا خیال نہیں آنا چاہیے، لہذا اسے مرد سے دور رہنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ جب عورت مرد کے قریب ہوتی ہے تو عموماً دل میں اس طرح کے خیالات آجاتے ہیں''۔

ج-جب عورت اپنے والد یا بھائی یا کسی محرم کے ساتھ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتی ہے تو وہ مردوں کی صف کے پیچھے ایک الگ صف میں کھڑی ہوتی ہے، اس سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ عورت کے مردوں سے دور رہنے کا مسئلہ با جماعت نماز کے ساتھ خاص ہے۔

## نویں دلیل:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: ''سبحان اللہ کہنا مردوں کے لئے ہے اور تالی بجانا عورتوں کے لئے ہے''۔ (بخاری ومسلم)

مذکورہ بالا حدیث کی روشنی میں مخالفین کہتے ہیں کہ عورت کا اس طرح بلند آواز میں گفتگو کرنا کہ اسے مرد

سن لیں حرام یا مکروہ ہے۔

اس سلسلہ میں ہم مندرجہ ذیل طریقوں سے جواب دیتے ہیں:

الف- مذکورہ بالا حدیث میں بھی نماز سے متعلق ایک ادب کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ صرف نماز ہی کے ساتھ مخصوص ہے، کیونکہ نماز میں انسان کا دل ہر طرح کے خیالات اور مشغلہ سے دور رہنا چاہیے، امام سرخسیؒ کا یہ قول پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ''نماز میں انسان اللہ سے سرگوشی کی حالت میں ہوتا ہے، لہذا ایسے وقت میں اس کے دل میں کسی بھی طرح کے شہوت کا خیال نہیں آنا چاہیے''۔ حافظ ابن حجرؒ تحریر فرماتے ہیں: ''عورت کو (نماز کے دوران) سبحان اللہ کہنے سے غالباً اس لئے روکا گیا ہے کیونکہ عورت کو ہر حالت میں نماز میں اپنی آواز پست رکھنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ اس کی آواز کی وجہ سے فتنہ ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے''۔ قرآن مرد وعورت کو باہمی گفتگو کرنے کا ادب سکھاتے ہوئے کہتا ہے: ''**فلا تخضعن بالقول فيطمع الذى فى قلبه مرض**''، معلوم ہوا کہ مرد وعورت کے درمیان باہمی گفتگو کرنے کا ادب یہ ہے کہ پوری سنجیدگی اور وقار کے ساتھ گفتگو کی جائے، اس ادب کا تقاضہ یہ نہیں ہے کہ عورتوں کی آواز کو ہمہ وقت اتنا پست رکھنے کی کوشش کی جائے کہ مرد اسے سن ہی نہ سکیں، لہذا معلوم ہوا کہ فتنہ سے محفوظ رہنے کے لئے شارع نے دو درجوں کا تعین کیا ہے، ایک درجہ عام حالات سے متعلق ہے جس کا ذکر ''**فلا تخضعن بالقول**'' میں ہے، اور ایک درجہ باجماعت نماز کے ساتھ خاص ہے، جس کا ذکر مذکورہ بالا حدیث میں آیا ہے۔ لہذا اس عموم اور خصوص کے درمیان تمیز کرنا بہت ضروری ہے۔

ب- احادیث سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کی تمام امور میں عورتیں کس طرح معروف طریقہ سے مردوں سے گفتگو کیا کرتی تھیں، (دیکھئے تیسرے باب کی چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں اور آٹھویں فصل)۔

دسویں دلیل:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ عورتوں نے جو باتیں اپنی طرف سے پیدا کر رکھی ہیں اگر یہ باتیں آپ ﷺ کو معلوم ہوتیں تو آپ ﷺ ان عورتوں کو روک دیتے (مسلم کی ایک روایت میں ہے: تو آپ ﷺ ان عورتوں کو مسجد جانے سے روک دیتے) جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیث سے مخالفین استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عورتیں مسجد نہیں جاسکتی ہیں۔

اس سلسلہ میں ہم مندرجہ ذیل طریقوں سے جواب دیتے ہیں:

الف- جب حضرت عائشہؓ نے دیکھا کہ عورتیں خوشبو استعمال کر کے اور زیب وزینت کر کے مسجد جارہی

ہیں تو انھیں یہ بات درست محسوس نہیں ہوئی، لہذا انھوں نے مذکورہ بالا بات فرمائی، معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ نے یہ بات زجر وتنبیہ کے طور پر فرمائی تھی، ان کا مقصد نبی کریم ﷺ کے اس قول کو منسوخ کرنا نہیں تھا کہ ''عورتوں کو مسجدوں سے متعلق انکے حقوق سے مت روکو''۔ (مسلم)

شریعت اسلامی کا یہ اصول ہے کہ شارع کے احکام کو کسی بھی انسان کا قول (خواہ وہ انسان علم اور دینداری میں کتنا ہی عظیم المرتبت کیوں نہ ہو) منسوخ نہیں کرسکتا، المدونۃ الکبریٰ میں مذکور ہے: ''میں نے کہا: کیا امام مالکؒ عورتوں کے مسجد جانے کو ناپسند کیا کرتے تھے؟ انھوں نے کہا جہاں تک مسجد جانے کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں امام مالکؒ کہا کرتے تھے کہ عورتوں کو مسجد جانے سے نہیں روکا جاسکتا''۔ حضرت عائشہؓ کے ایک صدی بعد حضرت امام مالکؒ مدینہ میں پیدا ہوئے تھے، اور وہاں کے امام کے طور پر ابھرے تھے، اور یہ بات معلوم ومشہور ہے کہ امام مالکؒ کے مسلک کے دلائل میں سے ایک دلیل اہل مدینہ کا تعامل بھی ہے۔

ب-بعض علماء نے حضرت عائشہؓ کے مذکورہ بالا قول کی بہت اچھی تاویل کی ہے، ذیل میں ہم ان کا ذکر کرتے ہیں:

ابن حزمؒ فرماتے ہیں: ''عورتوں نے اپنی طرف سے جونئی چیزیں پیدا کر رکھی تھیں ان کا علم نبی کریم ﷺ کو نہیں تھا، اسی لئے آپ ﷺ نے ان عورتوں کو ان چیزوں سے منع نہیں کیا، جب نبی کریم ﷺ نے ان کو اس سے منع نہیں کیا تو اب انھیں ان سے روکنا بدعت اور غلطی ہے...... بلا شبہ اس طرح کی بعض چیزیں کچھ ہی عورتوں نے اپنی طرف سے پیدا کر رکھی تھی، لہذا ان بعض عورتوں کی وجہ سے دیگر عورتوں کو خیر اور بھلائی سے روک دینا درست نہیں ہے......''۔

ابن قدامہؒ فرماتے ہیں: ''...... نبی کریم ﷺ کی سنت اتباع وپیروی کی زیادہ مستحق ہے، حضرت عائشہؓ کا قول تو صرف ان عورتوں سے متعلق ہے جنھوں نے اپنی طرف سے بعض چیزیں پیدا کر رکھی تھیں، اور بلا شبہ ایسی عورتوں کا مسجد جانا پسندیدہ نہیں ہے''۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''...... بعض لوگ حضرت عائشہؓ کے قول سے استدلال کرتے ہوئے عورتوں کو مطلقاً مسجد جانے سے روکتے ہیں، حالانکہ یہ بات قابل غور ہے، کیونکہ حضرت عائشہؓ کے قول کو بنیاد بنا کر کسی حکم میں تبدیلی نہیں کی جاسکتی، حضرت عائشہؓ نے ممانعت کی بات ایک شرط کے ساتھ کہی تھی جو نہیں پائی گئی، انھوں نے کہا تھا کہ ''اگر نبی کریم ﷺ اسے دیکھتے تو ضرور منع کر دیتے''، لہذا اب یہ کہا جائے گا کہ نہ ہی نبی کریم ﷺ نے اسے

دیکھا اور نہ ہی منع کیا، لہذا حکم مسلسل باقی رہے گا، حتی کہ حضرت عائشہؓ نے بھی صراحت کے ساتھ عورتوں کو مسجد جانے سے نہیں روکا ہے، البتہ ان کے قول سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ عورتوں کو مسجد جانے سے روکنے کی حامی ہیں، یہاں پر ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تو یہ بات تھی ہی کہ آئندہ بعض عورتیں اپنی طرف سے کیا کیا چیزیں پیدا کرلیں گی، لیکن پھر بھی اللہ نے بذریعہ وحی نبی کو حکم نہیں دیا کہ وہ عورتوں کو مسجد جانے سے منع کردیں، بعض عورتوں نے اپنی طرف سے جو بعض باتیں پیدا کرلی تھیں اگر وہ واقعی ایسی ہی تھیں کہ ان کی بنیاد پر انھیں مسجد جانے سے روک دیا جائے تو ان کو بدرجہ اولیٰ دوسری جگہوں مثلاً بازاروں سے روک دیا جاتا، یہاں پر ایک بات یہ بھی غور کرنے کی ہے کہ اس طرح کی باتیں اور چیزیں بعض ہی عورتوں نے پیدا کی تھیں، تمام عورتوں نے ایسا نہیں کیا تھا، لہذا جن عورتوں نے ایسا کیا تھا انھیں ہی مسجد جانے سے روکنا چاہیے، اور سب سے بہتر بات یہ ہے کہ جن باتوں اور چیزوں سے فتنہ کا اندیشہ ہو ان سے اجتناب کیا جائے مثلاً خوشبو لگا کر اور زیب وزینت اختیار کر کے مسجد جانا، کیونکہ خود نبی کریم ﷺ نے اس سے منع کیا ہے......''۔

عبدالحمید بن بادیس فرماتے ہیں: ''حضرت عائشہؓ کا یہ قول اس حدیث سے متصادم نہیں ہے جو پہلے گذر چکی ہے (یعنی اپنی عورتوں کو مسجد آنے سے نہ روکو) کیونکہ بعض عورتوں نے جو نئی چیزیں اپنی طرف سے شروع کردی تھیں وہ یہ تھیں کہ وہ خوشبو لگا کر اور زیب وزینت اختیار کر کے مسجد آیا کرتی تھیں، جہاں نبی کریم ﷺ نے مردوں کو اس بات کا حکم دیا کہ وہ عورتوں کو مسجد آنے سے نہ روکا کریں وہیں آپ ﷺ نے عورتوں کو گھر سے نکلتے وقت خوشبو کا استعمال کرنے سے منع فرمایا، اگر نبی کریم ﷺ نے ان چیزوں کو دیکھا ہوتا جو عورتوں نے خود سے پیدا کر رکھی تھیں تو آپ ﷺ انھیں اس حالت میں مسجد آنے سے ضرور روک دیتے، اور ان کو اس وقت تک مسجد نہ آنے دیتے جب تک وہ اپنے اس روش کو ترک نہ کردیتیں، نبی کریم ﷺ عورتوں کو مسجد آنے سے اس طرح نہیں روک سکتے کہ جس سے خود آپ ﷺ کے سابقہ قول (یعنی عورتوں کو مسجد جانے سے نہ روکنا) کا بطلان ہوتا ہو۔

ج - آج کے دور میں عورتیں تمام لہب ولعب کی جگہوں پر نیم برہنہ ہو کر جاتی ہیں، گندے وغلیظ ذرائع ابلاغ نے ان کے گھروں تک پہنچ کر ان کو اپنا شکار بنالیا ہے اور ان کے دل ودماغ پر پوری طرح سے حاوی ہو گیا ہے، عورتیں ان تمام ہی جگہوں پر جاتی ہیں، اور اگر کہیں نہیں جاتی ہیں تو وہ ایک خانہ خدا ہی ہے، اگر حضرت عائشہؓ نے اس صورتحال کو دیکھا ہوتا تو کیا وہ وہی بات کہتیں جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے یا وہ یہ کہتیں کہ ''اس دور میں عورتوں نے جو کچھ کر رکھا ہے اگر نبی کریم ﷺ نے اسے دیکھا ہوتا تو عورتوں پر مسجد جانے کو واجب قرار دے دیتے''۔ یہ

بات حضرت عائشہؓ ترغیباً فرماتیں، تاکہ عورتوں کو تھوڑی دیر کے لئے پرفتن ماحول سے دور رہ کر مسجد کے روحانی ونورانی ماحول میں رہنے اور وقار وسنجیدگی سے مانوس ہونے کا موقع مل سکے، ان کے دل تھوڑی دیر کے لئے ذکر الٰہی میں مشغول ہو جائیں، ان کو دین کا علم حاصل کرنے کا موقع ملے اور انھیں شہوت انگیز چیزوں سے راحت مل سکے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جو نئی غلط بات دین میں پیدا ہو گئی ہے اس کا دور کرنا واجب ہے تاکہ شریعت الٰہی کی حکمرانی باقی رہے۔

## گیارہویں دلیل:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا عورتوں پر جہاد فرض ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، عورتوں پر ایک ایسا جہاد فرض ہے جس میں جنگ وجدال نہیں ہے، وہ حج اور عمرہ ہے۔(ابن ماجہ)

مخالفین اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ شریعت کی نگاہ میں یہ بات پسندیدہ ہے کہ عورتیں مردوں سے نہ ملا کریں، جہاد کی تمام تر عظمت وفضیلت کے باوجود عورتوں کو اس سے معاف رکھا گیا کیونکہ جہاد میں شرکت کی صورت میں ان سے بعض مطلوب چیزوں (مثلاً ستر اور مردوں سے اجتناب) کی رعایت نہیں ہو پاتی، ان حضرات کا کہنا ہے کہ ابتدائی غزوات میں بعض صحابیات کی شرکت کا جو ذکر آتا ہے وہ شرکت درحقیقت ضرورت کی بنیاد پر تھی، کیونکہ اس وقت مردوں کی تعداد کم تھی اس لئے غزوات میں عورتیں بھی شرکت کیا کرتی تھیں۔

اس سلسلہ میں ہم مندرجہ ذیل طریقوں سے جواب دیتے ہیں:

الف-خود حدیث میں عورتوں پر جہاد فرض نہ ہونے کے سبب کی جانب اشارہ ہے، وہ سبب ''قتال وجدال'' ہے جو عورت کی نازک بناوٹ، طبیعت اور فطرت سے میل نہیں کھاتا، لہذا نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ایک ایسا جہاد جس میں جنگ وجدال نہیں ہے''۔ آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا ''ایک ایسا جہاد جس میں مردوں سے اختلاط نہیں پایا جاتا''۔ پھر یہ بات بھی غور کرنے کی ہے کہ حج وعمرہ میں عورت کو عزلت وگوشہ نشینی میسر نہیں آتی، بلکہ حج وعمرہ میں مناسک کی ادائیگی کے دران عورتوں کی مردوں سے کثرت کے ساتھ ملاقات ہوتی ہے، اور اکثر اوقات تو مناسک کی ادائیگی کے دوران اس قدر ازدحام ہو جاتا ہے کہ زندگی کے دوسرے کسی بھی میدان میں اتنا ازدحام کبھی بھی دیکھنے کو نہیں ملتا۔

ب- نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوات میں بعض عورتوں کے شریک ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ جبکہ یہ ممکن تھا کہ آپ ﷺ ان عورتوں کے بجائے ایسے بوڑھوں اور بچوں کو اپنے ساتھ لے لیتے جو اچھی طرح سے

جنگ کرنا نہیں جانتے تھے، اگر ہم یہ فرض ہی کرلیں کہ ابتدائی غزوات میں چونکہ مردوں کی تعداد کم تھی اس لئے اس میں عورتوں کی شرکت ایک ضرورت تھی، تو آخر بعد کے غزوات مثلاً غزوۂ خیبر وحنین میں عورت کی شرکت کی کیا ضرورت پیش آئی حالانکہ اس وقت مردوں کی تعداد بہت زیادہ تھی؟ امام بخاریؒ ومسلمؒ نے بہت سی ایسی روایات نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام سلیمؓ نے غزوۂ خیبر میں شرکت کی تھی، امام مسلمؒ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ام سلیمؓ غزوۂ حنین میں شریک تھیں، الطبقات الکبریٰ میں ابن سعد نے پندرہ ایسی خواتین کا ذکر کیا ہے جو غزوۂ خیبر میں شریک تھیں، انھوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت ام سلیطؓ غزوۂ حنین میں شریک تھیں، غور کرنے کی بات یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں حضرت ام حرامؓ کو سمندری غزوہ میں شرکت (جیسا کہ ان کے لئے نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی تھی) کی کیا ضرورت پیش آ گئی حالانکہ اس زمانہ میں فتوحات کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا تھا اور لوگ اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہونے لگے تھے؟

ج- جن نصوص میں جہاد میں عورت کی شرکت کا ذکر ہے ان میں کثرت کے ساتھ لفظ ''کان'' اور ''کنا'' کا استعمال ہوا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوات نبوی میں عورتوں کی شرکت عام تھی اور وہ شرکت ہمیشہ باقی رہی، حتی کہ نبی کریم ﷺ کے آخری عہد تک منسوخ نہیں ہوئی، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ غزوات میں حضرت ام سلیمؓ اور کچھ انصاری خواتین کو اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ (مسلم) حضرت ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوا کرتے تھے، ہم مجاہدین کو پانی پلاتے اور ان کی خدمت کرتے تھے۔ (بخاری)

د- کیا جس وقت حضرت ابن عباسؓ نے نجدہ الخارجی کو جواب دیا تھا اس وقت وہ اس ضرورت کے مسئلہ سے ناواقف تھے جس کی وجہ سے عہد نبوی میں عورتوں نے غزوات میں شرکت کی تھی، انھوں نے کہا: ''......اس نے بذریعہ تحریر مجھ سے یہ پوچھ بھیجا کہ کیا نبی کریم ﷺ غزوات میں اپنے ساتھ عورتوں کو لے جایا کرتے تھے؟ (حقیقت یہی ہے کہ) نبی کریم ﷺ غزوات میں عورتوں کو لے جایا کرتے تھے، وہ زخمیوں کا علاج کیا کرتی تھیں اور مال غنیمت سے مستفید بھی ہوا کرتی تھیں، البتہ ان کے لئے حصہ نہیں لگایا جاتا تھا''، (مسلم) اگر نبی کریم ﷺ غزوات میں عورتوں کو ضرورت کی وجہ سے لے گئے ہوتے تو ابن عباسؓ نے اس بات کو ضرور بیان کیا ہوتا، اور اس وقت یہ بیان کرنا ضروری بھی تھا تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ غزوات میں عورتوں کی شرکت نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔

ھ- حافظ ابن حجرؒ اور ابن بطالؒ بخاری کی اپنی اپنی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ جہاد عورتوں پر اس طرح واجب نہیں ہے جس طرح مردوں پر واجب ہے، اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ جہاد عورتوں پر حرام ہے بلکہ تطوعاً عورتوں کا جہاد میں شریک ہونا جائز ہے۔

بارہویں دلیل:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عورت چھپانے والی چیز ہے، جب وہ نکلتی ہے تو اس کے پیچھے شیطان لگ جاتا ہے۔ (ترمذی)

اس سلسلہ میں ہم مندرجہ ذیل طریقوں سے جواب دیتے ہیں:

الف- اگر مخالفین یہ کہیں کہ عورت کا بلاضرورت گھر سے نکلنا حرام یا مکروہ ہے تو ہم یہ کہیں گے کہ عورت کا گھر سے نکلنا کس طرح حرام یا مکروہ ہوسکتا ہے جب کہ نبی کریم ﷺ نے مردوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو نماز کے لئے مسجد جانے سے نہ روکیں، حالانکہ مسجد میں عورتوں کا نماز پڑھنا ضرورت وحاجت کے قبیل سے نہیں ہے؟ اگر مخالفین یہ کہیں کہ عورت کا بلاضرورت گھر سے نکلنا خلاف اولیٰ ہے تو ہم یہ کہیں گے کہ عورت کا گھر سے نکلنا کس طرح خلاف اولیٰ ہوسکتا ہے جب کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ام حرامؓ کے لئے دعا کی تھی کہ وہ بھی اللہ کی راہ میں سمندر میں جا کر غزوہ کرنے والے مجاہدین کے ساتھ شامل ہوں؟ حضرت ام حرامؓ کا اس طرح سمندری غزوہ میں نکلنا ضرورت وحاجت کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ وہ عبادت کی نیت سے اور حصول ثواب کے لئے تھا۔

ب- اب جب کہ یہ ثابت ہوگیا کہ عورت کا کسی ضرورت، حاجت یا کسی عام کام کے لئے گھر سے نکلنا نہ ہی حرام ہے، نہ ہی مکروہ ہے اور نہ ہی خلاف اولیٰ ہے تو پھر سوال یہ اٹھتا ہے کہ پھر اس حدیث کا مفہوم کیا ہے؟ درحقیقت اس حدیث میں عورت کے قابل ستر ہونے اور شیطان کے اس کے پیچھے لگنے کے درمیان ربط کو بیان کیا گیا ہے، اور عورت کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ اپنے ستر کو ڈھانپنے میں کوتاہی نہ کرے، لہذا وہ اپنی زیب وزینت کو غیروں کے سامنے ظاہر نہ کرے، ان کے سامنے خوشبو کا استعمال نہ کرے، لچکتے ومٹکتے ہوئے نہ چلے اور نہ ہی نرم گفتگو کرے، اسی طرح مرد وعورت ہر ایک کو اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ ملاقات کے ان آداب کی رعایت کرنے میں کوتاہی سے کام نہ لیں جن آداب پر عمل کے ذریعہ ستر محفوظ رہتا ہے اور فتنہ کا اندیشہ ختم ہوجاتا ہے اور اس طرح شیطان ناکام ونامراد ہوجاتا ہے۔

ج- نبی کریم ﷺ نے عورت کے گھر سے نکلنے اور شیطان کے درمیان ربط کو بیان کرتے ہوئے فرمایا

ہے کہ ''عورت آتی ہے تو شیطان کی صورت میں، اور واپس جاتی ہے تو شیطان کی صورت میں''، درحقیقت اس حدیث میں کنایتاً یہ بتایا گیا ہے کہ عورت کی ہر آمد ورفت کے ساتھ فتنہ لگا رہتا ہے، اسی حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اس فتنہ کے علاج کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ''جب تم میں سے کوئی مرد کسی عورت کو دیکھ لے تو وہ اپنی بیوی کے پاس آجائے کیونکہ اس طرح اس کے دل (میں آنے والے جذبات) کو سکون میسر ہو جائے گا''۔یعنی اس فتنہ کے علاج کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اپنے نفس پر کنٹرول کیا جائے، نگاہیں نیچی رکھی جائیں، اس کے بعد کا علاج یہ ہے کہ وہ شخص اپنی بیوی کے پاس آکر اپنی بشری ضرورت پوری کرلے، اس طرح اس سے شیطان کا وسوسہ جاتا رہے گا، علاج کا یہ طریقہ نہیں بتایا گیا کہ عورت کو گھر میں گوشہ نشیں کر دیا جائے اور اس پر گھر سے نکلنے پر پابندی عائد کر دی جائے، اس بات کی تائید بہت سارے ان شواہد سے ہوتی ہیں جن کا ذکر میں نے عہد نبوی کی معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت کے مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے کیا ہے۔

د- اس حدیث میں عورت کے فتنہ سے چوکنا رہنے کی طرف ہماری توجہ مبذول کرائی گئی ہے، جیسا کہ بعض دیگر احادیث میں مال اور اولاد کے فتنہ سے چوکنا کیا گیا ہے، یہاں پر فتنہ سے مراد عمومی فتنہ ہے جس کے ذریعہ اللہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے، مومن مرد اور مومن عورت کو سنجیدہ اور نشاط وسرگرمی سے پر زندگی گذارنی چاہیے، تاکہ وہ مال واولاد کی نعمتوں سے بہرہ ور ہو سکیں اور سنجیدہ زندگی کے تقاضہ کے مطابق ان دونوں کے درمیان ملاقات بھی ہو سکے، ایسے وقت مومن مرد وعورت ہر ایک کو فتنہ سے بچنے اور اس آزمائش میں کامیاب ہونے کی کوشش کرنی چاہیے جو اللہ نے ان دونوں کے مقدر میں لکھ دیا ہے۔

ھ- مذکورہ بالا حدیث دیگر طرق سے بھی مروی ہے، جس میں یہ اضافہ ہے ''اور عورت اللہ سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر میں ہوتی ہے''، حدیث کے اس جزء میں عورت کو اس کی ترغیب دی گئی ہے کہ وہ اپنے گھر ہی میں رہے اور بغیر کسی صحیح اور اشد ضرورت کے گھر سے نہ نکلے۔

## تیرہویں دلیل:

نبی کریم ﷺ نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمہؓ سے پوچھا: عورت کے لئے سب سے اچھی کیا چیز ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ عورت کے لئے سب سے اچھی چیز یہ ہے کہ وہ مرد کو نہ دیکھے اور نہ ہی کوئی مرد اسے دیکھے۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے انھیں اپنے گلے لگالیا اور کہا ''ذرية بعضها من بعض'' (خاندان کا بعض بعض سے تعلق رہتا ہے)۔

بعض مخالفین اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ عورت کے لئے سب سے بہتر بات یہ ہے کہ وہ اپنے گھر میں رہے، اور وہاں سے صرف دو مرتبہ نکلے، ایک مرتبہ اپنے والد کے گھر سے نکل کر شوہر کے گھر جائے، دوسری مرتبہ اپنے شوہر کے گھر سے نکل کر قبر میں جائے۔

اس سلسلہ میں ہم مندرجہ ذیل طریقوں سے جواب دیتے ہیں:

الف-مذکورہ بالا حدیث کی سند ضعیف ہے، اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا، حافظ عراقی نے احیاء علوم الدین کی احادیث کی تخریج کے دوران اس حدیث کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے ''اس حدیث کو ''الافراد'' میں بزار اور دار قطنی نے حضرت علیؓ کے حوالہ سے ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے''، حضرت علیؓ کے ہی حوالہ سے مجمع الزوائد میں ایک دوسری روایت بھی ہے، اس کے بارے میں حافظ الہیثمی فرماتے ہیں ''اس حدیث کو بزار نے روایت کیا ہے، اس سلسلہ میں سند ایک ایسا راوی ہے جس سے میں واقف نہیں ہوں''۔

ب-مذکورہ بالا حدیث بخاری و مسلم کی ایسی بہت سی صحیح احادیث سے متعارض ہے جن کو ہم نے نقل کیا ہے اور جن میں اس کا ذکر ہے کہ عہد نبوی میں عورتیں مردوں سے ملا کرتی تھیں اور دونوں ہی ایک دوسرے کو دیکھتے تھے، جلیل القدر صحابیات سے بڑھ کر کون عورت اس عمل کے کرنے کی زیادہ مستحق ہے جس عمل کو مذکورہ بالا ضعیف حدیث میں عورت کے لئے سب سے بہتر قرار دیا گیا ہے؟ حالانکہ ان صحابیاتؓ نے ایسا نہیں کیا، ان میں سے چند کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

☆ نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کی اہلیہ حضرت ام الفضل بنت الحارثؓ، انھوں نے اپنے شوہر کے ایمان لانے سے تقریباً دس سال قبل ہی ایمان قبول کر لیا تھا اور مکہ میں مستضعفین کے ساتھ باقی رہ گئی تھیں، انھوں نے فتح مکہ کے بعد اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت کی۔

☆ حضرت ام سلیمؓ جنھیں نبی کریم ﷺ نے جنت کی بشارت دی تھی۔

☆ حضرت ام حرامؓ جن کے لئے نبی کریم ﷺ نے راہ خدا میں شہادت کا درجہ پانے کی دعا کی تھی۔

☆ حضرت اسماء بنت عمیسؓ جو تین ایسے جلیل القدر صحابہ کرامؓ کی یکے بعد دیگرے زوجیت میں آئیں جنھیں جنت کی بشارت دی گئی تھی، (حضرت جعفر بن ابی طالبؓ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت علیؓ)۔

☆ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ جو نبی کریم ﷺ کے حواری اور جنت کی بشارت یافتہ صحابی حضرت زبیرؓ کی اہلیہ تھیں۔

☆ سعیرہ الاسدیہؓ جنھیں نبی کریم ﷺ نے جنت کی بشارت دی تھی۔

ج-بہت ساری صحیح احادیث میں مذکور ہے کہ حضرت فاطمہؓ کثرت کے ساتھ اپنے گھر سے نکلا کرتی تھیں، اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت فاطمہؓ اپنے گھر سے اس طرح خود کو ڈھانپ کر اور چھپا کر نکلتی تھیں کہ مرد انھیں دیکھ نہیں پاتے تھے تو ہم یہ کہیں گے کہ اگر چہ مرد انھیں نہیں دیکھ پاتے تھے لیکن وہ خود تو مردوں کو دیکھا کرتی تھیں، بعض نصوص میں مردوں وعورتوں کی باہمی ملاقات اور ایک دوسرے کو دیکھنے کا ذکر ہے، لہذا ان نصوص اور مذکورہ بالا ضعیف حدیث کے درمیان کس طرح موافقت پیدا کی جاسکتی ہے؟

د-اس حدیث سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جو حجاب خصوصاً ازواج مطہرات پر فرض کیا گیا تھا وہ عام عورتوں کے لئے بھی واجب یا مستحب ہے (یہاں پر حجاب سے مراد عورتوں کو مردوں سے ہمیشہ پردہ میں رکھنا اور انھیں ہمہ وقت گھر میں رکھنا ہے، یہاں تک کہ وہ بغیر کسی اشد ضرورت کے گھر سے نہیں نکل سکتی ہیں) عام عورتوں کے لئے حجاب کے واجب یا مستحب ہونے کا حکم صحیح نہیں ہے، اس موضوع سے متعلق تحقیقی گفتگو ازواج مطہرات کے حجاب کے مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے آئے گی۔ (دیکھئے اسی باب کی دوسری فصل)۔

ھ-افسوس کی بات یہ ہے کہ اس طرح کی ضعیف حدیث کو مقررین کثرت سے اپنی تقریروں میں بیان کرتے تھے، بعض محدثین نے بھی اپنی کتابوں میں اس کو جگہ دی ہے، گویا کہ یہ مسلمان خاتون کے تعلق سے حکم الٰہی ہو، اس سے بھی زیادہ افسوسناک امر یہ ہے کہ بعض حضرات اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں ''اس حدیث کو چاروں محدثین نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو ''حسن صحیح'' کہا ہے''، حالانکہ کتب اربعہ میں کہیں بھی یہ حدیث مذکور نہیں ہے۔

## چودھویں دلیل:

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوعمرو بن حفصؓ نے انھیں طلاق دے دی...... وہ نبی کریم ﷺ کے پاس گئیں اور آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا، ابوعمرو پر تمہارے نفقہ کی ذمہ داری نہیں ہے، پھر آپ ﷺ نے انھیں ام شریکؓ کے گھر میں عدت کے ایام گذارنے کا حکم دیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ام شریکؓ کے پاس بہت سے صحابہ کرامؓ جاتے رہتے ہیں لہذا تم ابن ام مکتومؓ کے پاس جا کر عدت کے ایام گذار لو، کیونکہ وہ ایک نابینا شخص ہیں، تم وہاں (بآسانی) اپنے کپڑے اتار سکتی ہو۔ ایک روایت میں ہے: میں یہ بات پسند نہیں کرتا ہوں کہ تمہاری اوڑھنی ڈھلک جائے یا تمہاری پنڈلی سے کپڑا اٹھ جائے اور لوگوں کی نظر وہاں

پڑے جہاں نظر پڑنا تمہیں ناگوار گذرتا ہے......(مسلم)

مخالفین کا کہنا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کو حضرت ام شریکؓ کے گھر میں عدت کے ایام گذارنے سے اس لئے منع کیا تھا تا کہ ان کا مردوں سے اختلاط نہ ہو۔

اس سلسلہ میں ہم مندرجہ ذیل طریقوں سے جواب دیتے ہیں:

الف- نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کو حضرت ام شریکؓ کے گھر میں عدت کے ایام گذارنے سے اس لئے نہیں منع نہیں کیا تھا کہ مردوں سے ان کی ملاقات نہ ہو سکے، کیونکہ بہرحال حضرت ام شریک، ان کے گھر کے دیگر افراد اور مہمانوں کے درمیان اختلاط تو پایا ہی جاتا تھا، اسی طرح خود حضرت فاطمہ بنت قیسؓ اور حضرت ابن ام مکتومؓ کے درمیان بھی اختلاط پایا جاتا تھا، دراصل نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا چاہا، چونکہ حضرت ام شریکؓ کے گھر میں ہمہ وقت مردوں کی آمد و رفت رہتی تھی جس کی وجہ سے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کو ہمہ وقت مکمل کپڑے اور اوڑھنی کے ساتھ رہنا پڑتا جو ان کے لئے تکلیف کا باعث ہوتا، لہذا نبی کریم ﷺ نے ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرتے ہوئے ان کو ابن ام مکتومؓ کے گھر جانے کا حکم دیا، کیونکہ اگر وہ ان کے گھر پر اپنے کچھ کپڑے مثلاً اوڑھنی وغیرہ اتار بھی دیتی ہیں تو مرد انھیں نہیں دیکھ سکتے، لہذا یہاں پر اصل مسئلہ کپڑوں کے کم کرنے اور مومنوں کو آسانی فراہم کرنے کا ہے نہ کہ مردوں سے ملنے سے اجتناب کرنے کا ہے۔

ب-حضرت ام شریکؓ کے گھر میں مہمانوں کے ٹھہرنے کی جگہ اور خود ام شریکؓ کے رہنے کی جگہ کے درمیان کوئی آڑ یا کسی طرح کی کوئی دیوار نہیں تھی، اگر ایسا ہوتا تو نبی کریم ﷺ یہ نہ فرماتے کہ'' میں یہ بات پسند نہیں کرتا ہوں کہ تمہاری اوڑھنی ڈھلک جائے یا تمہاری پنڈلی سے کپڑا اٹھ جائے اور لوگوں کی نظر وہاں پڑے جہاں نظر پڑنا تمہیں ناگوار گذرتا ہے''، معلوم ہوا کہ اس گھر میں مرد و عورت کے درمیان اختلاط پایا جاتا تھا، حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کے لئے اس میں کچھ مضائقہ نہ تھا کہ وہ ابن ام مکتومؓ کو دیکھیں، نہ ہی مہمانوں کے لئے اس میں کوئی مضائقہ تھا کہ وہ حضرت فاطمہؓ کو دیکھیں اور وہ ان مہمانوں کو دیکھیں، اصل مضائقہ تو اس بات میں تھا کہ حضرت فاطمہؓ کو دن بھر مکمل کپڑوں کے ساتھ رہنا پڑے۔

## پندرہویں دلیل:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دس ذی الحجہ کو حضرت فضل بن عباسؓ کو اپنی سواری

کے پیچھے بٹھایا، فضلؓ نہایت خوبصورت مرد تھے، نبی کریم ﷺ رک کر لوگوں کے سوالات کے جوابات دینے لگے، قبیلہ خثعم کی ایک خوبصورت عورت بھی آ کر نبی کریم ﷺ سے سوال کرنے لگی، فضلؓ اس عورت کو دیکھنے لگے، انھیں اس کی خوبصورتی بھا گئی، نبی کریم ﷺ فضلؓ کی طرف متوجہ ہوئے تو انھیں اس عورت کو دیکھتے ہوئے پایا، نبی کریم ﷺ نے اپنا ہاتھ پیچھے کیا، فضل کی تھوڑی پکڑی اوران کا چہرہ دوسری طرف کر دیا تاکہ وہ اس عورت کو نہ دیکھ سکیں۔ (بخاری و مسلم)

مخالفین یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے تو حضرت فضلؓ کے چہرہ کو دوسری جانب پھیر دیا تھا تاکہ وہ عورت کو نہ دیکھیں، لیکن اگر عورت معاشرتی زندگی میں شرکت کرتی ہے تو اس صورت میں نوجوانوں کے چہروں کو کون پھیر سکے گا تاکہ وہ عورتوں کو نہ دیکھیں؟ لہذا معاشرتی زندگی میں عورت کو شرکت کرنے اور مردوں سے ملاقات کرنے کی اجازت ہی نہیں دینی چاہئے۔

الف- غض بصر ایک عمومی ادب ہے جس کا ہر مومن مرد اور عورت کو حکم دیا گیا ہے، ایک مسلمان اس ادب کو اختیار کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے، کبھی کبھی اس کا نفس غالب آ جاتا ہے تو یا تو اسے فوراً اللہ یاد آ جاتا ہے اور وہ استغفار و توبہ کر لیتا ہے یا وہ اپنی غفلت پر برقرار رہتا ہے یہاں تک کہ کوئی اسے متنبہ کرتا ہے یا اس پر اس کی خواہش نفس پوری طرح غالب آ جاتی ہے اور اسے کوئی تنبیہ کرنے والا بھی نہیں ملتا ہے لہذا وہ بار بار گناہ کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل سے راہیاب کر دیتا ہے۔

ب- نبی کریم ﷺ نے تو فضل بن عباسؓ کے چہرے کو دوسری جانب پھیر دیا تھا لیکن دیگر ان افراد کے چہرے کس نے پھیرے جن سے اسی گناہ کے سرزد ہونے کا اندیشہ تھا جو گناہ فضل بن عباس سے سرزد ہوا تھا؟ یا مسئلہ کچھ یوں ہے کہ حج کے دنوں میں شیطان نے صرف فضل بن عباسؓ کے دل میں ہی وسوسہ ڈالا تھا؟

ج- حج کے زمانہ میں مرد و عورت کی ملاقات کی اچھی مثال سامنے آتی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم معاشرہ میں مرد و عورت کی ملاقات کس طرح بغیر کسی پریشانی، پیچیدگی اور مضر اثرات کے ہوتی ہے، شدید ازدحام کی صورت میں ہر ایک غض بصر سے کام لیتا ہے، قبیلہ خثعم کی عورت سے متعلق حدیث میں اس جانب اشارہ ہے کہ مرد و عورت کی ملاقات کے دوران لغزشیں بھی ہو جاتی ہیں، لیکن نبی کریم ﷺ نے اس لغزش کے باوجود عورتوں خصوصاً خوبصورت عورتوں کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ اپنا چہرہ ڈھانپا کریں، بلکہ اس کے برعکس نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے: ''وہ عورت جس نے احرام باندھ رکھا ہو وہ نہ ہی نقاب اوڑھے اور نہ ہی دستانے پہنے''۔ (بخاری) اسی

طرح اس لغزش کے باوجود نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ مردوں کے مجمع سے دور رہا کریں، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے عورتوں کے طواف کے لئے الگ سے کوئی وقت مقرر نہیں کیا ہے۔

اخیر میں ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر عورت کی معاشرتی زندگی میں شرکت اور مردوں سے اس کی ملاقات کے نتیجہ میں عمومی طور پر شہوت کے بھڑک اٹھنے کا امکان ہوتا تو اللہ تعالیٰ حج کے مبارک دنوں میں مرد وعورت کے ملاقات کی اجازت نہ دیتا۔

## سوم: مخالفین کے بعض اقوال پر گفتگو:

### پہلا قول:

ہمارے دین میں عفاف و پاکدامنی کا بہت ہی اونچا و بلند مقام ہے، زندگی کے مختلف میدانوں میں مردوں کے دوش بدوش عورت کی شرکت سے اس کی پاکدامنی وعفت مجروح ہوتی ہے۔

اس سلسلہ میں ہم مندرجہ ذیل طریقوں سے جواب دیتے ہیں:

الف-شریعت نے جتنے بھی قاعدے وضابطے وضع کئے ہیں خواہ ان کا تعلق گھر کے باہر عورت کے لباس سے ہو یا ان کا تعلق زندگی کے مختلف میدانوں میں مردوں کے دوش بدوش عورتوں کی شرکت سے ہو، ان تمام ہی ضابطوں کا مقصد عفاف و پاکدامنی کی حفاظت ہے، کچھ لوگ صرف اتنی ہی بات یاد رکھتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ صرف یہی قاعدے وضابطے عفت و پاکدامنی کی تکمیل وحفاظت کے لئے کافی نہیں ہیں، کیونکہ پاکدامنی کا مطلب بدن، اس کی خوبصورتی اور شہوت کو گھٹیا باتوں اور حرکتوں سے محفوظ رکھنا ہے، اس حفاظت کے لئے صرف ستر (خواہ وہ لباس کے ذریعہ سے ہو یا گھر کے دیواروں کے ذریعہ سے ہو) ہی کافی نہیں ہے، ستر تو مختلف عناصر میں سے ایک اہم اور ضروری عنصر ہے، ان عناصر میں سب سے اہم اور پہلا عنصر اخلاقی بنیاد یعنی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنا ہے، ایمان کسی ایسی شئی کا نام نہیں ہے جو ہوا میں معلق رہتی ہو، بلکہ ایمان کا تعلق عقل اور قلب سے ہوتا ہے، اس کا تعلق بدن سے نہیں ہوتا، لہذا ایمان کو قوی وتوانا کرنے کا راستہ یہ ہے کہ عقل کو فروغ دیا جائے اور دل کا تزکیہ کیا جائے، اس طرح ان تمام عناصر (بیدار عقل، ڈرنے والا دل اور ڈھکا ہوا طاہر و پاک بدن) کے درمیان مستقل تعلق رہنا ضروری ہے، تاکہ ایک مومن کا مکمل وجود صحیح وسالم رہ سکے۔ لہذا ہمیں اس سلسلہ میں غور کرنا چاہیے کہ ہم عورت کو کس طرح ایک ڈرنے والا دل اور بیدار عقل فراہم کر سکتے ہیں کہ اس کی پاکدامنی وعفت محفوظ رہے۔

ب- جس طرح بیدار عقل اور ڈرنے والا دل پاکدامنی کو یقینی بنانے میں معاون ہوتا ہے، اسی طرح پاکدامنی ذہن ودماغ کی صفائی، دل کی راحت اور بدن کو مضبوط اور پاک وصاف بنانے میں معاون ہوتی ہے، ان تمام صلاحیتوں وطاقتوں (یعنی بیدار وشفاف عقل، مطمئن دل اور مضبوط وطاقتور بدن) کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے اس لئے مسخر کیا ہے تاکہ وہ ان صلاحیتوں وطاقتوں کا استعمال کرکے دنیا کو بہترین طریقہ سے آباد کریں، لہٰذا ہم مسلمانوں کے لئے یہ کیسے درست ہے کہ ہم پاکدامنی کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی ان صلاحیتوں وطاقتوں کو ضائع کریں اور انھیں اللہ کے حکم کے مطابق استعمال نہ کریں؟ کبھی کبھی بعض حضرات کہتے ہیں کہ ان صلاحیتوں وطاقتوں کو مسخر کرنے کے لئے گھر میں بہت وسیع میدان وموقع میسر ہے، یہ بات درست تو ہے لیکن علی الاطلاق درست نہیں ہے، کیونکہ کبھی کبھی تو گھر بار اور بچوں کی دیکھ بھال میں عورت کا مکمل وقت صرف ہوجاتا ہے، لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان کاموں میں عورت کا صرف تھوڑا سا وقت لگتا ہے اور بقیہ اوقات میں خالی ہوتی ہے اور کوئی بھی مفید کام نہیں کرتی، یعنی اگر ہم پاکدامنی کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی صلاحیتوں وطاقتوں کا استعمال کسی ایسے صالح ونیک عمل کے کرنے میں نہیں کرتے ہیں جس سے مسلم معاشرہ کو فائدہ پہنچتا ہو اور اگر ہم عورت کو بغیر کسی اچھی وبہتر سرگرمی کے گھر میں ہی رکھنے پر اکتفا کرتے ہیں تو گویا ہم ایک ایسی چیز کا انتخاب کررہے ہیں جس کا نتیجہ عقل کے کند ہونے، دل کے مردہ ہونے اور بدن کے کمزور ہونے کی شکل میں ہمارے سامنے آتا ہے۔

ج- پاکدامنی کو یقینی بنانا ایک عظیم ترین فضیلت ہے، یہ ایک ثابت شدہ شرعی حکم ہے، اس میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کی جاسکتی، لیکن اس کے تطبیق کی صرف یہی ایک صورت نہیں ہے کہ عورت کو گھر میں مقید کردیا جائے، بلکہ اس کی تطبیق کی شکلیں ماحول اور عورت کے حالات کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہیں، ہم ذیل میں صحابیاتؓ کی زندگیوں سے کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں:

حضرت سہلؓ فرماتے ہیں جب ابواسید الساعدیؓ نے شادی کی تو انھوں نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی دعوت کی، ان کی اہلیہ ام اسیدؓ نے ہی ان لوگوں کے لئے کھانا بنایا اور ان کے سامنے پیش کیا، انھوں نے رات میں پتھر کے ایک برتن میں کچھ کھجوریں بھگودیں، جب نبی کریم ﷺ کھانے سے فارغ ہوئے تو وہی مشروب تحفہ کے طور پر خاص آپ کو پلایا۔ (بخاری ومسلم)

کیا اس حدیث کے تناظر میں ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اگر دولہن ولیمہ میں مدعو لوگوں کی سنجیدگی ووقار کے ساتھ خدمت کرتی ہے تب بھی اس کی عفت وپاکدامنی محفوظ رہتی ہے اور اگر وہ اپنے گھر کے کسی کونہ میں بیٹھ کر اپنی

ہمجولیوں کے ساتھ جائز تفریح کرتی ہے تب بھی اس کی عفت و پاکدامنی محفوظ رہتی ہے؟

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں...... میں زبیرؓ کی اس زمین سے جو انھیں نبی کریم ﷺ نے دی تھی اپنے سر پر گٹھلیاں رکھ کر لاتی تھی، یہ زمین میرے گھر سے دو ثلث فرسخ کی دوری پر تھی، ایک دن میں اپنے سر پر گٹھلیاں رکھ کر آرہی تھی کہ میری نبی کریم ﷺ سے ملاقات ہوگئی، آپ ﷺ کے ساتھ کچھ انصاری صحابہ کرامؓ بھی تھے، نبی کریم ﷺ نے مجھے بلایا اور آپ ﷺ اپنی اونٹنی کو بٹھانے لگے تا کہ وہ مجھے اس پر اپنے پیچھے سوار کرلیں، مجھے مردوں کے ساتھ چلنے میں شرم محسوس ہوئی، مجھے زبیرؓ اور ان کی غیرت یاد آگئی، زبیرؓ بہت ہی زیادہ باغیرت تھے......۔(بخاری ومسلم)

کیا اس حدیث کے تناظر میں ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اگر عورت پوری سنجیدگی اور وقار کے ساتھ گھریلو ضروریات کو پورا کرنے کے لئے گھر سے نکلتی ہے تو بھی اس کی عفت و پاکدامنی محفوظ رہتی ہے جس طرح کہ اس کی عفت و پاکدامنی اس صورت میں محفوظ رہتی ہے جب کہ وہ گھر پر ہی رہتی ہے اور اس کا شوہر یا خادم گھریلو ضروریات کو پورا کردیتے ہیں؟

حضرت حفصہ بنت سیرینؒ فرماتی ہیں......ایک خاتون آئیں اور انھوں نے بنوخلف کے محل میں قیام کیا، میں ان کے پاس گئی، انھوں نے مجھے بتایا کہ ان کے بہنوئی نبی کریم ﷺ کے ساتھ بارہ غزوات میں شریک تھے، جن میں سے چھ غزوات میں ان کی بہن بھی ان کے ساتھ تھیں، ان کی بہن کہتی ہیں کہ ہم مریضوں کی عیادت کرتے تھے اور زخمیوں کا علاج کرتے تھے......۔(بخاری)

حضرت ربیع بنت معوذؓ فرماتی ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتے تھے، لہذا ہم مجاہدین کو پانی پلاتے تھے، ان کی خدمت کرتے تھے اور مقتولین کو مدینہ بھیجتے تھے۔(بخاری)

کیا مذکورہ بالا دونوں احادیث کے تناظر میں ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اگر عورت پورے وقار کے ساتھ جہاد میں شرکت کرتی ہے تو بھی اس کی عفت و پاکدامنی محفوظ رہتی ہے جس طرح کہ اس کی پاکدامنی اس صورت میں بھی محفوظ رہتی ہے جب کہ وہ گھر پر رہ کر مجاہدین کے لئے کپڑے سلتی ہے؟

اس طرح تطبیق کی شکلیں بدلتی رہتی ہیں لیکن ان تمام شکلوں میں عفت و پاکدامنی محفوظ اور باقی رہتی ہے۔

## دوسرا قول:

مخالفین کا کہنا ہے کہ مرد وعورت کی ملاقات اسی صورت میں جائز ہے جب کہ اس ملاقات کی اشد

ضرورت ہو۔

ہم اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل طریقوں سے جواب دیتے ہیں:

الف- اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ ضرورت کے وقت ہی مرد وعورت کی ملاقات جائز ہے تو ضمناً اس کا مطلب یہ ہے کہ مرد وعورت کی ملاقات اصلاً ممنوع ہے، کیونکہ ممنوع چیزیں ہی ضرورت ومجبوری کے وقت جائز قرار پاتی ہیں، لیکن اس بات کی قرآن وسنت میں کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ احادیث سے تو اس کے برعکس بات معلوم ہوتی ہے، یہ بات تیسرے باب کی پانچویں، چھٹی، ساتویں اور آٹھویں فصلوں میں واضح ہو چکی ہے۔

ب- بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ مرد وعورت کی ملاقات کسی ضروری یا تحسینی مصلحت پورا کرنے کے لئے مشروع ہے، لیکن اس بات کے کہنے میں اس کا اندیشہ ہے کہ کہیں ایک وسیع باب تنگ نہ ہو جائے، کیونکہ مباحات کو لوگوں کی سہولت کے پیش نظر مشروع کیا گیا ہے، لہذا لوگ بغیر کچھ غور وفکر کئے ہوئے کبھی تو ان مباحات کو انجام دیتے ہیں اور کبھی انجام نہیں دیتے ہیں، لہذا مباح کام کرنے والے سے یہ نہیں پوچھا جاتا کہ اس نے وہ کام کیوں کیا یا کیوں نہیں کیا، اس باب کو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے وسیع رکھا ہے، لہذا مرد وعورت کی مباح ملاقات کے دوران یہ نہیں معلوم کیا جا سکتا کہ اس کی کس قدر ضرورت ہے یا اس سے کس قدر مصلحت پوری ہو رہی ہے، یہ معلومات اس وقت حاصل کی جانی چاہئیں جس وقت اس ملاقات کے استحباب یا وجوب کے سلسلہ میں کوئی حکم لگایا جا رہا ہو، دیہاتی معاشرہ میں مرد وعورت کی ملاقات روزمرہ کے معمولات میں شامل ہے، کیونکہ یہاں کی عورتوں کی سرگرمیاں بہت زیادہ ہوتی ہیں اور ان کے کام میں بہت تنوع ہوتا ہے، انھیں خلوت وگوشہ تنہائی میں رہنے کا وقت بہت کم ملتا ہے، کوئی بھی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ دیہاتی معاشرہ کی یہ طرز زندگی شریعت کے منافی ہے، شہروں کی کچھ خواتین کی صورتحال ان دیہاتی خواتین ہی کی طرح ہے، مثلاً لڑکیوں کے اسکول کی پرنسپل، لیڈی ڈاکٹر اور نرس وغیرہ، یہ تمام خواتین ایسے کام کرتی ہیں جن میں ان کو کثرت سے مردوں سے ملاقات کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

ج- کبھی کبھی مرد وعورت کی ملاقات ممنوع یا مکروہ ہو جاتی ہے، ایسا اس وقت ہوتا ہے جب اس ملاقات کے دوران شرعی آداب کا خیال نہ رکھا جائے، اسی کے ساتھ ہمیں یہ بات بھی نہیں بھولنی چاہیے کہ کبھی کبھی گوشہ نشینی اختیار کرنا بھی ممنوع یا مکروہ ہوتا ہے، اور ایسا اس وقت ہوتا ہے جب کہ اس کے نتیجہ میں کوئی واجب یا مستحب کام ضائع ہو رہا ہو، اگر مرد وعورت کی ملاقات کے دواعی پائے جا رہے ہوں اور ملاقات نہ کی جائے یا مرد وعورت کی عدم ملاقات کے دواعی پائے جا رہے ہوں اور ملاقات کر لی جائے تو ایسی صورت میں اس مسلمان پر دواعی ومحرکات کی

قوت ودرجہ کے اعتبار سے کوئی حکم لگایا جائے گا۔مثلاً اگر ملاقات کے دواعی واجب کے درجہ میں تھے اور ملاقات نہیں کی گئی تو اس صورت میں وہ مسلمان حرام کا ارتکاب کرنے والا سمجھا جائے گا، گوشہ نشینی وعزلت کے واجب دواعی ہر وہ عمل ہیں جن سے مردوں کا واقف ہونا اور انھیں دیکھنا درست نہیں ہے مثلاً زیب وزینت، کھیل کود، ہنسی اور کم لباس میں ہونا، ملاقات کے مستحب یا واجب دواعی میں جو چیزیں آتی ہیں وہ یہ ہیں: طلب علم، مفید ثقافتی محاضرات میں شرکت، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، مجبوروں وکمزوروں کی مدد، خرید وفروخت اور مرد کی بیماری یا عدم موجودگی کی صورت میں مہمانوں کی خدمت، لہذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ زندگی کو آسان بنانے کے لئے یا مختلف مصالح کی انجام دہی کے لئے مسلم معاشرہ میں مرد وعورت کی ملاقات کی کچھ قدریں ہونا ضروری ہیں، ان قدروں کا ذکر اس وقت گذر چکا ہے جب ہم تیسرے باب کی پہلی فصل میں معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت اور مرد سے اس کی ملاقات کے موضوع پر گفتگو کررہے تھے، اسی طرح اگر گوشہ نشینی وعزلت کے دواعی پائے جارہے ہوں تو مسلم معاشرہ میں تھوڑی بہت گوشہ نشینی اور علیحدگی کی کیفیت بھی پائی جانی چاہیے، شرعی آداب کی رعایت کرتے ہوئے مرد وعورت کے درمیان جو ملاقات ہو رہی ہو اس میں اعتدال سے کام لینا چاہیے تاکہ یہ ملاقات ان حدود میں ہو جو ایک سنجیدہ وباوقار زندگی کے موافق ہوتے ہیں، ملاقات کے دوران خصوصاً عورت کی بہت ساری ذمہ داریاں ہوتی ہیں، اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ ڈھیلا ڈھالا اور مکمل کپڑا پہنی ہوئی ہو، سنجیدگی ووقار کے ساتھ گفتگو کرے، مسلسل اپنی نگاہیں جھکائے رکھے اور دل کو ہمیشہ بیدار رکھے کہ کہیں اس پر شیطان کا وسوسہ کام نہ کرجائے، جہاں تک مسئلہ اس بات کا ہے کہ ملاقات یا عدم ملاقات کی مقدار کیا ہو تو اس مسئلہ کو مسلم فرد اور مسلمان معاشرہ پر چھوڑ دیا گیا ہے، کیونکہ اس کی ضرورت ہر فرد، معاشرہ اور زمانہ کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہے، البتہ اس سلسلہ میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یہ ملاقات اسی قدر ہونی چاہیے جس سے ایک جانب زندگی میں سہولت پیدا ہوتی ہو اور دوسری جانب جائز مصالح کی تکمیل ہوجاتی ہو۔

د-مرد وعورت کی ملاقات اور علیحدگی وعزلت ہر ایک کے اسلام میں آداب ہیں، ہم نے تیسرے باب کی دوسری فصل میں ملاقات کے آداب بیان کئے ہیں، عزلت وعلیحدگی کے بھی کچھ آداب ہیں، جن میں سے چند کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

☆ نگاہیں جھکا کر رکھنا، کھڑکیوں کے پیچھے کھڑے ہوکر آنے جانے والوں کو نہ تاکنا اور نہ ہی اخبارات ومجلّات میں شائع تصاویر کو غور سے دیکھنا۔

☆ گندے واخلاق سوز قصوں، لطیفوں اور خبروں کو سننے سے اجتناب کرنا۔

☆ حجاب کے پیچھے سے بات کرتے ہوئے نرمی سے نہ بات کرنا۔

☆ بیداری میں جنسی خواب دیکھنے سے پرہیز کرنا۔

☆ ہر طرح کے حرام اور غیر فطری جنسی عمل سے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنا۔

ھ-تکلفاً ملاقات کرنے اور تکلفا ملاقات نہ کرنے دونوں ہی سے ہمیں یکساں طور پر بچنا چاہیے، کیونکہ جب کوئی مخالف جنس سے تکلفا ملاقات کرتا ہے تو اپنی شہوت کو غیر جائز طریقہ سے سکون پہنچاتا ہے، اور اگر کوئی مخالف جنس سے بلا کسی جواز کے تکلفاً دور رہتا ہے تو اس سے بلاواسطہ طور پر شہوت بھڑکتی ہے، ہر دونوں شخص انتشار کا شکار رہتے ہیں اور ہر ایک کی ذہنیت پیچیدہ و مریض ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے ایک ایسی شریعت کا انتخاب کیا ہے جو ہر مسلمان مرد و عورت کو معتدل نفسیاتی صحت سے نوازتی ہے۔

و-نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ اس بندہ پر رحم کرے جو بولتا ہے تو فائدہ حاصل کرتا ہے اور خاموش رہتا ہے تو محفوظ رہتا ہے''۔

ہم اس حدیث پر قیاس کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس مرد پر رحم فرمائے جو عورت سے کسی معروف کام کے لئے ملتا ہے تو فائدہ حاصل کرتا ہے یا کسی منکر کی وجہ سے ملاقات سے پیچھے رہ جاتا ہے تو خود کو محفوظ رکھتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ اس عورت پر رحم فرمائے جو کسی معروف کام کے سلسلہ میں مردوں کے ساتھ شریک ہوتی ہے تو فائدہ حاصل کرتی ہے یا کسی منکر کے میدان سے دور رہتی ہے تو محفوظ رہتی ہے۔

## تیسرا قول:

مخالفین سوال کرتے ہیں کہ کیا مرد و عورت کے درمیان واقعتاً سنجیدگی کے ساتھ ملاقات ہو سکتی ہے؟ کیا واقعتاً مرد و عورت کی ملاقات کسی مقصد خیر کے تحت ہو سکتی ہے؟

ہم اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل طریقوں سے جواب دیتے ہیں:

الف-مذکورہ بالا سوال کرنے کے سلسلہ میں ہمارے مخالفین معذور ہیں، کیونکہ ان کے ذہن و دماغ پر دو باتیں بیٹھی ہوئی ہیں جن سے وہ بہت متاثر ہیں، اول موروثی رسوم و رواج جن کے مطابق مرد و عورت کے درمیان مکمل علیحدگی اور عورت کا گھر کے باہر زندگی کے تمام میدانوں سے مکمل طور پر الگ تھلگ رہنا ضروری ہے، تاکہ عورت کی یہ تعریف کی جا سکے کہ وہ اپنے گھر سے صرف دو ہی مرتبہ نکلتی ہے، ایک مرتبہ اپنے گھر سے نکل کر شوہر کے گھر

جاتی ہے اور دوسری مرتبہ شوہر کے گھر سے نکل کر قبر میں جاتی ہے، ان رسوم ورواج نے عورت کی شخصیت پر بہت سارے پردے ڈال دیئے ہیں، لہذا عورت کا چہرہ، اس کی آواز اور نام ہر ایک کو چھپایا جانے لگا ہے، یہ ساری باتیں بدعت اور سنت نبوی کے خلاف ہیں، دوسری بات جس سے ہمارے مخالفین بہت متاثر ہیں وہ بے حیائی اور بے اخلاقی پر مبنی بلا روک ٹوک اختلاط ہے جو مغربی معاشرہ میں عام ہے، اور ہمارے معاشرہ میں بھی بعض ایسے لوگوں کے درمیان پایا جاتا ہے جو مغرب کی تقلید کرنے کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں، یہ کھلی ہوئی گمراہی اور اللہ کی شریعت کے خلاف بغاوت ہے۔

ایک جانب موروثی رسوم ورواج کا دباؤ ہے تو دوسری جانب مغرب کی اباحیت اور کھلے ہوئے فساد وبگاڑ کا دباؤ ہے، ان دونوں طرح کے دباؤ کے درمیان یہ غیرت مند حضرات حیران وپریشان ہیں، گویا کہ دو میں سے کسی ایک کا انتخاب ضروری ہو، یا تو موروثی رسوم ورواج کا انتخاب کیا جائے جس کے مطابق عورت کو مکمل گوشہ نشینی اختیار کرنا ضروری ہے، یا مغربی معاشرہ کی تقلید کی جائے جہاں مرد وعورت کی ملاقات بلا حدود وقیود کے درست قرار پاتی ہے، آباء واجداد کے تشدد اور جدید معاشرہ کے فساد وبگاڑ کو ہم ''ردعمل کی سیاست'' کا نام دے سکتے ہیں، یہ سیاست عموماً انسان کو راہ رست سے ہٹا دیتی ہے اور اسے افراط یا تفریط میں سے کسی ایک کا شکار بنا دیتی ہے۔

ردعمل کی اس سیاست کا یہ اثر ہوا کہ جب باپ دادا یہ کہتے ہیں کہ عورت کا وجود اور اس کی خوبی اس کی حیاء، عفت، پاکدامنی اور اس کی شرافت میں مضمر ہے، لہذا اسے ہمہ وقت اپنے گھر پر رہنا چاہیے اور اپنے وجود کی حفاظت کی خاطر گھر سے نہ نکلنا چاہیے، تو اس پر جدید معاشرہ کے تربیت یافتہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ عورت کا وجود اور اس کی خوبی اس کی مستقل شخصیت کو پہچاننے اور اس کی تعمیر میں مضمر ہے، لہذا اسے بلا حدود وقیود مردوں سے ملنا چاہیے اور زندگی کے تمام میدانوں سے ربط رکھنا چاہیے تاکہ اس کی شخصیت اور وجود کا ارتقاء ہو سکے، اس سیاست کا اثر یہ بھی ہوا کہ جب باپ دادا یہ کہتے ہیں کہ عورت کی تمامتر ذمہ داریاں گھر کے اندر سے متعلق ہیں، تو جدید معاشرہ کے تربیت یافتہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ جس طرح مردوں کی ذمہ داریاں ہیں اسی طرح عورتوں کی بھی ذمہ داریاں ہیں، لہذا عورت کو زندگی کے تمام میدانوں میں مردوں کے جیسا رول ادا کرنا چاہیے، اس طرح لوگ افراط یا تفریط کے شکار ہو جاتے ہیں، اور اس راہ اعتدال پر ان کی نظر نہیں پڑتی جو دین اسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔

ب- اس سلسلہ میں ایک ایسی اعتدال کی راہ بھی پائی جاتی ہے جو ہمیں باپ دادا کے تشدد اور جدید معاشرہ کے تربیت یافتہ حضرات کے آزادانہ رویہ سے مستغنی کر دیتی ہے اور ہمیں ردعمل کی اس احمقانہ سیاست سے دور رکھتی

ہے، یہ وہ اعتدال کی راہ ہے جو اسی دن سے موجود ہے جس دن اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا تھا اور اسے یہ سوجھ بوجھ عطا کی تھی کہ وہ حلال سے استفادہ کرے اور حرام سے محفوظ رہے، اعتدال کی اس راہ کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے دو عورتوں سے ملنے اور ان کی بکریوں کو پانی پلا کر ان کی مدد کرنے کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح کیا ہے:

''اور جب وہ (موسیٰ) مدین کے کنویں پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ بہت سے لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان سے الگ ایک طرف دو عورتیں اپنے جانوروں کو روک رہی ہیں، موسی نے ان عورتوں سے پوچھا تمہیں کیا پریشانی ہے؟ انھوں نے کہا ہم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلا سکتیں جب تک یہ چرواہے اپنے جانور نہ نکال لے جائیں اور ہمارے والد ایک بہت بوڑھے آدمی ہیں، یہ سن کر موسیٰ نے ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا، پھر ایک سائے کی جگہ جا بیٹھا اور بولا پروردگار جو خیر بھی تو مجھ پر نازل کردے میں اس کا محتاج ہوں، (کچھ دیر نہ گذری تھی کہ) ان دونوں عورتوں میں سے ایک شرم وحیاء کے ساتھ چلتی ہوئی اس کے پاس آئی اور کہنے لگی میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ آپ نے ہمارے لئے جانوروں کو پانی جو پلایا ہے اس کا اجر آپ کو دیں، موسیٰ جب اس کے پاس پہنچا اور اپنا سارا قصہ اسے سنایا تو اس نے کہا کچھ خوف نہ کرو، اب تم ظالم لوگوں سے بچ نکلے ہو''۔ (القصص: ۲۵-۳۳)

اعتدال کی اس راہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حضرت سلیمانؑ کے ملکہ سبا کے ساتھ واقعہ کو ذکر کرتے ہوئے بھی بیان کیا ہے:

''اس سے کہا گیا کہ محل میں داخل ہو، اس نے جو دیکھا تو سمجھی کہ پانی کا حوض ہے اور اترنے کے لئے اس نے اپنے پائینچے اٹھا لیے، سلیمانؑ نے کہا یہ شیشے کا چکنا فرش ہے، اس پر وہ پکار اٹھی اے میرے رب (آج تک) میں اپنے نفس پر بڑا ظلم کرتی رہی اور اب میں نے سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی اطاعت قبول کرلی''۔ (النمل: ۴۴)

عہد نبوی میں مرد وعورت کی ملاقات کے واقعات میں یہ راہِ اعتدال نظر آتی ہے، بخاری ومسلم میں اس طرح کے تقریباً تین سو واقعات کا ذکر ہے۔

بلاشبہ ہم اپنے مخالفین کو ان لوگوں کی وجہ سے معذور سمجھتے ہیں جنھوں نے موروثی رسوم ورواج کو چھوڑ کر مغربی روش کو اختیار کر رکھا ہے اور اسی کے اسیر ہو کر رہ گئے ہیں، اس طرح ان حضرات نے ایک تقلید کو چھوڑ کر دوسری

تقلید اختیار کر لی لیکن ان لوگوں نے طریقہ نبوی کو اختیار نہیں کیا اور نہ ہی اس کی تقلید کی۔

ج- یہاں میں اس مرض کی جانب اشارہ کرنا چاہتا ہوں جسے جناب مالک بن بنی نے "**ذهان السهولة وذهان الاستحالة**" کا نام دیا ہے، جو حضرات اس مرض سے دوچار ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ انھیں صرف دو باتوں میں سے کسی ایک کے انتخاب کا حق حاصل ہے، یا تو وہ باپ دادا کی تقلید کریں جو نیک لوگوں کے لئے بہت آسان بات ہے، یا وہ مغرب کی تقلید کریں جو کہ آزادانہ رویہ اختیار کرنے والوں کے لئے بہت آسان ہے، لیکن جب آپ ان لوگوں سے اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے طریقہ کا ذکر کریں گے تو یہ لوگ اس پر عمل کرنا ناممکن سمجھیں گے، گویا کہ ہماری جدید زندگی میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے طریقہ کو نافذ کرنے کی کوئی راہ اور سبیل ہی نہ ہو، اللہ سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیں اس مرض سے محفوظ رکھے، تاکہ ہم یہ سمجھیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے طریقہ کا نفاذ اگرچہ مشکل ہے لیکن وہ اللہ کی مدد، نیکوکار لوگوں کی کوششوں اور مسلمانوں کے عزم وہمت کے بعد ممکن بھی ہے، اس مسئلہ میں کسی اچھے اور صحیح بدل کا انتخاب نہایت ضروری ہے، ہم صرف بلا حدود وقیود اختلاط کے انکار کرنے پر ہی اکتفا نہیں کر سکتے، کیونکہ اس اختلاط کی فضا ہمارے معاشرہ میں بہت تیزی کے ساتھ عام ہوتی جا رہی ہے، جدید دور کی زندگی میں عورت کو مردوں سے ملاقات کرنی پڑتی ہے لہذا اگر میدان میں ایسے غیر تمند اور صالح لوگ نہیں آتے ہیں جو اس کا ایک ایسا بہتر بدل اور اچھا نمونہ پیش کر سکیں جس کی ہر وہ مسلمان پیروی کر سکے جو فضیلت کے حصول یعنی ایک بامقصد سنجیدہ ملاقات کا خواہاں ہو، تو منحرفانہ افکار وخیالات غالب آجائیں گے۔

د- علامہ ناصر الدین البانیؒ نے اپنی کتاب "**حجاب المرأة المسلمة**" کے مقدمہ میں چہرہ کو کھلا رکھنے کے جواز کے موضوع پر تبصرہ فرماتے ہوئے جو کچھ تحریر کیا ہے اسے میں اپنے غیر تمند بھائیوں کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

"ہمارے زمانہ کی عورتوں نے جس طرح سے بناؤ سنگار کرنا شروع کر دیا ہے اور چہرہ کو کھلا چھوڑنے کی وجہ سے جو فتنے رونما ہو رہے ہیں درحقیقت ان باتوں کو جان کر میرا دل بہت ہی مغموم اور رنجیدہ ہے، لیکن میں اس کا علاج یہ نہیں سمجھتا ہوں کہ اس چیز کو حرام قرار دے دیا جائے جسے اللہ نے عورتوں کے لئے حلال قرار دیا ہے یعنی چہرہ کو کھلا رکھنا، لہذا ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے بغیر عورت کو یہ حکم نہیں دے سکتے کہ وہ اپنے پورے چہرہ کو ڈھانپے، قانون سازی کی حکمت اور اس کے بعض اصول کے پیش نظر، مزید برآں نبی کریم ﷺ کے قول "**يسروا ولا تعسروا**" کے پیش نظر اور تعلیم وتربیت کے صحیح اصول کے پیش نظر فقہاء امت اور مربیان ملت کی یہ ذمہ داری

ہے کہ وہ عورتوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کریں، ان کے ساتھ سختی سے پیش نہ آئیں اور جن باتوں میں اللہ نے سہولت فراہم کررکھی ہے ان میں سہولت سے کام لیں''۔

لوگوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا اور جن باتوں میں اللہ نے سہولت فراہم کررکھی ہے ان میں سہولت سے کام لینا ہی وہ بہترین بدل ہے جس پر ہمیں عمل کرنا چاہیے تاکہ دیگر لوگ بھی اس پر عمل کرنے لگیں، یہ بدل ان معاشروں میں بہت مفید ہے جہاں مرد وعورت کا اختلاط بلاکسی حدود وقیود کے عام ہے، خصوصاً یہ بدل ان لوگوں کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا جن کے اندر اب بھی خیر کا کچھ حصہ باقی ہے اور جو ایک اچھی اور آسان زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔

ہمارا یہ خیال ہے کہ ہر وہ شخص جو تقلید کی راہ پر چل پڑا ہے مغربی فلسفۂ اباحیت کا حامل نہیں ہے، بلکہ بہت سے دینداری کا جذبہ رکھنے والے لوگوں پر بھی تقلید کا یہ رجحان غالب آگیا ہے اور وہ کسی ایسے معاون کے محتاج ومنتظر ہیں جو انھیں اس رجحان سے نجات دلا سکے، جس بہترین بدل کا ذکر کیا گیا ہے وہ ان قدامت پرست اور روایت پسند معاشروں کے لئے بھی مفید ہے جو صرف موروثی رسوم ورواج پر سختی سے عمل کرکے اور ہر جدید کا انکار کرکے مغرب پرستی کا مقابلہ کرنے کے عادی ہیں، بہت سے ملکوں میں تجربہ سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ اس طریقہ سے مغرب پرستی کی تند وتیز ہوا کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا، لہذا اب ایک ایسے نئے طریقہ اور موقف کے اختیار کرنے کی ضرورت ہے جس کی بنیاد طریقہ نبوی پر رکھی جائے تاکہ پوری قوت کے ساتھ مغرب پرستی کا مقابلہ کیا جاسکے، اگر روایت پسند وقدامت پرست معاشروں میں اس موقف اور طریقہ کو اختیار کرلیا گیا تو مغرب سے متاثر اور اس پر فریفتہ لوگوں کا بآسانی مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

ھ- ہم غیرتمند حضرات سے یہ بھی کہتے ہیں کہ معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت کا صحیح معنی ومفہوم اس وقت تک نہیں سمجھا جاسکتا جب تک کہ ہم عورت کے تعلق سے اپنے افکار کا از سرنو جائزہ نہ لیں اور اسے نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کی روشنی میں نہ دیکھیں کہ ''عورتیں مردوں کی ہم مرتبہ ہیں''۔ (ابوداؤد) عورت بھی ایک معزز انسان ہے، مرد کا اس سے تعلق صرف جنسی خواہش کی تکمیل کے لئے ہی نہیں ہے، بلکہ یہ ایسے دو انسانوں کا تعلق ہے جو ایک مشترک زندگی جیتے ہیں، ایک ایسی زندگی جس میں ایک اچھی زندگی کے تمام عناصر موجود ہوتے ہیں، جس میں مختلف تصورات، افکار، احساسات اور مختلف معاشرتی، معاشی اور سیاسی سرگرمیاں ہوتی ہیں، چونکہ اس مشترک زندگی کی ایک خصوصیت ہر جنس کا دوسری جنس کی طرف فطری میلان ہے اس لئے شارع نے اس سلسلہ میں

بہت سے ضروری آداب متعین کر دیئے ہیں تاکہ یہ فطری میلان ہر طرح کے انحراف وکجروی سے محفوظ رہے اور زندگی پوری نشاط اور پاکبازی کے ساتھ آگے بڑھتی رہے۔

و-خلاصہ کلام یہ کہ موروثی رسوم ورواج نے عورت کی ذات پر بہت ظلم ڈھائے ہیں اور اسے دین کے نام پر معاشرتی زندگی میں شرکت سے روک دیا، حالانکہ درحقیقت یہ دین سے انحراف ہے، اس کی وجہ سے متعدد شرعی مصالح ضائع ہوئے ہیں۔

چونکہ معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت کے لئے جوراہیں شرعی طور پر جائز تھیں ان میں غور وفکر نہیں کیا گیا اس لئے بسا اوقات لوگ اس سلسلہ میں ایسی راہوں کا انتخاب کر لیتے ہیں جو جائز نہیں ہوتی ہیں اور جن میں شرعی آداب کی رعایت نہیں کی جاتی ہے، ان غیر مشروع طریقوں اور راہوں کا انتخاب یا تو کسی شدید ضرورت کے دباؤ میں کیا جاتا ہے یا فکری حملوں سے متاثر ہو کر کیا جاتا ہے، لہذا معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت سے متعلق مسئلہ میں ہمیں شریعت سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے تاکہ ہم اس کی اصلاح کر کے اس کے جواز کی بات کہہ سکیں۔

## چوتھا قول:

ان حضرات کا کہنا ہے کہ جب مرد وعورت کی ملاقات ہوتی ہے تو ان میں ہر ایک کا میلان دوسرے کی طرف ہو جاتا ہے اور ہر ایک دوسرے سے گفتگو کر کے سکون حاصل کرنا چاہتا ہے، یہ بات اس کے آگے کے مراحل سے گذرنے کا سبب بن جاتی ہے، لہذا عقلمندی ودوراندیشی کا تقاضہ یہ ہے کہ فتنہ کے دروازہ کو ہی بند کر دیا جائے۔

ہم اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل طریقوں سے جواب دیتے ہیں:

الف-مخالفین کی ذکر کردہ بات کا پہلا جزء درست ہے کہ جب مرد وعورت کی ملاقات ہوتی ہے تو ان میں سے ہر ایک کا میلان دوسرے کی طرف ہو جاتا ہے اور ہر ایک دوسرے سے گفتگو کر کے سکون حاصل کرنا چاہتا ہے، اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جنس مخالف کی طرف میلان، اس سے انس محسوس کرنا اور اس سے گفتگو کرنے کی خواہش ہر مرد وعورت کی فطرت میں ودیعت کر دی گئی ہے، اگر معاملہ ایسا ہی ہے تو سوال یہ اٹھتا ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے معاشرتی زندگی کے تمام خاص وعام میدانوں میں عورت کی شرکت کو مشروع کیوں قرار دیا ہے؟ (دیکھئے تیسرے باب کی پانچویں فصل) یقیناً ایسا کسی بلیغ حکمت کے تحت ہی ہے۔

ب-جب مرد کی عورت سے ملاقات ہوتی ہے تو عموماً بغیر قصد وارادہ کے تھوڑا بہت ایک دوسرے کی طرف میلان، انسیت اور گفتگو کے ذریعہ راحت وسکون حاصل کرنے کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، یہ ایک فطری بات

ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو آزماتا ہے، اگر ملاقات کے وقت مرد وعورت میلان وانسیت کے احساسات کو بڑھاوا نہیں دیتے ہیں اور سنجیدگی کے ساتھ اس کام میں مشغول رہتے ہیں جس کی خاطر انھوں نے ایک دوسرے سے ملاقات کی ہے تو پھر ایسی صورت میں مومن مرد وعورت کو ایک دوسرے سے ملاقات کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، البتہ انھیں اپنے احساسات وجذبات کو کنٹرول کرنا چاہیے اور ملاقات کے مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ضروری کاموں کو سنجیدگی کے ساتھ نپٹانا چاہیے۔

ج- مرد وعورت کی ملاقات کے وقت ان کے درمیان بغیر قصد وارادہ کے جو ایک دوسری کی طرف میلان اور انس ومحبت کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے پھر اس کے بعد ہر ایک اپنے احساسات وجذبات پر کنٹرول کرتا ہے اور ملاقات کے مقصد کو سنجیدگی کے ساتھ پورا کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے جنس مخالف پر پہلی نگاہ کا پڑنا اور اسی پہلی نگاہ میں اس کا پسند آجانا، جب ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے کسی عورت پر اچانک پڑجانے والی نظر کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنی نظر پھیر لو''، آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ''تمھیں پہلی نظر کا حق حاصل ہے لیکن دوسری نظر کا حق حاصل نہیں ہے''، لہذا جس طرح اللہ نے تمام مرد وعورت کو اچانک پڑجانے والی نظر کے ذریعہ آزمایا ہے اور عورت پر چہرہ کا پردہ فرض قرار دے کر اس کے سامنے تمام دروازے بند نہیں کئے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت کو ملاقات کے وقت پیدا ہونے والے انس ومحبت کے جذبات واحساسات کے ذریعہ آزمایا ہے، اور معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت پر پابندی لگا کر اس کے سامنے زندگی کے تمام دروازے بند نہیں کئے ہیں، یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ اس آزمائش کے ذریعہ شریعت کا مقصد یہ ہے کہ مومن مرد وعورت کو جائز مصالح کے حصول اور دنیا کی اچھی طرح سے تعمیر وتشکیل کے لئے سہولت فراہم کی جائے۔

د- جہاں تک مخالفین کے اس قول کا تعلق ہے کہ فتنہ کے دروازہ کو بند کر دینا ہی عقلمندی ودانشمندی کی بات ہے تو قاری سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اس سلسلہ میں اس باب کی تیسری فصل کا مطالعہ کرے، وہ فصل سد ذریعہ کے اصول کے نفاذ میں غلو کرنے سے متعلق ہے، ہم یہاں پر ابن العربی کا ایک جملہ جو انھوں نے ''کتاب الاحکام'' میں تحریر کیا ہے نقل کرتے ہیں: ''...... ہر وہ کام جس کے کرنے کے سلسلہ میں اندیشہ ہو اور اسے اللہ نے مکلّف کی امانت ونیت پر چھوڑ دیا ہو اس کے سلسلہ میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ چونکہ یہ کام مکلّف کو امر ممنوع تک پہنچا سکتا ہے لہذا یہ کام ہی نہ کیا جائے''۔

ھ- ہم یہاں پر مخالفین کے ایک ایسے موقف کا ذکر کر رہے ہیں جو فطری میلان اور انس ومحبت سے متعلق

ان کے موقف سے متصادم ہے، جب ان مخالفین سے یہ کہا جاتا ہے کہ زمانہ بہت خراب ہو گیا ہے، لوگوں کے اخلاق خراب ہو چکے ہیں لہذا طلاق دینے اور ایک سے زائد شادیاں کرنے پر پابندی عائد کر دینی چاہیے یا ایسے حدود وقیود وضع کئے جانے چاہئیں کہ طلاق اور تعدد ازدواج کی راہ آسان نہ رہ جائے، تو اس پر یہ حضرات کہتے ہیں کہ ہم ان چیزوں کو کیسے ممنوع قرار دے سکتے ہیں جس کا دروازہ اللہ نے لوگوں کے لئے وسیع رکھا ہے؟ یہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ اس طرح کے عیوب ونقائص کا علاج یہ نہیں ہے کہ ان چیزوں کو حرام قرار دے دیا جائے بلکہ تعلیم وتربیت کے ذریعہ ہی اس کا علاج کیا جاسکتا ہے۔

مخالفین یہاں پر اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دینے اور اللہ کی طرف سے وسیع کردہ میدانوں کو تنگ کرنے کا انکار کیوں کرتے ہیں؟ وہ کیوں یہ سمجھتے ہیں کہ اس کا بہترین علاج صرف تعلیم وتربیت ہی میں مضمر ہے؟ حالانکہ وہ انہی باتوں کو اس وقت نظر انداز کر دیتے ہیں جب اخلاق کے خراب ہو جانے کے سبب لوگ معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت اور مرد سے اس کی ملاقات کے آداب کے نفاذ میں کوتاہی برتتے ہیں، یعنی یہ حضرات زمانہ کی خرابی کا دعویٰ کر کے اللہ کی حلال کردہ باتوں یعنی معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت، مرد سے اس کی ملاقات اور چہرہ کھلا رکھنے کو کیوں حرام قرار دیتے ہیں؟ وہ کیوں ان عیوب ونقائص کا علاج بھی تعلیم وتربیت کے ذریعہ نہیں کرتے؟

طلاق اور تعدد ازدواج کو اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عورت کو اپنے چہرہ کو کھلا رکھنے اور معاشرتی زندگی میں شرکت کرنے کی بھی اجازت دی ہے، لہذا اگر طلاق اور تعدد ازدواج پر پابندی عائد کرنے کی وجہ سے لوگوں کو تکلیف وپریشانی کا سامنا کرنے کا اندیشہ ہے تو اسی طرح چہرہ کو نہ کھولنے دینے اور معاشرتی زندگی میں عورت کو شرکت نہ کرنے دینے اور مرد سے ملاقات کی اجازت نہ دینے سے بھی لوگوں کو تکلیف وپریشانی کا سامنا کرنے کا اندیشہ ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ اللہ کی شریعت کے مطابق عمل کرنا ہی ٹھیک بات ہے، اور دانشمندی کی بات یہ ہے کہ تعلیم وتربیت کے ذریعہ ہی نقائص کا علاج کیا جائے۔

## پانچواں قول:

مخالفین کا کہنا ہے کہ ہمارے جلیل القدر علماء ان نصوص سے ناواقف نہیں تھے جن میں عورت کی مرد سے ملاقات کو جائز قرار دیا گیا ہے، لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ زمانہ بہت خراب ہو گیا ہے تو انھوں نے ملاقات کی اس

راہ کو تنگ کر دیا حالانکہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے عہد میں یہ راہ وسیع تھی، مخالفین یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارا یہ خیال ہے کہ اس موضوع کو مغربی معاشروں سے متاثر ہونے کی وجہ سے ابھارا گیا ہے، جہاں عورت زندگی کے تمام میدانوں میں آزادانہ مردوں سے ملاقات کرتی ہے۔

ہم اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل طریقوں سے جواب دیتے ہیں:

الف- ہم بھی جلیل القدر علماء کی عزت اور ان کا احترام کرتے ہیں، ہمارے اوپر اور بعد میں آنے والی نسلوں پر ان کے جو فضل واحسانات ہیں انھیں تسلیم کرتے ہیں، ان علماء کا یہ احسان ہے کہ انھوں نے اپنے کسی معاصر یا بعد میں آنے والے کسی بھی شخص پر یہ پابندی نہیں عائد کی کہ وہ ان کی رائے سے اختلاف نہیں کر سکتا، ہمیشہ قرآن وسنت کے دلائل ہی کا اعتبار کیا جاتا ہے، لوگوں کے اقوال کا اعتبار نہیں کیا جاتا، لوگوں کے اقوال کی حیثیت وہ ہے جو امام مالک بن انسؒ نے کہی تھی: ''ہر شخص کی بات قبول بھی کی جاتی ہے اور رد بھی کر دی جاتی ہے سوائے اس قبر والے کے (یعنی نبی کریم ﷺ)''۔

ب- جہاں تک ان مخالفین کا یہ کہنا ہے کہ زمانہ کی خرابی ایسی چیزوں کا دائرہ تنگ کرنے میں مؤثر ہوتی ہے جس کا دائرہ عہد نبوی میں وسیع تھا تو ان شاء اللہ اس کا جواب اس باب کی تیسری فصل میں آجائے گا۔

ج- مخالفین یوروپی تہذیب سے متاثر ہونے کی بات کرتے ہیں، اس سلسلہ میں اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کے بندوں کے دلوں میں کیا بات ہے، آیا بندوں کی نظریں مغربی ویوروپی تہذیب سے خیرہ ہوگئیں ہیں یا پھر اس سلسلہ میں سنت نبوی سے واقف ہونے کے بعد ان کے دلوں نے انھیں جھنجھوڑ ڈالا ہے، مغربی تہذیب کے ذکر پر ہمیں علامہ ابن تیمیہؒ کی ایک بات یاد آگئی، جسے ہم یہاں نقل کرتے ہیں: ''یہاں گفتگو اس سلسلہ میں ہے کہ ہمیں ان امور میں اہل کتاب کا تشبہ اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے جن کو امت کے اسلاف نے اختیار نہیں کیا تھا، البتہ جن امور کا ہمارے اسلاف نے انتخاب کیا تھا انھیں کرنے یا نہ کرنے کا ہمیں اختیار حاصل ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں جن امور کی انجام دہی کا حکم دیا ہے ہم انھیں صرف اس بنیاد پر نہیں چھوڑ سکتے کہ انھیں کفار بھی انجام دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں جن بھی ایسے امور کا حکم دیا ہے جنھیں غیر مسلم بھی انجام دیتے ہیں ان میں کچھ نہ کچھ ایسی تبدیلی ومغایرت ضرور ہے جس کی بنیاد پر دین اسلام دیگر منسوخ ادیان سے ممتاز ہو جاتا ہے''۔

امام ابن تیمیہؒ نے صحیح فرمایا ہے، شریعت نے معاشرتی میدان میں عورت کی شرکت کے لئے بہت سارے اعلیٰ وارفع آداب متعین کئے ہیں جن کی بنیاد پر مسلمان عورت کی معاشرتی زندگی میں شرکت مغربی عورت کی

معاشرتی زندگی میں شرکت سے ممتاز ہو جاتی ہے۔

## چھٹا قول:

مخالفین کا یہ کہنا ہے کہ بہت سارے نصوص میں اس بات کا ذکر ہے کہ عورت کا مرد سے ملنا جائز ہے لیکن علماء کا یہ کہنا ہے یہ سارے واقعات نزول حجاب سے پہلے کے ہیں۔

چونکہ بہت سارے نصوص کے رد میں یہ دلیل بار بار دی جاتی ہے اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ اس باب کی دوسری فصل میں اس سلسلہ میں علیحدہ گفتگو کی جائے کہ حجاب صرف ازواج مطہراتؓ کے ساتھ ہی مخصوص تھا، میں نے اس مسئلہ پر علیحدہ گفتگو اس لئے بھی کی ہے تا کہ پوری تفصیل کے ساتھ مخالفین کے قول پر بحث کی جا سکے۔

## ساتواں قول:

مخالفین کا کہنا ہے کہ بہت سارے نصوص کے تعلق علماء کا کہنا ہے کہ ان سے عورتوں کی مردوں سے ملاقات کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے، لیکن علماء کا خیال یہ ہے کہ چونکہ زمانہ خراب ہو گیا ہے اس لئے سد ذریعہ کے طور پر عورت کی مرد سے ملاقات پر پابندی عائد کر دینی چاہیے، چونکہ بہت سارے نصوص کے رد میں یہ دلیل بھی کثرت کے ساتھ پیش کی جاتی ہے اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ ''سد ذریعہ'' کے اصول پر علیحدہ سے ایک فصل میں گفتگو کی جائے۔

## فصل دوم:

# معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت کی مخالفت کرنے والوں اور حجاب کے ازواجِ مطہرات کے ساتھ خاص ہونے کی مخالفت کرنے والوں کے ساتھ ایک گفتگو

### تمہید:

### اول: حجاب کے معنی کی تعیین:

قرآن کریم میں حجاب کا ذکر اس آیت کریمہ میں آیا ہے: "وإ ذا سألتموهن متاعاً فاسألوهن من وراء حجاب" (الاحزاب: ۵۳)

حجاب سے مراد وہ پردہ ہے جس کے پیچھے باپردہ خاتون بیٹھتی ہے، حجاب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اجنبی مردوں کو ازواج مطہرات سے ایک پردہ کے پیچھے سے اس طرح گفتگو کرنی چاہیے کہ انھیں ان کی شخصیت نظر نہ آئے، ازواجِ مطہرات کو اشد ضرورت کے تحت گھر سے نکلنے کی بھی اجازت دی گئی تھی، گھر سے نکلنے کی صورت میں ان کے لئے ضروری تھا کہ وہ پورے بدن کو ڈھکنے کے ساتھ ساتھ اپنے چہرہ کو بھی ڈھکیں، لہذا حجاب کرنے کے اصلی معنی یہ ہوئے کہ ازواج مطہرات کو بغیر کسی پردہ کے اجنبی مردوں سے گفتگو کرنے سے باز رکھا جائے اور مردوں کی نگاہوں سے ان کی شخصیت کو مکمل طور پر دور رکھا جائے، گھر سے کسی ضرورت کے تحت نکلنے کے وقت مکمل بدن اور چہرہ کو ڈھانپنا اس حجاب کا بدل ہے جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا، اس طرح حجاب کی دو شکلیں ہو جاتی ہیں، ایک اصلی شکل ہے جو گھر کے اندر سے متعلق ہے یعنی اجنبی مردوں سے پردہ کے پیچھے سے بات کرنا، اور ایک فرعی شکل ہے جو گھر کے باہر سے متعلق ہے یعنی پورے بدن اور چہرہ کو ڈھانپنا۔

ہم یہاں پر حجاب کی صرف اصلی شکل سے بحث کرنے پر اکتفا کریں گے کیونکہ اس شکل کا مرد وعورت کی

ملاقات کے موضوع سے گہرا تعلق ہے، فرعی شکل کا ذکر ان شاء اللہ عورت کے چہرہ کھولنے کے جواز پر گفتگو کے دوران آئے گا، ہم ذیل میں قرآن وحدیث میں سے کچھ ایسے دلائل پیش کررہے ہیں جن سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ حجاب کا اصلی معنی ازواج مطہرات کی شخصیتوں کو پردہ میں رکھنا ہے۔

آیت کریمہ "**وإذا سألتموهن متاعا فاسألوهن من وراء حجاب ذلكم أطهر لقلوبكم وقلوبهن**" سے صراحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات سے سوال وجواب حجاب وپردہ کے پیچھے سے ہونا چاہیے، حجاب کا تقاضہ ہی یہ ہے کہ شخصیت کو چھپا دیا جائے، پھر اس آیت میں یہ بات کہی گئی ہے کہ "**ذلكم اطهر لقلوبكم وقلوبهن**" یعنی حجاب کے پیچھے سے سوال کرنا تمہارے دلوں کی پاکیزگی کے لے بھی مناسب طریقہ ہے کیونکہ تم انھیں دیکھتے نہیں اور یہ ازواج مطہرات کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے بھی مناسب طریقہ ہے کیونکہ وہ تمہیں نہیں دیکھتیں، اور یہ صورت اسی وقت ہوسکتی ہے جب ہر ایک کی شخصیت پردہ میں ہو، جہاں تک صرف بدن کو ڈھک لینے کا تعلق ہے تو اس میں مرد تو عورتوں کو نہیں دیکھ پاتے لیکن عورتیں تو مردوں کو دیکھ لیتی ہیں، مذکورہ بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام طبری تحریر فرماتے ہیں: "یہ شکل تمہارے اور ان کے دلوں کے ان خیالات سے پاکیزگی کا مناسب طریقہ ہے جو مردوں کے دلوں میں عورتوں کے تعلق سے اور عورتوں کے دلوں میں مردوں کے تعلق سے آجاتے ہیں، اس طرح شیطان تمہیں یا انھیں بہکانے کا کوئی راستہ نہیں پاسکتا"۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت حجاب کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا میں ہوں، جب حضرت زینبؓ نبی کریم ﷺ کو ہدیہ میں پیش کی گئیں (اور آپ ﷺ نے ان سے شادی کرلی تو) وہ آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے گھر ہی میں تھیں، نبی کریم ﷺ نے کھانا بنوایا اور لوگوں کو دعوت دی، کچھ لوگ آپ ﷺ کے گھر میں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے (مسلم کی ایک روایت میں ہے: اور نبی کریم ﷺ کی اہلیہ اپنا چہرہ دیوار کی طرف پھیرے ہوئے تھیں) نبی کریم ﷺ گھر سے بار بار نکل جاتے اور پھر واپس آتے اور ہمیشہ ان لوگوں کو بیٹھ کر باتیں کرتے ہوئے پاتے، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب نازل کی......لہذا حجاب گرادیا گیا اور لوگ کھڑے ہوگئے۔ (بخاری ومسلم)

اگر حجاب کا مطلب صرف بدن کو ڈھانپنا ہی ہوتا تو حضرت زینبؓ تو پہلے ہی سے اپنا چہرہ دیوار کی طرف کئے ہوئے بیٹھی تھیں، اور اگر ان کا چہرہ کھلا ہوا تھا تو نبی کریم ﷺ انھیں چہرہ کو ڈھانپ لینے کا حکم دے دیتے، اور اس طرح حجاب گرانے اور حضرت انسؓ کو اندر داخل ہونے سے منع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ فرضیت حجاب کے بعد حضرت سودہؓ رفع حاجت کے لئے نکلیں، وہ بہت بھاری بھرکم خاتون تھیں، جو انھیں جانتا تھا وہ ان سے چھپ نہیں سکتی تھیں، حضرت عمرؓ نے انھیں دیکھ لیا اور آواز دی اے سودہ! خدا کی قسم آپ ہم سے چھپ نہیں سکیں لہذا اب آپ غور کریئے کہ آپ کو کس طرح گھر سے باہر نکلنا ہے؟ (بخاری ومسلم)

اگر حجاب کا مطلب بدن کو ڈھانپنا ہی ہوتا تو کیا یہ بات حضرت عمرؓ سے مخفی رہ جاتی، حالانکہ خود وہی ازواج مطہرات کے حجاب کا مشورہ دینے والے ہیں، حضرت عمرؓ نے حضرت سودہؓ کے نکلنے پر اس لئے اعتراض کیا کیونکہ انھوں نے یہ خیال کیا کہ تمام حالات میں عورت کی شخصیت کو حجاب اور پردہ میں رکھنا ضروری ہے، لہذا وحی نازل ہوئی اور اس میں بتایا گیا کہ اگر عورت ضرورت کے تحت گھر سے نکلتی ہے تو اس وقت اس کی شخصیت کو پردہ وحجاب میں رکھنا واجب نہیں ہے، اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ حضرت عمرؓ پر حجاب کا مذکورہ بالا معنی مخفی رہ گیا تو کیا نبی کریم ﷺ سے بھی وہ معنی مخفی تھا، یا بات یہ تھی کہ نبی کریم ﷺ سمجھتے تھے کہ حضرت عمرؓ کے اس انکار کی کوئی وجہ ہے، یہ بات قابل غور تھی یہاں تک کہ وحی نازل ہوئی اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم (ازواج مطہرات) کو ضرورت کے تحت گھر سے نکلنے کی اجازت دی گئی ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے خیبر اور مدینہ کے درمیان میں تین دن قیام کیا، اس دوران آپ ﷺ نے حضرت صفیہ بنت حیی سے شادی کی...... مسلمانوں نے کہا کیا یہ بھی ام المومنین میں سے ایک ہیں یا یہ آپ ﷺ کی باندی ہیں؟ بعض صحابہ کرامؓ نے کہا اگر آپ ﷺ انھیں حجاب میں رکھتے ہیں تو پھر یہ بھی ام المومنین ہیں اور اگر آپ ﷺ انھیں حجاب میں نہیں رکھتے ہیں تو پھر یہ باندی ہیں...... جب آپ ﷺ نے کوچ کیا تو اپنے پیچھے ان کے لئے جگہ بنائی اور ان کے اور لوگوں کے درمیان حجاب ڈال دیا۔ (بخاری ومسلم)

جب حضرت صفیہؓ گھر سے نکلیں اور تمام صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں سواری پر سوار ہوئیں تو اس وقت قطعی طور پر ان کا پورا بدن ڈھکا ہوا تھا، پھر صحابہ کرامؓ کے یہ کہنے کی کیا وجہ تھی کہ ''اگر آپ ﷺ انھیں حجاب میں رکھتے ہیں تو پھر یہ بھی ام المومنین ہیں''؟ اور کیا ضرورت تھی کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے اور لوگوں کے درمیان میں حجاب ڈال دیا؟ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حجاب کا مفہوم بدن کو ڈھکنے سے زیادہ کچھ اور بھی ہے، ہم نے احادیث کی امہات الکتب کی ایک ایک حدیث کا جائزہ لیا تو ہمارے نظروں کے سامنے سے ایک بھی ایسی حدیث نہیں گذری جس سے معلوم ہوتا ہو کہ ازواج مطہرات مردوں کو نبی کریم ﷺ کی احادیث سنانے کے وقت صرف اپنے بدن کو ڈھانپے رہتی تھیں، بلکہ سبھی میں اس بات کا ذکر ہے کہ انھوں نے اپنی شخصیتوں اور وجود کو پردہ میں کر رکھا تھا۔

### دوم: آیت حجاب کے نزول کی تاریخ:

راجح قول کے مطابق آیت حجاب ذی القعدہ پانچ ہجری میں نازل ہوئی، مصنف الطبقات الکبریٰ نے یہی لکھا ہے، میں نے ذیل میں ایسے ہی نصوص پیش کئے ہیں جو پانچ ہجری کے بعد کے ہیں، یہ اس لئے کیا ہے تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ حجاب (اپنے اصلی معنی کے اعتبار سے) ازواج مطہرات کے علاوہ کسی اور پر فرض نہیں کیا گیا، عام صحابیاتؓ نے ان کی اقتداء میں بھی حجاب نہیں کیا، کیونکہ وہ واقف تھیں کہ حجاب کا حکم صرف ازواج مطہرات کے ساتھ ہی مخصوص ہے، اور اس خصوصی مسئلہ میں ان کے اقتداء کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

### ازواجِ مطہرات کے ساتھ حجاب کے مخصوص ہونے کے دلائل:

### پہلی دلیل: فرضیت حجاب سے متعلق آیت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، نبی کے گھروں میں بلا اجازت نہ چلے آیا کرو، نہ کھانے کا وقت تاکتے رہو، ہاں اگر تمہیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ، مگر جب کھانا کھالو تو منتشر ہو جاؤ، باتیں کرنے میں نہ لگے رہو، تمہاری یہ حرکتیں نبی ﷺ کو تکلیف دیتی ہیں، مگر وہ شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے، اور اللہ حق بات کہنے میں نہیں شرماتا، نبی کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو، یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے زیادہ مناسب طریقہ ہے، تمہارے لئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف دو، اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرو، یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے''۔ (الاحزاب: ۵۳)

اس آیت میں صراحت کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات اور ان گھروں کا ذکر ہے، یہاں عام مسلمانوں کی بیویوں اور ان کے گھروں کا ذکر نہیں ہے۔

تفسیر طبری میں آیت کریمہ ''**لا جناح عليهن في آبائهن ولا أبنائهن ولا إخوانهن ولا أبناء إخوانهن ولا أبناء أخواتهن ولا نسائهن ولا ما ملكت أيمانهن واتقين الله إن الله كان على كل شيئ شهيداً**'' (الاحزاب: ۵۵) کی تفسیر اس طرح کی گئی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ ازواج مطہرات پر اپنے بیٹوں کے سلسلہ میں کوئی حرج و مضائقہ اور گناہ نہیں ہے، پھر مفسرین کے درمیان اس سلسلہ میں اختلاف ہوا کہ آخر کس چیز کے سلسلہ میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، لہذا بعض لوگوں نے کہا کہ ان لوگوں (جن کا ذکر

آیت میں آیا ہے) کی موجودگی میں اگر ازواج مطہرات اپنا جلباب اتار دیتی ہیں تو اس میں ان کے لئے کوئی مضائقہ نہیں ہے......بعض لوگوں نے کہا کہ اگر ازواج مطہرات ان لوگوں سے حجاب نہیں کرتی ہیں تو اس میں ان کے لئے کوئی مضائقہ نہیں ہے......ان دونوں اقوال میں سب سے زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ ازواج مطہرات کے لئے اس بات میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ ان لوگوں سے (جن کا ذکر مذکورہ بالا آیت میں آیا ہے) حجاب نہ کریں، اس مفہوم کے زیادہ صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یہ آیت حجاب والی آیت کے بعد آئی ہے''۔

اس طرح ہم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت کے ذریعہ ازواج مطہرات کے محارم کو حجاب سے مستثنیٰ قرار دیا، جبکہ دوسری جانب اللہ تعالیٰ نے عام مومنوں کی بیویوں کے محارم کو اخفاء زینت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے، لہذا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:"ولا یبدین زینتھن الا لبعولتین او آبائھن او آباء بعولتھن" (النور:۳۱)۔

تفسیر بغوی میں آیت کریمہ "وإذا سألتموھن متاعا فاسألوھن من وراء حجاب"کی اس طرح تفسیر کی گئی ہے کہ'' اس آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ جب تمہیں ازواج مطہرات سے کوئی سامان مانگنا ہو تو حجاب اور کسی پردہ کے پیچھے سے مانگا کرو، اس آیت حجاب کے نازل ہو جانے کے بعد کوئی بھی شخص نبی کریم ﷺ کی کسی بھی بیوی کو نہیں دیکھ سکتا تھا خواہ وہ نقاب اوڑھے ہوئی ہوں یا نقاب نہ اوڑھے ہوئی ہوں''۔

### دوسری دلیل: فرضیت حجاب کے مقدمات:

### حضرت عمرؓ کا نبی کریم ﷺ کو ازواج مطہرات کو حجاب میں رکھنے کا مشورہ دینا:

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں...... میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ﷺ کے پاس نیک اور برے ہر طرح کے لوگ آتے ہیں، آپ امہات المومنین کو حجاب میں رہنے کا حکم کیوں نہیں دے دیتے، پھر اللہ تعالیٰ نے حجاب والی آیت نازل فرما دی۔ (بخاری)

اس حدیث میں صراحت کے ساتھ یہ مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ نے نبی کریم ﷺ سے یہ کہا کہ '' آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات کو حجاب میں رہنے کا حکم دیں''، انھوں نے یہ نہیں کہا کہ '' آپ ﷺ عام مومن خواتین کو حجاب میں رہنے کا حکم دیں''، ایسا اس لئے ہوا کیونکہ حضرت عمرؓ کو یہ بات ناگوار گذری کہ تمام مرد نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کو دیکھیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ کے پاس اچھے اور برے ہر طرح کے لوگ آیا کرتے تھے، اور ایسا اس لئے تھا کیونکہ نبی کریم ﷺ اللہ کے پیغامبر اور مبلغ تھے لہذا آپ ﷺ کے گھر کو ہر ایک

کے لئے کھلا رہنا چاہیے تھا، اور جہاں تک عام مسلمانوں کے گھروں کا تعلق ہے تو وہاں صرف دوست، عزیز وا قارب اور بعض دوسرے قابل اعتماد لوگ ہی آیا کرتے ہیں۔

## حضرت عمرؓ کی تجاویز اور مسئلہ حجاب پر ان کی دلالت:

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں نے تین امور میں اللہ کی موافقت کی ہے، یا انھوں نے یہ کہا کہ اللہ نے تین امور میں میری موافقت کی ہے، میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ مقام ابراہیم کو مصلیٰ (نماز کی جگہ) کیوں نہیں بنا لیتے، اور میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ﷺ کے پاس نیک اور برے ہر طرح کے لوگ آتے ہیں، آپ ﷺ امہات المومنین کو حجاب میں رہنے کا حکم کیوں نہیں دے دیتے، لہذا اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب نازل کی، حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی چند بیویوں کو ملامت کی ہے، لہذا میں ازواج مطہرات کے پاس گیا اور ان سے کہا یا تو آپ لوگ باز آجائیں ورنہ پھر اللہ اور اس کا رسول آپ کی جگہ آپ سے بہتر خواتین کا انتخاب فرمالیں گے، حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ کی ایک بیوی آئیں اور کہا اے عمر کیا نبی کریم ﷺ کے پاس اپنی بیویوں کو وعظ ونصیحت کرنے کے لئے کچھ نہیں ہے کہ آپ وعظ ونصیحت کے لئے چلے آئے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ”عسى ربه ان طلقكن أن يبدله أزواجا خيرا منكن مسلمات......“۔(بخاری)

حضرت عمرؓ کی تجاویز سے واضح ہوتا ہے کہ وہ عام طور پر مسلمانوں کے امور سے متعلق تھیں، لہذا ان کی تجاویز مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنانے، بدر کے قیدیوں کو قتل کرنے، منافقین کی جنازہ کی نماز پڑھنے سے متعلق تھیں، ان کی چوتھی تجویز نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات (جن میں ایک خود ان کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ بھی تھیں) کی خیر خواہی سے متعلق تھی، حضرت عمرؓ کی حجاب سے متعلق تجویز نبی کریم ﷺ کے خاص امور سے متعلق تھی، اس کے لئے ایسی ترتیب وتنظیم کرنا بالکل فطری بات تھی جس کے ذریعہ سے ازواج مطہرات کے لئے پاکدامنی وحیاء کو یقینی بنایا جاسکے اور اس کے ساتھ ساتھ جو ایک شریف مرد کی غیرت سے مطابقت بھی رکھتے ہوں، اس کے لئے کسی وحی کے انتظار یا حضرت عمرؓ کے مشورہ کی ضرورت نہیں تھی، لہذا اگر مسئلہ ایسا ہی تھا اور بغیر حجاب کے رہنے سے عفت وپاکدامنی مجروح ہوتی تھی تو پھر نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو حجاب کا حکم دینے میں جلد بازی کیوں نہیں کی؟ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرؓ کی تجویز کو فوراً کیوں نہیں قبول کرلیا؟ درحقیقت اگر مرد عورتوں سے سنجیدگی ووقار کے ساتھ ملتے ہیں تو اسے نبی کریم ﷺ نے خودداری، مروت اور غیرت کے منافی نہیں سمجھا، نبی

کریم ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا'' کیا تم لوگوں کو سعدؓ کی غیرت پر تعجب ہوتا ہے، خدا کی قسم میں اس سے زیادہ غیر تمند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیر تمند ہے''، اسی طرح نبی کریم ﷺ نے اسے عورت کی عفت و پاکدامنی کے منافی بھی نہیں سمجھا اور نہ ہی اس کی حیاء کے لئے اسے خطرہ جانا، یعنی مدینہ کے معاشرہ میں اس سلسلہ میں اس وقت جو عرف و رواج قائم تھا اسے نبی کریم ﷺ صحیح سمجھتے تھے لہذا انھوں نے اس کی مخالفت کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی، نبی کریم ﷺ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ عام حالات میں بھی حجاب کرنا عورت کے لئے مطلقاً عزت و شرف کی بات ہے، عورت کی عزت و شرف تو سنجیدگی و وقار کے ساتھ رہنے، دوپٹہ اوڑھنے اور پورے بدن کو ڈھکنے والا کپڑا پہننے میں ہے، جیسا کہ اللہ نے اس کے لئے مشروع کیا ہے، لیکن حضرت عمرؓ کا یہ خیال تھا کہ نبی کریم ﷺ کے گھر میں اچھے و برے ہر طرح کے لوگ آتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ ان کی یہ بھی خواہش تھی کہ وہ ازواج مطہرات کو عام مومن خواتین سے ممتاز کردیں، لہذا وہ اس امتیاز پر اصرار کرتے رہتے لیکن نبی کریم ﷺ اس امتیاز سے دور رہے کیونکہ آپ ﷺ صحابہ کرام اور ان کی بیویوں سے اپنی بیویوں کو ممتاز کرنے کو ناپسند کرتے تھے، لیکن پھر ایک وقت ایسا آیا کہ آپ ﷺ کو کثرت سے تکلیفیں پہنچنے لگیں اور امتیاز کے اسباب پیدا ہونے لگے، کیونکہ آپ ﷺ کے گھر بہت تنگ تھے، اور آپ ﷺ کے پاس جانے کا مطلب آپ ﷺ کی ازواج کو دیکھنا اور ان سے ملنا بھی تھا، اس کے ساتھ ساتھ لوگ وہاں جاکر بہت دیر تک بیٹھتے اور گفتگو کرتے تھے جس سے گھر والوں کو تکلیف ہوتی تھی، خصوصاً اس وقت آپ ﷺ کی تکلیف میں مزید اضافہ ہوگیا جب کہ نئی دلہن کے ساتھ آپ ﷺ کو شب زفاف منانا تھا، اور سب سے زیادہ سخت تکلیف کی بات تو یہ تھی کہ بعض لوگوں نے علی الاعلان یہ کہنا شروع کردیا تھا کہ وہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد ان کی کسی ایک بیوی سے شادی کریں گے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کو تمام مومنوں کی ماؤں کا درجہ دیا تھا، لہذا اللہ تعالیٰ نے تکلیف کی ان تمام صورتوں کو ختم کردیا اور خاندان نبوی کی حفاظت فرمائی، بلکہ تمام مومنوں کے گھروں کے مقابلہ میں اللہ نے آپ ﷺ کو ایک ممتاز مقام سے نوازا، لہذا اللہ تعالیٰ نے ایک آیت نازل کی جس میں مندرجہ ذیل آداب بیان کئے گئے:

الف- نبی کے گھروں میں بلا اجازت نہ چلے آیا کرو، نہ کھانے کے وقت تاکتے رہو، ہاں اگر تمہیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ''۔

ب-'' مگر جب کھانا کھالو تو منتشر ہوجاؤ''۔

ج-'' نبی کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو، یہ تمہارے اور ان کے

دلوں کی پاکیزگی کے لئے زیادہ مناسب طریقہ ہے''۔

د-'' تمہارے لئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ اللہ کے رسول کو تکلیف دو اور نہ یہ جائز ہے کہ انکے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرو، یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے''۔

حضرت عمرؓ کی تجاویز پر گفتگو کو ختم کرنے سے پہلے ہم یہاں پر کچھ تبصرے تحریر کرنا چاہتے ہیں:

پہلا تبصرہ: حضرت عمرؓ بہت ہی زیادہ باغیرت مرد تھے، اس کی تائید ذیل کی دو حدیثوں سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی ایک بیوی فجر اور عشاء کی نماز مسجد میں جماعت سے ادا کیا کرتی تھیں، ان سے ایک صحابی نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ آپ کے مسجد جانے کو ناپسند کرتے ہیں اور ان کو اس پر غیرت آتی ہے پھر بھی آپ کیوں مسجد جایا کرتی ہیں؟ یہ سن کر انھوں نے کہا وہ مجھے خود کیوں نہیں منع کرتے؟ صحابی نے کہا دراصل وہ آپ کو اس لئے منع نہیں کرتے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ ''اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے مت روکو''۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس تھے، آپ ﷺ نے فرمایا میں سویا ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ میں جنت میں ہوں، اور دیکھا کہ ایک محل کے ایک گوشہ میں ایک عورت وضو کر رہی ہے، میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ محل حضرت عمر بن الخطابؓ کا ہے، مجھے ان کی غیرت یاد آ گئی لہذا میں نے ادھر سے اپنا رخ پھیر لیا، یہ سن کر حضرت عمرؓ رونے لگے اور انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا میں آپ سے غیرت کا مظاہرہ کروں گا۔ (بخاری و مسلم)

دوسرا تبصرہ: نبی کریم ﷺ معتدل غیرت کے حامل تھے، اعتدال میں آپ ﷺ کی غیرت کمال کے درجہ کو پہنچی ہوئی تھی اور آپ ﷺ کے اخلاق سے انتہائی درجہ مناسبت رکھتی تھی۔

تیسرا تبصرہ: نبی کریم ﷺ کی معتدل غیرت اپنی ازواج مطہرات کے سلسلہ میں عدم حجاب سے راضی تھی، یہاں تک کہ وحی نازل ہوئی اور اس میں ان کے لئے حجاب فرض کر دیا گیا، تاکہ نبی کریم ﷺ کو پہنچنے والی ہر طرح کی تکلیفوں کا خاتمہ ہو جائے اور خاندان نبویؐ کا مقام بلند و برتر ہو جائے، اسی طرح نبی کریم ﷺ کی معتدل غیرت عام مومن خواتین کے لئے عدم حجاب سے راضی تھی، لہذا نبی کریم ﷺ زندگی بھر مومن خواتین کو دیکھتے رہے اور مختلف موقعوں پر آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ ان سے ملتے رہے، اگر معاملہ ایسا ہی تھا تو ہم یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ مختلف مصالح کی خاطر عام عورتوں کا مردوں سے بغیر حجاب کے ملنا مباح ہے، اور یہ اس وقت تک مباح ہے جب تک کوئی ایسی چیز نہ پائی جائے جو اس حلال کو کراہت تنزیہی یا کراہت تحریمی کے درجہ تک پہنچا دیتی ہو۔

## تیسری دلیل: بخاری و مسلم میں حجاب کے ازواج مطہرات کے ساتھ مخصوص ہونے کے دلائل:

### اول: عہد نبوی:

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے نبی کریم ﷺ کے پاس آنے کی اجازت مانگی، اس وقت آپ ﷺ کے پاس قریش کی کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھیں، اور تیز تیز آواز میں باتیں کر رہی تھیں، جب حضرت عمرؓ نے آنے کی اجازت مانگی تو سب اٹھ کھڑی ہوئیں اور جلدی سے حجاب میں چلی گئیں۔ (بخاری و مسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں قریش کی جن چند عورتوں کا ذکر ہے وہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات تھیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کے پاس حضرت ابن حارثہؓ حضرت جعفرؓ اور حضرت ابن رواحہؓ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ بیٹھ گئے، آپ ﷺ کے چہرہ پر غم کے آثار نمایاں تھے، میں یہ سب دروازہ کے شگاف سے دیکھ رہی تھی...... (بخاری و مسلم)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ تین دن تک نہیں نکل سکے، نماز کھڑی ہوگئی، حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھنے لگے، نبی کریم ﷺ نے حجاب کو اٹھانے کا حکم دیا لہذا اسے اٹھا دیا گیا، جب نبی کریم ﷺ کا چہرہ نظر آنے لگا تو ہم نے نبی کریم ﷺ کے چہرہ سے زیادہ کوئی تعجب خیز چیز نہیں دیکھی، پھر نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے حضرت ابوبکرؓ کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا، پھر آپ ﷺ نے حجاب گرا دیا، اس کے بعد آپ ﷺ اپنی وفات تک نماز نہیں پڑھا سکے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ازواج مطہرات کے پاس ایک مخنث آیا کرتا تھا، وہ اسے اولی الاربۃ میں شمار نہیں کرتی تھیں...... نبی کریم نے فرمایا میرا نہیں خیال ہے کہ جو یہاں ہے اسے وہ جانتا ہے لہذا اب وہ کبھی بھی تمہارے پاس نہ آئے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پھر ازواج مطہرات اس سے حجاب میں رہنے لگیں۔ (مسلم)

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے پاس سے نبی کریم ﷺ کا گذر ہوا، آپ ﷺ نے مجھے اشارہ سے بلایا لہذا میں آپ ﷺ کے پاس گیا، آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور پھر ہم چل پڑے یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنی ایک اہلیہ کے گھر کے پاس آئے اور اس میں

داخل ہو گئے، پھر مجھے داخل ہونے کی اجازت دی، لہذا میں بھی داخل ہو گیا، وہاں میں نے آپ ﷺ کی اہلیہ کو حجاب میں پایا......۔(مسلم)

دوم: عہد صحابہؓ:

حضرت مسروق کہتے ہیں کہ وہ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اوران سے کہا اے ام المومنین ایک شخص اپنی ہدی کو کعبہ بھیج دیتا ہے اور خود مصر میں رہ جاتا ہے اور یہ نصیحت کرتا ہے کہ اس کی ہدی (قربانی کا جانور) کی تقلید کردی جائے، کیا وہ اس دن سے اس وقت تک محرم رہتا ہے جب تک کہ لوگ اپنا احرام نہ اتار دیں؟ وہ کہتے ہیں کہ اس پر میں نے حجاب کے پیچھے سے حضرت عائشہؓ کے تالی بجانے کی آواز سنی، انھوں نے کہا میں نبی کریم ﷺ کے ہدی کے قلادوں کو بٹا کرتی تھی، پھر آپ ﷺ اپنے ہدی کو کعبہ بھیجتے تھے اور آپ ﷺ پر لوگوں کے واپس آنے تک کوئی بھی ایسی چیز حرام نہیں ہوتی جو دوسرے لوگوں کے لئے حلال تھی۔(بخاری و مسلم)

حضرت عوف بن طفیل فرماتے ہیں....پھر حضرت مسورؓ اور عبدالرحمٰنؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو اپنی چادر میں لپیٹے ہوئے لے کر آئے اور انھوں نے حضرت عائشہؓ سے داخل ہونے کی اجازت مانگی اور کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کیا ہم اندر آ سکتے ہیں؟ حضرت عائشہؓ نے کہا آ جاؤ، انھوں نے کہا کیا ہم سب آ جائیں؟ حضرت عائشہؓ نے کہا ہاں تم سب اندر آ جاؤ۔ وہ نہیں جانتی تھیں کہ ان دونوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی ہیں، جب وہ لوگ اندر داخل ہوئے تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حجاب کے اندر چلے گئے....(بخاری)

ابن جریج کہتے ہیں کہ ہمیں عطاء نے بتایا کہ جب ابن ہشام نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے روک دیا تو انھوں نے ان سے کہا کہ آپ عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے کیسے روک سکتے ہیں حالانکہ ازواج مطہرات نے مردوں کے ساتھ طواف کیا ہے، میں نے پوچھا ازواج مطہرات فرضیت حجاب سے پہلے مردوں کے ساتھ طواف کرتی تھیں یا بعد میں؟ انھوں نے کہا خدا کی قسم میری معلومات کے مطابق ازواج مطہرات فرضیت حجاب کے بعد بھی مردوں کے ساتھ طواف کرتی تھیں...... میں اور عبید بن عمیر حضرت عائشہؓ کے پاس جایا کرتے تھے، اس وقت وہ ثبیر پہاڑ پر ٹھہری ہوئی تھیں، میں نے پوچھا ان کا حجاب کیا تھا؟ انھوں نے کہا وہ ایک ترکی قبہ میں تھیں جس پر ایک پردہ پڑا تھا، ہمارے اوران کے درمیان اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا، میں نے ان کے اوپر ایک سرخ قمیص بھی دیکھی تھی۔(بخاری)

حضرت سعد بن ہشام بن عامرؓ فرماتے ہیں...... پھر ہم لوگ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور ہم نے ان سے اندر داخل ہونے کی اجازت مانگی، جس کی انھوں نے اجازت دے دی، لہذا ہم لوگ اندر داخل ہوئے، حضرت عائشہؓ نے کہا کیا حکیم ہیں؟ (انھوں نے ان کو پہچان لیا)۔ انھوں نے کہا ہاں، حضرت عائشہؓ نے پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا میرے ساتھ سعد بن ہشام ہیں، انھوں نے پوچھا کون ہشام؟ انھوں نے جواب دیا عامر کے بیٹے، یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے ہشام کے لئے رحم کی دعا کی اور ان کے بارے میں اچھے کلمات کہے۔ (مسلم)

## چوتھی دلیل: بخاری و مسلم کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں حجاب کے ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہونے کے دلائل:

ابن سعد کی الطبقات الکبریٰ میں مندرجہ ذیل روایات ملتی ہیں:

عبدالواحد بن ابی عون الدوسیؒ کہتے ہیں کہ نعمان بن ابی الجون الکندیؒ نبی کریم ﷺ کے پاس مسلمان ہو کر آئے اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا میں عرب کی سب سے خوبصورت بیوہ سے آپ کی شادی نہ کرا دوں؟ وہ اپنے چچازاد بھائی کی زوجیت میں تھی، اس کا انتقال ہو گیا تو وہ بیوہ ہو گئی، اس نے آپ کی ذات میں دلچسپی لی ہے اور آپ کو شادی کا پیغام بھیجا ہے۔ لہذا نبی کریم ﷺ نے اس خاتون سے ساڑھے بارہ اوقیہ میں شادی کر لی...... پھر نبی کریم ﷺ نے اس کے ساتھ ابو اسید الساعدیؓ کو بھیجا، جب وہ دونوں اس خاتون کے گھر پہنچے اور اس نے ان دونوں کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے دی تو حضرت ابو اسیدؓ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی بیویوں کو کوئی بھی مرد نہیں دیکھتا ہے، حضرت ابو اسیدؓ کہتے ہیں کہ یہ فرضیت حجاب کے بعد کا واقعہ ہے.... انھوں نے کہا آپ کے درمیان اور اس مرد کے درمیان جس سے آپ گفتگو کر رہی ہیں حجاب ہونا چاہیے الا یہ کہ وہ مرد آپ کا محرم ہو، لہذا انھوں نے ایسا ہی کیا......۔

حضرت ابو اسید الساعدیؓ نے قبیلہ جون کی خاتون سے جنہیں نبی کریم ﷺ نے شب زفاف سے پہلے ہی ان کے گھر واپس بھیج دیا تھا فرمایا آپ اپنے گھر میں رہیں اور اپنے محرم کے علاوہ ہر مرد سے حجاب کریں، آپ میں کوئی مرد دلچسپی نہ لے، اور آپ بھی اپنے محرم کے علاوہ کسی اور کو نہ دیکھیں، کیونکہ آپ ام المومنین ہیں، لہذا وہ اسی حال پر رہیں حتیٰ کہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے دور خلافت میں ان کا نجد میں اپنے اہل خانہ کے درمیان انتقال ہو گیا۔

## پانچویں دلیل: فرضیت حجاب کے بعد امہات المومنین کو جہاد میں شرکت کی اجازت نہ دینا اور عام عورتوں کو شرکت کی اجازت دینا:

### فرضیت حجاب سے پہلے امہات المومنین کو جہاد میں شرکت کی اجازت دینا:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں احد کے دن لوگ نبی کریم ﷺ سے پیچھے رہ گئی، میں نے عائشہؓ بنت ابی بکر اور ام سلیمؓ کو دیکھا، وہ دونوں اپنے پائچیں چڑھائی ہوئی تھیں، مجھے ان کی پنڈلیاں نظر آرہی تھیں، وہ دونوں اپنے پیٹھوں پر مشکیزہ لے کر آتیں، مجاہدین کو پانی پلاتیں، پھر لوٹ کر جاتیں، مشکیزوں کو پانی سے بھرتیں، واپس آتیں اور مجاہدین کو پانی پلاتیں۔(بخاری و مسلم)

### فرضیت حجاب کے بعد امہات المومنین کو جہاد میں شرکت کی اجازت نہ دینا:

حضرت عائشہؓ نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ ہم جہاد کو سب سے افضل عمل خیال کرتے ہیں تو کیا ہم جہاد نہ کیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا لیکن سب سے افضل جہاد حج مبرور ہے (ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ سے جہاد میں شرکت کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے فرمایا تم لوگوں کا جہاد حج ہے)۔(بخاری)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ازواج مطہرات نے نبی کریم ﷺ سے جہاد میں شرکت کرنے کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں جہاد حج ہے۔(بخاری)

### بعض غزوات میں ازواج مطہرات کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہنے کی غرض سے نکلنا نہ کہ جہاد میں شرکت کی غرض سے:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے، جس کے نام کا قرعہ نکل جاتا اسے نبی کریم ﷺ اپنے ساتھ سفر میں لے جاتے، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں ایک غزوہ میں جانے سے قبل آپ ﷺ نے قرعہ نکالا، قرعہ میرے نام کا نکلا لہذا میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ گئی، یہ واقعہ فرضیت حجاب کے بعد کا ہے، لہذا میں اپنے ہودج میں رہتی تھی اور اسی میں قیام کرتی تھی......۔ (بخاری و مسلم)

حضرت مسور بن مخرمہؓ اور حضرت مراونؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ حدیبیہ کے زمانہ میں نکلے...... سہیل

بن عمرو آیا اور اس نے کہا آیئے اپنے اور ہمارے درمیان ایک معاہدہ لکھ لیجئے، نبی کریم ﷺ نے کاتب کو بلایا اور کہا لکھو...... جب نبی کریم ﷺ معاہدہ لکھنے سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے کہا کھڑے ہو جاؤ، اپنے جانوروں کو ذبح کردو اور سر کے بال منڈ والو، راوی کہتے ہیں خدا کی قسم کوئی بھی اپنی جگہ سے نہیں اٹھا، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ کہی، جب کوئی بھی کھڑا نہیں ہوا تو آپ ﷺ حضرت ام سلمہؓ کے پاس چلے گئے، اور ان سے لوگوں کے رویہ کا تذکرہ کیا......۔(بخاری)

## فرضیت حجاب کے بعد بعض مومن خواتین کا جہاد میں شرکت کرنا:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر پر حملہ کیا، ہم لوگوں نے خیبر کے پاس فجر کی نماز غلس (صبح کے وقت کی تاریکی) میں ادا کی...... جب ہم لوگ گاؤں میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ اکبر، خیبر برباد ہو گیا، جب ہم کسی میدان میں اترتے ہیں تو وہاں کے لوگوں کی صبح خراب ہو جاتی ہے (آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی)...... ہم لوگوں نے اسے زبردستی پکڑ لیا، پھر قیدی جمع کئے گئے، حضرت دحیہؓ آئے اور انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے قیدیوں میں سے ایک باندی عنایت کردیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ ایک باندی لے لو...... انھوں نے صفیہ بنت حیی کو لے لیا، ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول آپ ﷺ نے بنوقریظہ و بنونظیر کی سردار خاتون صفیہ بنت حییؓ کو حضرت دحیہؓ کو دے دیا ہے، حالانکہ وہ صرف آپ ﷺ ہی کے لائق ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا انھیں صفیہؓ کے ساتھ بلاؤ۔ لہذا حضرت دحیہؓ انھیں لے کر آئے، جب آپ ﷺ نے صفیہ کو دیکھا تو حضرت دحیہؓ سے کہا تم ان کے علاوہ کوئی اور باندی لے لو، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے انھیں آزاد کردیا پھر ان سے شادی کرلی...... جب آپ ﷺ واپسی کے راستہ میں تھے تو حضرت ام سلیمؓ نے حضرت صفیہؓ کو نبی کریم ﷺ کے لئے تیار کردیا۔(بخاری و مسلم)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ام سلیمؓ نے غزوۂ حنین کے دن ایک خنجر لے لیا، وہ ان کے پاس ہی تھا کہ اس پر حضرت ابوطلحہؓ کی نظر پڑ گئی، انھوں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ ام سلیمؓ اپنے پاس خنجر رکھے ہوئی ہیں، آپ ﷺ نے ام سلیمؓ سے کہا یہ خنجر کیسا ہے؟ انھوں نے کہا اس کو میں اس لئے رکھ لیا ہے تا کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آتا ہے تو میں اس سے اس کا پیٹ چاک کردوں، یہ سن کر آپ ہنسنے لگے۔(مسلم)

یہاں پر یہ بات نوٹ کرنے کی ہے کہ غزوۂ خیبر محرم ۷ ہجری میں پیش آیا جبکہ غزوۂ حنین شوال ۸ ہجری میں پیش آیا، یعنی یہ دونوں غزوات فرضیت حجاب کے بعد پیش آئے ہیں، حضرت ام حرامؓ نے نبی کریم ﷺ کی

وفات کے بعد سمندری مجاہدین کے ساتھ غزوہ میں شرکت کی تھی، خود حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کے الفاظ کہ ''نبی کریم ﷺ غزوہ میں عورتوں کو لے جایا کرتے تھے''، سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ عورتوں کو غزوہ میں لے جایا کرتے تھے، اس میں کسی بھی زمانہ کی قید نہیں ہے، لہذا ہمیں متعدد اس طرح کی مثالیں ملتی ہیں کہ مومن خواتین نے فرضیت حجاب کے بعد جہاد میں شرکت کی ہے (دیکھئے تیسرے باب کی پانچویں فصل، بحث: جہاد میں شرکت)۔

## چھٹی دلیل: امہات المومنین کا مردوں سے ہٹ کر اور عام عورتوں کا مردوں سے مل کر حج کرنا:

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے امہات المومنین کو اپنے آخری حج میں حج کرنے کی اجازت دی، اور ان کے ساتھ حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ کو بھیجا۔ (بخاری)

حافظ ابن حجرؒ تحریر فرماتے ہیں...... امام بخاریؒ نے یہ روایت اسی طرح مختصر بیان کی ہے...... بیہقی میں عبدان کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت عثمان بن عفانؓ یہ آواز لگاتے تھے کہ کوئی بھی مرد امہات المومنین سے قریب نہ ہو اور نہ ہی انھیں دیکھے، وہ سب اونٹوں پر ہودج میں تھیں، جب وہ ان سے اترتیں تو کسی گھاٹی کے بیچ میں اترتیں اور پھر کوئی بھی ان کی طرف نہیں جاتا، حضرت عبدالرحمٰنؓ اور حضرت عثمانؓ اس گھاٹی کے کنارہ پر رہتے تھے، ابن سعد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عثمانؓ امہات المومنین کے آگے آگے چلا کرتے تھے، جبکہ حضرت عبدالرحمٰنؓ ان کے پیچھے پیچھے چلا کرتے تھے، ابن سعد نے صحیح سند کے ساتھ ابواسحاق السبیعی کے واسطہ سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے زمانہ میں امہات المومنین کو ہودج میں دیکھا اس پر کپڑا پڑا ہوا تھا، یہ بات ظاہر ہے کہ انھوں نے وہ زمانہ مراد لیا ہے جب حضرت مغیرہ حضرت معاویہؓ کی طرف سے کوفہ کے والی تھے۔

حافظ ابن حجرؒ نے بیہقی کے حوالہ سے جو اضافہ نقل کیا ہے اسے ابن سعد نے بھی الطبقات میں حسن سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

## ساتویں دلیل: ازواج مطہرات کو حجاب میں رکھا جانا نہ کہ باندیوں کو:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے خیبر اور مدینہ کے درمیان تین دن قیام کیا جس کے دوران آپ ﷺ نے حضرت صفیہ بنت حییؓ سے شادی کی، میں نے تمام مسلمانوں کو آپ ﷺ کے ولیمہ کی دعوت دی،

اس ولیمہ میں روٹی اور گوشت نہیں تھا بلکہ آپ ﷺ نے چمڑہ بچھانے کا حکم دیا، پھر اس پر کھجوریں، پنیر اور گھی ڈال دی گئی، یہی آپ ﷺ کا ولیمہ تھا، مسلمانوں نے آپس میں کہا یہ امہات المومنین ہی میں سے ایک ہیں یا پھر باندی ہیں؟ کچھ صحابہ کرامؓ نے کہا اگر آپ ﷺ انھیں حجاب میں رکھتے ہیں تو یہ بھی ام المومنین ہیں اور اگر انھیں حجاب میں نہیں رکھتے ہیں تو پھر یہ باندی ہیں، (مسلم کی ایک روایت میں ہے: اگر آپ ﷺ انھیں حجاب میں نہیں رکھتے ہیں تو پھر یہ ام ولد ہیں) جب آپ ﷺ نے کوچ کیا تو آپ ﷺ نے ان کے لئے اپنے پیچھے جگہ بنائی اور ان کے اور لوگوں کے درمیان ایک حجاب ڈال دیا۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کو پورے یقین کے ساتھ یہ بات معلوم تھی کہ حجاب صرف نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے ساتھ مخصوص ہے، آپ ﷺ کی باندیوں کے لئے حجاب صرف نہیں ہے اگر چہ وہ خوبصورت ہی کیوں نہ ہوں، یہاں پر آزاد خواتین اور باندیوں کے درمیان امتیاز نہیں کیا جارہا ہے کیونکہ اگر باندی نہایت خوبصورت ہے تو امام ابن تیمیہ کے قول کے مطابق اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ آزاد عورتوں کی طرح اپنے پورے بدن کا ستر کرے، لہذا یہاں پر امہات المومنین کو دیگر تمام عورتوں سے ممتاز کیا گیا ہے، خواہ وہ عورتیں آزاد ہوں یا پھر باندی ہوں۔

## آٹھویں دلیل: نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کو حجاب میں رکھنا نہ کہ آپ ﷺ کی بیٹیوں کو:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدمؑ کی سی ہے کہ اللہ نے اسے مٹی سے پیدا کیا اور حکم دیا کہ ہو جا اور وہ ہو گیا، یہ اصل حقیقت ہے جو تمہارے رب کی طرف سے بتائی جارہی ہے اور تم ان لوگوں میں شامل نہ ہو جو اس میں شک کرتے ہیں، یہ علم آجانے کے بعد اب جو کوئی اس معاملہ میں تم سے جھگڑا کرے تو اے نبی، اس سے کہو کہ آؤ ہم اور تم خود بھی آجائیں اور اپنے اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں اور خدا سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو''۔ (آل عمران: ۵۹-۶۱)

تفسیر ابن کثیر میں ''فقل تعالوا ندع أبناء نا وأبناء كم ونساء نا ونساء كم وأنفسنا وانفسكم'' کی اس طرح تفسیر کی گئی ہے: ''یعنی ہم خود کو اور اپنے بال بچوں کو مباہلہ کے لئے لے آئیں...... جب دوسری صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو اپنی ایک چادر میں لے کر مباہلہ کے لئے نکلے، حضرت فاطمہؓ آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل رہی تھیں، اس وقت آپ ﷺ کی متعدد ازواج مطہرات تھیں''۔

مندرجہ بالا آیت کی تفسیر کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ پر حجاب فرض نہیں تھا، اسی لئے وہ

مباہلہ میں شریک ہوئیں جبکہ نبی کریم ﷺ کی تمام ازواج مطہرات اس میں شریک نہیں تھیں، آپ راوی کے اس قول پر غور کریں کہ ''اس وقت آپ ﷺ کی متعدد ازواج مطہرات تھیں''، اس سے یہ مفہوم سامنے آتا ہے کہ اگر چہ اس وقت نبی کریم ﷺ کی کئی بیویاں تھیں لیکن عورتوں میں صرف حضرت فاطمہؓ ہی مباہلہ میں شریک ہوئیں......، ہمارا خیال ہے کہ ازواج مطہرات مباہلہ میں اس لئے شریک نہیں ہوئیں کیونکہ ان پر حجاب فرض کیا جا چکا تھا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہوگئی تو آپ ﷺ پر بیہوشی طاری ہونے لگی، (یہ دیکھ کر) حضرت فاطمہؓ نے کہا ہائے ابو کی تکلیف، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا آج کے بعد تمہارے باپ کو کوئی بھی تکلیف نہ رہے گی، جب آپ ﷺ کی وفات ہوگئی تو انھوں نے کہا ہائے ابو جس نے رب کی دعوت پر لبیک کہا، ہائے ابو جنت الفردوس جن کا ٹھکانہ ہے، ہائے ابو ہم جبرئیل کو آپ کے موت کی خبر دیتے ہیں، جب آپ ﷺ کو دفن کر دیا گیا تو حضرت فاطمہؓ نے کہا اے انس کس طرح تمہارے دل نے گوارا کیا کہ تم اللہ کے رسول پر مٹی ڈالو۔ (بخاری)

فتح الباری میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی ایک حدیث مذکور ہے جسے احمد اور حاکم وغیرہ نے نقل کیا ہے، اس میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو آتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہاں سے آ رہی ہو؟ انھوں نے جواب دیا میں اس قبرستان کے مردوں کے لئے رحمت کی دعا کر رہی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا شاید کہ تم کدی (مدینہ میں ایک مقبرہ کا نام) تک گئی تھی، انھوں نے کہا نہیں۔

ہم یہاں پر اس آیت کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں: ''اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اہل بیت نبی سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پوری طرح پاک کردے''۔ (الاحزاب: ۳۳) اسی طرح ہم حضرت عائشہؓ کی اس حدیث کی طرف بھی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں جس میں انھوں نے فرمایا کہ ''ایک صبح نبی کریم ﷺ نکلے، آپ ﷺ ایک کالے بال کی منقش چادر اوڑھے ہوئے تھے، اسی اثناء میں آپ ﷺ کے پاس حضرت حسن بن علیؓ آ گئے تو آپ ﷺ نے انھیں اپنی چادر میں داخل کرلیا، پھر حضرت حسینؓ آئے تو انھیں بھی آپ ﷺ نے اپنی چادر میں کرلیا، پھر حضرت فاطمہؓ آئیں تو انھیں بھی آپ ﷺ نے اپنی چادر میں کرلیا اور پھر اس آیت کی تلاوت کی:

**''إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيراً'' (مسلم)**

نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ، ان کے شوہر اور ان کے دونوں بچوں کا اکرام واعزاز کرتے ہوئے بتایا کہ یہ سب اس آیت کے مفہوم میں شامل ہیں جس میں ازواج مطہرات کو مخاطب کیا گیا ہے، ہمیں

غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہؓ کو طہارت و پاکیزگی کے کس قدر اعلیٰ و بلند مقام پر فائز کیا تھا، اسی طرح نبی کریم ﷺ کی حدیث میں ان کے مقام کو بہت بلند بیان کیا گیا ہے جس میں مذکور ہے کہ ''جنت کی سب سے افضل عورتیں خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، مریم بنت عمران اور فرعون کی اہلیہ آسیہ بنت مزاحم ہیں''۔ حضرت فاطمہؓ کو اس قدر عظیم و بلند مقام حاصل تھا پھر بھی ان پر حجاب فرض نہیں تھا، اس سے معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات پر حجاب کی فرضیت کسی ایسے مسئلہ کی وجہ سے تھی جو کہ صرف انہی کے ساتھ مخصوص تھا۔

آیت کریمہ ''**ذلکم اطهر لقوبکم وقلوبهن**'' میں جس طہارت کا ذکر ہے ممکن ہے کہ اس کا تعلق اس مسئلہ سے ہو کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی کسی بھی بیوی سے شادی کرنا درست نہیں ہے، لہذا اس صورت میں طہارت قلب کی خاطر حجاب کے پیچھے ہی سے گفتگو ہونی چاہیے، آیت کریمہ کے سیاق سے بھی اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے''، ہم ان شاء اللہ آخری بحث میں اس مسئلہ پر بالتفصیل گفتگو کریں گے۔

## نویں دلیل: جلیل القدر صحابیاتؓ کا مردوں سے بغیر حجاب کے ملنا:

### حضرت ام الفضل بنت الحارثؓ:

یہ حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کی اہلیہ ہیں، ان کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ چاروں بہنیں میمونہؓ، ام الفضلؓ، سلمیٰؓ اور اسماء بنت عمیسؓ حقیقی مومن خواتین ہیں۔

حضرت ام الفضل بنت الحارثؓ فرماتی ہیں کہ عرفہ کے دن کچھ لوگ ان کے پاس نبی کریم ﷺ کے روزہ کے سلسلہ میں مباحثہ کرنے لگے، بعض نے کہا کہ آپ ﷺ روزہ سے ہیں جبکہ بعض نے یہ کہا کہ آپ ﷺ روزہ سے نہیں ہیں، لہذا میں نے آپ ﷺ کے پاس دودھ کا ایک پیالہ بھیجا، اس وقت آپ ﷺ اپنے اونٹ پر بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے وہ دودھ پی لیا۔ (بخاری ومسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں......ان میں سے ایک یہ ہے کہ مردوں و عورتوں کے درمیان علمی مناظرے درست ہیں''۔

### حضرت اسماء بنت عمیسؓ:

یہ حضرت جعفر بن ابو طالبؓ کی اہلیہ تھیں، یہ بھی ان چار بہنوں میں سے ایک ہیں جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ حقیقی مومن خواتین ہیں، اور ان کے شوہر سے آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''تم اپنی

جسمانی بناوٹ اور عادات واخلاق میں مجھ سے مشابہ ہو''۔

حضرت جعفرؓ کے بعد آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زوجیت میں آئیں جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا'' ابوبکرؓ ہمہ وقت میرے ساتھ رہے اور انھوں نے میرا مالی تعاون کیا، اگر میں اپنے رب کے علاوہ کسی اور کو اپنا دوست (خلیل) بنا سکتا تو میں ابوبکرؓ ہی کو بناتا، میرے اور ان کے درمیان اسلام کی اخوت ومحبت کا رشتہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنو ہاشم کے کچھ لوگ حضرت اسماء بنت عمیسؓ کے پاس گئے، اسی اثنا میں حضرت ابوبکرؓ آ گئے، وہ اس وقت انہی کی زوجیت میں تھیں، حضرت ابوبکرؓ نے بنو ہاشم کے لوگوں کو وہاں دیکھا تو ان کو یہ ناپسند ہوا، انھوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا اور کہا کہ میں نے کوئی غلط بات نہیں دیکھی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسے اس سے بری رکھا ہے، پھر آپ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا آج کے دن کے بعد سے کوئی بھی مرد کسی ایسی عورت کے پاس جس کا شوہر موجود نہ ہو اسی وقت جائے جبکہ اس کے ساتھ مزید ایک یا دو مرد ہوں۔ (مسلم)

نبی کریم ﷺ یہ فرمانا چاہتے تھے کہ اگر کئی مرد کسی ایک عورت کے پاس جاتے ہیں تو اس سے کسی طرح کے شکوک وشبہات پیدا نہیں ہوتے ہیں۔ اس بات سے حضرت ابوبکرؓ کا دل مطمئن ہو گیا کیونکہ حضرت اسماءؓ کے پاس جانے والے مردوں کی تعداد ایک سے زائد تھی، طبرانی نے قیس بن حازم سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کے مرض الموت میں ہم ان کے پاس گئے، میں نے دیکھا کہ ان کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی ہیں، جن کے دونوں ہاتھ گدے ہوئے تھے اور جو حضرت ابوبکرؓ پر سے مکھیوں کو اڑا رہی تھیں، وہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ تھیں۔

حضرت ابوبکرؓ کے بعد وہ حضرت علی بن ابی طالبؓ کی زوجیت میں آئیں، جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے غزوۂ خیبر میں فرمایا تھا کہ'' میں کل پرچم اس شخص کو دوں گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں''۔

حضرت تمیم بن ابوسلمہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاصؓ حضرت علیؓ کے گھر آئے تو حضرت علیؓ انھیں گھر پر نہ مل سکے، لہذا وہ لوٹ گئے، پھر وہ دوبارہ آئے تو اس مرتبہ بھی انھیں حضرت علیؓ نہ ملے، شاید وہ تیسری مرتبہ بھی آئے پھر حضرت علیؓ ان کے پاس گئے اور ان سے کہا اگر آپ کو میری اہلیہ سے ضرورت تھی تو آپ میرے گھر میں کیوں نہیں داخل ہو گئے، انھوں نے کہا ہمیں عورتوں کے پاس ان کے شوہروں کی اجازت حاصل کر کے ہی جانے کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت اسماء بن ابی بکرؓ:

یہ حضرت زبیر بن العوامؓ کی اہلیہ ہیں جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا ''ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرے حواری زبیرؓ ہیں''۔ (بخاری و مسلم)

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس گئی، اس وقت تمام لوگ نماز پڑھ رہے تھے، میں نے پوچھا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ انھوں نے اپنے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کر دیا، میں نے پوچھا کیا یہ کوئی نشانی ہے؟ انھوں نے سر کے اشارہ سے کہا ہاں، حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بہت طویل نماز پڑھائی یہاں تک کہ مجھ پر غشی طاری ہو گئی، میرے قریب ہی ایک مشکیزہ تھا جس میں پانی تھا، میں نے اس کا ڈھکن کھولا اور اس میں سے پانی لے کر اپنے سر پر ڈالنے لگی، جب سورج پوری طرح روشن ہو گیا تو آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے اور لوگوں سے خطاب کیا، آپ ﷺ نے اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا: اما بعد! حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ انصاری عورتیں شور کرنے لگیں لہٰذا میں ان کو خاموش کرانے کے لئے ان کی طرف بڑھی....(ایک روایت میں ہے: پھر نبی کریم ﷺ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے قبر کے اس فتنہ کا ذکر کیا جس میں انسان مبتلا کیا جاتا ہے، جب آپ ﷺ نے اس کا ذکر کیا تو مسلمانوں نے بہت تیز چیخ ماری)۔ (بخاری)

ابونوفل کہتے ہیں کہ پھر حجاج نے حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کو بلا بھیجا لیکن انھوں نے آنے سے انکار کر دیا، اس نے دوبارہ ان کے پاس اپنا پیغامبر بھیجا اور کہلوا بھیجا کہ آپ میرے پاس ضرور آ جائیں، ورنہ ہم آپ کے پاس کسی ایسے شخص کو بھیجیں گے جو آپ کو چوٹی سے گھسیٹ کر میرے پاس لے آئے گا، اس پر بھی انھوں نے آنے سے انکار کر دیا اور کہا خدا کی قسم میں تمہارے پاس اس وقت تک نہیں آؤں گی جب تک تم میرے پاس کسی ایسے شخص کو نہیں بھیجتے ہو جو مجھے چوٹی سے گھسیٹ کر تم تک لے جائے، ابونوفل کہتے ہیں کہ پھر حجاج نے کہا مجھے میرے جوتے دو، اس نے اپنے جوتے پہنے اور تیزی کے ساتھ تکبر سے چلتے ہوئے حضرت اسماءؓ کے پاس گیا اور کہا میں نے اللہ کے دشمن کے ساتھ جو کچھ کیا اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ انھوں نے کہا میرا خیال ہے کہ تم نے اس کی دنیا خراب کر دی اور اس نے تمہاری آخرت خراب کر دی، مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تم اسے ''اے ذات النطاقین کے بیٹے'' کہہ کر پکارتے تھے، خدا کی قسم میں ذات النطاقین (دو کمر بند والی) ہوں، ایک سے میں نے نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے کھانے کو سواری سے باندھا تھا اور دوسرا وہ ہے جس سے کوئی عورت مستغنی نہیں ہو سکتی، سن لو خدا کی قسم اللہ کے رسول ﷺ نے ہم سے یہ بیان کیا تھا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک جھوٹا اور ایک ہلاک کرنے والا پیدا ہو گا، جھوٹے کو

تو ہم نے دیکھ لیا اور جہاں تک ہلاک کرنے والے کا تعلق ہے تو میرا خیال ہے کہ وہ تم ہی ہو، ابونوفل کہتے ہیں کہ یہ سن کر حجاج وہاں سے اٹھ کر چلا گیا اور پھر دوبارہ لوٹ کر ان کے پاس نہیں آیا۔ (مسلم)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ غزوہ میں حضرت ام سلیمؓ اور چند انصاری خواتین کو اپنے ساتھ لے جاتے تھے، جب غزوہ ہوتا تو یہ خواتین مجاہدین کو پانی پلاتی تھیں اور زخمیوں کا علاج کرتی تھیں۔ (مسلم)

## حضرت ام ایمنؓ:

یہ نبی کریم ﷺ کی دایہ تھیں، نبی کریم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ سے ان کی شادی کی تھی، حضرت اسامہؓ ان دونوں کے بیٹے تھے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا چلئے ہم لوگ حضرت ام ایمنؓ سے مل آئیں، جس طرح کہ نبی کریم ﷺ ان سے ملنے جایا کرتے تھے، جب ہم لوگ ان کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا آپ کیوں رو رہی ہیں؟ اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اس کے نبی ﷺ کے لئے بہتر ہے، انھوں نے کہا میں اس لئے نہیں رو رہی ہوں کہ مجھے اس بات کا علم نہیں کہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اس کے نبی ﷺ کے لئے بہتر ہے، بلکہ میں تو اس لئے رو رہی ہوں کیونکہ اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا، اس طرح انھوں نے ان دونوں حضرات کو بھی رونے پر مجبور کر دیا لہذا وہ دونوں بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔ (مسلم)

## حضرت فاطمہ بنت قیسؓ:

آپ کا شمار ان مومن خواتین میں ہوتا ہے جنھوں نے سب سے پہلے ہجرت کی تھی، آپ فرماتی ہیں جب میں بیوہ ہو گئی تو جہاں مجھے بہت سارے صحابہ کرامؓ نے شادی کے پیغامات دیئے وہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بھی مجھے شادی کا پیغام دیا، خود نبی کریم ﷺ نے اپنے غلام اسامہ بن زیدؓ کا پیغام میرے پاس بھیجا، میں نے یہ سن رکھا تھا کہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ جو کوئی مجھ سے محبت کرتا ہے اسے اسامہؓ سے بھی محبت کرنی چاہیے، جب نبی کریم ﷺ نے مجھ سے اس سلسلہ میں گفتگو کی تو میں نے کہا میرا سارا معاملہ آپ کے ہاتھ میں ہے، آپ جس سے چاہیں میری شادی کر دیں......اس طرح میں نے اسامہ بن زیدؓ سے شادی کر لی، لہذا اللہ تعالیٰ

نے مجھے اسامہ بن زید کے ذریعہ بہت ہی معزز ومکرم بنادیا...... اور بہت سارے خیر سے نوازا، میں ان پر بہت رشک کرتی ہوں۔

شعبی کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کے پاس گئے تو انھوں نے ہمیں ابن طاب کی کھجوریں کھلائیں اور جو کا ستو پلایا، پھر میں نے ان سے پوچھا کہ جس عورت کو تین طلاق دے دی گئی ہو وہ کہاں عدت گذارے گی؟ انھوں نے کہا مجھے میرے شوہر نے تین طلاق دے دی تو مجھے نبی کریم ﷺ نے اپنے گھر میں عدت گذارنے کی اجازت دے دی تھی۔ (مسلم)

## حضرت سبیعہ بنت الحارث الاسلمیہؓ:

آپ کا شمار ان ہجرت کرنے والی خواتین میں ہوتا ہے جنھوں نے نبی کریم ﷺ سے بیعت کی تھی، آپ حضرت سعد بن خولہؓ کی بیوی تھیں، حضرت سعد بن خولہؓ بھی مہاجر صحابی ہیں، آپ غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ خندق اور صلح حدیبیہ میں شریک تھے۔

حضرت سبیعہ بنت الحارثؓ فرماتی ہیں کہ وہ حضرت سعد بن خولہؓ کی زوجیت میں تھیں، حضرت سعدؓ کا تعلق قبیلہ بنو عامر بن لوی سے تھا، آپ غزوۂ بدر میں بھی شریک تھے، حجۃ الوداع میں ان کا انتقال ہوا، اس وقت حضرت سبیعہ حمل کی حالت میں تھیں، حضرت سعدؓ کی وفات کے کچھ ہی دنوں کے بعد حضرت سبیعہؓ کے یہاں ولادت ہوگئی، جب وہ نفاس سے پاک ہوگئیں، تو انھوں نے شادی کے لئے زیب وزینت اختیار کرنی شروع کی، ان کے پاس ابوالسنابل بن بعککؓ (جن کا تعلق قبیلہ بنو عبدالدار سے تھا) گئے، اور ان سے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ نے شادی کے پیغامات کے آنے کے لئے زیب وزینت اختیار کر رکھی ہے، کیا آپ شادی کرنا چاہتی ہیں؟ خدا کی قسم آپ اس وقت تک شادی نہیں کرسکتیں، جب تک کہ چار مہینہ اور دس دن نہیں گذر جاتے، حضرت سبیعہؓ فرماتی ہیں کہ جب ابوالسنابل نے مجھ سے ایسا کہا تو شام کے وقت میں نے اپنے کپڑے پہنے اور نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچ گئی، پھر آپ ﷺ سے اس سلسلہ میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے مجھے یہ بتایا کہ میں وضع حمل کے وقت ہی حلال ہوگئی تھی، اور آپ ﷺ نے مجھے میری مرضی کے مطابق شادی کرنے کی اجازت دے دی۔ (بخاری ومسلم)

## حضرت سعیرۃ الاسدیہ (ام زفر):

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابن عباسؓ نے کہا کیا میں تمہیں ایک جنتی عورت نہ

دکھاؤں؟ میں نے کہا کیوں نہیں۔انھوں نے کہا دیکھو یہ کالی عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی تھی اور اس نے کہا تھا اے اللہ کے رسول ﷺ مجھ پر غشی طاری ہو جاتی ہے اور میرا ستر کھل جاتا ہے،لہذا آپ ﷺ اللہ سے میرے لئے دعا فرمادیں،آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو صبر کرو اور اس کے عوض تمہیں جنت ملے گی اور اگر تم چاہو تو میں تمہاری شفایابی کے لئے اللہ سے دعا کردوں،اس نے کہا میں صبر کروں گی،پھر اس نے کہا لیکن میرا ستر کھل جاتا ہے لہذا آپ اللہ سے دعا فرمادیں کہ میرا ستر نہ کھلا کرے،لہذا نبی کریم ﷺ نے اس کے لئے دعا کردی۔(بخاری)

## دسویں دلیل: تمام خاص وعام میدانوں میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا عورتوں سے بغیر حجاب کے ملنا:

### فرض نماز:

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ فرماتی ہیں......جب میری عدت کے ایام ختم ہو گئے،تو میں نے نبی کریم ﷺ کے منادی کو مسجد میں جمع ہونے کی آواز لگاتے ہوئے سنا،لہذا میں بھی مسجد گئی اور میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی،میں عورتوں کی اس صف میں تھی جو مردوں کی صفوں کے بعد تھی......ایک روایت میں ہے: پھر لوگوں میں مسجد میں جمع ہونے کی آواز لگائی گئی،لہذا میں بھی دیگر لوگوں کے ساتھ چل پڑی،میں عورتوں کی سب سے پہلی صف میں تھی جو مردوں کی سب سے آخری صف کے بعد تھی۔(مسلم)

### نماز عیدین:

حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہم عورتوں کو عید کے دن عید گاہ جانے کا حکم دیا گیا،حتی کہ ہمیں پردہ نشیں نوخیز لڑکیوں کو بھی عید گاہ لے جانے کا حکم دیا گیا،بلکہ حائضہ خواتین کو بھی عید گاہ لے جانے کا حکم دیا گیا،البتہ حائضہ خواتین کو یہ حکم تھا کہ وہ لوگوں کے پیچھے رہیں،ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہیں اور ان کے ساتھ دعاؤں میں شریک ہوں اور اس دن کی برکت و پاکیزگی کے حصول کی امید رکھیں۔(بخاری ومسلم)

### سورج گہن کی نماز:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں......پھر ایک صبح نبی کریم ﷺ سواری پر سوار ہوئے کہ سورج کو گہن لگ گیا،لہذا نبی کریم ﷺ چاشت کے وقت واپس لوٹ آئے،آپ ﷺ اپنی بیویوں کے حجروں کے درمیان سے

گذرے (مسلم کی ایک روایت میں ہے: میں چند عورتوں کے ساتھ حجروں کے پیچھے سے مسجد میں آئی) پھر آپ ﷺ کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے اور دیگر لوگ بھی آپ ﷺ کے پیچھے نماز کے لئے کھڑے ہوگئے، آپ ﷺ نے ایک طویل قیام کیا......(بخاری ومسلم)

صحیح بخاری میں ایک باب ''صلاۃ النساء مع الرجال فی الکسوف'' ہے، اس میں حضرت اسماءؓ کی ایک حدیث منقول ہے جس میں سورج گہن کی نماز میں ان کی شرکت کا ذکر ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اس ترجمۃ الباب کے ذریعہ ان لوگوں کی تردید کی ہے جو سورج گہن کی نماز میں مردوں کے ساتھ عورت کی شرکت کو ممنوع قرار دیتے ہیں، مسلم میں وارد حضرت جابر بن عبداللہؓ کی حدیث سے بھی امام بخاری کے ترجمۃ الباب کی تائید ہوتی ہے، اس حدیث میں یہ بات ہے کہ ''پھر آپ ﷺ پیچھے ہٹے اور پیچھے کی صفیں بھی اور پیچھے ہٹیں یہاں تک کہ ہم انتہا تک پہنچ گئے''، امام مسلم کے شیخ ابوبکر کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ ہم اس انتہا تک پہنچ گئے جہاں سے عورتوں کی صفیں شروع ہوتی تھیں (یعنی ہم لوگ عورتوں کے قریب پہنچ گئے)۔

## حج:

حضرت یحییٰ بن حصینؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی دادی ام الحصینؓ کو کہتے ہوئے سنا میں حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شریک تھی، میں نے نبی کریم ﷺ کو اس وقت دیکھا جب آپ ﷺ نے جمرۃ العقبہ کو کنکریاں ماریں، پھر آپ ﷺ اپنی سواری پر واپس ہوئے، آپ ﷺ کے ساتھ حضرت بلالؓ اور حضرت اسامہؓ تھے، ان میں سے ایک آپ ﷺ کی سواری کی نکیل پکڑ کر چل رہے تھے اور دوسرے آپ ﷺ کے سر پر اپنے کپڑا سے سایہ کئے ہوئے تھے، ام الحصینؓ فرماتی ہیں کہ اس وقت آپ ﷺ نے بہت سی باتیں کہیں، پھر میں نے آپ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا اگر کسی ایسے کالے اور کان کٹے غلام کو بھی تمہارا امیر بنا دیا جائے جو کتاب وسنت کے مطابق تمہاری قیادت کرے تو تم اس کی باتیں سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ (مسلم)

## طلب علم:

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک خاتون نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول مرد حضرات آپ کی احادیث سے مکمل استفادہ کرتے ہیں، لہذا آپ اپنی طرف سے ہم عورتوں کے

لئے بھی ایک ایسا دن مقرر کر دیجئے جس دن ہم آپ ﷺ کے پاس آیا کریں اور آپ ﷺ ہمیں وہ علم سکھائیں جو اللہ نے آپ ﷺ کو سکھایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تم لوگ فلاں دن فلاں جگہ پر جمع ہو جایا کرو، لہذا اس دن متعین جگہ پر عورتیں جمع ہوئیں، نبی کریم ﷺ ان کے پاس گئے اور انھیں وہ علم سکھایا جو اللہ نے انھیں سکھایا تھا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جس عورت کے بھی تین بچے اس کی زندگی میں ہی فوت ہو جائیں تو وہ بچے اسے جہنم سے بچانے کا ذریعہ ہوں گے، وہاں پر موجود ایک عورت نے کہا، اے اللہ کے رسول اگر دو ہی بچے فوت ہوں تو؟ راوی کہتے ہیں کہ اس عورت نے یہ بات دو مرتبہ کہی تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں دو فوت ہوں تب بھی، ہاں دو فوت ہوں تب بھی، ہاں دو فوت ہوں تب بھی۔ (بخاری و مسلم)

### حسن نگہبانی:

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے آل حزم کو سانپ کے ڈسے ہوئے شخص کے رقیہ (جھاڑ پھونک) کی اجازت دی، ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے کہا کیا بات ہے مجھے میرے بھتیجے بڑے کمزور اور دبلے پتلے نظر آ رہے ہیں، کیا انھیں کسی چیز کی ضرورت ہے؟ انھوں نے کہا نہیں، بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ انھیں بہت جلدی نظر لگ جاتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا رقیہ کرو، حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ میں نے اس سلسلہ میں آپ ﷺ پر اعتراض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ان بچوں کے سلسلہ میں رقیہ کرو۔ (مسلم)

### تعریف وعزت افزائی:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ہند بن عتبہؓ آئیں اور انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے اس سرزمین پر آپ کے خیمہ والوں (متبعین) کی ذلت سے بڑھ کر کسی کی ذلت محبوب نہیں تھی، لیکن اب مجھے آپ کے خیمہ والوں (متبعین) کی عزت سے بڑھ کر کسی کی عزت محبوب نہیں.....۔ (بخاری و مسلم)

### دعا کی درخواست:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت اپنے ایک بچے کو لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ اس کے لئے اللہ سے دعا فرما دیں، (ایک روایت میں ہے: کیونکہ اس کی طبیعت خراب ہے اور مجھے اس کے سلسلہ میں اندیشہ ہے) میں تین بچوں کو دفن کر چکی ہوں؟ (یعنی

میرے تین بچے فوت ہو چکے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم اپنے تین بچے دفن کر چکی ہو؟ اس نے کہا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا تم نے جہنم سے بچنے کے لئے اپنے گرد بہت محفوظ و مضبوط حصار قائم کر لیا ہے۔ (مسلم)

## تخمینہ لگانے کا مسابقہ:

حضرت ابو حمید الساعدیؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں شریک تھے، جب وادی القریٰ آیا تو ہم نے ایک باغ میں ایک خاتون کو دیکھا، نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے کہا اندازہ لگاؤ کہ اس باغ میں کتنا پھل آئے گا، خود نبی کریم ﷺ نے دس وسق کا اندازہ لگایا، اور اس خاتون سے کہا کہ جس قدر پھل نکلے اس کو شمار کر لینا، جب ہم لوگ تبوک پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا، آج رات نہایت تیز و تند ہوا چلے گی، لہذا کوئی بھی شخص اپنی جگہ سے نہ کھڑا ہو اور جس کے پاس اونٹ ہو وہ اسے باندھ دے، لہذا ہم نے اونٹوں کو باندھ دیا، پھر بہت تیز و تند ہوا چلی، ایک شخص کھڑا ہوا تو ہوا نے اسے طی پہاڑ پر ڈال دیا۔ شہر ایلہ کے بادشاہ نے نبی کریم ﷺ کو ایک سفید خچر ہدیہ کیا اور آپ ﷺ کو چادر دی، جب آپ ﷺ (واپس) وادی القریٰ پہنچے تو آپ ﷺ نے عورت سے پوچھا اس سال تمہارے باغ میں کتنا پھل آیا؟ اس نے کہا دس وسق، نبی کریم ﷺ نے اتنا ہی اندازہ لگایا تھا۔ (بخاری و مسلم)

## مریضوں کی عیادت:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ حضرت ضباعہ بنت زبیرؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا شاید تم حج کرنے کا ارادہ رکھتی تھی؟ انھوں نے کہا خدا کی قسم مجھے تکلیف محسوس ہو رہی ہے، آپ ﷺ نے ان سے کہا تم حج کرو اور شرط لگا دو، تم یہ کہو اے اللہ میں وہاں احرام سے باہر آ جاؤں گی، جہاں آپ مجھے روک دیں گے، (وہ اس وقت حضرت مقداد بن الاسود کی زوجیت میں تھیں)۔ (بخاری و مسلم)

## کھانے کا دستر خوان:

حضرت یزید بن اصم کہتے ہیں کہ مدینہ میں ایک دولہے نے ہم لوگوں کی دعوت کی، اور ہمارے سامنے تیرہ گوہ پیش کئے، ہم میں سے کچھ لوگوں نے اسے کھایا اور کچھ لوگوں نے نہیں کھایا، دوسرے دن حضرت ابن عباسؓ سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے اس کا تذکرہ کیا، ان کے ارد گرد موجود لوگ اس پر بحث و مباحثہ کرنے

لگے حتی کہ ایک شخص نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے گوہ کے تعلق سے یہ فرمایا ہے کہ میں نہ ہی اسے کھاتا ہوں اور نہ ہی اس کے کھانے سے کسی کو روکتا ہوں اور نہ ہی اسے حرام قرار دیتا ہوں، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا تم نے نہایت غلط بات کہی، نبی کریم ﷺ کو یا تو حلال کرنے کے لئے یا حرام کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا، ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ حضرت میمونہؓ کے پاس تھے، وہاں پر فضل بن عباسؓ، خالد بن ولیدؓ بھی تھے اور ایک خاتون بھی تھیں، ان لوگوں کے سامنے دسترخوان لگایا گیا اس میں گوشت پیش کیا گیا، جب نبی کریم ﷺ نے اسے کھانے کا ارادہ کیا تو حضرت میمونہؓ نے ان سے کہا یہ گوہ کا گوشت ہے، یہ سنتے ہی آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ پیچھے کر لئے اور فرمایا میں نے گوہ کا گوشت کبھی بھی نہیں کھایا ہے، اور وہاں موجود لوگوں سے کہا آپ لوگ کھائیں، لہذا فضل بن عباسؓ، خالد بن ولیدؓ اور موجود خاتون نے وہ گوشت کھایا اور حضرت میمونہؓ نے کہا میں صرف وہی چیزیں کھاتی ہوں جو نبی کریم ﷺ کھاتے ہیں۔(مسلم)

### تیمارداری:

حضرت حفصہ بنت سیرینؒ فرماتی ہیں...... پھر ایک عورت آئیں...... اور انھوں نے بتایا کہ ان کے بہنوئی نبی کریم ﷺ کے ساتھ بارہ غزوات میں شریک تھے، ان میں سے چھ غزوات میں ان کی بہن بھی شریک تھیں، ان کی بہن کہتی ہیں کہ ہم لوگ مریضوں کی تیمارداری کیا کرتے تھے اور زخمیوں کا علاج کرتے تھے...... (بخاری)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں اس حدیث سے بہت ساری مفید باتیں معلوم ہوتی ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت اجنبی مردوں کا علاج کرسکتی ہے بشرطیکہ وہ ان کا بدن نہ چھوئے مثلاً وہ صرف دوائیں وغیرہ لانے کا کام کرے، ہاں اگر اسے مرد کے جسم کو چھونے کی مجبوراً ضرورت پڑ جائے اور کسی طرح کے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو اس کے لئے مرد کے جسم کو چھو کر اس کا علاج کرنا جائز ہے۔

### حکمرانوں سے مراجعت:

حضرت زید بن اسلمؒ کہتے ہیں کہ ان کے والد نے کہا میں حضرت عمر بن الخطابؓ کے ساتھ بازار کی طرف نکلا، راستہ میں حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا اے امیر المومنین میرے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے، میرے چھوٹے بچے ہیں، خدا کی قسم ان کے لئے پکانے کے لئے پایہ بھی نہیں ہے، ان کے پاس کھانے اور پینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے، مجھے یہ خوف ہے کہ وہ بھوک سے ہلاک نہ ہو جائیں، میں خفاف بن ایماء الغفاری کی بیٹی ہوں،

میرے والد نبی کریم ﷺ کے ساتھ حدیبیہ میں شریک تھے، یہ سن کر حضرت عمرؓ اس کے ساتھ رک گئے اور آگے نہیں بڑھے، پھر انھوں نے کہا تمہیں اتنی قریبی قرابت داری مبارک ہو، پھر وہ اپنے گھر میں بندھے ہوئے ایک مضبوط اونٹ کے پاس گئے، اس پر کھانوں سے بھرے دو تھیلے رکھے، اور ان دونوں تھیلوں کے درمیان میں اخراجات کی دوسری چیزیں اور کپڑے رکھے، پھر اس اونٹ کی نکیل اس عورت کو پکڑا دی اور کہا اسے ہنکا لے جاؤ، اس کے ختم ہونے سے پہلے اللہ کوئی دوسرا بہتر نظم کردے گا، ایک شخص نے کہا اے امیر المومنین آپ نے تو اسے بہت ہی زیادہ دے دیا، حضرت عمرؓ نے اس سے کہا تیرا بھلا ہو، میں نے اس عورت کے باپ اور بھائی کو اس حال میں دیکھا کہ انھوں نے بہت دنوں تک ایک قلعہ کا محاصرہ کر رکھا تھا، پھر ہم اس قلعہ کے اندر گھس گئے تھے اور اس کے بعد ہم نے اپنے درمیان مال غنیمت تقسیم کیا تھا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت بریرہؓ کے شوہر ایک غلام تھے جن کا نام مغیث تھا، میری نظروں کے سامنے اب بھی وہ منظر ہے کہ وہ بریرہؓ کے پیچھے روتے روتے چکر لگا رہے ہیں، ان کے آنسو ان کی داڑھی پر گر رہے ہیں، یہ صورتحال دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا اے عباسؓ کیا تمہیں اس پر تعجب نہیں ہوتا کہ مغیثؓ بریرہؓ سے کس قدر محبت کرتا ہے، جبکہ بریرہؓ مغیث سے اتنی ہی نفرت کرتی ہے؟ پھر نبی کریم ﷺ نے حضرت بریرہؓ سے کہا تم رجوع کیوں نہیں کر لیتی؟ اس پر بریرہؓ نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ ﷺ مجھے اس کا حکم دے رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں تو صرف سفارش کر رہا ہوں، انھوں نے کہا پھر مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں۔

## لعان کے دوران:

حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں مجھ سے حضرت مصعب بن زبیرؓ کے زمانہ میں متلاعنین (یعنی وہ شوہر و بیوی جو ایک دوسرے کو فحش کاری کے سلسلہ میں لعن طعن کریں) کے سلسلہ میں سوال کیا گیا تو مجھے سمجھ میں نہیں آیا کہ میں کیا جواب دوں، لہذا میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس گیا اور ان سے کہا آپ کا کیا خیال ہے کیا متلاعنین میں علیحدگی کرادی جائے گی؟ انھوں نے کہا ہاں، اس سلسلہ میں سب سے پہلے فلاں بن فلاں سے سوال کیا تھا، انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ اگر ہم میں سے کوئی اپنی بیوی کو فحش کاری کرتے ہوئے دیکھ لے تو آپ ﷺ کا کیا خیال ہے، اسے کیا کرنا چاہیے؟ کیونکہ اگر وہ اس بات کو بتاتا ہے تو یہ ایک بہت ہی سخت اور مشکل معاملہ ہے اور اگر خاموش رہتا ہے تو اس کو ایک فحش کام کے سلسلہ میں خاموشی اختیار کرنی پڑتی ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں

کہ یہ سن کر آپ ﷺ خاموش ہوگئے اور آپ ﷺ نے کچھ بھی جواب نہیں دیا، وہ شخص دوبارہ پھر آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا میں نے آپ ﷺ سے جس مشکل کے سلسلہ میں سوال کیا تھا اس سے خود میں دوچار ہوں، اس وقت اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں یہ آیات "والذین یرمون أزواجھم...." نازل فرمائیں، نبی کریم ﷺ نے اس کے سامنے ان آیات کی تلاوت کی، اس کو وعظ ونصیحت کی اور اسے بتایا کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے آسان ہے، اس پر اس شخص نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے اپنی بیوی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائی ہے، آپ ﷺ نے اس کی بیوی کو بلوایا، اس کو وعظ ونصیحت کی اور اسے بتایا کہ دنیا کا عذات آخرت کے عذاب سے آسان ہے، اس پر اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میرا شوہر جھوٹ بول رہا ہے، پھر نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے شوہر سے چار مرتبہ اللہ کو گواہ بنوا کر کہلوایا کہ وہ سچا ہے، اور پانچویں مرتبہ یہ کہلوایا کہ اگر وہ جھوٹ بول رہا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ پھر آپ ﷺ نے عورت سے چار مرتبہ اللہ کو گواہ بنوا کر کہلوایا کہ اس کا شوہر جھوٹ بول رہا ہے، اور پانچویں مرتبہ یہ کہلوایا کہ اگر اس کا شوہر سچ بول رہا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو، پھر آپ ﷺ نے ان دونوں کے درمیان علیحدگی کرادی۔ (مسلم)

سزا کا نفاذ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو، اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ کے دین کے معاملہ میں تم کو دامنگیر نہ ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو، اور ان کو سزا دیتے وقت اہل ایمان کا ایک گروہ موجود رہے"۔ (سورۂ نور: ۲)

حضرت عبداللہ بن بریدہؓ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد نے کہا پھر غامدیہ آئیں اور انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ مجھ سے زنا کا ارتکاب ہوگیا ہے، آپ مجھے پاک وصاف کردیں، لیکن نبی کریم ﷺ نے انھیں واپس کردیا، دوسرے دن پھر وہ آئیں اور انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ مجھے کیوں واپس کر رہے ہیں، شاید کہ آپ مجھے بھی اس وجہ سے واپس کررہے ہیں جس وجہ سے آپ نے ماعز کو واپس کیا ہے، خدا کی قسم میں حاملہ ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا ابھی تم چلی جاؤ اور ولادت کے بعد آنا......۔ جب ان کو ولادت ہوگئی تو وہ ایک کپڑے میں بچہ کو لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا دیکھئے مجھے ولادت ہوگئی، آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ، اسے دودھ پلاؤ، جب تم اس کا دودھ چھڑا دینا تب میرے پاس آنا، جب انھوں نے بچہ کو دودھ چھڑا دیا تو وہ نبی کریم ﷺ کے پاس اس حالت میں آئیں کہ بچہ کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا، انھوں نے کہا اے

اللہ کے رسول ﷺ میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا ہے، اب یہ کھانا کھانے لگا ہے، لہذا نبی کریم ﷺ نے بچہ کو ایک مسلمان کے حوالہ کر دیا، پھر آپ ﷺ نے غامدیہ کے لئے گڑھا کھودنے کا حکم دیا، لہذا ان کے سینہ تک گڑھا کھودا گیا، اس کے بعد آپ ﷺ نے لوگوں کو انھیں رجم کرنے کا حکم دیا، لہذا انھیں رجم کیا گیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ آگے بڑھے اور انھوں نے بھی ایک پتھر مارا جو غامدیہ کے سر پر لگا اور اس سے خون پھوٹ کر حضرت خالدؓ کے چہرہ پر اس کی چھینٹ پڑی، اس پر حضرت خالدؓ نے انھیں برا بھلا کہا، نبی کریم ﷺ نے اسے سن لیا، لہذا آپ نے کہا خالد ذرا سنبھل کر، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر چنگی والا بھی ایسی توبہ کر لیتا تو اس کی مغفرت ہو جاتی، پھر آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا، لہذا نماز جنازہ پڑھی گئی، اس کے بعد انھیں دفن کر دیا گیا۔ (مسلم)

## ازواج مطہرات کے ساتھ حجاب کے مخصوص ہونے کے سلسلہ میں فقہاء کے اقوال:

اثرم کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ سے کہا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت نبہان کی حدیث "**افعمیاوان أنتما**" ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے اور حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کی حدیث "**اعتدی عند ابن ام مکتوم**" دیگر تمام عام مومن خواتین سے متعلق ہے، اس پر انھوں نے کہا ہاں۔

جب حضرت ام سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ کے پاس عبداللہ بن ام مکتومؓ آئے تو نبی کریم ﷺ نے ان دونوں سے کہا تھا "**احتجبا منه**" نبی کریم ﷺ کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں: "یہ مسئلہ صرف ازواج مطہرات کے ساتھ خاص تھا، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ حضرت فاطمہ بنت قیسؓ نے حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کے پاس اپنی عدت کے ایام گذارے تھے؟ نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ سے فرمایا تھا کہ تم ابن ام مکتومؓ کے پاس اپنی عدت کے ایام گذارو، کیونکہ وہ ایک نابینا شخص ہیں، تم وہاں (بآسانی) اپنے کپڑے اتار سکتی ہو"۔

تفسیر طبری میں آیت کریمہ "**لا جناح علیهن فی آبائهن ولا ابنائهن ولا اخوانهن ولا ابناء اخوانهن ولا ابناء اخواتهن ولا نساء هن ولا ما ملکت ایمانهن واتقین الله، ان الله کان علی کل شی شهیداً**" کی تفسیر اس طرح کی گئی ہے کہ "اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ میں فرماتا ہے کہ ازواج مطہرات پر اپنے آباءاجداد اور بیٹوں کے سلسلہ میں کوئی حرج ومضائقہ اور گناہ نہیں ہے، پھر مفسرین کے درمیان اس سلسلہ میں اختلاف ہوا کہ آخر کس چیز کے سلسلہ میں کوئی مضائقہ وحرج نہیں ہے، لہذا بعض لوگوں نے کہا کہ (جن لوگوں کا ذکر

آیت میں آیا ہے) اگر ان کی موجودگی میں ازواج مطہرات اپنا جلباب اتار دیتی ہیں تو اس میں ان کے لئے کوئی مضائقہ نہیں...... بعض لوگوں نے کہا کہ اگر ازواج مطہرات ان لوگوں سے حجاب نہیں کرتیں تو اس میں ان کے لئے کوئی مضائقہ نہیں ہے...... ان دونوں اقوال میں سب سے زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ ازواج مطہرات کے لئے اس بات میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ ان لوگوں سے (جن کا ذکر مذکورہ بالا آیت میں آیا ہے) حجاب نہ کریں، اس مفہوم کے زیادہ صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یہ آیت آیت حجاب کے بعد آئی ہے''۔

یہ بات کہ مذکورہ بالا لوگوں سے ازواج مطہرات کے حجاب نہ کرنے کی صورت میں ان پر کوئی مضائقہ نہ ہونے والی بات ہی زیادہ درست اور صحیح ہے اس بات کی تائید کرتی ہے کہ حجاب ازواج مطہرات ہی کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ عام مومن خواتین کے سلسلہ میں تو یہ بات کہی گئی ہے کہ اگر وہ اپنے محارم کے سامنے اپنی زینت کو ظاہر کرتی ہیں تو اس میں ان پر کوئی مضائقہ نہیں ہے، لہذا اللہ تعالیٰ سورۂ نور میں فرماتا ہے: ''**ولا يبدين زينتهن الا لبعولتهن او آبائهن او آباء بعولتهن او أبنائهن او ابناء بعولتهن**'' (سورۂ نور:۱۸)

ابن قتیبہؒ فرماتے ہیں ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو حجاب کرنے کا حکم دیا تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم مردوں کو یہ حکم دیا ہے کہ ہم ان سے حجاب و پردہ سے ہی بات کریں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''**وإذا سالتموهن متاعاً فاسالوهن من وراء حجاب**''، بغیر حجاب کے ازواج مطہرات سے بینا یا نابینا دونوں کا ملنا یکساں ہی ہے، اس ملاقات کے نتیجہ میں یہ دونوں بھی گنہگار رہوں گے اور خود ازواج مطہرات بھی اس بات کی گنہگار ہوں گی کہ انھوں نے ان دونوں قسم کے لوگوں کو اپنے پاس بغیر حجاب کے آنے کی اجازت دی، حجاب کا یہ مسئلہ صرف ازواج مطہرات ہی کے ساتھ مخصوص ہے، جس طرح کہ تمام مسلمانوں کے لئے ان سے نکاح کرنے کی حرمت کا مسئلہ بھی صرف ان ہی کے ساتھ مخصوص ہے، اگر ازواج مطہرات حج یا دیگر فرائض کی ادائیگی کے لئے یا کسی اور اشد ضرورت کے تحت گھر سے نکلتی ہیں تو ان سے فرضیت حجاب ساقط ہو جاتا ہے، کیونکہ ایسی سورت میں ان کے گھر میں کوئی داخل ہونے والا نہیں ہوتا ہے کہ ان پر اس سے حجاب کرنا فرض ہو، کیونکہ وہ سفر میں نگاہوں کے سامنے ہوتی ہیں، اور حجاب کی فرضیت تو صرف اس صورت میں ہے جب وہ اپنے گھر میں ہوں۔

امام نوویؒ نے صحیح مسلم کی شرح کے دوران قاضی عیاض کا یہ قول نقل کیا ہے: ''فرضیت حجاب نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے ساتھ مخصوص ہے، لہذا حجاب ازواج مطہرات پر فرض ہے، ان کے لئے چہرہ اور ہتھیلیوں کو چھپانا بھی بالاتفاق ضروری ہے، لہذا گواہی یا کسی دوسرے کام کے لئے وہ اپنا چہرہ نہیں کھول سکتی ہیں، اسی

طرح ان کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ اپنی شخصیت (خواہ وہ کپڑوں میں چھپی ہوئی ہی کیوں نہ ہو) کو ظاہر کریں، ہاں اگر انھیں بول و براز کی ضرورت ہو تو وہ گھر سے نکل کر باہر جا سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "**واذا سالتموهن متاعا فاسالوهن من وراء حجاب**"، ازواج مطہرات جب لوگوں کے لئے بیٹھتی تھیں تو حجاب کے پیچھے بیٹھتی تھیں، اور جب گھر سے باہر نکلتیں تو اپنی شخصیتوں کو چھپا کر نکلتیں...... جب حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا تو آپ کی نعش پر قبہ بنا دیا گیا تا کہ آپ کی شخصیت چھپی رہی"۔

امام نوویؒ نے قاضی عیاض کے مذکورہ بالا قول پر کوئی تبصرہ نہیں کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کی رائے سے متفق ہیں۔

مہلبؒ فرماتے ہیں...... حجاب نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے ساتھ مخصوص ہے۔

ابن بطالؒ فرماتے ہیں ...... عام مومن خواتین پر حجاب اس طرح فرض نہیں ہے جس طرح ازواج مطہرات پر فرض ہے۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ امام ترمذیؒ نے حضرت ام سلمہؓ کے غلام نبہان کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت ام سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ کے پاس ابن ام مکتومؓ آئے تو نبی کریم ﷺ نے ان دونوں سے کہا "تم دونوں ان سے حجاب کرو"، اس پر ان دونوں نے کہا یہ تو نابینا ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم دونوں انھیں نہیں دیکھ رہی ہو؟ اگر یہ کہا جائے کہ اہل نقل کے نزدیک یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ اسے حضرت ام سلمہؓ کے غلام نبہان نے روایت کیا ہے، اور غلاموں کی روایت کردہ حدیث سے استدلال نہیں کیا جا سکتا، اور اگر اس حدیث کو صحیح مان بھی لیا جائے تو یہاں اصل مسئلہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ سختی کے ساتھ پیش آئے ہیں کیونکہ وہ بہت محترم خواتین تھیں، اسی طرح نبی کریم ﷺ نے ان ازواج مطہرات کو حجاب کا بھی سختی کے ساتھ پابند بنایا ہے جیسا کہ ابوداؤد اور دیگر ائمہ کہتے ہیں۔

## فصل سوم:

# ''سدذریعہ'' کا اصول اور اس کے نفاذ میں غلو کے اثرات

بعض حضرات کہتے ہیں کہ بہت سارے نصوص سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرد وعورت کی باہمی ملاقات جائز ہے، لیکن بہت سارے علماء سدذریعہ کے طور پر اس ملاقات کو ممنوع قرار دیتے ہیں، کیونکہ عورت کی فطرت میں بہت سے فتنے ہیں، اور فتنوں کو دور کرنا ہماری شرعی ذمہ داری ہے۔

ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ مخالفین کو اخلاقی فساد کے عام ہوجانے سے بڑی تکلیف پہنچی ہے، لیکن انھوں نے اس فساد کا اندازہ لگانے میں غلو سے کام لیا، لہذا ان پر یہ غلو غالب آ گیا، اور ان کے ذہنوں سے وہ مصالح وفوائد روپوش ہوگئے جو مرد وعورت کی ملاقات کی صورت میں حاصل ہوتے ہیں، اسی طرح ان کے ذہنوں سے وہ مشقتیں اور پریشانیاں بھی اوجھل رہیں جو اس ملاقات کے عمل میں نہ آنیکی وجہ سے سامنے آتی ہیں۔

چونکہ یہ دلیل بہت کثرت کے ساتھ دی جاتی ہے اور اس کی وجہ سے بہت سارے نصوص معطل ہوجاتے ہیں، اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ اس علیحدہ فصل میں سدذریعہ کے اصول، اس کے نفاذ میں ہونے والے غلو اور اس غلو پر مرتب ہونے والے اثرات پر گفتگو کی جائے۔

### تشریع الہی کا نہج اور سدذریعہ کے اصول میں اعتدال:

تشریع الہی کے نہج کا ہم دو رخ سے جائزہ لیں گے۔

اول: تشریع الہی کے بعض معالم۔

دوم: عہد نبوی میں تشریع الہی کے نفاذ کے بعض معالم۔

### اول: تشریع الہی کے بعض معالم:

تشریع الہی کے مقاصد اور قواعد واصول کے اندر اعتدال وتوازن پایا جاتا ہے، تشریع الہی کے مقاصد یہ

ہیں کہ مومنین خلوص کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں، دینی علوم ومسائل کو سیکھیں اور سکھائیں، دلوں کو تمام فواحش سے پاک وصاف رکھیں اور خیر کے سلسلہ میں ایک دوسرے کا تعاون کریں، ان مقاصد کے حصول کے لئے شریعت نے معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت اور مردوں سے اس کی ملاقات کو مشروع قرار دیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ شریعت نے دو قاعدوں اور اصول کو بھی تاکید کے ساتھ پیش کیا، یعنی سد ذریعہ کا اصول اور مومنین کو سہولت فراہم کرنے کا اصول، اس کی تفصیل ذیل میں ذکر کی جاتی ہے:

**اول**: اسلام نے یہ مشروع قرار دیا کہ عورت مرد کو دیکھے اور مرد عورت کو دیکھے، اسلام نے سد ذریعہ کے طور پر اسے ممنوع قرار نہیں دیا ہے، البتہ اس رویت کے کچھ آداب بیان کئے ہیں جو رویت کے دوران فتنوں کے اندیشوں کو دور کرنے کے ضامن ہیں، لہذا اس طرح مرد وعورت کا باہم ایک دوسرے کو دیکھنا پاکیزگی وعفت کے ماحول میں ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''......اور (مومن عورتیں) اپنا بناؤ سنگار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں''۔ (النور: ۳۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے نبی مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں''۔ (النور: ۳۰) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور اے نبی مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں......''۔ (النور: ۳۱)

**دوم**: اسی طرح شریعت نے عورت کے لئے یہ مشروع قرار دیا ہے کہ وہ مردوں سے ملاقات کرے اور ان سے ملے، شریعت نے سد ذریعہ کے طور پر اسے ممنوع قرار نہیں دیا ہے، البتہ اس ملاقات کے کچھ آداب بیان کئے ہیں جو ملاقات کے دوران فتنوں کے اندیشوں کو دور کرنے کے ضامن ہیں، لہذا اس طرح مرد وعورت کی باہم ایک دوسرے سے ملاقات عفت وپاکبازی کے ماحول میں ہوتی ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''کوئی بھی مرد کسی بھی اجنبی عورت سے تنہائی میں نہ ملے الا یہ کہ اس کے ساتھ کوئی محرم ہو''۔ (بخاری)

**سوم**: اسی طرح شریعت نے عورتوں کے لئے مردوں سے گفتگو کرنے کو مشروع قرار دیا ہے، اور اسے سد ذریعہ کے طور پر ممنوع نہیں کیا ہے، البتہ اس گفتگو کے لئے ایک ادب متعین کیا ہے جو فتنہ کے اندیشہ کو دور کرنے کا ضامن ہے، لہذا اس طرح مرد وعورت کے درمیان گفتگو عفت وپاکبازی کے ماحول میں ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''......دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی کا مبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے، بلکہ صاف سیدھی بات کرو''۔ (الاحزاب: ۳۲)

**چھارم**: شریعت نے عورتوں کے لئے راستوں پر چلنے کومشروع قرار دیا ہے، اسے سد ذریعہ کے طور پر ممنوع قرار نہیں دیا ہے، البتہ اس کے کچھ آداب متعین کئے ہیں، جو فتنہ کے اندیشہ کو دور کرنے کے ضامن ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''......اور سابق دور جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھائی پھرو......''۔(الاحزاب: ۳۳) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے نبی، اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں، یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں، اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے''۔ (الاحزاب:۵۹)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''......وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت انھوں نے چھپا رکھی ہو اس کا لوگوں کو علم ہو جائے......''۔(النور:۳۱)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر کوئی عورت عطر لگا کر مردوں کے پاس سے اس لئے گذرتی ہے تاکہ اس کی خوشبو ان تک پہنچ جائے تو وہ زانیہ ہے۔(نسائی)

**پنجم**: شریعت نے عورت کے لئے مسجد جانے کو مشروع قرار دیا ہے اور اسے سد ذریعہ کے طور پر ممنوع قرار نہیں دیا ہے، البتہ اس سلسلہ کے کچھ آداب متعین کردیئے ہیں تاکہ یہ کام عفت وپاکیزگی کے ماحول میں پورا ہو۔

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ فرماتی ہیں......لوگوں کے درمیان مسجد میں جمع ہونے کی آواز لگادی گئی، لہذا میں بھی لوگوں کے ساتھ (مسجد کی طرف) چل پڑی، میں مسجد میں عورتوں کی سب سے اگلی صف میں تھی جو مردوں کی سب سے پچھلی صف کے بعد تھی............۔

معلوم ہوا کہ مردوں کی صفوں کے پیچھے عورتوں کی مستقل صفیں ہوا کرتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے (عورتوں کو مخاطب کرکے) فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد آئے تو عطر نہ لگائے۔(مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو عورت بھی خوشبو لگالے وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں شریک نہ ہو۔(مسلم)

**ششم**: باندی کے ستر میں تخفیف کو مشروع قرار دیا گیا ہے (حالانکہ اس تخفیف میں فتنہ کا اندیشہ ہے) اور باندی کو سد ذریعہ کے طور پر آزاد عورت کے مساوی نہیں رکھا گیا، یہ دراصل اللہ کی طرف سے اس کے بندوں کو

سہولت فراہم کرنا ہے۔

جس طرح شریعت نے فتنہ کے ذریعہ پر روک لگانے کے سلسلہ میں اعتدال سے کام لیا ہے اور اس کے لئے بہت سے ایسے آداب متعین کئے ہیں جو معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت کے موقع پر فتنہ کے اندیشوں کو دور کرنے کے ضامن ہیں، اسی طرح شریعت کا ایک طریقہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو سہولت و آسانی فراہم کرنے کی غرض سے بہت سے فتنوں سے چشم پوشی کر لیتی ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر اور مدینہ کے درمیان میں تین دن قیام کیا جس میں آپ ﷺ نے صفیہ بنت حییؓ کے ساتھ شب زفاف منایا، مسلمانوں نے کہا......اگر آپ ﷺ ان کو حجاب میں رکھتے ہیں تب تو یہ ام المومنین ہیں اور اگر انھیں حجاب میں نہیں رکھتے ہیں تب یہ آپ کی باندی ہیں......۔ (بخاری ومسلم)

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں مذکور ہے کہ کسی شخص نے حضرت سعدؓ پر کچھ تہمت لگائی تو حضرت سعد نے کہا......اے اللہ اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے تو تو اسے طویل عمر دے اور اسے فقر و فاقہ اور فتنوں سے دوچار کر، تابعی عبدالملک بن عمیر کہتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو اس وقت دیکھا جب بڑھاپے کی وجہ سے اس کی پلکیں اس کی آنکھوں پر گرگئی تھیں، وہ شخص اس عمر میں بھی سڑکوں پر آ کر نوخیز لڑکیوں کو چھیڑا کرتا تھا۔ (بخاری)

## دوم: عہد نبوی میں تشریع الٰہی کے نفاذ کے بعض معالم:

### اول: فتنہ کے احتمالات کے باوجود عہد نبوی کی مثبت سرگرمیاں:

ہم یہاں پر بعض مثالیں ذکر کریں گے جن سے ان سرگرمیوں کی وضاحت ہوگی، اس طرح کی بے شمار مثالیں پانچویں فصل میں گذر چکی ہیں۔

### خصوصی میدان:

### سواری پر عورت کا مرد کے پیچھے سوار ہونا:

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں......پھر میری نبی کریم ﷺ سے ملاقات ہوگئی، آپ ﷺ کے ساتھ کچھ انصاری صحابہ کرامؓ بھی تھے، پھر آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور مجھے اپنے پیچھے سوار کرنے کے لئے سواری کو بٹھانے لگے............۔

فتح الباری میں تحریر ہے کہ مہلب کہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کے قافلہ میں سواری پر عورت کا مرد کے پیچھے سوار ہونا جائز ہے۔

ہم یہاں پر تھوڑی دیر ٹھہر کر غور کریں کہ نبی کریم ﷺ صحابہ کرامؓ کے ساتھ کس طرح رک گئے اور انھوں نے حضرت اسماءؓ کو آواز دی اور ان پر رحم کھاتے ہوئے ان کے سامنے یہ پیشکش رکھی کہ وہ آپ ﷺ کے پیچھے سوار ہو جائیں، اگر حضرت اسماءؓ کو حضرت زبیرؓ کی حد سے بڑھی ہوئی غیرت کا پاس وخیال نہ ہوتا تو وہ اس قدر نہ شرماتیں اور نبی کریم ﷺ کی پیشکش کو قبول کر لیتیں۔

## مرد کا اپنے دوست کی بیوی کے پاس جانا (اس طرح کہ خلوت میں ملاقات نہ ہو):

حضرت ابو جحیفہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمانؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ کے درمیان مواخات کرائی، ایک مرتبہ حضرت سلمانؓ حضرت ابوالدرداءؓ سے ملنے گئے، انھوں نے دیکھا کہ حضرت ام الدرداءؓ بہت دگرگوں حالت میں ہیں، لہذا انھوں نے ان سے پوچھا آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا آپ کے بھائی ابوالدرداءؓ کو دنیا کی کسی چیز میں کوئی دلچسپی نہیں......۔(بخاری)

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک جلیل القدر صحابی اپنے دینی بھائی کی بیوی کے پاس جاتے ہیں، وہ جب انھیں دگرگوں حالت اور معمولی کپڑوں میں دیکھتے ہیں تو ان سے اس کا سبب دریافت کرتے ہیں، اس پر وہ پوری صراحت کے ساتھ سبب بیان کر دیتی ہیں۔

## مردوں کی محفل میں عورت کا کسی نیک شخص کو اپنی ذات کی پیشکش کرنا:

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی، اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں اپنی ذات کو آپ کے حوالہ کرنے آئی ہوں، لہذا نبی کریم ﷺ نے اسے دیکھا، اس کا اوپر سے نیچے تک جائزہ لیا پھر اپنا سر جھکا لیا......۔(بخاری ومسلم)

حضرت ثابت البنانی کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے بتایا کہ ایک عورت اپنے آپ کو نبی کریم ﷺ کے حوالہ کرنے کے لئے آئی، یہ سن کر حضرت انسؓ کی بیٹی نے کہا وہ عورت کتنی بے حیا تھی......، حضرت انسؓ نے فرمایا وہ تم سے بہتر تھی، اسے نبی کریم ﷺ کی ذات میں دلچسپی پیدا ہوئی تو اس نے خود کو آپ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا......۔(بخاری)

## عمومی میدان:

### مسجد:

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراءؓ فرماتی ہیں...... بعد میں ہم عاشوراء کے دن روزہ رکھا کرتے تھے اور اپنے بچوں سے بھی روزہ رکھواتے تھے۔ (مسلم میں یہ اضافہ ہے اور ہم مسجد چلے جاتے) اور بچوں کے لئے اون کا کھلونا بنا دیتے......۔ (بخاری ومسلم)

غور فرمائیے کہ حضرت ربیعؓ کس طرح اپنی دیگر مومن بہنوں کے ساتھ مسجد میں جا کر بیٹھا کرتی تھیں اور بچوں کو کھیلنے میں لگا دیتی تھیں تا کہ وہ اپنا روزہ پورا کر سکیں۔

اس سے پہلے یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ مسلمان خاتون بارہ اغراض کے تحت مسجد نبوی کا رخ کرتی تھی، جو اس طرح ہیں: نماز کی ادائیگی (خواہ وہ نماز فرض ہو، یا نفل ہو، یا جمعہ کی ہو یا نذر کی ہو یا جنازہ کی ہو یا سورج گہن کی ہو)، اعتکاف، معتکف کی زیارت، علمی گفتگو سننا، خالی اوقات کو مومن بہنوں کے ساتھ گذارنا، اجتماع عام کی دعوت پر لبیک کہنا، تقریبات میں شرکت، مسائل وفتویٰ کی مجلس میں شرکت، زخمی کی تیمارداری، مسجد کی خدمت اور مسجد میں سونا۔

### عید منانا:

حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہم عورتوں کو عید کے دن عیدگاہ جانے کا حکم دیا جاتا تھا، حتی کہ ہمیں یہ حکم تھا کہ نوخیز لڑکیوں کو پردہ سے نکال کر لے جائیں، بلکہ حائضہ خواتین کو بھی لے جائیں، (البتہ ان خواتین کے بارے میں حکم یہ تھا کہ) وہ لوگوں کے پیچھے رہیں، ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہیں، ان کے ساتھ دعا کریں اور اس دن کی برکت اور پاکیزگی کے حصول کی امید رکھیں۔ (بخاری ومسلم)

غور فرمائیے کہ نبی کریم ﷺ نے تمام عورتوں کو عیدگاہ لے جانے پر کس قدر زور دیا ہے، حتی کہ آپ ﷺ نے ایسی نوخیز لڑکیوں کو بھی عیدگاہ لے جانے پر زور دیا جن کو عموماً لوگ عیدگاہ نہیں لے جاتے اور انھیں شادی تک بالکل پردہ میں رکھتے ہیں، بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر نبی کریم ﷺ نے حائضہ خواتین کو عیدگاہ لے جانے کا حکم دیا ہے، وہ نماز تو نہیں پڑھیں گی لیکن خیر کے حصول میں مسلمانوں کے ساتھ شریک رہیں گے۔

جہاد:

حضرت حفصہؓ کہتی ہیں......پھر ایک خاتون آئیں......انھوں نے اپنی بہن کے بارے میں بتایا اور کہا ان کے بہنوئی نبی کریم ﷺ کے ساتھ بارہ غزوات میں شریک تھے، جن میں سے چھ غزوات میں ان کی بہن بھی ان کے ساتھ شریک تھیں......۔(بخاری)

غور فرمائیے کہ کس طرح ایک عورت نے اپنے شوہر کی ہمرکابی میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ چھ غزوات میں شرکت کی، اور کس طرح انھوں نے ایک ایسا کام کیا جس میں مردوں سے ان کا اختلاط ہوتا تھا۔

معلوم ہوا کہ معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت کی مذکورہ بالا تمام شکلوں کی نبی کریم ﷺ نے تائید فرمائی ہے حالانکہ ان تمام شکلوں میں فتنوں کے احتمالات موجود ہیں، اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ ایسے احتمالات سے (جو ابھی صرف احتمالات ہی کے درجہ میں ہوں نہ کہ یقین کے درجہ میں) تجاہل برتنا ضروری ہے۔

**دوم: فتنہ کو بھڑکانے والی کسی چیز کے ظہور کے وقت نبی کریم ﷺ کا فتنہ کے ذریعہ پر روک لگانے کے سلسلہ میں محکم تدابیر اختیار کرنا:**

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا راستوں پر بیٹھنے سے اجتناب کرو، صحابہ کرامؓ نے کہا ہمارا راستوں پر بیٹھنا تو ضروری ہے، کیونکہ ہم وہاں بیٹھ کر گفتگو کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا اچھا جب تم وہاں پر بیٹھو تو راستہ کا حق ادا کرو، صحابہ کرامؓ نے پوچھا راستہ کا کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نگاہیں جھکا کر رکھنا، تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا، سلام کا جواب دینا، نیک کاموں کا حکم دینا اور برے کاموں سے روکنا۔ (بخاری و مسلم)

نبی کریم ﷺ کو یہ محسوس ہوا کہ راستہ پر مردوں کے بیٹھنے سے فتنہ کا اندیشہ ہے، کیونکہ اس صورت میں عورتوں کو تکلیف و پریشانی ہوگی اور خود مرد بھی فتنے میں مبتلا ہوں گے تو آپ ﷺ نے فتنہ کے ذریعہ پر روک لگانے کے لئے ایک ایسی تدبیر کی جو فتنہ کے اندیشہ کو ختم کرنے کی ضامن تھی، لہذا آپ ﷺ نے فرمایا: ''راستہ پر بیٹھنے سے اجتناب کرو''، لیکن جب آپ ﷺ کے سامنے یہ بات واضح ہوئی کہ اس تدبیر کی وجہ سے مردوں کو تکلیف و مشقت کا سامنا کرنا پڑے گا جس کا اظہار خود صحابہ کرام نے اس طرح کیا ''ہمارا راستوں پر بیٹھنا تو ضروری ہے، کیونکہ ہم وہاں بیٹھ کر گفتگو کرتے ہیں''، تو آپ ﷺ نے ایک دوسری تدبیر اختیار کی، آپ ﷺ نے مردوں کو راستہ پر بیٹھنے کی اجازت تو دے دی لیکن ان کو بہت سے ایسے آداب اختیار کرنے کی تلقین کی جو فتنہ کے اندیشوں

کو دور کرنے میں معاون ہوتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ مومنین کے درمیان محبت ومودت قائم و باقی رکھتے ہیں، وہ آداب یہ ہیں: نظریں جھکا کر رکھنا، تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹا دینا، سلام کا جواب دینا، نیک کام کا حکم دینا اور برے کام سے روکنا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ دس ذی الحجہ کو نبی کریم ﷺ نے فضل بن عباسؓ کو اپنی سواری پر پیچھے بٹھالیا، فضل بن عباسؓ ایک خوبصورت نوجوان تھے، نبی کریم ﷺ رک کر لوگوں کے سوالوں کے جوابات دینے لگے، قبیلہ خثعم کی ایک خوبصورت عورت بھی آ کر نبی کریم ﷺ سے کچھ پوچھنے لگی، فضل بن عباسؓ اسے دیکھنے لگے، انھیں اس کی خوبصورتی بھا گئی، نبی کریم ﷺ فضل بن عباسؓ کی طرف متوجہ ہوئے تو انھیں اس عورت کی طرف متوجہ پایا، لہذا نبی کریم ﷺ اپنا ہاتھ پیچھے لے گئے، فضل کی تھوڑی پکڑی اور ان کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا تا کہ وہ اس عورت کو نہ دیکھ سکیں۔ (بخاری ومسلم)

یہاں پر تدبیر کی دو شکلیں ہیں، اول منکر کو اپنے ہاتھ سے روکنا، دوم عورت کے چہرہ کے فتنہ کا علاج کرنا، اس کے لئے مردوں کو اپنی نگاہیں جھکا کر رکھنے کا حکم دینا چاہئے نہ کہ عورتوں کو اپنے چہروں کو ڈھانپنے کا حکم دیا جائے، غض بصر کو یقینی بنانے کے لئے اولاً تعلیم وتربیت اور وعظ ونصیحت کا سہارا لینا چاہئے اور ثانیاً معاشرہ کی نگرانی کرنی چاہیے اور معاشرہ میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا چاہیے۔

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ کئی لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ بچوں کی طرح اپنی ازاریں اپنی گردنوں پر باندھے ہوئے نماز پڑھا کرتے تھے، لہذا عورتوں سے کہا گیا کہ تم نماز میں اپنا سر سجدہ سے اس وقت تک نہ اٹھاؤ جب تک کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ نہ جائیں۔ (بخاری ومسلم)

نبی کریم ﷺ نے محسوس کیا کہ چونکہ بعض صحابہ کرامؓ کے کپڑے فقر کی وجہ سے چھوٹے ہیں لہذا سجدہ کرنے کی صورت میں قابل ستر اعضاء کے بعض حصوں کے کھل جانے کا امکان ہے، جو عورتوں کے لئے فتنہ کا سبب ہو سکتا ہے، لہذا نبی کریم ﷺ نے فتنہ سے محفوظ رہنے کے لئے یہ آسان اور حکیمانہ تدبیر اختیار کی، لیکن سد ذریعہ کے طور پر عورت کو مسجد آنے سے نہیں روکا۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ سلام پھیرتے تو سلام پھیرنے کے بعد فوراً ہی عورتیں اٹھ کر جانے لگتیں، آپ ﷺ کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑی دیر تک اپنے مصلیٰ پر ٹھہرے رہتے، ابن شہاب فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے (واللہ اعلم) کہ نبی کریم ﷺ سلام پھیرنے کے بعد کچھ دیر مصلیٰ پر اس لئے ٹھہرے

رہتے تھے تاکہ مردوں کے نکلنے سے پہلے عورتیں اپنے گھروں کو پہنچ جائیں اور راستہ میں کسی مرد کی عورت سے ملاقات نہ ہو۔(بخاری)

مذکورہ بالا حدیث سے نبی کریم ﷺ کے اس قول کی تائید ہوتی ہے:''کیا ہی اچھا ہوتا کہ ہم لوگ اس دروازہ کو عورتوں کے لئے چھوڑ دیں''۔ نبی کریم ﷺ نے یہ بات محسوس کی کہ بعض مرد حضرات نماز کے بعد فوراً ہی تیزی سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں اور اس طرح مسجد سے نکلتے وقت مردوں وعورتوں کے درمیان اختلاط ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے مرد وعورت ہر ایک کے لئے فتنہ کا اندیشہ ہے، لہذا فتنہ سے محفوظ رہنے کے لئے نبی کریم ﷺ نے یہ آسان تدبیر اختیار کی، لیکن سد ذریعہ کے طور پر عورت کو مسجد آنے سے نہیں روکا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا آج کے بعد کوئی بھی مرد کسی ایسی عورت کے پاس جس کا شوہر موجود نہ ہو صرف اسی صورت میں جائے جب اس کے ساتھ مزید ایک یا دو مرد ہوں۔(مسلم)

نبی کریم ﷺ کو یہ معلوم ہوا کہ بعض مردوں کے ایسی عورتوں کے پاس جانے کی وجہ سے جن کے شوہر موجود نہیں تھے اور ان سے تنہائی میں ملنے کی وجہ سے بعض فتنہ وفساد کے واقعات رونما ہوئے ہیں، لہذا آپ ﷺ نے حکیمانہ تدبیر اختیار کرتے ہوئے اس فتنہ وفساد کا جڑ سے ہی خاتمہ کر دیا، لیکن ایسی عورتوں کے پاس مردوں کے جانے کو جن کے شوہر موجود نہ ہوں مطلقاً ممنوع قرار نہیں دیا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جن مومن عورتوں نے آپ ﷺ کی طرف ہجرت کی تھی انھیں آپ ﷺ اس آیت کریمہ کے ذریعہ آزماتے تھے ''**يا أيها النبي إذا جاء ک المومنات يبايعنک......**'' جو مومن خاتون ان شروط کو تسلیم کر لیتی اس سے آپ ﷺ زبانی فرماتے کہ میں نے تم سے بیعت کر لی، خدا کی قسم عورتوں سے بیعت کرتے وقت کبھی بھی آپ ﷺ کا ہاتھ کسی بھی عورت کے ہاتھ سے مس نہیں ہوا......۔(بخاری ومسلم)

موطا کی ایک روایت میں حضرت امیمہ بنت رقیقہؓ سے مروی ہے......عورتوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! آیئے ہم آپ سے بیعت کریں گے، آپ ﷺ نے فرمایا میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا۔

مذکورہ بالا حدیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ کو روکے رکھا اور فرمایا''میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا''، یہ بھی فتنہ سے محفوظ رہنے کی حکیمانہ تدبیر ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے محسوس کیا کہ مصافحہ کرنے کی صورت میں عام عورتوں کا فتنہ سے محفوظ رہنا مشکل ہے، اور اس طرح عورتوں کا امام

سے بیعت کرنا اور مصافحہ کرنا عام ہو جائے گا، اس لئے آپ ﷺ نے مصافحہ کو ممنوع قرار دیا، اور ممنوع صرف مصافحہ کرنا ہی ہے، کیونکہ جب نبی کریم ﷺ نے محسوس کیا کہ حضرت ام سلیمؓ اور حضرت ام حرامؓ کسی طرح کے فتنہ میں مبتلا نہ ہوں گی تو آپ ﷺ نے ان دونوں کو اپنا بدن چھونے کی اجازت دے دی، معلوم ہوا کہ عورتوں ومردوں کے عام آداب اور بعض مردوں کے استثنائی حالات کے درمیان تمیز کرنا ضروری ہے، کیونکہ بعض مردوں وعورتوں کے درمیان قرابت داری یا قریبی تعلق یا دیگر کسی سبب کی بنیاد پر کسی طرح کے فتنہ کا اندیشہ نہیں ہوتا۔

**سوم: نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا عمومی طور پر تشدد سے منع کرنا، خصوصاً عورت کے فتنہ کے سلسلہ میں تشدد سے کام لینے سے منع کرنا:**

شارع نے فتنہ سے محفوظ رہنے اور بچنے کا بھی طریقہ بتایا ہے، اگر شارع کو یہ محسوس ہوتا کہ یہ آداب کافی نہیں ہیں تو اس نے مسلمانوں کی عزت وآبرو کی حفاظت کے لئے مزید بہت سارے آداب وضع کر دیئے ہوتے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''کیا تم لوگوں کو سعدؓ کی غیرت پر تعجب ہوتا ہے، خدا کی قسم میں ان سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے۔ (بخاری ومسلم)

ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ سے زیادہ غیرت والا کوئی بھی نہیں ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فواحش کو حرام قرار دیا ہے''۔ (بخاری ومسلم)

لیکن مختلف ادیان کے حامل لوگوں میں تشدد کا پایا جانا ایک قدیم مسئلہ ہے، اس تشدد کا ایک مظہر حضرت انسؓ سے مروی درج ذیل حدیث میں دیکھنے کو ملتا ہے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں اگر کسی یہودی عورت کو حیض آتا تو دیگر یہودی نہ ہی اس کے ساتھ کچھ کھاتے، نہ ہی اس کے کچھ پیتے اور نہ ہی گھر میں اس سے ملنا جلنا کرتے، صحابہ کرامؓ نے اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ سے پوچھا تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ''**ویسئلونک عن المحیض قل ھو أذی**....''، لہذا نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ وہ حائضہ عورت کے ساتھ کھائیں پئیں، گھروں میں ان سے ملنا جلنا کریں اوران کے ساتھ جماع کے علاوہ ہر چیز کریں۔

اس تشدد کا ایک اور مظہر حضرت ابوموسیٰؓ سے مروی درج ذیل حدیث میں دیکھنے کو ملتا ہے:

''جب بنی اسرائیل کے کسی شخص کے کپڑے میں پیشاب لگ جاتا تو وہ اسے قینچی سے کاٹ دیتا''۔ (بخاری)

نبی کریم ﷺ نے ہمیں گذشتہ لوگوں کی منحرفانہ روش کی تقلید کرنے سے منع فرمایا ہے، تشدد بھی اسی روش کا ایک جز ہے۔

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک میری امت اپنے سے پہلے کے لوگوں کی ہو بہو تقلید نہ کرنے لگے، آپ ﷺ سے کہا گیا کیا فارس اور روم کی طرح؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا ان کے علاوہ بھی کوئی ہے۔(بخاری)

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم لوگ ضرور بالضرور اپنے سے پہلے کے لوگوں کی ہو بہو تقلید کرو گے حتی کہ اگر وہ گوہ کے بل میں گھسے ہوں گے تو تم بھی اس میں گھسو گے، ہم نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا اس سے یہود ونصاریٰ مراد ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تو اور کون ہوسکتا ہے؟(بخاری)

اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں پر رحم کرتے ہوئے ایک فراخ و وسیع شریعت نازل فرمائی اور ہمیں تمام تر تشدد سے باز رہنے کی تلقین کی، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''دین آسانی کا نام ہے، جو شخص بھی سختی کے سلسلہ میں دین سے مسابقہ کرتا ہے تو دین اس پر غالب آجاتا ہے''۔(بخاری) ایک اور موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مبالغہ آمیزی کرنے والے ہلاک ہوگئے، مبالغہ آمیزی کرنے والے ہلاک ہوگئے، مبالغہ آمیزی کرنے والے ہلاک ہوگئے (مسلم)، حضرت عمر بن ابی سلمہؓ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کیا روزہ دار بوسہ لے سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے ان سے کہا کہ ان سے (یعنی حضرت ام سلمہؓ سے) پوچھ لو، لہذا حضرت ام سلمہؓ نے انھیں بتایا کہ نبی کریم ﷺ ایسا کیا کرتے ہیں، انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ نے تو آپ ﷺ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے ہیں، اس پر نبی کریم ﷺ نے ان سے کہا سن لو خدا کی قسم میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کا تقویٰ رکھنے والا اور اس سے ڈرنے والا ہوں۔(مسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس ایک سوال پوچھنے آیا، وہ دروازے کے پیچھے سے سن رہی تھیں، اس نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ ابھی میں جنابت ہی کی حالت میں ہوتا ہوں کہ صبح صادق طلوع ہوجاتی ہے تو کیا میں ایسی حالت میں روزہ رکھا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں بھی حالتِ جنابت میں ہوتا ہوں کہ صبح صادق طلوع ہوجاتی ہے اور پھر میں روزہ رکھتا ہوں، اس شخص نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہماری طرح نہیں ہیں، اللہ نے آپ ﷺ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کردیئے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم میرا خیال ہے کہ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کا تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں۔(مسلم)

صحابہ کرامؓ نے بھی نبی کریم ﷺ کے اسی طریقہ کو اختیار کیا، لہذا جن چیزوں پر نبی کریم ﷺ نے نکیر فرمائی تھی ان پر ان لوگوں نے بھی نکیر کی، اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں، جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

## چند صحابہ کرام کا ایک تابعی پر نکیر کرنا:

حضرت زرارہؒ کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن ہشام بن عامرؒ نے اللہ کی راہ میں غزوہ کرنے کا ارادہ کیا، لہذا وہ مدینہ آئے اور انھوں نے سوچا کہ مدینہ میں موجود اپنی جائیداد بیچ کر اس سے اسلحہ بنالیں اور گھوڑا خریدلیں اور روم سے جہاد کریں یہاں تک کہ اللہ انھیں شہادت سے نواز دے، جب وہ مدینہ آئے تو مدینہ کے کچھ لوگوں سے ان کی ملاقات ہوئی، ان لوگوں نے انھیں ایسا کرنے سے منع کیا، اور انھیں بتایا کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں بھی چھ لوگوں نے ایسا ارادہ کیا تھا لیکن نبی کریم ﷺ نے انھیں اس ارادہ سے روک دیا اور فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی اسوہ نہیں ہے، جب مدینہ کے لوگوں نے ان سے یہ بات بتائی تو انھوں نے اپنی بیوی سے رجوع کرلیا، کیونکہ وہ پہلے انھیں طلاق دے چکے تھے، اور اس رجوع پر چند لوگوں کو گواہ بنایا......۔ (مسلم)

## حضرت حذیفہؓ کا حضرت ابوموسیٰؓ پر نکیر کرنا:

حضرت ابووائلؒ کہتے ہیں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ پیشاب کے سلسلہ میں بہت تشدد سے کام لیتے تھے...... لہذا حضرت حذیفہؓ نے کہا کاش ابوموسیٰؓ اپنے اس تشدد سے باز آجائیں، ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ ایک قوم کے گھورے کے پاس آئے اور آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا۔ (بخاری)

## حضرت عمرؓ کا ایک آدمی پر نکیر کرنا:

محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ چند لوگوں کے درمیان تھے، وہ سب قرآن کی تلاوت کررہے تھے، اسی دوران میں حضرت عمرؓ رفع حاجت کے لئے گئے، پھر واپس آکر قرآن کی تلاوت کرنے لگے، ایک شخص نے ان سے کہا اے امیر المومنین آپ باوضو نہیں ہیں پھر بھی آپ قرآن کی تلاوت کررہے ہیں، حضرت عمرؓ نے اس سے کہا تمہیں کس نے یہ فتویٰ دیا ہے؟ کیا مسیلمہ نے؟ (مالک)

مذکور بالا مثالیں عمومی طور پر تشدد سے منع کئے جانے سے متعلق ہیں، تشدد کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ شریعت نے لوگوں کو جو سہولت فراہم کررکھی ہے اس کی مخالفت کی جائے، اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ شریعت نے جو چیز جائز

قرار دی ہے اسے ممنوع قرار دیا جائے یا شریعت نے جو چیز واجب قرار نہیں دی ہے اسے واجب قرار دیا جائے، اب ہم ذیل میں نبی کریم ﷺ، صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے ایسے مواقف کا ذکر کریں گے جن میں انھوں نے خصوصی طور پر عورت کے فتنہ کے ذریعہ پر روک لگانے میں تشدد کے اختیار کرنے پر نکیر کی ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کو رات میں مسجد جانے سے نہ روکو، یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ایک بیٹے نے کہا ہم عورتوں کو رات میں مسجد نہیں جانے دے سکتے کہ وہ اسے دھوکہ دینے کا ذریعہ بنالیں، اس پر عبداللہ بن عمرؓ نے انھیں ڈانٹا، (ایک روایت میں ہے: اس پر انھوں نے اپنے بیٹے کو بہت ہی سخت طریقہ سے ڈانٹا، میں نے ان کو اس طرح ڈانٹتے ہوئے کبھی نہیں سنا تھا) اور کہا میں یہ کہہ رہا ہوں کہ نبی کریم ﷺ نے ایسا فرمایا ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ ہم انھیں جانے نہیں دے سکتے۔ (مسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ شاید بیٹے نے یہ بات اس لئے کہی تھی کیونکہ وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ ان کے زمانہ کی عورتوں میں فتنہ وفساد بہت عام ہو گیا تھا، لہذا ان کی غیرت نے ان کو یہ کہنے پر آمادہ کر دیا...... حضرت عبداللہ کے اپنے بیٹے پر نکیر کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو شخص احادیث پر اپنی رائے کے ذریعہ سے اعتراض کرے، اس کی اصلاح وفہمائش نہایت ضروری ہے۔

حضرت ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھے عطاء نے بتایا کہ انھوں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ عید الفطر کے دن نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے، آپ ﷺ نے سب سے پہلے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا، جب آپ ﷺ خطبہ سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ منبر سے نیچے اترے اور عورتوں کے پاس گئے اور انھیں تذکیر کی...... میں نے عطاء سے کہا کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ عورتوں کو تذکیر کرنا امام کا حق ہے؟ انھوں نے کہا ہاں یہ امام کا حق ہے، اور امام اسے کیوں کر نہ انجام دے؟ (بخاری ومسلم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ عیاض کا یہ کہنا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خطبہ کے دوران عورتوں کو وعظ ونصیحت کی تھی (یعنی آپ ﷺ نے الگ سے خصوصی طور پر عورتوں کو وعظ ونصیحت نہیں کی تھی)، یہ واقعہ اسلام کے ابتدائی زمانہ (یعنی فرضیت حجاب سے قبل) کا ہے، اور یہ صرف نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص تھا (کیونکہ آپ ﷺ تمام فتنوں سے محفوظ ومعصوم تھے)، امام نوویؒ اس کے جواب میں مذکورہ بالا صریح روایت پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو خطبہ کے بعد وعظ ونصیحت کی ہے، اس کی دلیل یہ الفاظ ہیں ''جب آپ ﷺ خطبہ سے فارغ ہو گئے تو منبر سے نیچے اترے اور عورتوں کے پاس گئے اور انھیں تذکیر کی''، اور یہ بات معلوم

ومعروف ہے کہ خصوصیت احتمال سے ثابت نہیں ہوا کرتی......حضرت عطاء کے یہ کہنے سے کہ ''یہ امام کا حق ہے'' معلوم ہوتا ہے کہ ان کی رائے یہی ہے۔

حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں کہ ہم عیدین میں اپنی نوخیز لڑکیوں کو عیدگاہ نہیں جانے دیا کرتے تھے، (ایک مرتبہ) ایک خاتون آئیں اور وہ بنو خلف کے محل میں ٹھہریں، انھوں نے اپنی بہن کے بارے میں بتایا......انھوں نے کہا......پھر میری بہن نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا اگر ہم میں سے کسی کے پاس جلباب نہ ہو اور وہ عیدگاہ کی طرف نہ جائے تو کیا اس سلسلہ میں اس پر کوئی حرج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اسے جلباب پہن کر خیر و برکات اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہونا چاہیے، جب حضرت ام عطیہؓ آئیں تو میں نے ان سے پوچھا کیا آپ نے نبی کریم ﷺ کو ایسا کہتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نوخیز اور پردہ نشیں لڑکیاں اور حائضہ خواتین بھی عیدگاہ جائیں اور خیر و برکات اور مومنوں کی دعاؤں میں شرکت کریں۔ (بخاری)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں......اس زمانہ کے لوگ غالباً نوخیز لڑکیوں کو اس لئے عیدین میں عیدگاہ جانے نہیں دیتے تھے کیونکہ عصر اول کے بعد کے زمانہ میں بہت سی خرابیاں عام ہوگئی تھیں، لیکن صحابہ کرامؓ نوخیز لڑکیوں کو عیدگاہ جانے سے منع کرنے کے حامی نہیں تھے بلکہ انھوں نے اس سلسلہ میں وہی حکم باقی رکھا جو نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں تھا۔

ابن جریج کہتے ہیں کہ ہم سے عطاء نے بتایا کہ جب ابن ہشام نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے روکا تو انھوں نے کہا کہ ابن ہشام کس طرح عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے روک سکتے ہیں، جبکہ ازواج مطہراتؓ مردوں کے ساتھ طواف کیا کرتی تھیں؟ (بخاری)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں...... چونکہ ابن ہشام نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے مطلقاً منع کر دیا تھا اس لئے عطاء نے ان پر نکیر کی اور حضرت عائشہؓ کے عمل کو بطور دلیل پیش کیا۔

## سد ذریعہ کے اصول کے سلسلہ میں شریعت کے معتدل رویہ کی اہم دلالتیں

### سد ذریعہ کے اصول میں اعتدال اور بندوں کو سہولت فراہم کرنے کی اہمیت پر اس کی دلالت :

بندوں کو سہولت فراہم کرنا شریعت کا ایک اہم ترین اصول ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''......اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا......''۔ سورۂ بقرہ: ۱۸۵)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''......اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی، قائم ہو جاؤ اپنے باپ ابراہیم کی ملت پر......''۔ (سورۂ حج: ۷۸)، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''نرمی سے کام لو، سختی نہ کرو''، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب بھی دو مسئلوں کے بیچ نبی کریم ﷺ کو انتخاب کا اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ ان میں سے آسان کا انتخاب فرماتے۔

فقہی قاعدہ کے مطابق مشقت سہولت کا سبب بنتی ہے، مباح کے دائرہ میں وسعت کرنا لوگوں کو ہر معاملہ میں سہولت فراہم کرنے کے مترادف ہے اور اس کے برعکس اگر مباح کے دائرہ کو تنگ کیا جائے تو لوگوں کو مشقت و پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اگر سد ذریعہ کے اصول میں اعتدال کی راہ اپنائی جائے تو اس سے مباح کا دائرہ وسیع ہوتا ہے اور شاذ و نادر ہی تنگ ہوتا ہے، اور اس طرح بندوں کو وہ سہولت فراہم ہوتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مشروع قرار دیا ہے، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ جب کبھی بھی سد ذریعہ کے سلسلہ میں غلو سے کام لیا جاتا ہے تو اس سے مباح کا دائرہ نہایت تنگ ہو جاتا ہے، اور بہت سے مباح امور حرام قرار پا جاتے ہیں حالانکہ انھیں شارع نے حلال قرار دیا ہوتا ہے۔

## سد ذریعہ کے اصول میں اعتدال اور اس کی اس بات پر دلالت کہ اصل بات مسلمان کی براءت ہے:

مسلمان کی براءت سے مراد اس کی فطرت کی استقامت و درستگی ہے، اسی استقامت و درستگی کی بنیاد پر مومنین کو شرعی اوامر کا مکلّف کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا، پھر اسے الٹ پھیر کر ہم نے سب نیچوں سے نیچ کر دیا، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ ان کے لئے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے''۔ (سورۂ تین: ۴-۶)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''انسان تھڑدلا پیدا کیا گیا ہے، جب اس پر مصیبت آتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب اسے خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے، مگر وہ لوگ (اس عیب سے بچے ہوئے ہیں) جو نماز پڑھنے والے ہیں''۔ (سورۂ معارج: ۱۹-۲۲)، لہذا جو مومنین نماز کی پابندی کرتے ہیں وہی بہترین ساخت پر قائم ہیں، فطرت کی استقامت کے اہل ہیں، اللہ کے تقویٰ کے مستحق ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں شارع کا یہ خیال ہے کہ وہ اس کے اوامر ونواہی کے پابند ہیں، چونکہ شریعت نے معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت کی متعدد شکلوں کو تسلیم کیا ہے، لہذا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شارع نے نمازیوں کی استقامت و برائت کو بھی تسلیم کیا ہے (اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نمازیوں سے کبھی بھی کوئی لغزش نہیں ہوسکتی)، شریعت نے عورت کو جہاد میں شرکت کرنے، اس

میں مجاہدین کو پانی پلانے، زخمیوں کا علاج کرنے اور مریضوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی اجازت دی ہے حالانکہ یہ ایسے کام ہیں جن کی وجہ سے فتنہ کے ابھرنے کا اندیشہ ہے، لیکن پھر بھی شریعت نے ان تمام کاموں کو مشروع قرار دیا ہے کیونکہ شارع کو مسلمان مردوں وعورتوں کی فطرت کی استقامت پر اعتماد وبھروسہ ہے، اس کے ساتھ ساتھ ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ مسلم لشکر کو عورتوں کی جانب سے ایسی خدمات کی ضرورت پیش آتی ہے۔

اسی طرح شریعت نے اس بات کو بھی تسلیم کیا ہے بلکہ اس پر لوگوں کو ابھارا ہے کہ اگر کوئی مسلمان غزوہ کرنے جاتا ہے تو اس کا دوسرا مسلمان بھائی اس کی عدم موجودگی میں اس کے گھر والوں کی دیکھ بھال کرے، حضرت زید بن خالدؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس کسی نے اپنے غازی بھائی کے گھر والوں کی اس کی عدم موجودگی میں دیکھ بھال کی تو اس شخص کا مقام بھی غازی ہی کی طرح ہے''۔ (بخاری ومسلم) اور یہ بات تو بالکل واضح وظاہر ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنے کسی غازی بھائی کے گھر والوں کی دیکھ بھال کرے گا تو لامحالہ اس کی ملاقات اس کی بیوی سے ہوگی، ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ غازی کو طویل مدت تک اپنے گھر سے دور رہنا پڑے، اور اس صورتحال میں فتنہ کا اندیشہ بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے، لیکن شریعت نے پھر بھی مرد کو ایسی عورت اور اس کے گھر کے دیکھ بھال کی صرف اجازت ہی نہیں دی بلکہ اس پر ابھارا ہے، کیونکہ جہاں ایک طرف شریعت کو مسلمان کی استقامت ومروئت پر بھروسہ واعتماد ہے وہیں دوسری طرف شریعت کو یہ بھی خیال ہے کہ غازی کی بیوی اور اہل خانہ کی ضروریات پوری کی جائیں، اور ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں میں باہمی تعاون کے جذبہ کو فروغ وتقویت حاصل ہو، چونکہ اس مسئلہ میں مسلمانوں کی فطرت کی استقامت اور ان کی مروئت پر بہت زیادہ اعتماد کیا گیا ہے لہذا اگر اس میں کوئی خیانت کرتا ہے تو اسی اعتبار سے اس کی سزا بھی بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے، غازی کے گھر والوں کے ساتھ خیانت کرنے کی خطرناکی، اس جرم کے گھناؤنے پن اور اس کی زبردست سزا کو بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ''غزوہ سے پیچھے رہ جانے والے لوگوں پر مجاہدین کی بیویوں کی حرمت ان کی ماں کی حرمت کی طرح ہے، اگر غزوہ میں نہ جانے والا کوئی شخص کسی مجاہد کے گھر والوں کی اس کی عدم موجودگی میں دیکھ بھال کرتا ہے پھر ان کے سلسلہ میں کچھ خیانت کر گذرتا ہے تو قیامت کے دن اسے روک لیا جائے گا اور جس مجاہد کے ساتھ اس نے خیانت کی تھی وہ اس کے عمل میں سے جتنا چاہے گا لے لیگا، لہذا اب تمہارا ایسے عمل کے بارے میں کیا خیال ہے؟'' (مسلم)

سد ذریعہ کے اصول میں اعتدال کی راہ کو اپنانا اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمان کی فطرت کی استقامت وبرائت پر اعتماد کیا جا رہا ہے، اور اس کے برخلاف سد ذریعہ کے اصول میں غلو سے کام لینا اس استقامت وبرائت

کی نفی کرنے اور مسلمانوں کے سلسلہ میں بدگمانی رکھنے کی دلیل ہے، گویا کہ ہم مسلمانوں کے سلسلہ میں یہ گمان رکھتے ہیں کہ وہ جس کسی عورت سے بھی ملیں گے اس کے ساتھ فسق وفجور کا رویہ اپنائیں گے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم مسلمانوں کے معاشرہ پر اعتماد کریں اور اس کے سلسلہ میں خیر ہی کا گمان رکھیں۔

واقعہ افک کے تعلق سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''جس وقت تم لوگوں نے اسے سنا تھا اسی وقت کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے آپ سے نیک گمان کیا.....''۔(سورۂ نور:۱۲)

## سد ذریعہ کے اصول میں اعتدال اور مباح کے مرتبہ ومقام پر اس کی دلالت:

فتنہ کے ذریعہ پر روک لگانے کے سلسلہ میں شارع نے جو معتدل راہ اختیار کی ہے اس سے شریعت میں مباح کے مقام کا علم ہوتا ہے، شریعت صرف واجبات اور محرمات ہی کو نہیں بیان کرتی ہے، بلکہ وہ ایک مسلمان کو مباحات کے دائرہ میں کافی وسعت دیتی ہے، لہذا شریعت کے ان تینوں دائروں (یعنی واجبات، محرمات اور مباحات) کی حفاظت کرنا اور انھیں ان کی حقیقی حالت پر برقرار رکھنا نہایت ضروری ہے۔

تمام تر واجبات ایجابی عمل ہوتے ہیں، اور ایجابی عمل انسان اور اس کی زندگی میں نئی چیزیں پیدا کرتا ہے، اس طرح تمام تر واجبات انسان اور اس کی زندگی کے لئے مفید ہیں، جس قدر خلوص نیت کے ساتھ اور احسان کی کیفیت کے ساتھ واجبات پر عمل کیا جائے گا اسی قدر وہ مفید ثابت ہوں گے، لیکن چونکہ انسانوں میں مضبوط وقوی اور کمزور ہر طرح کے انسان ہوتے ہیں، لہذا اللہ تعالیٰ نے واجبات کے تعلق سے فرمایا: ''اللہ کسی متنفس پر اس کی مقدرت سے بڑھ کر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا.....''۔(سورۂ بقرہ:۲۸۶) جہاں تک محرمات کا تعلق ہے تو یہ ایسے خبائث ہیں جو زندگی کو خراب کردیتے ہیں، لہذا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور ان کے لئے ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے.....''(سورۂ اعراف:۱۷۵)، محرمات کی تعداد نہایت ہی کم اور محدود ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''اللہ کی سرزمین پر اس کا حمی اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں''، معلوم ہوا کہ اللہ کی سرزمین پر حرام چیزیں نہایت محدود ہیں جبکہ اس کے بالمقابل اللہ کی سرزمین نہایت وسیع ہے، اگر ایک جانب واجبات سے انسان کو فائدہ پہنچتا ہے اور وہ اس سے روزانہ کچھ نئے فائدے حاصل کرتا ہے تو دوسری جانب محرمات سے اجتناب کرنے سے بھی یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اس کے نتیجہ میں دائمی طہارت وپاکیزگی حاصل ہوجاتی ہے۔

جہاں تک مباحات کا تعلق ہے تو یہ دنیوی زندگی کی پاک چیزیں ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''ان کے لئے پاک چیزیں حلال کرتا ہے.....''۔(سورۂ اعراف:۱۷۵) ساری طیبات اور پاک چیزیں حلال ہیں، اس کا

دائرہ بہت وسیع ہے، انسان کو ان طیبات کے استعمال میں بہت وسیع پیمانہ پر آزادی حاصل ہے، لہذا جس چیز کے دائرہ کو اللہ نے وسیع کیا ہے ہمیں اسے تنگ نہ کرنا چاہیے، الا یہ کہ کبھی ان طیبات کا غلط استعمال کیا جائے مثلاً شادی کے بعد جنسی لطف اندوزی طیبات میں شمار ہوتی ہے لیکن اگر زنا کیا جائے تو یہ ایک حرام عمل ہے، انگور اور کھجور کے مشروب کا شمار طیبات میں ہوتا ہے، لیکن شراب ایک حرام مشروب ہے، تجارت کے ذریعہ سے مال میں اضافہ کرنے کا شمار طیبات میں ہوتا ہے، لیکن سود کے ذریعہ مال میں اضافہ کرنا ایک حرام وممنوع عمل ہے۔

ہمیں تھوڑی دیر ٹھہر کر مندرجہ ذیل آیات پر غور کرنا چاہیے، ان ساری آیات میں حلال شی کو حرام قرار دینے کی خطرناکی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

اللہ کی طرف سے حرمت میں اضافہ ظلم کے سزا کے طور پر ہوتا ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''غرض ان یہودیوں کے اسی ظالمانہ رویہ کی بنا پر اور اس بنا پر کہ یہ بکثرت اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں اور سود لیتے ہیں جس سے انھیں منع کیا گیا تھا، اور لوگوں کے مال ناجائز طریقوں سے کھاتے ہیں، ہم نے بہت سی وہ پاک چیزیں ان پر حرام کردیں جو پہلے ان کے لئے حلال تھیں، اور جو لوگ ان میں سے کافر ہیں ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے''۔ (النساء: ۱۶۰-۱۶۱)

حلال کو حرام کرنے پر اللہ کی نکیر: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یقیناً خسارے میں پڑ گئے وہ لوگ جنھوں نے اپنی اولاد کو جہالت و نادانی کی بنا پر قتل کیا اور اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو اللہ پر افترا پردازی کر کے حرام ٹھہرالیا، یقیناً وہ بھٹک گئے اور ہرگز وہ راہ راست پانے والوں میں سے نہ تھے''۔ (سورۂ انعام: ۱۴۰) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے نبی ان سے کہو کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کردیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لئے نکالا تھا اور کس نے خدا کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کردیں، کہو یہ ساری چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی ایمان لانے والوں کے لئے ہیں، اور قیامت کے روز تو خالصتاً انہی کے لئے ہوں گی، اس طرح ہم اپنی باتیں صاف صاف یہاں بیان کرتے ہیں، ان لوگوں کے لئے جو علم رکھنے والے ہیں''۔ (سورۂ اعراف: ۳۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، جو پاک چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں، انھیں حرام نہ کرلو اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ کو زیادتی کرنے والے سخت ناپسند ہیں......''۔ (سورۂ مائدہ: ۸۷) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے نبیؐ تم کیوں اس چیز کو حرام کرتے ہو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہے؟ (کیا اس لئے کہ) تم اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہو؟ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے''۔ (سورۂ تحریم: ۱)

حلال کوحرام قرار دینا شرک کرنے کے مرادف ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یہ مشرک لوگ (تمہاری ان باتوں کے جواب میں) ضرور کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا، اور نہ ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے، ایسی ہی باتیں بنا بنا کر ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی حق کو جھٹلایا تھا، یہاں تک کہ آخر کار ہمارے عذاب کا مزا انھوں نے چکھ لیا، ان سے کہو کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے جسے ہمارے سامنے پیش کرسکو؟ تم تو محض گمان پر چل رہے ہو اور نری قیاس آرائیں کرتے ہو''۔ (سورۂ انعام: ۱۴۸)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یہ مشرکین کہتے ہیں اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادا اس کے سوا کسی کی عبادت کرتے اور نہ اس کے حکم کے بغیر کسی چیز کو حرام ٹھہراتے، ایسے ہی بہانے ان سے پہلے کے لوگ بھی بناتے رہے ہیں، تو کیا رسولوں پر صاف صاف بات پہنچا دینے کے سوا اور بھی کوئی ذمہ داری ہے؟ (سورۂ نحل: ۳۵)

حلال کو حرام قرار دینا اور حرام کو حلال قرار دینا یکساں جرم ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے نبیؐ! ان سے کہو تم لوگوں نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ جو رزق اللہ نے تمہارے لئے اتارا تھا اس میں سے تم نے خود ہی کسی کو حرام اور کسی کو حلال ٹھہرالیا، ان سے پوچھو اللہ نے تم کو اس کی اجازت دی تھی؟ یا تم اللہ پر افترا کررہے ہو؟'' (سورۂ یونس: ۵۹)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور یہ جو تمہاری زبانیں جھوٹے احکام لگایا کرتی ہیں کہ یہ چیز حلال ہے اور وہ حرام، تو اس طرح کے حکم لگا کر اللہ پر جھوٹ نہ باندھو، جو لوگ اللہ پر جھوٹے افتراء باندھتے ہیں وہ ہرگز فلاح نہیں پایا کرتے''۔ (سورۂ نحل: ۱۱۶)

حلال کو حرام قرار دینا شریعت کے لئے ایک نہایت خطرناک بات ہے، کیونکہ حلال کو حرام قرار دینا بہت سے باطل دعووں کا سبب بنتا ہے، مثلاً اللہ کا مزید تقرب حاصل کرنے اور زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنے کا دعوی، یا تقوی کا اور تمام تر شبہات سے دور رہنے کا دعویٰ اور فتنہ کے ذریعہ پر روک لگانے اور فتنہ سے محفوظ رہنے کا دعویٰ وغیرہ، اللہ کی حلال کردہ چیزوں سے اجتناب کرکے زیادہ ثواب حاصل کرنے کی خواہش کے دعوی پر نبی کریم ﷺ نے سخت نکیر کی ہے، یہ بات معروف ہے کہ جب تین صحابہ کرامؓ نے نبی کریم ﷺ کی عبادت کو اپنے لئے کم جانا اور سوچا کہ انھیں اس سے زیادہ عمل کرنا چاہیے تو نبی کریم ﷺ نے ان کی اس سوچ پر نکیر کی اور فرمایا: ''جو کوئی میرے طریقہ سے بے رغبتی برتتا ہے وہ مجھ سے نہیں ہے''۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے پاکبازی وتقویٰ اختیار کرنے کے دعوی پر بھی سخت نکیر کی اور فرمایا: ''کیا بات ہے کہ چند لوگ اس کام کے کرنے سے بچتے ہیں جو خود میں

کرتا ہوں''، اسی لئے علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ ''حلال کو ترک کر دینا تقویٰ نہیں ہے''، لیکن کبھی کبھی نبی کریم ﷺ کی اس حدیث کو سمجھنے میں لوگوں کو دشواری پیش آتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ''حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہات ہیں جن سے بہت سارے لوگ واقف نہیں ہیں، لہٰذا جو شخص مشتبہات سے بچ رہا اس نے اپنے دین اور عزت وآبرو کی حفاظت کر لی......''۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیث سے بعض لوگوں کو التباس ہو جاتا ہے لہٰذا وہ مشتبہات کے دائرہ کو اس قدر وسیع کر دیتے ہیں کہ اس میں بہت سارے مباحات بھی شامل ہو جاتے ہیں، حالانکہ اس حدیث میں یہ بات کہی گئی ہے کہ ''اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہات ہیں جن سے بہت سارے لوگ واقف نہیں ہیں''، یعنی ان مشتبہات کے حکم سے بعض لوگ یعنی علماء اچھی طرح سے واقف ہیں، معلوم ہوا کہ بسا اوقات بہت سے لوگ مشتبہات کے سلسلہ میں تذبذب کا شکار ہو جاتے ہیں، لہٰذا اس وقت ان لوگوں کو اس سے اجتناب کرنا چاہیے، لیکن ساتھ ہی ساتھ انھیں اس سلسلہ میں اہل علم سے رجوع کرنا چاہئے تا کہ اس کا حکم واضح ہو جائے اور شبہ کا ازالہ ہو جائے اور اس طرح اس کی حلت یا حرمت کا واضح طور پر علم ہو جائے۔

جہاں تک فتنہ کے ذریعہ پر روک لگانے اور فتنہ سے محفوظ رہنے کے دعویٰ کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں غلط بات یہ ہے کہ سد ذریعہ کے اصول کو صحیح طور پر نافذ کرنے کے لئے علماء اصول نے جو شرائط بیان کئے ہیں ان سے تجاوز کیا جائے، علماء اصول نے یہ شرط لگائی ہے کہ مباح کو اسی وقت حرام قرار دیا جا سکتا ہے جب کہ اس سے کسی یقینی فساد وخرابی کے وقوع پذیر ہونے کا غالب یقین ہو، لیکن بعض حضرات تو ایسے مباح کو بھی حرام قرار دے دیتے ہیں جو شاذ ونادر ہی فساد وخرابی کا سبب بنتے ہیں، اسی طرح یہ حضرات اس بات پر غور کئے بغیر کہ ان دونوں امور میں سے امر راجح کو اختیار کرنے کی صورت میں کس قدر خرابی ہوگی یا کس قدر فائدہ حاصل ہوگا فوری طور پر ہلاکت وبربادی کا دعویٰ کرنے لگتے ہیں۔

شارع نے مباح کو تمام تر زیادتیوں سے محفوظ رکھنے اور اسے مباح کے بجائے حرام یا مکروہ قرار دینے سے بچانے کے لئے اپنی تمام کوششیں صرف کر دی ہیں، کیونکہ مباح کی حفاظت کی صورت میں جہاں ایک طرف اللہ کی طرف سے عطا کردہ انسانوں کی آزادی کی حفاظت ہوتی ہے وہیں دوسری طرف یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ کی شریعت تمام تر سختیوں وزیادتیوں سے پاک ہے، اور اس طرح لوگوں کو اللہ کے دین کے اختیار کرنے کی ترغیب ملتی ہے، اس طریقہ کو اختیار کرنا اللہ کی اطاعت اور لوگوں کو اس کے دین کی طرف دعوت دینے کے مرادف ہے، اس کے

بالمقابل ہم محسوس کرتے ہیں کہ اللہ کی حلال کردہ چیزوں کوحرام قرار دینے میں غلو سے کام لینے سے جہاں ایک طرف اللہ کی طرف سے عطا کردہ انسانوں کی آزادی کو بیڑیاں لگ جاتی ہیں، وہیں دوسری طرف یہ اللہ کی شریعت کے بدنامی کا سبب بنتی ہے اور لوگوں کو اللہ کے دین سے خوفزدہ کردیتی ہے، لہٰذا اس طریقہ کو اختیار کرنا اللہ کی نافرمانی اور لوگوں کو اس کے دین سے باز رکھنے کے مرادف ہے۔

اسلام دین کو انسانوں کے تمام تر قہر وجبر اوران کی زیادتیوں سے آزاد کرانے کے لئے آیا، ایسا قہر وجبر جو عقلمندوں ودانشمندوں کو دین سے دور کردیتا ہے، اس لئے شریعت نے انسانوں کو ان بیجا بیڑیوں سے آزاد کیا جس کے زیر اثر وہ زندگی کی حلال وپاکیزہ چیزوں کو حرام قرار دیتے تھے، کیونکہ اس حرمت کے نتیجہ میں لوگ اللہ کی رحمت سے مستفید نہیں ہو پاتے اور وہ کاہنوں کے ہاتھ لگ جاتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ چیزوں کو حرام قرار دینے میں غلو سے کام لینا ایک قدیم شیطانی حربہ ہے، یہ گمراہی اور اللہ کی نافرمانی کا سبب بنتا ہے، غلو سے اجتناب کرنا اور مباح کو حرام قرار دینے سے محفوظ رکھنا ہی وہ صحیح اور سیدھا راستہ ہے جو اللہ کی اطاعت کا سبب بنتا ہے، اسی لئے شریعت نے اپنی تمام تر یہ کوشش کی کہ مباح کے سلسلہ میں چند چیزیں واجب قرار دے دی جائیں، جن میں سے چند کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں:

پہلا واجب:

اس سلسلہ میں پہلا واجب مسلمان کا یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ شریعت نے مباح کو بھی تسلیم کیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''......اوران کے لئے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے......''۔ (سورۂ اعراف: ۱۵۷)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے، اور جن چیزوں کو بیان کرنے سے اللہ تعالیٰ نے خاموشی اختیار کی ہے وہ ایسی چیزیں ہیں جن کے کرنے یا نہ کرنے کی صورت میں کوئی مواخذہ نہیں ہے''۔

بعض علماء اصول فقہ نے مباح کو ایک تکلیف شرعی خیال کیا ہے، کیونکہ اس بات پر عقیدہ رکھنا واجب ہے کہ شریعت نے مباح کو تسلیم کیا ہے، استاد ابواسحٰق الاسفرائینی نے مباح کو ایک تکلیف شرعی قرار دیا ہے کیونکہ اس کی اباحت کا عقیدہ رکھنا واجب ہے، اس سلسلہ میں امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

''اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا مباح بھی تکلیف شرعی کے تحت آتا ہے؟ تو ہم یہ جواب دیں گے کہ اگر تکلیف شرعی سے مراد ایسی چیز ہے جس میں تکلیف ومشقت ہو تو مباح میں تو ایسی کوئی بات نہیں ہوتی، اور اگر اس

سے مراد وہ معنی ومفہوم ہے جس معنی ومفہوم میں شریعت نے اسے استعمال کیا ہے تب پھر مباح تکلیف شرعی ہی ہے، اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ یہ وہ چیز ہے جو مسلمان کو یہ عقیدہ رکھنے کا مکلّف بناتی ہے کہ اس کا تعلق شریعت سے ہے وبھی درست ہے، کیونکہ یہ ایسی چیز ہے جو مسلمان کو اس عقیدہ کے رکھنے کا مکلّف بناتی ہے کہ اس کا تعلق شریعت سے ہے''۔

دوسرا واجب:

اس سلسلہ میں دوسرا واجب اپنے قول وفعل سے لوگوں کے سامنے مباح کو بیان کرنا اور اسے مکروہ یا حرام قرار دینے سے باز رکھنا ہے، محمد بن منکدر کہتے ہیں کہ حضرت جابر نے ایک مرتبہ اس طرح نماز پڑھی کہ وہ صرف ایک ازار میں تھے جسے وہ اپنی گردن پر باندھے ہوئے تھے اور انھوں نے اپنا کپڑا ایک طرف رکھ چھوڑا تھا، ایک شخص نے ان سے کہا آپ صرف ایک ازار میں نماز پڑھ رہے ہیں؟ اس پر انھوں نے کہا میں نے ایسا اس لئے کیا ہے تاکہ مجھے تم جیسا کوئی احمق دیکھ سکے، (ایک روایت میں ہے: میں نے چاہا کہ مجھے تم جیسا کوئی جاہل دیکھے) نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ہم میں سے کس کے پاس دو کپڑے ہوا کرتے تھے؟ (بخاری)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جابرؓ کے مذکورہ بالا عمل کا مقصد یہ بیان کرنا تھا کہ ایک کپڑے میں بھی نماز پڑھنا بھی جائز ہے، البتہ دو کپڑوں میں نماز پڑھنا افضل ہے، گویا کہ حضرت جابرؓ یہ کہنا چاہتے تھے کہ میں نے عمداً ایسا کیا ہے تاکہ کوئی ناواقف اس سلسلہ میں میری اقتداء کرے یا مجھ پر اعتراض کرے تو پھر میں اسے بتاؤں کہ ایک کپڑے میں بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔

نزال بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ظہر کی نماز پڑھی، پھر آپ کوفہ کے صحن میں بیٹھ گئے تاکہ لوگوں کی ضروریات کو پورا کریں، (آپ یہ کام کرتے رہے) یہاں تک کہ عصر کا وقت آ گیا، آپ کے پاس پانی لایا گیا، لہٰذا آپ نے پانی پیا، پھر اپنا چہرہ، ہاتھ، سر اور پیر دھلا، پھر آپ کھڑے ہوئے اور کھڑے کھڑے ہی وضو کا بچا ہوا پانی پیا، پھر آپ نے فرمایا کچھ لوگ کھڑے ہو کر پانی پینے کو ناپسند کرتے ہیں حالانکہ نبی کریم ﷺ نے اسی طرح کیا ہے جیسا کہ ابھی میں نے کیا......۔ (بخاری)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی مذکورہ بالا حدیث سے متعدد باتیں معلوم ہوتی ہیں، ان میں سے ایک بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ عالم کی ذمہ داری ہے کہ اگر وہ لوگوں کو کسی ایسی چیز سے اجتناب کرتے ہوئے دیکھے جس کے جواز کا اسے علم ہو تو وہ لوگوں کو اس کے جواز کے بارے میں بتائے، کیونکہ نہ بتانے کی صورت میں اس

بات کا خدشہ ہے کہ زمانہ گزرتا جائے گا اوراس کی حرمت لوگوں کے ذہن میں برقرار رہے گی، لہٰذا اگر چہ عالم سے اس سلسلہ میں کچھ بھی دریافت نہ کیا جائے پھر بھی اسے خود ہی آگے بڑھکر لوگوں کو اس کے جواز کے بارے میں بتانا چاہیے، اور اگر اس سے اس سلسلہ میں دریافت کر ہی لیا جاتا ہے تب تو لوگوں کو جواز کے بارے میں بتانا اس کے اوپر واجب ہو جاتا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ مستحب کے مستحب رہنے کے لئے ضروری ہے کہ اسے اور واجب کو قولاً وعملاً وعقیدتاً کسی بھی طرح مساوی نہ قرار دیا جائے، اگر واجب ومستحب کو قولا وفعلاً مساوی قرار دے بھی دیا جائے تو بھی عقیدتاً ان دونوں کو مساوی قرار نہیں دیا جاسکتا، ذیل میں اس کی وضاحت کی جاتی ہے:

**اول**: واجب ومستحب کو عقیدتاً مساوی قرار دینا بالاتفاق باطل ہے، کیونکہ جو چیز واجب نہیں ہے اسے واجب سمجھا ہی نہیں جاسکتا، اگر قول یا فعل ان دونوں کو مساوی قرار دینے کا سبب وذریعہ بن رہے ہوں تو ان دونوں کے درمیان تفریق کرنا واجب ہے، اور یہ کام ایسے قول سے یا ایسے فعل سے ہی ہوسکتا ہے جس کا مقصد دونوں کے درمیان تفریق کو واضح کرنا ہو، مثلاً جو چیز مستحب ہو اس پر پابندی سے عمل نہ کیا جائے۔

**دوم**: نبی کریم ﷺ کو لوگوں کا راہبر اور ان کی طرف نازل ہونے والی چیزوں کا مفسر بنا کر بھیجا گیا تھا، خود نبی کریم ﷺ کا یہ طریقہ تھا کہ آپ ﷺ واجب اور مستحب کے درمیان تفریق کو واضح کرنے کی غرض سے بہت سے مستحبات پر کبھی کبھی عمل نہیں کیا کرتے تھے۔

**سوم**: صحابہ کرامؓ نے بھی دین کے اس مسئلہ میں بڑے احتیاط سے کام لیا ہے، کیونکہ انھوں نے شریعت کے اس اہم سوال کو سمجھ لیا تھا، صحابہ کرامؓ قابل تقلید ائمہ تھے۔ لہذا انھوں نے بہت سی چیزوں پر عمل نہیں کیا اور ایسا انھوں نے علی الاعلان کیا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ان چیزوں پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے، حذیفہ بن اسیدؓ کہتے ہیں، میں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اس خوف واندیشہ سے قربانی نہیں کراتے تھے کہ کہیں لوگ اسے واجب نہ سمجھنے لگیں۔

**چھارم**: تمام ائمہ کرام نے اجمالاً اسی اصل کو اختیار کیا ہے، البتہ تفصیل میں ان کے درمیان اختلاف ہو گیا ہے، امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ نے شوال کے چھ روزوں کو مکروہ قرار دیا ہے، کیونکہ ان کے رکھنے کی صورت میں اس بات کا امکان ہے کہ ان روزوں کو رمضان کے روزوں کے ساتھ ضم کر دیا جائے، اور انھیں بھی رمضان کے روزوں کی طرح فرض سمجھا جانے لگے، علامہ قرافی کہتے ہیں کہ بعض عجمیوں نے ایسا سمجھ لیا تھا، قربانی

کے سلسلہ میں امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ یہ واجب نہیں ہے اور اس کی دلیل کے طور پر انھوں نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے فعل کو پیش کیا ہے جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے، امام مالکؒ سے اس طرح کے بہت سے اقوال منقول ہیں، عادات وعبادات میں وہ سد ذریعہ ہی کو اصل گردانتے ہیں۔

ان تمام دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر قولاً یا فعلاً مستحب وواجب کو مساوی قرار دیا جارہا ہو تو ان دونوں کے درمیان فرق کو بیان کرنا شرعاً مطلوب ہے، ہر وہ شخص جو شریعت پر عمل کرتا ہے اس سے یہ قطعی طور پر مطلوب ہے کہ وہ ان دونوں کے درمیان فرق کو قولاً وعملاً واضح کرے، جس طرح کہ ان دونوں کے درمیان عقیدتاً تفریق کرنا ضروری ہے...... مستحب کو مستحب باقی رکھنے کے لئے جس طرح یہ ضروری ہے کہ اس کو اور واجب کو فعلاً مساوی ویکساں نہ قرار دیا جائے، اسی طرح اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کو مباحات کے مساوی بھی نہ قرار دیا جائے کہ مطلقاً اس پر عمل کرنا ہی چھوڑ دیا جائے......

مباحات کو مباحات باقی رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کو مستحبات ومکروہات کے مساوی قرار نہ دیا جائے، کیونکہ اگر انھیں مستحبات قرار دے دیا جائے، اور ایک خاص کیفیت کے ساتھ ان پر مسلسل عمل کیا جائے تو یہ سمجھا جانے لگے گا کہ وہ مستحبات ہی ہیں...... اسی طرح اگر انھیں مکروہات کے مساوی قرار دے کر ان پر سرے سے عمل ہی نہ کیا جائے تو عین ممکن ہے کہ انھیں مکروہات میں شمار کیا جانے لگے...... اسی طرح مکروہات کو مکروہات کی صورت میں باقی رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ انھیں محرمات اور مباحات کے مساوی قرار نہ دیا جائے۔ کیونکہ اگر انھیں محرمات کے مساوی قرار دے کر ان پر سرے سے عمل ہی نہ کیا جائے تو انھیں بھی محرمات ہی سمجھا جانے لگے گا، اور عین ممکن ہے کہ گردش زمانہ کے ساتھ ساتھ ناواقف لوگ مکروہات کے ترک کو واجب ہی سمجھنے لگیں، یہاں پر یہ بات نہیں کہی جاسکتی کہ اس صورت میں مکروہ کا ارتکاب لازم آئے گا، حالانکہ مکروہ پر عمل کرنے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ اس صورت میں ہمارا جواب یہ ہوگا کہ مکروہات کو بیان کرنا زیادہ ضروری ہے، کبھی کبھی راجح مصلحت کے تحت کسی ایسے عمل کو کیا جاتا ہے جس سے روکا گیا ہوتا ہے۔

احکام کو التباس واشتباہ سے محفوظ رکھنے کے لئے علماء اصول نے بہت ہی اچھی باتیں کہی ہیں اور اس کے لئے بہت ہی اچھے اصول وضع کئے ہیں، علماء اصول نے مباحات کو مکروہات کے التباس سے محفوظ رکھنے کو واجب قرار دیا ہے، لہذا ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ انھیں ممنوعات کے التباس سے محفوظ رکھنا تو اور زیادہ واجب ہے، یہ بات درست ہے کہ حلال کو حرام قرار دینا ایسا ہی ہے جیسے حرام کو حلال قرار دینا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''حلال کوحرام قرار دینے والا ایسا ہی ہے جیسے حرام کو حلال قرار دینے والا''۔لیکن ان دونوں کے درمیان ایک فرق بھی ہے، وہ یہ کہ حرام کو حلال قرار دینا عموماً واضح ہوجاتا ہے، اس کے دو اسباب ہیں، اول یہ کہ شریعت الٰہی میں حرام چیزیں بہت کم ہیں، لہذا لوگ بآسانی اس سے واقف ہوجاتے ہیں، دوم یہ کہ فاسقوں کی سازش بڑی کمزور ہوتی ہے، لہذا ان کی سازش کا راز بہت جلد فاش ہوجاتا ہے اور حرام کی خرابیاں خودبخود سامنے آنے لگتی ہیں، جہاں تک حلال کو حرام قرار دینے کے مسئلہ کا تعلق ہے تو اگر چہ یہ ایک غلط عمل ہے، مگر یہ عمل بہت سے باطل دعووں کا سہارا لے کر کیا جاتا ہے اور افسوس کی بات تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ کیا جاتا ہے، جس طرح حرام کو حلال قرار دینا ایک عظیم ترین جرم اور اللہ کی حکمرانی سے بغاوت کے مرادف ہے، اسی طرح حلال کو حرام قرار دینا بھی ایک عظیم ترین جرم اور اللہ کی حکمرانی سے بغاوت کے مرادف ہے، لہذا جو شخص حرام کو حلال قرار دیتا ہے اور جو شخص حلال کو حرام قرار دیتا ہے ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، یہ دونوں کام ہی گناہ کے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جو پاک چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں انھیں حرام نہ کرلو اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ کو زیادتی کرنے والے سخت ناپسند ہیں......۔(سورۂ مائدہ:۸۷)

حرام کو حلال قرار دینے اور حلال کو حرام قرار دینے سے پاکیزہ زندگی مسخ ہوکر رہ جاتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:''اے نبی ﷺ! ان سے کہو کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کردیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لئے نکالا تھا اور کس نے خدا کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کردیں......''۔(سورۂ اعراف:۳۲)

اگر حرام کو حلال قرار دینا زندگی کی پاکیزگی وطہارت پر زیادتی کرنے کے مرادف ہے تو وہیں حلال کو حرام قرار دینا زندگی کے حسن وجمال پر زیادتی کرنے کے مرادف ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ وطاہر زندگی کو پسند کرتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ ایک خوبصورت زندگی کو پسند کرتا ہے، لیکن جہاں ایک طرف فاسقین زندگی کی پاکیزگی وطہارت کی پروانہیں کرتے، وہیں دوسری طرف متشدد حضرات زندگی کے حسن وجمال اور اس کی خوبصورتی کی پروانہیں کرتے، حالانکہ زندگی اسی وقت درست اور صحیح ہوسکتی ہے جبکہ وہ اللہ کی مرضی ورضا کے مطابق ہو اور اسی شکل میں ہو جس شکل میں اللہ اسے دیکھنا چاہتا ہے، اگر زندگی اللہ کی مرضی کے مطابق نہیں ہوتی ہے تو اس میں کجی آجاتی ہے، فاسقین وبال کا شکار ہوتے ہیں اور متشدد حضرات تنگی وسختی کا شکار ہوتے ہیں، حالانکہ علیم وحکیم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو نور کے ساتھ بھیجا تھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:''پس آج یہ رحمت ان لوگوں کا حصہ ہے جو اس پیغمبر، نبی امی ﷺ کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر انھیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے، وہ انھیں نیکی کا حکم

دیتا ہے، بدی سے روکتا ہے، ان کے لئے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے، اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے، لہذا جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کی حمایت اور نصرت کریں اور اس روشنی کی پیروی اختیار کریں جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے، وہی فلاح پانے والے ہیں''۔ (سورۂ اعراف: ۱۵۷)

اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ سے ان بندشوں کو ختم کر دیا جو بندشیں پہلے کی امتوں پر تھیں، اور انھیں ایک بہت ہی آسان شریعت سے نوازا، اللہ تعالیٰ کے اس عمل سے ایک شرعی اصول (یعنی لوگوں کو سہولت فراہم کرنا) کی تائید ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''......اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا''۔ (سورۂ بقرہ: ۱۸۵)

## سد ذریعہ کے اصول میں متاخرین کا غلو:

سد ذریعہ کے اصول کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مباح فعل پر عمل کرنے کی صورت میں کسی فتنہ یا فساد کا اندیشہ ہو تو وہ مباح مکروہ یا حرام ہو جاتا ہے، یہ اصول اپنی جگہ پر بہت صحیح اور محکم ہے، لیکن اس کا استعمال اور نفاذ کہاں اور کب کیا جانا چاہیے اس میں کافی اجتہاد اور غور و خوض کی ضرورت ہے اور اس میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے، اس اصول کے نفاذ میں بڑی لغزشیں ہوئی ہیں، جو شخص متاخرین کی فقہی کتابوں کا مطالعہ کرے گا اور اس بات کا جائزہ لے گا کہ مسلمانوں نے اس اصول کو کس طرح نافذ کیا ہے، اسے واضح طور پر نظر آئے گا کہ اس اصول کے نفاذ میں لوگوں سے بڑی لغزشیں ہوئی ہیں، یہاں تک کہ یہ اصول بہت سے احکام شرعیہ کے لئے سونتی ہوئی تلوار کے مانند ہو گیا، اس اصول نے مسلمان معاشرہ کو ایک ایسے رنگ میں رنگا جو عہد نبوی کے معاشرہ کے رنگ سے مختلف تھا، اس کی کچھ مثالیں ذیل میں نقل کی جاتی ہیں:

☆ اسلام نے عورت کو مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کرنے کی اجازت دی ہے، لیکن اسے سد ذریعہ کے طور پر اس سے روک دیا گیا۔

☆ اسلام نے عورت کو عید کی نماز میں شریک ہونے کا حکم دیا ہے، لیکن اسے سد ذریعہ کے طور پر اس سے روک دیا گیا۔

☆ اسلام نے امام کو یہ ہدایت دی ہے کہ وہ عورتوں کو الگ سے درس دے، لیکن اسے سد ذریعہ کے طور پر اس سے روک دیا گیا۔

☆ اسلام نے امام کو یہ ہدایت دی ہے کہ وہ عید کے خطبہ کے بعد عورتوں کو علاحدہ وعظ ونصیحت کرے، لیکن اسے سد ذریعہ کے طور پر اس سے روک دیا گیا۔

☆ اسلام نے لڑکے کو یہ حکم دیا کہ وہ منگنی کے وقت لڑکی کو دیکھ لے، لیکن اسے سد ذریعہ کے طور پر اس سے روک دیا گیا۔

☆ اسلام نے عورت کو حکم دیا کہ وہ ایسا علم حاصل کرے جو اس کے دین اور دنیا دونوں کے لئے مفید ہو، لیکن اسے سد ذریعہ کے طور پر اس سے روک دیا گیا ہے۔

☆ اسلام نے عورت کے لئے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو مشروع قرار دیا ہے، لیکن اسے سد ذریعہ کے طور پر اس سے روک دیا گیا۔

☆ اسلام نے عورت کو اجازت دی ہے کہ اگر اس کے خاندان میں معاشی تنگی ہو تو وہ خرید وفروخت کرسکتی ہے اور کسب معاش کے لئے کام بھی کرسکتی ہے، اسی طرح وہ اپنے نادار شوہر کے تعاون کے لئے بھی کام کرسکتی ہے، لیکن اسے سد ذریعہ کے طور پر اس سے روک دیا گیا۔

☆ اسلام نے عورت کے لئے یہ مشروع قرار دیا کہ وہ جہاد میں زخمیوں کی پٹی باندھے اور پیاسوں کو پانی پلائے، لیکن اسے سد ذریعہ کے طور پر اس سے روک دیا گیا۔

☆ اسلام نے عورت کے لئے یہ مشروع قرار دیا ہے کہ وہ اپنے گھر سے باہر اپنے چہرہ اور ہتھیلیوں کو کھول سکتی ہے، لیکن اسے سد ذریعہ کے طور پر اس سے روک دیا گیا۔

☆ اسلام نے عورت کو شرعی آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے مردوں سے ملاقات کی اجازت دی ہے، لیکن اسے سد ذریعہ کے طور پر اس سے روک دیا گیا۔

اس طرح سد ذریعہ کے اصول کے نفاذ میں غلو سے کام لینے کے نتیجہ میں عورت کی زندگی پر بہت ساری پابندیاں عائد کردی گئیں، اگر ہمارے اسلاف نے احتیاطی پہلو اختیار کیا تو ان کے پاس اس احتیاطی پہلو کے اختیار کرنے کے جواز کی کچھ وجوہات تھیں، انھوں نے اپنے زمانہ کے اعتبار سے اجتہاد کیا تھا، اب چاہے انھوں نے صحیح اجتہاد کیا ہو یا ان سے اس اجتہاد میں کچھ غلطی ہوگئی ہو بہ ہر حال کوئی بھی انسانی اجتہاد ہمیشہ باقی نہیں رہتا، اگر ایسا ہو تو یہ اجتہادات قطعی دینی احکام کی شکل اختیار کرلیں گے، اللہ تعالی اپنی مخلوقات سے اچھی طرح واقف ہے، لہذا اللہ نے ان کی زندگی اور عزت وآبرو کی حفاظت کے لئے ہمیشہ باقی رہنے والی ایک مکمل شریعت نازل کی، بالفاظ دیگر اگر ان

احتیاطی حدود وقیود کو انسان کی تخلیق اور اس کی فطرت وطبیعت سے مربوط کر دیا جائے تو یہ اللہ سے بغاوت کرنے کے مرادف ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: '' آج کے دن میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ''، اسی طرح یہ نبی کریم پر الزام عائد کرنے کے مرادف بھی ہوگا، کیونکہ آپ ﷺ کی ذات قرآن کریم کی مفسر ہے۔

ابدی احتیاطی حدود وقیود کو اختیار کرنے والے حضرات عہد نبوی کو اس سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں اور اس کی یہ دلیل دیتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا عہد خیر القرون تھا اور اس عہد کے مرد وعورت اخلاق وکردار کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے، لہذا اس عہد میں اس قسم کا کوئی اندیشہ نہیں تھا، یہ حضرات یہ بات اس لئے کہتے ہیں تاکہ انھیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی براہ راست مخالفت نہ کرنی پڑے، حالانکہ یہ حضرات بھول جاتے ہیں کہ مدینہ کے معاشرہ میں ہر ایک حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی طرح یا حضرت عائشہؓ، حضرت اسماءؓ اور حضرت ام سلیمؓ کی طرح نہیں تھا، بلکہ اس معاشرہ میں مختلف قسم کے لوگ تھے مثلاً منافقین، یہود اور وہ دیہاتی جو مختلف گاؤں سے مدینہ آ گئے تھے، اس معاشرہ میں نوجوان، بوڑھے، طاقتور، کمزور، عقلمند اور بیوقوف ہر طرح کے لوگ تھے، اس کے باوجود شریعت نے عورتوں کے تعلق سے بہت سی چیزیں واجب قرار دیں اور بہت سی چیزیں مباح قرار دیں۔

لہذا دین کے حقیقی احکام اور ایسے وقتی استثنائی حدود وقیود کے درمیان تفریق کرنا نہایت ضروری ہے جنھیں ہم زمان ومکان اور حالات کے پیش نظر اجتہاد کر کے وضع کر دیتے ہیں، یہ حدود وقیود تجربہ کے پیش نظر بدلتے رہتے ہیں، کبھی ہم کسی طرح کی کوئی قید لگاتے ہیں، پھر کچھ دنوں کے بعد ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ وہ قید تو ناقص ہے یا اس کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی تو ہم اس قید کو ختم کر دیتے ہیں، کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مباح یا مستحب یا واجب کسی فتنہ کا سبب بن جاتا ہے، یہ فتنہ کبھی تو عام ہوتا ہے اور پورے معاشرہ کو متاثر کرتا ہے، اور کبھی خاص ہوتا ہے اور صرف کسی ایک فرد یا چند افراد کو متاثر کرتا ہے، فتنہ کے عمومی ہونے کی توثیق معاشرہ کے قائدین، اہل علم اور ارباب حل وعقد کرتے ہیں جبکہ خاص فتنہ کی توثیق خود وہ شخص کرتا ہے جو اس میں مبتلا ہو یا وہ اہل علم کرتا ہے جس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے، بہر حال دونوں ہی صورتوں میں ہمیں وقتی فتنہ کا اندازہ لگانا چاہئے تاکہ مباح کو اسی فتنہ کے بقدر حرام قرار دیا جائے جس طرح کہ ہم ضرورت کے وقت صرف ضرورت کے بقدر ہی حرام کو مباح قرار دیتے ہیں۔

فتنہ کے ذریعہ پر روک لگانے کے دعوی سے بیجا حدود وقیود وضع کرنے کو زندگی کا مقابلہ کرنے سے راہ

فرار اختیار کرنے کے مرادف سمجھا جاتا ہے، جو لوگ عبادت میں غلو سے کام لیا کرتے تھے انھوں نے فتنوں کے مقابلہ سے راہِ فرار اختیار کرتے ہوئے لوگوں سے اور زندگی سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی، حالانکہ انھیں اپنی تمام تر قوت وعزیمت اور اخلاق کے ساتھ ان فتنوں کا مقابلہ کرنا چاہیے تھا، اسی طرح احتیاطی پہلو اختیار کرنے کے سلسلہ میں غلو سے کام لینے والوں نے بھی راہ فرار اختیار کی، ان کی عورتوں نے بھی یہی روش اپنائی اور زندگی کے تمام میدانوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی، اس طرح مسلم معاشرہ بہت سے خیر اور فوائد سے محروم ہو گیا، حالانکہ ہر ایک مرد وعورت کو اچھے اخلاق اور مضبوط شخصیت کا حامل ہونا چاہیے، اور اللہ کی شریعت پر پورے طور پر عمل کرنا چاہیے، تاکہ عورت کی شخصیت پروان چڑھے اور پھر وہ خاندان کے اندر اور معاشرتی سرگرمیوں کے دوران اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو پیش کرے اور مفید نتائج کو سامنے لائے۔

کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ ہم اپنی زندگی میں سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کی سنت اور طریقہ کو نافذ کریں، جس میں معتدل حدود وقیود ہیں اور جس میں حکیمانہ آداب پائے جاتے ہیں؟ اس کے بعد ہم اپنے تجربات کی روشنی میں حدود وقیود وضع کریں اور اضافی احتیاطی تدابیر اختیار کریں؟ یا یہ بہتر ہے کہ ہم پہلے مرحلہ ہی میں اپنی زندگی میں حدود وقیود وضع کریں، اور اضافی احتیاطی تدابیر اختیار کریں؟ اس دور میں بھی کچھ لوگ سد ذریعہ کے اصول کے استعمال میں زیادتی کر رہے ہیں، حالانکہ اس رویہ کی وجہ سے بہت سے مباحات معطل ہو جاتے ہیں اور وہ ناحق مکروہات ومحرمات کی شکل میں تبدیل ہو جاتے ہیں، حالانکہ ضروری یہ ہے کہ مباحات کو ایسے تشدد سے محفوظ رکھا جائے جو بسا اوقات انھیں خبائث میں شمار کرتا ہے حالانکہ شریعت کی نگاہ میں ان کا تعلق طیبات سے ہوتا ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''سن لو ہر بادشاہ کا ایک حمیٰ ہوا کرتا ہے اور اللہ کی سرزمین میں اللہ کا حمیٰ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں''۔ (بخاری ومسلم)

اللہ کے حرام کردہ دائرہ میں داخل ہونا فسق وفجور ہے، لہٰذا دانشمندی کی بات یہ ہے کہ اللہ کے حمیٰ اور حرام کردہ دائرہ کے قریب جانے سے بھی اجتناب کیا جائے، لیکن اگر کوئی شخص اللہ کے حلال کردہ وسیع دائرہ میں آزادانہ تصرف کرنے سے بھی اجتناب کرتا ہے تو یہ حماقت وبیوقوفی کی بات ہے، اگر کوئی شخص حرام میں ملوث ہو جاتا ہے تو وہ اپنے اوپر ظلم کرتا ہے لیکن اگر کوئی شخص خود اپنے اوپر اور دوسرے لوگوں پر حلال کو حرام کر دیتا ہے تو وہ خود پر بھی ظلم کرتا ہے اور دوسروں پر بھی۔

اس سلسلہ میں دو موقف پائے جاتے ہیں اور دونوں ہی غلط ہیں، ذیل میں ان کا ذکر کیا جاتا ہے:

پہلا موقف: کچھ ایسے لوگ ہیں جو مرد وعورت کی ملاقات سے متعلق تمام مباحات سے اجتناب کرتے ہیں، لہذا وہ نہ ہی عورت کو مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں، نہ ہی عورت کو عمومی مجلسوں میں یا خاص عورتوں کی مجلسوں میں عالم دین سے علمی گفتگو سننے کی اجازت دیتے ہیں، نہ ہی مرد وعورت کو ایک دوسرے کو سلام کرنے کی اجازت دیتے ہیں، نہ ہی مرد وعورت کو ایک دوسرے کو بھلائی کا کام کرنے کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی اجازت دیتے ہیں اور نہ ہی عورت کو گاڑی ڈرائیو کرنے کی اجازت دیتے ہیں، ساتھ ہی ساتھ ان حضرات کا یہ بھی کہنا ہے کہ مذکورہ بالا باتیں حرام یا مکروہ نہیں ہیں، لیکن بس وہ ان اعمال سے اجتناب کرتے ہیں اور ان کے انجام دینے کو پسند نہیں کرتے، اس موقف میں دو غلطیاں ہیں، اول یہ کہ مباح سے اجتناب کرنا غلط ہے، نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے اسے ناپسند کیا ہے، دوم یہ کہ خود اپنے آپ کو اور دوسرے لوگوں کو اشتباہ والتباس میں مبتلا کرنا غلط ہے، کیونکہ مذکورہ بالا باتوں پر عمل نہ کرنے کی صورت میں مباح کے سلسلہ میں مکروہ یا حرام کا التباس ہونے لگتا ہے، کیونکہ اگر کسی مباح پر عمل کرنے سے پرہیز کیا جائے تو زمانہ کے گذرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کو تقویت حاصل ہوتی جائے گی کہ اس مباح میں کوئی ایسی غلط چیز پائی جاتی ہے جس سے عموماً مومن اجتناب کرتا ہے، اس طرح مباح کی جو طہارت اللہ نے شریعت میں مقرر کی ہے وہ ختم ہو جائے گی، یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ علماء اصول نے احکام کے التباس کو زائل کرنے کو ضروری قرار دیا ہے۔

دوسرا موقف: کچھ لوگ ایسے ہیں جو فتنہ کے ذریعہ پر روک لگانے اور فتنہ سے محفوظ رہنے کو دلیل بناتے ہوئے مباحات کو مکروہ یا حرام قرار دیتے ہیں، اور اس بات کی وضاحت نہیں کرتے کہ یہ امور درحقیقت جائز ہیں اور چند عارضی وجوہات کے سبب ان کو وقتی طور پر مکروہ یا حرام قرار دیا گیا ہے، جب یہ عارضی وجوہات ختم ہو جائیں گے تو یہ پھر اپنی اصل کے مطابق جائز ہو جائیں گے، اس موقف کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ لوگ اللہ کے کسی حکم کے سلسلہ میں التباس کا شکار ہو جاتے ہیں، اور اللہ کی حلال کردہ چیز کو مکروہ یا حرام سمجھنے لگتے ہیں، اس میں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اگر یہ کہا جا رہا ہے کہ مباحات کو سد ذریعہ کے طور پر مکروہ یا حرام قرار دیا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کراہت یا حرمت کی بات کسی شخص کے اجتہاد پر مبنی ہے نہ کہ قرآن وسنت کے نصوص پر، لہذا جو شخص مباحات کی کراہت یا حرمت کے بارے میں بتا رہا ہو وہ ساتھ میں اس اجتہاد کو بھی بتائے اور واضح کرے کہ چند عارضی اسباب و وجوہات کے پیش نظر یہ ایک شخص کی رائے ہے اور رائے کے صحیح ہونے اور غلط ہونے دونوں کا احتمال ہوتا ہے، اسی طرح اسے یہ بات ان لوگوں کو بھی بتانی چاہئے جو ان امور سے متعلق سوال کریں، صرف ممانعت کا حکم بتا دینے ہی پر اکتفا نہ کرنا چاہیے

کیونکہ اس سے یہ محسوس ہوگا کہ یہ اللہ کا قطعی حکم ہے، مندرجہ ذیل متعدد آثار قابل غور ہیں:

علامہ ابن قیم اپنی کتاب ''اعلام الموقعین'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''بعض امور میں صحابہ کرامؓ کی بھی اپنی ایک رائے ہوا کرتی تھی، لیکن اس کے باوجود کوئی بھی صحابیؓ یہ نہیں کہتا کہ اس نے جو رائے قائم کی ہے وہ اللہ کا حکم ہے، وہ تو یہ کہا کرتا تھا کہ یہ میری رائے ہے، اگر یہ درست ہے تو محض اللہ کا فضل و احسان ہے، اور اگر غلط ہے تو اس میں میری کوتاہی کو دخل ہے، اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں، یہ بات متعدد فقہاء صحابہ سے منقول ہے مثلاً حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابن مسعودؓ، یہ حضرات دوسروں کو اپنی رائے کے اختیار کرنے پر مجبور نہیں کیا کرتے تھے، ہر ایک کی اپنی ایک رائے ہوتی تھی اور وہ خود اجتہاد کیا کرتا تھا، ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کی ایک شخص سے ملاقات ہوئی، انھوں نے کہا کیا بات ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ نے ایسا فیصلہ کیا ہے، انھوں نے کہا اگر میں ہوتا تو ایسے فیصلہ کرتا، اس شخص نے کہا سارا اختیار تو آپ کے ہاتھ میں ہے پھر آپ اپنا یہ فیصلہ کیوں نہیں سنا دیتے؟ انھوں نے کہا اگر میں کتاب اللہ یا سنت نبوی کے اختیار کرنے کا تمہیں حکم دے رہا ہوتا تو اب تک میں نے تمہیں اس کا حکم دے دیا ہوتا، لیکن میں تو تمہیں ایک رائے کے اختیار کرنے کو کہہ رہا ہوں اور رائے مشترک ہوا کرتی ہے۔ اس طرح حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ کے فیصلہ کو رد نہیں کیا''۔

علامہ ابن قیم نے یہ بھی تحریر کیا ہے: ''اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو حلال قرار دینے سے منع کیا ہے، اسی طرح جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول نے نص میں حرام قرار نہ دیا ہو اسے حرام قرار دینے سے بھی منع کیا ہے، اور ایسا کرنے والے کو اللہ پر افتراء باندھنے والا قرار دیا ہے "**ولا تقولوا لما تصف السنتكم الكذب هذا حلال وهذا حرام لتفتروا على الله الكذب**''۔

علامہ ابن عبدالبر نے "**جامع بيان العلم وفضله**'' میں تحریر کیا ہے: ''ربیعہ نے ابن شہاب سے کہا اے ابوبکر اگر تم لوگوں کے سامنے اپنی کوئی رائے پیش کرو تو ان سے بتا دو کہ یہ تمہاری رائے ہے اور اگر ان سے کوئی حدیث بیان کرو تو بتا دو کہ یہ حدیث ہے''۔ امام مالک بن انسؒ فرماتے ہیں: ''میں نے اپنے اسلاف یا اپنے زمانہ کے لوگوں میں سے کسی کو بھی کسی مسئلہ میں یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، کوئی بھی شخص یہ کہنے کی جرأت نہیں کرتا تھا، البتہ وہ لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ ہم یہ ناپسند کرتے ہیں، ہم اسے بہتر سمجھتے ہیں، ہم اس سے بچتے ہیں، ہماری یہ رائے نہیں ہے، وہ کبھی بھی حلال یا حرام نہیں کیا کرتے تھے، کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا:

''اے نبی ﷺ لوگوں سے کہو تم لوگوں نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ جو رزق اللہ نے تمہارے لئے اتارا تھا اس میں سے تم نے خود ہی کسی کو حرام اور کسی کو حلال ٹھہرالیا، ان سے پوچھو اللہ نے تم کو اس کی اجازت دی تھی؟ یا تم اللہ پر افتراء کررہے ہو؟'' (سورۂ یونس: ۵۹) لہذا حلال وہ ہے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حلال قرار دیا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے''۔

علامہ ابن عبدالبر نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے آگے تحریر کیا ہے: ''امام مالکؒ کے مذکورہ بالا قول کا مطلب یہ ہے کہ جس مسئلہ میں رائے اور استحسان کی ضرورت ہوتی ہے اس میں ہم لوگ حلال یا حرام نہیں کہا کرتے۔ واللہ اعلم۔

ہمارا اپنے غیرتمند بھائیوں سے یہ کہنا ہے کہ سد ذریعہ کو دلیل بنا کر جو بالکلیہ ممانعت کا حکم صادر کیا جاتا ہے اس میں عموماً ممنوع قرار دی جانے والی شی کے تمام تر حالات اور اس میں موجود مصالح کا جائزہ نہیں لیا جاتا، اسی طرح ممانعت کا حکم صادر کرنے کے وقت تمام لوگوں کے حالات اور ان کے مختلف تخلیقی معیار کا بھی خیال نہیں رکھا جاتا، حالانکہ شارع مباح کو طے کرنے کے وقت لوگوں کے مختلف مصالح اور ان کے مختلف حالات کی رعایت کرتا ہے، اس کے ساتھ وہ ان کے متعدد تخلیقی معیار اور نفسیاتی حالات کا بھی خیال رکھتا ہے۔

غلو سے کام لینے والے غلو کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی سیدھی اور آسان راہ سے ہٹ گئے اور انھوں نے اتنے زیادہ خود ساختہ حدود وقیود نافذ کئے اور اپنی طرف سے پابندیاں عائد کیں کہ عورت کی تمام تر سرگرمیاں (خواہ وہ مباح ہوں یا مستحب ہوں یا واجب ہوں) تنگ ہو کر رہ گئیں، اور مرد وعورت دونوں ہی کو بہت زیادہ مشقتیں اور تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسی کوئی مشقت اور پریشانی نہیں ڈالی تھی، اللہ تعالیٰ جو اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے فرماتا ہے: ''اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا''۔ (سورۂ بقرہ: ۱۸۵)

حضرت عائشہؓ نبی کریم ﷺ کے تعلق سے فرماتی ہیں کہ جب کبھی بھی نبی کریم ﷺ کو دو چیزوں میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ ان میں سے آسان کا انتخاب فرماتے بشرطیکہ اس کے انتخاب میں کوئی گناہ نہ ہو......۔ (بخاری ومسلم) ہمارے علماء کرام نے کتاب اللہ اور سنت نبوی سے یہ اصول مستنبط کیا ہے کہ مشقت آسانی وسہولت فراہم کرنے کا سبب بنتی ہے، یعنی جب کسی کام کے کرنے میں مشقت کا سامنا ہو تو شریعت اس پر عمل کرنے کے سلسلہ میں مکلّف پر اس وقت تک تخفیف کردیتی ہے جب تک کہ وہ مشقت ختم نہ ہو

جائے ،شریعت میں موجود ان ساری آسانیوں ،سہولتوں اور نرمیوں کے باوجود آخر ہم خود اپنے اوپر کیوں تنگیاں پیدا کرتے ہیں اور خود کو مشقتوں سے کیوں دوچار کرتے ہیں۔

یہاں پر دو شکلیں ہیں، اول یہ کہ مرد وعورت کی ملاقات کو ایسے وقت ممنوع قرار دیا جائے جبکہ فتنہ کا اندیشہ ہو،لیکن عام حالات میں متعدد مصالح کے حصول کی خاطر اس ملاقات کو مباح قرار دیا جائے ، اور دوسری شکل یہ ہے کہ مرد وعورت کی ملاقات کو تمام تر حالات میں سد ذریعہ کو دلیل بنا کر بالکلیہ ممنوع ہی قرار دے دیا جائے ،ان دونوں شکلوں کے درمیان بڑا فرق ہے، پہلی مشکل درست اور شریعت کے مطابق ہے، کیونکہ اس میں اصل حلت اور سنت کی حفاظت کی گئی ہے اور فتنہ کے اندیشہ کے وقت سد ذریعہ کے طور پر اسے ممنوع قرار دیا گیا ہے، لیکن دوسری شکل صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ شریعت کے مطابق نہیں ہے، اس میں ایک حلال کو مطلقاً حرام قرار دے دیا گیا ہے، اور حرمت کا یہ حکم بھی ہم نے خود اپنی طرف سے صادر کیا ہے، گویا کہ ہم نے اس سلسلہ میں شارع کے اباحت کے حکم کو منسوخ قرار دے دیا۔

بہر حال غور کرنے کی بات یہ ہے کہ کیا اس غلو کے نتیجہ میں عورت کے چہرہ کو ڈھکنے اور معاشرتی زندگی میں اسے شرکت کرنے سے روکنے میں کامیابی حاصل ہوگئی ؟ کیا اس طرح سے فتنہ کے ذریعہ پر روک لگانے اور اسے جڑ سے ختم کرنے میں کامیابی حاصل ہوگئی ؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلہ میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی اور اس سلسلہ میں نبوی طریقہ کو چھوڑ کر کامیابی حاصل بھی نہیں کی جاسکتی ہے، بلکہ اگر ہم مرد وعورت کے درمیان لوہے کی دیوار بھی چن دیں تو بھی اس کا قوی امکان ہے کہ وہ دونوں کسی نہ کسی طرح سے کوئی راہ نکال کر حرام کاری میں ضرور مبتلا ہو جائیں گے، اور اگر انھیں ایک دوسرے تک پہنچنے کا موقع نہیں مل پاتا ہے تو وہ اپنی جنس کے ساتھ ہی غلط کاری کرنے لگیں گے اور ایک دوسرے کو جنسی لطیفوں کو سنا کر محظوظ ہوں گے، آج کے معاشرہ میں ذرائع ابلاغ کے وسیع پیمانہ پر عام ہونے کے بعد تو یہ شکل بہت آسان اور عام ہوگئی ہے، میگزین اور مجلّات میں عریاں جنسی تصویریں شائع کی جاتی ہیں، فلموں میں اخلاق سوز جنسی مناظر دکھائے جاتے ہیں، اس طرح شریعت کی مخالفت کرتے ہوئے تمام تر غلو اور سختی کے اختیار کرنے کے بعد بھی فتنہ وفساد کا خاتمہ نہیں ہو سکا۔

اخیر میں ہم ایک فاضل عالم عبدالحمید بن بادیسؒ کی ایک تحریر نقل کرتے ہیں جو انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھی ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ تمہاری عورتیں تم سے مسجد جانے کی اجازت مانگیں تو انھیں مسجد جانے سے مت روکو، اس پر ان کے بیٹے بلال بن عبداللہؒ نے کہا خدا کی قسم ہم تو انھیں ضرور روکیں گے، کیونکہ (اگر ہم ایسا نہیں کرتے ہیں تو) وہ مسجد کو

دھوکہ وفریب کا ذریعہ بنالیں گی، اس پر حضرت عبداللہ اپنے بیٹے کی طرف متوجہ ہوئے اور انھیں اتنا زیادہ سخت سست کہا اور ملامت کی کہ میں نے اس سے پہلے انھیں اپنے بیٹے کو اس طرح ملامت کرتے ہوئے کبھی نہیں سنا تھا، حضرت عبداللہ نے کہا میں تمہیں نبی کریم ﷺ کا قول بتا رہا ہوں اور تم کہہ رہے ہو کہ خدا کی قسم ہم عورتوں کو مسجد جانے سے ضرور روکیں گے۔

عبدالحمید بن بادیس اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''حضرت بلال بن عبداللہؓ سے جو غلطی سرزد ہوئی تھی اس طرح کی غلطیاں اکثر ایسے ناواقف اور بدعتی لوگوں سے سرزد ہوتی رہتی ہیں جو جہالت وبدعت ہی کے ماحول میں پرورش پاتے ہیں، اسی ماحول میں جوان سے بوڑھے ہوجاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ بدعت کو سنت اور سنت کو بدعت سمجھنے لگتے ہیں، جب ایسے لوگوں کے سامنے کوئی شرعی حکم کتاب وسنت کی دلیل کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے تو وہ فوراً علی الاعلان اس کی مخالفت کرنے لگتے ہیں یا خاموش تو ہوجاتے ہیں لیکن دل میں اس سے مخالفت ہی رکھتے ہیں، حالانکہ یہ مومنوں کا شیوہ نہیں ہے، لہذا جب کبھی بھی آپ کوئی شرعی حکم، قرآنی نص یا کسی صحیح حدیث کو سنیں تو اس کی مخالفت سے باز رہیں، بلکہ اس پر اپنے دل کو راضی اور مطمئن کریں، ایسا نہ ہو کہ آپ اللہ اور اس کے رسول کے حکم اور فیصلہ پر اپنے دل میں کسی طرح کی کوئی مخالفت پوشیدہ رکھیں''۔

## سد ذریعہ کے اصول کے نفاذ میں غلو کے اسباب:

سد ذریعہ کے اصول کے نفاذ میں غلو کے اسباب کا ہمیں گہرائی وگیرائی سے مطالعہ کرنا چاہیے، ان کا باریک بینی سے تجزیہ کرنا چاہیے، اس کے لئے ہمیں اس کے تمام پہلوؤں کا ہمہ جہت علمی مطالعہ کرنا ہوگا، ہم ذیل میں صرف چند امکانی اسباب کا ذکر کریں گے، ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ہم نے تمام اسباب کا احاطہ کرلیا ہے، کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کے بندوں کے دلوں میں کیا باتیں ہیں، لیکن یہ بات پوری قطعیت کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ سد ذریعہ کے اصول کے نفاذ میں غلو پایا جاتا ہے، کیونکہ اس سلسلہ میں علماء اصول کے طے کردہ شرائط کے نفاذ سے پہلوتہی کی گئی ہے، چونکہ اس غلو کا شکار ہمارے بعض فاضل علماء کرام بھی ہیں لہذا ہم اس سلسلہ میں صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ غلطیاں ہر ایک سے سرزد ہوجایا کرتی ہیں۔

### پہلا سبب: سد ذریعہ کے اصول کے شرائط سے غفلت برتنا:

سد ذریعہ کے اصول کے تعلق سے علماء کے اقوال پہلے گذر چکے ہیں، ان اقوال سے یہ واضح ہوتا ہے کہ

کسی بھی مباح کو سد ذریعہ کے طور پر ممنوع قرار دیتے ہوئے چند شرائط کی رعایت کرنا ضروری ہے، یہ شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

۱- اکثر کوئی مباح اکثر و بیشتر (نہ کہ شاذ و نادر) فساد و فتنہ کا سبب بنتا ہو تو اسے ممنوع قرار دیا جاسکتا ہے، امام شاطبیؒ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر کوئی مباح کثرت کے ساتھ فتنہ وفساد کا سبب بنتا ہو تب بھی اسے ممنوع قرار نہیں دیا جائے گا، کیونکہ فتنہ وفساد کے واقع ہونے یا نہ واقع ہونے کا صرف احتمال ہی پایا جاتا ہے، اور کوئی بھی ایسا قرینہ نہیں پایا جاتا جس سے کسی ایک پہلو کو ترجیح حاصل ہو رہی ہو، لہذا اسے ممنوع قرار نہیں دیا جائے گا۔

۲- اگر کسی مباح کے فتنہ وفساد کے سبب بننے کا پہلو اس کے صلاح کا سبب بننے کے پہلو سے زیادہ راجح ہو تو مباح کو ممنوع قرار دیا جاسکتا ہے۔

۳- مذکورہ بالا دونوں شرطوں کی موجودگی میں جب اسے ممنوع قرار دیا جائے تو اسے حرام کے درجہ میں نہ رکھا جائے، بلکہ اسے فساد کی نوعیت کے لحاظ سے حرمت اور کراہت کے درمیان کوئی مقام دیا جائے۔

۴- اگر کوئی مباح فتنہ وفساد کا سبب تو بنتا ہے، لیکن اس کے صلاح کا پہلو اس کے فساد کے پہلو سے زیادہ راجح ہو تو ایسی صورت میں شریعت نہ صرف یہ کہ اسے مباح قرار دیتی ہے، بلکہ اس کے صلاح کے لحاظ سے اسے مستحب یا واجب قرار دیتی ہے۔

علماء اصول کے ان اقوال کے باوجود بعض متاخرین ان سے غافل ہیں، اور اس غفلت کا نتیجہ یہ ہوا کہ عورت کے فتنہ کے ذریعہ پر روک لگانے کے سلسلہ میں غلو سے کام لیا جانے لگا۔

## دوسرا سبب: عورت کے فتنہ کے مفہوم کو صحیح سے سمجھ نہ پانا:

احادیث کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شریعت نے مرد و عورت کے درمیان تمام راہوں کو بند نہیں کر دیا، بلکہ ان دونوں کے درمیان کچھ ایسی راہیں کھول رکھی ہیں جن پر چل کر وہ اس زمین کی تعمیر میں ایک دوسرے کا تعاون کر سکتے ہیں، اور ان راہوں کو باقی رکھنے کے لئے شریعت نے ہمارے لئے عورت کے چہرہ کو دیکھنے کو مشروع قرار دیا ہے، عورت کے چہرہ کو جب ایک ایسا مومن دیکھتا ہے جو نوخیزی کی عمر میں ہوتا ہے تو وہ اپنی نگاہیں جھکا لیتا ہے، صبر کرتا ہے اور کبھی کبھی وہ روزہ سے بھی کام لیتا ہے، یہاں تک کہ اسے شادی کے تمام اسباب و وسائل حاصل ہو جائیں، اور اگر اس کے چہرہ کو ایک نوجوان مومن دیکھتا ہے تو وہ اپنی نگاہیں جھکا لیتا ہے اور صبر کرتا ہے، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اسے دیکھنے کے وقت شادی کرنے اور اس کے لئے تیاری کرنے کا پختہ عزم کر لیتا ہے،

اور اگر ایک شادی شدہ مومن اس کے چہرہ کو دیکھتا ہے تو وہ بھی اپنی نگاہیں جھکا لیتا ہے اور اپنی پھر اپنی بیوی کے پاس آ کر اپنے جذبات کو تسکین فراہم کرتا ہے اور اگر کوئی کمزور مومن اس کے چہرہ کو دیکھتا ہے تو دیکھتا رہ جاتا ہے اور کبھی کبھی اس کے دل میں کچھ غلط خیالات بھی آ جاتے ہیں، اسی طرح اگر کوئی فاسق اس کے چہرہ کو دیکھتا ہے تو اسے گھورنے لگتا ہے اور کبھی کبھی کچھ فسق و فجور بھی کر گذرتا ہے، لیکن یہ بات غور کرنے کی ہے کہ کمزور مومن کے دل میں غلط خیالات کے آ جانے یا فاسق شخص کے فسق و فجور کا ارتکاب کرنے کا سبب عورت کا اپنے چہرہ کو کھلا رکھنا نہیں ہے، بلکہ اس کی وجہ کمزور کی اپنی کمزوری ہے جس کے سبب بسا اوقات وہ عورت کا چہرہ دیکھے بغیر کچھ غلط حرکتیں کر گذرتا ہے، اسی طرح فاسق کے فسق و فجور کا سبب اس کی فاسقانہ و مریضانہ ذہنیت ہے، اسی وجہ سے وہ کبھی عورت کا چہرہ دیکھے بغیر بھی فسق و فجور کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے اور غلو پسند حضرات کے عائد کردہ تمام حدود و قیود سے تجاوز کر گذرتا ہے۔

مرد و عورت کے درمیان کی ان راہوں کو تقویت بخشنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے عورت کے لئے یہ جائز قرار دیا کہ وہ معاشرتی زندگی میں شریک رہے اور مردوں سے بامقصد و سنجیدہ ملاقات کرے تاکہ زندگی سہولت و آسانی کے ساتھ گذر سکے، اگر شریعت نے ان راہوں کو بند کرنا ہی چاہا ہوتا اور مرد و عورت کے درمیان تعلق کو بالکلیہ ختم کرنا چاہا ہوتا تو اس نے عورت کو اپنے چہرہ کو چھپانے کا ضرور حکم دیا ہوتا اور ہم مردوں کو غض بصر کا حکم نہ دیا ہوتا، کیونکہ اگر ایک جانب اللہ عورت کو چہرہ چھپانے کا حکم دے اور دوسری جانب ہم مردوں کو غض بصر کا حکم دے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ہم کس چیز کو دیکھنے سے اپنی نظریں جھکائیں؟ کیا کالے وجود کو دیکھنے سے؟ اللہ تعالیٰ ایسا حکم نہیں دے سکتا، اگر اللہ نے عورت کو معاشرتی زندگی میں شرکت کرنے اور مردوں سے ملنے سے منع کرنے کا ارادہ کیا ہوتا تو اس نے مردوں کو یہ حکم نہ دیا ہوتا کہ وہ عورتوں کو مسجد جانے سے نہ روکیں، نہ ہی عورتوں کو عید کے دن عیدگاہ جانے کا حکم دیا ہوتا اور نہ ہی ان کو غزوہ میں جانے اور وہاں پیاسوں کو پانی پلانے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کی اجازت دی ہوتی، اور نہ ہی مردوں کو ایسی عورت کے پاس (مزید ایک یا دو مردوں کی ہمراہی میں) جانے کی اجازت دی ہوتی جس کا شوہر موجود نہ ہو۔

لہٰذا ہر مسلمان کو اس حقیقت سے واقف ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ مردوں اور عورتوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی طرف پائے جانے والے فطری میلان سے بخوبی واقف ہے، اسی لئے اس نے اس فتنہ کے علاج کے لئے مرد و عورت ہر ایک کو اپنی نگاہیں جھکا کر رکھنے کا حکم دیا ہے، اس کے علاوہ بھی اللہ نے مرد و عورت کی ملاقات کے

بہت سارے آداب متعین کیۓ ہیں، اگر کوئی شخص اس شرعی علاج کو اپنا نہیں پا تا تو اسے خود اپنی ذات کو ملامت کرنی چاہیے اور شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اپنا علاج کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اگر چہ نگاہوں کو جھکا کر رکھنے میں یک گونہ مشقت و پریشانی ہے لیکن یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ اس مشقت و پریشانی سے نجات کی کوئی صورت نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس مشقت کو بغرض آزمائش ہر مرد وعورت کے لئے مقدر کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے متعین کردہ علاج کے ذریعہ فتنہ کا اثر بہت حد تک کم ہو جاتا ہے، ہم یہ بات عہد نبوی کے معاشرہ میں اس سلسلہ میں پائے جانے والے نمونوں کی روشنی میں کہہ رہے ہیں، علماء اسلام نے اس نمونہ کو کئی صدیوں تک باقی رکھا، مصر، شام، فلسطین، اور دیگر ممالک کے دیہاتوں میں ہمیں یہ نمونہ دیکھنے کو ملتا ہے، یہ نمونہ عہد نبوی کے نمونوں سے قریب تر ہے، دیہاتوں میں عورتیں زندگی کے تمام میدانوں میں شریک نظر آتی ہیں، ضرورت کے وقت شرعی آداب کی رعایت کرتے ہوئے مردوں سے ملاقات کرتے ہوئے بھی نظر آتی ہیں۔

اس طرح فتنہ کے دو مستوی ہیں، فتنہ ایک ایک مستوی یہ ہے کہ ایک مسلمان کے سامنے فتنہ آتا ہے اور فوری ہی گذر جاتا ہے، ایسے وقت میں ایک شکل تو یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کو جھکا لے، اللہ سے مغفرت طلب کرے اور اپنی راہ لے، ایک شکل یہ ہوتی ہے کہ وہ بار بار اس کی طرف دیکھے یا دل میں کچھ غلط خیال لائے یا کوئی گناہ صغیرہ کر گذرے لیکن پھر فوراً ہی توبہ کر لے، اور ایک شکل یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی غفلت پر برقرار رہے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس طرح کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''......اور ان لوگوں کو اچھی جزا سے نوازے گا جنھوں نے نیک رویہ اختیار کیا ہے، جو بڑے بڑے گناہوں اور کھلے کھلے قبیح افعال سے پرہیز کرتے ہیں الا یہ کہ کچھ قصور ان سے سرزد ہو جائے، بلاشبہ تیرے رب کا دامن مغفرت بہت وسیع ہے......''۔ (سورۂ نجم: ۳۱-۳۲)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے جو بات بتائی ہے میں نے اس سے بڑھ کر کوئی بات لمم (گناہ صغیرہ) سے مشابہ نہیں دیکھی، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ابن آدم کے حصہ میں زنا کا ایک حصہ مقدر کر دیا ہے جو وہ لامحالہ کر کے رہے گا، لہذا آنکھ کا زنا (حرام چیز کو) دیکھنا ہے، زبان کا زنا (حرام بات) بولنا ہے، نفس تمنا اور خواہش کرتا ہے اور شرمگاہ یا تو اس خواہش کو پوری کر دیتی ہے یا پھر اس سے باز رہتی ہے۔ (بخاری ومسلم)

صغیرہ گناہوں کے مکفرات کا ذکر پہلے گذر چکا ہے، انہی میں سے ایک یہ ہے کہ'' جب مسلمان وضو کرتا

ہے اور اپنا چہرہ دھلتا ہے تو پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ اس کے وہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں جو اس کی آنکھوں سے سرزد ہوتے ہیں''۔(مسلم) انہی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ'' پانچوں وقت کی نمازوں، ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان کے درمیان جو گناہ سرزد ہوتے ہیں یہ نمازیں اور رمضان اس کے حق میں کفارہ ثابت ہوتے ہیں بشرطیکہ گناہ کبیرہ سے بچا جائے''۔

فتنہ کے اس مستوی سے ہر مسلمان دوچار ہوتا ہے خواہ وہ پاکیزہ ترین معاشرہ (مثلاً نبوی معاشرہ) میں ہی کیوں نہ رہتا ہو، ہر انسان کے دل میں برے اور غلط خیالات آتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں دوسرے جنس کی طرف مائل ہونے کا رجحان ودیعت کر رکھا ہے، اور ایک مسلمان بھی دیگر انسانوں کے درمیان ہی رہتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ شیطان مسلمان کو شہوتوں میں، مال واولاد کی محبت اور شہرت کی تمنا میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے اور مسلمان صبح وشام ان شہوتوں اور جھوٹی محبتوں سے مقابلہ ومجاہدہ کرتا رہتا ہے جسے اللہ نے اس کے مقدر میں لکھ دیا ہے اور جس سے کوئی فرار کی راہ نہیں ہے، اور اسی مجاہدہ کے ذریعہ مسلمان کی شخصیت تشکیل پاتی ہے اور اس کے عزم وارادہ کو تقویت حاصل ہوتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ اس مجاہدہ کے نتیجہ میں اس کے اندر صحیح ومعتدل ذہنیت پروان چڑھتی ہے، شریعت نے مرد وعورت کی جس ملاقات کو جائز قرار دیا ہے اس ملاقات کے دوران بھی فتنہ کے اس مستوی کے وقوع کا امکان رہتا ہے اور ایسا عہد نبوی ﷺ میں ہو بھی چکا ہے پھر بھی مرد وعورت کی ملاقات کو حرام وممنوع قرار نہیں دیا گیا۔

جہاں تک فتنہ کے دوسرے مستوی (یعنی ایسا سنگین فتنہ جو زنا کا سبب بن جائے) کا تعلق ہے تو شریعت کے طے کردہ آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہونے والی مرد وعورت کی ملاقات کے دوران اس کا واقع ہونا امر محال ہے، اور اگر کبھی ایسا ہو بھی جاتا ہے تو یہ ایک شاذ واقعہ ہوگا، ایسا شاذ واقعہ ایک مرتبہ عہد نبویؐ میں واقع بھی ہو گیا تھا، لیکن اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے عورت کے چہرہ کھولنے کو اور مرد وعورت کی ملاقات کو حرام قرار نہیں دیا، فتنہ کے مفہوم کو صحیح سے نہ سمجھنے کے سبب جو توہمات ہمارے ذہن میں پیدا ہو گئے ہیں اگر ہم انھیں خود سے دور کر دیں اور پھر اس فتنہ کی حقیقت کو جاننے کی کوشش کریں جس سے اجتناب کرنا ضروری ہے تو ہمیں معلوم ہوتا کہ یہ فتنہ عموماً اس وقت واقع ہوتا ہے جب اس سلسلہ میں اللہ کے وضع کردہ آداب کو ملحوظ نہ رکھا جائے، لہٰذا چونکہ ان آداب کو وضع کرنے اور طے کرنے والی وہ ذات ہے جو علیم وخبیر ہے لہٰذا یہ آداب اس فتنہ کو روکنے کے ضامن ہیں جس فتنہ سے وہ علیم وخبیر ذات واقف ہے، یہاں پر فتنہ سے وہ سنگین وشدید فتنہ مراد ہے جس کی طرف ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں یعنی

زناکاری میں مبتلا ہونا۔

بعض حضرات کا یہ کہنا کہ بسا اوقات اچانک آکر گذر جانے والا فتنہ سنگین فتنہ کا سبب بن جاتا ہے درست اور صحیح ہے، لیکن ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے، حالانکہ مباح کو سد ذریعہ کے طور پر ممنوع قرار دینے کے لئے علماء اصول کے نزدیک ایک شرط یہ بھی ہے کہ مباح عموماً فساد و فتنہ کا سبب بن جاتا ہو، لہذا اس جانب توجہ دینا بہت ضروری ہے کہ جو فتنہ مباح کو حرام یا مکروہ قرار دینے کا سبب بنتا ہے اس کے بہت سارے معیار اور پیمانے ہیں جن کی رعایت کرنا نہایت ضروری ہے، ان پیمانوں کو ہم نبی کریم ﷺ کی سنت کے ذریعہ معلوم کر سکتے ہیں، اس سلسلہ میں علماء نے بھی کچھ پیمانے متعین کئے ہیں، ہم ذیل میں اہم پیمانوں کا ذکر کرتے ہیں:

**اول**: فتنہ کی یہ شکل مباح کو حرام یا مکروہ قرار دینے کے لئے کافی نہیں ہے کہ کسی ایک مرد یا کئی مردوں نے کسی عورت کو گھور کر دیکھ لیا ہو، یہ فتنہ مباح کو حرام یا مکروہ قرار دینے کا سبب نہیں بن سکتا، اس سلسلہ میں ہماری دلیل حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ فضل بن عباسؓ نبی کریم ﷺ کی سواری پر ان کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھا، اسی دوران نبی کریم ﷺ کے پاس قبیلہ خثعم کی ایک خاتون آ گئیں، فضل اسے دیکھنے لگے اور وہ فضل کو دیکھنے لگی، نبی کریم ﷺ نے فضل کے چہرہ کو دوسری جانب پھیر دیا۔ (بخاری و مسلم) اگر یہ غلطی حضرت فضل بن عباسؓ سے سرزد ہو گئی حالانکہ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ان کی سواری پر ان کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے تو پھر دوسرے لوگوں سے اس غلطی کے وقوع کا امکان بڑھ جاتا ہے، لیکن اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے اس عورت کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ اپنے کپڑے کے ایک حصہ سے اپنے چہرہ کو ڈھک لے اور نہ ہی آپ ﷺ نے اسے مردوں کے مجمع سے دور چلے جانے کا حکم دیا، آپ ﷺ نے صرف حضرت فضل کے چہرہ کو دوسری جانب پھیر دینے پر اکتفا کیا۔

**دوم**: فتنہ کی یہ شکل نہ ہو کہ محض چند مردوں نے کسی عورت کو بعض تکلیف دہ باتیں کہہ دی ہوں، اس صورت میں مباح کو حرام و مکروہ قرار نہیں دیا جا سکتا، اس سلسلہ میں ہماری دلیل یہ آیت کریمہ ہے: ''...... یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں ......''۔ (سورۂ احزاب: ۵۹) تفسیر طبری میں تحریر ہے کہ ''اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے کہتا ہے کہ اے نبیؐ! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ باندیوں کی طرح لباس نہ پہنا کریں......، وہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں، تاکہ فاسق یہ دیکھ کر کہ یہ آزاد خواتین ہیں ان کو زبان سے تکلیف نہ پہنچائے''۔

مدینہ میں بہت سارے منافقین موجود تھے، مدینہ کے باہر سے آکر بہت سارے بدو بھی وہاں آ بسے تھے، جن کی ابھی نبوی تعلیمات کے مطابق مکمل تربیت نہیں ہو سکی تھی، ان تمام لوگوں سے احمقانہ حرکتیں سرزد ہونے اور فحش الفاظ کہنے، عورتوں کو گھورنے سے بڑھ کر حرکتیں کرگذرنے کے امکانات موجود تھے، لیکن ان ساری باتوں کے باوجود نبی کریم ﷺ نے مسلمان عورتوں کو چہرہ ڈھکنے کا حکم نہیں دیا، نہ ہی آپ ﷺ نے مسجد میں مردوں اور عورتوں کے درمیان کوئی آڑ قائم کی اور نہ ہی عورتوں کو اپنی ضرورتوں کی تکمیل کی خاطر گھر سے نکلنے سے منع کیا، معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت اور مردوں سے اس کی ملاقات کی مثالیں ہم تیسرے باب کی پانچویں فصل میں ذکر کر چکے ہیں جو اس سلسلہ کی بہترین دلیل ہیں۔

**سوم**: ایسا نہ ہو کہ فتنہ کسی ایک شخص کے سبب سے پیش آیا ہو، اس صورت میں بھی مباح کو حرام یا مکروہ نہیں قرار دیا جاسکتا، اس سلسلہ میں ہماری دلیل یہ ہے کہ عہد نبوی میں اس طرح کے بہت سے فتنے کسی ایک شخص کے سبب سے پیش آئے اور پھر نبی کریم ﷺ نے فتنہ سے بچنے کی خاطر مباح کو ممنوع قرار دینے کے لئے کوئی حکم صادر نہیں کیا۔ (اس قسم کے حادثات اور فتنوں کا ذکر پہلے گذر چکا ہے)۔

لہذا انسانوں کی اس عام کمزوری جس سے اللہ واقف ہے اور جس کی وہ مکمل رعایت کرتا ہے کے درمیان اور اس وہم کے درمیان تفریق کرنا ضروری ہے جو وہم بعض لوگوں پر اس درجہ غالب آجاتا ہے کہ وہ اس فتنہ کا مفہوم سمجھنے میں غلطی کر جاتے ہیں جس سے اجتناب کرنے اور جس کے ذریعہ پر روک لگانے کا شارع نے حکم دیا ہے، لہذا یہ حضرات ہمیشہ یہی سمجھتے ہیں کہ عورت کی موجودگی ہی فتنہ کو بھڑکانے کے لئے کافی ہے، خواہ وہ تمام شرعی آداب کی رعایت کرتے ہوئے ہی کیوں نہ سامنے آئی ہو، لہذا وہ عورت کی چال، اس کی آواز، اس کے چہرہ اور ہتھیلیوں ہر ایک چیز کو فتنہ کا سبب سمجھتے ہیں۔

ان حضرات پر وہم کا اس قدر غلبہ ہو جاتا ہے کہ وہ ہر لحہ اور ہر آن فحش کاری سے خوف کھاتے رہتے ہیں۔

عموماً ضعیف و کمزور نصوص اس وہم کی تائید میں پیش کئے جاتے ہیں، اور اس کے لئے صحیح نصوص کی غلط تاویلات کی جاتی ہیں، اس کے نتیجہ میں بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ شریعت نے یہ حکم دیا ہے کہ عورت مردوں کے مجمعوں سے بالکل دور رہے اور اشد ضرورت کے وقت ہی ان کے قریب آئے، یہ بات صدیوں تک لوگوں کے ذہنوں میں بیٹھی رہی حتی کہ اسے شریعت کا مسلمہ حکم سمجھ لیا گیا، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ صحیح ترین نصوص سے (جو قطعی الورود اور قطعی الدلالۃ ہیں) یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شرعی آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اگر

عورت مردوں کے مجمع میں حاضر ہوتی ہے تو یہ درست ہے اور اس میں کسی بھی طرح کے فتنہ کی بات نہیں ہے (یہاں پر فتنہ سے مراد وہ فتنہ ہے جسے شارع نے ممنوع قرار دیا ہے اور جس سے باز رہنے کا حکم دیا ہے)، کیونکہ اصل بات یہ ہے کہ عورت زندگی کے سنجیدہ میدانوں میں شرکت کرے، اگر چہ یہ حقیقت ہے کہ زندگی کے مختلف میدانوں میں عموماً مرد حضرات ہی ملتے ہیں، لیکن یہ تو زندگی کا دستور ہے، کبھی مردوں کا وجود رہتا ہے اور کبھی وہ غائب ہو جاتے ہیں، عورت کو چاہئے کہ زندگی کے مختلف میدانوں میں خواہ مرد موجود رہیں یا نہ رہیں اسے ان میں شرکت کرنی چاہئے، یعنی عورت کو چاہئے کہ وہ ہر میدان میں مردوں کے موجود ہونے کی طرف بہت زیادہ توجہ نہ دے، لہذا نہ ہی ایسا ہو کہ مردوں کی موجودگی اسے شرکت پر آمادہ کرے اور نہ ہی ایسا ہو کہ مردوں کی موجودگی اسے شرکت کرنے سے باز رکھے، اسی طرح مرد کو بھی چاہئے کہ وہ ہر میدان میں عورتوں کے موجود ہونے کی طرف بہت زیادہ توجہ نہ دے، لہذا نہ ہی ایسا ہو کہ عورتوں کی موجودگی اسے شرکت پر آمادہ کرے اور نہ ہی ایسا ہو کہ عورتوں کی موجودگی اسے شرکت کرنے سے باز رکھے، اور اگر تھوڑا بہت اچانک آ کر گذر جانے والے فتنہ سے دو چار ہونا پڑے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ یہ ایک فطری امر ہے، اللہ تعالیٰ نے بطور آزمائش ہر مرد وعورت کے لئے اس فتنہ کو مقدر فرما دیا ہے، اس سے بچنا ممکن نہیں۔

اخیر میں ہم اپنے غیر تمند بھائیوں کی توجہ اس جانب مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ مرد وعورت کی ملاقات کے سلسلہ میں بہت زیادہ اجتناب سے کام لینا فتنہ کے نظریاتی تصور میں خلل کا سبب بنتا ہے یعنی ایسی صورت میں جہاں فتنہ نہیں ہوتا ہے وہاں بھی نظر آنے لگتا ہے، اور ملاقات سے پہلے ہی بلا وجہ فتنہ کا بہت زیادہ اندیشہ ہونے لگتا ہے اور جب ملاقات ہو جاتی ہے تو اس فتنہ کے تصور سے بہت زیادہ مشقت اٹھانی پڑتی ہے، البتہ تمام شرعی آداب وحدود کو ملحوظ رکھتے ہوئے اعتدال کے ساتھ جو ملاقات ہوتی ہے وہ فتنہ کے تصور میں استقامت کا سبب بنتی ہے، اسی طرح ملاقات سے قبل اس فتنہ سے بچنے میں اعتدال کا رویہ اپنانے اور ملاقات کے وقت بہت کم مشقتوں سے دوچار ہونے کا سبب بنتی ہے۔

## تیسرا سبب: عورت کے سلسلہ میں بدگمانی رکھنا اور اسے کمزور سمجھنا:

دور جاہلیت میں عورت مختلف قسم کی ذلتوں اور حقارتوں سے دوچار تھی، جب اسلام آیا تو اس نے عورتوں سے ان ذلتوں، بیجا بندشوں اور سختیوں کو دور کیا، ذیل کے نصوص سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے:

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول

ﷺ میری بیٹی کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے...... نبی کریم ﷺ نے اس سے کہا......تم عورتوں کا دور جاہلیت میں یہ حال تھا کہ ایک سال مکمل ہونے کے بعد تم مینگنیاں پھینکا کرتی تھیں، حضرت زینب بنت ابو سلمہؓ نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ دور جاہلیت میں جب کسی کے شوہر کا انتقال ہو جاتا تو وہ ایک چھوٹے سے گھر میں داخل ہو جاتی، سب سے خراب کپڑے پہنتی اور سال بھر تک خوشبو استعمال نہ کرتی، ایک سال کے بعد اس کے پاس کوئی جانور (گدھا یا بکری یا کوئی پرندہ) لایا جاتا تو وہ اس سے اپنے رخساروں کو چھوتی، اور وہ ایسا جب بھی جس کسی بھی جانور سے کرتی عموماً وہ جانور مر جاتا تھا، پھر وہ اس گھر سے نکلتی، اسے ایک مینگنی دی جاتی جسے وہ لے کر پھینکتی، اس کے بعد پھر وہ اپنی پسند کے مطابق خوشبو اور دیگر چیزیں استعمال کرتی۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں...... خدا کی قسم ہم لوگ دور جاہلیت میں عورتوں کو کچھ بھی نہیں سمجھتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سلسلہ میں آیات نازل کیں اور ان کے حقوق متعین کئے، (ایک روایت میں ہے: ہم دور جاہلیت میں عورتوں کو کچھ بھی نہیں سمجھتے تھے، جب اسلام آیا اور اس نے ان کے حقوق کا تذکرہ کیا تو پھر ہم نے ان کے حقوق کی رعایت کرنا شروع کی لیکن پھر بھی ہم انھیں اپنے معاملات میں مداخلت کی اجازت نہ دیتے تھے) ایک مرتبہ میں ایک مسئلہ میں غور کر رہا تھا کہ میری بیوی نے کہا آپ ایسا کیوں نہیں کر لیتے؟ میں نے اس سے کہا مجھے درپیش مسئلہ سے تمہارا کیا تعلق؟ مجھے درپیش مسئلہ میں تم کیوں مداخلت کر رہی ہو؟ اس نے مجھ سے کہا اے ابن الخطاب آپ پر بڑا تعجب ہے، آپ یہ نہیں چاہتے کہ آپ سے مباحثہ کیا جائے حالانکہ آپ کی بیٹی نبی کریم ﷺ سے اس طرح مباحثہ کرتی ہے کہ آپ ﷺ پورے دن اس سے خفا رہتے ہیں......۔

طبرانی میں حضرت عمرؓ سے ایک روایت منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ مکہ میں ہم میں سے کوئی اپنی بیوی سے بات نہیں کرتا تھا، بیوی گھر کی خادمہ سمجھی جاتی تھی، اگر کسی کو ضرورت محسوس ہوتی تو وہ اپنی بیوی سے اپنی ضرورت پوری کر لیتا، لیکن جب ہم مدینہ آ گئے تو ہماری بیویوں نے انصار کی عورتوں سے بہت کچھ سیکھ لیا، لہذا وہ ہم سے باتیں کرنے لگیں اور مباحثہ کرنے لگیں۔

حضرت ایاس بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ کی بندیوں کو مت مارو، یہ سن کر حضرت عمرؓ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا عورتیں اپنے شوہروں کے سلسلہ میں بہت جری ہو گئی ہیں، یہ سن کر آپ ﷺ نے مردوں کو اس کی اجازت دی کہ وہ اپنی بیویوں کو مار سکتے ہیں، اس کے بعد بہت ساری عورتیں نبی کریم ﷺ کے گھر والوں کے پاس اپنے شوہروں کی شکایتیں کرنے کے لئے آئیں، آپ ﷺ نے فرمایا

محمد ﷺ کے گھر والوں کے پاس بہت ساری عورتیں اپنے شوہروں کی شکایتیں لے کر آئی ہیں، ایسے شوہر اچھے لوگ نہیں ہیں۔

اسلام نے عورت کو بہت بلند مقام عطا کیا ہے، اس نے مردوں کی طرح اسے بھی معزز و معظم قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی''۔ (سورۂ اسراء: ۷۰) عورت پر بھی مردوں کی طرح انسانی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''جواب میں ان کے رب نے فرمایا میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں، خواہ مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہو......''۔ (آل عمران: ۱۹۰) اسی طرح عورت بھی مردوں کی طرح مجرمانہ سرگرمیوں کی ذمہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''زانیہ عورت اور زانی مرد، دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو......''۔ (سورۂ نور: ۲) اسلام کی جانب سے عورت کو اس قدر عظیم مقام ملنے کے نتیجہ میں بہت ساری ایسی بہترین مثالیں ہمارے سامنے آئیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی کی خواتین کی شخصیت بہت زیادہ مضبوط ہوگئی تھی اور ان کے اندر اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے کے تئیں بہت زیادہ بیداری تھی، ذیل میں اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

## حضرت عاتکہ بنت زید کا مسجد میں جماعت سے نماز ادا کرنا اور نبی کریم ﷺ کے عطا کردہ تحفظ کے ذریعہ اپنے شوہر کی غیرت سے بچنا:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کی ایک بیوی فجر اور عشاء کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کیا کرتی تھیں، ان سے کہا گیا کہ آپ مسجد کیوں جاتی ہیں حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ اسے پسند نہیں کرتے، انھیں غیرت آتی ہے؟ انھوں نے کہا حضرت عمرؓ کو کون سے چیز مجھے مسجد جانے سے روکنے سے باز رکھتی ہے؟ ان سے کہا گیا کہ انھیں اللہ کے رسول ﷺ کا یہ قول روکے رکھتا ہے کہ ''اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجد سے نہ روکو''۔ (بخاری و مسلم)

## ہند بن عتبہ کا نبی کریم ﷺ کو خراج عقیدت پیش کرنا:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہند بن عتبہ آئیں اور انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ اس سرزمین پر مجھے آپ کے خیمہ والوں (متبعین) سے بڑھ کر کسی کی ذلت محبوب نہیں تھی، لیکن اب مجھے آپ ﷺ کے خیمہ والوں (متبعین) سے بڑھ کر کسی کی عزت محبوب نہیں ہے.....(بخاری و مسلم)۔

ام حرام بنت ملحانؓ کا نبی کریم ﷺ سے سمندری غزوہ میں شہادت پانے کے لئے دعا کرنے کی درخواست کرنا: حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں...... نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری امت کے کچھ لوگ جو سمندر میں جا کر اللہ کی راہ میں غزوہ کریں گے وہ میرے سامنے تخت پر بیٹھے ہوئے بادشاہوں کی شکل میں پیش کئے گئے، ام حرامؓ نے کہا آپ ﷺ اللہ سے دعا فرمادیں کہ وہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل فرمالے۔(بخاری ومسلم)

عہد نبوی میں عورت کی شخصیت کی یہ بہترین مثالیں اس وقت سامنے آئیں جب بہت دنوں تک مسلسل تذکیر کی جاتی رہی اور دلوں میں بیٹھے ہوئے جاہل عادات اور رسوم وتصورات کو ختم کرنے کے لئے مسلسل سنجیدہ کوششیں کی جاتی رہیں، اس کے بعد لوگوں کی زندگی میں بلند اسلامی اخلاق واحکام راسخ ہونا شروع ہوگئے اور جاہلی رسوم وتصورات ختم ہونے لگے، بعد کے دور میں بہت ساری فتوحات ہوئیں اور اسلامی مملکت میں توسیع ہوئی، اور اس طرح کی سنجیدہ کوشش ختم ہوگئیں اور خالص اسلامی طرز زندگی پر گرد وغبار پڑنے لگی، کیونکہ اسلام میں بہت سارے اقوام داخل ہونے لگے، جن کے یہاں بعض جاہلی عادات وتصورات پائے جاتے تھے، اس طرح رفتہ رفتہ اللہ کے سیدھے راستہ سے لوگ دور ہوتے گئے۔ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

''...... چونکہ شریعت نے عجمیوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا ہے...... لہذا اس میں عجمی مسلمانوں کے اختیار کردہ تمام وہ عادات ورسوم داخل ہیں جو ''السابقون الاولون'' کے یہاں نہیں پائے جاتے تھے۔ اسی طرح عرب جاہلیت کے مفہوم میں اسلام سے قبل دور جاہلیت کے لوگوں کے اختیار کردہ وہ تمام عادات واعمال اور رسوم شامل ہیں، اسی طرح اس میں وہ جاہلی عادات ورسوم بھی شامل ہیں جنھیں عربوں نے بعد میں اختیار کر رکھا ہے''۔

ہم اس سلسلہ میں زیادہ بحث نہیں کریں گے کہ مسلم عقل پر قدیم جاہلی عادات ورسوم اور تصورات کے کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں، ہم امید کرتے ہیں کہ اس موضوع پر ضرور کوئی قلم اٹھائے گا، ہم اس کتاب میں صرف قرآن وسنت کی روشنی میں الٰہی طریقہ کو بیان کررہے ہیں۔

زمانہ کے ساتھ ساتھ لوگ عورت کے تعلق سے دیئے گئے اللہ کے احکامات سے دور ہوتے چلے گئے، یہاں تک کہ مرد اسے دوسرے درجہ بلکہ تیسرے درجہ کی چیز سمجھنے لگے، اسے یا تو کمزور وبیوقوف سمجھا جاتا، ہر طرح سے فریب دیا جاتا اور نظروں سے گرا کر رکھا جاتا یا اسے مکار وعیار سمجھا جاتا اور اس کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا کہ وہ صرف فتنہ وفساد ہی پیدا کرتی ہے، ان تمام حالات میں اسے ایک عام انسان کا بھی درجہ حاصل نہیں تھا، اسے صرف

جنسی خواہش کو پورا کرنے کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔

لہٰذا اس بات کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی کہ عورت رمضان میں تراویح کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کرے، کیونکہ اس کے لئے تھوڑی بہت عبادت بھی کافی ہے، نہ ہی اس کے لئے مسجد میں آ کر علمی مجلسوں میں شرکت کرنے کی ضرورت محسوس کی جاتی کیونکہ اس کے لئے کم سے کم علم بھی کافی ہے، بلکہ اس کے پاس علم نہ ہو تو بھی کوئی حرج نہیں، نہ ہی اس بات کی ضرورت محسوس کی جاتی کہ شوہر اسے اپنے غموں میں شریک کرے اور سفر میں اپنے ساتھ رکھے کیونکہ اگر اس کی تھوڑی بہت بھی نگہداشت کی جارہی ہے تو وہ اس کے لئے کافی ہے، نہ ہی اسے معاشرتی سرگرمیوں میں شریک کرنے کی ضرورت محسوس کی جاتی کیونکہ اس کے لئے تھوڑا سا ثواب بھی کافی ہے، اس طرح عورت سے متعلق عام مسائل ومعاملات میں غلو سے کام لیا گیا، دوسری صدی ہجری میں لکھی گئی مصنف ابن ابی شیبہ پر ہم نظر ڈالیں تو ہمیں اس غلو کی بہت ساری مثالیں ملیں گی، یہ بات درست ہے کہ ابن ابی شیبہ کی مصنف میں غلو سے متعلق نصوص کے ساتھ ساتھ صحیح معتدل نصوص بھی موجود ہیں، لیکن غلو سے متعلق نصوص کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان کس قدر ایسے تصورات وافکار عام ہو گئے تھے جو شریعت الٰہی کے منافی تھے، ذیل میں اس کی چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

☆ مرد کو عورت کے وضو کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے کی اجازت نہ دینا۔

☆ مرد کو حائضہ کے جھوٹے پانی کو پینے کی اجازت نہ دینا۔

☆ بیوی کو شوہر کے ساتھ ایک ہی برتن سے نہانے کی اجازت نہ دینا۔

☆ عورت کو عورتوں کی امامت کرنے کی اجازت نہ دینا۔

☆ عورت کو جماعت سے نماز ادا کرنے کی اجازت نہ دینا۔

☆ عورت کو عید کی نماز پڑھنے کی اجازت نہ دینا۔

☆ عورت کو ایام تشریق میں تکبیر پڑھنے کی اجازت نہ دینا۔

جہاں ایک جانب مرد عورتوں کے سلسلہ میں بدگمانی رکھتے ہیں وہیں دوسری طرف وہ انھیں کمزور بھی سمجھتے ہیں، عورت کا فتنہ ان بہت سے فتنوں میں سے ایک ہے، جن کے ذریعہ سے اللہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے، پھر یہ غلو پسند حضرات سد ذریعہ کے طور پر صرف عورت کے فتنہ کو ختم کرنے پر ہی اپنی ساری کوششیں کیوں صرف کرتے ہیں؟ اور اس فتنہ سے محفوظ رہنے کی خاطر عورت ہی پر ساری مشقتیں اور پریشانیاں کیوں ڈال دیتے ہیں؟ جو شخص بھی سد

ذریعہ کے اصول کے نفاذ میں ہونے والی زیادتیوں اور غلو پر نظر ڈالے گا وہ دنگ ہوجائے گا اور سوال کرے گا کہ زندگی کے دیگر تمام فتنوں کو چھوڑ کر صرف عورت کے فتنہ کے ذریعہ کو روکنے ہی پر اتنی کوششیں کیوں صرف کی گئیں؟ حالانکہ ان غلو پسند حضرات کا یہ کہنا ہے کہ زمانہ فساد کا شکار ہوگیا ہے، اور فساد کی وجہ سے تو ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ تمام ہی فتنوں کا مقابلہ کرنے میں کمزوری در آتی ہے، ایسا نہیں ہے کہ فساد کی وجہ سے صرف عورت کے فتنہ کا مقابلہ کرنے ہی میں کمزوری در آتی ہو۔

اگر ایک جانب نبی کریم ﷺ نے ہمیں عورت کے فتنہ سے چوکنا رہنے کی ہدایت کی ہے تو دوسری جانب مال اور اولاد کے فتنہ سے بھی چوکنا رہنے کی ہدایت کی ہے، ذیل میں عورت کے فتنہ سے چوکنا رہنے سے متعلق احادیث ذکر کی جاتی ہیں:

حضرت اسامہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے پیچھے مردوں کے حق میں عورتوں سے بڑھ کر کوئی دوسرا مضرت رساں فتنہ نہیں چھوڑا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوسعید الخدریؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا...... عورتوں سے بچو کیونکہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورت کے ذریعہ ہوا تھا۔ (مسلم)

## مال کے فتنہ سے چوکنا رہنے سے متعلق احادیث ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے تم لوگوں پر سب سے زیادہ خوف زمین کی ان برکات سے ہے جو اللہ تمہارے لئے پیدا کررہا ہے، صحابہ کرامؓ نے کہا زمین کی برکات سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا زمین کی برکات سے مراد دنیا کی خوشحالی ہے۔ (بخاری)

حضرت عمرو بن عوفؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم مجھے تم لوگوں کے سلسلہ میں فقر کا خدشہ نہیں ہے، بلکہ مجھے اس بات کا خدشہ ہے کہ دنیا تمہارے لئے بھی اسی طرح وسیع کردی جائے گی جس طرح تم سے پہلے کے لوگوں کے لئے وسیع کی گئی تھی، پھر تم بھی اس میں اسی طرح منافست کرنے لگو گے جس طرح ان لوگوں نے کی تھی، اور وہ تمہیں بھی اسی طرح غافل کردے گی جس طرح اس نے ان لوگوں کو کیا تھا۔ (بخاری)

حضرت کعب بن عیاضؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہر امت کا ایک فتنہ ہوا کرتا ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔ (یہ حدیث امام ترمذیؒ نے بیان کی ہے اور اسے حسن صحیح قرار دیا ہے)۔

اولاد کے فتنہ سے چوکنا رہنے سے متعلق نصوص ذیل میں ذکر کئے جاتے ہیں:

الف-بعض بچوں کو دوسرے بچوں سے زیادہ چاہنا:

حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کا خیال تھا کہ ان کے والدان کے دونوں چھوٹے بھائیوں حضرت یوسفؑ اور حضرت بنیامین سے ان لوگوں سے زیادہ محبت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یہ قصہ یوں شروع ہوتا ہے کہ اس کے بھائیوں نے آپس میں کہا یہ یوسفؑ اور اس کا بھائی دونوں ہمارے والد کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں، حالانکہ ہم ایک پورا جتھا ہیں، سچی بات یہ ہے کہ ہمارے ابا جان بالکل ہی بہک گئے ہیں، چلو یوسفؑ کو قتل کردو یا اسے کہیں پھینک دو تا کہ تمہارے والد کی توجہ صرف تمہاری ہی طرف ہوجائے، یہ کام کر لینے کے بعد پھر نیک بن رہنا''۔ (سورۂ یوسف:۸-۹)

ب-کسی لڑکے کو خاص طور پر کچھ مال دے دینا:

بعض صحابہ کرامؓ نے ایسا کیا تھا کہ انھوں نے اپنے کسی ایک لڑکے کو کچھ مال دے دیا جبکہ دوسروں کو نہیں دیا، حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں میری والدہ نے میرے والد سے کہا کہ وہ مجھے بطور ہدیہ کچھ مال دے دیں، میرے والد کو ان کی اس رائے سے اتفاق ہوا لہذا انھوں نے بطور ہدیہ مجھے کچھ مال دے دیا، پھر میری والدہ نے کہا میں اس وقت تک اس ہدیہ سے راضی نہیں ہوں گی جب تک آپ اس پر نبی کریم ﷺ کو گواہ نہیں بناتے، چونکہ میں بچہ تھا اس لئے میرے والد نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آگئے اور کہا اس بچہ کی ماں بنت رواحہ نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں بطور ہدیہ اس بچہ کو کچھ مال دوں، آپ ﷺ نے پوچھا کیا اس کے علاوہ بھی تمہارا کوئی بچہ ہے، انھوں نے کہا ہاں۔ (ایک روایت میں ہے: کیا تم نے اپنے تمام بچوں کو اسی طرح ہدیہ دیا ہے، انھوں نے کہا نہیں) لہذا آپ ﷺ نے فرمایا ایک ظلم کے سلسلہ میں مجھے گواہ مت بناؤ۔ (بخاری ومسلم)

ج-جہاد بالقلم اور جہاد بالسیف سے اپنے بچوں کو خوف کے سبب پیچھے رکھنا:

حضرت اسود بن خلفؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اولاد بخل، بزدلی، جہالت اور غم کا سبب بنتا ہے۔

جس طرح شریعت نے مرد وعورت کی ملاقات اور عورت کے کھلے چہرہ کے فتنہ سے محفوظ رہنے کے لئے

بہت سے حدود وقیود وضع کئے ہیں اور بہت سے آداب متعین کئے ہیں، اسی طرح شریعت نے مال واولاد کے فتنہ سے محفوظ رہنے کے لئے بھی بہت سے حدود وقیود اور آداب وضع کئے ہیں۔

مسلم معاشرہ میں بھی ہر شخص اپنے بچوں کے ساتھ رہتا ہے، اور مال ودولت کے حصول میں لگا رہتا ہے، اس طرح وہ مسلسل اولاد اور مال کے فتنہ سے دوچار رہتا ہے، بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اللہ کا تقویٰ رکھتے ہیں اور ان فتنوں سے محفوظ رہتے ہیں، لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں اور ان فتنوں سے تھوڑا یا بہت زیادہ دوچار ہو جاتے ہیں، لیکن اس کے باوجود اولاد کے فتنہ کے ذریعہ پر روک لگانے کی غرض سے کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ ایک سے زیادہ شادیاں کرنا درست نہیں ہے، تاکہ مسلمان کسی ایک بیوی کے بچوں کے ساتھ جانب داری برتنے کے فتنہ سے محفوظ رہے، نہ ہی کوئی شخص سرے سے شادی کرنے اور بچہ پیدا کرنے ہی کی مخالفت کرتا ہے، اور اس کی یہ دلیل دیتا ہے کہ شادی کرنے اور بچہ پیدا کرنے کی صورت میں وہ بچوں کی محبت میں الجھ جائے گا اور خیر کی راہوں میں خرچ کرنے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے غافل ہو جائے گا، نہ ہی کوئی شخص مال کے فتنہ کے ذریعہ پر روک لگاتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ ضرورت سے زیادہ مال رکھنا درست ہی نہیں ہے، صرف اتنا ہی مال رکھنا چاہیے جس سے سانس باقی رہے، ان سب کے باوجود ایسا کیوں ہوا کہ عورت کے فتنہ کے ذریعہ پر روک لگانے کے لئے اس قدر زیادتی اور غلو سے کام لیا گیا حالانکہ زمانہ واخلاق کے بگڑ جانے کے باوجود مال واولاد کے فتنہ کے ذریعہ پر روک لگانے میں اس قدر زیادتی اور غلو سے کام نہیں لیا گیا؟

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی آیت میں مذکورہ بالا تینوں فتنوں سے چوکنا رہنے کی ہدایت کی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''لوگوں کے لئے مرغوباتِ نفس-عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں-بڑی خوش آئند بنادی گئی ہیں، مگر یہ سب دنیا کی چندروز زندگی کے سامان ہیں، حقیقت میں جو بہتر ٹھکانا ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے''۔(آل عمران: ۱۴)

یہ بات کہی جاتی ہے کہ مذکورہ بالا تمام فتنوں میں سب سے سخت وسنگین فتنہ عورت کا فتنہ ہے، اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کے اس قول کو بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے کہ ''میں نے اپنے پیچھے مردوں کے حق میں عورتوں سے بڑھ کر کوئی دوسرا مضرت رساں فتنہ نہیں چھوڑا ہے''۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ عورت کا فتنہ سب سے زیادہ سنگین فتنہ ہے، لیکن یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس فتنہ سے بچنے کی راہ بھی بتائی ہے، لہذا شریعت نے اس سلسلہ میں ہمیں جو راہ بتائی ہے اس میں اپنی طرف سے اضافہ کیوں کیا جائے؟ ہم سمجھتے ہیں کہ اس

اضافہ اور غلو کا سبب یہ ہے کہ مرد عورت کو کمزور سمجھتا ہے اور خود کو اس سے اعلیٰ و برتر گردانتا ہے، عورت کے فتنہ کے تعلق سے جس قدر غلو سے کام لیا جاتا ہے اسے اسی قدر مصیبتیں جھیلنی پڑتی ہیں اور سارا وبال عورت ہی پر آکر گرتا ہے، مردوں پر نہیں گرتا، حالانکہ اگر مال یا اولاد کے فتنہ کے سلسلہ میں غلو سے کام لیا جاتا ہے تو اس غلو کے نتیجہ میں جہاں ایک طرف مرد کو سخت عزیمت کا ثبوت دینا پڑتا ہے وہیں دوسری طرف اس غلو کے سارے نقصانات بھی اسی کو جھیلنے پڑتے ہیں، بیچاری عورت اپنی اس مصیبت کو دور کرنے پر بھی قادر نہیں ہے، بلکہ وہ اس مصیبت پر اعتراض بھی نہیں کرسکتی، کیونکہ وہ بے دست و پا ہے، وہ مردوں کے ہاتھوں میں مقید ہے، اس طرح مردوں نے عورتوں پر ظلم کیا ہے، اور ان عورتوں کا کوئی پرسان حال بھی نہیں ہے۔

عورت کے فتنہ پر روک لگانے کے لئے غلو پسند حضرات نے جو وسائل اختیار کئے ہیں جب ہم ان کی طرف نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان وسائل نے عورت کی زندگی کے دائرہ کو نہایت محدود کردیا ہے اور اس کو بہت سے خیر سے محروم کردیا ہے، جبکہ مرد حضرات پوری طرح سے عافیت میں ہیں، غلو پسند حضرات نے عورت کے لئے یہ لازم قرار دیا کہ وہ ہر وقت اپنے چہرہ کو چھپائے رکھے، حالانکہ اس میں اللہ کی طرف سے عورت کو عطا کردہ بینائی کی صلاحیت اور کھلے ماحول میں ہوا کھانے کی آزادی پر پابندی عائد کرنا لازم آتا ہے، ان حضرات نے عورت کو مسجد جانے سے روک دیا، حالانکہ اس صورت میں اسے قرآن اور وعظ ونصیحت سننے، علم حاصل کرنے اور مومن بہنوں سے ملاقات کرنے سے محروم کرنا لازم آتا ہے، ان حضرات نے عورت کو عید کے دن عیدگاہ جانے سے روک دیا، حالانکہ اس صورت میں اسے تکبیر، تہلیل، تحمید اور برکت میں لوگوں کے ساتھ شامل ہونے سے محروم کرنا لازم آتا ہے، ان حضرات نے عورت کو اپنے مال کی دیکھ بھال کرنے اور اسے انوسٹ کرنے سے روک دیا اور اسے حکم دیا کہ وہ اپنے مال کے سلسلہ میں اپنے کسی محرم کو وکیل بنادے، حالانکہ اس صورت میں اسے اپنے مال کو بڑھانے اور اس میں اضافہ کرنے سے محروم کرنا لازم آتا ہے، اس بات کا بھی امکان ہے کہ وہ جس کو اپنے مال کا وکیل بنائے وہ اس کی صحیح سے دیکھ بھال نہ کرسکے اور اسے ضائع کردے، ان حضرات نے ضرورت کے وقت عورت کو کسب معاش کی خاطر ملازمت کرنے سے روک دیا اور اسے دوسروں پر منحصر ہوکر زندگی گذارنے پر مجبور کردیا حالانکہ اس صورت میں اسے اس کی عزت وکرامت کی حفاظت سے محروم کرنا لازم آتا ہے، اور تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ یہ حضرات ان تمام امور میں عہد نبوی کے واقعات کی صراحتاً مخالفت کررہے ہیں۔

بعض صحابہ کرامؓ کے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ عورت کے فتنہ سے بچنے کی کوشش کریں، بصورت دیگر کہیں

وہ گناہ نہ کر بیٹھیں، لیکن جب ان لوگوں نے اس فتنہ کو بہت بڑا سمجھ لیا اور اس میں غلو سے کام لیا تو وہ اپنے اوپر زیادتی کر بیٹھے اور خود کو تنگی ومشقت میں مبتلا کر لیا، بایں صورت کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ سے خصی ہو جانے کی اجازت مانگی، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں ایک نوجوان مرد ہوں، مجھے اپنے سلسلہ میں گناہ میں ملوث ہونے کا اندیشہ ہے، میرے پاس اتنے وسائل بھی نہیں ہیں کہ میں شادی کر سکوں، (لہٰذا آپ ﷺ مجھے خصی ہو جانے کی اجازت دے دیجئے) یہ سن کر آپ ﷺ خاموش ہو گئے، پھر میں نے یہی بات کہی، آپ ﷺ خاموش رہے، پھر میں نے یہی بات کہی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے ابو ہریرہؓ تم کو جو چیز لاحق ہونے والی ہے وہ لکھ دی جا چکی ہے، اب چاہے تم خصی ہو یا نہ ہو۔ (بخاری)

صحابہ کرامؓ نے عورتوں کو معاشرتی زندگی میں شرکت کرنے اور مردوں سے ملاقات کرنے سے روک کر ان کی زندگی کے دائرہ کو تنگ اور محدود نہیں کیا تھا، اس کے دو اسباب تھے، اول یہ کہ وہ اس بات کو بہتر طریقہ سے جانتے اور سمجھتے تھے کہ زندگی کی فعال سرگرمی کو معطل کرنا دانشمندی کی بات نہیں ہے، اور ظاہری بات ہے کہ زندگی کی سرگرمی کے فعال ہونے کے لئے یہ بات بھی ضروری ہے کہ اس میں عورت کی شرکت کو یقینی بنایا جائے، دوم یہ کہ وہ حضرات عورتوں پر ظلم کرنے سے بہت دور رہتے تھے، یہی وجہ تھی کہ وہ عورتوں کو کمزور نہیں سمجھا کرتے تھے اور نہ ہی وہ اپنی غلو پسندانہ سوچ کی مشقتیں ان پر ڈالا کرتے تھے۔

## چوتھا سبب: مریضانہ غیرت:

عزت وآبرو کے سلسلہ میں غیرت کی دو قسمیں ہیں، ایک معتدل فطری غیرت ہوتی ہے، جو عزت وآبرو کو بچانے اور اسے تمام تر رذائل اور زیادتیوں سے محفوظ رکھنے میں معاون ہوتی ہے، غیرت کی یہ قسم ایک ایسا عمدہ اخلاق ہے جس سے ہر مسلمان کو متصف ہونا چاہیے، غیرت کی ایک قسم وہ ہے جو ممنوع ہے، یہ وہ غیرت ہے جو غیر مشکوک چیزوں کے سلسلہ میں ہو، یہ ایک مریضانہ غیرت ہے، اس کی وجہ سے نفس تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے اور غلط تہمتیں لگایا کرتا ہے، کبھی کبھی اس غیرت کی وجہ سے ذہن وعقل بھی چلی جاتی ہے اور نتیجتاً معصوم لوگوں پر زیادتیاں ہو جاتی ہیں، سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس غیرت کی وجہ سے زندگی کی پر از نشاط سرگرمی رک جاتی ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''غیرت کی ایک قسم وہ ہے جسے اللہ پسند کرتا ہے اور ایک قسم وہ ہے جسے اللہ پسند نہیں کرتا ہے، غیرت کی وہ قسم جسے اللہ پسند کرتا ہے وہ ہے جو مشکوک چیزوں کے سلسلہ میں ہو، اور غیرت کی وہ قسم جسے اللہ پسند نہیں کرتا ہے وہ ہے جو غیر مشکوک چیزوں کے سلسلہ میں ہو''۔ (ابوداؤد)

بعض صحابہ کرامؓ کے اندر غیرت کچھ زیادہ بڑھی ہوئی تھی، مثلاً حضرت عمرؓ اور حضرت زبیر بن عوامؓ، حضرت عمرؓ کی غیرت کے تعلق سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ایک مرتبہ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے خود کو جنت میں پایا، دیکھا کہ ایک محل کے ایک گوشہ میں ایک خاتون وضو کر رہی ہیں، میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ جواب دیا گیا کہ حضرت عمرؓ کا ہے، اس پر مجھے عمرؓ کی غیرت یاد آ گئی، لہٰذا میں واپس مڑ گیا، یہ سن کر حضرت عمرؓ رو پڑے اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا میں آپ کے سلسلہ میں غیرت کروں گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت زبیرؓ کی غیرت کے تعلق سے حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں: ''......ایک دن میں اپنے سر پر گٹھلیاں رکھ کر آ رہی تھی کہ میری ملاقات نبی کریم ﷺ سے ہوگئی، آپ ﷺ کے ساتھ کچھ انصاری صحابہ کرامؓ بھی تھے، آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور مجھے اپنے پیچھے سوار کرنے کے لئے اپنی اونٹنی کو بٹھانے لگے، مجھے مردوں کے ساتھ چلنے میں شرم محسوس ہوئی، مجھے زبیرؓ اور ان کی غیرت یاد آ گئی، وہ بہت ہی زیادہ باغیرت مرد تھے، نبی کریم ﷺ سمجھ گئے کہ میں شرما رہی ہوں، لہٰذا آپ ﷺ آگے بڑھ گئے......''۔ (بخاری و مسلم)

لیکن شریعت کے احکام نے ان جیسے لوگوں کی غیرت کو راہ راست پر لایا اور ان کی غیرت کو کنٹرول کیا، یہ بات گذر چکی ہے کہ حضرت عمرؓ کی ایک اہلیہ فجر اور عشاء کی نماز مسجد میں جماعت سے ادا کیا کرتی تھیں، ان سے لوگوں نے کہا کہ آپ واقف ہیں کہ حضرت عمرؓ باغیرت مرد ہیں، وہ مسجد میں جا کر آپ کے نماز ادا کرنے کو پسند نہیں کرتے ہیں، پھر بھی آپ کیوں مسجد جاتی ہیں؟ اس پر انھوں نے کہا کہ حضرت عمرؓ خود ہی مجھے کیوں نہیں روک دیتے؟ ان لوگوں نے بتایا کہ وہ آپ کو اس وجہ سے مسجد جانے سے نہیں روکتے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجد سے نہ روکو''۔ (بخاری و مسلم)

جب صحابہ کرامؓ کا زمانہ ختم ہوگیا تو غیرت شرعی حدود سے تجاوز کرنے لگی، اور شریعت نے ''اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجد سے نہ روکو'' کہہ کر جو آڑ قائم کی تھی وہ گر گئی، اور عورتوں کو مسجد جانے سے روک دیا گیا، حالانکہ قرون اولیٰ کی مسجدیں عبادت، تہذیب و ثقافت، معاشرت اور سیاست کا مرکز تھیں۔

حضرت عمرؓ نے تو نبی کریم ﷺ کی نہی کی وجہ سے اپنی غیرت کو کنٹرول کر لیا تھا لیکن ان کے پوتے بلال بن عبداللہ بن عمرؓ اپنی حد سے بڑھی غیرت کو کنٹرول نہ کر سکے، اور انھوں نے نبی کریم ﷺ کی نہی پر عمل نہ کرتے ہوئے کہا کہ ''ہم عورتوں کو مسجد جانے سے ضرور روکیں گے''۔ ایسا انھوں نے سد ذریعہ کے طور پر کہا تھا، اسی لئے انھوں نے کہا تھا کہ ''ہم ایسا اس لئے کہہ رہے ہیں کیوں کہ مسجد جانے کی صورت میں وہ مسجد کو دھوکہ دینے کا ذریعہ

بنالیں گی''۔لیکن حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے بیٹے کی اس دلیل کو قبول نہیں کیا اور انھوں نے اپنے بیٹے کی تردید کی اور اسے نبی کریم ﷺ کی سنت کو اختیار کرنے کی تلقین کی۔

غیرت نے کوئی شرعی دلیل حاصل کرنے کی کوشش کی اور درحقیقت اسے یہ دلیل سد ذریعہ کی شکل میں مل بھی گئی، لہذا غیرت مند لوگ اپنے دعووں کے حق میں دلیلیں بھی پیش کرنے لگے، کبھی تو کسی صحیح حدیث کی غلط تاویل کرکے، مثلاً حضرت عائشہؓ کا یہ قول کہ''عورتوں نے جونئی باتیں پیدا کررکھی ہیں اگر نبی کریم ﷺ ان سے واقف ہوتے تو عورتوں کو مسجد آنے سے ضرور منع کردیا ہوتا، جس طرح کہ بنی اسرائیل کی عورتیں مسجد آنے سے روک دی گئی تھیں''۔(بخاری ومسلم) ان حضرات نے حضرت عائشہؓ کے اس قول کو نبی کریم ﷺ کے اس قول کے لئے ناسخ سمجھ لیا کہ''اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجد سے مت روکو''۔اور کبھی ایسی ضعیف وموضوع احادیث کی اشاعت کرکے جن میں اس بات کا ذکر ہے کہ مسجد نبوی میں صرف بوڑھی عورتیں ہی نماز پڑھنے کے لئے جایا کرتی تھیں، ہم ان شاء اللہ چند صفحات کے بعد صحیح احادیث کی غلط تاویل اور موضوع وضعیف احادیث کی نشرواشاعت کے مسئلہ کا تجزیہ کریں گے، غیرت سے بچنے کے سلسلہ میں ہماری نظروں سے چند جلیل القدر علماء کے اقوال بھی گذرے ہیں جن میں انہوں نے اسراف وتجاوز سے کام لیاہ اور اس اسراف کی تائید میں ایسے ضعیف وموضوع آثار پیش کئے ہیں جو صحیح ترین احادیث کے مخالف ہیں، مثلاً ایک عالم کا کہنا ہے:''غیرت سے محفوظ رہنے کا طریقہ یہ ہے کہ عورتوں کے پاس مرد جائیں ہی نہیں، اور نہ ہی عورت کبھی بازار جائے، نبی کریم ﷺ نے اپنی لخت جگر حضر فاطمہؓ سے پوچھا عورت کے لئے سب سے بہتر چیز کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ عورت کے لئے سب سے بہتر چیز یہ ہے کہ وہ مردوں کو نہ دیکھے اور نہ ہی مرد اسے دیکھیں، یہ سن کر آپ ﷺ نے انھیں اپنے سینہ سے لگالیا اور کہا:''**ذرية بعضها من بعض**''، اس طرح نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کے اس قول کو نظر استحسان سے دیکھا، صحابہ کرامؓ اپنے گھروں کے روشندانوں کو اور لکڑیوں میں موجود سوارخوں کو بند کردیتے تھے تاکہ ان کی عورتیں مردوں کو نہ دیکھ سکیں، ایک مرتبہ حضرت معاذؓ نے اپنی اہلیہ کو کھڑکی سے جھانکتے ہوئے دیکھ لیا تو اس پر ان کی پٹائی کی، اسی طرح انھوں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ ان کی بیوی نے ایک سیب کا تھوڑا حصہ کھایا پھر اسے اپنے غلام کو دے دیا تو اس پر بھی انھوں نے اپنی بیوی کی پٹائی کی''۔

جیسے جیسے زمانہ گذرتا گیا اور مفتوحہ ممالک کے جاہلی اقدار اسلامی اقدار میں سرایت کرتے گئے بیجا غیرت کی وبا میں اس قدر اضافہ ہوتا گیا کہ بعض مسلم معاشروں میں معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ اگر کوئی شخص کسی شخص

کی ماں، بہن یا بیوی کے چہرہ کو دیکھ لیتا یا صرف اس کی آواز سن لیتا تو اسے غیرت محسوس ہونے لگتی، بلکہ اس سلسلہ میں لوگوں نے یہاں تک غلو کیا کہ وہ ضرورت کے تحت بھی اپنی بیوی کا نام لینا پسند نہیں کرتے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ اس صورتحال کا صدق واخلاص کے ساتھ جائزہ لیا جاتا اور اسے بعض لوگوں کے شخصی مزاج ورجحان کا معاملہ قرار دیا جاتا، لیکن اس کے برعکس ہم لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اس طرز عمل کو شرعاً جائز قرار دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ غیرت وآبرو کی حفاظت کے لئے سد ذریعہ کے طور پر بہت ضروری ہے۔

## پانچواں سبب: زمانہ کے خراب ہونے کا دعویٰ کرنا:

بعض لوگوں کو ہمیشہ زمانہ کے خراب ہونے، اخلاق کے بگڑ جانے اور فسق وفجور کے عام ہوجانے کا شکوہ کرنا اچھا لگتا ہے، گویا کہ لوگوں کے دلوں میں اب ذرہ برابر بھی خیر بچ نہیں رہا ہو اور جتنی کچھ برائیاں ہورہی ہیں اب اس سے زیادہ ہونے کا امکان نہ ہو اور یہ کہ بس اب جلد ہی قیامت آنے والی ہے، اس طرح یہ حضرات لوگوں کو ہلاکت وبربادی سے ڈراتے رہتے ہیں اور گذرے ہوئے ان زمانوں پر آنسو بہاتے ہیں جب لوگوں کے اخلاق اچھے تھے، وہ اللہ کی اطاعت وعبادت کیا کرتے تھے، برکتوں کا نزول ہوتا تھا، اس قسم کے دعوے درحقیقت انسانوں کو مایوس کردیتے ہیں، انھیں اپنی اصلاح کرنے کی کوشش سے روک دیتے ہیں اور انھیں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کی انجام دہی سے غافل کردیتے ہیں، اس طرح کے دعوے فتنہ کے ذریعہ پر روک لگانے میں غلو کرنے میں معاون ہوتے ہیں، کیونکہ جیسے جیسے فساد وخرابی بڑھتی جاتی ہے ویسے ویسے اس کے ذرائع پر روک لگانے کی ضرورت بھی بڑھتی جاتی ہے، خواہ وہ ذرائع اصلاً مباح ہی کے دائرہ میں کیوں نہ آتے ہوں، دراصل سد ذریعہ کے اصول کے نفاذ میں غلو سے کام لینے کی فطرت ایک ایسی رغبت اور حرص ہے جو کبھی آسودہ نہیں ہوتی، وہ ہمیشہ مزید کی طلب میں رہتی ہے اور مرد وعورت کی ملاقات کی تمام تر راہوں کو ممنوع قرار دے دیتی ہے، جب یہ فطرت مرد وعورت کی ملاقات سے متعلق تمام مباحات کو ممنوع قرار دے چکتی ہے تو پھر مستحبات کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور پھر اس کے بعد واجبات کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور ان سب کو ممنوع قرار دے دیتی ہے، وہ مباحات جنھیں ممنوع قرار دے دیا گیا ہے یہ ہیں: مردوں کا عورتوں کا سلام کرنا، عورتوں کا مردوں کو سلام کرنا، عورتوں کا مسجد میں جماعت سے نماز ادا کرنا، زیارت، ضیافت اور ملازمت میں مرد وعورت کا شریک ہونا، وہ مستحبات جنھیں ممنوع قرار دے دیا گیا ہے یہ ہیں: عورت کا مردوں سے علم حاصل کرنا، مرد کا اپنی منگیتر کو دیکھنا، عورت کا اپنے رشتہ داروں اور محرموں کے ساتھ محبت کا معاملہ کرنا، ان کا خیال رکھنا، ان کی عیادت کرنا، ان کی غمخواری اور تعزیت کرنا، وہ واجبات جنھیں ممنوع قرار دے دیا

گیا ہے یہ ہیں: عورت کا مرد کے سلام کا جواب دینا، عید کی نماز پڑھنا، نیک کام کرنے کا حکم دینا اور برے کاموں کے کرنے سے روکنا۔

غلو کی فطرت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ پروان چڑھتا رہتا ہے اور ہر زمانہ میں زمانہ کی خرابی کا دعویٰ کرکے واپس لوٹ آتا ہے، ذیل میں اس کی چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

## عورت کا مردوں سے بات کرنا:

عہد نبوی میں یہ طریقہ رائج تھا کہ مرد وعورت بغیر کسی حجاب کے ایک دوسرے سے بات کیا کرتے تھے، البتہ فرضیت حجاب کے بعد امہات المومنین کو اس سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا تھا۔ (دیکھئے تیسرے باب کی پانچویں فصل)

لیکن کچھ زمانہ گذرنے کے بعد زمانہ کی خرابی کا دعویٰ کرکے یہ بات کہی گئی کہ مرد وعورت کے درمیان گفتگو صرف حجاب کے پیچھے سے ہی ہوسکتی ہے، ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا گیا کہ عام مومن خواتین تو ازواج مطہراتؓ سے زیادہ حجاب اختیار کرنے کی ضرورتمند ہیں۔ (دیکھئے چوتھے باب کی دوسری فصل، اس میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ حجاب کی خصوصیت کے سلسلہ میں امہات المومنین کی اقتداء کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے)۔ کچھ زمانہ گذرنے کے بعد حجاب کے پیچھے سے بھی گفتگو کرنے سے منع کر دیا گیا اور اس کی دلیل یہ دی گئی کہ عورت کی آواز بھی قابل سترشی ہے، چونکہ اب زمانہ خراب ہوگیا ہے اور مردوں کے اخلاق بھی بگڑ گئے ہیں لہذا عورت کی آواز بھی فتنہ کا باعث ہوسکتی ہے۔

## عورت کا مسجد میں نماز پڑھنا:

عہد نبوی میں بہت ساری خواتین نماز پڑھنے کے لئے مسجد جایا کرتی تھیں، ان میں نوجوان لڑکیاں بھی ہوتی تھیں، بڑی عمر کی عورتیں بھی ہوتی تھیں اور بوڑھی عورتیں بھی ہوتی تھیں (دیکھئے تیسرے باب کی پانچویں فصل، مسجد میں عورت کی شرکت سے متعلق بحث)۔

عہد نبوی کے تھوڑے ہی زمانہ کے بعد بعض لوگوں کے اندر عورتوں کو مسجد جانے سے روکنے کا رجحان پیدا ہوا، لہذا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے صاحبزادہ نے کہا کہ ''ہم عورتوں کو مسجد جانے سے ضرور روکیں گے ورنہ وہ اسے دھوکہ وفریب کا ذریعہ بنالیں گی''۔ ایک جلیل القدر عالم نے ان کے اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''انھوں

نے نبی کریم ﷺ کے صریح وواضح ہدایت کی مخالفت کی جرأت اس لئے کی کیونکہ ان کے ذہن میں یہ بات تھی کہ اب زمانہ بدل گیا ہے''۔

کچھ اور زمانہ گذرنے کے بعد نوجوان لڑکیوں اور بڑی عمر کی عورتوں کو مسجد آنے سے روک دیا گیا، کیونکہ زمانہ کے خراب ہوجانے کے سبب مسجد میں ان کی آمد کو مناسب نہیں خیال کیا گیا، البتہ بوڑھی عورتوں کے لئے اس دور میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا گیا۔

لیکن زمانہ کے گذرنے کے ساتھ ساتھ بوڑھی عورتوں کو بھی مسجد آنے سے روک دیا گیا کیونکہ جب وہ نماز پڑھے گی تو ظاہر سی بات ہے کہ نماز کے لئے اپنا چہرہ کھولے گی، اور اس صورت میں مرد اسے دیکھیں گے اور چونکہ زمانہ خراب ہوگیا ہے لہٰذا وہ اس پر کچھ غلط قسم کے جملے بھی کسیں گے۔

## عید کے دن عورت کا عیدگاہ جانا:

عہد نبوی میں عورتیں حتی کہ نوخیز وباکرہ لڑکیاں اور حائضہ عورتیں بھی عیدگاہ جاتی تھیں، نماز میں شریک ہوتی تھیں اور عید مناتی تھیں۔ (دیکھئے تیسرے باب کی پانچویں فصل، تقریبات میں شرکت سے متعلق بحث)

لیکن مرور زمانہ کے ساتھ نوخیز لڑکیوں کو عیدگاہ جانے سے منع کردیا گیا، حضرت حفصہ (جو کہ تابعیہ ہیں) کہتی ہیں ہم اپنی نوخیز لڑکیوں کو عیدین میں عیدگاہ نہیں جانے دیا کرتے تھے۔ (بخاری) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں شاید یہ لوگ نوخیز لڑکیوں کو عیدگاہ جانے سے اس لئے روکتے تھے کیونکہ عصر اول کے بعد زمانہ خراب ہوگیا تھا۔

تھوڑا اور زمانہ گذرنے کے بعد نوجوان لڑکیوں کو عیدگاہ جانے سے منع کردیا گیا، البتہ بوڑھی عورتوں کے لئے عیدگاہ جانے کی اجازت باقی رہی۔

غلو پسند حضرات تو ہمہ وقت زمانہ کی خرابی کا شکوہ کرتے رہتے ہیں اور سد ذریعہ کے اصول میں غلو سے کام لینے کے لئے اسے حجت ودلیل بناتے ہیں اور اس طرح وہ لوگوں کو اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہونے سے روک دیتے ہیں، جب کہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے: ''تمہارے اوپر اب جو بھی زمانہ آئے گا وہ اپنے سے پہلے والے زمانہ سے زیادہ خراب ہوگا، یہ صورتحال ہمیشہ رہے گی یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جاملو''۔ (بخاری) نبی کریم ﷺ نے اپنے اس قول کے ذریعہ اللہ کی ایک سنت کی طرف اشارہ کیا ہے اور ہر زمانہ کے لوگوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے تھوڑے سے خیر پر بھی اللہ کی حمد وتعریف کریں، جب لوگ اپنے زمانہ میں موجود خیر وشر کے درمیان اعتدال سے کام لیتے ہیں تو وہ حقیقت حال کا صحیح طرح سے جائزہ لینے میں کامیاب ہوتے ہیں، اگر کسی زمانہ

میں بہت زیادہ شر پایا جاتا ہے تو اس میں تھوڑا سا خیر بھی ہوتا ہے، اور یہی خیر امید کی کرن اور اصلاح کا ذریعہ ہوتی ہے، کیونکہ اصلاح کے لئے چند اچھے افراد کا ہونا اور عام لوگوں کے دلوں میں تھوڑا بہت خیر ہونا ضروری ہے، تاکہ اچھی طرح سے اصلاح ہو سکے اور وہ تادیر باقی رہے، اس طرح نبی کریم ﷺ کی حدیث میں مومنوں کو اس بات کی دعوت دی گئی ہے کہ وہ بگڑے ہوئے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے خود کو تیار کرلیں اور فساد کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے یا اس کی اصلاح سے مایوس ہونے سے اجتناب کریں، یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص مسافروں کو بتائے کہ آگے راستہ میں کچھ خطرات ہیں، وہ یہ بات اس لئے بتاتا ہے تاکہ مسافر خود کو ان خطرات سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار کرلیں، واللہ اعلم۔

ہر زمانہ میں کچھ نہ کچھ خیر کے موجود ہونے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ہر نسل یہ کہتی نظر آتی ہے کہ اس کے آباء واجداد کے زمانہ میں بہت خیر تھا جبکہ خود اس کے زمانہ میں بہت زیادہ فساد، خرابیاں اور فتنے عام ہوگئے ہیں، ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے قرب قیامت کی علامتیں بیان کرتے ہوئے کہا ہے: ''اس وقت زمانہ بہت قریب ہو جائے گا، علم کم ہو جائے گا، لوگوں کے دلوں میں بخل ڈال دیا جائے گا، فتنے ظاہر ہو جائیں گے اور اضطراب و بے چینی بہت زیادہ عام ہو جائے گی''، فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ابن بطال کا یہ قول نقل کیا ہے:

''اس حدیث میں قرب قیامت کی جتنی علامتیں بیان کی گئی ہیں ہم نے انھیں واضح طور پر دیکھ لیا ہے، علم کم ہو گیا ہے، جہالت عام ہوگئی ہے، لوگوں کے دلوں میں بخل ڈال دیا گیا ہے، فتنہ وفساد بہت زیادہ عام ہو گیا ہے اور کثرت سے قتل و غارت گری ہونے لگی ہے''۔ حافظ ابن حجرؒ نے ابن بطال کے اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ ابن بطال نے جن چیزوں کے مشاہدہ کا ذکر کیا ہے وہ بہت زیادہ اور عام تھیں لیکن اس کے بالمقابل خیر بھی بہت زیادہ تھا، مذکورہ بالا حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ یہ برائیاں اور علامتیں اتنی زیادہ اور مستحکم ہو جائیں گی کہ ان کے بالمقابل خیر بہت ہی کم ہو جائے گا...... اور امر واقعہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا صفات کے مبادی کا ظہور صحابہ کرامؓ کے زمانہ سے ہی شروع ہو گیا تھا، پھر وہ رفتہ رفتہ بعض جگہوں پر بہت زیادہ عام ہونے لگا، جبکہ بعض جگہوں پر کم ہی رہا، اور قیامت اس وقت آئے گی جب یہ صفات اتنی زیادہ مستحکم ہو جائیں گی کہ ان کے بالمقابل خیر کا وجود بہت کم ہو جائے گا۔

بعض جلیل القدر صحابہ وتابعین سے بھی اس طرح کے اقوال منقول ہیں، ایک مرتبہ حضرت انس بن مالکؓ

نے فرمایا عہد نبوی میں جو چیزیں تھیں اب ان میں سے کوئی بھی چیز مجھے نظر نہیں آتی (یعنی ہر چیز میں کچھ نہ کچھ تبدیلی کردی گئی ہے) ان سے کہا گیا نماز کے سلسلہ میں آپ کا کیا خیال ہے؟ انھوں نے کہا کیا اس میں بھی تم نے اپنی طرف سے خرد برد نہیں کی ہے؟ (لہٰذا عصر کی نماز اس کے صحیح وقت سے مؤخر نہیں کر دیتے ہو؟)، امام مالکؒ ابوسہل بن مالک کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ ان کے والد جو کہ ایک ایک جلیل القدر تابعی تھے، نے ایک مرتبہ کہا'' میں نے لوگوں کو جن چیزوں کو کرتے ہوئے پایا ہے میں ان میں سے کسی بھی چیز کو نہیں جانتا، البتہ (عصر کی) نماز کی اذان مجھے صحیح محسوس ہوتی ہے''، مذکورہ بالا دونوں اقوال میں عصر کی نماز اول وقت میں پڑھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کے لوگوں کا مستوی بہت بلند تھا، اسی طرح ان دونوں اقوال میں نبی کریم ﷺ کی سنت اور صحابہ کرام کے طریقہ کی مخالفت کرنے سے باز رہنے کی تاکید کی گئی ہے، اہل مکہ و مدینہ باندیوں کو بازاروں میں برہنہ لے جاتے تھے، ان کو اس قدر کم کپڑا پہناتے تھے کہ ان کا پورا بدن خصوصاً سینہ نظر آتا تھا، تاجر حضرات بھی اپنی باندیوں کو بیچنے کے لئے اسی حالت میں بازار لے جاتے تھے، حضرت امام مالکؒ سے لوگوں نے اس سلسلہ میں دریافت کیا کہ ایسا کرنا کیسا ہے؟ یہ سن کر امام مالکؒ نے اپنی سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا، اس فعل سے منع کیا اور فرمایا ایسا نہ ہی ہمارے سابق فقہاء اور اہل خیر نے کیا ہے اور نہ ہی انھوں نے ایسا کرنے کا فتوی دیا ہے، یہ تو ان لوگوں کا عمل ہے جو اللہ کا تقویٰ اور اس کا خوف نہیں رکھتے، حضرت ہشام بن عروہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ جب عروہ نے مقام عقیق میں اپنا محل تعمیر کر لیا تو اس پر لوگوں نے انھیں بہت ملامت کی اور کہا آپ نے مسجد نبوی ﷺ سے دوری اختیار کر لی ہے، یہ سن کر انھوں نے کہا میں نے دیکھا کہ تم لوگوں نے مسجد کو لہو ولعب کا ذریعہ بنالیا ہے، بازاروں اور تمہاری گلیوں میں فسق وفجور عام ہو گیا تو میں نے وہاں سکونت اختیار کر لی کیونکہ وہاں ان سب چیزوں سے عافیت ہے...... کچھ لوگوں نے کہا کہ عروہ تو مدینہ کے بارے میں ایسی خبر دے رہے ہیں پھر وہاں کے لوگوں کے عمل کو دلیل کیسے بنایا جاسکتا ہے؟ اس پر ابوعمر نے کہا میں کہتا ہوں کہ امام مالکؒ ان اہل مدینہ کے عمل کو دلیل سمجھتے ہیں جن کا شمار علماء وفضلاء اور نیک لوگوں میں ہوتا ہے، وہ مدینہ کے عام لوگوں کے عمل کو دلیل نہیں مانتے ہیں، ان دونوں اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں اہل خیر وفقہاء بھی ہوتے ہیں اور عام لوگ اور اللہ کا خوف نہ رکھنے والے لوگ بھی ہوتے ہیں، اور ان سے ایسے اعمال سرزد ہوتے ہیں جو فساد وفتنہ کے ضمن میں آتے ہیں۔

جہاں ایک جانب زمانہ کے خراب ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے وہیں دوسری جانب یہ بھی کہا جاتا ہے کہ

تیسیر اور تخفیف سے متعلق شرعی احکام صرف نیک و پاکباز لوگوں کے زمانہ میں مشروع تھے، اب صورتحال بدل گئی ہے اور زمانہ خراب ہوگیا ہے اس لئے یہ احکام اس خراب زمانہ کے لئے مناسب نہیں ہیں، فساد وفتنہ کے ذریعہ پر روک لگانا اسی وقت ممکن ہے جب کہ ممانعت اور تنگی کے احکامات صادر کئے جائیں اور تخفیف وتیسیر کے ان احکام کو بدل دیا جائے جو نبی کریم ﷺ اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں عام ورائج تھے، لہذا تیسیر کے وہ احکام جو معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت اور مردوں سے اس کی ملاقات سے متعلق تھے ان میں تبدیلی کردی گئی، خواہ یہ ملاقات خانہ خدا میں اور نماز کے دوران ہی کیوں نہ ہو، جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ نیک و پاکباز لوگوں کا زمانہ ختم ہوگیا انہی میں سے ایک یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت انسؓ نے حضرت ام ایمنؓ سے ملاقات کی، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان لوگوں نے انھیں دیکھا بھی تھا، پھر یہ کہ ان لوگوں پر عام لوگوں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا، یہی وجہ ہے کہ یہ حضرات حضرت ابوبکرؓ اور حضرت انسؓ جیسے لوگوں کو عورت سے خلوت وتنہائی میں ملنے کی اجازت دیتے ہیں۔

اس غلو پر ہمیں امام جوینی کا وہ قول یاد آگیا جو انھوں نے ایسے غلو پسند حضرات کے تعلق سے فرمایا تھا جو عقوبات میں شریعت کے طے کردہ تخفیف وتیسیر پر عمل نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ اسلام کے ابتدائی دنوں میں تخفیف وتیسیر اس لئے مشروع تھی کیونکہ ان لوگوں کا اسلام کی تعلیمات سے بہت قریبی تعلق تھا، ان کو غفلت سے جگانے کے لئے ہلکی سی تنبیہ بھی کافی ہوتی تھی، لیکن اب خیر القرون سے زمانہ بہت دور ہوگیا ہے، لوگوں کے دل سخت ہوگئے ہیں اور برائیاں وخرابیاں عام ہوگئی ہیں اور لوگ اس بات کے عادی ہوگئے ہیں کہ ان کے سامنے یا تو کوئی ترغیبی بات کہی جائے یا کوئی ترہیبی بات کہی جائے، اگر عقوبات پر اکتفا کیا جاتا تو یہ صورتحال پیدا نہ ہوتی۔ ان لوگوں کے تعلق سے امام جوینی فرماتے ہیں کہ مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ شریعت کو دانشمندوں کے صلاح ومشورہ کی اور حکیم ودانا لوگوں کے رائے کی ضرورت ہے، گویا کہ اس نے شریعت کی تردید کردی اور اس نے اپنی اس گفتگو کے ذریعہ شریعت کا انکار کردیا...... یہ ساری باتیں بس سوچنے اور گمان کرنے کی ہی ہیں، اگر انھیں دین کے قاعدوں پر نافذ کیا جانے لگے تو ہر وہ شخص جس کے پاس ذرا بھی عقل ہے اپنی فکر اور رائے کو شریعت سمجھنے لگے گا اور دلوں میں آنے والے خیالات انبیاء کے وحی کا درجہ حاصل کرلیں گے، پھر زمانہ کے ساتھ ساتھ یہ صورتحال تبدیل ہوتی جائے گی یہاں تک کہ شریعت کی کوئی اہمیت باقی نہ رہ جائے گی......لہذا صحیح دین وہ ہے جسے ثقہ لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے ہم تک نقل کیا ہے، اس کے علاوہ جو بھی چیزیں اور باتیں ہیں وہ غلط اور گمراہ کن ہیں، جو شخص شریعت کے محاسن اور اس کی پوشیدہ اور مضمر باتوں سے واقف نہیں ہوتا وہ شریعت کے سلسلہ میں لغزش کرجاتا ہے۔

احتیاطی پہلو کو اختیار کرنے کے دعویٰ نے بھی زمانہ کی خرابی کے دعویٰ کی تائید کی اور سد ذریعہ کے اصول کے نفاذ میں غلو کا سبب بنا، مثلاً یہ حضرات کہتے ہیں: ''کسی بالغ مرد کا کسی آزاد غیر محرم عورت کے ستر (سوائے چہرہ اور ہتھیلی کے) کو دیکھنا حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم...'' کیونکہ نظر فتنہ کا سبب بنتی ہے اور شہوت کو بھڑکاتی ہے اور شریعت کے لئے یہ بہتر ہے کہ وہ فتنہ کے دروازہ کو بند کردے، لیکن سوال یہ کیا گیا کہ نگاہ تو ستر میں داخل نہیں ہے، لیکن اسے دیکھنا کیسے حرام قرار دے دیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نگاہ اگرچہ ستر نہیں ہے لیکن چونکہ وہ فتنہ اور شہوت کو بھڑکانے کا ذریعہ ہے اس لئے لوگوں کو احتیاطاً اس سے روک دیا گیا''۔

احتیاطی پہلو کو اختیار کرنے پر نکیر کرتے ہوئے ایک معاصر عالم نے بڑی اچھی بات کہی ہے، وہ کہتے ہیں: ''بہت بحث ومطالعہ کے بعد مجھ پر یہ بات واضح ہوئی کہ جب کبھی قرآن وسنت سے براہ راست رجوع کیا جاتا ہے تو اس کے نتیجہ میں تخفیف وتیسیر آتی ہے اور مشقت وپریشانی سے دوری نصیب ہوتی ہے، جبکہ مسلکی فقہ کی طرف رجوع کرنے میں ایسا نہیں ہوتا، چونکہ مسلکی فقہ میں عموماً احتیاطی پہلو کو اختیار کرنے کا رجحان پایا جاتا ہے اس لئے اس کے نتیجہ میں کئی برسوں تک اس میں تشدد پایا گیا، اگر دین ''احتیاطوں'' کا ہی مجموعہ ہوجائے تو آسانی وسہولت کی روح مفقود ہوجائے گی، اور اس پر مشقت وپریشانی کا رنگ غالب آجائے گا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے تعلق سے تمام تر مشقت وپریشانی کی نفی کی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''**وما جعل عليكم في الدين من حرج**''۔

جلیل القدر علماء نے ہمیشہ اخذ بالاحوط (احتیاطی پہلو کو اختیار کرنے) پر نکیر کی ہے، امام الحرمین امام جوینیؒ نے ایک مرتبہ کہا اگر یہ کہا جائے کہ کیا احتیاطی پہلو کو اختیار کرنا واجب نہیں ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ شرعی اصولوں میں کہیں یہ بات نہیں کہی گئی ہے کہ جس کے وجوب کے سلسلہ میں شک ہو اس کو واجب ماننا ضروری ہے، امام ابن تیمیہؒ کا قول ہے کہ شریعت کے اصول میں یہ بات طے ہے کہ احتیاط نہ ہی واجب ہے اور نہ ہی حرام ہے۔

ہم مخالفین کے موقف کو دیکھتے ہیں تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ لوگوں میں موجود اخلاقی فساد کو دیکھ کر ان کے دل بہت دکھی ہیں، لیکن ان لوگوں نے فساد کو سمجھنے میں غلو سے کام لیا حتی کہ یہ خرابی اور فساد ان کے ذہنوں پر چھا گئی اور ان کے ذہنوں سے وہ مصالح اوجھل ہوگئے جو معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت اور مردوں سے اس کی ملاقات کے نتیجہ میں حاصل ہوتے ہیں، اسی طرح ان کے ذہنوں میں وہ مشقت وپریشانی کا تصور بھی نہیں آیا جو ان شرکت اور ملاقات پر پابندی عائد کرنے کے نتیجہ میں ہوتی ہے۔

چھٹا سبب: چند آیات، احادیث واخبار:

گذشتہ صفحات میں ہم نے سد ذریعہ کے اصول میں غلو سے کام لینے کے بعض اسباب کا ذکر کیا ہے، تعجب کی بات یہ ہے کہ ان تمام اسباب کو اپنی تائید میں کچھ نصوص واقوال مل گئے ہیں، ان اسباب کی تائید میں آیات کریمہ، صحیح احادیث جن کی غلط تاویل کی گئی ہے، ضعیف وموضوع احادیث اور ضعیف اخبار پیش کئے گئے ہیں، ذیل میں ہم اس کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں:

**اول**: ایسی آیات، احادیث واخبار جو عورت کے سلسلہ میں بدگمانی رکھنے کی تائید میں پیش کئے جاتے ہیں:

الف- وہ آیت کریمہ جس کی غلط تاویل کی گئی ہے: "إن کیدکن عظیم"، (واقعی بڑی غضب کی ہوتی ہیں تمہاری چالیں)۔ (سورۂ یوسف: ۲۸)

☆ یہ بات بادشاہ مصر عزیز نے کہی تھی، یہ اللہ تعالیٰ کا قول نہیں ہے، عزیز نے یہ بات اپنی بیوی سے صادر ہوئی ایک غلطی کے موقع سے کہی تھی۔

☆ قرآن نے اگر بادشاہ مصر کے اس قول کو نقل کر دیا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اسے تسلیم بھی کرتا ہے اور اسے ہر زمان ومکان کی تمام عورتوں کی فطرت کے سلسلہ میں ایک قطعی الٰہی حکم سمجھتا ہے۔

☆ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ یوسفؑ کے بھائیوں نے ان کے خلاف زبردست سازش کی اور اسے نافذ کرنے کے لئے ایک ناپسندیدہ ومکروہ حیلہ تلاش کیا، انھیں کنویں میں پھینک دیا اور والد سے جھوٹ بولا، اس پس منظر میں ہم یہاں پر مردوں کی سازشوں وچالوں کو غضب کا قرار دیں گے یا عورتوں کی سازشوں وچالوں کو؟؟

ب- ایسی حادیث جن کی غلط تاویل کی گئی:

حدیث: "عورتوں کی عقل اور ان کا دین ناقص ہوتا ہے"۔ اس حدیث کی بہت غلط تاویل کی گئی ہے، حتی کہ لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ عورت کی عقل کمزور ہوتی ہے اور وہ بیوقوف ہوا کرتی ہے، حالانکہ نبی کریم ﷺ نے یہ بتایا ہے کہ نقص سے مراد عقلی سرگرمیوں میں نقص ہے، اور یہ نقص مراد ہے کہ وہ اموال کے سلسلہ میں مکمل شہادت پر قادر نہیں ہے، کیونکہ اموال کا میدان اس کی گھر کے اندر کی زندگی سے مناسبت نہیں رکھتا، اس لئے نبی کریم ﷺ

نے رضاعت کے مسئلہ میں ایک عورت کی شہادت کا بھی اعتبار کیا ہے، اسی طرح فقہاء کا کہنا ہے کہ جو امور عورتوں کے ساتھ خاص ہیں ان میں دو عورتوں کی شہادت معتبر ہے۔

حدیث: ''عورتیں پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلی میں سب سے زیادہ کجی اس کے اوپری حصہ میں ہوتی ہے''۔اس حدیث کی بھی غلط تاویل کی گئی ہے، حتیٰ کہ بعض لوگوں نے یہاں تک کہا ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ عورت کی فطرت میں کجی ہوتی ہے، اس کی فطرت غیر واضح ہوتی ہے۔

حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث میں عورت کی تخلیق کے امتیاز کو بیان کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اس تخلیق کے اثرات اس کے طرز عمل اور معاملات پر مرتب ہوتے ہیں جس کے سبب مردوں کو تھوڑی بہت تکلیف کا احساس ہوتا ہے، کجی استقامت کے بالمقابل شی ہے، یہاں پر ہم کجی کی وضاحت جذباتیت سے کر سکتے ہیں، کیونکہ جذبات کا توازن ہی استقامت ہے، اور جذباتیت عدم استقامت ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی بلیغ حکمت ہے کہ اس نے عورت کو اس جذباتی قوت سے نوازا تاکہ اس کے جذبات میں محبت کا عنصر باقی رہے جو کہ بچوں کی تربیت کے لئے بہت ضروری ہے۔(دوسرے باب کی پانچویں فصل میں اس حدیث اور اس سے پہلے والی حدیث کے مفہوم پر تفصیل کے ساتھ گفتگو گذر چکی ہے)۔

حدیث: ''اگر نحوست کی کوئی حقیقت ہوتی تو وہ عورت، گھوڑے اور گھر میں ہوتی''، اس حدیث کی بھی غلط تاویل کی گئی ہے، کیونکہ بعض روایات میں ان کے مختصر ہونے کی وجہ سے یا ان میں راویوں کے کچھ تصرف کر دینے کی وجہ سے کچھ غلطی واقع ہوگئی ہے، یہ حدیث لوگون کے درمیان ان الفاظ کے ساتھ عام ہوگئی کہ ''نحوست تین چیزوں میں ہوتی ہے''۔اور اس طرح عورت کو بھی نحوست کا سرچشمہ سمجھا جانے لگا، حالانکہ شریعت تو سرے سے نحوست ہی کی نفی کرتی ہے اور یمن و برکت کا خیر مقدم کرتی ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''نحوست کی کوئی حقیقت نہیں ہے، گھر، عورت اور گھوڑے میں برکت ہوتی ہے''۔

### ج-ضعیف احادیث:

☆ ''عورت کھیل کا سامان ہے لہذا جو کوئی اس کھیل کے سامان کو حاصل کرے وہ اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرے''، حالانکہ اس کے بالمقابل ہمیں یہ صحیح حدیث ملتی ہے کہ ''عورتیں مردوں کی ہم مرتبہ ہیں''۔

☆ ''اگر مرد عورت کی اطاعت کرتے ہیں تو یہ بات ان کے لئے باعث ہلاکت ہے''، ابوبکر بن العربی ضعیف احادیث کے رائج ہوجانے پر نکیر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''لوگوں کو اپنے دین کو اسی طرح دیکھنا چاہیے جس طرح وہ اپنے مال کو دیکھتے ہیں، لوگ خرید وفروخت کرتے وقت ایسا دینار نہیں لیتے جس میں کسی طرح کا کوئی عیب ہو، بلکہ وہ صحیح وسالم دینار لیتے ہیں، اسی طرح نبی کریم ﷺ کی صرف ایسی احادیث ہی کو اخذ کرنا چاہئے جس کی سند صحیح ہو، تا کہ نبی کریم ﷺ کی احادیث کذب وغلط بیانی سے محفوظ رہیں، کیونکہ اگر کوئی شخص صحیح احادیث کے اخذ کرنے کا اہتمام نہیں کرتا ہے تو عین ممکن ہے کہ اس کو شدید خسارہ سے دوچار ہونا پڑے''۔

د-موضوع احادیث:

☆ مجھے میری دوخوبیوں کی وجہ سے آدمؑ پر فضیلت دی گئی ہے، آدمؑ کی بیوی نے ایک معصیت میں ان کا تعاون کیا، جبکہ میری بیویاں طاعت وبندگی میں میری معاون ہیں۔

☆ عورت کی اطاعت کرنا ندامت وشرمندگی کی بات ہے۔

☆ عورتوں سے مشورہ کرو اور ان کے مشورہ کو نہ مانو۔

حالانکہ صحیح حدیث میں اس بات کا ذکر موجود ہے کہ حدیبیہ کے دن نبی کریم ﷺ نے حضرت ام سلمہؓ کے مشورہ پر عمل کیا تھا۔

☆ اگر عورتیں نہ ہوتیں تو اللہ کی کما حقہ عبادت کی جاتی۔

☆ عورتوں کو لکھنا نہ سکھاؤ، نہ ہی انھیں کمروں میں رکھو، اور انھیں سورۂ نور کی تعلیم دو۔

حالانکہ ہمارے سامنے شفاء بنت عبداللہؓ سے مروی یہ صحیح حدیث موجود ہے، وہ کہتی ہیں کہ ہمارے پاس نبی کریم ﷺ آئے، میں اس وقت حضرت حفصہؓ کے پاس تھی، مجھ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم انھیں نملہ (ایک قسم کی بیماری) کا رقیہ کیوں نہیں سکھا دیتی ہو جیسا کہ تم نے انھیں لکھنا سکھایا ہے۔

عورت کو لکھنا پڑھنا سکھانے سے متعلق موضوع حدیث غلو کی ایک بہترین مثال ہے، اس حدیث پر بہت سارے اسلامی ممالک میں چودھویں صدی ہجری (بیسویں صدی عیسوی) کے اوائل تک عمل کیا گیا، لیکن جب بعض علماء وفضلاء نے اس صورتحال کو غلط بتانا شروع کیا تو یہ ذہنیت رفتہ رفتہ ختم ہونے لگی، لیکن بعض ممالک میں یہ صورتحال چودہویں صدی ہجری کے نصف تک قائم رہی، ڈاکٹر تقی الدین ہلالی نے اس کے تعلق سے مندرجہ ذیل بات تحریر کی ہے:

''عورتوں کی تعلیم وتربیت کے تعلق سے تین مختلف مسالک پائے جاتے ہیں، پہلا مسلک یہ ہے کہ عورتوں

کوصرف اتنی تعلیم دی جائے کہ وہ بغیر سمجھے قرآن پڑھنے لگیں، اس مسلک کے حامی لوگوں کا کہنا ہے کہ یہی سب سے صحیح اور اچھا مسلک ہے، ہم نے اپنے آباء واجداد کو اس پر ہی عمل کرتے ہوئے دیکھا ہے، وہ لوگ ہم سے بہت اچھے تھے، ان حضرات کا کہنا ہے کہ عورت کا تعلیم حاصل کرنا ان کے اخلاق کو بگاڑنے کا سبب بنتا ہے، عورت پڑھتی لکھتی نہیں ہے تو وہ شیطان نما انسانوں سے محفوظ رہتی ہے، یہ بات مشہور ہے کہ قلم بھی دو زبانوں میں سے ایک زبان ہے، اگر عورت پڑھنا لکھنا نہیں جانتی ہے تو وہ اس زبان کے شر سے محفوظ رہتی ہے، اور حجاب اوڑھ کر وہ دوسری حقیقی زبان کے شر سے محفوظ و مامون رہتی ہے، ہم نے کتنی ہی علم حاصل کرنے والی عورتوں ولڑکیوں کو دیکھا ہے کہ وہ علم کی راہ سے ہی برائیوں کا شکار ہوتی ہیں، یہ صورتحال تو اس وقت بھی تھی جب اسلام کا غلبہ تھا اور پاکبازی وعفت کا زمانہ تھا، لیکن اب تو زمانہ بہت ہی زیادہ خراب ہو چکا ہے، لہذا اگر لڑکی پڑھنا لکھنا جان جاتی ہے تو اس کا ذہن دنیا میں ہو رہے فسادات وخرابیوں سے اور لڑکوں سے دوستیاں کرنے کی فکر سے بھر جائے گا، اور اس کے ذہن وخیال میں ہمیشہ غلط خیالات آتے رہیں گے، حدیث میں آیا ہے "**لا تسكنوهن الغرف ولا تعلموهن الكتابة وعلموهن المغزل وسورة النور**"، یہی صحیح تربیت ہے، کیونکہ اگر لڑکیوں کو لکھنا سکھا دیا جائے تو وہ فاجر وفاسق لوگوں سے خط وکتابت کرنے لگیں گی......"۔

جو لوگ کسی دینی مصلحت کے حصول کی خاطر نبی کریم ﷺ کے سلسلہ میں جھوٹ بولنا جائز سمجھتے ہیں حافظ ابن حجرؒ ان کی دلیل کو غلط و باطل قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"وہ صوفیاء زہاد جاہل ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ایسے امور میں نبی کریم ﷺ کے سلسلہ میں جھوٹ بولنا جائز ہے جن کے ذریعہ سے دین کو اور اہل سنت کے طریقہ کو تقویت پہنچانا مقصود ہو، یہ حضرات اس کی یہ دلیل دیتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے سلسلہ میں جھوٹ بولنے کی وعید اس شخص کے لئے ہے جو آپ ﷺ کی مخالفت میں جھوٹ بولے، لیکن اگر کوئی آپ ﷺ کے حق میں کوئی جھوٹ بولتا ہے تو اس کے لئے یہ وعید نہیں ہے، درحقیقت یہ ایک باطل دلیل ہے کیونکہ وعید ہر اس شخص کے لئے ہے جو آپ ﷺ کی طرف نسبت کر کے جھوٹ بولے، خواہ وہ آپ ﷺ کی مخالفت میں جھوٹ بولے یا آپ ﷺ کے حق میں جھوٹ بولے، الحمدللہ دین مکمل ہو چکا ہے، اسے اس کی ضرورت نہیں ہے کہ جھوٹ کے ذریعہ اسے تقویت پہنچائی جائے"۔

ھ-ضعیف وموضوع اخبار:

یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ایک بیوی کا انتقال ہو گیا، جب انھیں دفن کر دیا

گیا اور وہ اور دیگر لوگ واپس گھر آ گئے، تو کچھ لوگوں نے ان کے گھر کے پاس ان کی تعزیت کرنی چاہی، اس پر آپ فوراً گھر میں داخل ہو گئے، دروازہ بند کرلیا اور فرمایا ہم عورتوں کے سلسلہ میں تعزیت قبول نہیں کرتے۔

مواہب الجلیل کے مصنف اس خبر کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''اگر کسی کے تین بچے مر جاتے ہیں اور وہ اللہ سے ثواب کی امید کرتے ہوئے ان پر صبر کرتا ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا''، اس میں آپ ﷺ نے لڑکے یا لڑکی کی کوئی تخصیص نہیں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''فأصابتكم مصيبة الموت'' نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''اگر کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو دیگر مسلمانوں کو اس کی تعزیت کرنی چاہیۓ''، اسی طرح اگر کسی کی بیوی یا کسی عزیز کا انتقال ہو جاتا ہے تو نبی کریم ﷺ نے اسے بھی مصیبت قرار دیا ہے۔

**دوم**: ایسی آیات، احادیث اور اخبار جن کا سہارا لے کر عورت کے فتنہ کا غلط مفہوم پیش کیا جاتا ہے:

### الف- وہ آیات جن کی غلط تاویل کی گئی ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''...... نبی کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو، یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے زیادہ مناسب طریقہ ہے......''۔ (سورۂ احزاب: ۵۳)

اس آیت میں خاص طور سے امہات المومنین پر حجاب کی فرضیت کو بیان کیا گیا ہے، لیکن بعض لوگوں نے اس کی غلط تاویل کرتے ہوئے یہ کہا کہ حجاب عام عورتوں پر بھی فرض ہے، بعض لوگوں نے عام عورتوں کے لئے حجاب کو مستحب قرار دیا، لیکن ہم اس سے پہلے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حجاب کا حکم صرف امہات المومنین کے ساتھ مخصوص ہے اور اس سلسلہ میں ان کی اقتداء کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ (دیکھئے اسی باب کی دوسری فصل)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور سابق دور جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو''۔ (سورۂ احزاب: ۳۳) یہ جاننے کے لئے کہ اس آیت کی کس طرح غلط تاویل کی گئی ہے آپ اسی باب کی پہلی فصل کی طرف رجوع کریں۔

### ب- وہ صحیح احادیث جن کی بعض لوگوں نے غلط تاویل کی ہے:

ہم یہاں پر صرف دو حدیثیں ذکر کریں گے، جن کا ذکر ہم اسی باب کی پہلی فصل میں بھی کر چکے ہیں اور وہاں پر اس دونوں احادیث کے مفاہیم پر بھی تفصیل سے گفتگو کی ہے، اور ساتھ ہی بہت سی ایسی صحیح احادیث ذکر کی

ہیں جن کی بعض لوگوں نے غلط تاویل کی ہے۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھی، آپ ﷺ کے پاس حضرت میمونہؓ بھی تھیں، وہ کہتی ہیں کہ ابھی ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس ہی تھے کہ وہاں پر ابن ام مکتومؓ آ گئے، یہ فرضیت حجاب کے بعد کا واقعہ ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم دونوں ان سے حجاب کرو، اس پر ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ وہ نہ ہی ہمیں دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی ہمیں پہچان سکتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے کہا کیا تم دونوں بھی اندھی ہو؟ کیا تم دونوں انھیں نہیں دیکھ رہی ہو؟

بعض لوگوں نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ جو حکم بیان کیا گیا ہے وہ عام مومن عورتوں کے لئے ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ حکم صرف امہات المومنین کے ساتھ مخصوص ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا عورتوں کے پاس جانے سے پرہیز کرو، ایک انصاری صحابیؓ نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ دیور کے بارے میں کیا خیال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا دیور تو موت ہے۔ بعض لوگوں نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ اس میں عورتوں کے پاس جانے سے منع کیا گیا ہے، حالانکہ درحقیقت اس حدیث میں عورت کے پاس خلوت وتنہائی میں جانے سے منع کیا گیا ہے۔

احادیث ہی کی طرح بعض صحیح ماثور واقوال کی بھی دوراز کار تاویلات کی گئی ہیں، اس کی ایک مثال ذیل میں ذکر کی جاتی ہے:

حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ ''عورتوں نے اپنی طرف سے جو باتیں پیدا کر رکھی ہیں اگر نبی کریم ﷺ کو ان کا علم ہو جاتا تو آپ ﷺ انھیں مسجد جانے سے روک دیتے جس طرح کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد سے روک دیا گیا تھا''۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں حضرت عائشہؓ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو مسجد جانے سے روکنا واجب ہے، گویا ان لوگوں کے قول کے مطابق حضرت عائشہؓ کا یہ قول نبی کریم ﷺ کے اس قول کا ناسخ ہے کہ ''اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجد سے نہ روکو''، صحیح بات یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے جو بات کہی ہے وہ درحقیقت زجر وتوبیخ کے طور پر ہے، حضرت عائشہؓ نے ان عورتوں کو متنبہ کیا ہے جنھوں نے نبی کریم ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہوئے خوشبو لگا کر اور زیب وزینت اختیار کر کے مسجد جانا شروع کر دیا تھا۔

### ج-ضعیف احادیث:

☆ عورتوں کو برہنہ کر دو تو وہ گھروں میں رہنے لگیں گی۔

☆ عورت کے ستر کو گھر کے ذریعہ چھپاؤ۔

☆ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو باہر نکلنے سے منع فرمایا ہے، البتہ بوڑھی عورت اپنے خف پہن کر نکل سکتی ہے۔

☆ نبی کریم ﷺ نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمہؓ سے فرمایا عورت کے لئے کیا چیز بہتر ہے؟ انھوں نے کہا عورت کے لئے یہ بہتر ہے کہ وہ مرد کو نہ دیکھے اور نہ ہی اسے مرد دیکھے، یہ سن کر آپ ﷺ نے انھیں اپنے گلے لگالیا اور فرمایا "ذریة بعضها من بعض"۔

☆ حضرت ام سلمہ بنت حکیمؓ فرماتی ہیں کہ میں نے بوڑھی عورتوں کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ فرض نماز ادا کرتے ہوئے پایا۔

☆ حضرت سلیمان بن ابی خثمہؓ کہتے ہیں کہ ان کی والدہ نے کہا میں نے بوڑھی عورتوں کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے پایا۔

تیسرے باب کی پانچویں فصل میں بہت سی ایسی صحیح احادیث گذر چکی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نوجوان عورتیں مسجد میں آکر نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کرتی تھیں، مثلاً حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ، حضرت عمرؓ کی اہلیہ عاتکہ بنت زیدؓ، حضرت فاطمہ بنت قیسؓ اور ربیع بنت معوذؓ۔

### د-موضوع احادیث:

قبیلہ عبدالقیس کا ایک وفد نبی کریم ﷺ کے پاس آیا، ان میں ایک خوبصورت لڑکا بھی تھا، نبی کریم ﷺ نے اسے اپنے پیٹھ کے پیچھے بٹھایا اور فرمایا حضرت داؤد سے دیکھنے کی غلطی سرزد ہوئی تھی۔

غلو پسند حضرات کہتے ہیں کہ ایک خوبصورت لڑکے کے فتنہ کے تعلق سے جب نبی کریم ﷺ کا یہ رویہ ہے تو پھر عورت کے فتنہ کے سلسلہ میں یہ احتیاط تو اور زیادہ ضروری ہو جاتی ہے۔

### ھ-ضعیف اخبار:

حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ کسی بھی عورت نے (کعبہ اور مسجد نبوی کے علاوہ) اپنے گھر میں پڑھی ہوئی نماز سے افضل کوئی نماز نہیں پڑھی، الا یہ کہ کوئی بوڑھی عورت خف پہن کر مسجد میں نماز پڑھے۔

اگر ہم ان اسباب پر غور کریں جو سد ذریعہ کے اصول میں غلو سے کام لینے کے سلسلہ میں معاون ہوتے

ہیں تو ہمیں نظر آئے گا کہ اس غلو سے کام لینے کی وجہ یا تو ظن وگمان کا اتباع ہے یا پھر ہوائے نفس کا اتباع ہے یا ایک ساتھ ان دونوں کی اتباع اس کی وجہ بنی ہے، اس بات کو ذیل میں تھوڑی سی تفصیل کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے:

خواہش نفس اللہ کی طرف سے نازل کردہ حق کو دیکھنے سے قاصر ہوتا ہے، خواہ وہ کتنا ہی روشن اور واضح کیوں نہ ہو، خواہش نفس میں مبتلا شخص صرف خود تک ہی محدود ہو کر رہ جاتا ہے، وہ اپنے اردگرد کے ماحول میں وقوع پذیر ہونے والی اشیاء وواقعات سے واقف نہیں ہوتا، لہذا عزت آبرو کے سلسلہ میں غیرت کا دعوی کرنے کا سبب ظن وتخمین کا اتباع ہے، اور اس ظن وتخمین کے اتباع کی بھی وجہ یہ ہے کہ لوگوں میں کم مقدار میں پائی جانے والی دینداری اور مباح پر عمل کرنے کے سبب بہت زیادہ واقع ہونے والے فتنہ وفساد کے درمیان خلط ملط کر دیا جاتا ہے، اسی طرح اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ حقیقت واقعہ کے تصور کرنے میں ناقص اور غیر معتبر معلومات پر اعتماد کرلیا جاتا ہے، عزت وآبرو کے سلسلہ میں غیرت کا دعویٰ کرنے کا ایک سبب خواہش نفس کی اتباع ہے، کیونکہ معتدل غیرت اور مریضانہ غیرت کے درمیان خلط ملط کر دیا جاتا ہے۔

اخذ بالاحوط (احتیاطی پہلو کو اختیار کرنے) کا سبب بھی ظن وتخمین کا اتباع ہے، کیونکہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ احتیاطی پہلو کو اختیار کرنا اور مباح سے دور رہنا قابل تعریف عمل اور تقویٰ کی بات ہے، کبھی کبھی اس کا سبب اتباع ہوی بھی ہوتا ہے، کیونکہ خواہش نفس کا معاملہ صرف مرغوب اشیاء اور حرام کی طرف میلان تک ہی محدود نہیں رہتا، بلکہ بعض ایسے بھی اذہان ہیں جن کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ چیزوں کو حرام قرار دے کر بندگان خدا کو تکلیف ومشقت میں مبتلا کیا جائے۔

ضعیف وموضوع احادیث کے رائج ہو جانے کا سبب بھی اتباع ظن ہے، کیونکہ یہ گمان کیا جاتا ہے کہ یہ احادیث لوگوں کو اللہ کی اطاعت پر آمادہ کرنے اور معاصی سے دور رکھنے میں زیادہ بڑا رول ادا کریں گی۔

وہ تمام اسباب جو سد ذریعہ کے اصول کے نفاذ میں غلو کا سبب بنے ہیں ان سب کے درمیان ایک مشترک عنصر اتباع ظن ہے جو کہ تقلید میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے، اسے ہم مرکب غفلت سے تعبیر کر سکتے ہیں، لہٰذا تقلید شرعی نصوص سے غفلت کا سبب بنتا ہے، تیسرے باب کی تمام فصلوں پر ایک نظر ڈالنے سے یہ بات قطعی طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ لوگ ان نصوص سے غافل ہیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت اور سنجیدگی ووقار کے ساتھ مردوں سے اس کی ملاقات سنت نبوی ہے، ان نصوص میں مسلم معاشرہ کے ایک امتیاز کو بیان کیا گیا ہے، اسی طرح تقلید فقہ کے تمام اصولوں سے واقفیت حاصل کرنے سے غفلت برتنے کا بھی سبب بنتا ہے، علماء

اصول فقہ نے سد ذریعہ کے اصول کے سلسلہ میں جو شرائط بیان کئے ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت دو اہم شرطوں سے غفلت برتا جارہا ہے، پہلی شرط یہ ہے کہ اسی مباح کو سد ذریعہ کے طور پر ممنوع قرار دیا جاسکتا ہے جو اکثر و بیشتر فتنہ وفساد کا سبب بنتا ہو، دوسری شرط یہ ہے کہ اسی مباح کو ممنوع قرار دیا جاسکتا ہے جس میں فساد وفتنہ کا پہلو صلاح کے پہلو سے زیادہ غالب ہو۔

اگر معاملہ اتباع ظن ہی تک محدود ہوتا تو زیادہ بڑی مصیبت نہیں تھی کیونکہ کتاب وسنت اور اصول فقہ کا علم حاصل کر کے بھی اس کا علاج کیا جاسکتا تھا، لیکن معاملہ اتباع ظن سے اتباع ہوی تک پہنچ گیا، اور اتباع ہوی کا علاج تو نہایت ہی مشکل ہے، کیونکہ اتباع ہوی کے نتیجہ میں عقل ودل سب جاتے رہتے ہیں، بہر حال ہمیں اللہ کی ذات سے امید ہے کہ علم کے بیان کرنے اور پوشیدہ خواہش نفس کو سامنے لانے میں اس کی توفیق ہمارے شامل حال رہی ہے، ہم سب کے لئے یہ آیتیں قابل غور وفکر ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''حقیقت یہ ہے کہ لوگ محض وہم وگمان کی پیروی کررہے ہیں اور خواہشات نفس کے مرید بنے ہوئے ہیں، حالانکہ ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے''۔(سورۂ نجم: ۲۳) آگے اللہ تعالیٰ مزید فرماتا ہے: ''وہ محض گمان کی پیروی کررہے ہیں اور گمان حق کی جگہ کچھ بھی کام نہیں دے سکتا''۔(سورۂ نجم: ۲۸)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت کرنے اور اس کے چہرہ کو کھولے رکھنے کی وجہ سے جو فتنہ پیدا ہوتا ہے اسے اللہ نے انسانوں کی تقدیر میں ان کی آزمائش کی خاطر لکھ دیا ہے، جب مسلمان اس آزمائش سے دوچار ہوتا ہے اور اس فتنہ سے مجاہدہ کرتا ہے تو اس کے ارادہ وعزم کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور وہ ہوائے نفس کا مقابلہ کرنے کے قابل ہوجاتا ہے، اور اس کا آخری نتیجہ یہ ہوتا ہے انسان کی نفسیاتی صحت بہتر ہوجاتی ہے اور اس کی شخصیت میں اعتدال آجاتا ہے، اس فتنہ سے دور رہنے اور اجتناب کرنے کے لئے مشقت وتنگی کا سہارا لینا پڑتا ہے، اور اس مشقت وتنگی کے نتیجہ میں ہم تک کوئی خیر نہیں پہنچ سکتا، یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے اس فتنہ سے اجتناب کرنے اور دور رہنے کے لئے اپنے اوپر اس طرح تنگی کرنا چاہی کہ نبی کریم ﷺ سے خصی ہوجانے کی اجازت مانگی، آپ ﷺ نے انھیں اس سے باز رہنے کی ہدایت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اے ابوہریرہؓ تمہیں جو چیز بھی لاحق ہونے والی ہے اسے مقدر کیا جاچکا ہے، لہٰذا اب چاہے تم خصی ہوجاؤ یا نہ ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔

سد ذریعہ بھی شریعت ہی کا ایک اصول ہے، لیکن اس کا شرعاً نفاذ اسی وقت درست ہوگا جب اس کے نفاذ

میں علماء اصول فقہ کے مقررہ کردہ شرائط کوملحوظ رکھا جائے، اگر نفاذ کے وقت ان شرائط کی رعایت نہیں کی گئی تو پھر اس کا شمار گناہ میں کیا جائے گا۔

یہ بات بہت زیادہ تعجب خیز ہے کہ صحابہ کرام اور ان کے بعد کے ائمہ نے تو سد ذریعہ کے اس اصول کا استعمال شرعی احکام کے اشتباہ کو ختم کرنے کے لئے کیا، لیکن ان کے بعد کے لوگوں نے اس اصول کا استعمال شرعی امور کو مشتبہ کرنے کے لئے شروع کردیا، یعنی چونکہ ان حضرات نے سد ذریعہ کے اصول کے نفاذ میں غلو سے کام لیا لہذا بہت سارے مباحات کے سلسلہ میں انھیں اشتباہ ہوگیا اور انھوں نے انھیں مکروہات ومحرمات سمجھ لیا......۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہ یاب کرے۔ (آمین)

{}{}{}{}{}

**تمت بالخیر**